



ڈاکٹر زکیر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA

JAMIA NAGAR

NEW DELHI

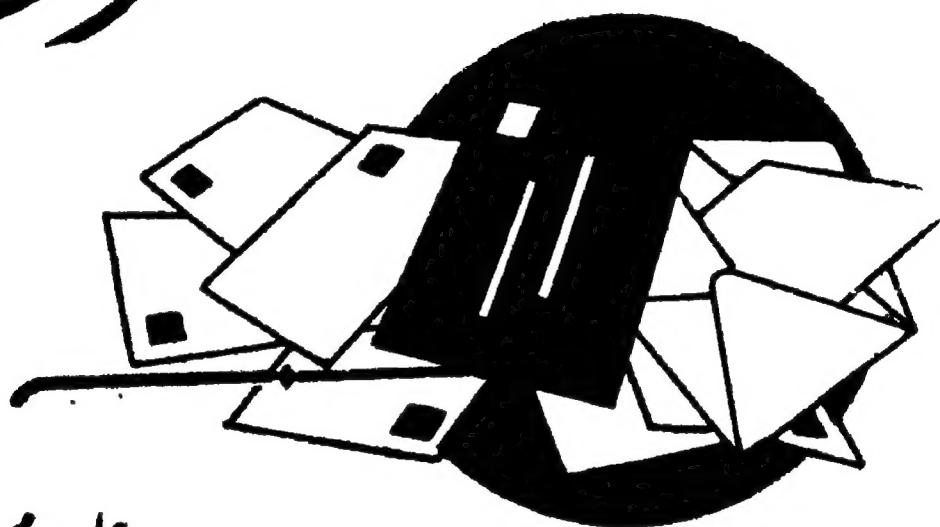
Please examine the books before
taking it out. You will be responsible
for damages to the book disco-
vered while returning it.

DUE DATE

Cl. No. _____ Acc. No. 137521

Late Fine Ordinary Books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night Book Re. 1/- per day.

نقوش



جلد دوم

مکاتیب نمبر

نقوش
لاہور

مکاتیب نمبر 2

عطیہ خندم ربانی بآں

محمد عظمت اللہ خاں

(۱)

بنام تکلیف کاظمی

مشفق و مکرری تسلیم
آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کا مضمون جس بہادری میں دیکھ چکا تھا۔ کاتب کی عزائم سے میں بخوبی واقف ہوں اپنے
تقریباً ہر نظم کے متعلق برسے نقطہ نظر کو بالکل صحیح پیش فرمایا ہے۔
میں آپ کی خدمت میں دو تین دن کے بعد ایک غیر معبرہ نظم ”پہلا آواز سامنا“ بھیج دوں گا۔ آپ جس رسالہ کو بھیجنا
مناسب سمجھیں بھیج دیں۔

میری صحت بہت ہی خراب ہو گئی تھی اس لئے وہی مشاغل کم ہو گئے ہیں اور خصوصاً میری شاعری کی دلی کو شپ ہو گئی
گئی تھی۔ میں ایک مہینے سے رخصت نہ ہوں۔ ابھی صحت پوری نہیں ہوئی بلکہ ایک نظم ہم ہی ہے مضمون قتل ایک ایسی ہیلاست ہے۔
میں آپ کا مضمون پڑھ کر بہت حوش ہوا۔ میرے متعلق جو آپ نے اپنی عنایت سے عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے
میں انسانی نہیں اگر زراجمی نہ پھرتا مگر اس کے علاوہ آپ نے اس ڈھنگ کی شاعری کے رواج میں نہایت قابلیت اور سلیقہ سے اس
مضمون کے ذریعہ حق لیا ہے اور یہ کسی کی نہیں خالص اردو ادب کی خدمت ہے۔

میں نے نظمیں بھیجا کر لی ہیں۔ سارا طبع کے مستعین ٹائپ کی تیاری کا انتظام ہے۔ زیادہ شوق ملاقات!

نہایت نند، محمد عظمت اللہ خاں عید آباد کوکس ہسپتال میں تشریف رکھ رہے ہیں

لے عظمت اللہ خاں دہری بی۔ اے دو گانہ نظم تعلیمات حیدر آباد (دکن) بڑے قابل شخص تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے اردو میں گیت اور غیر متعلق نظم
کہنا شروع کیا۔ ان کی نظموں پر میں نے ایک مضمون ”عظمت اللہ خاں اور ان کی شاعری کے غنائ سے ہادیوں لاہور میں بڑی تحصیل سے لکھا تھا
جو بہت پسند کیا گیا۔

یہ مضمون میں نے عظمت کو اطلاع دے کر بھیج دیا تھا۔ اس کو دیکھنے کے بعد انہوں نے یہ خط مجھے لکھا تھا۔ اصل خط میرے زیر سر نہیں محفوظ ہے۔

تکلیف کاظمی

پہلا آئنا سامنا

۱
نہیں منہ یوں نہ چھپاؤ تم
میں ہوں وہاں نہ لجاؤ تم
مجھے صورت تو دکھاؤ تم
خود انگوٹھ یہ پٹاؤ تم
مری مینوں میں سہاؤ تم مرے من میں بساؤ تم

۲
بڑی اس دن کی لختی آؤ تم
کہ ہوں اس رنگ کے دہرہ
تو ہر دل کھری کے گنگر
اجی بس شرم اٹھاؤ تم
مری مینوں میں سہاؤ تم مرے من میں بساؤ تم

۳
یہ ہے اک پھل مالا تھزم
گلی چندی یہ ہے گرم گرم
بھلا اب مجھ سے کہاں کی شرم
خود اس نکھیں تو ملاؤ تم
مری مینوں میں سہاؤ تم مرے من میں بساؤ تم

۴
بہت آملہ ہے اس بچی
تہیں اب بھی کروں گنگلی
خدا آئے جو حسین نہی
مجھے جنس منس کے پٹاؤ تم
مری مینوں میں سہاؤ تم مرے من میں بساؤ تم

۵
دیا جب لائق میں اتھ ہے
یہ تو اک عطر کا ساتھ ہے
خوشی نہ چاہ کے اتھ ہے
خود اہل دل سے لگاؤ تم
مری مینوں میں سہاؤ تم مرے من میں بساؤ تم

۶
خدا سو پھر وہ ہے سولی کب
دودھ لولہ میں ہے فصل جب
یہی ہاں بات ہے اہل اب
کہ مجھے دل میں بساؤ تم
مری مینوں میں سہاؤ تم مرے من میں بساؤ تم

۷
نہیں اب دودھ نہ پورہ ہو
مرے بس آؤ گئے لگو
مجھے دل سے کہہ دیا ہو
مجھے یوں اپنا بناؤ تم
مری مینوں میں سہاؤ تم مرے من میں بساؤ تم

(۳)

بنامِ تلمیذینِ کاظمی

شفیق و کمئی تسمیر
دو خطوں کے جواب کا اس خط کے ذریعہ قرض ادا کر رہا ہوں اور ضرر مند ہوں۔ کچھ طبیعت کی بد مزگی کچھ عید کی گڑبڑ
اور پھر دفتر کی گھس گھس اور امتحانِ محل کے نتیجہ کا فوراً اشاعت کرنا غرض ان سب باتوں نے آپ کو خط لکھنے سے روکا۔
حالانکہ جی چاہتا تھا کہ تفصیلی خط لکھوں۔
آپ مذہد اس رنگ میں طبع آنائی کیجئے۔

”بھئی“ میں آپ کی نظم ”مرا سہاگ“ چھنے دے“ میں نے دیکھی اور مجھے یقین ہے کہ آپ کا سیلاب نہیں گئے کہیں
آپ سے ملاقات ہوگی تو ہندی کے متعلق بات چیت ہوگی۔
حامد اللہ افسرِ زمین آدمی ہیں اور خوب کہتے ہیں صرف ذرا محنت اٹھا کر پرانی عروض کے جوڑے سے اپنے کو آزاد
کر لیں تو میرا خیال ہے کہ اس نئے رنگ میں نام کریں گے۔
بہری نئی نظم آپ اس دفعہ کے مجاہد عثمانیہ میں پائیں گے۔

مجھے خوشی ہوگی کہ میری نظم آپ کو پسند آئی۔ یہ میں بالکل آپ پر چھوڑنا ہوں کہ کس رسالہ میں اسے شائع کیا جائے۔
میں آئندہ بشرطِ فرصت طویل طویل خط لکھوں گا اور اس میں ادبی کبر اس ہوگی۔
میں اپنی نظموں اور مضامین کو جمع کر چکا ہوں۔ مستطیع ٹائپ کے تیار ہوتے ہی انشاء اللہ چھپوانا شروع کر دوں گا۔
آپ کو یہ ممکن خوشی ہوگی کہ انشاء اللہ تھلے مستطیع ٹائپ دو تین بیسے میں کامیابی جھین جائے گا اور اس کا CASE انگریزی
سے لکھی کم ہنگامی صرف ۲۶۰ حروف اور جڑ ہوں گے۔ انگریزی میں CASE ۲۷۵ کا ہے۔ اگر مستطیع کے ۲۷۵ بھی رہے
تو کیا کہنے۔

نیا زمند محمد عظمت اللہ خاں۔ حیدرآباد دکن ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء

مطابق ۲۱ رجب ۱۳۵۶ھ

(۴)

بنامِ تلمیذینِ کاظمی

شفیق و کمئی تسمیر
تسمیر۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے خط کا جواب نہ دے سکا۔ آپ نے جن مطالب علم کا ذکر کیا ہے ان کے
متعلق دفتر کے کھلنے کے بعد جواب دے سکوں گا۔

نے عظمت کے خط میں جس مستطیع ٹائپ کا ذکر ہے وہ دارالطبع مکرور حال دیگر فنٹ پریس حیدرآباد) کا ہے جو اپنے نوک پلک کی نزاکت کی
وجہ سے ناقص ثابت ہوا۔ (تلمیذینِ کاظمی)

یہ چند سطر آپ کو اس لئے لکھ دیں کہ آپ کو خط کے پہنچنے نہ پہنچنے کا تردد نہ رہے میری طبیعت بے فضلہ تعالیٰ اور محبت ہوتی جاتی ہے لیکن بہت ہی تندرست۔

اُن مدبر صاحبِ نیوٹن گویا مصلحت فرما رہے ہیں کہ آپ کی حمایت سے پیچھے ہیں۔ ایک میں آپ کی نظم 'مطرب' خوب چیز ہے۔ میں پڑھ کر بہت محظوظ ہوا۔ باقی اصلاحات مستوجبِ شکر!

نیا زمند: محمد عظمت اللہ خاں - حیدر آباد دکن

۲۲ شہرِ برکت ۳۳۶۱ کثف مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۲۶ء

(۵)

بنامِ نکمین کاظمی

مشفق و مکرمی!

تسلیم۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں بہت یادِ آدمی کا شکر گزار ہوں۔

یہاں آنحضرت تعالیٰ میری طبیعت رو بہ صحت ہے۔ کھانے کی اجازت نہیں لیکن آپ کی عنایت کی وجہ سے خود ہی جواب دے رہا ہوں۔

جنابِ سبیل صاحب کو سلام فرما دیجئے اور کہئے کہ وہ ابھی کھانے کی اجازت کا انتظار کریں۔ میں ان کے عنایت نامہ کا بھی ممنون ہوں۔

آپ کا نیا زمند: محمد عظمت اللہ خاں - اردو گیا ورم۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء

نوٹ: عظمت اللہ خاں کا یہ آخری خط میرے نام ہے اس کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے مضافی کا مجموعہ

اور نظمیں کا مجموعہ انتقال کے بعد طبع ہوا ہے۔ (نکمین کاظمی)

سر اس مسعود

(۱)

بنام محمد امین زیری

جناب مولوی محمد امین صاحب !

تسلیم۔ آپ کے دونوں خط مجھے پچھلی ڈاک سے یہاں ملے۔ امید ہے کہ اب آپ مجھ جاتیں گے کہ جناب کو جواب بدلیکیوں نہیں ملا۔ آپ نے جو سرسید مرحوم کے خطوط کی بابت کھادہ میں نے بغور پڑھا۔ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ اس کام کو اپنے لئے تیار ہیں۔ میں انشاء اللہ ۱۸ اگست تک حیدر آباد واپس آ جاؤں گا۔ اس وقت جناب کو اس کی بابت مفصل جواب ملے سکوں گا۔ آپ کی رائے خشک ہے کہ بہتر یہی ہے کہ سب صاحبوں کے خطوط سیریز کی طرح پبلک کے سامنے پیش ہوں۔

خاکسار: سرسید راس مسعود یو کوٹا (جاپان) ۲۵ مئی ۱۹۲۲ء

سرسید کے کوئی خطوط ابھی آپ نہ چھپو جاتیں ورنہ وقت ہو جاتے گی۔

(۲)

بنام علامہ کشتی چوہا کوئی مرحوم

مخدومی و مکی زاد محمد کرم !

جلیلک اسلام و رحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا گرامی نام مجھے چند روز ہوئے ملا۔ آپ کے اور میرے خاندان کے تین پشتہ سے تعلقات قائم ہیں۔ جناب واداح صاحب قبلہ مرحوم و مخدومہ اور جناب مالو صاحب قبلہ مرحوم و مخدومہ سے آپ کے والد ماجد اور چچا صاحب مرحوم سے خاص تعلقات اور روالہ ملتے تھے۔

آپ کا خاندان مٹائی بھر کے لحاظ سے مسلمہ ہندوستان میں ممتاز ہے۔ جناب مولانا محمد نازوق صاحب مرحوم و مخدومہ اور جناب مولانا حفایت رسول صاحب مرحوم و مخدومہ اپنے زمانے کے جید عالم گزشتہ سے ہیں اور ہندوستان کے مسلمانان بزرگ و ستیوں پر فخر کریں تو بالکل بجا ہے آپ کا بچہ جسے بھی خدا کے فضل و کرم سے ویسے ہی مخلصانہ تعلقات ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ رہیں گے۔

مجھا امید ہے کہ آپ برابر مجھ اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہیں گے۔

خاکسار: سرسید راس مسعود حیدر آباد کی مکر اگست ۱۹۲۲ء

(۳)

بنام نصیر الدین راشدی

ذریعہ نصیر الدین

بعد ازاں کے معلوم ہو کر تمہارا خط مرز خرم درمبر ۱۹۲۹ء مصر پر پہنچا۔ اسے صداقت ناموں کی نقل کی گئی تھی۔ لہذا یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ وہ ہاں تھا۔ اسے کام کی بابت کوئی نئے اس ملک سے تمہارا شکریہ ادا کیا۔ جس میں سے کہیں نے یہاں اپنا کام شروع کیا ہے کثرت کار کی وجہ سے ناگہان ہو گیا ہے کہ میں کسی کے خط کا یہی جواب وقت پر سے لکھوں، لہذا امید کرتا ہوں کہ تمہارے خط کے جواب میں جو برپا ہوگا۔ سچہ اس کو معاف کر دوں گے۔

بدقسمتی سے ہمارے کتب خانہ کی حالت یہاں ایسی عمدہ نہیں ہے جیسی کہ مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے گاہ کے کتب خانہ کی ہوتی چاہئے۔ تاہم جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہو وہ (LIBRARIAN) اسلام و ریورسٹی لائبریری علی گڑھ کو لکھ کر دریافت کیجئے۔ مجھے خود اس کا علم ہے کہ جناب فراب مرحومید فرناز جنگ کو تم میں کافی دلچسپی ہے اور میری ماننا ہے کہ تم اس سے گاہے گاہے رہو اور مصروفیت سے جو کچھ علمی تمہاری مشکلات ہوں ان کا اظہار ان کے سامنے کرو۔ سوائے اس کے اور کوئی تمہیں صلاح نہیں دے سکتا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جس وقت تمہارے خط کے جواب صاحب مددوں تمہاری مدد کرنے سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

خاکسار: سید راس سہروردی علی گڑھ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۹ء

(۴)

بنام نصیر الدین راشدی

ذریعہ نصیر الدین

بعد ازاں کے معلوم ہو کر تمہارا خط نصیر الدین کتاب مجھے مل گیا۔ جب وقت ملے گا تو تمہاری جدید تصنیف کو ضرور چھوڑ کر تمہارے چند نوگوں میں سے ہر جو مددگار میں مجھے اچھی ناک امید ہے نہیں۔ یہاں کا نظام تعلیم میں بدلنا چاہتا ہوں، خواہش یہ ہے کہ اس ریاست میں کچھ قومی تعلیم جاری ہو جائے۔ اس میں کیریئر صحت ایسی خواب ہو گئی ہے کہ میں اب ہم گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتا جو قومی تعلیم کے کام سے کیا تھا لیکن غلبہ کی بیماری کا سوا آرام کے اور کوئی علاج نہیں ہے۔ جو کچھ بھی میری صحت قوی رہے گا کٹھن کے نذر کر چکا۔ یہ صحت فراب صاحب بھوپال کی محبت میں کر رہا تھا۔ یہاں لکھنے لائی۔ یہ ایک نہایت دانشمند بادشاہ ہیں اور خدا نے چاہا تو ان سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ یہ ریاست میں انشاء اللہ جلد کام کر رہے ہیں۔

مجھے یہ بات کہ کتاب کی کام کرتے ہو اور کیا خواہتے ہو عبدالسلام مرحوم کے والد کے اسلام کو دینا خدا کے اس حرم کے بچے پرست ہیں۔

میں ہوں تمہارا سچا دوست: سید راس سہروردی بھوپال ۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء

نوٹ: یہ خط خود سید صاحب کا لکھا ہے۔

لے عبدالسلام مرحوم کے بچے کی زاد بھائی اور تعلیم میں منتظر تھے۔

(۵)

بنام نصیر الدین دہلوی

ذریعہ نصیر الدین دہلوی تسلیم

تمہارا عنایت نامہ روز ۹ دسمبر ۱۹۳۵ء مجھے اسی طریقہ پر بھیج دیا کہ ہندوستانی اکیڈمی میں اپنا ایک مقالہ چھپے ہو۔ خدا مبارک کرے۔

افسوس کہ جس زمانہ میں کہ تم اور میرے گزرو گئے میں بھوپال میں نہ ہوں گا۔ یہاں سے ۸ دسمبر کو روانہ ہو رہا ہوں اور دہلی پاتھری جنوری سے پٹنہ واپس آنا نہ ہوگا۔ والسلام!

میں ہوں تمہارا سچا خیر طلب : سید راس مسعود بھوپال ۸ دسمبر ۱۹۳۵ء

(۶)

بنام مولوی عبدالحق صاحب

میرے نہایت پیارے عبدالحق!

تمہارا خط مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء جو تم نے لکھا۔ سے مجھے لکھا تھا ملا۔ خط میں یہ پڑھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ تم نے جو کچھ میرے پاس بھیجا تھا اس کے جواب کے تم منتظر ہو۔ مجھے تمہارا کوئی دعوت نامہ نہیں ملا اور نہ تمہارے ۱۱ ستمبر والے خط کے بعد سے کوئی اور خط ملا۔ بہر حال اب اس خط کے ذریعہ تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں علی گڑھ میں اپنی والدہ کے ساتھ ۲۲ اکتوبر سے ۳۱ اکتوبر تک قیام کروں گا۔ تم نے جو مجھے اردو کانفرنس کی صدارت کے واسطے لکھا ہے تم اس کے متعلق صرف اس قدر عرض ہے کہ میں اپنے آپ کو اس حیرت کے لائق نہیں پاتا ہوں۔ رٹا اردو کی خدمت تو جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں ہر ممکنہ خدمت کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔

امید کہ تم اب حیدر آباد واپس آگئے ہو گے اور ہر طرح خیریت سے ہو گے۔ فقط!

میں ہوں تمہارا سچا چاہنے والا:

راس مسعود - بھوپال ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(۷)

بنام نصیر الدین دہلوی

بذریعہ نصیر الدین دہلوی

تسلیم! تمہارا حلیت نامہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۵ء کتابوں کی پائل بھی پہنچ لیکن انتہائی مصروفیت کی وجہ سے ان کو ابھی پڑھ نہ سکا اس کا یقین ہے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہوگا وہ نہایت قابل قدر ہوگا۔ میری دعا قبول کرو اور دیر اسلام جمہا اسلام مرحوم کے والد کو پہنچا دو۔

میں ہوں تمہارا خیر طلب : سید راس مسعود

بھوپال دہلی ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(۸)

بنام ہمارا جبر کشن پرشاد

جناب محترم!

نام نہائی اس وقت پہنچا جبکہ صاحب مجبئی شریف نے جا چکے تھے۔ جناب کا خط میں نے روانہ کر دیا تھا کہ
برجلیت جانے کا باعث یہ تھا کہ ان کے احباب متحرک ہو گئے تھے۔ پچھلے سے ان کی دعوتوں کا انتظام کر دیا تھا اور جہان کی روانگی کی
تاریخ کی غیر متوقع تبدیلی کی وجہ سے اس انتظام کو درہم برہم کرنا مناسب نہ سمجھا گیا۔

جناب نے جو شفقت آمیز الفاظ میں لکھے ہیں، مخاطب فرمایا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میری زبان قاصر ہے
موسمے اس کے کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ جناب کی نیک نیتی و فرازش ہے جس کے لئے مشکور و ممنون ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تک حاضر نہ ہو سکا۔ یہاں اگر مجھے اس درجہ معذرت دہنا پڑا کہ میری صحت کم
خراب ہو گئی اور طے مٹانے کا موقع نہ ملا۔

بندہ زادے کو جناب کا لذیذ تحفہ سبب ارشاد و سنے دیا گیا قدرت نے اس کو دائمی قوتِ محکم پرور سے طرہ پر عطا
کی تھی کہ شیرینی و آذکار نے اور بھی لب بند کر دیے۔ فقط!

کو حفظ: سید ناسر مسعود - ۸ ربیعہ

(۹)

بنام نواب رخصت یار جنگ بہادر

شفیق و محترمی!

اسلام علیکم۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کا جواب جلد روانہ نہ ہو سکا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس تعویذ
کو صحت فرمائیں گے۔

خواجہ کمال الدین صاحب کی جو کتابیں مدرسے کے کتب خانوں کے لئے فیکسٹ بک کیٹی نے منظور کی ہیں ان سے متعلق
اباب مسلم مشن لاہور کو چاہئے کہ مدارس ثانویہ مالک محروسہ سرکاری کے صدر مدرس صاحبان سے خط و کتابت کریں۔ امید
ہے کہ صدر مدرس صاحبان اپنی متعلقہ گنجائش سے ان کی خریداری کریں۔ ایسا بھی کیا جاتا ہے کہ دفتر نظامت کتابیں خرید کر تقسیم
کر دیتا ہے۔ اگر سنہ ۳۹ ف میں خواجہ صاحب کی کتابیں کافی تعداد میں مدارس کی جانب سے نہیں خریدی گئیں تو میں انشاء اللہ اور سنہ ۴۰
میں حسب گنجائش ان کتابوں میں سے بعض کو خرید کر مدارس کے کتب خانوں کو تقسیم کر ادوں گا۔

نیا زمند: سید ناسر مسعود ۲۴ رباعان سنہ ۳۵ ف

مرزا محمد مادی عزیز لکھنوی

(۱)

بنام دل شاہجہان پوری

دام محمد کم!

آسان نہیں کہ میں ایسے حالات آپ کو لکھوں۔ ایک سال سے بیمار ہوں۔ میڈیکل کالج میں مدقوق ہو کر رہا ہوں۔ بہت شدت سے ہے۔ کسی وقت حرارت بھی رہتی ہے۔ لکھنؤ گیا تھا آپ کا دعوت نامہ دیکھا تھا۔ غرض کہ صاحب ہاں ہوں ایسی حالت میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ آپ کے خلوص اور محبت پر نظر کرتے ہوئے امید ہے کہ آپ کو فرمائیں گے اور میری غیر حاضری کو محمول کسی عذر بارود پر فرمائیے گا۔

عزیز لکھنوی۔ محمود آباد ضلع سیتاپور

(۲)

بنام دل شاہجہان پوری

مکرمی!

تسلیم۔ گرامی نامہ پہنچا منت پذیر یاد آوری ہوا۔ مرض کی حالت بدستور ہے کبھی کم کبھی زیادہ طاقت روز بروز جواب دے رہی ہے اگر کوئی محبوب نسخہ ہو تو رحمت فرمائیے۔ شاعروں کی شرکت سے اب استراحت کرنا ہوا تو نقصا بدلی گئی دوسرے تمام رات اس رحمت کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ دیوان کی اشاعت کافی ہوئی چھ کو ادبی کسبدازاری کا تقریر ہے اس کو لکھتے ہوئے یہاں منت لپٹنے میں کافی ہے۔ پنجاب کے اگر کتب فروش طلب کرتے ہیں تو ان کو ضرور ڈیکھئے۔ کشن زائد ہی مہی گر وہ اشتیارات کے کتاب گالری دیں گے۔ یہ تمام زنجینیں آپ سے نہیں ہوں گی جتن تو حمد کر لیا ہے کہ اب اپنی کوئی کتاب اپنی رقم سے نہیں چھپواؤں گا اس میں ہر امر نقصا ہے میری کتابوں کی اصلاح میں دیکھ لگ گئی اس میں ایک کتاب پیری جدید غرضیں جس کا کل کیا نشان بھی اتنی نہ رہا چھپائی نہیں جس کے سرعہ ہر جوہر جس چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس بھیج دوں جس کو جناب حضرت نقاب کردیں کیا ٹیکس ہے ڈیپوٹیشن کو دھان کی کامیابی سے دلی سرت ہوئی۔

مخلص: عزیز

(۳)

بنام دل شاہ جہان پوری

مکرمی!

تسلیم۔ دیوان پہنچا۔ اسے وقت تو غرض کہ وقت ماغوش کر دی۔ اسی وقت جلد ساز کے حوالہ کیا گیا۔ آج جلد بندہ
 آگئی۔ فرصت کے اوقات میں اس سے بہتر کوئی مشغلہ نہیں ہو سکتا۔ جا جا سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ کتابت کے اعدا
 بہت نہ گئے۔ مگر آپ کیا کریں۔ تقریبی سلاٹ جلی مرحوم کے ہندوستان میں کتاب صحیح چھپنا محالات سے ہے۔ یہ خط و عدد الگ
 کا نہیں ہے بلکہ کسی معمولی کتاب کا ہے۔ نیز آپ کو تجربہ تو کتاب چھپوانے کے متعلق ہو گیا ہو گا۔ میرے خیال میں لکھنؤ اس کام کے لئے
 موزوں نہیں۔ آئندہ علی گڑھ لاہور میں یہ کام چھٹکا۔ دیوان کی قیمت کیا رکھی ہے اور کس قدر چھپوایا ہے بغتہ تقسیم نہ فرمائیے گا۔
 انشاء اللہ تعالیٰ ارشاد بجا لاؤں گا۔

عزیز

(۴)

بنام دل شاہ جہان پوری

مکرمی!

تسلیم۔ گرامی نام پہنچا۔ نگار میرے پاس نہیں آتا نہ اس قریب و جوار میں کہیں آتا ہے۔ معذرت ہوں گا اگر دعہ ہے آپ
 مجھ کو بھیج دیں یا وہ اور ان نکال کر بھیج دیں۔ دونوں صورتوں میں با احتیاط واپس کر دوں گا۔ اگر کوئی صاحب لے گئے ہوں تو ان سے
 منگو کر اسے پہنچا دیکھئے بہ صورت میں منتظر ہوں یہ صار صاحب کو ن بڑا گ ہیں۔ اگر مرزا فخر اللہ گ ہیں تو معذرت ان کا نہیں ہو سکتا۔
 میں غزلیات کو جمع کر رہا ہوں کیونکہ میرا راجہ جودہر جو کتاب کی صورت میں تھانہ بکرم ہو گیا۔ اب جہان ناک ہو گا جمع کر کے
 آپ کی خدمت و اقدس میں بھیجوں گا میں آپ کی محبت اور آپ کے خلوص کا ہمیشہ سے معترف تھا جس کا ایک گدا اثر میرے
 دل پر ہے۔ نگار کا میں نے تین چار روز تک استعمال کیا مگر کوئی فائدہ نہیں محسوس ہوا۔
 حکیم امجد علی صاحب کا کیا پتہ ہے؟ شبیر حسن سلوک دعا۔

مخلص: عزیز

(۵)

بنام دل شاہ جہان پوری

محبت مکرم!

تسلیم۔ نگار واپس کرتا ہوں۔ شاد صابری کوئی صاحب ہوں مگر یہ فرضی نام ہے۔ معذور دراصل مولوی سبط حسن اور
 ان کے بھائی فخر محمدی کا ہے ہر نوع مجھ اس سے بحث نہیں۔ انظرانی ماقال پر نظر ہے۔ اس کا افسوس ضرور ہوا کہ شدت
 عدالت میں انہوں نے میرے صلیبہ اشعار میں ترجمت کے گنجائش اعتراض پیدا کی جس کو میں نے نوٹ کر دیا ہے۔ غلطی ہونا

مجھ سے لمبی ممکن ہے اور ناقص ہے لمبی۔ اب آپ انصاف سے ایک محکمہ اس پر کر دیجئے تاکہ جو دراصل اخلاط ہیں تیسرے ایڈیشن میں ان کی تفسیر کر دی جائے اگرچہ تیسرا ایڈیشن لمبی چھپ گیا ہے مگر آخری غلط نامہ لکھا دینا ممکن ہے۔ میں دشمنوں کی نظر سے بعض اوقات تاثر اٹھانا چاہتا ہوں بعض اوقات ان کی کمزوریوں کا علم حاصل کرتا ہوں۔ یہی غزل کا ایک شعر ہے

دشمن پر لمبی نگاہ رہے حبیب میں ہے وہ

یہ کیا صرف چہ منہ والوں کو دیکھئے۔ انہی بزرگ نے میرے قصائد پر لمبی رسالہ تنقید اور سرسرازا جاریا میں اعتراضات نشانہ کئے ہیں جس کے دندان شکن جوابات میں نے لکھ کر ایک دوسرے شخص کے نام سے شائع کرا دیے ہیں۔ وہ مباحث میں آپ کو دکھاؤں گا۔ رسالہ ”نگار“ میں جو اعتراضات ہیں ان میں بعض باتیں مجھ کو صحیح معلوم ہوتی ہیں لہذا کوئی وجہ نہیں کہ میں اپنی ذات کو عصمت مآب سمجھوں۔ آپ چونکہ بالغ نظر و صاحب فن ہیں اگر تصدیق فرمادیں تو میں قانع کرادوں۔ اس نثر کے علاوہ پہلا نمبر لمبی دیکھ لیجئے گا۔

جواب کا منتظر ہوں گا۔ دیوانِ عزلیات و مجرود منظومات مرتب کر رہا ہوں ختم کے بعد آپ کو بغرض انتخاب بھیجوں گا۔ نقدِ دل کی بابت میری رائے میں پنجاب کی کسی تعلیمی درسگاہ میں داخل ہونا چاہئے۔ شبیر حسن سولہ کو دوا۔ اصلاح اس سے قطع نظر کیجئے گا اس کی گنجائش بڑے بڑے اساتذہ کے کام میں مل آئے گی صرف اخلاط پر نظر رہے مگر تیسری نظر کی ضرورت ہے۔ نیاز صاحب کے نوٹ بعض جگہ صحیح نہیں۔

عزیز!

خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی

(۱)

بنام فضی محمد الدین فوق

مکرمی رام محمد کم

تسلیم۔ پہلے میں شکر یہ جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب باغبار کا ادا کرتا ہوں کہ آپ کو محرک خیرہ نامہ محبت عامر ہوئے۔
میں بعد آپ کا سپاس کرتا ہوں کہ آپ کی نجات ہوا خواہ قوم ہے اور باغبار دیگر خادم العلوم جس کی شان ہے خادم القوم محمد۔
افتخار علی آپ کی تائید اور مدد کرے۔

عزیز ناچیز مطالعہ سے دو فون رسالوں دشمنی، میگزین کے نہایت مسور ہے اور بہ دل و جان نثری خواہ قوم کا بھی خواہ ہے۔
جو تحریر ہو کہ اپنا حال لکھو تو اس استخوان فروشی سے خوشی بہتر ہے جس کی صورت سیرت ننگ بنی نوع انسان ہر اس کے
اظہار کی کیا ضرورت۔ البتہ عزیز ناچیز کو شوق شعر و سخن روز افزاں سے ہے اور باوجود قسط سانی سخن کبھی کبھی طبع آزمائی کرتا رہا لیکن چار پانچ
برس سے ایسے امراض میں مبتلا رہتا ہے کہ بعد ان اس شہ کا ہے۔

جہاں قلم سالی شادان در دشت کھیلاں فراموش کر دہ عشق

بار بار ہر موجب الامر فوق الادب ایک شخص کی نقل مرسل ہے۔ میرے گمان میں مجھ ہی ناظرین سے خالی نہ ہوگا۔ اگرچہ
بشمول شغری بیہیضہ طبع ہوا ہے۔ لیکن کسی اخبار یا رسالہ میں طبع نہیں ہوا۔ کراہی تالیف و تصنیف و رکن راب بوجہ بیاریوں کے
کتب بینی بھی دشوار ہے۔ زیادہ کیا کھول۔ جناب ڈاکٹر صاحب کو تسلیم!

عزیز الدین عزیز ناچیز از کھنڈ سبزی منشی۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء

مخلص

وزیر فرزند ادا ہوا شے نو بہار

چکارو دوسرا چو راقعہاں بکار

ہر از صدمے تار تارے زیر و زار

لے آواز پست و بلند

مہند دل پر یک شے ہاں ثابت شمس و خورشید
تھوئی از قنادو کے پیرس از حراق و رے
بروزگار و کار و سہزادہ کس شرافت و سہ
کنول کہ رفت فصل سے بیاد ہے بندے و سہ
بہش سے کجاو کے باغ و دہسار

چمن شہ پہر شاں جہادش چو کھکشاں
شکوہ سے دہشاں کمال محسن مروشاں
نیم را چو سرخشاں ہوا برکشاں
چو گل چلا ہر دشاں ہو کشاں
کندہ کسے کشاں تلافی نعمسار

زطاشاں فرق فنی مگر گاہاں بیاد حق
غزل سراپاں فنی کہ کوکبان ہم سبقت
شفیق لعل گلی و فنی چنان کہ در افق شفق
شکفتہ گل و ورق و ورق بسی ابر و در سرق
ہر ورق طبق طبق گھر کند نثار

ہمارے گل فشاں جہان کہنہ شد جواں
دھنیا یگان یگان رورہ زماں زماں
بجانبش آہ چنان کہ ہمد خراب کوکلاں
چو فردیس چو مہر گاہاں چو زایہ ہریاں
کندہ خنجر ہاں چو طفل شیر خوار

ہیا گل از چمن ہر چمن چمن چمن ہر
شفیق از دمن ہر حقیق از یمن ہر
حق از چمن ہر حقیق از یمن ہر
بنفشہ یا سمن ہر کوفہ بے شمن ہر
سمن دمن سمن ہر ظرف کشت و کار

پیشہ جو شب ارکن بسروین گذار کن
کو شمشاد بکار کن چو سہرہ شمسار کن
بغور خود وہ چار کن چو سہرہ شمسار کن
بہ طافت و کار کن چو سہرہ شمسار کن
بگیر و پس بدار کن خوش مست گیر و دار

تراست بخت روز بہ بخت آفرین و زہ
غلام تو چہ کہ چہ مر بخش ناز زہ
زہر و زلف پر گرہ بدوش ہر گل زہ
کمان مشدہ ساز زہ بہ تیغ خیزہ آب و زہ
کہ دل بھلے شہر و دہند شہر یار

دو زلف اگر ہم زنی با یمن اسیر انگلی
میان درج و جوشنی سفند یار و ہمینی
بجلوہ برق غریبی بسنہ شیر او زنی
حریف صد تمقنی چہ جانے طس دل دہنی
بیک کہ شمشاد کنی شمار دو اعمار

مراد من از یمن چمن نہ سرو بہت و یا سمن
ما تم بہت چشم من بہ زہر ہار سلم و فنی
چہ علم شمس اسیر طس یمن
حیار حق نہ قلب من ہار جان نہ بگرتن
رجین دیں نہ لائے دن بھلے میگار

صدیقہ ازل ابد شمسِ قبول ورد گلِ ارجواں نہ صد در صد چمنِ بہار
سمن بلبلِ سرو قد سہمی ستارِ لالہ نقد مثالِ ایک نقشِ بد زست دل ہی ہر
چہا شد آں نگار خود نہ بندو ایں نگار

تو زینا ادیب شد مزہ ہر ادیب شد انیس ہر حبیب شد حبیب ہر حبیب شد
ہر کہا خطیب شد ز سناں شجیب شد مقابلِ حبیب شد ز قیب شد عذیب شد
حریت و لغزِ حبیب شد بہ نغمہ از ہر نغمہ

بو حبیب امر سامی گرامی یہ ہر زہ وراثی و مدح نیانہ امر ہر بی کر قبول امر ہر جائے۔ اگر مناسب جائے تو رمال میں شائع کیجئے۔ چونکہ نظم
ہے قصیدہ کا خیال ہے۔ فقط!

۱۔ حبیب اللہ قافی شیرازی
۲۔ بارہ بند کا یہ شخص شمس محمد الدین فوق مرحوم مدیر کشتیری بگڑیہ ۹ ہجری ۱۹۰۹ء میں بغرض اشاعت موصول ہوا تھا۔ مگر شمس صاحب یہ نظم کہیں رکھ کر
بھول گئے اور باوجود تجسس و تلاش کے اسے دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ شخص خواجہ ۲۰ ہجری مرحوم کی شہزیادی بی بی فاطمہ کے
ساتھ بھی شائع ہوا تھا اور کلیات میں بھی چھپ گیا ہے۔ پیش نظر سرودے اور مطبوعہ میں خاص فرق ہے۔

بہتر ہے۔

مبذول پہنچے شے ماں ثباتِ شمس و نے ٹھوڑے از قبا و کے اہر پس از عراق و نے
زیر رخ و انقلاب و نے زمان و سے جو گشت طے پیدا ہے بناو نے
بر نوش مے کجا و کے چرخ و در ہمارا

مفتی کفایت اللہ

(۱)

بنام نظام رسول ص

جناب مکرم دام مجدہم !
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ نے سرور فرمایا۔ یادآوری کا شکریہ آپ کی دعا کی برکت اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سفر حجاز نہایت راحت و اطمینان و عافیت کے ساتھ پورا ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔
کئی میں قزاقستان میں کراہا ہوں اور کروں گا کہ مسلمانوں میں افتراق و شقاق کی تبلیغ زیادہ وسعت پذیر نہ ہو۔ اس کی موجودہ حیثیت ہی تباہی لانے کے لئے کیا کم ہے کہ وسعت پذیری کا خوف نہ کیا جائے مگر خدا جانے ہندوستان کی بدقسمتی کی انتہا کب ہوگی اور ان کی فلاح کے لئے کون سا وقت متعہ ہے کہ جس طرف ترقی کی نظر ڈالو اور صریح یا س کی ظلمت نظر کو غیور کو دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائے اور ہماری حالت زار پر رحم کرے۔

مولانا عبدالحلیم صاحب مولانا محمد رفیع صاحب سفر میں ہیں مولانا احمد سعید صاحب سلام فرماتے ہیں۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ۔ دہلی ۵ ستمبر ۱۳۲۶ء

(۲)

بنام تہر صاحب

جناب محترم !
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حسب اعلان سابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو مسلمان دہلی کا ایک جلسہ اس غرض سے منعقد ہوا کہ انجیل و پیشوایان مذاہب کی قریبین کو روکنے کے لئے مستقل جدید قانون وضع کرانے کے وسائل پر غور کیا جائے۔ جمعیت پیغہ کے اراکین میں سے آئینیل نواب سرزاد افتخار علی صاحب و آئینیل نواب محمد اسماعیل خاں صاحب و آئینیل مولانا محمد شفیع صاحب و آؤدی شریک جلسہ ہر شے اور مولانا محمد علی کے وضع کردہ مسودہ پر غور کیا گیا۔

تبادلہ خیالات کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ ہندوستان کے تمام صوبوں سے وکلاء و علماء و دیگر اہل الرائے مسلمانوں

کی ایک معرزا اور منتخب جامعیت نظم میں محتج ہوا اور ارکانِ اسمبلی کے ساتھ مل کر زیر تجویز قانون کے تمام پہلوؤں پر غور و بحث کر کے اور اگر کسی ترمیم کی ضرورت ہو تو ترمیم کر کے اسے منظور کیا جائے۔ پھر ارکانِ اسمبلی کے واسطے سے یا اگر ضرورت ہو تو ایک وفد کے ذریعہ سے ہائوسز کے کو اس امر پر آمادہ کیا جائے۔ ہمیں جنابِ عدلا سے توقع ہے کہ اس ضروری اور غایت اہم معاملہ میں ہدیٰ توجہ فرما کر اپنی ذریں رائے سے اس مسئلہ کے حل کرنے میں امداد فرمائیں گے۔ یہ اجتماع ۸ اگست ۱۹۲۵ء کو شملہ میں ہو گا جس کے لئے کوئی مناسب مقام وہیں متعین کیا جائے گا۔ اطلاع دہی کی سہولت کے لئے ضروری ہے کہ جناب اپنے شملہ پہنچنے اور جاتے قیام کی اطلاع سلطان محمد شجاع واو دی نمبر ۱۱ کو فواد میں۔ کرشنش کی جا رہی ہے کہ جو حضرات اپنی جائے قیام کا انتظام نہ فرمائیں ان کے لئے انتظام کر دیا جائے۔ لیکن ابھی تک نہیں کہا جاسکتا کہ انتظام ہو سکے گا یا نہیں۔

جماری و درخواست ہے کہ ۸ اگست کی صبح تک جناب ضرور شملہ پہنچ جائیں تاکہ اسی روز کسی مناسب وقت میں اجتماع ہو سکے۔

محمد کفایت اللہ (صدر جمعیت العلماء) دہلی۔ اگست ۱۹۲۵ء

(۳)

بنام سیدیل محمد تقی

مولانا دام محمد اکرم

بعد سلام بخون۔ جناب کا غایت نامہ موصول ہوا۔ میں کوچہ شعور شاعری سے نااہل ہوں اور مجھے اس پر فہم اٹھانا زینا تھا۔ تاہم آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنا حقیر خیال پیش کر دیا ہے۔ جانتا ہوں کہ یہ درخواست توجہ و التفات نہ ہوگا۔

جوائی کا رڈ سے صفوں زیادہ ہونے کی وجہ سے الفاظ ارسالِ خدمت کیا گیا ہے۔ لفظ شروع عربی لفظ ہے اور مصدر ہے اس میں الف تا جحر شروع و حركات جمع کا صیغہ بنایا گیا ہے۔ مصدر سے اگر مصدری معنی مراد لئے جائیں تو اس کی جمع بنانا خلاف اصل ہے کیونکہ المصدر لائینی و لا جمع صیغہ تادمہ ہے لیکن جبکہ لفظ مصدر سے مصدری معنی مراد نہ ہوں بلکہ حاصل بالمصدر کے معنی مراد ہوں یا مصدر سے اسم مفعول کے معنی مراد ہوں یا مصدر کے افراح بنانے مقصود ہوں تو مصدر کی جمع بنائی جاتی ہے جیسے دکنات، رکعات، بجدہ، سبحات، قولہ، اقوال، طہارت، طہارات، اجارہ، اجارات، امانت، امانات، دیانہ، دیانات وغیرہ۔

دعا یہ سوائے کہ فعل کی جمع الف تا کے ساتھ فعلات آتی ہے یہاں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ فعل کے وہ مصادر جو ذوات التام ہیں ان کی جمع تو الف تا کے ساتھ ملتا ہے جیسے نبرۃ، نبرات، خصرۃ، خصرات، حکومت، حکومت، دولت، دولت اور جو مصادر بغیر ذوات التام ہیں جیسے شروع، رکوع، سجود، نزول، ہبوط، صعود، سکون، قعود، جلوس، وجود۔ ان کی جمع فعلات پر اگرچہ مطلق نہیں لیکن ان میں سے بعض مصادر کی جمع فعلات پر بنائی اور استعمال کی گئی ہے۔ جیسے مصاحف میں رکوع کی جمع رکوعات اور اس سطور میں مستعمل ہے اور جیسے وجود کی جمع وجودات، ہبوط و صعود کی جمع ہبوطات و صعودات استعمال کی گئی ہے۔ دیہ یا درہ کی جمع مصدیں معنی کے الفاظ سے نہیں بلکہ اسم مصدر یا حاصل بالمصدر کے معنی کے الفاظ سے ہے مگر لفظ مصدر کی جمع ہے، اسی طرح شروع کو حاصل بالمصدر کے معنی (آغاز) میں لے کر اس کی جمع شروعات معنی آغاز یا ابتداء بن سکتی ہے۔

اگر یہ خیال ہو کہ شروعات کو شروع کی جمع قرار دینا اس وقت ممکن تھا کہ اس کو جمع کے معنی میں استعمال کیا جاتا لیکن اس کو جمع
بجھنا اور استعمال کرنے والے مفرد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جیسے -
قباجسم کی تنگ سے تر ہوئی
چیا کی یہاں سے شروعات ہے (سائل درہوی)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کے معنی جمع ہونے کے بعد یہ خیال لائق اعتما نہیں ہے کیونکہ عربی جمع کے متعدد الفاظ اردو میں مفرد کی شکل
استعمال ہوتے ہیں جیسے لفظ اصول، اخبار، احوال، واپاریات، خرافات، اسباب وغیرہ۔

ان تمام باتوں کے سوا وجود اکثر اور شروعات کا لفظ استعمال نہیں کرتے، اس لئے میں بھی اس کے استعمال کو پسندیدگی کی
نظر سے تو نہیں دیکھتا مگر استعمال کرنے والوں کو لمبی مستحق طعن و تہنیت نہیں سمجھتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ - دہلی یکم ستمبر ۱۹۴۲ء

عبدالرحمن بجنوری

بنام مری عبدالحق

عزیم و معظم تسلیم

مولانا دہشتی صاحب سے یہاں ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کے دستاویز باوجود اسے جانے کے متعلق کذبانی فرمایا نہایت افسوس ہے کہ آپ سے ملاقات کا یہ قریب ترین اور عمدہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا آئندہ وہ نومبر کے آخان سے ہی بھی تین ماہ کے لئے دورہ کی جاؤں گا۔ لیکن امید ہے کہ زمانہ کریم میں علی گڑھ یا لکھنؤ جہاں آپ کا ارشاد ہو گا ضرور مسکوں گا۔

آپ نے باوجود میرے استدعا کے کہ انجمن ترقی اردو کا اجلاس کہاں ہوگا تفصیلات سے کچھ بھی اطلاع نہیں بخشی اخبار میں چرچا ہے اور آپ خاموش ہیں۔ جو مضمون میں نے انجمن ترقی اردو کے متعلق کچھ کر گزشتہ سال آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا اس کے متعلق ایک مہربان کا یہ خیال ہے کہ اگر انجمن کا اجلاس لکھنؤ میں ہو تو اس کو ہاں پڑھوں۔ اگر آپ کی رائے میں یہ مناسب ہو تو میں تیار ہوں۔ لیکن اس مضمون کا آخری اور مکمل مسودہ آپ ہی کے پاس ہے میرے پاس چند پرگندہ اجزا پڑے ہوئے ہیں ساگر وہ مسودہ جو ادب آپ میرے پاس روانہ فرماویں تو میں اس کو دوبارہ دیکھ لوں گا۔ اور اگر آپ کا مشورہ ہو گا تو اس سے میں اس کو بھیرا بھی لوں گا۔ یہ میں قطعاً آپ کے مشورے پر چھوڑتا ہوں۔

مولانا دہشتی صاحب کی گفتگو سے کچھ ایسا معلوم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ ہے کہ دیوان غالب کو لکھنؤ انظار پریس میں ہی طبع کر دیا جائے۔ جو کچھ کہ اس بات کا بادل نہیں ہوتا۔ لیکن اس خبر نے مجھ کو نہایت شوش کر دیا ہے اور میں نہایت مضطربانہ التجا کرتا ہوں کہ ایسا ہو گزرتے فرماؤ گے کہ تمام محنت برباد ہو جائے گی۔ جو دیوان لکھنؤ میں کتابت ہو رہے نہایت عمدہ ہے۔ لیکن اگر اس کی چھاپنی کے لئے کسی نہایت اعلیٰ درجے کے کھوکھوں کے پریس میں انتظام نہ کیا گیا تو کتنی ہی عمدہ کاغذ لگایا جائے صرف پھیل جائیوں گے۔ سطر فی متر ازی ہو جائیوں گی اور تمام صورت اور نقشہ گجڑ جائے گا۔

میری رائے یہ ہے کہ اول تو لکھنؤ کے خوش نویس کے کچھ ہوئے مسودہ لکائی اکو فوٹو کرانے کی کوشش کی جائے۔ دوسرے کلکتہ کا کارخانہ دنیا کے عمدہ کارخانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں صرف ایک قباحت ہے اور وہ یہ کہ لاگت بہت

ہی بڑھ جاسے گی بہر حال ایک اندازہ طلب کرنے ہی معاف نہ ہیں۔

اس کے بعد ایک پریس بیسی میں ایک شخص ہاتھ نامی نے کھولا ہے جو یقیناً بہترین بتلایا جا رہا ہے۔ ہاتھ نے کھولا
کافی پریس میں تحصیل کیلئے اس کو پتہ لگا کر اس سے طبع کر دیا جائے۔ جو دیوان غالب آپ طبع کر رہے ہیں وہ ایک کتاب
کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ ایک یادگار کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہاتھی صاحب کا خیال غلط ہے اور میں خواہ مخواہ یہ
کلمہ ہامول لیکن دل نے نہ مانا اور جب تک نہ کہہ دیا دلی کا دوسرا نہ دیا۔

عبدالرحمن صاحب دہلی میں۔ حکم اہل حال صاحب کو کوٹھ کرنے یا میل سمجھانے (بیر و نوری) ان کے اپنے الفاظ
میں آگئے ہیں۔ اگر کو پریس حمید اللہ خان، حکیم اہل خان، معنی انوار الحق کی لکھنؤ گورنمنٹ آفیس میں ملاقات ہے۔ دیکھنا ہے
کہ دیرہ دون کاٹھ کی قسمت کا کیا تصفیہ ہوتا ہے۔ آپ کے طویل و الا نام کا جواب عرض کرنے کی ابھی نوبت نہیں آئی سناؤ
نصرت سے لکھوں گا اور اپنا حال کیا لکھوں۔ مجدد کرافٹ پریس توڑی والہ سلام

عبدالرحمن صاحب دہلی دارا کتب خانہ

(۲)

بنام مولوی عبدالرحمن

حکیم و مہربانم تسلیم بہ صد تعظیم

(۱) مرزا سعید صاحب کے معاملے کے متعلق ہونے جواب نہیں آیا۔ براہ کرم مطلع فرمائی کہ کیا ہوا کیونکہ اگر اردو پریس
ان کو نہ ملے تو مسلم لیٹی و کشتی ان کو مجبور کرے کہ ان کی خوشاد کے ان کو ولایت معاف کرے۔

(۲) دلیان غالب کی کیا بات ہو گئی۔ ایک نوٹ تیار ہو رہا ہے جب تیار ہو جائے گا روز بروز علامہ اس کے رنگ
پیٹ فوٹو ٹائپ کرنے کے متعلق خط و کتابت کر رہا ہوں لکھنؤ کی ایک کہنی تیار ہے اردو کے جواب ابھی نہیں آئے۔ یقیناً
اطلاع دل گا۔ اگر آپ پانچ ہزار تک صرف کرنے کو تیار ہوں تو چند بہترین فوٹو رنگ پیٹ ٹائپ بہترین جلد کے ساتھ بہترین
کاغذ سمیت ممکن ہے۔

(۳) کاہنی ممکن ہے کہ اور لکھوانی پڑے۔ فوٹو ٹائپ کے لئے بہ مزدور نہیں۔

(۴) چند تصاویر متعلق مضامین دلیان وغیرہ کے بھی بندوبست کر رہا ہوں دہلی سے قریب کی تصویر بھی منگوائی ہے۔

(۵) سید نذیر ہاتھی صاحب سے ملاقات ہوئی اور غیرت اور سلامتی مزاج دریافت ہو کر خوش ہوئی۔

(۶) میں نے ایک پرگان کے کچر کا جو جواب (دلیا) کے متعلق ہے ترجمہ کیا ہے۔ حکم ہو تو حاضر کیا جائے۔

(۷) KING OF THE WOOD CHAMBER کے توجہ کے لئے جھک کر یاد دہانی کہنے تاکہ صاحب کو مل کر لکھ دیا

(۸) ایک خط آپ کی خدمت میں.... صاحب کا روانہ کرتا ہوں یہ واقعی نہایت قابل شخص ہیں۔ یہاں بے چارے ساڑ باکس
اور گئے ہیں پچاس ساڑ کے لادم ہیں جو کہ ملکی مذاق کے آدمی ہیں صحت جہری میں خود کو پاتے ہیں،

یوں پھر اہل کمال مشتعل حال افسوس ہے

اگر اردو فی دہشتی ان کو تدریج کے لئے لے لے تو مزدوں شخص ہی۔ انگریزی بھی جانتے ہیں چنانچہ انگریزوں کی کتاب گیتا بھی کا ترجمہ کیا ہے۔
ڈیزلہ سورویہ ہمارا مشاہیر کے تھے ہیں۔

میں خود ان ہی کے انشا میں ان کی آپ سے سفارش کرتا ہوں،
• اگر آپ کی کوشش سے ایک شخص کی زندگی سدھر جائے تو کیا حرج ہے؟

زیادہ سلام و نیا تہ مبارک۔ بھوپال ۲۶-۶-۱۹۷۰

۱۳۱

بنام مولوی عبدالحق

جناب!..... تسلیم

مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں انکھبر کی شکایت کے باعث آپ کے مراسلہ سرشتہ نظامت تالیف و ترجمہ عثمانیہ پرنسپل محمد آباد
وکن نمبر ۱۱۰ کا ایک تک جواب تحریر نہ کر سکا اب بھی میں تحریر کے کام سے بہت کچھ معذور ہوں لیکن چونکہ تعمیل اور شاد ضروری ہے بہت
سطحی انکھبر اڑ سال خدمت کرتا ہوں۔

آپ کے مراسلہ کو روڈ بالا کے امد مجوزہ نصاب اردو پرنسپل کے مطالعہ سے کم از کم کچھ کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عثمانیہ پرنسپل
جس کا ایک دوسرا ہم اردو پرنسپل سے حقیقت میں ادو پرنسپل نہیں ہے بلکہ عربی پرنسپل ہے۔

آپ کے نصاب تعلیم میں اردو زبان کو سوائے ذریعہ تعلیم قرار دینے کے کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے جو درجہ کہ اردو کا ہونا چاہیے
حدود انگریزی کو دیا گیا ہے۔ زبان اردو کا مطالعہ یا عمل اختیاری رکھا گیا ہے اور اس کو زیادہ سے زیادہ تنگ تال کناری زبانوں کی
حیثیت دی گئی ہے

شعبہ دینیات میں عالم، ادفاضل وغیرہ کے امتحانات میں اردو کا کہیں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ علم حد
نقدہ ادا سول کی تعلیم اردو میں نہیں دی جاسکتی۔

اس وقت تمام دنیا میں یہ کوشش ہے کہ لکی زبان کو فروغ دیا جائے۔ دولت عثمانیہ میں جہاں کوئی خاص ترک زبان کی پرنسپل
تاکم نہیں ہوئی ہے گذشتہ دس برس کے اندر زبان کی قلب ماحیت ہو گئی ہے اور عثمانی ترک ایک خاص چستا یا قودانی زبان ہو گئی ہے
لیکن آپ باوجود ایک اردو پرنسپل قائم کرنے کا دوسرے کرنے کے اپنی پانی روش کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں معلوم ہوتے۔

میری ناچیز رائے میں جب تک آپ اردو کو نہ صرف دینی علوم بلکہ دینی علوم کا ذریعہ تعلیم قرار نہ دیئے اور اردو علم ادب
اور زبان کے مطالعہ کو حیثیت ایک مستقل مضمون کے بجائے صرف میں لازم قرار نہ دیں گے اردو پرنسپل اس ملک میں وہ کام نہ کر سکے

گی جس کی اسی سے امید ہے۔ اردو زبان کو صرف موجودہ انگریزی تعلیم کی اشاعت سے ہی نقصان نہیں پہنچا بلکہ اس سے بھی نقصان
پہنچا ہے کہ اردو کو عربی اور فارسی کے مقابل میں غیر ضروری اور کم وقت خیال کیا گیا ہے۔ دلچسپہ اور ندرتہ العلماء اور تمام عربی اور فارسی

مدارس پر اگر یہ الزام نہیں ہے کہ آج تک علم تفسیر، علم حدیث، علم الاصول، منطق، فلسفہ، اور ادب کی ضروری سی ضروری
کتابیں اردو میں ترجمہ نہیں ہوئی۔ اگر اردو پرنسپل بھی ان امور کی طرف سے ایسی ہی فاضل رہے گی تو آخر اس کام کو کون کسے گا۔

اس وقت گورنمنٹ انگریزی کی تعلیم پالیسی کا جو رخ ہے اس سے مسلم ہوتا ہے کہ شاید گورنمنٹ بھی اپنے مختلف صوبہ جات میں مقامی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا چاہتی ہے اگر ایسا ہوتا تو آپ کی اردو پریوریٹی اور گورنمنٹ کی یونیورسٹیوں میں شاید ہی کوئی فرق نہ جائے جس کی بنا پر آپ اپنا امتیاز ظاہر کر سکیں۔ میں عربی اور فارسی کی تعلیم کا مخالفت نہیں ہوں۔ عربی علوم اسلامیہ کا فروغ ہے اور فارسی ہماری تہذیب اور تمدن کا ایک جزو ہے لیکن عربی اور فارسی کی تعلیم اور اشاعت کے لئے نہ صرف ہندوستانی بلکہ تمام دنیائے اسلام میں تہذیبیں سے لے کر مراثی تک اور ہندوستان سے لے کر روس تک بہت سی درگاہیں موجود ہیں۔ خدا خواستہ ان زبانوں کو بھی ترقی اور فروغ کے لئے اردو پریوریٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اردو زبان کی امت اور زبانت اردو پریوریٹی کی لاسیالی اور ناکامیابی پر منحصر ہے۔

اردو پریوریٹی کا صرف یہ کام نہیں ہے کہ وہ اپنے طالب علموں میں اتنی لیاقت پیدا کر دے کہ ان کو اردو سے قطعاً نہ ہر جائے۔ بلکہ اس کا کام آئندہ اردو کو ادب کی عظیم شان عطا کرنا ہے۔ اردو پریوریٹی میں جس میں تعلیم ہو رہی ہے۔ انھیں کستان کی یونیورسٹیاں جو صرف ایک اس فطرت میں مبتلا رہی ہیں اور ان کے بہت سے نتائج ہواشت کر چکی ہیں۔ انگلستان میں بھی انگریزی اور یونیورسٹیوں کا یہ خیال تھا۔ کہ یونانی اور لاطینی زبانوں کا تحصیل کرنا انگریزی سے زیادہ ضروری ہے۔ لیکن آٹھ سو سال سے ان کو ان کی فطرت پر مشتمل کر دیا۔

بعض لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ اردو زبان میں قابل تحصیل بات ہی کیا ہے۔ اردو صرف موجودہ ایشیائی زندگی اور زبانوں میں بہت پیش ہے بلکہ ایک بلند پایہ زبان ہے اور زبان کی تاریخ پر اگر غور کیا جائے تو اردو کا صرف اریائی فکر تو رانی زبانوں سے بھی تعلیم ہے۔ اردو کو نہ صرف فطرت زبانوں ہی سے بلکہ جدید مغربی زبانوں سے بھی رابطہ ہے۔ اور زبان کی تاریخ کا مطالعہ اور ادب و علم انسان کی تخلیق استا ہ کام ہے کہ اگر محتاج اردو پریوریٹی چاہے تو اپنا نکل وقت ان ہی دو امور میں صرف کر سکتی ہے۔

اس وقت دنیا میں وہ زبان ہے کہ جب تک کوئی یونیورسٹی کوئی خاص کام اپنے ذمہ نہ لے اور علوم متناہد میں کوئی خاص اضافہ نہ کرے علمی اعتبار سے اس کا عدم اور وجود زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اگر مٹا دیا اور یونیورسٹی دنیا میں اپنی حیثیت قائم کرنا چاہتی ہے۔ تو اس کا صرف ایک ذریعہ ہے اردو ہے کہ ہر طرف سے کیوں ہو کہ صرف اردو کی خدمت اشاعت اور تعلیم کو پنا نصیب العین قرار دے۔

گزشتہ دو سو برس میں ہماری ملک کے سربراہ اور حضرات مجھے تھے۔ علاوہ اور مسائل کے زبان کے مسئلہ پر بھی بحث ہوئی تھی اور کم و بیش یہ قرار پایا تھا کہ اردو یا ہندی یا ہندوستانی ہمارے تمام ملک کی متحدہ زبان قرار دی جائے۔ یہ فیصلہ گوالہمی زیادہ اہمیت نہ رکھتا ہوتا تھا۔ ہمارے اردو زبان کو بہت جلد کیا حیثیت ملنے والی ہے۔ اردو پریوریٹی کو اس وقت کے لئے ابھی سے تیار رہنے کی کس قدر ضرورت ہے اردو زبان کا مسئلہ جہاں اور مختلف حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک حیثیت یہ بھی رکھتا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق بھی اس پر مبنی ہے۔ ہمارے ملک میں ایک اور حسناک تحریک ہے چچا چوہلی ہے کہ مسلمان اردو میں ہندی الفاظ کی تعداد کم اور عربی اور شکل فارسی کے الفاظ کی تعداد کو زیادہ کرتے جاتے ہیں اور ہندو ہندی سے سہل اور رائج عربی اور فارسی الفاظ کا خارج اور غیر مانوس اور اوق مسکرت الفاظ کو ان کی جگہ داخل کرتے جاتے ہیں۔ اگر یہ افراتفری نہ ختم ہو جائے تو اردو اور ہندی بچ و دیر اور مختلف زبانیں بن جائیں گی۔ ہندو اور مسلمانوں کو اپنی اس فطرت سے متنبہ نہ کرنا واجب ہے کیونکہ دونوں کی یہ نادان دوستی زبان اور ملک دونوں کے حق میں ختم ہوتی ہے اصطلاحات علمی کی تلاش اور انتخاب کے وقت سب سے زیادہ اس کا خیال ضروری ہے۔

اصطلاحات علمی کے وضع کرنے میں اردو پریوریٹی کو بے جا تقلید سے بچنا ضروری ہے۔ وہ لوگ نے انگریزوں کی طرح بہت

لیکن اللہ کے لئے جس طرح انگریزی یا لاطینی اصطلاحات کا اختیار کرنا غلط ہے عربی اصطلاحات کا اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ عربی اصطلاحات کے اختیار کر لینے یہ فائدہ مند ہے کہ سہت اور تصریح جو کام سہا ہے۔ اس سے اللہ کو پوری سنی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ لیکن اللہ کو پوری سنی کے پاس ماشاء اللہ چالیس لاکھ روپیہ کا سرمایہ موجود ہے اور اعلیٰ حضرت نظام خدام اللہ کھر کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ اور پوری سنی کو کس بات کی کمی ہے کہ وہ اپنی دوسروں کی درست مگر۔

۵۔ اصطلاحات کے اختیار کرنے سے وہی فصاحت جو انگریزوں کو لاطینی اصطلاحات کی وجہ سے باقی رہتی ہے اور وہ آسانی پر ہر منزل کو خاص اصطلاحات سے پیدا نہیں ہوتی۔ اصطلاحات ملیں کہ غریبی پہے کہ ہر شخص ان کو آسانی سمجھے لے اگر اردو نیو ریشی ایسی اصطلاحات وضع کرے گی جن کا مقہوم پانے کے لئے اول عربی زبان کا لیکن لازمی ہو گا تو اردو نیو ریشی کا کام کسی طرح ہمارے نناناں اور ہمارے ملک کے لئے مفید ثابت نہ ہو گا۔

انجمن ترقی اُردو نے ایک کتاب میرا نیا تہ کے متعلق شائع کی ہے اس میں قابلِ مصنف نے مفصل ذیلی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔

کثیرۃ الہرمل - اخیر علیہ رشو کثیرۃ الجملہ - متعلی الجملہ - مستقیمۃ الہرمل - میں دریافت کرتا ہوں کہ کوئی شخص ایسا ہے جو عربی زبان جانے بغیر ان الفاظ کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ اس سے تو کہیں بہتر ہو گا کہ انگریزی اصطلاحات ہی اختیار کر لی جائیں۔ گو ایسا کتنا فخر کا باعث نہیں لیکن ہمارے ملک کے لوگ انگریزی الفاظ سے کم از کم ان الفاظ کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔ اگر ان ہی تمام اصطلاحات کا ترجمہ کر دیا جائے۔ غلات پوش اور راست پوکیا جانا تو کیا عروج و غبار، شخص ان الفاظ کے معنی سمجھتا ہے جس کو اردو یا یورپی کو ایسی اصطلاحات وضع کرنی چاہئیں جو درجہ قبول نہ پہن سکیں۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں اصطلاحات کی مراد فہرست کے متعلق رائے رکھنے سے اس وقت معذور ہوں۔

عبد الرحمن ایجوکیشنل ایڈوائزرز مجرمال ہسٹ

منشی برہم چند

(۱)

بنام سیدانیا زملی تاج

مشفق و کرم بندہ تسلیم
مشکور ہوں۔ محنت نامہ ہوں کتاب تک بازارِ سخن کے متعلق ایفا و وعدہ ذکر رکھا۔ بار بار کوشش کی کہ مستقل طور پر
صاف کر ڈالوں۔ لیکن ایک نہ لیک رکاوٹ آجاتی ہے۔ کتاب ایک چوتھائی صاف کر کے پڑی ہوئی ہے۔ اب تو ہار اپریل تک
مجھے رنے کی فرصت نہیں ہے۔ انشاء اللہ ارٹھی تک۔ جس کمکشاں میں چچا کا تقرر چھپا تھا وہ میری غائل میں نہیں ہے۔ کوئی
صاحب الہ لے لے گئے۔ ہر چند تلاش کیا مگر بے سود۔ مجبور ہوں۔ کمکشاں میں اب کی رسالہ پر تنقید مجھے بے حد پسند آئی۔
مگر اس کا ٹائٹیل کا ڈیزائن باوجود مسٹر چغتائی کے طبع زاد ہونے کے مجھے کچھ نہیں چلتا۔ شاید یہ میری نا شناسی کا باعث ہے۔
مضامین بھی نئی ہی میں لکھوں گا۔
تاخیر کے لئے معافی کا طالب ہوں۔

خیابانِ شیش، دھنپت رائے نادرل سکول گورکھ پور ۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء

(۲)

بنام سیدانیا زملی تاج

مشفق و کرم بندہ! تسلیم
تسلیم! کل الہ آباد سے آپس آیا، کمکشاں ملا۔ آپ کے خراجِ محبت کی راہ دیتا ہوں۔ محبت کا ثلث و ما خوب ہے!
بالکل حسبِ نظرت۔ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ چھوٹی کمائیاں لکھنا چھوڑ دوں۔
اب مضامین اور بازارِ سخن میں لپٹا ہوں۔ خدا کرے لاہور میں امن ہو۔ ایک جلد باوجود بندہ لبر دی۔ پی قسم اول ارسال
فرماویں۔ مشکور ہوں گا۔

خیابانِ شیش، دھنپت رائے نادرل سکول گورکھ پور ۱۹ اپریل ۱۹۱۹ء

(۳)

بنام سید اقبال علی تلخ

مشفق من اسلم:

نفاذ ملا مشکور ہوں مٹی جون کے ہرچے خوب بڑھھا اور حنا اٹھایا۔ میں بلا سائل کستا ہوں کہ ایسا دلچسپ رسالہ اس وقت اردو زبان میں نہیں ہے۔ چنگ اگر قدر کرے تو مجبوری ہے۔ بالخصوص ارتقا اور اصل انواع پر جو مضمون قبلہ سید قناز علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ رسالہ کی جان ہے۔ ان موضوعات پر ایسا صاف اور روشن مضمون میری نظر سے نہیں گذرا۔ مجھے اب تک معلوم تھا کہ حضرت محمود کو علمی مضامین میں اتنی دسترس ہے۔ بے۔۔۔ کچھ زیادہ دلچسپ نہیں لیکن شبنم کی سرگزشت بہت اچھا ہے۔ گلگدہ پر اردو رسالوں میں کوئی مسرورہ تنقید نہیں لگی۔ اس لحاظ سے وہ نیز تنقید کی خوبی کے اعتبار سے آپ کا رسالہ اول ہے۔ اردو کے نفاذ پر اچھی چوٹ کی ہے حالانکہ سی قدیر مصفا نے ہے۔ عالم خواب مجھے بہت پسند آیا۔ علاج بعد از عتاب ہے۔ معلوم نہیں طبع زاد ہے یا کچھ اور۔ حصہ نظم بھی دیگر رسالوں سے کہیں بلند تر ہے۔ میں تعریف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ حق کا اظہار کر رہا ہوں۔ گناہ صاحب تو بڑے لکھاڑ معہ موم ہوتے ہیں اور حق یہ ہے کہ خوب لکھتے ہیں۔

پریکسی حصہ دوم کی ۱۰۰ جلدیں آپ کے یہاں بکھری ہیں۔ پریکسی حصہ اول چھپ رہی ہے۔ غالباً دو مہینے میں تیار ہو جائے گی۔ کیا تیسری کا حصہ دوم آپ اپنے اہتمام سے نہیں شائع کر سکتے؟ بازارِ سخن تو ابھی معلوم نہیں کب تک تیار ہو اس اثنا میں اگر تیسری حصہ دوم آپ شائع کر سکیں تو خوب ہو۔ کچھ قصے آپ ہی کے دونوں پرچوں میں لکھے ہیں۔ بغیر دس میں شے دہلی کا۔ کوئی ۱۰ جزد کی کتاب ہوگی۔ آپ کے لئے ایک قصہ گھر رہا ہوں۔ خوجا بگڑہ بہت صرف کر رہا ہوں پر معلوم نہیں کچھ رنگ لہجی آئے گا یا نہیں۔ خون ہی نہیں ہے تو رنگ کیا خاک پیدا ہو۔ اولیاء التماس کروں۔ اپنے والد صاحب قبلہ کی خدمت میں میرا دست بستہ سلام کہئے گا۔ آپ کے خطوط سے ایسا خلوص چمکتا ہے کہ بے اختیار مٹنے کو جی چاہتا ہے پر خلائی کی قید اور سفر کی دوازی ہمت توڑ دیتی ہے۔ والسلام

نیا زندہ و صہیت رائے گورکھ پور ۱۱ اگست ۱۹۱۹ء

(۴)

بنام سید اقبال علی تلخ

بندہ نواز اسلم:

دو تیرہ برس کوئی تاریخی واقعہ نہیں ہے اس قدر کسی تاریخی واقعہ سے اس کا برائے نام بھی تعلق ہے۔ قاسم ضرور نفاذ زندہ کا نام ہے اور اس کی زندگی میں ایک واقعہ ایسا ہے بھی جو قصہ کے کام آسکتا ہے لیکن اس قصہ کو اس سے تعلق نہیں ہو سکتا کہ میں نے پہلی کے کسی بادشاہ کا نام بھی نہیں دیا کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ نہ ملتان کے فرماندار کا نام دیا ہے۔ اس میں یہ دکھانا میرا مقصد ہے کہ انسان برس کے ہاتھوں کتنا اندھا ہو جاتا ہے اور یہ برس کس طرح تیزی سے جھپٹتی جاتی ہے اور کچھ نہیں۔

لے یہ لفظ چھان نہیں گیا۔

اب بازا حسن کے متعلق — بیادول تقریباً ۳۰ صفحات کا ہوگا۔ لکھا ہی تیار ہے مگر محض مدیم انفرمٹی کے باعث اب تک صاف نہ کر سکا۔ اگر آپ اتنی بڑی کتاب چھاپ سکیں تو میں صاف کرنا شروع کروں۔ ورنہ ابھی گری کی تعطیل تک ملتوی رکھوں۔ آپ کو صاف کرنے کی تکلیف نہ دوں گا کیونکہ صاف کرنے میں اکثر قصہ کے میں کے سبب بیٹ جاتے ہیں۔ اس قصے میں میں نے ایک اخلاق بیہ شرمی مینی بازا حسمت فوشی پر چوٹ کی ہے۔ اگر آپ دہنوی دیکھنا چاہیں تو اس کے متفرق اجزا آپ کے پاس بھیج دوں معاوضہ کے متعلق قصہ جب آپ دیکھیں گے تب۔ لکھنشاں کے لئے میں نے پہلے ہی عرض کی تھی کہ میں آئندہ کوئی ناہیک بہت کم لکھ سکوں گا۔ مگر انشاء اللہ کوئی موقع نکال کر آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔

بارشس اور ہرجی وارجی ہوئی ہے اور فصلیں خراب ہو گئی ہیں۔ جواب سے متنازع فرمائیں۔

نیازمند: وحییت رائے نادل سکول گوکھپور ۳ ستمبر ۱۹۱۹ء

(۵)

بنام سید امتیاز علی تاج

بندہ نماز تسلیم۔ مزاج عالی
آنا دیکھی۔ خوب ہے۔ جن قلم سے آنا نکل سکتی ہے اس سے آئندہ مجھے رقابت کا اندیشہ ہو تو قابل معافی ہے
تبیہ کا اشتیاق ہے بھڑائی کما نہیں کو کئی مضمون میں چھاپنے سے ملعت جانا رہتا ہے۔
روپے مل گئے۔ نمونہ ہوں۔

میں بیان دنا احباب تہذیب کے مذر ہوا۔ آپ کے لئے دوسری فکر کروں گا۔ بازا حسن رفتہ رفتہ صاف ہو رہا ہے۔
امام ہے ایک محقر کہ کلام جلدی سے ختم کر ڈالوں۔ زیادہ والسلام!
استقر: وحییت رائے نادل گوکھپور ۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء

(۶)

بنام سید امتیاز علی تاج

جناب شفقتی تسلیم!
پروف اور نواز شمس نامہ کئی روز گزرے طے کا فخر جانا نہیں ہے۔ اس پر بچپنے دیکھے۔ چھپے ہوئے نامہ روکھنے سے نقصان ہوگا۔ میرا کافداس سے کہیں بہتر ہے لیکن کوئی مضائقہ نہیں۔ سستا کافدہ ہے گا تو کتاب بھی ازراں ہوگی۔
مسٹر ہی رہنا چاہئے مگر کتاب کو تاکید کر دی جائے کہ کالم ہمیشہ نئی سطحوں سے شروع کیا کریں۔ قصوں کی فہرست ضرور روانہ فرمائیے گا۔

لکھنشاں ستمبر ۱۹۱۹ء اکٹوبر ۱۹۱۹ء۔ بہترین مضمون مولانا صاحب قلم کا ہے۔ ان موضوعات پر ایسے واضح مضامین

میری نظر سے نہیں گذرے۔ حجابِ اہانت خوب ہے۔ ہاں پلاٹ کمزور ہے اور کہیں کہیں سلاست میانِ عالم نہیں پہنچا پائی ہے۔ دیگر مضامین اوسط درجہ کے ہیں۔ "بہارِ عباد" بالکل تاریخی مضمون ہے۔ اس سے عوام کو کیا دلچسپی ہوگی؟ میں متغیر سب چارلس ڈکنس کا ایک قصہ بھیجوں گا۔ نادر قصہ ہے۔ ترجمہ مکمل ہے۔ عدیم العصر صحتی کے باعث ایک صاحب سے نقل کر رہا ہوں تیسری کلام جامی رکھنے کا نادر قصہ نقل و دوم ساتھ ساتھ نکلیں۔ بازارِ بخش کی کاپی بھی قصہ جو محمد کے ساتھ روانہ خدمت ہوگی۔ ایک رات مجھے بہت پسند آیا۔ زور بیان ہے۔ تشبیہات نادر۔ رسائی فکر کی داد دیتا ہوں کچھ خواب پریشان سے ملتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تمہیں کئی بہت خوب ہیں۔

نیازمند و حنیف رائے گو رکھپور ۱۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

(۷)

بنام سید امتیاز علی تاج

شفیقِ سلیم!

یہ خوش کیوں۔ دو خط لکھے جواب نداد۔ پریم چند نادر کی رسید نادر بہت زود سے جلد دفع کیجئے۔ مارچ کا رسالہ دیکھا ہرانا را شد اور حضرت نیاز و فاضل صاحب کے مضامین قابلِ ملاحظہ ہیں۔ خوب لطف آیا۔

منصوری پہننے کی دعوت دی تھی۔ میں تیار ہوں مگر آپ دعوت کے بھول گئے۔ جلد فیصلہ کیجئے تاکہ ادر ملے اپنی ہر ترمیم دیکھ جانے کا ارادہ کروں۔ اور کوئی حالت تازہ نہیں۔ پریم چند تیسری کاپی سال ہے و کتنی ہوتی اور کتنی باقی ہے بازارِ بخش کے اب کل ۳۸ صفحات باقی ہیں۔ آرا پر لی کو آپ کے پاس رجسٹر میں بھیج دیا ہے۔ والسلام

حنیف رائے گو رکھپور ۲۴ مارچ ۱۹۲۰ء

(۸)

بنام سید امتیاز علی تاج

محبیِ تسلیم!

مفصل خط ملا لیکن مفصل جواب اس وقت دوں گا جب آپ بازارِ بخش تمام و کمال پڑھ چکیں گے۔ اس کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا وہ سب آپ کی قدر افزائی ہے۔ میں بہت ممنون ہوں گا اگر جواب اس پر اپنی مفصل تبصرہ رائے سے مجھے مطلع فرمائیں۔ اس میں ناراض ہونے کی کون بات ہے۔ تعداد میں کہاں۔ مجھے تو اس کی آرزو ہوتی ہے کہ کوئی مجھے خوب نیک سمجھائے۔ اس کی طباعت و حق القلمت و غیرہ کے متعلق آپ مجھ سے کہیں بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ قبلہ سید امتیاز علی صاحب کو میری جانب سے ٹاٹ بنایا ہے گا۔ مقدمہ آپ کے لئے لکھ رہا ہوں۔ مئی میں دسج ہو سکے گا۔ والسلام

حنیف رائے گو رکھپور

۴ اپریل ۱۹۲۰ء

(۹)

بنام سیتا تیار ملی تاج

مشفق من! تسلیم! میں نے مکمل سے ایک خط آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ معلوم نہیں پہنچا یا نہیں۔ مجھے اس کا جواب نہیں ملا۔ آپ ادھر گئے کا قصد رکھتے ہوں تو براہ کرم ایک سہولی تار سے مطلع فرمائیے تاکہ آپ کا انتظام کروں۔ ورنہ میں بہت جلد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میری طبیعت دورانِ سفر میں زیادہ مضطرب ہو گئی ہے۔ آیا تھا کہ ہر دو روز کی آب و ہوا سے کچھ فائدہ ہوگا لیکن نتیجہ اس کا اٹا ہوا پیش نے جس سے میری پرانی دوستی بہت رن کر رکھا ہے۔ اس خط کے پاتے ہی اپنے فیصلہ سے مطلع فرمائیے۔ اگر یہاں نہ آسکیں تو دہلی میں ٹہنے کا فیصلہ کیجئے اور مطلع کیجئے کہ آپ وہاں کب تک پہنچیں گے اور میں کہاں آپ سے ملوں۔ زیادہ والسلام!

نیازمند و حقیقت رائے، ڈیرہ دکن ۶ جون ۱۹۲۲ء

(۱۰)

بنام سیتا تیار ملی تاج

مشفق من! تسلیم! آپ کا جو خط لکھا تھا وہ دفترِ زمانہ میں آکر ملا۔ افسوس ہے کہ کاش یہ خط ڈیرہ دکن میں مل گیا ہوتا تو میں آپ لوگوں کی ہر اچھی بات میں منصوبہ کی سیر کر لیتا۔ مجھے اب کی سفر میں یہ تجربہ ہوا کہ میں بغیر کسی رفیق یا دوست کے تنہا نہیں رہ سکتا۔

یہ سن کر بغایت خوشی ہوئی کہ کاغذ آگیا اور یہ تمہاری کتابت مکمل ہو گئی۔ اب اسے چھپوا بھی ڈالیں۔ مقدمہ اول بھی غالباً آخر جولائی تک تیار ہو جائے گا۔

باناؤٹن کے متعلق اگر آپ کو میری شرطیں منظور ہیں تو روسیہ کے لئے فکر نہ کیجئے۔ مجھے فی الحال اشد ضرورت نہیں۔ آخر اگست تک بھیج دیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

اب مذکورہ کتاب آپ کے لئے دعائیہ سفر میں مضمون لکھا اور بھیجے ہی چلا تھا مگر یہاں آتے ہی آتے وہ ہیرے قبضہ سے نکل گیا۔ مہر پر نام تھا۔ عدم تحویل ارشاد کے جسے معاف کیجئے گا۔ آج گو کہ پھر رواپس جانا ہوں پیش کا بٹاؤ ملایا کروں گا اور ”رشتہ آرزو“ جو شروع کر چکا ہوں جلد ہی حاضر خدمت ہوگا۔ والسلام!

حقیقت رائے

نیاجوک کانپور ۱۵ جون ۱۹۲۲ء

(۱۱)

بنام سیدہ امتیاز علی تاج

بھائی جان! تسلیم!

میں کل یہاں پہنچا۔ کل آپ کا خط ملا اور آج اپنی تصویر دیکھی۔ فرطِ غم ہے۔ مجھے امید نہ تھی کہ آپ اس قدر دیر تک اتنی صفائی سے بدلا کر سکیں گے۔ خیر آپ کی بدولت مجھے اپنی صورت تو نظر آئی۔ بہتر ہے بازارِ حسن و حسنوں میں شائع ہو۔ میرے خیال میں بھی یہی تجویز تھی۔ لیکن کیا سینگ کا دریا پر مزہ دیکھوں گا مگر کتاب چھپ جانے کے بعد غالباً زیادہ سہولت ہوگی۔ پریم تیبی اگر ستمبر تک تیار ہو جائے تو میں فیصحت سمجھوں۔

اب مضمون کی بات۔ مضمون فی الحال زیرِ ہے پاس رو رہی مگر سفر کے مکانوں میں بیعت کے مضمون پر جاننے کے باعث غما نہیں کر سکا۔ ارادہ تھا کہ خط کا جواب ا۔ مضمون ساتھ ساتھ لکھوں لیکن فوری کی سیر پر موقوف ہوئی تھی۔ کل انشا اللہ ایک مضمون صاف کرنا شروع کروں گا اور غالباً ۲۰ جون کو یہاں سے روانہ ہوں گا۔ اس تاخیر کے لئے مجھے معذرت کیجئے گا۔ صحت سے مجبور ہیں امید ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔ کشمیر کی زیارت مبارک۔

نیا مہمند، وحشیت راستے گو رکھ پور ۲۵ جون ۱۹۲۲ء

(۱۲)

بنام سیدہ امتیاز علی تاج

بھائی جان! تسلیم!

آپ کا ایک کارڈ کوئی دن ہوتے آیا تھا۔ لکھنا بھی ملا۔ مضمون کی فرمائش بھی تک پوری نہ کر سکا۔ آج کل مصیبتوں کی برائی ہے۔ یہاں ۳۳ جون کو آیا۔ ۶ جولائی کو چھوٹا بچہ چھک میں بدلتا ہو گیا اور تیسرے کے لئے داغ دے گیا۔ ابھی تک اس غم سے بجا نہیں ہوئی۔ صبر تو ہو گیا مگر یہ دباؤ ہے اور شاید ناز سیت رہے گی۔ اسے اپنے اہلکار کا نتیجہ سمجھتا ہوں اور کیا۔ جب تک دل نہ سنبھلے مضمون کہاں سے آئیں۔ غصوں کا جواب دینا بھی شاق ہے، معاف کیجئے گا۔ پریم تیبی اور بھانا بخشی کی کیا حالت ہے امید ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔

دھاکا، وحشیت راستے نازل سکین گو رکھ پور ۲۸ جولائی ۱۹۲۲ء

(۱۳)

بنام سیدہ امتیاز علی تاج

بھائی جان! تسلیم!

تا رات گھر خط کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا۔ ارادہ تھا کہ جواب میں میرا مضمون پہنچے۔ خط نہ لکھوں۔ لیکن صحت اور کچھ سوز نہ ہاں نے یہاں مجبور کر رکھا ہے کہ آج مجبوراً خط لکھ رہا ہوں۔ کیا کروں۔ کئی کام چھوڑ رکھے تھے سبھی اور صبر سے بچے ہوئے ہیں۔ ناکام ہے، ناکمل ہے، اس کا ہندی رعبہ ناکمل ہے۔ چار غصہ کرنا نیاں اور صبری اور ایک ڈراما زیرِ تجویز مگر صحت کی کینے

ہی نہیں دیتی۔ معلوم نہیں پرہیزگاروں میں شائع ہوگی یا نہیں۔ باز احسن کا اللہ ہی حافظ ہے اور نہ کام، کا ترجمہ ذکر ہی کیا۔
نہ زمانہ پریس کو فرصت نہ داماد اشاعت کو مہلت۔ تبرک کے مہینہ میں کچھ ضرور عاجز کھول گا۔ والسلام!
احقر: وصیت مائے گرد و کھپور ۱۸ اگست ۱۹۲۲ء

(۱۴)

بنام سید امتیاز علی تاج

بھائی جان تسلیم!

آپ کا گزارش ناکرٹی دلی ہرے ملحق۔ مگر اس عالم ضعیف قبل از وقت میں ایم۔ اے پاس کرنے کی مصیبت سوار ہو گئی ہے اس وجہ سے وقت کا بہانہ کرنا رہا۔ صبح کو شام کے لئے رکھ چھوڑنا تھا، شام کو صبح کے لئے۔ آپ نے لکٹاں کو بند کرنے کا فیصلہ کیا تھا کیا۔ نقصان اٹھانا اس پر ردیور۔ اس بلا سے نجات ہی ابھی۔ مگر اس وقت فرصت کو یا تو اپنی آئندہ ترقی یا نقصان میں صرف کیجئے۔ کیوں آپ کے انگلیٹھ جانے کی تجویز کیا فح ہو گئی۔ اگر آپ کے مالی حالات اجازت دیں تو آپ جیسے طبع و جوت کا وہاں قسمت آزمائی کرنے جانا ضروری ہے۔ وہاں سے لوٹ کر آپ کسی کالج کے پروفیسر اور پھر پرنسپل ہو سکتے ہیں صرف وہاں کی جلا وطنی ہے۔

ہاں آگاہی کی اگر صرف ہزار ڈیڑھ ہزار جلدیں ہی نکلیں تب تو آپ کو شاید اس میں بھی خسارہ ہی رہا ہو۔ پرہیزگاروں کا منظر ہوں۔ زمانہ کو بھی تقاضوں سے ہمیں نہیں لینے دیتا۔ غالباً اکثر ہر دو دنوں میں نکل جائیں گے۔ آپ کے مذہب کی معرفت میری ۵۰۰ جلدوں میں سے بھی کچھ نکل جائیں تو کیا کتنا۔ زمانہ کا حال مجھے معلوم ہے۔ سال بھر میں شاید ڈیڑھ دوسرے جلدیں نکلیں۔ اور کدیں شمار دینا نہیں چاہتا۔ اب کی صبح امید میں بھی کچھ جلدیں بھیجوں گا۔ اس کے لئے اب کی ایک نقدہ بعد از مرگ لکھا ہے۔ نقدہ کیسے ایک دوست کی حقیقت ہے۔ صرف آخر میں تھوڑی سی بچ ہے۔ پڑھ کر اپنی تنقید اور ممکن ہو تو حضرت پطرس کی تنقید سے مطلع فرمائیے گا۔ مجھے رہ پھل کی فرصت تو ملتی اور ہے۔ اس لئے کہ میں پریس میں شرکت کر چکا ہوں اور اس کے رد پے مارنے کا لازم ہیں۔ لیکن چونکہ میرا شرکت برادر دانی ہے اس کی جانب سے رد پوں کا تقاضا نہیں ہے اور شاید نہ ہو۔ اگر آپ کو فی الحال تردد ہے تو مضامین نہیں جب آپ کو سہولت ہو اس وقت سہی۔ پکیر ہی ملی دو دنوں میں ختم ہو گئی ہے۔ شاید نقدہ دوم کی چند جلدیں باقی ہوں۔ دوسری اشاعت کا مرحلہ پیش ہے۔ زمانہ کے منیر صاحب اصرار کر رہے ہیں مگر میں نے وعدہ کر لیا ہے کہ زمانہ کی گردش میں نہ پڑوں گا۔ اگر آپ اسے نکال سکیں تو کہیں بہتر۔

- ۱۔ جی ہاں تو اب رائے میں ہی تھا۔ لیکن جب سوز وطن لکھنے کے بعد مجھے میرے ڈیپارٹمنٹ نے مضامین لکھنے سے مجبور کر دیا اور ڈیپارٹمنٹ کی سختیاں شروع کیں تو میں نے مجھے باوجود ذرا ناخوش صاحب کے شور سے یہ نام تجویز کر لیا۔
- ۲۔ میرا رد ویش زمانہ نے شائع کیا ہے مگر اس کے حقوق میرے ہی پاس ہیں۔ اگر آپ کچھ تکلف چھاپ سکیں تو شوق سے چھاپے۔
- ۳۔ جی نہیں نقد میرے پاس اتنا کچھ نہیں آیا اور نہ اس میں کبھی لکھنے کی جرأت کی۔ دیگر صاحب نے دو ایک بار فوٹو پیش منہ کی لکھی مگر میں ہنہ داماد وہاں قدم دانا احمد حسین۔ اس سے میرا کام نہ چلا۔

حضرت نیاز فتح پوری کے چند مضامین معرکے کے تھے۔ انہیں زمانہ کے دفتر میں دیکھ آیا تھا۔ نقاد اکثر چہ نعلے بہت کرتا ہے مجھے یہ زنانہ پن پسند نہیں۔ میں شریچہ کو MASCULINE دیکھنا چاہتا ہوں۔ FEMININE خواہ کسی صورت میں ہر مجھے پسند نہیں۔ سی وجر سے مجھے ٹیگور کی اکثر نظمیں نہیں بھاتیں۔ یہ میرا فطری نقص ہے۔ کیا کر دوں۔ مضامین مجھے دی اپیل کرتے ہیں جن میں کوئی جدت نہ ہو۔ غالب کے رنگ کا میں عاشق ہوں۔ مہر بھگت سی کے نکلنے کے خوب سیر کی فنی طرف متوجہ تھے آج تک ایک شعر بھی رمزون نہیں کر سکا۔ نہ ہی چاہتا ہے۔ غالباً شاہواز حسن دل میں ہے ہی نہیں۔ آپ کے سندھ سری اور گنگا استنان کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر آپ کے پاس ان کی نقل ہو تو بیچیں کی ضمانت کیجئے گا۔ میں نے تو اب تک آپ کی مثنوی چہیز کی بھی ہیں ان میں نامیہا جوان، سب سے نیا وہ پسند آیا۔ آپ سے غضب کیا تھا۔ شاید وہ میں ایسا تخیل اور نہیں نظر آ سکتا۔ لا صحر! میں بھی زور خوب لگا کر وہ بات نہ لکھی۔

آپ کی خبر ملے کہ خوب غور سے دیکھا۔ معنی آخری کی مار دیتا ہوں۔ یہ شعر بہت خوب ہے، سہماں اللہ دے دینا دکھائی دیتی تھی مجھ پر غور سے دیکھنا تری نگہ نیم باز کا
مواستان میری، والا شعر بہت خوب ہے۔ غرضی کیا ہے۔ حیرت حسن، رعب حسن، و غور جذبات یہاں بھی انور کا بابو گھوٹ بھائے کے مکان پر ایک جھٹکا سامعہ می شامہ ہوا تھا، طرہ فنی ج
سو گیا جانے والا شب تنہائی کا
بابو گھوٹ سہلے زندہ دل شاعر ہیں۔ انہوں نے بھی آپ کی غزلوں کی خوب داد دی۔ وہ آپ کے لاو صحر کا ترجمہ انگریزی میں کیا چاہتے تھے۔ مگر بہت وقت طلب دیکھا تو ارادہ ترک کر دیا۔ اہ کیا کہوں۔ صحت بدستور، معذریات دوزخ و فوں، بادش روزانہ۔
ککشاں کا جولاں تر خوب تھا۔ والسلام!

دھنیت رائے۔ ناریل سکول گوکھپور ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء

(۱۵)

نام سید امتیاز علی تاج

جناب مکرم من!
تسلیم۔ کتابوں کا پائل پہنچا۔ پریم تپسی دیکھی، بارغ بارغ ہو گیا۔ مجھے یہ مجھ و نہایت پسند آیا۔ کتابت ذرا اعلیٰ جلی ہوتی تو بہتر ہوتا لیکن تب قیمت ادا زیادہ رکھنی پڑتی۔ فی الحال کتاب خوب لگی ہے اور میں اس کے لئے آپ کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ دیکھیں یہ ایک اس کی کیا قدر کرتی ہے۔ پہلا حصہ بھی شاید اس مام میں تیار ہو جائے۔ میں نے دفتر زمانہ کو لکھ دیا ہے کہ آپ کے یہاں ۵۰۰ جلدیں بھیج دیں۔ آپ بھی ان کے یہاں اتنی ہی جلدیں یا اس سے سو سس پانچ کم بھیج دیجئے گا۔ مفصل خط بعد کو لکھوں گا۔

حقیر: دھنیت رائے۔ ناریل سکول گوکھپور ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء

(۱۶)

نامِ ستیا تیار علی تاج

بھائی جان نسیم!

بعد انتظار شدید و دیدِ عنایتِ نامہ کے روشن ہوئے مشکور ہوں۔ کتابیں آپ نے غالباً کانپور بھیج دی ہوں گی بالکل طے پر وہاں سے آپ کی خدمت میں ۵۰۰ جلدیں اور پہنچیں گی۔ آپ بھی ان کے پہنچنے پر تین سو اور جلدیں بھیج دیجئے گا۔ سروتن کا مجھے سخت افسوس ہے یہ ستم صاحبِ پریم کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ لیکن ہر تو آپ سروتن دو سو گنا میں قیمت بچھ سے وضع کر لیں۔ سرورِ کیش اور پریم چیمپی کی ایک جلد بھی میرے پاس نہیں۔ نیا دھرم کی ضرورت نہیں۔ کتابت یا پروٹ کے ساتھ راتے تبھی بچھتی جائے گی۔ بس کتابت نے پراگرت الگ نہیں کئے ہیں۔ اکثر دو پر الگ ان حالات ہیں۔ اس کے سوا مجھے تو زیادہ غلط نہیں معلوم ہوتے۔ آپ کتابت شروع کرادیں اور دونوں بازارِ بخش ہی کے ساتھ پرچھ پرائیں۔ مجھے بھی ایک ہی سائز کی کتابیں سنہ ہیں۔ آپ ان دونوں کتابوں کا کاپی رائٹ چاہتے ہیں یا محض دوسرے ایڈیشن کا حتیٰ اشاعت؟

میں نے ادا و مردوین قفقہ لکھے ہیں۔ ایک صبح امید میں ہے "بعد از مرگ" دوسرا زمانہ میں ہے "نوکِ جہنم" ایک اور زمانہ میں رکھا ہوا ہے "مسنو حیات" ایک چوتھا میرے پاس ہے "دستِ خیم" پانچواں زیرِ تحریر ہے جس میں نیا کاپریشن کا رنگ نظر آئے گا۔ ان کتب متعلق میں آپ کی کتبہ چینی کاشتق سے انتظار کر رہا ہوں گا۔ آپ کو میری تحریریں جب نظر آئیں ضرور ۴ پر اظہارِ خیال کر دیا کریں۔ اس سے مجھے دلی تسکین ملتی ہے۔ ان قصوں کے علاوہ ایک ناول "نا کام" صاف کر رہا ہوں جو تصنیف سے کم جاں سوز کام نہیں ہے۔ یہ ستم ہر جلسے توڑنا میں ہاتھ لگاؤں۔ اس کا پلاٹ تیار ہے۔ چار ہی کیٹ میں ختم ہو جائے گا مگر سین پندرہ سولہ سکھ نہ ہو سکیں گے۔ کامیاب ہو سکیں گے یا نہیں ایشور ہی جانیں۔ نا کام، بھول ہی تیار ہوا آپ کے ملاحظہ کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں اپنی کتابوں کی ترمیم اشاعت کے اعتبار سے پنجاب کے کسی رسالے میں لکھنا چاہتا ہوں لیکن لکھناں کے بعد اب مجھے کوئی ایسا رسالہ نظر نہیں آتا۔ اب آپ کا مشغل کیا رہتا ہے؟

میرے ایک دوست آپ کی کتاب "عبادتِ سمیت" کا ہندی ترجمہ کرنا چاہتے ہیں ان کا ارادہ اسے بالکل بڑا کھیلنے کا ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو اس کتاب کی ایک جلد میرے پاس بھیج دیں۔ جو نسخہ اپنے مذکیبا تھا کوئی صاحب اڑائے گئے۔ یوں ہندی میں گندھی جی کی کئی سوانح حوہاں موجود ہیں لیکن آپ کی تصنیف میں ادبی لطف ہے۔ اسی وجہ سے میرے دوست جو صرف اسے ہندی جاسٹریٹ کے ناشر ہیں۔ اور کیا کھول کر کیا میری اور آپ کی حقائق کی تہہ نہ کرے گی۔ دنیا میں میرے مرت گئے لکھنے دوست ہیں آپ بھی اس عنایت سے تعلق رکھنے کی خاص ہیں مگر افسوس کہ ابھی تک صورتِ اشاعت ہی نہیں۔ اور نہ ہر تو اپنا نوٹ ہی بھیج دیجئے اسی سے کہیں ملے دیں۔ نیا دھرم کا سلام!

ماں ہم خواہم تو اب کشنا وغیرہ میری بھائی تصانیف ہیں۔ پہلی کتاب جو لکھنے کے لئے میں نے شائع کی تھی جو کہ کتاب بناؤ سس کے میڈیکل ہال میں نے یہاں تیار کی تھی۔ میرے پاس ان میں سے ایک جلد بھی نہیں اور نہ شاید پبلشرز کے ہی یہاں مل سکیں اور نہ ان کے پیچھے کی ضرورت ہی ہے۔ تو شوقی کے سارے حیرت میں موجود ہیں۔

آپ کا وصیت نامہ شامل کوئی ۲۹ دسمبر ۱۹۳۱ء

برہما ناز علی صاحب قبل کی خدمت میں دستِ بستہ کتاب فرما دیجئے گا۔

(۱۷)

بنام سید اقبال علی تاج

جہاں جانِ تسلیم!

قصیر ملی بہت ممنون ہوا۔ اس نے طاقت کی آرزو وہ چند کردی۔ آپ کی میرے ذہن میں جو تصویر بنی وہ کچھ ادبی تھی میں اگر معتبر ہوتا تو دشمن اور ادب کی غالباً ہی تصویر بناتا۔ ہوتا گاڈ ہی تھے۔ (تبع یہاں ان کی آہ آہ ہے)
آپ نے شاید ابھی تک پریم تپسی قصہ روم کی جلدیں کا پھر نہیں در سال فرمائیں۔ وہاں کی فرمائشیں دکی ہوئی ہیں۔ بروکر کم اسب تاخیر نہ فرمائیے۔ اگر مال گاڑی سے نہ بھیج سکیں تو فی الحال ۱۰۰ جلدیں ہی روانہ فرمائیں۔
اس سے پہلے کے خط کے جواب کا منتظر ہوں۔ والسلام!

دھنپت رائے ۸ فروری ۱۹۲۱ء

(۱۸)

بنام سروری عبدالحق صاحب

جنابِ مشفق و حکم بندہ تسلیم

یاد آوری کا ممنون ہوں۔

چند چند موافقات کے باعث تعمیلِ ارشاد سے قاصر ہوں۔ موضوعِ مضمون نہایت بسیط ہے اور اس پر جامع مضمون لکھنے کے لئے بہت تحقیق اور مطالعہ کی ضرورت ہے اور میں ترکِ برائیات کا پیرہ ہونے کے باعث فی الحال اس کے لئے کافی وقت نہیں نکال سکتا۔ میرے خیال میں اس کے لئے اگر آپ فنی اقبال و راسخ بنگالی۔ جنار ککڑی ٹیج پوری یا فنی راج بہادر صاحب لکھنؤ اسلام اے۔ ایل ایل بی و کیلی فچور کو تکلیف دیں تو وہ دونوں صاحب اب اسے زیادہ خوبصورتی سے انجام دے سکیں گے مگر بہترین شخص جسے میں جانتا ہوں پندت پدم سنگھ شرما ہیں۔ انہیں ہندی ادبیات کی محقق و اخصیت ہے اور اردو ادب کے بھی ماہر ہیں۔ ان کا پتر ہے مجبور۔ ڈاک خانہ لکھنؤ۔

نیا زمند: دھنپت رائے (پریم چند)

دفتر گیان منڈل کاشی۔ ۲۷ مئی ۱۹۲۱ء

(۱۹)

بنام سید اقبال علی تاج

برلورم

تسلیم! غلامی میں رہنے آیا۔ میرا قصہ پسند نہ آیا مجھے خود بھی ہی خوف تھا۔ اس کی تنقید آپ نے مناسب کی ہے بے شک قصہ دہ گیا ہے۔ آئندہ اعتیاد رکھوں گا۔ زمانہ کے جولا فی زمیں لال چند ایک قصہ ہے۔ اس کے متعلق بھی ایسی باتیں تحریر فرمائیے گا۔ کیا اس کی بار بھی قصہ دہ گیا یا میں کچھ کامیاب ہوا۔ کم سے کم میں نے کامیاب ہونے کی کوشش فرمائی تھی۔

لے یعنی ہمارا گاڈ ہی نامی کتاب ملی۔

آپ کی رائے کا بے قیاسی سے منتظر رہیں گا۔ مخزن کہیں نہیں آیا۔ آپ کے خط کے لئے میں چشم بہا ہوں۔
آپ اس قصہ کو مخزن میں شامل نہیں کر سکتے تو اتنی تکلیف کیجئے کہ اسے 'بندے ماترم' آفس' میں بھیج دیجئے، وہاں نکل
جائے گا۔ مخزن کے لئے میں جلد کھول گا۔ قصہ ہو گا یا کچھ اور عرض نہیں کر سکتا۔ زیادہ دالسلام!
نیا زندہ و حقیقت رائے مارواری ملٹی سکول کانپور ۲۹ دسمبر ۱۹۲۱ء

(۲۰)

سید امتیاز علی شاہ

مشفق سن تسلیم
اب تو آپ کے خطوں کے لئے مہینوں میں جاتا ہوں۔ جی بھتا ہوں میں ہی وہ دم الغصت ہوں آپ مجھ سے بھی زیادہ معرفت کا رنظر آتے
ہیں۔ یہاں بے اعتنائی تو نہیں ہے، باز آؤ جس کی باقی کتاب ابھی ختم ہوئی یا نہیں؟ کتاب کی شائع ہونے کا کب تک انتظار کروں؟
پریم تپسی کی بکلی کیسی ہو رہی ہے۔ آپ کسی اخبار میں غالباً اشتہار نہیں دیا۔ آپ نے ادوٹر نیوز کی خدمت کا پٹر اٹھایا ہے
تو زیادہ زندہ دلانہ جو جس کے ساتھ کام کرنا چاہتے۔ اس دواخانہ مشورہ کے لئے معاف فرمائیے گا۔
امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت خوش و غرم ہوں گے۔

نیا زندہ و حقیقت رائے مارواری ملٹی سکول کانپور ۱۹ دسمبر ۱۹۲۱ء

(۲۱)

سید امتیاز علی شاہ

برادرِ مسلم
فرازش نامر ملا بہت اطمینان ہوا۔ دفتر زمانہ میں پریم تپسی قصہ دوم کی قیمت میں ترمیم کرنے کے لئے کہہ دیا۔ مخزن کے لئے مضمون
لکھا ہوا تیار ہے۔ اس کو بھی میں لکھا تھا۔ تعطیل کے باعث دکان جانا نہیں ہوتا۔ دوسرے کھلتے ہی مضمون بھیجوں گا مگر قصہ بہت مختصر ہے۔ آج نکل
لا ہودی رسائل میں لکھتے ہوئے طبیعت چمکاتی ہے۔ میں وہ زبان نہیں کر سکتا جس کا اچھل اکثر رسالوں میں فروزہ نظر آتا ہے اور جس کا پیشہ
اگر کوئی لیکٹر نہیں تو اگر وہ لکھتا ہے۔ اس رنگ کا مختصر ہے سید جی کی بات کو تشبیہات اور استعارات میں بیان کرنا میں اس رنگ کی
تقدیر سے متاثر ہوں تاہم صاحبِ اُمی ایسے رنگ کے متعلق تھوڑے سا حوصلہ کیجئے گا حضرت سید جی اس کے علاوہ نظر آتے ہیں ایسے نگین ڈیڑھ
کوہی رو کی لکھی تحریر کیا پسند آئے گی یہ شخص آپ کا اصرار ہے جس نے مجھے مخزن کے لئے علم اٹھانے پر مجبور کیا۔ علاوہ ہیں میں بھی ترک و رالقی ہوں۔
میرے دل و دماغ میں بھی باجیل وی مسائل گونجنا کہتے ہیں تو ہوں میں بھی وہی خیالات جھلکتے ہیں اور مابقی رسائل میں ان کی گنجائش نہیں۔ مذہب کے نواز
میں سروس لکھا ہے۔ دوا اس پر رائے نئی کیجئے گا۔ ممکن ہے یا آپ کے معیار پر تیرے۔ اس میں صرف چند گفتگوں کے واقعات ہیں۔
اور سب غیریت ہے۔ دوا جلد جلد یاد فرمائیے کیجئے۔ آپ کے خطوں کا بہت منتظر رہتا ہوں۔

آپ کا: حقیقت رائے ۲۹ دسمبر ۱۹۲۱ء

(۲۲)

نام سید امتیاز علی تاج

بھائی جان! تسلیم

آپ کا خط ملا۔ مخزن اور ہالوں میں آپ کے مضامین دیکھے۔ صدق، دل سے داد دیتا ہوں۔ ”ذبیہ“ میں زور قلم زیادہ ہے اور تخیل نہایت بلند۔ مگر میرے خیال میں ہیروئن کی نازک خاصیتی اچھی طرح واضح نہیں ہوئی۔ اس کے جذباتی فلسفہ کا ترجمہ ہر جانا ہے لیکن ذہن میں ایک اڑنے ہوئے خاک کے سوا اور کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اندازِ تحریر میں جدت ہے، تاثیر ہے، محنت ہے، مگر سب بد بات کی فصیح ہے لیکن شہری نہیں کہیں کہیں ایسے الفاظ قلیل آجاتے ہیں جو فحش کی مدافعی میں مانع ہو جاتے ہیں۔ بعض بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی جذبہ کی فوج کشی کرنے کی کوشش کی ہے مگر ادا کرنے میں ناکام رہے مثلاً: ”.....“ کہ آسمان کو ایک دو ہم بنادیں۔“ انجام بھی بہت جلد ہوا۔ کوئی اچھٹا مڑنا واقعہ آجاتا تو ذبیہ کے طرزِ عمل سے اس کے خیالات اور روشن ہو جاتے۔ بہر حال ان معمولی سے قطع نظر فقہ محض فقہ ہی نہیں بلکہ ایک فقرہ معنی ہے۔ آپ نابینا جوان، کاسا فقہ لکھنے کی کوشش کیجئے، وہ لا جواب چیز تھی۔ مخزن میں جو قصہ ہے وہ مجھے بچا نہیں۔ مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے ایک جگہ کچھ اسی قسم کا ایک قصہ دیکھا تھا۔ انجام ضرور ڈراہٹیک ہے۔ میں آپ سے بھی گزارش کر دینی چاہتا ہوں کہ انفرادیت کے دامن میں نہ پھنسے۔ سلاست اور روانی ہاتھ سے نہ جائے۔ کبھی کل لوگ ایک عجیب طرزِ بیان اختیار کرتے جاتے ہیں جس میں سادگی اور سچائی کو چھوڑ کر خواہ مخواہ شکوے بیان پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میرا ہندی نااہل غم ہو گیا، اس بار دو کام جلد ہوگا۔ جب تک بازارِ سخن پر میں سے نکلے گا شاید نئے نئے ناول لکھتا رہوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

دوڑ جہاں، کاروبار میں خود تو نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ خود بھی ایک ڈراما لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن میرے چند احباب بلکہ زبان کے ماہر ہیں ان کی مدد سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ اور کچل سے مزبور کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔ اور کیا عرض کروں۔

نیاز مند: وحییت رائے، ۱۹ فروری ۱۹۷۲ء

(۲۳)

نام سید امتیاز علی تاج

محبتی! تسلیم

’نازک‘، اردو کا پہلا ڈراما ہے جسے میں نے اول سے آخر تک ایک ہی سانس میں پڑھا۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ میں نے اردو کے سب ڈرامے پڑھ ڈالے ہیں مگر جتنے پڑھے ہیں ان میں مجھے جتنی کشش، آناٹگی، میں ہوئی وہ اور کسی ڈراما

لے یہ نفلہ پڑھا نہیں گیا۔

میں نہیں برتی ہیں تو اسے انگریزی کے بہترین ڈراموں کے مقابل رکھنے کو تیار ہوں۔ 'دور جدید' اس کے ایک ایک نغمہ میں متفرق ہے۔ 'پادری' طرز کی زنجیروں سے آپ نے ڈرامہ کو ایک نعت... کر دیا۔ کہیں کہیں تو آپ نے نزاکت بھی دکھائی کہ دکھایا ہے۔ 'انارکلی' مجھے بہت عرصہ تک یاد رہے گی۔ ایک کڑی کڑی مجھے بہترین معلوم ہوا۔ اس کی شکایت ہے تو یہ کہ آپ نے ہمارے گھر کے ماحول میں آرام کا قتل کر کے میرے دل کو سخت مدد پر پہنچایا۔ غرض کہ اس ڈرامہ کے ماحول سے مجھے نفرت ہو گئی۔ کوئی مسکاسا مٹا نہیں جاسکتا ہے اسے دل نہیں تسلیم کرتا۔ صاف کہتے گا۔ فاسلام!

مخلص: پریم چند گنیش گج، کھنڈہ ۵، راج ۱۹۲۲ء

(۲۴)

بنام سید امتیاز علی تاج

ہرمان بندہ تسلیم!

منون ہوں۔ شاہکار کاتب تک منتظر ہوں۔ میں نے تو سمجھا تھا آپ نے وہ ارادہ ترک کر دیا۔ میں غالباً ۵ اگست تک اپنا افسانہ خدمت عالی میں ضرور بالضرور حاضر کر دوں گا۔ میں تو منتظر تھا اور شاید ایک بار دریافت بھی کیا تھا کہ رسالہ اجرا ہوا یا نہیں؟ ہنس، اب آل انڈیا لٹریچر رسالہ ہونے لگا ہے جس میں گجراتی، مراٹھی، تامل، نیپال، گڑھی، بنگلہ سمیت زبانوں کے ادیب اپنے مضامین بھیجیں گے۔ چونکہ اس میں ایک حصہ اردو کے لئے لازمی طور پر مخصوص ہے اور نہایت مختار حصہ۔ اس سلسلے میں چند منتخب امد مستند اردو رسالوں سے ہنس کا تبادلہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ شاہکار سے ہنس کا تبادلہ منظور فرمائیں اور اگست کا پہرہ بھیج دیں۔ میں بھی اگست کا پہرہ روانہ کر دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ مختلط روانہ کرتا ہوں جو آل انڈیا ادبی تحریک کی جانب سے انگریزی میں شائع ہوا ہے اور اس کے ساتھ یہ خط بھی اور آپ سے یہ استدعا کر دوں گا کہ آپ اس آل انڈیا تحریک میں شرکت فرمائیں اور اس میں عملی حصہ لیں۔ تحریک کے انفرادی اور مقاصد اس مختلط سے جناب پر واضح ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ حلیہ و ایک خط ارسال ہے جس کی نقل اردو کے ادیبوں کی خدمت میں و محنت کے طور پر ارسال کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس قومی ادبی خدمت میں نہ ذاتی طور پر بلکہ اپنے اثر سے بھی امداد فرمائیں گے۔

احقر: پریم چند دفتر ہنس، بنارس ۶ اگست ۱۹۳۵ء

(۲۵)

بنام سید امتیاز علی تاج

بلورم تسلیم!

آپ کے دو فرائض نامے ایک ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ تو اردو مضامین کا مجھے افسوس اس لئے ہے کہ آپ کا مختصر دورہ دیکھا گیا اور خوشی اس لئے کہ ہمارے دو چیلان کئی روحانی یا باطنی تعلق ضرور ہے۔ خدا و رسول کو وہی باتیں کہیں نہیں سمجھتیں۔ پر آپ

اپنا قصہ منہ تمام کریں۔ ہر جگہ را رنگ و بو درگیر۔

سُنکٹ لڑکچہ پر لکھنے کا میں نے ارادہ کیا تھا مگر اس کے لئے جو مواد جمع کیا تھا وہ سب ادھر ادھر ہو گیا۔ اب ہماری بے
مستحق کوئی مضمون منقریب ہیجوں گا۔ پر یہ بھیسی کے شہاب فقہ حساب کر دیں تو زیادہ بہتر۔ کل قیمت پر لغت فی صد کشین اور پرنٹل
وضع کریں۔ یوں مسخر نکلیں گے قصہ کا حساب لاکر ملے گا مئی آؤ دار سال فرماریں تو عین حیات ہو۔

میں اب تک آپ سے اپنے مضمونوں کے لئے مدد لیا کرتا تھا۔ مجھے اب بھی کوئی انکار نہیں ہے مگر چونکہ بعض بگڑی ہوئی
اس سے بہتر شراٹھ کرنے پر آمادہ ہیں اس لئے مجھے احتمال ہے کہ میرا نفس کہیں ان شراٹھ پر فریفتہ نہ ہو جائے اور مجھے اپنی خواہش کے
خلاف اپنا اچھے مضامین ان کے پاس بھیجنے کے لئے مجبور نہ کرے۔ صبح امیر کے ترازو ملاحظہ آ رہے ہیں اور وہ مجھے عرصے سے
مسخر تک بند کر رہا ہے۔ اب مجھے مجبوراً اس کے شرائط قبول کرنے پڑے۔ ورنہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ میں نے اب تک
اس میں ایک سطر بھی نہ لکھا تھا۔ اب کس حیل سے انکار کروں۔ یہ سب دیکھ کر آپ سے محض دلی تعلق کے باعث کر رہا ہوں۔ میں
حاشا یہ نہیں کہتا کہ آپ بھی مجھے عرصے دیا کریں۔ اپنے وہ کچھ مجھے بے ریتاخی دنا کر دیں۔ پراگر میرے مضامین صبح امیر میں نکلیں اور
اود مجر حیرا سست قلم آدمی لکشتاں میں اس سے بھی زیادہ تساہل کرے تو مجھے مسند خیال فرمائیے گا۔

میری وضع قطع اور شکل و سبابت کے متعلق آپ نے جو قیاس کیا ہے اس سے روحانی تعلق کا گمان اور بھی بچتہ ہو جاتا ہے
بے شک میرا سنی چالیس سال ہے۔ میں بند کا لڑکا کوٹ اور سیدھا پاجامہ پہنتا ہوں اور گپٹی ہاتھتا ہوں۔ ایک پوربی آدمی کا
پہناؤ اسٹ کیپ ہے، آپ نے گپٹی کا گمان کیوں کیا۔ کیا آپ کو اتفاق ہوا ہے؟ میں اپنے مسخر اصولوں کے خلاف اپنا ایک خورٹ
بھی اور سلی خدمت کرتا ہوں۔ اس شرط پر کہ وہ بعد ملاحظہ واپس کر دیا جائے اور یا اگر آپ بطور ایک دوست کی یا دو رکے رکھنا
چاہیں تو اس کا کسی آرٹسٹ سے ایک بڑے پیمانہ کا بسٹ بنوائیں۔ اور کیا عرض کروں۔ لکشتاں کا انتظار ہے۔ رہنہ را باہو کی کون
کون سی قصائیں کے ترجمے جناب کے دفتر سے شائع ہونے والے ہیں۔ اب کی زمانہ اجڑا ہوا میں رہنہ پر ایک دلچسپ مضمون
شکل رہا ہے۔ آپ کی نظر سے گزرے گا۔

جناب قبلہ سید ممتاز علی صاحب کی خدمت میں دست بستہ آداب قبول ہو۔

نیا زمند: پرچم چند: نارتھ سکول گورکھ پور ۴۲ جولائی

(۲۶)

نام سید اہیاز علی تاج

جناب شفیق تسلیم!

فرازش نامہ صادر ہوا۔ آپ اپنے سلسلہ اشاعت کی ترسیل کرنی چاہتے ہیں یہ امر برے لئے خاص طور پر باعث اطمینان
ہے۔ اردو میں رسالے اور اخبارات تو بہت نکلتے ہیں، شاید ضرورت سے زیادہ، اس لئے کہ مسلمان ایک لطیفی قوم ہیں اور ہر
تعلیم یافتہ شخص اپنے تئیں مصنف ہونے کے قابل سمجھتا ہے لیکن پبلشوں کا کیر قطہ ہے۔ سارے قزو ہند میں ایک بھی ڈھنگ کا
پبلشر موجود نہیں۔ بعض جو ہیں ان کا وہ ماحول جو باہر ہے کیونکہ ان کی مادی کائنات چند ہندی ماحول ہیں جن سے ملک یا زبان کو کوئی

خانہ نہیں۔ عرصہ ہوا دائرۃ الادب، دہلی میں قائم ہوا تھا اور بڑے مطباق سے چھاپکین قلمرو سے ہی دونوں میں اس کے نظم صاحب کا جو شہر ہو گیا اور وہ کچھ اس طرح غائب ہو گئے کہ معاملہ داخل کا حسب تک نہ صاف کیا۔ اس لئے میں آپ کی اس تجویز سے بہت مطمئن ہوں لیکن صاف فحاشی کے ایک ادبی رسالہ کا بار پختہ ہو کر کہہ رہے آپ اپنی نئی تجاویز میں کامیاب ہو سکتے ہیں اس میں مجھے شک ہے۔ ایک اول درجہ کا اردو رسالہ ایک آدمی کو بہت حق معصوم رکھنے کے لئے کافی ہے۔ ورنہ اس کا معیار گسے کرنا یقینی ہے۔ ایسی حالت میں آپ دونوں کام کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے تاؤتھیک آپ کو کوئی ہوشیار سسٹم نزل جنٹے اور چونکہ آج کل لاہور میں بلا معقول معاوضہ کے ہوشیار آدمی مل نہیں سکتا اور لکھنؤ کے لئے یہ بارشاید قابل برداشت ہو اس لئے آپ کو اس کے سوا اور مقرر نہیں کیا تو شامت کے ہوں یا لکھنؤ کے۔ میری ناچیز رائے ہے کہ اگر آپ شامت کا کام سر انجام دے سکتے ہیں تو لکھنؤ کو فریاد کیلئے۔ لکھنؤ جو کام کرنا ہے وہی کام اور بھی کئی ممتاز رسالے کر رہے ہیں یا کہنے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر پیشنگ کامیابی بالکل خالی ہے اور زبان کی خدمت کرنے کے جتنے موقعے اشاعت کتب کے ذریعے مل سکتے ہیں انہما در رسالہ سے ملتی نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ماہر و صائف سے زبان کی خدمت نہیں ہوتی، مگر رسائل کے وسائل محدود ہیں اور اس کے محدود اس کے تصنیف کے اکثر شعبوں سے بے فیض رکھتے ہیں۔ اردو رسالوں میں آپ کوئی ضخیم اور مختار ناچنگ تصنیف نہیں شائع کر سکتے تاؤتھیک وہ آپ کے روبرو عرونی صورت میں پیش کی جائے۔ علیٰ اخصاصہ شعر، نظریات، کیمیات وغیرہ وغیرہ سبھی اصناف کلام کا دروازہ آپ کے لئے بند ہے۔ آپ کو چاہئے کہ ہر قسم کی تفریح بخش خیلے، ٹیپ شاور وغیرہ وغیرہ تھیں تھیں چاہئیں۔ یہاں تک کہ آپ کوئی ضخیم ناول یا تہ میں لیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ تو جناب چٹ پٹے مضامین سے ناظرین کی ضیافت طبع چاہے ہو جائے لیکن زبان کی کوئی مستقل خدمت نہیں ہو سکتی۔ ایسے مضامین سے زبان کے مستقل سرمایہ میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ہوتا۔ اردو کو ہر ایک شعبہ کی اچھی اور مستند کتابوں کی جتنی ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں اور حالانکہ اس بے بھاضمتی کا باعث ایک بڑی حد تک ہماری سیاسی بے دست دہائی ہے۔ تاہم ہم نے اپنے شریک طرف اچھی اتنی توجہ نہیں کی جس کا وہ مستحق ہے۔ اگر ہم اپنی لاج رکھیں ہے تو اپنے شریک کو فروغ دینا پڑے گا اور چاہے یہ کام افراد کریں یا مجموعہ افراد انجمن سے کاروباری اصولوں پر کئے بغیر استحکام نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ایک مشترک سرمایہ سے کوئی پیشنگ کاروبار کر سکیں تو کیا کہنا۔ لاہور جیسے تجارتی مقام پر ایسی کمپنی کھولنی بہت مشکل نہ ہونی چاہئے۔ ہر حال اگر آپ اشاعت کے کاروبار میں دائرہ ڈالنا چاہتے ہیں تو لکھنؤ کو بند کیلئے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ آپ کو اس کے جاری رکھنے میں سراسر خسارہ ہے یہی میری دوستانہ صلاح ہے۔ امید ہے آپ میری صاف گوئی کو مہمان غوا نہیں گئے۔

خاکسان پریم چند - مخمور کھپور ۲۵ اگست

حصہ اول اچھی ٹیک منشی دیا نائن صاحب کی بے توجہی کے سبب معرضِ ہلاکت میں پڑا ہوا ہے مگر امید ہے کہ حصہ دوم کا شائع ہونا تازہ کار کا کام دے گا اور یہی میری عرض تھی۔

کنکشان آپ بند کرنا چاہتے ہیں۔ جب نقصان ہو رہا ہے تو غور بند کیجئے۔ جب آپ کو ولایت جانے کا موقع ملے تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا اپنے آپ کو ہمارے قلم کے اوپر ظلم کرنا ہے۔ پرائٹنگ کے دو چار سال نکل جائیں گے تو میری طرح آپ کو بھی کچھ تپا پڑے گا۔ کاش میں نے ادا نکل عمر میں ایر۔ اسٹیک حاصل کر لیا ہوتا تو یہ کس پر کسی کی حالت نہ ہوتی۔ ورنہ عدنانہ فرمانگاری کے نذر ہوا اور اب ضرورتیں ڈگری کے لئے مجبور کرتی ہیں۔ آپ بی۔ اے پنجاب سے کیجئے اور فریاد لکھتے۔ دو تین سالوں میں آپ پانچ پچھ سو روپے حاصل کرنے کے مستحق ہو جائیں گے اور اگر اخبار نویسی کی طرف مائل ہیں تو یہل بھی اول درجہ کا انگریزی رسالہ نکال سکیں گے۔ اخلاقی اور ذہنی فائدہ جو حاصل ہوں گے ان کی کوئی قیمت نہیں۔ میں نے اپنی جانب سے ایک دوستانہ خط لکھا ہے۔ مناسب بھیجیں تو اسے شائع کر دیجئے۔ مجھے اس نذر سے خوبصورتی سے نکل جانے کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ لطائفِ الحیل کے فی میں میں لکھی آتی ہیں۔ صاف صاف کہنا چاہتا ہوں۔ بنیسی اور دیگر کتب ضرور روانہ کریں۔ آپ نے گاندھی کے حالات لکھے تھے اس کی کتنی جدیدیں نکل گئیں۔ پریس بنیسی آپ کے یہاں سے کتنی نکل جائے گی۔ اب نو کنکشان کا ذریعہ اشتہار بھی نہ رہے گا۔

یہاں بارش قبل از وقت بند ہوگئی۔ فصل کا نقصان ہو رہا ہے۔

میں نے کلکتہ کے ایک ہندی پریس میں شرکت کر لی ہے۔ اریر سے ایک دوست کا ہرگا اودھ میرا۔ مجھے اپنے حصہ کے روپوں کی فکر کرنی ہے۔ اگر کام چل گیا تو پچاس ساڑھ روپے ہمارا کا فائدہ ہو سکے گا۔ اگر آپ کو تورو نہ ہو تو ستمبر میں شروع حساب طفرہ دیجئے گا۔ کل پریس ۱۶ ہزار کا ہے۔ تعزیت کے لئے مشکور ہوں۔ دو سو روپے تھے۔ ایک نے مفارقت کی۔ اب ایک چار سالہ شیر خوار ہو گیا ادا ایک لڑکی۔ ہمارا تانہی دونوں کو زندہ رکھے۔ غم جو کچھ ہوتا تھا ہو چکا۔ مشیت یہی تھی۔ مجھے عجیب اس کی مصلحت نظر آرہی ہے۔ شاید مجھے ملائیں کی زنجیر گراں سے کچھ آزاد کرنا مقصود تھا۔ خط بدل لکھئے گا۔ آپ کے خطوط سے تسکین ہوتی ہے۔

آپ کے والد صاحب بڑو گوار نے جن افغان میں مجھے یقین میرا اور توکل فرمایا ہے ان کے لئے تہ دل سے تمنی ہوں حیدر اللہ لا دی ہے دو چار احباب ملنے آتے ہیں گئے اس لطیف نصحت۔ عید مبارک! خیال میں آپ سے بھی نکل کر ہو رہا ہوں۔ والسلام

وصیت رائے۔ گوکھپدر ۲۶ اگست

(۲۸)

بنام سید امتیاز علی شاہ

بندہ فراقِ نسیم
عنایت نامہ۔ کنکشان بھی نمبر اول سے بہتر ہے۔ مبارک باد دیگر رسائل پر فوٹ کھنے کی فکر فرمادیجئے، اس سے رہا

مقبول نہ ہوگا۔
 آپ قصہ بھیک کا دلدار جانتا ہے۔ لبا ہو گیا ہے۔ دیکھتے پسند آئے تو رکھ لیجئے۔ دو نمبروں میں بک جائے گا۔ قصہ
 روکھا ہے۔ جذبات نہیں آنے پاتے۔

ناول کے متعلق تصویروں کی رائے فرمائی۔ ہندی کا بیشتر اسے جلد نکالنا چاہتا ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں تصویریں
 دی جائیں گی اس لئے فی الحال ان کا ذکر فضول۔ رہا عارضہ وہ قصہ پڑھ لینے پر آپ خود طے کر لیں گے۔ ہندی والوں نے مجھ پر
 روپے دے دیے ہیں۔ اردو سے مجھے اتنی امید نہیں۔ مگر اسطری صوفیہ کے ۱۲ کے حساب سے قبول کر لینے میں مجھے تامل نہ ہوگا۔ یہ میرا پہلا
 ضخیم ناول ہے۔ مجھے اس کی اشاعت کی فکر ہے۔ دوسرا ناول بھی شروع کر چکا ہوں۔ اور کیا عرض کروں۔
 سید قنار علی قندک کی خدمت میں آگاہ قبول ہو۔

جواب سے یاد کیجئے گا۔ والسلام!

دعیت رائے۔ گوردھپور، ۱۰ نومبر

اصغر گوندوی

(۱)

بنام علامہ کیسبی جریا کوٹی

جناب مولانا۔ السلام بنیکم
آپ نے کل مجھ سے ملنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مگر اس وقت مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے آپ کو یاد نہ رہے اور آپ بلا ہی بالافضلین لے جائیں۔ اس لئے آپ کو مطلع کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ بھگوتی سہلئے (کرشن سہائے کے بھائی) اور شادق ایمانی پر سول آپ سے ملنے کے لئے آئے دے ہیں۔ ان لوگوں کے پیش نظر جو مراحل ہیں وہ آپ معلوم ہیں۔ اگر آپ کہیں تھک لے گئے اور آپ کے قیمتی مشوروں سے یہ لوگ مستفید نہ ہو سکے تو کرشن سہلئے کو جو شکایت ہوگی اس کا آپ خود ہی مامونہ کرئیں۔ میری بابت آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے کاموں کے متعلق کتنے حوصلہ شکن اور متشائم خیالات رکھتا ہوں۔ مگر میری دونوں جن بھی ہنگاموں پر موجود ہوں وہ بھی ہوتی طبیعتوں سے ممکن نہیں۔ آپ موجود ہوں گے تو بعید نہیں کہ آپ کے نزدیک بے حس و حرکت مال گاڑیاں بھی گھسٹ چلیں۔ اس لئے کم از کم آپ کو پرسوں تک اپنا ارادہ ملتوی رکھنا چاہئے۔

احقر اصغر

۳ اپریل ۱۹۳۱ء

(۲)

بنام ڈاکٹر نذر

دی ہندستانی اکیڈمی یونائیٹڈ پرنسز، الز آباد
مکرم۔ سلام ورحمۃ۔ نامہ گرامی صادر ہوا جس کے لئے ہمہ تن سپاس ہوں۔ "ہندستانی زبان کی ابتدا" کوئی شک نہیں کہ نہایت اچھوتا اور نفیس موضوع ہے۔ ایسے ہی موقوف پر شاید یہ لوگ پڑھ دیا کرتے تھے۔
پسلی بیڑک انٹھی نظر انتخاب کی
ہندستانی اکیڈمی کے رسالے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی مضمون ہو سکتا ہے؟ رسالہ دسمبر میں طبع ہو جائے گا۔ اس لئے اسے براہ کرم نومبر تک مرحمت فرما دیجئے۔

یورپ کے کتب خانوں کے اردو مخطوطات اور نادر کتابوں کی فہرست بہت مزوری ہے۔ اسی کے ساتھ آپ کا مشورہ بھی کہ ان میں کوئی چیزیں کام کرنے کے قابل ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجناں کے دیوان کی ترتیب

اصل نام جانجناں ہے۔ لیکن جانجناں کے نام سے مشہور ہیں۔

فی الحال میرے پیش نظر ہے۔ کچھ اس کے بارے میں بھی مشورہ دیجئے۔ معلوم نہیں آپ کا قصد ہندستان کا ملک ہے۔ ہمارے ایک مشترک دوست محمد حفیظ سید بھی لندن تشریف لے گئے ہیں۔ ممکن ہے۔ آپ سے ملاقات ہو۔ ڈاکٹر زبید احمد صاحب رحمہ اللہ بخیریت ہیں۔

میرے اشعار سے یورپ میں بیٹے گز لطف اٹھانے کا سال معلوم کر کے مجھے بھی کافی لطف اٹگیا۔ مشاعروں کی وہ داد و ادب سبحان اللہ سے محروم نفس کو بہر حال غذا کا کچھ نہ کچھ سامان مل ہی گیا۔ معنون اور گرامی نامے کابلے سینی کے ساتھ منتظر ہوں گا۔

۴ مارچ ۱۹۳۲ء

نیاز کیش احقر امیر

(۳)

بنام ڈاکٹر زبید

ہندوستانی (تماہی رسالہ)

مکرمی تسلیم و نیاز مجھے افسوس ہے کہ آپ کا کوئی معنون ہمارے پہلے نمبر میں نہ نکل سکا۔ دوسرے نمبر کی تیاری شروع ہو گئی ہے اور اب آپ کے معنون کا پھر انتظار ہے۔ رسالے کا پہلا نمبر آپ کی خدمت میں روانہ کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہو تو چند سطریں اس کے بارے میں بھی لکھئے۔ تاکہ مجھے اپنی خامیوں کی اطلاع ہو اور آئندہ میں اس کی اصلاح کر سکوں۔

”ہندوستانی صورتیات“ پر آپ کا انگریزی رسالہ موصول ہوا ہے اس پر یاتو زبید صاحب یا ادا کوئی صاحب ریویو لکھیں گے۔ امید ہے کہ ”اردو شدہ پارے“ پر بھی اس نمبر میں ریویو ہو۔

حضرت مرزا مظہر جانجانا کے اردو کلام کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ انڈیا آفس یا برٹش میوزیم میں کوئی نسخہ موجود ہے۔ میرے پاس ان کتب خانوں کی کوئی نہرت موجود نہیں ہے۔ یہ خبر جو مجھے ملی ہے اگر صحیح ہو تو میں وہاں سے اس کے فوٹو کے لئے کوشش کروں۔ اس کے متعلق میں نے سر تیج بہادر سپرو کو بھی دلائل میں لکھا ہے لیکن شاید اوڈنڈیل کالفرنس کی مصروفیتوں سے انہیں فرصت نہیں ملی کہ اس کی تحقیق کر کے مجھے جواب دیتے۔

میں ایک مدت سے انتظار کر رہا ہوں کہ یورپ کے اردو خطوطات کے بارے میں آپ سے معلومات حاصل کروں تاکہ کوئی کام شروع کیا جائے۔ اب تو آپ حیدرآباد تشریف لے آئے وہاں اپنے احباب کے ذریعہ سے کوشش کیجئے کہ رسالے کے لئے کچھ اچھے مضامین بھیجیں۔ ہمارے یہاں ادبی مضامین کی بہت کمی ہے۔ زیادہ ضرورت اس قسم کے مضامین کی ہے۔ مضامین کا معقول معاوضہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ لوگ ہم خواہم تو اب کے لئے کیوں نہ تیار ہوں گے۔ والسلام احقر امیر ۲۰ جنوری ۱۹۳۲ء

لے استاد عربی تھے الا آبادیہ سندھی میں۔ لندن میں میرے ساتھ تھے اور غالباً ۱۹۲۵ء میں ہندوستان واپس ہوئے۔

لے یہ انگریزی کتب ہندوستانی فوٹو لکس ۱۹۲۹ء میں پیرس سے شائع ہوئی تھی۔

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

(۴)

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ الہ آباد - نمبر ۸۷۶ - ۲/۲۲ - J

جناب کرم - تسلیم و نیاز

”ہندوستانی“ کا ایک نمبر جناب کی خدمت میں ارسال کیا گیا تھا، غرض یہ تھی کہ آپ کوئی مضمون اس کے لئے مرحمت فرمائیں، مگر اب تیسرا نمبر نکل رہا ہے مگر اب تک اعداد آپ کے مضمون سے محروم۔ ایک بار مولینا احسن مارہروی کے یہاں آپ سے شرف نیاز حاصل ہو چکا ہے، شاید آپ کو یاد ہو۔ اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ اس درخواست کے لئے مجھے کافی حق حاصل ہے ورنہ اس کے بعد پھر ڈاکٹر زہرا احمد صاحب کو سفارش کی تکلیف دوں گا۔

مضمون کے لئے کوئی سادہ و سادہ موضوع تجویز کر لیجئے، ہندوستانی اکیڈمی مضامین کا معقول معاوضہ بھی دیتی ہے
۱۳ جون ۱۹۳۱ء
داسام نیاز مند احقر اصغر

(۵)

بنام ڈاکٹر زہرا

ہندوستانی (تماہی رسالہ)

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ - الہ آباد -

کرم - اسلام علیکم۔ مدت کے بعد گرامی نامہ صادر ہوا۔ شکریہ۔ شاہ عاتم پر آپ کا مضمون نکل گیا جنوری کا رسالہ دیتیں روز میں پہنچ جائیگا۔ دہلی میں زبان اردو کا ارتقاء نہایت عمدہ موضوع ہے۔ اپریل نمبر کے لئے مضامین پریس میں دئے جا رہے ہیں مگر میں آپ کے مضمون کے لئے گنجائش رکھوں گا۔ مگر مضمون فدا زیادہ طویل نہ ہو تو اچھا ہے۔

حضرت منظر ہرم کا اردو کلام میرے پاس وہی ہے جو عام طور پر تذکروں میں ملتا ہے۔ آبیات - گل رعنا۔ شہر الہند - تذکرہ میر جہانستان - ادب پس - ان کا فارسی دیوان بھی ہے۔ یہ ہے کل کائنات مواد اور مسالے کی۔ اس کے علاوہ آپ جو کچھ دیں گے اس کا نسخہ ہوں گا۔ مگر جو کچھ دیجئے وہ اب بھیج ہی دیجئے انتہائی کھربوگی کیا کافر نس میں الہ آباد آنے کا قصد ہے۔ مارچ میں کافر نس ہوگی۔ والسلام
۵ جنوری ۱۹۳۱ء
احقر اصغر

(۶)

بنام ڈاکٹر زہرا

ہندوستانی (تماہی رسالہ)

مکرم - سلام مضمون - گرامی نامہ مدد سید محمد صاحب کے متبرعہ کے موصول ہوا۔ سید سلیمان صاحب نے اپنے مضمون میں کہیں جدید اکتشاف کا دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ بعض تحریرات کا اشارہ کر کے دیوان

لے عثمانیہ یونیورسٹی کالج آف آرٹس میں اُن کے ریٹھ میں۔

لے مولانا سید سلیمان ندوی۔

ہاشم علی کے متعلق کچھ نئے معلومات کا افشاء کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ مضمون اثنائے سفر میں لکھا ہے ممکن ہے کہ کسی مضمون میں ان کو ہاشم علی کے متعلق کچھ باتیں مل گئی ہوں۔ لیکن انہوں نے رسالہ اردو کا مضمون اور شہ پارے کا وہ حصہ جہاں ہاشم علی کا ذکر ہے یقیناً نہیں دیکھا ورنہ ممکن تھا کہ ان مضامین سے بھی فائدہ اٹھاتے اور اس کا ذکر اپنے مضمون میں بھی کر دیتے۔ مذکورہ مضامین میں ایڈیٹر اور اسے نسخہ سے مدد لی گئی ہے سید سلیمان صاحب کے مضمون کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہندوستانی نسخہ سے اپنا مضمون تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہاشم علی کا نام، متردات کی تفصیل، مراسمِ عزت کا بیان بعض نئے انتخابات مثلاً مکر کا مجملہ ان پائنا وغیرہ سے مضمون کو خاصا مفید اور دلچسپ بنا دیا ہے۔

سید محمد صاحب کے مضمون سے یہ مترشح ہے کہ سید سلیمان نے آپ کے مضامین سے فائدہ اٹھایا اور ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

آپ سید محمد صاحب کو سمجھا دیجئے۔ میں نے براہِ راست ان کو نہیں لکھا ہے۔ صرف اس لئے کہ اصل چیز آپ ہیں۔

۱۹ ستمبر ۱۹۳۱ء

نیاز مند احقر اسفر

(۶)

بنام ڈاکٹر زود

ہندوستانی ایکاڈمی (صدر ہمتہ)، الہ آباد

محکم۔ سلام مضمون۔ آپ نے مجھے اردو ہندوستانی * دونوں کو بھلا دیا۔ * ہندوستانی کے لئے ایک زمانہ ایسا آگیا تھا کہ مضامین کا مسطحا کوئی معاوضہ نہیں دیا تھا۔ ایسی صورت میں میں نے خیال کیا کہ اب احباب کا فرض ہے کہ وہ مضامین بھیجنے کے مسئلہ پر غور کریں۔ مجھے تقاضا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ میں اپنی کوشش سے بھی غافل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاوضہ تو منظور نہیں ہوا مگر یہ طے پا گیا کہ (۱۵) روپے کی ایک انفرادی رقم مضمون نگاروں کی خدمت میں پیش کر دی جا یا کرے۔ یہ رقم اگرچہ بہت حقیر ہے تاہم پہلی صورت سے تو بہر حال بہتر اور قیمت ہے۔ اب میں نے خیال کیا کہ آپ کو بھی ادھر توجہ دلاؤں۔ امید ہے کہ کوئی مضمون تحریر فرما کر منوں بنائیں گے۔

* دیوان زادہ حاتم * کے ابتدائی اوراق بھی آپ نے ابھی نہیں بھیجے۔ اس لئے یہ کام بھی رکا ہوا ہے ذرا دیر بھی توجہ فرمائیے۔ ”عبد عثمانہ“ میں آپ کا مضمون جو اہرمن پر نکلا ہے ابھی بالاستیعاب دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ فرصت میں اطمینان سے دیکھوں گا۔ آج کل قصد ہوا ہے کہ ”نشا و روح“ کے بعد جو اشعار ہیں ان کو روح نشا ط کے نام سے طبع کراؤں۔ اس پر مولوی ابو الکلام آزاد نے بھی لکھا ہے۔ کتاب طبع ہو

۱۱ دیوان زادہ حاتم کا جو مسودہ میں نے ایکڑی کو بھیجا تھا۔ اس کے ابتدائی اوراق وہاں غائب ہو گئے تھے اور بعد کے صفحات کے پرہوت آئے تھے۔ میں نے اعتراض کیا تو دوبارہ یہ صفحات طلب کئے گئے تھے۔

جائے گی قرآپ کی خدمت میں بھی پیش کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں کوئی مفید مشورہ ہو تو اس سے دریغ نہ فرمائیے گا۔
۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء
والسلام مع الکرام
احقر اصغر

(۸)

بنام ڈاکٹر زور

کرم جناب سلام سنوں۔ شاید ہی جناب مجھ سے واقف ہوں۔ اس لئے ایک تعارفی خط کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ میں ہندوستانی اکیڈمی میں کام کرتا ہوں۔ یہاں سے ایک سماجی مسئلہ نکلنے والا ہے۔ اس کی ادارت مجھے سپرد کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور تفریق کام میرے ذمہ ہیں۔ جناب کا ”شہ پادہ“ اکیڈمی میں آیا ہے۔ فقیر یہ اس پر ریڈ کیا جائے گا۔ ان سب کچھ ہوا اگر اس تعارفی یا سفارشی خط کی غرض ابھی میں نے نہیں حوصلہ کی۔ اس لئے ایک ”تجارت نگار“ کی طرح نمبر وار عرض کرتا ہوں۔

- ۱۔ ایک معنوں رسالے کے لئے مرحمت فرمائیے۔ اور وعدہ فرمائیے کہ وقتاً فوقتاً اس میں مضامین تیار رہیں گے۔ اکیڈمی چونکہ گورنمنٹ کی ہے اور کام یہ میرا ذاتی نہیں ہے اس لئے بہ عرض کرنے پر مجھے معاف فرمائیے گا کہ مضامین کا اعزازی معاوضہ بھی پیش کیا جائے گا۔
- ۲۔ انگلستان اور فرانس کے کتب خانوں میں اگر کوئی معقول و مناسب کتاب جناب کی نظر سے گزری ہو اور جس پر آپ یہ سمجھتے ہوں کہ کام کیا جاسکتا ہے۔ اس سے مطلع فرمائیے تاکہ ان کے فوٹو کی درخواست کی جائے۔ بلاہ کرم ان کتابوں کے متعلق یہ تفصیلات بھی دیکھئے کہ ان میں کون کون سی عوام کی دلچسپی کی اور کون خواص کی دلچسپی کی ہوں گی۔ والسلام مع الکرام
احقر اصغر

(۹)

بنام ڈاکٹر زور

مکرم تسلیم۔ ”ہندوستانی“ نکل گیا ہے۔ مگر ابھی تک پریس سے آیا نہیں ورنہ اب تک دعائے خدمت کر دیا گیا ہوتا۔ میرے خاص دوست محمد حنیف سید ولایت سے واپس آگئے غالباً آپ کے بعد یہ دوسرے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔ وہ فرانس سے ڈی لٹ کی بھی ڈگری لائے ہیں۔ مقالہ ہندو فلسفہ پر تھا۔ اس کے علاوہ ادنیٰ کچھ ڈپڑے لائے ہیں۔ ہندوستانی کے لئے آپ نے بہت دنوں سے کچھ نہیں بھیجا۔ حیدرآباد سے کچھ اچھے مضامین بھجوائیے۔ اور خود بھی اپریل مہینے کے لئے بھیجئے۔

سہ رسالہ تمام ”ہندوستانی“ کے نام سے نکلا تھا۔ چند سال ۱۹۳۲ء میں
تک کتاب اردو شہ پادہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی۔

آپ کی مسانبات پر میں نے ڈاکٹر زبید احمد صاحب سے کہا ہے کہ ایک اچھا سا ریویو کر دیں۔ ابھی تک انہوں نے ترجمہ نہیں فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صدیقی سے آپ نے دیا چر لکھایا۔ بہت اچھا لکھا۔ اگرچہ انہوں نے نفس کتاب کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ تاہم یہ کیا کم ہے کہ انہوں نے لکھ دیا۔

حضرت مرزا اسلمہ جان باناں کے متعلق آپ نے اب تک مدد نہیں کی جو کچھ مل سکتا ہو دیجئے۔ ادھر ذیل کے اُس کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے مجھے لکھیے تاکہ کچھ دہر سکے تو کتاب میں آپ کی یہی تحریر رکھ پا دوں۔ والسلام

احقر امین

۱۔ ہندوستانی مسانبات ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی تھی۔

۲۔ ڈاکٹر عبد الستار صدیقی الن آباد۔

۳۔ غالباً حضرت اصغر نے یہ کتاب مکمل نہیں کی۔

(1)

خواب نشاء النساء

بسم الله

اسلام علیکم۔ میں پر اب گدھ سے فیض آباد ۲۰ فروری کو کچھ بریت پہنچا۔ یہاں جیل صاحب بڑی مہربانی سے پیش آئے اور چارپائی پر جیل ماشاء اللہ بٹھائے۔ ان سے بھی دوسرے دن ملاقات ہوئی۔ یہاں بھی حسب دستور کھانا کھجور کا خاص قتا ہے یعنی دو درویشوں کے علاوہ دوسروں کی روتی اور تھکرا دی گئی ہے کچھ بھی نہیں۔ غرض کہ ہر طرح سے آرام ہے۔ اطمینان رکھو۔ کتابیں اور اخبار بھی حسب معمول ملتے ہیں۔ بستر وغیرہ بھی اور سامان ہر قسمی شفا و نوا پایا وغیرہ سب میں اپنے پاس رکھنا ہوں۔

تمہارا نام جزیری کا لکھا ہوا کارڈ مجھے کوئی کم فروشی کو پرتاب گھر میں مل گیا تھا۔ آج اس کا لکھا ہوا کارڈ پرتاب گھر سے واپس ہو کر ملا۔ اسٹندہ خط لکھا اور اخبار سب فیض آباد کے پتے سے بھیجا کرنا۔ فیض آباد انگریزی میں یوں لکھنا: FYZABAD - میرے پاس اخبار وغیرہ بہت جمع ہو گئے ہیں۔ مغربی میں وہ سب ایک بورے میں بھر کر واپس کر دوں گا۔ اس کے بعد میں علی گڑھ کے تذکرۃ الشعراء کے صفحہ بہت سے دیوان نکالوں گا جس کی خدمت محنت سے روانہ کروں گا۔ تم وہ سب دیوان ہمارے کتب خانے سے تلاش کر کے ایک ٹرک میں بند کر کے بندرہ پور میں بھیج دینا۔ قتل بند کر دینا اور بلوچان کنجی اسٹیشن پر ڈالے لٹانے میں جس کے اندر کپڑا لگا ہوتا ہے، علیحدہ بھیج دینا۔

۱۸ ڈیڑھ ہندوستان کے دوپے پھینکنے کا حال معلوم ہوا۔ میراجی شکر نے ان کو کھڑا۔

بیمبک میں نے پرتاب لگو کر مری سے بھیج دیا تھا، غائب ہو چکی گیا ہوگا۔ ناشی سے ملال واپس لانے میں بھی محصور نہیں دینا پڑتا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ مکان سے ناشی مل بجاتے وقت دفتر چنگی میں اطلاع کو دینا چاہئے کہ ہم اتنا مل جو اس قیمت کا اس ناشی میں لئے جاتے ہیں۔ بعد ناشی پھر واپس لائیں گے۔ اس پر وہاں سے ایک رسید مل جاتی ہے جس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک حصہ ملال لے جاتے وقت چنگی کی چوکی والے لے لیتے ہیں۔ دوسرا چوکی کے وقت ان کو دکھایا جاتا ہے۔ اور سکنہ کو دفتر چنگی کے صدر دفتر میں جا کر فحشی سے میرا سلام کہیں اور رسید لے لیں۔ فحشی کو اریا ایسا ہی سمجھئے۔ یہ جاتا ہے تو وہ سب کام ٹھیک کر دیتا ہے۔

بیم صاحبہ حسرت مولانی

۲۰۰ روپے کی مالیت لکھنا کہ ہر نمائش میں ملے جاتے ہیں۔ اگر اس خط کے پھنسنے سے پہلے ہی مال نمائش میں جا چکا ہو تو مکرمی صاحب نمائش سے مل کر میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ غلطی سے ہم نے چنگی سے نمائش میں اپنی دکان سے مال لانے کی رسید نہیں لی ہے۔ اب آپ منشی کو لکھ دیجئے کہ وہ رسید دے دے۔
 تم خط روز لکھا کرو مگر میں ہفتہ وار لکھا کروں گا۔ ہفتہ کے روز غم جو ابی کا ڈکھ دیا کرتا کہ میں اتوار کو جواب لکھ دیا کروں۔
 باقی برابر سب معمول پر ہی کارڈ لکھا کرو۔ نقطہ!

حسرت - ڈیڑھ گھنٹہ جیل فیصل آباد ۵ فروری ۱۹۱۹ء

(۲)

نام نشانیہ اسلام علیکم

بسم اللہ

اسلام علیکم - ۹ فروری تک کے کارڈ پہنچے پکیٹ لمبی طے کر کئی روز سے اخبار پیکر نہیں آیا۔ معلوم نہیں کیا سبب ہو۔
 ۸ فروری تک ڈیڑھ گھنٹہ اس کے بعد ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ فروری لاکھ ڈیڑھ گھنٹہ ملا۔ تم مجھ صاحب ڈیڑھ گھنٹہ کا اخبار ۸ فروری سے لے کر نہیں روانہ کیا۔ لکھنا کہ ۸ فروری کے بعد سے اس وقت تک جتنے پہنچے نہ بھیجے ہوں وہ سب فوراً بھیجیں اور آئندہ ہر جمعہ کیلئے روانہ کیا کریں۔ پتہ انہوں نے فیض آباد کاندیاں کر دیا تھا۔ احتیاطاً پھر لکھ دینا۔
 رسالہ التاخر جنوری اور فروری کا کیوں نہیں آیا۔ جنوری کا بہت روز ہوئے کہ شائع ہو گیا ہے اور اب فروری کا بھی نکل گیا ہوگا۔ دریافت کر کے بھیجواؤ۔

نمائش کے حالات روزانہ لکھنا اور شہناز مطبوعہ کالجی کے برکے میں تقسیم کر دینا اور نمائش میں بھی سب خیموں میں تقسیم کر دینا۔ معلوم نہیں خیراج محمد نے حسب وعدہ ڈاک کر لیا یا نہیں۔ دریاں حسرت اور غالب وغیرہ طالب علموں کو اب نصف قیمت میں نہیں دے جاسکتے۔ البتہ حصہ دوم ۴ روٹل - ۱۱ میں اور شرح غالب ۱۲ میں اگر دے دو تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ ستارہ صبح کا لمبی اٹھویں نمبر کے بعد پھر کوئی پتہ نہیں آیا۔ دریافت کرنا۔ اگر برابر ہفتہ وار آیا کرے تو اچھا ہے۔

اردو شے عملی کی ابتدائی جلدیں اب نہیں مل سکتیں۔ جواب لکھ دینا۔ ظفر الملک صاحب نے کہا ہیں جتنی جلدیں رہا نہ کی ہیں، سب کا حساب لکھتی جانا مع تعداد کتب بلائے کے اردو شے عملی کی جلدیں دکان میں اندر والے حصے کے آخر میں الٹا دیئے موجود ہیں جن کو پڑھنے کا پتہ ہے۔ دفنی پناغذ معمولی نمبر ہے۔ ایک جلد پھر کو بھیج دو۔ دیگر کی طرح نئی روشنی لمبی وہ روز سے نہیں آیا۔ معلوم نہیں کیا سبب ہے۔ اب میرا یہاں کی بھیجی ہے اور میں بخیریت ہوں۔ اخبار دیکھ کر میں ایک بوری میں بھرتا جاتا ہوں جب پر لیا جھڑ جائے گا تب ملے گا۔ پھر بھیج دو۔

مندرجہ ذیل دیہاتی نمائش کے ٹکٹ میں بدکر کے سپر ٹرین پر بھیج دو۔ کبھی تھل ٹنڈا کی سب مٹی جبرستہ اور اسے لفافے میں بھیجا جرم - کو ملتا ہے نقطہ۔

۱، شاہ حاتم علی جلد چہرہ (۲)، شاہ نصیر علی اور دریاؤں کے ساتھ ایک جلد میں ہے ۳، عبداللہ خان شری جلد چہرہ -

(۵)

بنام شاط الانسادیگم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سلام علیکم کا رٹنڈہ آج بھی پہنچا اور جتنے خط و کتابت نے کھٹے سبب چھپے۔ حالات معلوم ہوئے۔ آج صبح کو میں نے انٹیفٹ گورنر کو مار دیا تھا کہ کچھ کوٹنے کی اجازت دیجئے۔ اس وقت جہاز اب آگیا کہ مل نہیں سکتے البتہ اگر کوئی مختصر بیچ تو ہم غور کریں گے۔ پس براہ روء ہوئے کہ ایک اتھنی تدبیر یہ بھی کر دیکھیں کہ سب حال ان کو کھٹے بھیجیں شاید اس پر کچھ لکھا گیا جیسے۔ مگر اس تقریر کے روانہ کرنے سے قبل میں چاہتا تھا کہ کسی پیر سے مل کر شوقہ کر لوں اس لئے آج تین تاریخیں نے جوابی مفصلہ ذیل لوگوں کے نام بھیجے ہیں کہ جو اگر مل جاؤ۔ جس، اخبارات اور اداروں کا۔

۱۔ خواجہ عروجیہ بیڑ علی مٹو ۲۔ ڈاکٹر ناتھ الدین حسن پیر مٹو کھٹو ۳۔ مٹو راجہ پیر مٹو الہ آباد

غالباً پیر مٹو ان میں سے مرنے کوئی ضرور آئے گا۔ ان سے شوقہ کرنے انٹیفٹ گورنر کے نام تحریر۔ انہ کو مل گا۔ اس کے جواب کے آئے تک اور انتظار کروں گا یہی قسمت ہے۔ باہر نہ جاؤں گا۔ اس کے۔ باقی اور احکام کی نہیں ہے اب تک تعمیل کی ہے نہ کروں گا۔ باقی حالات بدلتے رہیں۔ متفرق باتوں کا جواب اس کا رٹنڈہ پشت پر درج ہے۔

روما ۲۰۱۲۔ والے بہت سے رکھے ہیں۔ ایک ہٹل تو اس دکان میں تھا جو خالی کی گئی ہے۔ دور ہٹل دکان کے خلاف سے میں اصلی ترکی ٹیپوں کے کسی لمبے زورنگ کے ڈبے میں ہے وہ ٹکرا لیا۔ بوٹ پالش الٹی بہت ہیں۔ مٹے کے لئے تمبیا نامہ کر دی جیچا بھارت بیرو پار کے منجر سے ملیں وہ ان کو دیکھیں ٹھکانا گھر والے کہ مکان سے دروازیں گئے۔ اگر وہ زمینیں تو جامعہ کے شہر نامہ ہمارے پارچے پر مرکب دہلی سے میرا نام لے کر خرید لائیں (۲۱/۲۱) ان کا لٹا خالقاً ہے کہ مٹے گا۔ بھارت بیرو پار کا پتہ ایسور بھون قریب مسجد چنچر دی دہلی ہے۔

صرف ریویزی آڈٹ جیسا کہ میں اپنے کارڈ میں لکھ چکا ہوں بھیج دینا۔ باقی اگر ضرورت ہوگی تو میں بذریعہ رازنگو لوں گا۔ ہاں فیض حامد پریس والوں سے کہنا کہ وہ صاحب کریں میں معز بہ ان کا حساب کر کے بھیجوں گا۔ خدا!

حسرت مولانی۔ ملت پور ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء

(۶)

بنام شاط الانسادیگم

بسم اللہ

السلام علیکم۔ آج بھی تمہارا خط فزشتہ۔ ارچی پہنچا۔ گورنٹ کا حکم جب تک نہ آیا تھا اس وقت تک میں نے خط نہ لکھنے کا حید کیا تھا کہ اب تو حکم آگیا ہے اس لئے اب کوئی پابندی نہیں ہے۔ میں روزانہ خط کھڑوں کا بغیر کسی کرکھاٹے ہونے کیونکہ احکام نظر بندی کا تعمیل اس وقت تک نہیں ہو سکا ہے نہ کروں گا۔ ڈاکٹر ناتھ الدین سے تار کے جواب میں لکھا ہے کہ اگر فیس وغیرہ کی کوئی بھی تاراؤں۔ یہ بھی اچھا ہے میں ان کا تارا اگر ملت پور میں نقد رہا تو پیش کسوں گا کہ یہاں مجھ کو کافی مدد نہیں مل سکتی اس لئے مقدمہ ملے گا

مقتل کیا جائے۔

یہ میرٹھ لکھنؤ صاحب الدہا میں نہیں ہیں اس لئے ان کے کھانا ڈھیر مسافات سے تار کا جواب دیا ہے کہ جب میرٹھ لکھنؤ کا جواب میرٹھ کا کوئی جواب نہیں آیا۔ بہر حال کل بھی سینچ کو میں گورنمنٹ کو اپنی آخری تحریر لکھوں گا کہ میں علی گڑھ میں نظر بندی منظور کر لیا ہوں بشرطیکہ میرٹھ سے ذکر کر لی ازام نہ لگایا جائے اور مجھ کو بدستور اپنی روزی خود پیدا کرنے کی اجازت ہو۔ نیز ان آدمی کے سلب کرنے کا ایک مشت معاوضہ اس قدر دیا جائے کہ میں اپنا قرض ادا کر سکوں۔ اگر یہ منظور ہوگا تو جیو نہ پھر تقدیر یقینی ہے۔ غالباً ایک ہفتے میں۔

نظر و تہارے سب پہنچتے ہیں۔ گھر آنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو کامیابی ہوگی۔ ہاتھوں کے خلاف فیہ کا قصہ سب غلط ہے۔ لوگوں نے افواہ اڑا دی ہے۔ ولیعہد عبداللہ شاہ صاحب کالجی طرہوں گا۔ ان کو براہ اسلام کھانا میرٹھ لکھنؤ میں صاحب سے کہنا کہ آپ کے ذمے لاکھ روپے تھے جن میں سے علی میں بیٹی ملنے وقت نقد لے گیا تھا لکھنؤ باقی ہیں۔ ان کا حساب کتاب میں درج ہے دکھادینا۔ باقی حالات بدستور ہیں۔ کھانا یہاں ایک خانہ سال ہے وہ پکارتا ہے ہر روز میرٹھ دیتا ہوں۔ فقط!

حسرت - ملت پور ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

(۷)

السلام علیکم

بسم اللہ

السلام علیکم۔ کارڈ نوٹسٹ از مٹی پہنچا۔ جواب اسی وقت لکھ رہا ہوں تاکہ بجے صبح کی ٹیکہ میں مل جائے اور کل ہی تم کو پہنچ جائے۔ میں نے آج ۸۰۰ نفطوں کا ایک اڈنا لکھنؤ ڈنٹ گورنر صاحب کو بھیجا ہے۔ یہ آخری ترکیب ہے۔ اگر اس کو انہوں نے منظور کر لیا تو غیر وزیر ہوسل یعنی ۱۵ مئی ۱۹۱۶ء کو اسے منجے دیں گے پھر نے خلاف مترے کی کارروائی یہاں سب ڈویژنل افسر کے اجلاس میں پیش فرما کر مجھے ملے گی۔ میں اس کے لئے تیار ہوں سب باتیں اور اعتراض وغیرہ سمجھ لئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو کامیابی ہوگی مگر ایک اور بھی شخص مثل میرٹھ کے ہونا تو اچھا تھا۔ بہر حال میرٹھ صاحب کو فوراً بھیج دینا کہ اگر چاہیں تو ۱۲ منجے کی گاڑی میں رہا نہ ہو کہ براہ متفرقات میں یہاں ۷ منجے دن کو پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ۷ آئیں تو جیو کہ مضائقہ نہیں ہے، میں خود پیروی کر لوں گا۔

کاغذ ہم نے پیڑ کے سحاب سے دینا بشرطیکہ دام کل نقد ملیں۔ گروہ سب اہل حیرتیاں سب اگر تھوڑے بک لکھیں تو بچے دو گروہ دکان بدستور قائم رہنا چاہئے۔

باقی سب حالات بدستور ہیں۔ ولیعہد دونوں پہنچے۔ چڑھا ہوں۔ تمہارے سب خطوط مجھ کو ملتے ہیں۔ فقط!

حسرت - ملت پور ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

(۸)

السلام علیکم

بسم اللہ

میں کل مفضل خط لکھ چکا ہوں۔ آج بھی لکھا ہوں مگر ہے کہ یہ خط ہی تم کو ملے گا۔ اس وقت تک کہ میرٹھ سے ملتی

لال کنار سے کی گئیاں جو چار ایک ہیں ان کے ٹٹے کا پتہ یہ ہے :- رتن چند جیٹھ مل تاجر پارچہ مسکٹی مارکٹ
MUSKETRY MARKET، لاہور آباد۔ ان کی قیمت فی چار شاہ ہر ہے۔ وہی حدہ کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں۔
ایک خط التام کو لکھا کہ محمد فلسفہ جذبات، فلسفہ افتخار، دالہ مسلم خراسانی معنی سلطان جید رجوش کا بنانا دل میں الہ آباد
یہ بھیجیں ہندویشی شہ پیکٹ۔ میں مان پر دیوید علی گاہ اور ایک خط واسدیا رخاں اکبر آبادی بی۔ اے اڈیشن می ریشمی الہ آباد کو
لکھ دو۔ میرا سلام لکھنا اور لکھنا کہ آپ اپنا اخبار روزانہ الہ آباد کو بکٹ جیل بھیج دیا کریں اور ہر بکٹ کو تباہ سے لے دو گرو روزانہ کو بکٹ
جی خود دیکھنے کے بعد بھیجی کو بھیج دیا کیجئے میں دیکھ کر واپس کر دیا کروں گا۔ ایک خط سید سلیمان صاحب ندوی شبلی نزل اعظم لکھ دو
میرا بہت سلام لکھنا اور لکھنا کہ اپنا پارسل رسالت میرے نام ضرور روانہ کریں۔ یہ بھی دریافت کرنا کہ آیا آپ کے پاس
آفتاب مائناٹ موجود ہے یا نہیں۔ ضرور لکھئے۔ فقط!

سنت۔ الہ آباد ٹرٹھکٹ جیل ۱۳ جولائی ۱۹۱۷ء

(۱۰)

بنام نشتہ افسارین

بسم اللہ

اسلام علیکم۔ صریح لکھے ہیں میں نے اعلیٰ ناک منکائے نہیں ہیں۔ منکائوں گا۔ آئندہ سے منی آرڈر نامہ کے نام سے دانا
کیا کرو۔ اپنا نام نہ دینے کیا کرو۔

حسرت۔ الہ آباد ٹرٹھکٹ جیل ۸ نومبر ۱۹۱۷ء

(۱۱)

بنام مولوی بشیر الدین صاحب مرحوم

محرم بندہ!

تسلیم۔ پروفیسر ابراہیم صاحب کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ کافی فیس کے متعلق انتظام آپ کریں گے اور پروفیسر صاحب
نے مجھ سے بھی کچھ درجایں ہے اس لئے آپ اپنے ارادے سے مجھے برائسی ڈاک مبلغ فرمائیں تاکہ میں وقت پر آپ سے لکھ سوں
میں مل جاؤں۔ ابو محمد صاحب بھی شاہجہان پور سے آکر آپ کی مدد کریں گے۔ فقط!
سید فضل الرحمن حسرت مولانی۔ مولان ضلع آٹو

غزل

اپنے جنون شوق سے گھبرا رہا ہوں میں
خود جانتا نہیں کہ کدھر جا رہا ہوں میں
احساس اس کا ہے کہ مرزا دل ہے نامبر
میں گم غرض حال جو شرار رہا ہوں میں
مرد سے گزر گئی میں تری بے وفا نیل
اس تک بگڑ کر یہ نا کھانا ہوں میں
سبہ افتخاریاں نہ ہوئیں مانع اُسر
رنگ ان ہی لذتات کا کچھ پار رہا ہوں میں
شاید جنون عشق مرا نام تمام تھا
یہ کہ ہوا کہ ہوش میں پھر آ رہا ہوں میں
بیاد کچھ تو چاہئے امید کے لئے
سچی عیش بھل تو چر بھلا رہا ہوں میں
وحشت سکوت و عیان سخن کو دیکھ
بزم سخن میں وار سخن ! - ا ہوں میں

آپ کا زیر طلب وحشت

(۳۰)

بنام جناب شفا گواری

کلمتہ - کرم فرمائے عالم تسلیم
آپ کی خیر و مانت کا حال معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ اردو کی خدمت جو آپ نے اپنے ذمے لی ہے ایک
بہت بڑی خدمت ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ آپ اسے بہن و خوبی انجام دے سکیں۔ حب ارشاد تین غزلیں جو
تحریر ہینندہ کے لئے کافی ہوں گی روانہ کرتا ہوں۔
اپنا حال یاد رکھ کر دل صغیر پری پر اور پریشان حال قسم ہو گئی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ مجھے معہ اہل و عیال
کے کلمتہ چھوڑنا پڑے۔ یہاں تو فضا سخت ٹھنڈ ہے۔
مراد منزل جاننا چرامن عیش چل ہنرم
ارادہ سنہ
پناذ عیش و وحشت

(۳۱)

بنام جناب وفاراشدی

عزیزی وفاراشدی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا پوسٹ کارڈ مورخہ ۹ اپریل جو ایریل سے روانہ کیا گیا تھا۔
۱۲ کو ملا اور خط مورخہ ۱۲ اپریل جو معمولی ڈاک سے بھیجا گیا تھا صاحب موصول گیارہ دن کے بعد یعنی ۲۵ اپریل
کو پہنچا۔ اس عرصے میں مکتبہ جدید کے ساتھ میرا معاملہ طے ہو گیا۔ ۲۰ اپریل کو رشید احمد صاحب نے خط لکھ
کر معاہدے کی نقل طلب کی اور ۲۸ کو یعنی آج معاہدہ دستخط شدہ پہنچ گیا۔ میں نے اسی وقت ترانہ وحشت
(معہ قصیدہ دیوان وحشت) جو پہلے سے پیک کیا ہوا دھرا تھا۔ جسٹری کر کے روانہ کر دیا۔ یہ پیکٹ ایریل سے
نہیں بھیجا گیا ہے اس لئے گیدہ بارہ دن کے بعد لاہور پہنچے گا۔

مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ کی بارگاہِ پیرو گئے۔ اہلِ مکتبہ نے بے اعتنائی سے
عزیزی غفر ناشی مداح کے خط کی نقل جو آپ نے بھیجی ہے اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انہوں
نے مجھے کوئی خط لکھا تھا جس کے جواب کا انہیں اندازہ نہ تھا۔ مجھے تو کون سا اُن کا نہیں ہے۔ یہ معلوم
کس پتے پر انہوں نے بھیجا ہے۔ شاید مہر پور بھیجا ہو۔ انہوں نے بن عبت آیز انصاف میں اپنے خیالات غفر
کئے ہیں ان کی قدر کرتا ہوں۔ جب کتاب چھپ جائے تو دو کچھ کاپیاں خرید کر اپنے دوستوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔
میں نے نہ اندازہ وحشت کی ترتیب میں نفرا تھاک انہیں اس پر ڈانٹا ہے۔ جو میری نظر میں کچھ نہ کچھ بات
اپنے میں رکھتے ہیں۔ تاریخی نام ایک عزیز نے پیش کیا اور میں نے ان کا دل خوش کرنے کو قبول کر لیا۔
کائنات کے لئے خود کو وحشت سوانہ بنی جو آپ سے طلب کی تھی اس کے متعلق میں فکر چکا ہوں کہ
زندگی میری کوئی زندگی نہ ہوگی۔ قیامت کی طرح دن کا۔ ویسے۔ میں خود اپنے متعلق کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ آپ نے یہ
کام میرے لئے بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔

امید ہے کہ آپ اور آپ کے متعلقین غفر و نافریت سے دور گئے۔

آپ کا غیر طلبِ وحشت

۱۲ اپریل ۱۹۵۸ء

(۵)

مکتبہ وقارِ اشرفی صاحب

عزیزی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مروت نامہ موصول ہوا کہ باعثِ مسرت ہوا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مکتبہ جدید دہلی کے ساتھ میرے
معاہدے کا طے ہو جانا آپ کے خیال میں بہت مناسب ہوا۔ امید ہے کہ وہ اس کام کو خوبی کے ساتھ انجام دیں گے۔
عزیزی غفر ناشی کا خط مجھے ملا اُمید ہے کہ آپ نے جواب بھی لکھ دیا۔ یہ دنیا فتنہ کے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ
ایک مبطل مضمون اہلِ جنگا کی خدمات پر جو اردو کی ترویج و ترویج میں انجام پائی ہیں لکھنا چاہتے ہیں۔ اس کام کے
لئے آپ ایک خاص استعداد کے حامل ہیں۔ آپ کی خواہش ہے کہ جب آپ کتاب یا مضمون لکھیں تو میں اس
پر ایک مقدمہ لکھوں۔ میں خوشی سے چند کلمات بطور پیشِ نقد لکھ دوں گا۔ مقدمہ لکھنا اب میرے لئے
مفکمل کام ہے۔ آج کل کی بنائی کے کم ہو جانے سے لکھنے پڑھنے کا کام کم ہی کرتا ہوں۔ ماہِ ذی قعدہ میں
میرے لکھے ہیں وہ لکھنے میں لکھے گئے تھے۔ ہمارے کتاب میں میرے پاس نہیں اور میں لکھ پڑھ سکتا تھا۔ لکھتے چھوڑا
نہ اسبابِ ناز و آری کے ساتھ کتابیں بھی چھوڑا گیا۔ چند باتیں جو آپ نے دریافت کی ہیں ان کا جواب ملاحظہ
کے ساتھ دینا میرے لئے آسان نہیں ہے۔ کہہ نہ سکوں کہ اسلام آباد کا کالج جہاں میں اردو کی تعلیم دیتا تھا۔ پندرہ برس ہوئے
میں نے چھوڑا اس کے بعد لیڈر ہاؤس کالج میں فارسی کی تعلیم دینے لگا۔ اب مانتے کام نہیں رہتا۔ یہ صمیم ہے کہ
بار و بار دہر دہر مرصع سے ماخوذ ہے۔ لیکن سلیس اردو کی پہلی کتاب بننا۔ ہمارے جو مکتبہ میں لکھی گئی ہیں ان میں
(مضمون عالمِ طاق) سید محمد حیدر بخش کی تصنیف ہے۔ اور آرائشِ محفل (ہندوستان کے شہروں کے حالات) نیز شری علی

افسوس کی تصنیف ہے۔ بوستان خیالی اور اصف ہلالی کے مصنفوں کے نام یاد نہیں ہیں اور تحقیق طلب ہیں۔ لاہور کے کسی کتب خانے میں ان کتابوں کو تلاش کیجئے تو مصنف کے نام بھی معلوم ہو جائیں گے۔ یہ دو کتابیں کلکتہ میں نہیں لکھو گئی تھیں۔ دہلی یا لکھنؤ میں لکھی گئی تھیں۔ باقی باتیں کتابوں کے متعلق جو آپ نے لکھی ہیں۔ میرے خیال میں صحیح ہیں۔ کلکتہ کے شعراء کا کلام اب میرے پاس کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ شاید کلکتہ کے شاعر صاحب جو میرے خیال میں ایک نہایت بالکمال شاعر ہیں کچھ آپ کی مدد کریں ان کا پتہ ذیل میں ہے۔

سید طاہر علی شاکر معرفت محمد یوسف باری والا۔ لہم شمس اللہ دہلی روضہ کلکتہ

کائنات کا پرچہ مرصع بہت پسند آیا۔ امیہ ہے کہ آپ مع متعلقین خیر و عافیت سے ہیں۔
۲۰ مئی ۱۹۵۷ء
آپ کا خیر طلب و حشٹ

بنام جناب دقاراشدی صاحب

(۶)

عزیزی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پوسٹ کارڈ مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۷ء معلوم ہوا کہ آپ کا محکمہ حیدرآباد سندھ کو منتقل ہونے والا ہے۔ بندگی بپاگی۔ لاہور سے نکل کر سندھ کے ریگستان میں جانا ایک مصیبت ہے۔ آپ نے تنگدستی کے ساتھ باہر ترقی کا ذکر کیا ہے۔ اگلے نمبر میں غالباً میری ایک غزل سوگی اور بچپن کے ہے کہ وہ شمداد میرے پاس آئے گا۔ میں آپ کے مضمون "اردو کی ترقی میں رنگاں" کا حصہ "مکرمہ پڑھوں گا۔ چونکہ اس میں میرے ذکر ہے گا اس لئے اس مضمون پر میری رائے کا اظہار نامناسب ہوگا۔

جو ہم صاحب کلکتہ سے کام کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کائنات کے موعود و حشٹ نبر کے لئے مضمون لکھا ہے اور ان سے معلوم ہوا کہ جو د صاحب نے بھی لکھا ہے۔

ترانہ و حشٹ کی طباعت کا کام اب شروع ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں غفر ناشی صاحب کا بھی ایک خط آیا ہے اور کتبہ کے مہتمم رشید احمد جو دھری نے بھی مجھے ایک خط لکھا ہے۔ امید ہے کہ دمبر تک کتاب چھپ جائے گی۔
۱۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء

بنام جناب دقاراشدی صاحب

(۷)

دعا کہ۔ عزیزی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ایش مسرت پڑا معلوم ہوا کہ آپ نے یہ خط دیکھ کر ہنسنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ اور اپنے جواب کو اس نے پڑھنے سے آگاہ کیجئے۔ برہم صاحب دھاک آئے تھے معلوم نہ تھا وہ میجر کائنات کو اپنا مضمون کیج چکے ہیں۔ جو د صاحب کا حال معلوم نہیں اور میں دشت نبر کائنات کے متعلق اپنے کسی نے والے سے ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ آپ اس کام کو جلدی انجام دے رہے ہیں نہ تازہ حشٹ کی کتابت جو رہی ہے اور ممکن ہے کہ دمبر کے آخر تک کتاب مکمل ہو جائے۔

آپ کا مضمون ترقی میں میری نظر سے گزرا۔ یہ مضمون قابلِ قدر ہے۔ دُعا کا میں اکثر میرے ملنے والوں نے اس کو کچا اور تعریف کی۔ ایک فہرست سی میرے شاگردوں کی اس میں لکھوائی۔ یہ نہ ہونی تو بہ تھا۔ اس فہرست میں دو چار نام ایسے ہیں جن کے متعلق میں نہیں چاہتا کہ لوگ انہیں میرے شاگرد سمجھیں۔ خیر اب تیرا زمانہ رشتہ ہے۔

حضرت شمس کے کاغذ میں آپ نے عزیز کا نام لکھا ہے، یہ اسی کے شاگرد تھے۔ اپنے بھائی مولانا سے اصلاح لیتے تھے۔ ان کو آپ نے بعید حیات بتایا ہے۔ دو تین سال ہوئے انہوں نے فضا کی۔ اکمل مرحوم کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اگر ان کا سدا اہام جمع کیا جائے تو کم از کم پانچ مہینوں کا بیٹ ہو سکتا ہے۔ یہ عقیدت نہیں ہے۔ بیشک ایک دیوان متب ہو سکتا ہے۔ مرحوم کہتے کم تھے لیکن جو کہتے تھے غیب کہتے تھے۔

دُعا کا کہ شعراء میں آپ نے ایک نام لکھا ہے شرف الحسینی کمالی۔ ان کا غرض کمالی نہیں شرف ہے۔ امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیر رہیں۔

آپ کا خیر طلب و وحشت

۲۴ نومبر ۱۹۵۷ء

(۸۹)

ام جناب وقار اشادی صاحب

دُعا کا، مشرقی پاکستان۔ عزیز سیام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
محبت نامہ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۵۷ء۔ لیکن جیسے سنت کے سخت خلق ہو کہ آپ کی بچی بیک ایک اللہ کی پیاری ہو گئی۔ جو آپ کے دل پر گزری ہے وہ آپ ہی کا دل مانتا ہو گا۔ صبر آتے آتے آئے گا۔

تھکتے تھکتے تھیں گے اکثر دونا ہے یہ کچھ سہی نہیں ہے
آپ کو اب تک معلوم ہو گیا ہو گا کہ ایک جاگداز سائیکل کا جو کچھ میٹا ہوا ہے۔ وہ قریب بقی کی ناگہانی موت ہے۔
دل سے کسی طرح نہ مٹے گا قمر کا داغ باقی مرے جگر میں رہے گا بنگلہ کا داغ

قمر میرا شاگرد ہی نہ تھا وہ مجھے فرزند جیسا عزیز تھا۔ فاسے قمر
جی اہل سید اقبال عظیم کا مضمون فورنگ میں میری نظر سے گزرا۔ بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اگرچہ مضمون کا موضوع اس قدر کے قابل نہیں ہے۔

مجھے اپنا فوٹو کھینچوانا پڑا تھا ایک لکھنؤی وحشت بزرگائیت کے لئے مفوض ہے۔
خاندان بنگالی سے کائنات میں مری طوائف ہوتی تھی۔ خوش گوشتاوتھے ان کے حالات سے میں باخبر نہیں ہوں۔
آپ کی اور متعلقین کی شہرہ عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

آپ کا خیر طلب و وحشت

۱۶ جنوری ۱۹۵۷ء

(۹۰)

ام جناب وقار اشادی صاحب

دُعا کا، مشرقی پاکستان۔ عزیز سیام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
محبت نامہ مورخہ ۱۸ جنوری مورسل ہوا۔ صاحب سیم جون کے آئیہ متعلق ہیں۔ میں باخبر نہیں ہوں۔

”ایک دافع نیک نام شدہ دافع دیگر نہیں“ جی بھرا آیا اور اس سے دعا نکلی کہ اللہ آپ کو صبر دے۔
 میں اب بہت ضعیف، و ناتواں ہو گیا ہوں۔ نقل و حرکت بدشوری ہوتی ہے۔ لیکن مجھے لکھا علاج کو
 دو چار دن میں مجھے لکھتے جانا پڑے گا۔ بھارت نے میری پیش روک دی ہے۔ مزدوری کا ردوائی لکھتے ہیں کہ یہ ہو سکتا ہے
 آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ قمر مروج پر ایک مضمون غادر کے لئے بھیج چکے ہیں اور مزیدی غفر ہاشمی
 پر بھی ایک مضمون آپ نے مدیر داربا کے نام بھیجا ہے۔ جب یہ مضمون شائع ہوں گے تو میں مزدور انہیں پڑھوں
 گا۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ بنگال میں اندو کے موضوع پر آپ نے ایک مبسوط کتاب تالیف کی ہے۔ یہ ایک
 بڑی خدمت آپ نے انجام دی۔

غفر ہاشمی سلمہ کا ایک خط آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ترائہ وحشت منقرب بازار میں آئے والا ہے
 ۱۴ جنوری ۱۳۵۲ء آپ کا خیر طلب وحشت

(۱۰)

بنام جناب۔ قارا شدی صاحب

دعا کا۔ مشرقی پاکستان۔ عزیزی و قارا شدی صاحب سلمہ، لکھنؤ،

آپ کا بھجوا ہوا اخبار آفتاب ملا۔ جس میں آپ نے ترائہ وحشت پر ایک پرزور مقالہ لکھا ہے جس
 نے اسے بڑی دلچسپی سے پڑھا یہ دیکھتے ہوئے کہ میرے عقیدہ مند میرے متعلق اپنے حسن ظن کو کس حد تک پہنچا سکتے
 ہیں! جہاں تک تجوہنگاؤنی کے اصل سے تعلق ہے آپ نے اپنے کام کو نہایت خوبی سے انجام دیا ہے۔
 اگرچہ نقاد اکثر ”بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب استاں کے لئے“ مجھے یقین ہے کہ اس مقالے کے پڑھنے سے
 آپ کے حسن تحریر کی داد دیں گے۔

امید ہے کہ آپ مع الغیر ہیں۔ میرا حال یہ ہے کہ بہتر پر پڑا رہتا ہوں۔ خطوط کے جواب بمشکل تحریر کرتا ہوں
 ناتوانی سے بڑھ گئی ہے۔

دعا کا طالب وحشت

۲۴ اگست ۱۳۵۲ء

(۱۱)

بنام عابدہ فاضلی صاحبہ اسلامیہ کالج پٹنہ اور

دعا کا۔

خلک اس نسیم بشارتے کہ زنا تب از فقرے رسد پس از انتظار سے دور تے خبرے ز جگرے رسد
 محب و دنواز نسیم و نیاز۔

مکتوب محبت اسلوب میرے دل کی دوا لایا۔ یہ خبر مجھے جی تھی کہ طبیعت آپ کی بہ مزہ ہے۔ لیکن
 آپ کا پتہ معلوم نہ تھا اس لئے کوئی خط نہیں لکھ سکا۔ صدیقی سید اقبال عظیم کو ایک پورٹ کا رٹ لکھا کہ مجھے آپ
 کے پتے سے مطلع فرمائیں۔ کوئی جواب ان کا نہیں آیا جس سے قیاس کرتا ہوں کہ میرا خط انہیں نہیں ملا۔
 نیا کا شک ہے کہ آپ کے مرض میں افادہ ہے۔ اس کی درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کو شفا ملے کمال

عطا کرے۔ تبت بہ از طبیبان نیازمند باد! کیا کہوں آپ کس قدر یاد آتے ہیں۔ آپ جیسے علوم دانی
ادب و محبت مشکل سے ملتے ہیں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

جناب اثر صاحب کو میرا سلام کہئے اور ان سے یہ بھی کہتے کہ میرے اپنے وہ میان۔ اہ و ہم کار تہا
مزدوری نہ سمجھیں۔ میں نے جو پیش لفظ ان کے دیوان کے لئے لکھا اور جو انعامیں ان کے کلام پر دیں یہ عملی
خدمت اس کی مقتضی نہیں ہے کہ اس کے لئے ایک خط بھی لکھا جائے۔ ان کا تشریح آپ کے خط سے واضح
ہو گیا اور میں نے ان کے تاثرات کا چورا اندازہ کر لیا۔ میں اپنے متعلق کیا لکھوں۔ بس زندہ ہوں اور احوال غنیمت سمجھتا ہوں
۴ اربو سبر ۱۳۵۳ھ

بندہ محبت و شہادت

(۱۶۱)

جناب دقاراشدی

ڈھاکا۔ عزیز دقاراشدی صاحب سلمہ اللہ من الثواب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ لکھنچکر پمٹ مسرت ہوا۔ یہ سچ ہے کہ میں مشکل پڑھ لکھ سکتا
ہوں، لیکن خط کا جواب مشکل سے قلم چلا کر لکھ دیا کرتا ہوں۔

یہ معاذم کر کے خوش ہوئی کہ آپ کی کتاب بنگال میں اردو زیر طبع ہے۔ آپ نے اردو ادب کی ایک بڑی خدمت
کی ہے جو ہر طرح قابل تحسین ہے۔ سید اقبال عظیم صاحب پر دینر چٹا گانگ کا لٹ نے بھی ایک کتاب شائع کی ہے
جس کا نام ہے 'مشرقی بنگال میں اردو'۔ آپ کی نظر سے شاید یہ کتاب گزری ہو۔

آپ نے میری تعویذ طلب کی ہے۔ یہ میں اللہ دس دن میں بھیجوں گا۔ تعویذ موجود نہیں ہے۔ مجھے
اس کے لئے نوٹو گرافز کے یہاں جانا پڑے گا۔ کوئی آدمی جو مجھے رکشا بٹھا رہے ہوں، اس کی تلاش ہے۔

آپ نے اللہ ظاہر کیا ہے کہ بنگال میں اردو کی اشاعت کے بعد ایک کتاب 'حیات و شہادت' مرتب

ہوئی۔ اس خیال میں آپ کی محبت کا دفر ہے۔ 'حیات' اس شخص کی لکھی جاتی ہے جس نے اپنی زندگی میں متعدد

مفید کام کئے ہوں۔ میں محض ایک متغزل ہوں۔ غزل گوئی کے سوا دنیا میں کچھ نہیں کیا۔ بہتر ہے کہ آپ اس

خیال کو ترک کر دیں۔ آپ کی کتاب بنگال میں اردو میرے تذکرے سے ملو ہے۔

علی حسن سلمہ کا پتہ ہے۔ ALI HASAN, C.S.P.D.M. RAJSHAH, EAST PAK.

آپ کا خیر طلب و شہادت

۳۰ دسمبر ۱۳۵۳ھ

پروفیسر محمد محفوظ الحق

بنام نصیر الدین ہاشمی

(۱)

محترم و مکرم - سلام مسنون -
(ایسی ڈنسی کاغذ نکلتے)
میرپ میں دیکھنی معلومات، لاشکر یہ قبول فرمائیے۔ آپ نے زبان و ادب پر بڑا احسان کیا ہے، آپ کی کتاب تلاش و تحقیق اور کاکوش و تدقیق کا ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ اور آپ کی محنت کا بدلہ دینا ظلم ہے، آپ نے جو مردہ پیش کیا ہے وہ کسی اور بجا مشکل سے مل سکے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ جو مٹی نہ جاسکے۔ اگر اس کا صحت ملتا تو ہم میرپ کے دیکھنی معلومات سے کافی مدد تک بے نیاز ہو جاتے

رسالہ اردو میں جو تنقید چنی ہے وہ اب تک میری نظر سے نہیں گزری امید ہے کہ ہفتہ عشرہ میں اسے دیکھ سکوں گا۔ اگر وہ تنقید ذاتی اختلاف کی بنا پر لکھی گئی ہے تو مجھے اس کا بے حد افسوس ہے، تحقیقات کا کام ایسا ہے کہ غلطیوں کا ہونا لازم ہے۔ بھول چوک ضرور ہوگی، ذرا گزشتہیں ہی ہوں گی، بعض نظریوں سے اختلاف بھی ہیں۔ مگر، اور چند سال بعد آپ خود ترمیم و ترمیم کریں گے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ محاسن کے چشم پوشی کی جائے اور چند غلطیوں کی بنا پر نہ صرف ادا اس کی کتاب کو مورد وطن و تشنیع بنایا جائے، اس قسم کی دل آزار تنقید کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت ہمت ہوتی ہے، ادب نے کام کرنے والوں کو جرات نہیں ہوتی کہ وہ اس میدان میں قدم اٹھائیں۔ میں "دکنیات" کا ماہر نہیں بلکہ ایمان کی بات تو یہ ہے مجھے اس سے دھکا بھی لگاؤ نہیں ہے، احمد جبین کی ماہ پر میرپ مضمون لکھنے کو کھ تو دیا لیکن خیال ہوتا ہے کہ تنقید نگار صاحب میرپ بھی خبر نہ لیں۔ اگر یہ ہوتا تو مجھے افسوس ہو گا۔ تنقید اچھی چیز ہے لیکن اس کا معیار وہی ہونا چاہئے۔ جس کو ڈاکٹر محمد الدینی نے بتایا ہے ورنہ وہی کہنا ہو گا جو حافظ نے کسی زمانہ میں کہا تھا۔

غزلی خوانی و خوش خوانی فی داند و شیراز
بیا عاقل کہ ماعودا بلک و دیگر اندازیم

آپ نے جنیدی کے متعلق جو اطلاع دی ہے اس کا شکریہ قبول فرمائیے، میں چاہتا ہوں کہ جبرگ ل "پوچھ کھوں" ایضاً ایک سوٹ بھی بلال کا نسخہ دی ہے جس کا ذکر اسٹوارٹ نے اپنی فہرست میں کیا ہے، اس کے اور غلطیاں

کہاں کہاں ہیں؟ آپ کی کتاب میں اس شہر کی یادیں نہیں، حیدر آباد میں اس کے محفل کا ذکر ہے۔ یہ مضمون ہندوئی
کو بھیج دیا گیا۔ انشاء اللہ اس کی ایک کاپی غرضت کو درگاہ
براہ کرم بھروسہ کے بارہ میں مطلع فرمائیں۔ امید ہے کہ مزاج مالی بعافیت ہو گا۔ والسلام
۲۰ فروری ۱۳۳۲ء
نیا دکنش محمد علی

(۲۰)

بنام فقیر الدین شاہ

شفقی سلام - سرین -

آپ کے گرامی داد کا جواب آج دے رہا ہوں۔ دیر کی وجہ سے سیر کی گئی ہے۔ میں ۳ جولائی کو کلکتہ پہنچا۔ کچھ
عرصہ ہو کر میں نے محمد بی سید خورشید علی صاحب کو کلیات شام کی دستیابی پر مبارک باد کا خط لکھ دیا تھا۔ آج ان
کا جواب بھی آ گیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں گورنمنٹ کولہرہ ہاؤس میں ڈائریکٹر کے ذریعے کے شائع کرنے کا انتظام کیا
جائے، اگر آپ کے ذریعے اس قسم کا کوئی واسطہ کیا ہے تو آپ کو زبردست شکریہ ہو گا۔

آپ کا مضمون بے مثل ہے۔ میرے دوست یہاں ہیں جن کو دیکھ کر شہر سے دلچسپی ہے، انہوں نے
بھی بہت پسند کیا، آپ کی کوشش کا دلچسپی مستحق نہیں ہے، خدا کرے ایسے ہی فوائد آپ کے ہاتھ آتے رہیں،
”مہر گیل“ میں نے منگوا لیا ہے۔ ۱۳۳۲ء میں تالیف ہے، اشعار کا غلط قریشی ہے، امیر بریلوئی
کی فرمائش سے لکھا ہے۔ نغمہ کتابت کا بہت عمدہ نمونہ ہے۔ ۱۳۳۲ء میں دریا خان کے لئے لکھا گیا ہے کاتب
نیک نام خان بہادر کے لشکر میں تھا۔ آپ قریشی کے متعلق کچھ اطلاع دے سکتے ہیں؟ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت
ہو گا۔ والسلام

عمر

۲۹ جولائی ۱۳۳۲ء

(۲۱)

بنام فقیر الدین شاہ

محمد وحی دکنی

سلام - سرین - حضرت امجد کی شادی کا شکریہ قبول فرمائیے، رسید پہلے بھی معاذ کر سکتا تھا۔ لیکن
چاہتا تھا کہ کتاب کو اچھی طرح پڑھ لوں تو پھر اپنی ناچیز رائے سے مطلع کروں۔

حضرت امجد زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ ان کے کلام میں وہ کیفیت، وہ سوز، اور وہ حقائق و معارف
موجود ہیں جن کا اثر قلب و دماغ پر ہمنا لازم ہے آپ نے یہ رپورٹ لکھ کر ادب و ادب پر احسان کیا ہے، دعا ہے کہ
کچھ عرصہ بعد اس سے مکمل تر رپورٹ شائع فرما سکیں۔ کیونکہ ملادوگان امجد کی اس سے پیاس کچھ نہیں سکتی۔

دعا ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہو۔ والسلام

۲۳ اگست ۱۳۳۲ء

نیا دکنش

محمد علی

پیام ڈاکٹر فخر الدین احمد آرزو

(۴)

مکرم بنده تسلیم

گرامی نامہ کا شکریہ، آپ جس موضوع پر کام کر رہے ہیں وہ نہایت اہم ہے، لیکن تلاش و تحقیق کے وسائل ہاں بہت کم ہیں۔ میں نے بہار کی متعدد شرکی تاریخ پر کوئی کام نہیں کیا ہے۔ ایک زمانہ میں خیال ہوا تھا کہ سید حمید الدین بہاری کے "خوان الوان" پر کچھ لکھوں۔ لیکن مصنف کے متعلق کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ اس لئے یہ خیال ترک کر دیا، "حدث ویم کالج کلکتہ" میں بروکت میں لکھی گئیں ان میں ایک "خوان الوان" بھی ہے، مصنف کا نام سید حمید الدین بہاری ہے سنہ ۱۲۱۹ء کا ذکر نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ۱۲۱۹ء کے قبل کی تاریخ ہے کتابت میں مختلف کماؤں کی ترکیبیں لکھی ہیں اس کی کوئی اپنی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کلکتہ کی رائل ایشیائی سوسائٹی کی لائبریری میں ہے اور دوسرا نسخہ لندن میں برٹش میوزیم میں ہے۔

منظر الذکر نسخہ کا مال آپ کو J.F. BLUMHARDT کی

CATALOGUE OF HINDI, PUNJABI AND HINDUSTANI MSS. IN THE B.T. 14 MUSEUM.

صفحہ ۳۰ (نمبر ۳) پر ملے گا، مختلف کا بیان ہے کہ اس نے اس کتاب کو ڈاکٹر گلکرسٹ کے ایلسے لکھا، اور نیز کریم ایک فارسی خوان الوان کا ترجمہ ہے، فارسی میں اعلیٰ سیادت پر مختلف کتابیں ہیں لیکن "خوان الوان" نامی کسی فارسی تالیف کا مجھے علم نہیں،

۲۔ رسالہ مضامین و مضامین وغیرہ میں نے اب تک نہیں دیکھا اس لئے کوئی رائے نہیں دے سکتا۔

۳۔ شاہ شرف الدین بیک منیری کے حالات پر کوئی محققانہ کتاب میری نگاہ سے نہیں گزری، آپ پر ونیر حافظ شمس الدین احمد صاحب (پٹنہ کالج) سے دریافت فرمائیں۔ انہوں نے میر پر ایک فاضلانہ مقالہ ادیشنل کانفرنس (پٹنہ) کے اجلاس میں پڑھا تھا کہ وہ مزید روشنی ڈال سکیں گے۔

۴۔ عالم علی عظیم آبادی سے میں واقف نہیں۔

محفوظ

والسلام

مکرم بنده تسلیم کے نوان الوان کے نسخہ کے بارہ میں اگر مزید اطلاع کی ضرورت ہو تو مزید تحریر فرمادیں۔

مکرم بنده: مجھے خدا بخش خان ڈاکٹر بیری میں کچھ کام ہے، کیا آپ میری امداد فرما سکتے ہیں، کام چند گھنٹوں کا ہے! اگر آپ کو فرصت اور موقع ہو تو مزید تحریر فرمائیں، آپ کو زحمت دوں گا۔ والسلام

محفوظ

۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء

(۵)

ام ڈاکٹر فخر الدین احمد آرزو

مکرم بنده تسلیم

آپ کی گزارش کا شکریہ، آپ نے بڑی زحمت فرمائی، آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہاں صاحب پر بعض

اصلاحیں صائب کی ہیں۔ چنانچہ آپ نے نقل بھی ارسال فرمائی ہے۔ لیکن آپ نے نسخہ کا نمبر نہیں تحریر فرمایا۔ براہ کرم نمبر صندوق تحریر فرمائیں۔

کلیات صائب (۱۰۶، ص ۱۰۷) کا نسخہ میری نظر سے گزر چکا ہے، آخر میں چند غزلیں صائب نے ضمیمہ لکھ کر بڑھائی ہیں، آپ نے لکھا ہے کہ ”دیوان کا ایک اور نسخہ ہے اس پر بھی صائب کی ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں ہیں آخر میں دستخط ہے۔ ابتدا میں دیوان صائب لکھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ کا ایک شعر؟
براہ کرم اس نسخہ کا نمبر سسٹنہ کتابت، تعداد اوراق (اگر معلوم ہو سکے) اور صائب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں کا پہلا شعر دستخط کی نقل وغیرہ روانہ فرمائیں، میں ڈانٹاں جوگی۔

ب حمید الدین بہاری کی ”خوان نعمت“ کی ابتدائی عبارت کی نقل ردوان کرنا ہوں، ایسا ایک ہنگامہ کا نسخہ آخر میں تاقص ہے، یعنی چوبیسواں باب موجود نہیں، یہ نہیں ہے کہ صفحات غائب ہیں بلکہ صفحہ ۹ پر چوبیسواں عنوان لکھ کر جگہ چھوٹی بنی ہے، کتاب کا خیال تھا کہ بعد کو یہ چیز بڑھائی جائے گی لیکن مرتبہ نہیں ملا۔
بلہارٹ کی فہرست میں کتاب کا نام ”خوان الوان“ ہے۔ حالانکہ خوان الوان اس کتاب کا نام ہے جس سے یہ کتاب ترجمہ ہے۔ ترجمہ کا نام مولف خود ”خوان نعمت“ بتاتا ہے۔

خوان نعمت کا ذکر مسٹر سید محمد ایم اے نے ”باب نشر اردو“ ص ۲۶۲ و ص ۲۶۳ پر کیا ہے، معرفت کوئی نسخہ نہیں ملا، انہوں نے بلہارٹ کے حوالے سے کچھ لکھ دیا ہے۔ معرفت ایک بات یہ لکھی ہے کہ چونکہ یہ کتاب مسٹر فلگرٹ کے ابائے بھی گئی ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سسٹنہ میں یا اس سے پہلے بھی گئی، کیونکہ سسٹنہ میں مسٹر فلگرٹ ڈرٹ دیم کالج کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر واپس گئے۔
صائب کا ایک کلیات جس کی تحریر سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہو چکی ہے اس لئے صائب کی تحریر کے بارہ ہر کئی نہیں۔
۲۰ اپریل ۱۳۵۶ء
دعوت اسلام محفوظ

(۹)

بنام ڈاکٹر فتاح الدین احمد آندو

مخدومی دکنی قسیم
خط نے مسودہ کیا، آپ کی صائب کا معنی ہوں کہ دیوان صائب (نادر فیبر، ۱۰۷، انگریزی ۱۳۴۷ء) کے متعلق پوری مزاح فرمادی، یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس دیوان کے صفحہ اول پر جو شعر:
محو کے از صفہ دلہا شود آثار من
میں ہماں دوزم کہ می یابند از اشعار من
خود صائب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے وہی شعر کلکتہ کے نسخے پر بھی صائب نے اپنے ہاتھ سے بڑھا دیا ہے فرق یہ ہے کہ یہاں کا چھوٹا نسخہ ۵۰۰ ورق کا صائب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور وہاں کے نسخے پر چند غزلیں اس نے اپنے ہاتھ سے بڑھائی ہیں۔

”خوان الوان“ کے ایک ”خوان“ کی نقل مترتب زمانہ خدمت کہہ سکتا ہوں کہ مجھے معرفت سید کو خدمت برقی چلا اس سید کو یہاں پہلے کا نمبر لکھا

بندہ کی اسلئے مدرسہ بنو مائتیل کو غلاموں کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا انشاء اللہ۔ آپ نے اس غلام کو نمبر ۲۳۳ کا پہلا اصل مکمل ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے خطا یعنی ۲۶ مارچ ۱۵۲۱ میں نسخہ نمبر ۱۰۲ اصلاح الدین کے اشعار درج تھے۔ حالانکہ آپ کے ۲۶ مارچ کے خط کی عبارت یہ ہے:

۱۱) دیوان صائب دیکھا آپ کے دوست نے آپ کو غلط اطلاع دی تھی۔ صائب کی اصلاح اس نسخہ پر موجود ہے۔ ہاں چونکہ بہت باریک ہے اور اصلاً میں بہت کم ہیں اس لئے جب تک کافی غور نہ کیا جائے نہیں جتیں! (معنی، اصلاحیں لکھتا ہوں۔)

۵۹ گہر در بحر شد پستی گراں قیمت

۵۱۰ ہر کر رنگ آمد و در سینہ افکار رنجت

کلیات صائب (اصلاح الدین ۱۰۶) میں بھی بسن اصلاحیں صائب نے کی ہیں۔ دیوان صائب کا ایک اور نسخہ ہے اس پر صائب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں ہیں، آخر میں دستخط ہے آپ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خط کے ابتدائی جس دیوان کا حوالہ دے رہے ہیں وہ نسخہ نمبر ۲۱۹ انگریزی و ۶۶۲ فارسی ہے، نہ کہ اصلاح الدین مرحوم کا نسخہ۔ براہ نواد کشف اس نسخہ نمبر ۶۶۲ کو چرٹکوار کر دیکھئے اس کا نام کلیات صائب ہے، تصادداً حلاق ۴۸۶ ہے اور کاتب کا نام محمد رضا افسر سنہ کتابت مشنہ (سبعین بعد الالف) یعنی صائب کی وفات سے دس سال پہلے ہے۔

آپ نے ص ۵۱۰ و ۵۱۱ و فیرو پر جن اصلاحات کا ذکر فرمایا ہے وہ اگر نسخہ نمبر ۶۶۲ فارسی میں ہیں تو صرف اسی قدر لکھ دیکھئے، ۱۲ اصلاحات کی نقل و فیرو کی مزودت نہیں۔ یہ عام طرز پر کہا جاتا ہے کہ صائب احسن کے ساتھ کشمیر گیا تھا لیکن قرآن اس کے خلاف ہیں، صائب کا ذکر قصیدہ کشمیر کی تعریف میں نہیں ملا، حالانکہ وہ کابل اور پراپور و فیرو میں احسن صائب کا ذکر کرتا ہے اس لئے دیباچہ احسن کی ضرورت ہے کہ کشمیر کے سلسلہ میں احسن، صائب کا ذکر کرتا ہے یا نہیں آپ نے جو اقتباس ۲۶ مارچ کے خط میں روانہ کیا ہے اس میں کابل کے سلسلہ میں صائب کا ذکر فرمایا ہے کیا شوائے کشمیر کے سلسلہ میں بھی صائب کا نام آیا ہے یا نہیں؟ باقی پور کی انگریزی فہرست میں ان شعراء کا نام فہرست نگار نے دیا ہے۔

مولانا حمید محمد خضالی، محمد مقیم جوہری، قاضی محمد، طالب آلی، محمد جان قدسی، لیکن صائب کا نام نہیں۔

آپ صرف دیکھیں کہ احسن جہاں کشمیر کا ذکر کرتا ہے وہاں مرزا صائب کا نام بھی دیا ہے یا نہیں؟

اس لئے اب صرف دو کام آپ کے سپرد کرتا ہوں،

(۱) نسخہ نمبر ۳۴۱ انگریزی و فارسی ۶۶۲ کے ص ۵۱۰ پر صائب نے اصلاحیں کی ہیں یا نہیں؟

(۲) دیوان احسن کے دیباچہ میں سفر کشمیر کے سلسلے میں صائب کا نام آیا ہے یا نہیں؟ والسلام

محمود کریم محفوظ الحق

کر دے۔ دیوان کاروان پیشتر سے منگوا کر جلد روانہ خدمت کر دے گا، انشاء اللہ

۱۳ اپریل ۱۹۳۹ء

(۷)

م ڈاکٹر محمد الدین احمد آندو

مخدوم، تسلیم

”خوانِ نعمت“ کے ایک حصہ (باب اول) کی نقاش اور مالی خدمت ہے یہ باب چونکہ بہت طویل ہے اس لئے میں نے صرف ایک حصہ نقل کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ اطلاع کافی ہوگی۔ ہر باب جس سبق پر شروع ہوتا ہے وہاں ختم ہوتا ہے وہ بھی میں نے لکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔

خطِ مسند راجہ بالا چتے پر ارسال فرمائیے کیونکہ کالج ان دنوں بند ہے۔ والسلام

محفوظ الحق

۱۹۳۹ء

(۸)

م ڈاکٹر محمد الدین احمد آندو

مشفق، تسلیم

(کلکتہ)

آپ کے دو فول کارڈ لے، آپ کی کامیابی کی خبر سن کر بڑی مسرت ہوئی، خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیشہ کامیاب کرے۔ اب کیا خیال ہے تحریر فرمائیے۔

آپ کے پہلے کارڈ کا جواب فرما دیتا، لیکن پچھ کی حالت اور اس کے بعد ہمیشہ کی شدید طالت کی وجہ سے بے حد مدیم الغصت تھا۔ دو دن خود بھی بیمار میں مبتلا ہو گیا تھا۔

آپ جہانگیر کی تحریر کا ہلاک یا ہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ ہلاک موجود ہے لیکن ہمارے پاس اتنے ہلاک ہیں اور اس طرح منتشر طور پر رکھے ہیں کہ تلاش کی ضرورت ہے بہر حال جس مدت ضرورت ہو تحریر فرمائیے روانہ خدمت کروں گا۔ آپ کی تحریر کا موضوع کیل ہے اور ہلاک کی ضرورت کیوں ہوتی؟ آپ وہ مضمون کہاں چھپوائیں گے؟ وہ ہلاک دیوان کا ملاقا باکی پور کے پہلے صفحہ کا ہے جس پر جہانگیر اور شاہجہان کی تقریریں ہیں۔ چند ماہ ہمکے ہمارا ایک مضمون اسلام آباد پھر حیدرآباد میں چھپا ہے جس میں جہانگیر و عبدالرحیم خان خاں کی تحریروں کا کس شائع ہوا ہے۔ لیکن وہ ہلاک ہمارے پاس نہیں، حیدرآباد والوں نے خود بنایا تھا، ادب اب وہ ان کی ملکیت ہے۔

دیوانِ کامران ہلاک کے ساتھ روانہ خدمت کروں گا۔ کلیات صائب (صالح الدین صاحب کانسٹر) میں صائب کی اصلاحات کو اگر آپ لکھ کر روانہ فرمادیں تو بڑی فزائش ہوگی یا چند اہم اصلاحات یہی کو تھ کر ارسال فرمادیں بے حد ممنون ہوں گا۔ والسلام

۲۳ اگست ۱۹۳۹ء

محفوظ الحق

(۹)

م ڈاکٹر محمد الدین احمد آندو

مکرم بندہ، تسلیم

(پریسڈنسی کالج، کلکتہ)

فزائش نامہ کا شکریہ، آپ نے ہلاک کے لئے لکھا تھا، اور پھر لکھا ہے، مسلمان میں بہت سے ہلاک نکلے تھے جن میں وہ باتیں ہمارے تھے اور فقیر خود انہوں نے بنائے تھے، ہمارے ہلاکوں میں شاہجہان اور جہانگیر

کی تحریروں کا ہلاک بھی ہے، آپ کے پاس اگر وہ پرچہ ہو تو لکھئے کہ آپ کو کون کون ہلاک چاہئے، ہمارے پاس ہلاک کا اہند ہے، اور دوسرے پرچے ہیں، تلاش میں زحمت ہوگی، بہر حال جو بھی مل جائیں گے۔ مداندہ خدمت کر دیں گا۔

ایک بات اور عرض کر دوں، اور دوسرے دے دے ہلاک واپس نہیں کرتے گوہر سے تو میسوں کرتے ہیں اس لئے اس بارہ میں پورا اطمینان کر لیجئے۔ داراشکوہ کی خطاطی کا ایک رنگین ہلاک = ۱۱۵ میں تیار ہوا تھا، اس کو محمدی (ہنگو) رسالہ الدلی نے غائب کر دیا، کیا کہوں کیا طالع ہوا، داراشکوہ کی کون سی کتاب آپ کو ملی ہے؟ تحریر فرمائیے گا

۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء

والسلام محفوظ الحق

(۱۰)

بنام ڈاکٹر مفتی محمد امجد آرزو

(پریسڈنسی کالج کلکتہ)

میرے محترم نسیم۔

کل ۱۸ کو چار دن کی تعطیل کے بعد ہمارا کالج کھلا تو آپ کا خط ملا، پڑھ کر ہیچ خوش ہوئی۔ . . . سال ڈیڑھ سال سے میری مضمون نگاری کا سلسلہ بند ہے، یہی وجہ ہے کہ میرا کوئی مضمون آپ کی نظر سے نہیں گزرا، اس وقت کسی چیز پر کام بھی نہیں کر رہا ہوں۔

دیباچہ "کاشمیری بے نہایت قبول فرمائیے، آج ہی پورا مداندہ کر رہا ہوں۔

غالب پر یہاں کوئی چیز نہیں، چند سال ہوئے احمد کے پر وغیرہ حمید احمد خاں تشریف لائے تھے، بہت تلاش کیا، انام واپس گئے، "آئینہ نگینی نا" بھی یہاں نہیں۔ پنشن کے سلسلہ میں غالب نے جو درخواست گورنر جنرل کو دی تھی وہ ایریل ریکارڈ پیارٹمنٹ میں ہے۔ جس کا دفتر چند سال سے دہلی منتقل ہو گیا ہے، اس "مدخواست" سے استفادہ کی اجازت نہیں ممکن ہے کہ اب نئے قوانین و قواعد کے ماتحت اجازت مل جائے آپ KEEPER کو لکھیں، دیکھئے کیا جواب آتا ہے امید ہے کہ آپ صبح انخیز ہوں گے۔ والسلام

محفوظ الحق

۱۹ نومبر ۱۹۲۹ء

(۱۱)

بنام ڈاکٹر مفتی محمد امجد آرزو

محترم و محکم تسلیم

آپ کا محبت نامہ سعد اللہ پھر سے آج کلکتہ واپس آیا، آپ کی عنایت کا لہزن ہوں اور مبارکباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں، یہ غلط بخشی، نئی چیز نہیں، اس لئے شکایت فصول ہے۔

اس تعطیل میں دو مہینے سے اوپر سعد اللہ پھر رہا۔ لیکن استمان کے پرچوں سے ذرا بھی فرصت نہیں ملی صرف، رمئی کو چند گھنٹوں کے لئے گیا تھا وہ بھی تعزیت کے خیال سے۔

آپ نے "خانقاہی تیمور" سے جو اقتباس مداندہ فرمایا تھا وہ مجھے مل گیا تھا اسداپنے کچھ میں اس سے نائدہ بھی اٹھا یا تھا، اس مذمتہ میں اپنے کچھ کی تیاری میں بے مد معرفت تھا، اس لئے جواب نہیں دے سکا، پھر بھول گیا، معافی کا طالب ہوں۔

میرا کالج ۱۵ جون کو کھلا اور اسی دن سعد اللہ پور سے یہاں آیا۔
 فرمائیے آج کل کیا کام ہو رہا ہے؟ میری کتابوں کا ذخیرہ سعد اللہ پور میں ہے اور یہاں کی دوسری لائبریریاں
 بھی خالی پڑی ہیں، کوئی کام نہیں ہو سکتا۔
 آپ اپنی خیریت لکھئے گا۔ فرائض ہوگی، آپ کی عنایت کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں، والسلام
 ۲۰ جون ۱۹۲۲ء
 محفوظ الحق

(۱۲)

بنام مختار الدین احمد آندو

میرے محترم تسلیم،
 ہمارے ایک دوست ڈاکٹر عبد اللہ چشتی پرتا میں ہیں، ان کو انتہائی نام ایک خاں کے حالات کی ضرورت
 ہے، مختلف فہرستوں کی مدق گردانی سے پتہ چلا ہے کہ صفحہ ابراہیم مریشا فواب الی ابراہیم خان میں ان کے حالات
 درج ہیں، اس تذکرہ کا ایک نسخہ (جلد اول) بانگی پور میں ہے، بڑی فائز ہوگی اگر آپ اس شاعر کے حالات اس
 تذکرہ سے نقل کر کے راقم کے نام روانہ فرمائیں۔ نام کے تلاش میں دقت نہ ہوگی۔ ادہ لانی وقت بھی صرف ہوگا۔ لیکن امید
 ہے کہ آپ یہ زحمت گوارا فرمائیں گے۔ امید ہے کہ مزاج گرامی قرین مانت ہوگا۔ والسلام
 ۱۲ جولائی ۱۹۲۲ء
 محفوظ الحق

(۱۳)

بنام مختار الدین احمد آندو

میرے محترم تسلیم،
 ایک کاغذ روانہ خدمت کیا ہے جس میں آپ سے درخواست کی تھی کہ صفحہ ابراہیم سے آنتالی کا تذکرہ نقل
 فرما کے روانہ فرمائیں۔ پرتا سے ہمارے دوست کا پھر تقاضا آیا ہے۔ براہ کرم فرصت نکال کر خدا اس کام کو انجام دے
 دیں، بڑی عنایت ہوگی، امید ہے کہ مزاج گرامی قرین مانت ہوگا۔ والسلام
 ۲۱ جولائی ۱۹۲۲ء
 محفوظ الحق

(۱۴)

بنام مختار الدین احمد آندو

میرے محترم تسلیم،
 آپ کا کارڈ باعث مسرت ہوا۔ آپ کی عنایت و قہر کا بدلہ منسوب ہیں، ارمد کی کافرٹس اور محفوظات کی
 فائز اور وہ بھی بہادر ہیں، یہ سلسلہ کا ایک عجیب واقعہ ہے، ہمارے طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے۔ آپ نے
 بڑا کام کیا ہے۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ براہ کرم اہم تعلیمی فنون پر زور تھوڑا عین ادا کرکے سب سے بڑے فنون
 اور مجھے مطلع فرمائیں، فائز ہوگی۔ آج فاکر چشتی کو لکھ رہا ہوں، امدان سے وہ اطلاع بھی طلب کر رہا ہوں، جواب
 آنے پر آپ کو مطلع کروں گا، فائز کا ممنون۔ والسلام
 ۳ اگست ۱۹۲۲ء
 محفوظ الحق

(۱۵)

میرے محترم و کرم تسلیم!

یہ خط زمانہ کے بعد لکھ رہا ہوں اور وہ بھی اپنی فرض کی بنا پر۔ فرض یہ ہے کہ ہمارے ایک پارسی دوست ہونا چاہیے وہ اپنی تلی کتابوں کی فہرست مرتب کر رہے ہیں اس سلسلہ میں ان کو بائبل پر کے شعرا، تاریخ خاندان یحییہ کے مصوروں کے نام کی فہرست ہے یہ کتاب غالباً کثیر صاحب کے آفس میں ہوگی اور وہاں ہفتہ میں صرف دو دن دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کسی صاحب کو مقرر فرمادیں کہ وہ اس کام کو کر دیں۔ آنے جانے کا تذکرے کی اغماض وہ پارسی صاحب ادا کریں گے۔ کام یوں کر نا ہوگا۔

تصویر نمبر ۱۔ طرح کا بنا عمل سامان۔

نمبر ۲۔ طرح جلیقون۔ عمل صور داس۔

نمبر ۳۔ طرح نعل چہرہ نامی فرخ و شکر گجراتی۔

یعنی تصویر کے نیچے جو عبارت ہے اس کی سن و سن نقل کی ضرورت ہے۔ بعض نام نہایت غیر متعارف ہوں گے۔ ان میں اکثر ہند ہوں گے۔ اس لئے مذکورہ کوشش سے معلوم ہو جائے گی۔ خلق بادر مولوی عبدالقادر نے ان مصوروں کے نام اپنی فہرست میں دئے ہیں۔ وہ فہرست اگر سامنے رہے تو آسانی ہوگی۔ ان تصاویر کا نوٹ بھی دو جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ یہی مصوروں کے نام اکثر کٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔

جو اجرت بھی صرف ہو آپ خیال نہ فرمائیں۔ آپ کا جواب آنے پر رقم روانہ خدمت کر دوں گا۔ مزدورت ہے کہ کام نہایت سہولت سے آہستہ آہستہ اور کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ اگر موقع ہو تو آپ اس نقل کا مقابلہ فرمادیں۔ نئے نمبر برین صاحب سے نیاز حاصل نہیں، لیکن معلوم ہوا کہ نہایت خوب آدمی ہیں۔ اس گڑبگڑ کی تعلیل میں انشاء اللہ ان سے ملوں گا۔ جواب کے لئے کارڈ جاتا ہے۔ برائے نامیں۔ یہ پارسی صاحب کے اصول پر بیان کر رہا ہوں۔ والسلام

۱۸ فروری ۱۹۱۵ء

محفوظ

مکرر: آپ کو خط لکھ چکا تھا، تو مجھے ایک بات یاد آئی، ڈاکٹر عبدالقادر چغتائی کو مرآت سکندر کی کتابت کی نقل کی اشد ضرورت ہے۔ شاید صفحہ ڈیڑھ صفحہ ہے۔ فہرست میں نمبر یاد نہیں۔ لیکن ہندوستان کی تاریخوں کے ضمن میں اس کا نمبر مل جائے گا۔ براہ کرم کسی کاتب سے نقل کرا کے میرے پاس بھیجیے، جو اجرت ہوگی فوراً روانہ خدمت کر دوں گا۔ لیکن براہ کرم آپ خود اس نقل کا مقابلہ اصل سے فرمادیں۔ کاتبوں کا حال تو آپ کو معلوم ہے وہ نہایت غلط نقل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر چغتائی کو آج ہی خط لکھ رہا ہوں، تاہم علی خاں انزیری کے بارے میں ان سے دریافت کیلئے ماسک

۱۶

بنام ڈاکٹر فتح الدین احمد

میرے محترم تسلیم!

ایک ہفتہ کی غیر مامری کے بعد کل جو پٹنہ سے واپس آیا تو آپ کا مفصل اور مکمل خط ملا۔ الفاظ نہیں کو آپ

کاشکریہ ادا کر دیں۔ میں جو چاہتا تھا اس سے بھی زیادہ آپ نے مراد فرام فرمایا ہے۔ جزاک اللہ۔ چند سال پہلے میں نے لائبریرین کو لکھا تھا 'انہوں نے جواب دیا کہ یہ صاحب کا آؤگراف ہے اور باؤن (جلد چہارم) کے فوٹو کے خط سے بالکل مشابہ۔ لیکن آپ نے تو کاتب کا نام تک لکھ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حاشیہ پر بعض امثالے مثلاً کے خط سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کی یہ اطلاع نہایت اہم ہے۔ جاہ کرم باؤن کی تحریر ہی مسٹری آف پشیا (جلد چہارم) سے صاحب کے خط کا کس نکال کر دیران کے امثالوں سے مقابلہ کریں۔ اگر اس مقابلہ سے آپ کی تسلی نہ ہو تو آپ تحریر فرمائیے۔ میں صاحب کے خط کا وہ فوٹو روانہ خدمت کر دیں گا۔ اس سے مقابلہ میں آسانی ہوگی۔

دوبی ۱۴۱ اور متفرق شعاع کے قریب جو امثالہ میں وہ قوجط صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ ایک جگہ لکھا ہے اولہ طالب تراء۔

ایک بات اور دریافت طلب ہے کہ غزل: سر و گلزار ارم یا قامت و بخت ایں۔ کے سامنے 'حاشیہ' پر جو عبارت ہے: 'ایں غزل ایں جانیت' وہ ذرا مبہم سی ہے۔ سارا دیوان صاحب کا ہے تو اس غزل کے سامنے اس تصریح کی کیا ضرورت تھی کہ 'ایں غزل ایں جانیت' یا یہ لکھا ہے: 'ایں غزل ایں جانیت'۔ اس غزل میں تخلص کس کا ہے؟

اطمینان سے ان امور کی طرف توجہ فرمائیے گا۔ آپ کی فرازش کا دوبارہ مشکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ والسلام
محفوظ الخ ۵/۱۰ درگاہ مدو۔ مرکز کلکتہ

۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء

(۱۶)

بنام ڈاکٹر ممتاز الدین احمد آرزو

میرے کرم سلام مسنون

آپ کا مفصل خط باعث مسرت ہوا۔ آپ نے تو نہایت دلچسپ نسخہ دریافت فرمایا۔ ادا آپ نے جو کیفیت تحریر فرمائی ہے وہ میری مزودت کے لئے کافی ہے۔ مرن ایک چیز رہ جاتی ہے یعنی اس کے ایک صفحہ کا فوٹو کس صفحہ کا فوٹو لیا جائے اس کا فیصلہ آپ کریں۔ آخر صفحہ کا جس پر 'صاحب' لکھا ہے۔ اور سہ کتاب درج ہے، یا اندر کے کسی صفحہ کا۔ فوٹو کی جلدی نہیں ہے۔ لیکن بازار کے فوٹو گرافر کتلی کا فوٹو اچھا نہیں لیتے۔ یہ کام پرنورسٹی کے PHYSICS یا کسی اور ڈیپارٹمنٹ میں اچھا ہوگا۔ ڈاکٹر ہادی حسن صاحب سے مشورہ فرمائیے۔ وہ ہمارے قدیم مہربان ہیں اور ان کا مشورہ بہترین ہوگا۔ فرح کا تھمبہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ دماغ کر دے۔ آپ کی پونہر ڈسٹ کب بند ہوتی ہے! آپ تعطیل میں چندہ نہیں لگے یا نہیں؟ ہمارا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن ہے کہ چلا بھی جاؤں۔

ہماری مطبوعات میں بھی مجموعہ 'دارا شکوہ' دیوان کامران اور رباعیات خیام ہیں۔ ایسا ایک سوسائٹی کو لکھ دے ہمارے مجموعہ 'مجموع البحرین' آپ کے پاس۔ دماغ کر دی جائے۔ کامران کے سیکرٹری نے ہمارے پاس میں لیکن وہ اس

وقت سعدا شد پند (چند) میں بکسوں میں بند ہیں۔ اگر گیا تو نکال کر معاف کر دوں گا۔ خیام کی قیمت بہت زیادہ یعنی سٹے روپے ہے۔ ہمیں جو نسخے ملے تھے وہ تقسیم ہو گئے۔ اس وقت امتحان کے پرچوں کی جانچی میں معروف ہیں۔ جن میں پھر کوئی کام شروع کر دیا گیا۔ انشاء اللہ۔

بقیہ خیریت ہے آپ کی زحمت و قرب اور عنایت کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ چھ سال سے جس چیز کا خزانہ تھا وہ الحمد للہ آج ملے۔ والسلام

۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء

محفوظ الحق

(۱۸)

بنام ڈاکٹر مفتی راشد الدین احمد آئندہ

محترم محترم تسلیم۔

آج دس دن کے بعد کہ سے واپس آیا تو آپ کا ۱۳ کا مفصل خط ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علی گڑھ صحن میری وجہ سے گئے دہلی اگر آپ نہ جاتے تو معلومات مجھے کون بھیجتا اور اس گہرے مطالعہ کی زحمت کون گوارا کرتا۔ آپ نے ایک عیب انکشاف کیا اس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ خواجہ اسے خیر مظاہرے۔ آپ محقق ہیں اس لئے آپ جو کہہ سکتے ہیں وہ محققانہ انداز میں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو مناسب و عادت کے خط میں تیز بھی نہیں کرتا۔

عارف صاحب کا خاص کاتب تھا۔ اسی عارف کے ہاتھ کا ایک نسخہ کلیات صاحب کا باقی پڑی ہے۔ ایک فاب صدیاری جنگ بہار کے کتاب خانے میں اور چند ایمان کے کتاب خانوں میں۔ صاحب سٹڈی کے بعد بھی زندہ تھا۔ معاصرین کی شہادت کے علاوہ اس کی قبر کا کتبہ چند سال ہوئے ملا ہے۔ اس پر جو سنہ درج ہے وہ یاد نہیں۔ لیکن مشعل کے چند سال کے بعد ہے۔

آپ یہ سسٹن کو خوش ہوں گے کہ آج ہی مداس سے کلیات صاحب کے پہلے صفحہ کا فوٹو آیا ہے جو تمام و کمال صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ پہلے یہ نسخہ زبان کرناٹک کے پاس تھا اور اب ایک بزرگ کے پاس در اس میں ہے۔ اب رانا دیو سنوں کے فوٹو کا سوال۔ مداس سے جو فوٹو آیا ہے وہ CABINET سائز سے کچھ بڑا ہے اور نہایت صاف ہے۔ پانچ روپے صرف ہوئے ہیں۔ وہاں کا چارچ کیا ہے؟ مزید تحریر فرمائیے کہ معاف نہ کر دوں۔ اگر یہ کام یونیورسٹی کے PHYSICS یا BOTANY ڈیپارٹمنٹ میں ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ Copy کا کام ذرا مشکل ہے اور ہر فوٹو گرافر نہیں کر سکتا۔

بہر حال اگر آپ کی دعا لگی سے پہلے یہ کام ہو جاتا تو بہت بہتر ہوتا۔ امید ہے کہ میرا پہلا خط آپ کو ملا ہوگا

داسوہم اخلاص کیش محفوظ الحق

۲۷ اپریل ۱۹۸۶ء

(۱۹)

بنام مولوی سید الطاف علی صاحب بریلوی

محترم و محترم تسلیم۔

رسالہ مصنف کی دوسری جلد کا آٹھواں نمبر ملا۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ آج سے پہلے آپ کا رسالہ میری

فکر ہے نہیں گزرا تھا اور افسوس کرتا ہوں کہ کیوں نہیں گزرا تھا۔ اس خبر کے صفحا میں علمی و تحقیقی ہیں اور مجھے بے حد پسند آئے۔ آپ کے رسالہ کا معیار بلند ہے۔ ہمیشہ بلند رکھیے۔ مجھے گزشتہ نمبروں کے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ گزشتہ نمبر و قریب بغرض فروخت موجود ہیں یا نہیں؟ جواب جلد دیں۔ والسلام

آپ کا

۲۱ اکتوبر ۱۹۵۳ء

محمد محفوظ المصنف (پروفیسر عربی و فارسی)

محمد، خطوط رائل ایسٹنیا ملک سو سو ساٹھ کے پتہ پر نہ ارسال فرمائیں۔
مولوی ابو طیب صاحب صدیقی ایم اے کامصنفی ملٹی لائبریری کے چند نامدار اردو خطوطات "آپ کے مصنف"
یا کسی اور رسالہ میں شائع ہوا ہے یا نہیں؟

مولوی ہمیش پرشاد

(۱)

بنام سید مسعود حسن رضوی ادیب

مکرمی!

تسلیم آپ جانتے ہیں کہ اہل ہندو کے یہاں دیوالی سے حساب کتاب بدل جاتا ہے۔ چنانچہ ارسال کی دیوالی سے میں نے اپنا وظیفہ یہ مقرر کیا ہے۔

ہاتھ لگا کر یں گے ہم بھی دعا ہو پادری آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

بھلا غالب کے متعلق میں کب مستفید ہو سکوں گا کہ میرا وظیفہ بدل جائے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ غالب کے خطوط کے سلسلے میں ضروری ہے کہ دیگر شاہیر کے خطوط کو بھی حتی الامکان بخوبی دیکھ لوں۔ چنانچہ اسی اثر کے باعث مشاہیر اردو کے خطوط "نامی ایک جھپٹی سی کتاب تیار ہو گئی جو علیحدہ ارسال خدمت ہے۔ برہمہ رانی اس کے متعلق اپنی قیمتی رائے کا اظہار کیجئے اور مجھ کو شکرگذاری کا موقع بخشئے۔ مزید شکرگذاری خطوط غالب سے متعلق ہے۔

بندہ: ہمیش پرشاد۔ صدر شعبہ فاری دارو۔ موگت خطوط غالب وغیرہ

ہندو یونیورسٹی بنارس ۸ دسمبر ۱۹۳۲ء

(۲)

بنام طاہر زور

بندہ خواہز!

تسلیم۔ امید کہ آپ بغیریت تمام پہنچ گئے ہوں گے اور اپنے کام کاج میں بہترین مصروف ہوں گے لیکن ذرا ان امور کے لئے تکلیف فرمائیے:

۱۔ سہراکب لکھا گیا تھا۔ جس اخبار میں وضع ہوا اس کا حالہ رقم فرمائیے۔

۲۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ غالب جناب ذاب سالار جنگ کے کتب خانہ میں مرزا غالب کا ایک قصیدہ ہے اور چند خطوط ہیں ان کی

نقلیں مرحمت فرمائیے۔

۳۔ ہزار کیسلیں ہمارا جو کرکشن پرشاد صاحب کے پاس آکر رزنا کے غلط بنام جناب میرن صاحب ہوں تو ان کی نقلوں کے لئے کوشش کیجئے۔

آنا کام کچھ کم نہیں کر اور لکھوں۔ باقی آئندہ۔

خدا کرے کہ رزق پھر ایسا ہو کہ جلد ملاقات ہو سکے۔ زیادہ سلام!

احقر العباد: ہمیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۹ فروری ۱۹۳۶ء

(۳)

بنام اکثر نور

لطف و کرم فرماتے ہیں!

تسلیم۔ سب سے پہلے میں ندامت کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس کے بعد معافی کا خواستگار ہوں۔ آپ کے اخلاقی کردار کا مداح ہوں۔ اگرچہ بری طب سے جواب دینے میں کوتاہی ہوئی، مگر آپ نے مجھے برابر یاد دہا کر دیا۔ شکریہ و ملی شکر قبول فرمائیے۔

حال یہ ہے کہ پچھلے دنوں صحت اچھی نہ تھی، اسی حال میں بعض امتحانی امور کی تکمیل سے بھی گریز نہ ہو سکتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب اچھا ہوں اور غالب کے باب میں کچھ نہ کچھ لکھ رہا ہوں۔

اہم برسر مطلب، دستبردار مطبوعہ بریلی اور لطافت فیضی کے نسخے مل چکے ہیں۔ شکریہ۔ ان کے لئے آپ تکلیف نہ فرمائیے۔ ہاں اگرچہ دستبردار کا وہ نسخہ تیسرا ہے جو مطبوعہ آگست ۱۸۵۸ء سے تودہ کا نام ثابت ہوگا۔ وہ جلد ہوا کہ میں نے اسے دیکھا لیکن پھر بھی دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا ہوں۔ نامہ غالب کا بعض وہ ورق ہاتھ لگا ہے جس کے آخر میں درج ہے:

”الحمد لله کہ نجم الدولہ اسماعیل علیہ السلام غالب کا خط موسومہ مرزا

رحیم بیگ صاحب الخ“

انقصہ نامہ غالب، سید حسین اور رسالہ آئینہ ادب حیدرآباد کے نسخوں کو بذریعہ رجسٹری لینے کی تکلیف گوارا فرمائیے۔ کل

کالو بند ہے اور میری صحت بھی درست ہے۔ لہذا مٹی الاسکان جلد نامہ غالب، سید حسین سے ضروری امور کو نوٹ کر کے انہیں واپس بھیج دوں گا۔ رسالہ آئینہ ادب کا یہاں پتیر آنا نا ممکن امر ہے اور انتخاب کا گناہاں بہا مضمون یقیناً ایسا ہے کہ میں اس رسالے کو اپنے پاس رکھوں۔ پس صاف بات یہ ہے کہ رسالے کی قیمت کے نوٹ اس وقت بھیج دوں گا جس وقت نامہ غالب اور سید حسین کو واپس کر دوں گا۔ ظاہر ہے کہ رسالہ کو میٹھو بذریعہ ڈاک منگانا نامتی خرچ بڑھاتا ہے۔ لہذا آپ کو تکلیف دے رہا ہوں کہ آپ میرے لئے

۱۔ غالب کی فارسی کتاب حالات قدر کے متعلق۔ ۲۔ غالب کی کتاب بہ زبان اردو مباحث بہرہ بان قاطع کے مسئلے کی ایک کڑی۔

۳۔ نامہ غالب مباحث بہرہ بان قاطع کے مسئلے کی ایک کڑی۔

۴۔ غالب کا وہ فارسی کلام جو کلیات فارسی کی اشاعت کے بعد چھپا۔

رسالہ کو تصانیفِ نذر کے امداد کرنے کی تکلیف گرامر فرمائیں۔

ناظرِ غالب اور سیدِ معین کے بعد غالب کی کتابوں میں سے پہلی آہنگ کا وہ نسخہ باقی رہ جاتا ہے جو کہ سنہ ۱۸۴۹ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا اس کے میسر آنے پر بعض خطوط کی تاریخوں پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ امید کہ آپ کی سچی طبیعت سے اس کا دیکھنا بھی نصیب ہوگا۔ زیادہ یہ کہ آپ کی حلیت کا پھر شک نہ ہو اور اپنی کوتاہی پر معافی کا خواستگار ہوں۔

احقر العباد: ہمیشہ پرشاد ہندو یونیورسٹی بنارس ۴ جون ۱۹۳۶ء

(۴)

بنام ڈاکٹر نذر

لطف و کرم فرمائے من!

تسلیم میں نہیں جانتا کہ کن الفاظ میں معذرت کا خواستگار ہوں۔ آپ کی زبردست عنایت ایک طرف اور میری دوسری طرف۔ چونکہ کچھ عرصے میں پرنسپل ریسرچ یا کل بند تھی راداب ۹ جولائی کو کھل گئی، میری صحت بھی بالکل درست ہے۔ لہذا غالب کے باب میں بعض کتابوں میں پہنچنا مصلحتِ اُمیر امر تھا۔ چنانچہ کچھ روز ہفتے کے اندر کئی مقامات میں پہنچا اور کچھ مفید مواد حاصل ہوا۔ خاک خاٹنے کو تہہ دے لیا تھا لہذا ڈاک براہِ مہمتی تھی۔ پہلے آپ کا الفاظِ طلا اور اس کے بعد آئینہ ادب کے مددگار اقدار پرچے ملے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پڑھی اور دودو، ایک توبہ کہ آپ نے میری ناچیز اتماس پر اخبارات کی اور ان کی روانی فرمائی دوسرے یہ کہ مجھ ناچیز کو یاد کر کے متاثر فرمایا۔

دورانِ سفر میں اطمینان کے ساتھ خطوط کا جواب دینا مشکل امر تھا۔ لہذا آج جواب دے رہا ہوں جبکہ بنارس پہنچ گیا ہوں۔ پرنسپل ریسرچ ۹ جولائی کو کھل رہی ہے۔ اب کم میں اور جانا مشکل امر ہے۔ ہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ میں نے پرنسپل ریسرچ میں نئے نئے مواد کی رخصت مانگی ہے۔ ناظرِ غالب کی سبیل حتی الامکان جلد ہو سکے۔ رخصت کے بارے میں بھی مناسب فیصلہ نہیں ہوا لیکن قوی امید ہے کہ فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔

بھلا ناظرِ غالب اور سیدِ معین کب تک روانہ فرمانے کی رحمت برداشت کریں گے۔ آئینہ ادب بلاشبہ ایک عمدہ رسالہ ہے۔ میں بھی کچھ کھول گا لیکن ذرا اطمینان نصیب ہو جانے کے بعد۔ منوق ہوں کہ جواب میں جو دیری ہوئی ہے اس کو کھٹے آپ مجھے معاف فرمائیں گے اور چونکہ میں زور نہیں ہوں لہذا آہستہ آہستہ ہی کام کر سکتا ہوں۔

احقر العباد: ہمیشہ پرشاد ہندو یونیورسٹی بنارس یکم جولائی ۱۹۳۶ء

(۵)

بنام ڈاکٹر نذر

لطف و کرم فرمائے من!

تسلیم۔ آپ یہ جان کر خوش ہوں گے کہ مطلوبہ کتب میں سے دیوانِ غالب اور درویش احمدی ہتم امروجان والا نسخہ نہیں ملا۔ ناظرِ غالب آپ بھیج ہی دیں گے۔ باقی کتابیں مل گئیں بہت اطمینان ہے آج چھٹا روز ہے کہ میں چھٹی پر ہوں اور ہمدرد

غالب میں لگا ہوا ہوں سب براہ کرم تاثر غالب بذریعہ بشری رحمت فرمائیے۔ جلد واپس کر دوں گا۔ آج کل سوائے غالب کے دوسرا کام نہیں۔ ریڈر میں کتنے جن نسخے دیا میں میسر آئے اس لئے مطلق ضرورت نہیں۔ اس کے بچنے کی تکلیف نہ پڑے گی۔
باقی خیریت ہے۔

احقر اعلیٰ، ہمیشہ، ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۲ دسمبر ۱۹۳۶ء

(۶)

نام کتاب: رام

پیر کے کرتہ: باب

تسلیم: آپ کے دو خط پڑھے۔ جس کا سبب نہ رہا۔ حال یہ ہے کہ میں باغرس لکھا تھا۔ وہاں ہی طبیعت کچھ خراب ہوئی۔ اپنی کتاب نہ جاسکا۔ حضرت تعینل کے بارے میں کچھ نہ جان سکا۔ میرا مطالبہ ان کتاب سے تھا جس کا ذکر آپ نے کیا ہے۔ میں نے اسے سرسری دیکھا تھا۔ ایک صاحب آگے کے ہیں وہ بھی تعینل پر کچھ لکھ رہے ہیں۔
دیوان غالب اولین اوراق کی نقل میں تقریباً سات آٹھ روپے کا صخر ہے۔ ہاں یہ امر واضح رہے کہ اکثر صفحات کرم خوردہ ہیں۔ پس کچھ اشعار کی ترقیم دوسرے نسخوں کے سہارے ہو سکتی ہے۔ نقل کرانے میں کچھ تامل نہیں لیکن معاملہ زیادہ سو دن نہیں معلوم ہوتا۔
ہمیشہ ارشاد ہو کیا جاوے۔ میں دعائی عینے سے بیاد ہوں لیکن اب صحت پہلے سے اچھی ہے۔ تڑو نہ کیجئے۔ امید کہ مارچ کے اخیر یا یوں کھٹے اپریل کے دوسرے ہفتے تک بالکل اچھا ہو جاؤں گا۔

مصر کے دو چار اخبار جو آسکتے ہیں بھیج دیجئے۔ ذرا موجودہ زبان سے کچھ فائدہ اٹھاؤں گا۔ کیا قرآن شریف کا کوئی ایسا نسخہ دستیاب ہو جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔

جواب بہت دیر میں کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ معاف کیجئے۔

ہمیشہ پریشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء

(۷)

نام نصیر الدین کاشمی

بندہ نوازا

تسلیم: شکر ہے کہ میرے ناچیز مسودے کو آپ نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ ایک عرض ہے کہ مجلس اشاعت دکنی مخطوطات سے جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کی مکمل فہرست چاہئے تاکہ کتابوں کا نام و دام معلوم ہو جائے تو لاہور میں سنگائی جاسکیں۔ اگر فہرست مطبوعہ نہ ہو تو کتابوں کا نام و دام لکھو اگر بھجوا دیجئے۔ بہت شکر گزار ہوں، گاہ میں نے مجلس اشاعت کو لکھا تھا مگر جواب سے محروم رہا۔ اس لئے زحمت دے رہا ہوں۔

خواتین دکن کی اردو خدمات کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا سنگولی جائے گی۔ بہت بہت شکریہ۔

مستحق ہمیشہ پریشاد۔ صدر شعبہ اردو بنارس ۱۳ فروری ۱۹۳۶ء

خدا کرے کہ آپ جلد ہندوستان تشریف لادیں اور ہفتہ روزہ ہندوستان میں رہنے کا اتفاق ہو۔
جولائی ۱۹۲۵ء میں ایک اہم شہر ہے۔ یہاں کے علماء کا تذکرہ فارسی میں انگریزی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ غالب
کے کسی شاگرد یا مکتوب الیک کا ذکر اس میں نہیں۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو لکھنے کا اس تذکرے کا علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ میں
جو پورنگیا تھا اتفاقاً مجھے اس کا علم ہوا اور نہ میں بھی اسے نہ جانتا تھا۔ غم خانہ کی جلدیں بذریعہ ڈاک ہفتہ مشروبہ روانہ کر سکوں گا۔
کیونکہ چند روز کے لئے اگر آباد ضرور ملنا چاہیے۔

ہمیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۳۰ مئی ۱۹۲۵ء

(۹)

نام مالک رام

مقدم و مطہر!
نستے۔ ایک اتفاقاً بھیج چکا ہوں۔ پہنچا ہوا۔ غم خانہ جاوہر کی جلدیں دو پیکٹوں میں کر کے بھیج رہا ہوں۔ کیونکہ ایک پیکٹ میں
جا نہیں سکتی ہیں۔ جلد دوم ۹، چہارم ۱۰، پنجم ۱۵۔ جلد دوم و چہارم شائع کیا ہے۔ بہت کم کوپیاں اس کی ہیں۔ کچھ بالکل غراب حالت میں
ہیں۔ ان میں سے جو ابھی تکلی او سے بھیج رہا ہوں۔ ایک بک سیلر کی معرفت خریدنا ہے۔ اس کو کل ۱۱/۲ روپے پڑے ہیں ۲۵
فی صدی کمیشن ہو گیا ہے۔

جو کتابیں اور ضروری ہوں ان کو بھیجنے کا انتظام کروں گا۔ کتاب داغ کی اگر ضرورت ہو تو آئندہ بھیج دیا جائے گا۔ اس کے
بھی بہت کم نسخے رہ گئے۔ فی کاپی تین روپیہ دام ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

بندہ ہمیش پرشاد

بعض لوگ مختلف ملکوں کے استعمال شدہ ڈاک خانے کے ٹکٹوں کو چاہتے ہیں۔ مختلف قیمتوں کے استعمال شدہ ٹکٹ
بیسے کی رحمت گوارا دے گا۔ ڈاک خانہ کی ہدایت کے بموجب کتابوں کو پاک کیا ہے تاکہ حسب ضرورت ڈاک خانہ ان کی
جاکھ کر سکے۔

بندہ ہمیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۱۰ مئی ۱۹۲۵ء

(۱۰)

نام مالک رام

بندہ فرازا!

نستے۔ آپ کا ایک خط ۲۸ مئی اور دوسرا ۲۹ جون دونوں ایک ساتھ ۱۹ جون کو ملے۔ شکریہ۔ ہاں چیک
بھی مل گیا۔

میں ۲۵ جون کو دلی جا رہا ہوں۔ دیکھیں گا اگر کوئی کتاب کام کی گئی تو سب کو ایک ساتھ بھیجوں گا۔ ہاں اگر کچھ نہیں
میں سرائیس تو جلد ان کو بھیج دیں گا۔ تیس کتابیں علیحدہ بھیج رہا ہوں۔ کتاب داغ اس کے آخر میں جو تاریخیں ہیں ان سے بعض واقعات کا

پتہ لگتا ہے اس امر کے لئے مفید ہے۔ تذکرۃ العلماء و جن پر، جن اذ از حضور دم۔ صفیر بلگرامی کا تذکرہ جلد حاضر نہیں تھا۔ آثار و مصنفات
تذکرہ شعرائے ہند (مشتی کریم الدین)، اور نیکل کالج میگزین، مشورہ، رخصتِ صفیر کے نسخے ایک جگہ پر نہیں۔ کوئی چیز کسی لائبریری میں ہے
اور مئی کسی میں۔ کویات خواجہ عزیز لکھنوی کا مل جائے گا۔ باقی مطبوعات میں سے ضروری باتوں کو نقل کر کرکے بھیج سکتا ہوں۔ مگر یہ کام
جولائی میں ہوگا۔

سید نور الدین ذبیحی واسطی کا ذکر چونکہ اسے تعلق رکھنے والی ایک تاریخ ہے، اس میں ہے کہ کلام نہیں ملا میں کرشنش میں ہیں۔
مفصل ہو گئے قومی غالب اب غنا میں اعتدال کہاں

کھلے پیشے کی چیزوں کا بیہرہ آنا آسان کام نہیں پھر بھلا یا اس کیوں نہ ہو جاؤں۔ غیر مثبت انداز میں جس کی کیا جب تک
زندہ رہنا ہے رہوں گا۔ غالب کے مکتوب ایہم کے حالات بہت کچھ مجھ کئے ہیں۔ ان کی ہر ایک تصنیف پر کچھ نہ کچھ مواد جمع ہے
غالب کے حالات تاریخی اعتبار سے مرتب کئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حکومتوں کے خواہاں بہت سے ہیں۔ میر تقی میر کا ایک کچھ سے ہے۔ اس لئے اسلامی ممالک کے حکمتِ حیرت سے بھی
لوگ مانگا کرتے ہیں۔ میں جب ایران گیا تھا کچھ حکمت لے آیا تھا۔ لوگوں نے لیا۔ اب آغا خانے شہنشاہ ایران کو حکمتوں کے نسخاں
طرح سے کو شش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے میڈٹ کا لحاظ نہ کر کے متفرق طرح سے بھی بھیجے گا۔
خاص طرح سے کو شش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ جو حکمت دہاں لے سو دیکھ جاتے ہیں وہی یہاں اہمیت کی نگاہ سے دیکھ جاتے
ہیں اور لوگ ان کے خواہاں ہیں۔ میر سے پاس بھی دہر اُدھر کے کچھ حکمت جمع ہو گئے ہیں۔ ایران کے حکمت زیادہ ہیں کبھی کبھی ان کی
دستیابی کے سامان ہر جلتے ہیں۔

آپ نے فوٹو طلب کیا ہے۔ حسن اتفاق کہ لکھی فوٹو والے لغات کو کسی دوسرے کام سے نکالا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں جب کہ
غالب کی تکمیل میں لگا ہوا تھا تو اس وقت ۵ روزہ کو فوٹو کھینچا گیا تھا اسی کی دو کاپیاں لغات میں ملیں۔ ایک کاپی حسب الارشاد
بیچ دیا ہوں۔ اس کا بلاک ۱۹۳۲ء کے بعض اخبارات میں نکل چکا ہے۔ اچھا صاحب، آپ بھی اپنا ایک فوٹو کھینچنے کی تکلیف
گوارا فرماتیں۔ شکریہ۔

ہندوستانی اکاڈمی کا حال کیا کھیں۔ الہ آباد جاؤں گا، کھٹ کھٹائی گا۔ قرآن شریف مطبوعہ مدران آپ نے معذرت کیا ہے
شکریہ۔ انشاء اللہ دو چار دنوں میں آجائے گا اور یقیناً اچھا ہی ہوگا۔ زیاہ خستہ!

میش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی پارس ۲۳ جون ۱۹۳۶ء

(۱۱)

بنام مالکِ مرام

بندہ نواز!

نستے۔ آپ کے خط و طرہ بارہ میراں اور مرزا غالب طے۔ فوٹو گراف بھی ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ میراں صاحب سے
بریلی میں اور کھنڈویس طے کے اتفاقات ہوئے ہیں۔ خوب آدمی تھے۔ انہوں نے کوئی زیر نہ لاد نہیں چھوٹی۔ ان کی میراں میں تیں۔

اس دریاں میں کچھ جان نہیں سکا۔ ان کے پاس ملی واہلی کتابیں تھیں۔ کسی کتب خانہ کو بے گئے ہیں۔
کلیاتی نیری سب سے بڑی لڑکی ہے۔ اس کی شادی ۲۴ اکتوبر کو ہوگی۔ کیسے کہیں کہ آپ شریک ہرگز عزت افزائی کریں۔
ہاں یہ ضرور عرض کروں گا کہ دماغ نے غیر کبک کر یہ کام بخوبی سہا تمام پڑھے اور وہ آئندہ سکھی رہے۔

پنجاب میں جو کچھ ہوا ہے اس سے آپ کے اعزہ و اقارب کو نقصان ضرور پہنچا ہوگا خدا کرے کہ تیرے و ماہیت ہوں۔
کلیاتی کی شادی کے بعد میں بھی وقت زیادہ صرف بڑا ہے۔ ضعیفی اور مصروفیت کے باعث حالات عجیب پیش آئے
مشکل تمام خطوط کل ملے۔ آج جواب دے رہا ہوں۔ مجبور ہوں۔

کلیاتی خواہجہ وزیر کھنوی کے لئے لکھنؤ میں کوشش کی نہیں ملی۔ تیرے بھائی کا تذکرہ جلد ہر دفتر کو اپنے لئے میں نے پہلے
تلاش کیا تھا، نہیں ملا۔ بنارس منسکرت کالج کے پرنسپل گرفتار کا انگریزی وید نہیں ملا۔ تاہم دکان داروں سے کہہ دیا ہے۔ اگر میسر
آیا تو خرید لوں گا۔

جنوں صاحب کے حالات کچھ بگڑے ہیں۔ جوہر کے بارے میں آپ کیا چاہتے ہیں۔ جس خط میں جوہر کے بارے میں
آپ نے تفصیلی باتیں لکھیں وہ تمہارے لئے نہیں۔ مگر تکلیف کر کے لکھئے۔

خطوط غالب کے متعلق جو آپ کے خیالات ہیں ان پر عذرا ضرورت خود کروں گا تب لکھوں گا تاہم سبوں کے باب میں
کچھ لکھنا بڑا بھاری کام ہے۔

مہتاب داغ ۲۰/۴۔ تذکرہ علمائے جون پور۔ ۳۱ ہے۔ ردیوں کی ضرورت نہیں۔ ہندوستانی اکادمی کا حال اردو کے
حق میں اچھا نہ رہے گا۔ یوپی میں ہندی کا زور ہے۔ خطوط غالب ملنے سے کہہیں اور چھپیں۔ ہندوستانی اکادمی اردو کے لئے بہت پیار
فالتا نہ صرف کر سکے۔ الہ آباد جاؤں گا تو پتہ لوں گا کہ کیا ہو سکتا ہے۔

جوہرٹ آپ نے ارسال کئے ملے۔ بہت بہت شکریہ۔ جیکٹوں کے لئے مزید تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ جوہرستانی
ممبران میں متفرق طور پر صرف انہی کو کمی کمی بھیج دیا کیجئے۔

مشتی بی بخش جتوئے کے نام کے خطوط کو میں نے دہلی میں جناب آفاق صاحب کے پاس دیکھا تھا۔ اصل خط نہیں تھیں
ہیں لیکن مصدق یا جعلی نہیں۔ ان سے جو باتیں ہوئیں ان کی وجہ سے مانگنا مناسب نہیں خیال کیا۔

میں اچھا ضرور ہوں لیکن تفکرات کا شکار ہوں۔ کلیاتی کی منادی ہوئی مگر اس کی تعلیم کا معاملہ ڈانٹاں ڈول سے صبر و بردباری
کی تعلیم کے لئے مشکل تمام اس کا داخلہ ہوا تھا مگر اس کے پڑھانے کے لئے مال مٹول ہوا ہے۔

آپ کے لئے کوئی اور کتاب خرید نہیں سکا۔ قرآن شریف مطبوعہ مدرّس بہت اچھا ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ میرے
پاس مصر ٹکی اور ایریاں نے طبع نہ ہو گئے ہیں۔ برم الخط کے اعتبار سے سبوں میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ اس امر کے متعلق ایک اچھا
ضمور لکھا جا سکتا ہے لیکن فرصت کہاں۔ ہندوستانی کے جو حالات ہیں ان کی وجہ سے خطوط غالب جلد دوم کی طاعت میں محبت
سے کام نہ ہوگا۔ چاروں ویدوں کے انگریزی ترجمہ کی بابت دریافت کیا۔ میرا آنا دشوار ہے۔

نعم خاتمہ جاوید کی تکمیل کا کام جناب پنڈت برہمچرن دت تیرے کئی صاحب کی ذات خاص کے ساتھ وابستہ ہے۔ پانچویں جلد کے

بعد انہوں نے خود کیا کیلئے کچھ تپ نہیں تھیل کی صورت شکل ہی معلوم ہوتی ہے۔

جانب جنوب کے نام کے جو علاقے میری نظر سے گزرے ہیں ۱۹ اوں میں سب سے پرانا علاقہ ۱۲، اکثر برصغیر کا تھا۔ اس متعلق کچھ نوٹ کیا تھا مگر اس مسئلہ میں رہا ہے تلاش کر کے پھر لکھنے کی کوشش کروں گا۔ زیادہ سلام!

ہندو ایش پرشاد۔ ہندو پریزیرسٹی بنارس۔ ۱۹۴۶ء

آپ کی مطرہ کتب کے لئے کوشش کروں گا کہ جلد متیا کروں۔ چن آئندہ میری طرف سے اجازت ہے۔

میش پرشاد

(۱۲)

بنام ہالک نام

مہر باغ!

نستے۔ مداف بات یہ ہے کہ ۴۳ راکٹر کو کھانی کی شادی ہوئی۔ اس سلسلے میں کائنات اور اندر ہوئے۔ آپ کے خطوط کو اپنے خیال میں ایسی جگہ لکھا کہ مل جاوے گی گھر دوسری بات یہ ہے کہ کھانی سے چھوٹی براس کی بہن ہے وہ بھی قابل شادی ہے اس امر کی تجویز ہے کہ پرانی تک اس کی شادی ہو جائے۔ ایشور مانک ہے۔

آپ کے وطن مالوت میں آپ کے عزیز دوستہ زروں کا کیا حال رہا۔ کت تک ہندوستان میں آپ قدم نہ بٹھائیے، زیادہ زیادہ صفائی کا خواہشمند۔

میں کھتا ہوں کہ بہت سی با۔ قریب قریب تمام باتوں کا جواب لکھ چکا۔ باقی کیا ارشاد فرمائیے۔ غلط!

میش پرشاد۔ ہندو پریزیرسٹی بنارس ۱۱ دسمبر ۱۹۴۶ء

(۱۳)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب اردو

مہر باغ!

تسلیم۔ آپ کا لفظ محترمہ ۱۴ جون ۵۰۔ آپ کی بخا دیڑ بہت عمدہ ہیں۔ خدا کرے کہ پوری کامیابی نصیب ہو۔

میں اس وقت تعطیل کرنا کی وجہ سے امرنگنگ کے پہاڑی علاقوں میں آیا ہوں ہفتہ عشرہ کے بعد بنارس واپس پہنچا ہوں اس وقت غالب اور برطان فوجیں اسد جین کے بارے میں مصروف کھیلوں گا۔ غالب کے فارسی حکام کا ایک مجبورہ باقم تیار کر دو۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔ ابتدا میں فارسی کلام اسی نام سے لکھا ہوا ہے۔ شمس افغانی کہ آپ اس وقت بھارت میں اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ منتخب کے متعلق جو مفید اور اچھے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی مسودہ سن کر بڑے کام کی ہوگی۔ ان اس کی تیاری کیا کافی محنت و احتیاط کی ضرورت ہے۔

پنج آہنگ کے تین جلدیں لکھتی رہیں۔ میں نے ان کے متعلق ایک مضمون نگار کھنڈ میں پھینکے۔ کئے کسی وقت بھیجا تھا۔ اندھا بھالے کردہ اس میں چھپا تھا کہ نہیں پڑھیں، بڑی بار کا بھی ایسا تمہی منسوب ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس کے بارے میں

کچھ لکھ کر بیچ دوں۔

فی الحال جیندہ ہو رکھو رہا ہوں، کچھ اور سب مجھے کتا تو بعد دیکھ رہا۔

میں مکرر یہ کہتے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ نے جو کچھ اچھا کر دینے پر قلم کرنے یا کہنے جانے کو تہیہ کیا ہے وہ قابل تعریف اور سب سے بڑا ہے۔ کچھ لوگ کامیابی نصیب پر فخر کرتے ہیں۔

مہینہ پرشاد (پروفیسر) و فیروز پور

از مقام حبیبی ری راجا شیت ۲۱ جوان

(15)

نام ملک رام

بندوباز!

تسلیم جواب کافی دیری کے بعد دے رہا ہوں۔ اس کے تسلیم کرنے یا انکار کرنے میں مجھے بالکل عار نہیں خیر! مولانا مکتوب حسن رضوی پر وزیر کھٹرو فیو رٹی کے پاس مرنے والا ہے کہ ہم فارسی خطوط لکھتے اور کچھ نظمیں لکھتے ہیں۔ ان کو کتاب خیر نامہ چورے منتقلات غالب کے نام سے شائع کیا ہے۔ اگر یہ کتاب آپ کے پاس پہنچے تو فرما دیجئے گا کہ ہوں۔

ہندوستان میں سیاسی کشمکش کے ساتھ ہی راجنرمی داملی کشمکش بھی کیونکہ نہیں ہے۔ ہندی کے لئے زور برسرہ رہا ہے
خطوط انبساط کا حصہ اول احمد سے نہیں ملا۔ صرف پانچ سو چھپا سو نو ہندوستانی اکادمی نے حصہ اول کو چھپا۔ جنگ نے بغیر
موقع نہ رہا کہ دوسرا حصہ چھپنا۔ حصہ اول ختم ہے۔ ضرورت تھی کہ دونوں حصے چھپتے مگر حالات ایسے معلوم ہو رہے ہیں کہ اکادمی
نہ چھپا سکے کیونکہ کوشش ہندی دالوں کی طرف سے سر توڑ رہی ہے کہ کادھری صرف ہندی کتب کے لئے ہی جنم لیں رہے۔ خطوط غائب
کا شہر تیار ہوتا ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ کسی کسی خیال ہوتا ہے کہ کیا ایسا نہ ہو کہ میں خود جو جائل اور طالب اکادمی کے ہندو
جو مواد کو اپنی ہے وہ ایسا نہیں کہہ رہے۔ کچھ میز اسے کا حصہ کی جی نہیں کر سکتے۔ انڈین یونیورسٹی میں اردو کے لئے بہت کم
میدان رو گیا ہے۔ جی۔ پی۔ میں میٹریک کیلکولیشن کے نصاب میں ہندی پر ایک طالب علم کے لئے تین سو چوبیس ہے۔ فارسی و عربی سے
کچھ لوگ دور ہو رہے تھے اسائنمنٹ کا اثر پڑا رہا تھا۔ اب ہندی کا زور ہو رہا ہے۔

بناب پر یہ فیروز وزیر افسر صاحب متوطن دہلی اس وقت طہران میں ہیں۔ انہوں نے غالب پر کچھ خاص سزا کوٹا ہے۔ برطانوی راج پر خاص تحقیقات کی ہے اور کوئی خاص بات غالب کے باب میں نہیں ہے۔

وہاں سے گنگا میں تلخیاں زوروں کے ساتھ تھیں۔ ہمارے رینجی کے حصے تباہ ہو چکے ہیں۔

آپ کب ہندوستان میں واپس آدیں گے۔ مجھے یقین ہے ایک عجیب و غریب ملک کو پائیں گے۔ فقط:

بندہ ہمیشہ بخشنے والا۔ ہندو پرنسپرکسٹی بنارس

۸ ستمبر ۱۹۲۵ء

(۱۵)

مکاتیب رام

جناب من!

نستے۔ آپ کا خط عمرہ ۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہے کہ آپ آرام و مصائب کے شکار رہے مگر کے بعد یہ ہونا چاہئے۔ امید کہ اب آپ اچھی حالت میں ہوں گے۔ ہندوستانی اکاڈمی خطوط غالب شائع کرے یہ امر قریب قریب ناممکن ہے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ ہر ایک پبلشر کے بس کا کام نہیں کہ وہ خطوط غالب شائع کر سکے۔ ڈرنا ہوں کہ جیو جیو کیا ہے وہ بیکار نہ جائے۔ میرے بعد میرے اکھلا کئے ہوئے مواد سے ہر ایک فائدہ اٹھا کر سب کام کر سکے یہ امر ناممکن ہے۔ خطوط غالب کے علاوہ مکتوب ایہم کی بابت جو کچھ میرے پاس ہے وہ کچھ اہم نہیں ہے۔ لا تقنطہن رحمہ اللہ۔ آپ نے آئندہ رسالے آنے کے لئے لکھا ہے۔ غیر ضروری غنیمت ہے۔ کوشش کر رہا ہوں کہ کوئی اچھا پبلشر مل جائے جو خطوط غالب و دیگر متعلقات کو شائع کرے۔ فقط نیا دہ سلام

ہمیشہ پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۰ دسمبر ۱۹۴۵ء

(۱۶)

مڈاکر خطا والدین احمد آزاد

جناب من!

تسلیم کارٹولا۔ بیگزین بھی ملا۔ سارا بیگزین تو نہیں صرف اپنی دیکھی علاحدہ تو ضرور پرچھا۔ تاہم یہ ضرور دیکھیں گا کہ بیگزین خوب ہے۔ نہایت ہی کاوش و جانفشانی سے ایڈٹ کیا گیا ہے اور عمدہ و دلچسپ مضامین کا ایک نفیس گلدستہ بنایا گیا ہے جس کو کتبے بلاشبہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ غالب کے متعلق آپ کے یہاں کافی جمع ہو گیا ہوگا۔ میرے پاس والا ابھی دہنے دیکھتے کچھ غیر مطبوعہ مواد کتاب کے ساتھ ہی شائع ہونا مناسب رہے گا۔ مصافحہ کیجئے اس کی تکلیفی دوسرے دن تک سے بھی کچھ نہ کچھ کر دوں گا۔ جناب فاضل صاحب کا ممنون جواب کی راست گفتاری آپ نے چھاپا اور صحتاً آپ بھی اپنے ان کے متعلق بھی کچھ چھاپ دیا۔ میرے پاس بھی چند مشاہیر کے خطوط بنام راقم الحروف ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو وقتاً فوقتاً کچھ بیچ دوں گا۔ اس وقت غالب نمبر میں میرا ایک ہی مضمون کافی ہے پھر کچھ اور کسی وقت کلمہ دوں گا۔ غالب کی ایک کتاب دستبردار، لٹن لائبریری میں ضرور ہے۔ کچھ محنت کیجئے اور کتابیں بھی وہاں منتقل نہیں کی۔ خطوط غالب ملے کہ اکاڈمی نہ شائع کرے یا نہ کر سکے۔ ایسی حالت میں کیا سلاہیو؟ میٹھی پھلپنے کے لئے تیار ہوگی۔ متن دو حصوں پر مشتمل ہے۔ دو حصوں میں متعدد درزا کا سال و مکتوب ایہم وغیرہ کے حالات ہوں گے۔ میرے خیال سے بعض حواشی کا ہونا بھی مناسب ہے۔ عالی مقام جناب سر سید صاحب کا ایک خط بنام مولانا عبدالحمید صاحب معصفت گل رضا، وہ مجموعہ خطوط سر سید میں شامل نہیں ہیں۔ میں نے اسے ایک نئے جزیئر تالیف میں شامل کر دیا ہے۔ زیادہ محض کا غالب!

احقر العبادہ ہمیشہ پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۹ دسمبر ۱۹۴۵ء

(۱۷)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آزاد

جناب آرزو صاحب !

تسلیم۔ میری یاد آرزو ہے کہ آپ کچھ تعلیم میرے لئے کریں۔

مرزا غالب کے دو خط قرطانی نام کے ایک شاہ صاحب کے نام ہیں۔ مجھے صرف یہی معلوم ہو سکا ہے کہ قرطانی صاحب میرے گھر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد صاحب کشن پوری کے بہن بھائی تھے۔ میرے پاس ہاشمی بھٹہ بھٹہ نہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے حالات اس میں ہوں۔ اگر آپ حالات مختصراً بہم پہنچائیں اور ماحول حوالہ دہی دیں تو بہت مشکوکہ نہ رہوں گا۔ تصدیق کے لئے معافی کا خواستگار !

بندہ ہمیشہ پرنشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۶ فروری ۱۹۴۹ء

(۱۸)

بنام مالک مام

جناب من !

کسی سے نصیحت کا احوال کہتا مصیبت ہے مصیبت زیادہ

پچھلے دنوں خوب کٹ پٹی۔ چھٹیاں تھیں مختلف مقامات میں ریلوے ۱۸ جولائی سے یونیورسٹی گئی ہے۔ اب ہناڑ میں ہوں۔ قرطانی صاحب اور دودھا صاحب برسر بائیں چور و ذنا خور غالب کے متعلق لکھا کرتے ہیں۔ ان کو کوشش ہے کہ غالب کی ہر ایک تصنیف ناقض حیثیت سے شائع ہو۔ ان میں ان کا خط آیا ہے کہ کئی تصانیف کے نسخے تیار ہیں۔ طباعت و اشاعت کا مسئلہ مشکل ہے میری کتاب کی اشاعت ہندوستانی اکادمی الہ آبادی بدولت ہوئی۔ اب ہندوستانی اکادمی آئندہ غالب ہندی کا ہی کام کرے گی۔ میری کتاب کی طباعت کا حق مجھے دے دیا ہے۔ میں اس فکر میں ہوں کہ کتاب شائع ہو۔ یہ کام مشکل ہے شکل تمام پہلے سب کچھ اٹھا کیا اسباب طباعت کا معاملہ حل کروں۔

افراد ایک ڈپو لکھنؤ نے میری کتاب کا بیشتر حصہ چھاپ لیا ہے۔ ان کے نام نوٹس دیا ہے۔ اب کوئی ضرورت اس کے سوا اور نہیں معلوم ہوتی کہ ان کے ساتھ عدالت میں چارہ چوٹی کروں۔ چنانچہ دو مسئلے درپیش ہیں۔ طباعت کا اور حصہ کا۔

غالب کی جو اصلی تحریریں میرے پاس جمع ہیں ان کا بلاکہ تیار کر کے ان کو کئی بی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہوں۔ تاہم ان کی تحریروں کے نوٹس بذریعہ عکس لوگوں کے پاس نہیں اور اصلی تحریریں کہیں محفوظ رہیں۔ اگر یہ کچھ ہیام میں غالب کی کافی تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ پھر میرے پاس کچھ ایسی ہیں جو کراچی شائع نہیں ہوئیں اور نوزیر سچا سچ محفوظ ہیں۔ انہیں کیا کرتا ہے۔ غالب کے نام جو خطوط مختلف حضرات کے ہیں ان کا مجھ کو بھی چھوٹا سا تیار ہو رہا ہے۔ ایسے مجھ سے میں کچھ خط اندر نہایت

بظور جواب یا جواب انجا اب منظر تھے ہیں۔

آپ ہندوستان کتب تشریف لائیے گا ادیکرا کر رہے ہیں تفکرات سے فائدہ الہاں ہستے کر نہیں۔ فقط !

ہمیشہ پرنشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۲ جولائی ۱۹۴۹ء

(۱۹)

بنام ملک رام

بندہ فرزند

نستے۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ کا خط صحت سے آوے گا۔ صحت میں کسی وقت جراثیم نہ ہو چکیں گے۔ پچھلے دنوں بہت ہی گیتا تھا صحت کا کوئی بھی دریا فت کیا تھا۔ لیکن آپ تو ابھی مصر میں ہی ہیں۔ خیر جہاں رہیں بغیریت رہیں۔
آپ کبھی آویں، سب دیکھیں تو کسی نتیجے پر آپ پہنچ سکتے ہیں۔ نیا کفن مشکل امر ہے۔ نو خاندانہ جاوید کی جلد رسم مل سکتی ہے۔ دام تقریباً پانچ سو روپیہ ہوگا۔ دیوان آؤر نہیں مل سکتا۔ میرے پاس نہیں ہے۔ اور نیشنل کانفرنس کی کارروائی غالباً ایک سال بعد شروع ہوگی۔

بہرہ صحت کبھی اچھی کبھی خراب رہا کرتی ہے۔ پچھلے دنوں گڑبڑ ہو گئی۔ اب اچھی ہے۔
باقی بغیریت ہے۔ ۲۶ جنوری کو ری پبلک (REPUBLIC) یوم منایا گیا۔ اس روز نے ٹکٹ چلے دو بیچ رہا ہوں۔
بندہ ہمیشہ پر شاہ ہندو یونیورسٹی بنارس ۸ مارچ ۱۹۵۰ء

(۲۰)

بنام ملک رام

کر مہر مانے سن!

نستے۔ میں اس وقت یونیورسٹی بند ہونے کی وجہ سے وہاں میں ہوں۔ ۲ جولائی تک دلی میں رہوں گا۔ بعد بنارس واپس پہنچ جاؤں گا۔

نو خاندانہ جاوید کی تیسری جلد ہندو یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہوگی۔ وہ وہاں سے تقریباً مل جاوے گی۔ جلد اول کا مٹا مشکل امر ہے۔ میرے وہ ایک کرم فرما اس کے طالب ہیں۔ عرصہ سے تلاش میں ہوں مگر کوئی نسخہ میسر نہیں آیا۔

لکھنؤ کے انوار تک ڈیڑھ پر نانش کر چکا ہوں۔ تقریباً سال بھر معاملہ لٹرائی میں پڑا۔ مجبوراً عدالت میں جانا پڑا ہے۔ لیکن ہے کہ اگست میں معاملہ کچھ طے ہو جائے۔ جو کچھ ہوگا عرض کروں گا۔

آپ عراق ہی آگئے ہیں۔ اسکندریہ کی نسبت ہندوستان سے زیادہ نزدیک ہے۔ جی چاہتا ہے کہ کئی وقت ہندوستان کی زیارت کر لوں۔ اچھا یہ ہوگا کہ جب آپ ہندوستان تشریف لائیں تو آپ کے ساتھ ہندو چلوں۔ اس وقت تک آپ ابھی ہندو عراق کے دیگر مقامات سے بخوبی واقف ہو جاویں گے۔

نادرات خالصت کے نام سے ایک کتاب جناب آفاق دہلوی صاحب نے مرتب کی ہے۔ اس میں مرزا کے خط و نام فنی بھی بخش ہیں۔ ان خطوط کے علاوہ کچھ کیرآمد اس میں اور ہیں۔ امید کہ خط لکھا ہوگا۔ نگار لکھنؤ کے دو نمبروں میں ان خبرحات کا ذکر ہے۔ بینا غالب کے بارے میں کچھ نہ کچھ مندوج ہے۔ جواب بنارس کے پتے پر ہی بھیج دیا۔

بندہ ہمیشہ پر شاہ۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۴ جون ۱۹۵۰ء

(۲۱)

بنام مالک مام

بنده نواز!

نستے! عافراط۔ ایک خط روبرو کر دے سے بچا تھا۔ ان دنوں بیامی کی وجہ سے دلی میں تھا۔ اب بنارس میں ہوں۔
کھانسی بکھا نہیں چھوڑی۔ مزید تکلیف ایک پھوٹے سے پیدا ہوئی ہے جو بیٹریں دہائی طرف اوپری جھکے میں ہے۔ بہت بڑا ہے دھم
بھر رہا ہے۔ میں دلی سے زیادہ ہو چکے۔ غالباً دس دنوں میں درست ہوگا۔
یہی کتاب خطوط غالب کا تقریباً ۱۰ حصہ انوار بک ڈپو کھٹونے چھاپا۔ مقدمے کی فہرست آئی۔ کافی دوڑ و صوبہ کرنی چڑی
خیر صلح ہو گئی۔

۳۰ جولائی تک پرنسپل میں ملازم رہیں گے۔ ساتھ سال کا ہر چکا ہوں۔ ریٹائر ہوں گا۔ کہاں رہنا ہو، کچھ پتہ نہیں۔ غالب کی
تنگی کو خیال ہے صحت کی غلامی کی وجہ سے بہت کم کام اس درباری میں کر سکا۔
آپ ہندوستانی کتب شریف لادیں گے کب آپ کا نیاز حاصل ہوگا؟ غلط!

ہمیش پرشاد۔ ہندو پرنسپل بنارس۔ ۱۰ جنوری ۱۹۵۱ء

(۲۲)

بنام ڈاکٹر زور

کر م فرمائے!

تسلیم۔ ۳ فروری سے ایسا بیمار ہوا گویا وقت آگیا تھا کہ موت کو لبیک کہوں مگر زلیبت باقی تھی نہیں مرا۔ پچھلے دنوں
جب طبیعت بہت خراب ہوئی تو میں نے صاحب رجسٹرار کو لکھ دیا کہ کاپیاں نہیں دیکھ لیوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ کافی آرام کی
ضرورت ہے۔

میں جب زور دلی کے ساتھ بیمار ہوتا ہوں تو کافی عرصہ کے لئے تندرست ہو جاتا ہوں۔ امید کہ اب آئندہ بہت دنوں تک
بیمار نہیں ہوں گا۔ یکم مئی ۱۹۵۱ء سے ریٹائر ہوں گا۔ جس قدر کام کئے گا کروں گا۔ اس سال کاموں کے دیکھنے سے صحت کیا جاؤں۔
بنده ہمیش پرشاد۔ ہندو پرنسپل بنارس ۱۳ مارچ ۱۹۵۱ء

(۲۳)

بنام ڈاکٹر زور

بنده نواز!

تسلیم۔ عافراط میں راحت ہوئی۔ شکریہ۔ میں اس سال پڑ نہیں پلایا گیا اور اگر بلایا جاتا تو وقت معتبر پہنچ نہ سکتا تھا۔
کیونکہ صحت خراب تھی۔ اب یکم مئی سے ریٹائر ہونا ہے۔
اچھا صاحب! غالب کی تصانیف طبع اول کے باب میں تھوڑا تھوڑا چند سطروں میں لکھا۔ پھر بھی وہ منسوب کی مصنفات میں

ہو گیا۔ ہر ایک تصنیف پہلے پہل کہاں سے کہاں شروع ہوتی ہے۔ طبع اول صحت تصانیف کا کہاں جیتا کرتا ہے۔ اسی امر کو مد نظر رکھ کر لکھا اور پہلے سے تیار کیا تھا کہ آپ کی خدمت میں بھیجوں گا کیونکہ سب اس پر کمال محسوس کرتا تھا کہ کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس مضمون میں کچھ کی وہ گنتی ہے جس کی تکمیل ایک دو صحت کے واسطے پر مبنی ہے۔ چنانچہ میں ہی اس امر کا پتہ لکھ کر ایک ایک گنگ جاتے گا مضمون آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔ تبدیل آب و ہوا کی غرض سے الہ آباد کے دیہات میں سوارا ہوں مہینہ مشورہ میں واپس ہونے کا ارادہ ہے۔ اس وقت تک غالباً میرے ایک ہریان کا خط بھی آہلئے گا اور مضمون کی تکمیل بھی ہو جائے گی اور آپ کے حکم کی تعمیل میں قاصر نہ رہوں گا۔ ہندی میں دو کتابیں پچھلے کے لئے بھیجوں گا۔ جن کی خوشی ہوتی ہے جب اپنے کار کا ساتھ داتا ہے۔ پچھلے کو بہت بہت سلام و دعا۔

بندہ ہمیش پرشاد ہندو دیویہ سٹی بنارس ۱۲ اپریل ۱۹۵۱ء

(۲۴)

نام ڈاکٹر زور

بندہ فوارا

تسلیم۔ ایک خط بھیج چکا ہوں امید کر رہا ہوں گا۔ میرے دوست نے مجھے اس امر سے آگاہ کیا جس کا میں طالب تھا۔ مضمون کی تکمیل ہو گئی۔ اس کو مع دو کتب ہندی بندہ لکھ رہا ہوں۔ امید کر رہا ہوں گا کہ آپ کو کچھ حد میں لگی تو غالباً آپ مسرور ہوں گے۔ ہاں صاحب اگر مضمون کو اس قابل سمجھیں کہ سب اس میں سے کچھ سلفہ جگہ سے دیکھیں گا اور واپس کر دیکھیں گا کسی اور کے کام آجائے گا۔ مرزا کی تصانیف کے طبع اول کے بارے میں صبح علم لوگوں کو ہر اس خیال کو مد نظر رکھ کر لکھا ہے۔ جب تک کتاب کی قطعیت نہ بتلائی جائے پتہ نہیں چلا کہ کتاب کی ضمانت کیا ہے۔ میں نے ہر صفحہ کی سطروں کا بھی ذکر کیا ہے مگر یہ ہے کہ بعض لوگ اس امر کو غیر معروف سمجھیں اور ممکن ہے کہ یہ امر کسی کسی کے نزدیک اچھا ہو خیر جو ہو سو ہو کچھ سوچا لکھا رہا۔ اچھا بھیجوں کہ سلام و دعا۔

بندہ ہمیش پرشاد ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء

(۲۵)

نام ڈاکٹر زور

بندہ فوارا تسلیم۔

کچھ بند ہونے سے پہلے بندہ برتری کتابیں بھیج رہا ہوں۔ کوئی اطلاع نہیں میری محنت کئی گنی ہوتی ہے کچھ غراب میں اب اتھلی لکھوں سے عیدہ رہنا چاہتا ہوں۔ میرے ایک عزیز چاہتے ہیں کہ ان کو گھبراہٹ سے قلعہ یاں میں لے جائیں کہ غرض مسئلہ سے ان کا حال مسلم رہ جائے گا۔ ان کو اپنے یہاں قلعہ دیں تو مشکل گزار ہوں گا۔ پچھلے کو بہت بہت دعا۔

بندہ ہمیش پرشاد

۱. محتات کے سلسلے میں پود گیا تھا تو یہی دو رنگیاں بھی ملاحظہ ہیں جن کی ہندی دانی سے ہمیش پرشاد بہت خوش ہوئے تھے۔ (زور)

۲. ہرنا تھو جیکل صاحب کچھ ارادہ۔

(۲۶)

جامک نام

بندہ نواز!

نستے۔ ایک نافر بھیج چکا ہوں۔ امید کرو پچھا ہوگا۔

نصیب بدہ اس امر کا ہوں کہ کوئی مضمری بھیجے جو کہ کل اندیکہ و شل کا نفر میں بی بی بیٹھا جائے۔ یہ کا نفر نو مریں ہوگی یہ بندہ اس میں حوی غار کی سیکشن کا پریسیڈنٹ منتخب ہوا ہے۔ مضمری مگر آپ خبر میں بھیج دیں تو سہوت ہوگی۔ اس کے لئے میں خصوصیت کے ساتھ نوٹنگ گزار ہوں گا۔ مضمرن میرے پاس ہی آنا چاہئے۔ شکریہ!

بندہ ہمیش پرشاد!

(۲۷)

ام نامک نام

بندہ نواز!

نستے۔ ۱۳ اگست کا خط طارہ موصول کیا بتلاؤں۔ غالب پر کلکٹے۔ مہر کی مرلی کے متعلق کچھ لکھئے۔

انوار بک ڈپو کے ساتھ اگر کچھ نہ رہا تو حدائق میں جاؤں گا جہاں اب تک حدائق غارت گاہ ہیں۔ یہاں کی ہے وہاں کچھ اور بھی۔ آپ آئیے تو اچھا ہوگا۔ خدا جانے کب تک میں کام پورا کر سکوں گا۔ جب کہ آپ تمام مواد کی نقل کے لئے خرچ کرنے کو کہتے تیار ہیں تو تمام مواد ہی مناسب مواد وغیرہ سے کہیں نہ لے لیں۔

ہندوستان میں کچھ نئے ٹکٹ چلے ہیں ان میں سے کچھ بھیج رہا ہوں۔ کچھ ٹکٹ حیدرآباد کے بھی بھیج رہا ہوں۔ بلکی ہے کہ آئندہ ان کا میٹر کا نو شمار ہو۔ باقی سب زیر بحث ہے۔

بندہ ہمیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس۔

(۲۸)

مڈاکٹر غفار الدین احمد صاحب آر تھو

جزیم!

سلام۔ غالب خبر ملا۔ صدمہ سے محنت منتظر تھا۔ اگرچہ سہل کر کیشن کے طبع مور ہے مگر تاہم نگین کو انٹ پلٹ کر کچھ نہ کچھ ضرور دیکھا اور اس سے بہت متاثر ہوا۔ غالب کے باب میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے کسی تذرا اندازہ کر دے گا ہوں کہ آپ نے کتنی تکلیف کواڑا کی ہے۔ فقہ کرناہ آپ کی سماجی جہل سے غالب کے حق میں بہت مفید کام ہو گیا ہے۔ اس کے لئے مبارکباد۔ خدا کرے کہ آپ کو مزید کامیابی نصیب ہو۔ غالب کے لئے ابھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ نیا دل لیا لکھوں۔ شکریہ۔ فقط!

ہمیش پرشاد

بربناد تو صبح میدان شامی حرف قریب المخرج کے ساتھ قزاقی کو صبح مانا ہے۔ چنانچہ شک اور سنگ ۵۵۵ کا تافید است
مانتے ہیں۔ ترجمہ یا خود صادق الہامہ کے بیان میں قافیے کو ملاحظہ فرمائیے۔

عربی میں جبرائیل غایب یا غائبہ مقصورہ کے ساتھ ہیں ان میں سے ایرانی اکثر کا غنڈیا اور الف و فوں سے کرتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب بھی راسخی کے قزاقی میں تقویٰ اور عیسیٰ بھی لائے۔ عیسیٰ و یسوع عبرانی زبان کے الفاظ ہیں اور عربی
میں عیسیٰ بھی اس کا تلفظ ہے۔ تسلی کو تسلی بھی پڑھ لیتے ہیں۔

صاحب نامخ التواویخ کی ایک جلد محض بیان نافیہ میں ہے۔ اگلا فقرہ کے قزاق سے مفرد ملاحظہ فرمائیے۔ تاہم
مکی نسبت بہت کچھ معلومات کا اضافہ ہوگا۔

ایک کارڈ کے ذریعہ سے مفرد اصلاح دیجئے کہ میری کجواں آپ تک پہنچ گئی اور آپ کا اطمینان ہوا یا
نہیں۔ تاکہ تجھے بھی علم ہو جائے کہ میری خاموشی سائی ٹھکانے لگی۔

ملاحظہ فرمادیں وہ قافیہ عجیب بیڑ علم ہے۔ اس کے اشکال کی وجہ سے جیسے بڑے شعراء نے بھی اس کی طرف توجہ
نہ کی۔ درحقیقت کوہ کنڈر و کاہ بر آوردن کا مصداق ہے۔ موزوں صبح فطری کو اس کی چنناں مفردت بھی نہیں ہوتی ہے نہین موزوں
کون سی بات نے آپ کو اس کی طرف تھمکا کیا۔ والسلام خیر ختام

آپ کا خیر اندیش و چمدان سید واد حسین شادان گلگامی
۲۶ نومبر ۱۹۳۹ء (۴۸ شوال ۱۳۵۸) یوم یکشنبہ

(۲)

بنام آغا صادق حسین صاحب گزشتہ کالی کوٹ

شادان نواز ادا اللہ فادائکم

علیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آپ کی نظر تازہ میں نے چرمی بہت ملاحظہ فرمادے وقت خوش کہ وقت خوش گری
خدا نظر بد سے بچائے بہت خوب فرماتے ہیں۔ کلام میں بھنگی اور زبان پر قدرت بھی پائی جاتی ہے۔ خدا آپ کو فائز الملام کہے۔

جواب مستفسرات

زحاف فخر محقق طوسی کے عمل سے یہ اجتماع مسلم و صنف ہے یعنی جس رکن آخر کے آخر میں دند معروف واقع
ہوا اسے گنا دینا پھر بغیر رکن سے ایک سبب خفیف حذف کر دینا کا نام خمر ہے۔ یعنی اس کو اجتماع جبر و کشف کہتے
ہیں اگرچہ انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی مگر ان کے عمل سے یہی نمایاں ہے۔ لیکن یہ عمل کن میں ترتیب وار نہیں ہو سکتا ہے
اور محقق کا مکمل ترتیب وار عمل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یعنی اتحاط دو سبب خفیف اور اس کا ناسے مفعولات بلا وقف کا
نام جبر اور حرف ہفتم متحرک آخر وند مفروق کے حذف کا نام کشف رکھتے ہیں۔ اس صورت میں اجتماع خفیفیں لازم آتا ہے
کیونکہ جب اس کا ناسے مفعولات کا نام جبر نظر آ تو پھر مفعولات میں حرف ہفتم جرات ہے متحرک کہاں رہی جو حرف ہفتم
متحرک وند مفروق پر عمل کشف حذف ہو گیا کشف کا عمل حرف ساکن پر کیسے ہو سکتا ان دونوں کے اجتماع کا نام بھی خمر نہیں ہے۔

زلزلہ یہ اجتماع ہنرمند و تحقیق ہے۔ یعنی جس رکن آخر کے آخر میں دو سبب خفیف سے بیشتر ایک و متعدد ہوتے ہیں۔ سبب آخر گراما دیہ حذف ہوا، پھر سبب اول سے ساکن کو گرا کر اس کے متحرک کو ساکن کرنا (یہ قصر ہوا) و اجتماع حذف و قصر ہی کا نام ہنرمند ہے، بعدہ بمعلیٰ تحقیق و تدبیر کے متحرک اول کو سبب رکعت باقبل و توانی سر حرکات ہماکن کنایہ عمل نو مصنف طوسی کام میں لاتے ہیں مگر یہ نام نہیں رکھتے وہ اس کا نام خن ازل فرماتے ہیں کیونکہ وہاں ہنرمند کی بجائے ازل کہہ چکے ہیں۔

بعض اس کو ہنرمند و غم کا اجتماع سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ مدح یا غلطی پر ہیں کیونکہ ہنرمند ہمیشہ مدح و ضرب کے واسطے مخصوص ہے اور غم صدمہ و ابتہا کے لئے خاص ہے لہذا دونوں کیسے جمع ہو سکیں گے۔

عمل محقق بظاہر ہے۔ ظاہر ہے کہ رکن آخر ہمیشہ رکن کفوف کے بعد آتا ہے۔ اس صورت میں کف کے اخیر اور ہنرمند کی ابتدا میں باہم تحقیق کے کہ اس کا نام زلل کہہ سکتے ہیں۔

مفاعیل سے (مفاعی بوجہ حذف پھر مفاعی بہ وزن فعل صیغہ بوجہ قصر و ہنرمند) پھر مثلاً کسی بحر میں مفاعیل متوال ہو چونکہ رکن مفاعیل کا لام متحرک اور رکن فعل کے دف ع متحرک ہیں چنانچہ رکنوں میں مل کر تین متحرک متوالی ہو گئے ہیں۔ پھر کے متحرک کو ساکن کیا تو مفاعیل متوال سے مفاعیل متوال ہو گیا جو بہ وزن مفاعیل فاع ہے۔ اس صورت کا نام ازل ہے۔

اس سے پہلے خط کے جواب میں عرض کر چکا ہوں کہ صدر کی یہ تقریف غلط ہے کہ مفعولات میں سے دو سبب خفیف کا حذف کر دینا کیونکہ اتنی تقریف سے فاع بہ حرکت میں باقی رہے گا نہ بسکون میں اور رکن بوجہ فاع کو بسکون میں سبب کہتے ہیں۔ لہذا نحو لمبی صدر اور سقوط الف سے فتح بہ حرکت میں رہے گا نہ بسکون میں اس لئے یہ تقریف بحر کی غلط نظر ہے۔ اور زلل کی نسبت بیان زلل میں ذکر آچکا کہ اجتماع غم و ہنرمند کا نام نزد بعض زلل ہے اور اس تقریف کے صحیح ہونے کی علت لمبی و چین مرقوم ہے۔

نمائندہ از استغفار

مکافہ۔ جب دو سبب خفیف متوالی واقع ہوں خواہ ایک رکن میں بھیجے مفاعیل میں عیسیٰ اور مفعول میں مشتفت خواہ دو رکن میں بھیجے مفاعیل فاعلاتن کے تن فاعدریانی۔ اگر ان دونوں میںوں کے دونوں ساکنوں کو گرا دینا ساتھ ہی جائز ہو یا ان دونوں ساکنوں کو بحال رکھنا ساتھ ہی جائز ہو یا ان دونوں ساکنوں میں سے ایک کو گرا دینا اور ایک کو بحال رکھنا ساتھ ہی جائز ہو تو ان تینوں حکموں کا علیحدہ علیحدہ نام مکافہ ہے۔

عبداللہ خزرجی اس حکم کے قائل ہیں جیسا کہ میزان الافکار شریعہ میں مرقوم ہے اور محقق اس حکم کے قائل نہیں جیسا کہ میبدا لا شعاریں تحریر ہے۔ الغرض مکافہ ایک حکم کا نام ہے زماں کا نام نہیں۔ چونکہ معاقبہ اور مراقبہ مکافہ پر مبنی تھا اس لئے اس کا ذکر کیا گیا۔

معاقبہ۔ جب دو سبب خفیف کے دو ساکن متوالی تم کو طبع (جیسے مکافہ میں ملے تھے) اور ان دونوں ساکنوں کو گرا دینا ساتھ ہی جائز نہ ہو اس وقت غم کہ دو دونوں کو بحال رکھنا ساتھ ہی جائز ہے یا نہیں۔ اگر دونوں کی بحالی جائز نہ ہو تو اور ساتھ ہی

خروجِ مزید نادرہ ہمارے ہیں اور وہی متقل کو وہی غیر متقل پر ترجیح دیتے ہیں۔
 سفند راہ قلندر کے قوائی میں اگر حرف را کو روئی قرار دیں تو اس سے ماقبل کے حرف وال اور فون۔ روں سے پہلے کے
 چار حرفوں میں سے کسی ایک میں ان کا شواہد نہیں ہوتا اور اگر فون کو روئی قرار دیں تو وال اور در۔ وں اور خروج کی تعریف میں نہیں آتے
 کیونکہ وصل اور خروج حرف غیر متقل ہوتے ہیں اور یہ متقل ہیں۔ لہذا قلندر اور سفند کا قندہ۔ قافیہ مجرودہ ہوا ۱۰ اخر بھی قافیہ ان کے
 ساتھ مجرودہ ہے۔ بحیثیت علم قافیہ ان میں سے نیک کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔

علم باخفت کے فن بدیع کے لحاظ سے قلندر اور سفند میں صنعت لندوم بالا بلزوم ضرور ہے اور فن بدیع میں وجہ تمنا
 کلام ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ جب کوئی صنعت کلام یا الفاظ میں پائی جاتی ہو تو از روئے فن بدیع غیر صنعت والے کلام سے اس
 کو صرف محسن مانا گیا ہے اور کل صنائع بدائع ضروری نہیں۔ ہونا ان کا نہ ہونے سے بہتر ہے اور کسی بات کو ان کے عمل لینے
 سے کئی طرح سے ادا کر سکتے ہیں۔

صندوق اور صندوق کا قافیہ سخن راہ قلندر سے بھی اچھا ہے کیونکہ حرکت و سکون دو حرف ہیں مگر برابر ہی اور
 ہم جنسی اعراب ہی بھی تساوی ہیں۔ پھر بطور معنی پسندیدہ اور بطور معنی چاب زبہ اس سے بھی اچھے قوائی ہیں لیکن اگر اس قسم
 کے قوائی غیر ضروری قرار دے لیا جائے تو موعودہ سے چند قوائی ملیں گے اور اظہار حیرات کے لئے کفایت نہ کریں گے
 مستحسن قوائی کو فن قافیہ مانا نہیں ہے اور نہ ان کو جڑا جاتا ہے۔ اہل ان فن بھی تو علم بدیع کے لحاظ سے ایسے قوائی کو اپنے
 ہی کہتے ہیں۔ پھر آپ کے خیال نے کوئی جدت تو پیدا نہ کی۔

لفظ معنی کا تلفظ MANĀ (माना) اور MANĪ (मानि) اور عیسٰی کا تلفظ ISI (इसी) اور ISĀ (इसा) زبان اردو میں بھی یہ فعلی طرح ہے نیز عیسٰی وہاں کے الفاظ سے کسی طبیب کو مخاطب کرنے
 ہیں اور ISIYAY DAURAN پڑھتے ہیں۔ البتہ اردو میں نقوی TĀVA (तावा) کا تلفظ نقوی (ताकवा) نہیں ہے۔

چونکہ ”بھی اور انہی“ وغیرہ کو دلچاہہ و راضیا نہیں پڑھتے اور عیسٰی اور منہی بھی اردو اور فارسی میں تلفظ کے
 جاتے ہیں لہذا ”بھی اور راضی“ کے تین ہی عیسٰی اور منہی پڑھیں گے نہ عیسٰی اور منہی۔

تحقیق و تدقیق بہت اچھی چیز ہے۔ یہ مادہ جس کو عطا ہو تو یہ قدرت کا عطیہ عظمیٰ ہے۔ جب آپ محنت و باغ کے
 ساتھ طبیعت بھی رکھتے ہیں تو پھر آپ کا کام قابلِ عین اور فائدہ کیوں نہ ہوگا۔ ضرور آپ کی تصنیف اس فن میں زبان اردو
 میں قابلِ قدر اضافہ ہوگی۔ امید ہے کہ طبع ہو جانے کے بعد اس سے استفادہ کرنے سے آپ نیچے مجرور نہ رکھیں گے۔

ظاہر ہے کہ اس کے لکھنے میں علاوہ دماغ سرری کے اچھا خاصہ صفت بھی صرف ہمارے لہذا ایک کا رٹ کے ذریعے
 سے اس کے پہنچنے سے اطلاع بخشیں گے تاکہ مجھے بھی اطمینان ہو جائے کہ بری محنت ٹھکانے لگی۔ والسلام خیر خیر۔

خیر خواہ سید اولاد حسین شاہانِ بکر اہی

رامپور ٹیلیٹ ویوٹی، محلہ لال مسجد۔ ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء و ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء

(۳)

بنام آغا صادق حسین صاحب گزشتہ کالج کوٹریٹ

شادان فوڈز!

علیکم اسلام۔ آپ اس سے پہلے کے مستغفرات کے حجابات سے فی الجملہ مطمئن ہونا تحریر فرماتے ہیں۔ جو کہی ہو گئی ہو دوبارہ لکھتے تو دوسری سی کو مل۔ شاید سستی کامل ہو جائے۔ ممکن۔ ہے کہ میں پورے طور سے تشریح نہ کر سکا ہوں یہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں ۷ اور گرم است کو اور ہری کند۔

مفاعیلین میں شتر کو نعل دینے سے میم فائدہ مجموعہ کا اور مٹی کی ری، جو سبب نعیف کی ہے گر گئی تو فاعیلین وہ گئی۔ کیونکہ شتر نام اجتماع خرم و قبض کا ہے۔ لہذا ہر شتر شتر کا وزن۔ فاعیلین مفاعیلین۔ فاعیلین مفاعیلین ہوا یعنی رکن اول و سوم اشتر ہے اور دوم و چہارم سالم۔

یہ نام وہ لوگ کہتے ہیں جو بحر شترات سمحلات چہار گوشہ کے چار کھوٹے برابر کے کسے کہ رکن سوم اور خرم کو بزرگ و اول و ابتدا کے قرار دیتے ہیں کیونکہ شتر اجتماع خرم و قبض کا نام ہے اور خرم ارکان صدر و ابتدا سے مخصوص ہے لہذا اسے شتر میں نہ آنا چاہئے۔ پس تیسرا رکن فاعیلین ان کے نزدیک اشتر نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے ان کو یہ تاویل کننا پڑی کہ یہ بحر جو کہ مسطح چہار گوشہ ہے اس لئے شتر کو مربع مانا نصب رکن سوم و ختم محل صدر و ابتدا میں آگیا اور شتر کا لانا حائر ہو گیا۔

بھی وجہ ہے کہ کورس طیات چہار گوشہ میں ارکان دوم اور چہارم و ششم میں تین اونٹے تانے علاوہ فانی غزل یا قعیہ لاتے ہیں اور انہیں ارکان میں سببین و اذالہ لمبی لے آتے ہیں حالانکہ فانی اور سببین و اذالہ اور ختم سے مخصوص ہیں ان کے اس عمل کی یہی تاویل ہے جو مرقوم ہوئی۔

حافظ از درم در اسرست تان فانی دست

روشنی بام پیوست، راستی بمر فانی

چنانچہ شتر نہ کو رکاوٹ وزن فاعیلین مفاعیلین۔ فاعیلین مفاعیلین ہے۔ مانی اور وانی اصل فانی غزل کے ہیں مگر یہ تین تانے دست، پیوست، غیر فانی غزل لائے جن میں سے دست اور پیوست شتر میں واقع ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی ان میں زحاف نسبی بھی ہے۔ حالانکہ قافیہ اور نسبی کا محل عوض و ضرب ہے نہ شتر۔

جو لوگ شتر و ضرب و خرم و غیرہ کو شتر میں لانا نا جائز جانتے ہیں اور تاویل نہ کر کو پسند نہیں کرتے وہ اس بحر و صفت فاعیلین مفاعیلین، فاعیلین مفاعیلین کو اشتر موقوف مقبوض تحقیق کہتے ہیں جیسے محافظ فرماتے ہیں یہ

جمع کن با حسائے محافظ پریشان را

اے شکر گیسویت، مجمع پریشان

دونوں احشاد کا اصل وزن فاعیلین مفاعیلین ہے۔ پہلے شتر میں کف کیا تو مفاعیلین ہوا اور دوسرے شتر میں قبض کیا تو فاعیلین ہو گیا۔ اب مفاعیلین مفاعیلین جو دو رکن ہیں ان کے درمیان میں تین متحرک توالی ہو گئے۔ کی جفت، بدرمیر زحاف تین متحرک متحرک

دریائی کو ساکن کیا تو مفاعلین فاعلین ہو گیا جس کا وزن انوس مفاعلین فاعلین ہے۔ اس صورت سے پورا وزن فاعلین مفاعلین۔
فاعلین مفاعلین ہو گیا اور بکر کا نام ہمزہ مثنیٰ اشترک مفعول مقبض مجتبیٰ ہوا۔

یہ امر قرین عقل ہے کہ جتنے کم سے کم نکلے تو زیادہ کو کیوں دخل دیا جائے۔ لہذا یہ ہمزہ مثنیٰ اشترک مفعول مقبض ہوا۔
ہے۔ مسمعات میں تین چیز قافیہ لانا مستحسن ہے اور تہذیب میں افسانہ ہو جانا ہے۔ ۱۰۔ حسب و لازم نہیں۔ جو بحر چار براہ کے حصہ
پیشیم ہو جائے وہ سہل کلماتی ہے۔

آپ صرف اشارت، چاہئے تھے مجھ سے بنا پر عادت کو اس ہو گئی۔ معاف فرمائیے گو اس بیان کو آپ کے
انتہار سے زیادہ قلم نہیں مگر امید ہے کہ افادہ سے بھی غالی نہ ہوگا۔

اگر بیان اول کو صحیح نہ نہیں تو سبب وادارہ حشوی در دریائی کی بعض مقامات پر کوئی تاویل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ
تسبیغ واذالہ عرض و ضرب سے مخصوص ہیں اور گاہ ارنندہ میں حشویں کثرت پائے جاتے ہیں۔

بحر مثنیٰ مقبض مطوی مسکن کا وزن فاعلات لمفعولین، فاعلات لمفعولین، چو بار ہے۔ چونکہ اصل مفعولات مستغنیوں
چار بار ہے لہذا مستغنیوں ہر جگہ مطوی مسکن ہے اور مفعولات مطوی ہے۔ مستغنیوں میں طے کرنے سے مستغنیوں رہتا ہے بدل
میں تین متحرک متوال ہیں لہذا در دریائی میں متحرک کو ساکن کیا اور مستغنیوں، روزن مفعولین ہو گیا اور مفعولات میں طے کرنے سے مفعولات
بروزن فاعلات ہو جاتا ہے لہذا مانع کا بہرہ مقبض مطوی مسکن ہے۔

سننے والے روتے ہیں، ایسی نیند سوتے ہیں

ان پر فہمے ہوتے ہیں، اپنی وہ گمانی ہے

اس وزن کو ہمزہ مثنیٰ اشترک مفعول مقبض مسکن بھی کہہ سکتے ہیں لیکن زحافت کے حساب سے اس کو مقبض ہی میں شمار کرنا
اولیٰ ہے بلکہ ہمزہ کے اس وزن کو بھی مقبض ہی سمجھنا انسب ہے کیونکہ آسانی مقبض ہی میں ہے۔ اس لئے کہ ہمزہ کا وزن
ماننے میں چار زحافوں کو دخل دینا چاہتا ہے اور مقبض ماننے میں صرف دو زحاف طے اور مسکین سے کام نکل جاتا ہے۔

میں نے جو اوزان ہمزہ اور مقبض کے برابر بتائے اور ان کا نام بھی لکھا وہ قواعدی مساوی ہیں۔ آپ جو فاعلین مفاعلین
(ہمزہ اشترک) کو فاعلات مفعولین مقبض مطوی مفعولین کے برابر بتاتے ہیں۔ مجھے یہ دونوں اوزان تو برابر نہیں معلوم ہوتے
یا میں مساوات کو سمجھ نہ سکا۔

دو وزن مختلف ہیں اگر کوئی شرط چاہے تو اس کو صانع میں شمار کرتے ہیں اور اس کا نام زو بحرین ہے۔ یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ وزن تو ایک ہو اور نام اس کے مختلف ہوں جو جو دخل زحافات اور اس میں کچھ ہمزہ نہیں۔ جس سے
استخراج اکہ کی ہولت ہزام دہی کہیں گے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بتایا کہ ہمزہ سے اسے مقبض کہنا انسب واولیٰ ہے۔

بحر مثنیٰ مقبض فاعلین چار بار ہمزہ مثنیٰ

بند قلابے کشم تیغ و تریخ اور دم

یوسف و یعقوب را کف بریدن دہم

بیرقعی تیرے

تیرے نہیں پر تم کا ہی اللہ ہے نام خدا ہو جو ان کچھ تو کیا چاہئے
اس وزن کو بحر سبط میں بطوری کر کے لانا بہت ہے سمجھنا کہ اس کے ساتھ کہ کسی شعر میں وقف دریا کی نہ ملے۔ بطوری ۷

فرق بر دم چ پیش دست نگداشت زخم
در پس زانوئے بیفت لب بگزیدن دہم

بیرقعی و مہری ۷

میٹھ تو پہلو میں یار، کچھ تو ہر دل کو تدار
تو جو گیس اے نگار صبر و تحمل کس کا

ان دونوں شعروں میں غامضات یا مبین معنی وقفہ کو طبعی موجود ہے اس لئے پوری غزل فسر میں سمجھی جائے گی۔

بارش نیسا ہوئی آہستہ رنور سے آسمان چمک اٹھا حسن کے نور سے

فاحش منہ اعلان کا وزن ہے جیسا کہ آپ نے لکھا اور بحر بلعی بروج اشتر خبیث ہے۔

شعر بالا کا یہ وزن غامضات نمبر سے خزانہ خیال میں ہے نہ کتب عروض کی سرسری الٹ پلٹ سے مجھے ملا۔
اپنی سنی۔ ہے میں بحر مسلمات کے ضرب میں داخل کر سکا۔

مفتی محمد اللہ صاحب مام پور نے اپنی کتاب میزان الافکار شرح معیار الاشعار تحقیق طوسی کے رسالہ سامی میں تحریر فرماتے
ہیں کہ باقی کے اوزان میں نو حروف کو دخل دینے سے اتنی ہزار وزن بن سکتے ہیں جن میں سے صرف چوبیس اوزان کو اسناد فقہ
نے انتخاب کیا ہے۔

اسی طرح دس امکان میں باون چھن زحافات کو دخل دینے سے لاتعداد بحر بن سکتی ہیں جن میں سے پانچ بحر
بحرہ ضرب کے اپنے مذاق کے موافق استاذہ۔ بے اختیار کیا۔ باقی کو خوش آئند نہ پا کر ترک کر دیا۔

یہ بات ہو یا کوئی اور بات بہر طور اس وزن کو میں کسی بحر کے تحت میں لانے سے طبعی عاجز ہوں۔

یہ تو میں لکھ چکا ہوں کہ اس فن کو با کسی رو سے فن کو میں جانتا نہیں۔ اللہ نے طلاب کے ہر کانے کو میرے لئے

وسید ورق قرار دیا ہے لہذا اٹا سید ان چیزوں میں دخل بجا دیا کرتا ہوں۔

بیرقعی دین فقیر دھڑی نے اپنی کتاب حدائق البلاغ میں تعریف شعر میں قصہ کلام کو تحقیق لغز شریب واجب سمجھا اور دلیل
یہ پیش کی کہ کوئی فرد ایسا نہیں کہ جس سے بے قصہ کلام موزوں نہ صادر ہو جائے اور لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر انسان شاعر ہے اور یہی
البطال ہے کیا عجیب ہے کہ اس کے ترجمہ میں قصہ کلام کو واجب سمجھا گیا ہو۔

اور یہ مغالطہ ہے کیونکہ ماہر الاقویاء در بیان نظم و نثر وزن ہی ہے جب کسی کلام میں وزن عروضی پایا جائے چاہے
بالقصہ اس میں وزن رکھا گیا ہو یا بلا قصہ موزوں ہو گیا ہو۔ وزن کے ہوتے ہوئے وہ شعر ضرور ہے۔ ہاں جس سے وہ کلام موزوں
صادر ہوا ہے۔ اگر وہ شعر نہیں کہہ سکتا تو وہ شاعر اقصیٰ نہیں۔ کلام موزوں بے قصہ شعر کہیں نہیں ذکر و نثر کا تھا اور استدلال

شام ہونے یا سہو نے سے کیا۔

”ملائی دو بیسجہ تک“ پھر آگے کیا عرض کروں۔ و سلام خیر ختام

ایچیدان: سید! او! انہیں شاد آں ملے!

رامپور میٹیت ریلوے پی محلہ لال مسجد ۱۸ دسمبر ۱۹۶۳ء، قید ۵۸، یوم و شنبہ

تقریب کے ROOT کو لغات عرب میں دیکھئے۔ آخری حرف اس کا ہی ہے یعنی ناقص یا نثی ہے۔ اس لئے مجرم TAQVI

معنی "ملفوظات" کہے جاتے ہیں۔

حکومتِ بھاریہ کے محکوموں میں ڈاک خانہ کا انتظام گو بہت اچھا ہے مگر پھر بھی بعض دوا روض سے بعض اوقات خطروں
تلف بھی ہو جاتے ہیں۔

۱۰

بنام اعلیٰ صانع حسین صاحب گزینش کالج کوئٹہ

MOHALLA LAL MASTID

RAMPUR STATE, U.P.

شما و اسب بوزا !

عَلَيْكُمْ السَّلَام وَرَحْمَةُ اللَّهِ ۝ ۲۹ دیکھو کہ آپ کا حمایت نامرلا۔ اس خط میں آپ نے مجھے فقط ”استاد سے مخاطب، کیا ہے۔ برہنہ رکھ و رواج یہ نسبت متحقق نہیں۔ لوگ علماء وہیں سے استفادہ کرنے ہیں مگر مستغنی مغنی کے شاگرد و عرف عام میں نہیں کہلاتے۔ علامہ اس کے اس آخری عمر میں لمبی میں خود بھی تعلیم پھول مٹھ رہنا کہنا۔ اُن اس حدیث مبالغہ آلودہ من تعلیم عرفاء و مولاء سے تشبہ کیا جائے تو مسکوت کرنا چاہیے۔

ماہرین فن عروض نے اصول اولیٰ عروض کے اسباب و افتاد قرار دئے ہیں (جب کہ واصل کو لغو سمجھا جائے) اور انہی اسباب و اوقد کے لحاظ سے استخراج بخیر کرتے ہیں مثلاً مغالین مغالین کی ترکیب و تذموج بر وزن مقدم بر و سبب خفیف سے ہے اب اگر و تذموج کو محذو رک سبب اول سے شروع کر لیں تو مغالین مغالین بر وزن متعین ہو جاتا ہے اور دوسرے سبب خفیف سے شروع کر لیں تو مغالین بر وزن فاعلاتن ہو جاتا ہے۔ یہ صورت استخراج بحر مسلم نہیں کہ افتاد کے بعض ٹکڑے کر ڈالیں۔ جو صورت آپ نے اختیار کی ہے یعنی مغالین کے یہ متحرک کو اس سے قبل کے رکن میں شریک کر کے اس کو فاعلاتن کر لیا اور باقی غامضین کو مغالین سے بدل کر فاعلاتن مضمون بنالیا۔

اس طرح کے اجزاء اگر کئے جائیں تو اوراد و نماں علاوہ مسلمات نکل آئیں گے جو بعض مسلمات سے مشابہ ہیں گے اور بعض بالکل نئے۔ ممکن ہے کہ بعض ان نئے بحر میں سے تفریق بھی ہو، اول بعض مذاق سلیم پر ناگاہ ہوں۔ آپ کے اصول سے غورن غورن غورن سے غملاٹ غملاٹ غملاٹ جملہ ایک بحر متفرج ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے ایک بحر آپ نے پوری تھی اور میں نے اس کے نام بتانے سے انکار کر دیا تھا شاید اسی طرح آپ نے نکالی ہوگی اور یکساں باہر ہے۔

یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ انہی ارکان عشرہ سوا لم اور ارکان مزاحف سے لائقہ اور ان اور بھی نکل سکتے ہیں مگر اساتذہ فن نے انہیں اپنے مذاق کے موافق غیر نرم مان کر ترک کر دیا۔

انہی بحر سلمات سوا لم میں دیکھیے۔ اہل عرب رمل ثمن سالم کو بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اہل عجم شاذ و نادر اور اہل ہند نامزدوں سمجھتے ہیں۔ اہل عرب ہزج ثمن سالم کو نامزدوں بتاتے ہیں۔ وہ صرف سندس لاتے ہیں۔

اس سے پہلے خواہر تبیین و اذالہ کشوی کے جواز و عدم جواز دونوں کے اقوال لکھ چکا ہوں۔ یہاں لکھ چکا ہوں کہ بحر سلمات میں نوا کا جواز بوجہ کثرت استعمال مان ہی لینا پڑا۔ لہذا اس بارے میں اب آپ کا کچھ لکھنا بحث سے۔ یہی حال خرم کا بھی ہے کہ علاوہ صمد و ابتدا اگر درمیان میں کوئی دوسری تاویل سے خرم درمیان کو بنا سکتے ہیں تو اساتذہ کی تنقیص کیوں کریں اور ان کے قانون کو کیوں توڑیں۔

فعلن فعلن، فعلن فعلن، چو نکو بحر صمد ہے لہذا تیسرے اور ساتویں رکن میں تلم لانا جائز ہے اور دوسرے اور چھٹے رکن میں تبیین جائز ہے۔

جی چاہے یوں تاویل فرمایا جائے۔ اصلی وزن فعلن فعلن فعلن فعلن ہے۔ صدر فعلن میں تلم کیا تو فعلن بروزن فعلن ہوا پھر دوسرے رکن یعنی خسوا ول میں فعلن لائے تو دوسرا رکن فعلن ہوا اور تیسرا فعلن ہے لہذا فعلن فعلن میں (ل + ف + ع + ط) تین متحرک توالی اکٹھا ہو گئے لہذا یہ عمل تحقیق غائے درمیان کو ساکن کیا تو فعلن فعلن بروزن فعلن فعلن ہوا۔ اس طرح ط و لانی کا جھگڑا اٹھ جاتا ہے اور اس کا نام متعارف صمد ثمن ثمن ثمن ثمن ہوتا ہے۔ لیکن بعض جگہ یہ تاویل کام نہیں دیتی ہے جیسے شعر عربی۔

دید چاہکہ دغم با دل من رسوا دل من شیدا دل من

فعلن فعلن، فعلن فعلن۔ یہاں تاویل اول کام نہیں دیتی لہذا رکن دوم میں تبیین اور رکن سوم میں بوجہ تسطیل مانا پڑے گا۔ اگرچہ خرم اور تلم کا عمل ایک ہے پھر بھی ان دونوں میں بیزرق ہے کہ خرم رکن سب جی سے اور تلم رکن خماسی سے تعلق رکھتا ہے اور صدر و ابتدا سے دونوں مخصوص ہیں۔

جملات مزید استفسارات

(I) ONOMATOPOEIA = IMITATIVE SOUND

جو شعر آپ نے لکھا ہے اس میں دونوں وزن فعلن آواز فقارہ نہیں ہے بلکہ محض یعنی خوار و ذلیل ہے۔ یہ شعر البتہ

آپ کی بات کا حامل ہے۔

زلفت رہ آواز آمد بروں کرد و نست و دست گردون دول

پہلے دو وزن فعلن آواز فقارہ کی طرف ایہام ہے اور تیسرا دون یعنی خوار و ذلیل اور ان دونوں کے دونوں میں تبیین نام ہے اور گردون، دون میں کہہ سکتے ہیں کہ تبیین مضارع ہے۔ اگرچہ اہل فن دو حرف کی زیادتی صرف آخر لفظ میں تجویز کرتے ہیں اور اول و وسط میں ایک حرف کی زیادتی مانتے ہیں جیسے شکر اور کرہ میں۔

آنرے لڑپیا کو کوئی صنعت نہیں قرار دیتے اور اس کا نام حکایت، نصرت رکھتے ہیں۔

(۲) عربی بکور کی ترکیب حالت نہ پوچھئے۔ ملاحظہ ہوسنان بن ثابت

نہی انصہی بیجا نبی اشجار، متعلق "عیر زنی محسد"

اول تو شعر قدس ہے۔ پھر باک وزن کا ہے مزید برآں متغاضلین مستغضین ٹھنسا ہوا ہے۔

لمض صبی متغاضلین۔ ی۔ بی نبل متغاضلین بطلائے مل مستغضین۔ تن نیز ذی مستغضین، مہدن فمضین، مذاق اہل عرب کے

سوا ایسا شعر کب شعر کہلانے کا سزاوار ہوسکتا ہے لہذا سعدی نے متغاضلین میں مستغضین ٹھنسا تو دیا برا کیا؟

ووزن کامل کا عربی میں ملاحظہ ہو:

ولقد سیقنہم آلی فلم تروہ وانت آخر بوزن متغاضلین متغاضلین متغاضلین۔ نیز نبل گولی مارنے کے قابل ہے۔

۳۔ بحر سوا المسمطات کے کسی رکن میں آپ اذالہ و تسبیح کو اپنے فترے سے جائز نہیں سمجھتے حالانکہ اہل فن نے بلا تین مطلقاً اذالہ و تسبیح کو عروض ضرب میں جائز مانا ہے۔ اہل ذوق اذالہ و تسبیح دونوں غزل کو مستحسن بوجہ عدم ثقل سمجھتے ہیں اور غیر ذوق غزل کو بوجہ ثقل سمجھتے ہیں لہذا اس نقطہ کے شعر کے جواب وہ آپ ہیں نا اہل فن اور کسی شاعر کا کام یہ دیکھنا کہ دونوں میں تسبیح و اذالہ عروضی و ضربی سے آپ خالی نہ پائیں گے۔ آپ عدم تسبیح، ی۔ جزا کی وجہ سے مسمطات میں اذالہ و تسبیح نہیں چاہتے مگر کیا کیا جائے کہ شمار قوم شراہی واقع ہوا ہے۔ آپ بھی طبعاً و کرہاً تسبیح سمجھنا چاہتے اور بزرگداشت پر عمل کیجئے۔

تعریف شعر

مولانا روحی صاحب دبیر محکم کے باب ہشتم عنوان تحقیق شعر کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ علماء عربیت تعریف شعر

یوں فرماتے ہیں:

کلام موزون مخفی جو متکلم کے قصد سے صادر ہو۔

محمد بن قیس مازنی صاحب میار معجم کے نقل قول میں لکھتے ہیں کہ محمد بن قیس نے تعریف مازنی بانیس کہی ہیں جو اردو پند کر ہو چکیں (یعنی تین اجرا اور دو لوازم) اور اصطلاح میں اس کو کلام کہتے ہیں جو متکلم سے قصداً صادر ہو اور خوبی معنوی کے علاوہ موزون مخفی اور متکلم جو معنی ایک صریح نہ ہو۔ دبیر معجم میرے پاس نہیں اس کا خلاصہ "مشترک حکم" ہے۔ اگر میرا حفظ غلطی نہیں کرتا ہے تو دبیر معجم میں بھی قید قصد متکلم ضرور ہے۔ آپ سے نقل کرنے میں "سننے سنت اندیشیدہ" سے پہلے کلمات رہ گئی۔ وہ بخپارے کیا کریں علامہ محقق طوسی تقریباً کل قید قصد ضرور لگاتے ہیں اور اس قید سے اپنے نزدیک قرأت کو مستثنیٰ کرنا چاہتے ہیں BUTIN VAIN -

قصد کی قید لگانے سے اور زیادہ جملہ شے مذاب ہو گئے اس لئے کہ خدا کا فعل، اضطرابی ٹھہرا اور نیز دبیر مازنی جملہ

قرآن میں آیات موزون موجود ہیں۔ ناگہمی سے قصد اور عمد میں فرق قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ انسانوں میں توان و دولوں

میں فرق کرلو۔ مگر خدا کی نسبت سے ان میں فرق نہیں ہوسکتا لہذا اس صورت سے بھی چھٹکارا نہیں ہوتا۔

اگر بچت ہے تو اس طرح سے ہے کہ مصداق مختلفہ پر اطلاق شعر کا نہیں ہوتا اور قرآن مجید میں اگر کلام موزون

مطلب ہے تو وہ معاریح ہی ہیں۔ ایک آئینہ شعر بھی ملتا ہے مگر وہ آیت کا کوئی لفظ چھوڑ کے شریعت ہے۔ قیل و دبیر کر کے تو ہر شے سے بھی شعر بنا سکتے ہیں۔

جہاں مذمت شرک یا شہر کی آیات و عبادت سے پاٹی جاتی ہے وہاں مدح بھی ملتی ہے جیسے ان میں اشرف المکہ المشرفہ تلامیذ الرحمن۔ نبی محمد نے کعب بن زہیرؓ اس کے تعصیب پر انعام دیا جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے جو سلمان بن ثابتؓ کی تالیف کی ہے۔

و ما علمناہ الشعر و ما ینبی لہ۔ ذات نبوی کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور زبان کے لئے نرا دوا ہے۔ اس سے مذمت شعر نہیں نکلتی۔

جس نبی کے زمانے میں جس فن کو رواج زیادہ تھا اس زمانے کے نبی کو اسی فن میں صاحب اعجاز بنا کر مہوٹ کیا جاتا تھا۔ حضرت برہنہؓ کے وقت میں بحر کو رواج تھا اس لئے ان کو عصا طے باطل السحر ملی۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں طب کا زور تھا ان کو علاج کا معجزہ عطا ہوا۔

ہمزہ والے سوال کا جواب اسی خط میں ضمنا موجود ہے۔ کوئی ہمزہ جب وزن میں آتا ہو تو اس کو برابر ایک حرف کے مانتے ہیں۔ جن الفاظ کے آہ میں ہمزہ ہو اس کو ایرانی اور ہندی موزوں ہی میں نہیں لاتے جیسے حیار، وفاد، دعا، عرب بڑا فعل آہ راہ ایرانی و ہندی بروزن فعل نظم کرتے ہیں یعنی حیا، وفا، دعا۔ فن تاریخ گوئی میں دی، مان کر دس عدد دیتے ہیں۔ مثلاً چاہئے اس کے انتہیں ۲ عدد دے جائیں گے اور جہاں ۱۰ گئے چوتیس۔ پہلے الف عدد کو دلا، اس طرح کہتے تھے تو دو عدد دیتے تھے اب اس طبع رآ، لکھتے ہیں اس لئے ایک عدد دیتے ہیں۔

اگرچہ ہر قلم ہذا ہے مگر ناواقف کے لئے افادہ سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ کوئی بات کسی سے ذہانت کی نکلے تو طبیعت محفوظ ہوتی ہے۔ اگر کشتی بھٹی اور سپاں بات نہ ہو تب بھی جواب دیتا ہوں تحقیق و تفصیل کسی حالت میں نہیں کرتا۔

معلوم شد کہ بیچ معلوم شد کا مصداق ہوں۔ سوالات سے مجھے خود کچھ نکر کرنے کا موقع ملتا ہے اس لئے شکریہ ادا ہوتا ہوں نہ شاکی۔

نوٹ:- ذیل کی جگہ رائے مجھے کہنے کے خلاف ہوں اس لئے گزارش کو زوال سے لکھا، وجوہ بیان کہنے کا محل نہیں واسلام خیر ختام۔ سید اولاد حسین شادان بگرامی یکم جنوری ۱۹۴۰ء

(۵)

بنام آغا صادق حسین صاحب گورنمنٹ کالج کوٹہ

شادان نوازا

تسلیم۔ کل آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یاد فرماتے کا شکریہ۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے ”استاذی المعظم“ لکھا تھا جسکی قدیم نے عرض کیا تھا کہ یہ نسبت میرے آپ کے درباریان متحقق نہیں۔ اگر میرے

استاذ اعظم لکھا تھا چونکہ مخالف میرے رائے قاتب بھی ذہن اسی طرف توجہ دیتا ہے کہ آپ مجھے اپنا استاد فرض کر رہے ہیں۔
خیر معنی حاصل۔

بزمہ کی نسبت جو شعر حلی کا لکھا تھا، اس کی طرف توجہ دلائی تھی اور قیاس بھی کر دی تھی اس سے واضح تھا کہ بزمہ بطور
کا بجائے ایک حرف متحرک کے واقع ہوا ہے لہذا یہ لکھنے کی ضرورت نہ رہی کہ یہ صفا اللہ کا بھی بزمہ بجائے ایک حرف متحرک
کے ہے اور صحیح ہے۔

حکومت پر جو ہر ذائقہ خواندہ ہے اس کے آخری حرف T.A. ہیں۔ ان سے پہلے کے حروف واضح نہیں اس لئے
پڑھنے نہیں جلتے۔ آپ نام مقام، سلام لکھتے ہیں۔ براستہ و نہ تو کیا ہیں نام قائم ہے اصل ہوں اس سے صحیح لفظ نہ کر سکا اس خط
میں پہلا ہجہ بھی نہیں ہے جس سے پہلے لکھا کہ واسطہ کا تاؤ اسلام میں جو کیا ہے اور آپ ان کے الفاظ ہیں۔ شاید یہ کوئی نبا تعلق ہے۔
میں یہ لکھا تھا کہ آپ وہ مذہب جو کچھ بھی دلیا گیا ہے اس میں حیا کا عاملن، خائیں اور غاصات مضمون کو آپ تسلسلہ کی قرار دیتے ہیں
تو وہ اسی ترکیب سے برابر ہوتے ہیں۔ فائن ٹم۔ فائنات نامی مضمون جب معاف ہو تو مجھ سے اس کو تکلیف کیا جائے ہی طرح
میں نے مضمون مضمون اور مجموعہ فحوت کو الگ الگ کے فہلات فہلات وزن لکھا تھا یعنی فہلات، فہلات، فہلات، فہلات، فہلات، فہلات
بر وزن جا مار فہلات اور اس استخراج کو غلامی ۶۱ دلیا تھا۔

آپ اگر ذکی الطبع نہ ہوتے تو اتنے اعلیٰ امتحانات نہ پاس کسکتے اور نہ ہی اس کی تہذیب و تمدن کو جسے TO THE POINT
سوالات پیدا کن خود دلیل ذہانت سے پھر میں آپ کی ذہانت کا اعتراف کیوں نہ کروں۔ واسلام خیر تمام۔

بیمیدان شادان۔ رامپور ٹیٹ۔ دیوبند، مہلال سجدہ ۱۸ جنوری ۱۹۴۸ء، ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ یوم پنجشنبہ

(۶)

بنام سید دل محمد فضا

سلامت، اکر امتدہ ہو۔ دعا۔ استغفارات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ایں ذکر یا اتر دگر گندھی اور مین۔ یزید و یزید۔

۲۔ COLLAR گزبیاں۔ ملیحانہ عینم کا لفظ انگریزی و فارسی میں لفظ COLLAR اور لغت اسٹیکاس میں لفظ یزید دیکھئے دور

کے معنی گرو۔ ایچ اگر ہے تو غلط چسپ لگا ہے۔ در ترجمہ ان مضمون کو در نہ کوئے دو کہ وہ نہیں واسطہ لکھ گیا ان کے گرو ٹانگ سے۔

۳۔ ابی جراح الخ بجا خوردن کام آنا در ترجمہ پر چراغ تیرے نس کام آئے۔ بقاعدہ حرف ہر شروعات شروع کی جگہ ہے مگر مستعمل نہیں۔

۴۔ درویش یعنی آغاز و ابتدا و تیس اور گرام اناس پہلے ہیں لہذا انصیح نہیں۔ اعلیٰ اور واسطہ طبقے والوں کو نہ آئصال کرنا چاہئے میں ہی استعمال نہیں کرتا ہوں۔

۵۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت کے ساتھ برابر کار لکھی ہیں۔ واسلام!

سید لاہ حسین شادان بکراچی۔ رامپور ٹیٹ۔ دیوبند، مہلال سجدہ ۲۰ جون ۱۹۴۳ء

(۷)

بنام مولوی عبدالصمد صاحب اور مولیٰ کالج لاہور

شادان نواز!

ملیک اسلام۔ چار ماہ سے میں مختلف کام میں مشغول ہوں۔ ایک یہ براہیر کا خون تار یا ایک مینہ تک ناک سے خون آیا۔

نزول ہو گیا۔ ایک سال کے زیادہ ہو کر کالی اور جانی نقصان برابر ہو رہا ہے۔ تیرہ برس کی بریلی لکھتی تھی کا انتقال ہوا۔ اپریل گذشتہ میں میرے متعلق جلد بچے کا جوانی میں انتقال ہوا جسے میں منزلہ زندہ سمجھتا تھا۔ میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ پرسوں بریلی بڑی ہشیر کا انتقال ہوا جو میرے لیے بڑا دلاؤ تھیں۔ ڈیڑھ ہزار روپیہ کا نقصان ہو گیا۔

شرح غائب بھی کچھ رہا تھا جب کسی ایک کام میں ٹھک رہتا ہوں تو دوسرا کام بھی مجھ سے نہیں ہوتا ہے۔ چار مہینے سے خطوط کے جوابات بھی نہیں لکھے ہیں۔ آج اتنی مدت کی آتی ہوئی ڈاک دیکھی تو آپ کا جوابی غافو نکلا۔ آپ تشریف لائے تھے اور اسی شعر کا زبانی ذکر بھی آیا تھا مگر آپ نے اپنے اس خطہ ذکر بھی نہ کیا۔

چو کیز شتر ز باز پساں رنجہ دارند ہجر خرگساں
باز پس شاعر کا ترکیب دیا ہوا غلط ہے نہ نعت میں کیوں ملے یعنی پلٹنا یہاں مرا دیکھیے کی طرف۔ رجبہ دشمن تعریف پہچانا آنا، مچے رہنا۔ خرگس، بڑی مکی۔ خرگس کے لئے فارسی میں لاتے ہیں۔ دارند کے حامل وہ لوگ جو خرگس کی طرح پٹے پہننے ہیں۔ باز پساں متعلق فعل رنجہ دارند اور زید علیہ باز پس جیسے باور دانا۔

وطلب، جس طرح اونٹ کے پیشاب پڑتی ہے کی طرف بڑی کھیاں لپٹی رہتی ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی پٹے پہننے میں دہن کی صورت تقسیم دکھائی ہے:

چند چندان حکمت دینا نیاں حکمت ایمانیاں را ہم بخوان
پہلا مصرع وزن کے خلاف ہے۔ یوں ہو گا کہ چند خوانی حکمت دینا نیاں، یا چند چندان حکمت دینا نیاں۔
کمان تک حکمت دینا نیاں کی کہ اس ہے یا چھتے رہو گے۔
ہیں ہر دو نصحت غلام تو ام جو نامے کہ مولائے ام تو ام
تہادی ان دو نصحتی خوب کی وجہ سے ہیں تہا دار غلام ہوں۔ تہا دار علیا امی نام ہند میں اس کا غلام ہوں چہ برائے عظمت
مولائے غلام۔

اے کہ از اندیش عقل صلاح اندیش تو نفیس بندو وہ غازی اسرار گل
چاندنی اور بد کو غماز شرا کہ کہتے ہیں۔ رات کا اندھیرا عیب پوش اور چاندنی عیب کشا ہوتی ہے اسی طرح ہر خوشبودار چیز کی خوشبو بھی پردہ کشائے را ز گل ہوتی ہے۔

تمہاری عقل جو صلاح اندیش ہے اس کے خوف سے اسرار گل کی غمازی کے راستہ کو برپٹ خوشبو کی بند کر دیتی ہے، بجائے ظاہر کرنے کے۔ شاید اس شعر کا تعلق اس سے پہلے شرع ہو۔ واسلام!
دوسرا بچہ قاضی سید محمد نعیر صاحب کو دے دیجئے۔

سید ابراہیم شادان۔ ریاست رام پور دیوبند، محلہ لال قبر
۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء - ۳۳ جمادی الثانی - ۱۳۶۵ھ

سیما ب اکبر آبادی

بنام نشتی محمد الدین فوقی

(۱)

مکرمی و محبی جناب فون صاحب زاد کریمہ۔

و ملکیم سلام۔ ایک عرصہ عید کے بعد آپ کا محبت نامہ ملا۔ شکر ہے کہ میں آپ کو یاد رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ بے مدد مروت، رہتے ہیں۔ اس سے خط بھیجنے کی جرات نہ ہوئی۔ ادھر لاہور سے آنے کے بعد زندگی کچھ ایسی گزراں رفتار نہ ہو گئی ہے کہ قدم قدم پر چھوڑ دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب سے اب تک کوئی نظام ایسا مرتب نہیں ہو سکا جو ایک نور معین کو دیتا۔ اگر سے دہلی آیا۔ دہلی سے واپس اگرہ جا رہا تھا کہ سائر صاحب بھی علی گڑھ سے یہیں چلے آئے۔ اور ارادہ ہوا کہ پانڈ دہلی سے شائع کر دوں۔ اطلاع دے دی ہے۔ اور منشاء ایسی کے مانت کام شروع کر دیا ہے اب یہ اس کے اختیار میں ہے کہ وہ موجودہ حالت کو ہمارے لئے خوشگوار بنا دے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ کی طویل علالت کی اطلاع باعث فکر و ملال ہوئی۔ خدا عز و جل کو آپ کی وفات میں ہمیشہ زندہ رکھے۔ بل کا اگر کوئی ماہر (SPECIALIST) لاہور میں ہو تو اسے دکھائیے۔ ایک ڈاکٹر یہاں بھی اس مرض کا مخصوص علاج کرتے ہیں۔ میں ان سے بھی ذکر کروں گا۔ اچھا ہو کہ آپ انہیں بغرض علاج دہلی لے آئیں۔ حکیم اہل فاضل صاحب سے رجوع کریں۔ آپ دہرا بھی بدل جائے گی۔

زندگی ہر دہریں میلادی رہی ہے۔ ابدی حیات کا آئینہ کوئی حال نہ ہو سکا۔ لیکن سانس کے ساتھ اس بانی ہے۔ اور باقی رہتی چاہئے۔ دعا اور دعا کے بعد انسان کے پاس کچھ نہیں۔ مگر خدا کے پاس سب کچھ ہے۔ وقت یہ ہے کہ وہ اپنے قانون میں کوئی ترمیم نہیں کرتا۔ ازل میں جو احوال مرتب ہو چکی ہیں۔ ہنوز انہیں پر عملدرآمد ہے پھر اس کی شکایت کیا؟ دنیا میں ہر ذی مدح معرض انقلاب میں ہے۔ زندگی خود ایک انقلاب ہے۔ کسی حالت کا کیسا رہنا محال ہے۔ ویسے جب بیک ذوالجلال والاکرام! خدا کے منتہی پر بھروسہ رکھیے۔ اور برائے انکا اختیاریں چھوڑ کر کیسے ہو جائے منتظر مع متعلقین اگرہ میں ہیں۔ چاہتا ہوں کہ رب کو میں بلاوں کبھی کبھی اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہے بیانیہ

سے شمشاد حسین فرزند حضرت سیما ب۔

ملے مولانا مفتاح حسین صاحب بہت صدیقی الوداعی الوداعی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے مفتاح حسین صاحب کے استاد بن گئے۔ اس سے پہلے وہ مولانا مفتاح حسین صاحب کے شاگرد تھے۔ تاج اخبار آگے سے اور سالہا سالہ آگے سے شاگرد تھے۔ بعد میں ایک ماہر اور استاد شاعر کے نگران اور مدیر بن گئے۔ کئی کتابوں کے مصنف اور صدائے شاگردوں کے استاد بن گئے۔

فوق صاحب کی اور میرا ان سے پہلی ملاقات لاہور میں ہوئی جب ۱۹۴۸ء میں وہ اپنے شاگرد عزیز نظامی علی گڑھ اور اپنے عزیز نظامی شاد حسین شاعر کے ہمراہ لاہور تشریف لائے تھے اور تقریباً پانچ چھ ماہ فیروز سنز کی نمائندگی پر شری مولانا دم کا ترجمہ اور دو نظمیں کیا کرتے تھے۔ بہتر ترجمہ ابھام نظم کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد ہجرت کے لیے آگئے تھے اور وہاں سے ریل پریم "نکلے تھے۔ مگر ان تاج سے کچھ غریب ہیں۔

پلے آنے کا جو مدد تھا اسے کچھ ان کا دل ہی جانتا تھا۔ دو سال ہوئے کراچی میں پرندہ زمین ہوئے۔ کچھ مکتوب الیہ کے بارے میں۔

فوق صاحب ہیں جو میرے خواجہ تاشک
پیرو دست گدازِ داغ و دہوی !
ابہاد عشق ہے کشمیر سے
خواجه و مزدور کے ہیں ترجمان
ذوق ہے اصلاح و تہذیب سے
ان کی تفکروں میں اثر ہے دل نشیں
ان کے فتنے جب سنیں گے ابل دل
ان کے فتنے انہیں پر چھائیں گے
شعروہ رستا کبھی کہتے نہیں
پہلے لیتے ہیں اثر ماحول سے
پھر نتائج پر کیا کرتے ہیں غور
وہ مفکر بھی ہیں اور شاعر بھی ہیں
حضرت اقبال کے ہیں ہم نشیں
شاعری پنجاب میں گو عام ہے
فوق صاحب کو ہے سب پر فوقیت
ان کی تخلیقِ نغمہ اکسیر ہیں

(سہ ماہ اکبر آبادی)

بنام محمد عبداللہ قریشی

(۲۱)

محترمی! اسلام علیکم۔

مہرا اور خط پہنچا۔ ڈیزائن دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ اہل پنجاب کا یہی تود، معیار ذوق ہے جسے دیکھ کر ان کی بلند مزاجی لا اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ اگر آپ ۵۰۰ یا ایک ہزار سہرے دیں گے چھپو اگر بھیجیں تو "شاعر" میں لگا دینے جائیں گے۔ اور چین لوگوں کے نام سب لکھیں گے انہیں اخبار بطور نمونہ بھیج دیا جائے گا۔ امید کہ آپ بخیر ہوں گے۔ سالک صاحب سے سلام کہہ دیجئے۔

خادم و میاز مند سیاب اکبر آبادی

تاریخ ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء

بنام منشی محمد امین فوق

(۲۲)

محترمی! اسلام علیکم

خدا خدا کر کے آج تھوڑی سی فرصت ملی۔ قیصل حکم لے رہا ہوں۔ اگر سے لاہور بھی دود ہے کہ حصول نیاز مامورت ہی نہیں ملتا۔ خدائے عزیزی ظفر احمد کی شادی جلد از جلد اس تقریب کا حیلہ بن جائے۔ کیا آپ کشمیر کی نمائش میں شریک نہ ہوں گے؟ اب تو وقت نکلا جا رہا ہے۔ کوشش کیجئے کہ کشمیر میں "دیں سے شانہ" جو کشمیر میں اب کوئی اخبار نہیں ہے اور پریس مہاراجہ کو اس طرہ تو جبر دل رہا ہے۔ مگر وہ تو اب چھ مہینے کے لئے پورپ جا رہے ہیں۔

اگر جب آپ تشریف لائیں آپ کا گھر ہے۔ اس کے متعلق احوال و اطلاع کی مزیدت نہیں۔

پہچان کے ایک موثرہ ویو کا منتظر ہوں۔

تہا ہوں اور قمر ادب کے جوائنڈا ٹرانس نے واضح پریشان کر رکھا ہے۔ منتظر سلسلہ سے بہت کچھ مدول رہی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ ساغر تو اب اپنی دنیا الگ بنا رہے ہیں۔ گوہ اپنی اس کوشش میں ماکام ہیں۔ مگر کوشش جاری ہے۔ بہر حال پیانہ کے ساتھ ان کا تعاون میرے اطمینان کا باعث ہے۔ اور کوئی خدمت؟ یاں زیرہ اور ہفتہ مزید بھیجئے کچھ "شاعر" یا چنانہ میں بھی لکھئے! اے کشمیر!

ترے دیدار کی حسرت دل سیاب میں ہے

نیاز مند سیاب اکبر آبادی

قمر ادب گلو، اگست ۱۹۳۰ء

(۲۳)

بنام منشی محمد امین فوق

مکرمی و محبی زاد کریم! اسلام علیکم

لا ڈھنچا۔ میری عدیم الغرضی اور عدم تعین ارشاد کی یہ کافی مزاحمتی جو آپ نے اس کار میں میرے لئے تجویز

لحہ فرزند منشی محمد امین فوق

فرمانی۔ دن پر ایک تازیانہ لگا۔ احساس جاگا اور باتھ اس بکس کی طرف بڑھ گئے جس میں آپ کی شے مطلوبہ محفوظ تھی۔ یہی وہ تمام کائنات نکال کر اپنے سامنے رکھ لئے ہیں۔ بہت ممکن ہے شام تک بھیج دوں وینہ گل بھیجنے میں تو شک نہیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ یہ چیز آپ کے پاس پہنچے۔ آپ کو اپنے الفاظ اب مزید تکلیف نہ دوں گا۔" واپس لے لینے چاہئیں۔ مجھے ان افسانے جتنی تکلیف ہوئی میں ہی خوب جانتا ہوں۔ خادم ہوں۔ نیازمند ہوں۔ غلاموں سے خفا نہیں ہوا کرتے۔

اوپر لکھے حسب الارشاد حاضر ہیں۔ ان کا کیا بنے گا؟ فناء میں بھی تو سنا،
"شاعر" آپ کے پاس برابر جا رہا ہے۔ اپریل مئی کا یکساں فیر کیا آپ کو نہیں ملا؟ منظر کہتے ہیں میں نے ضرور دیکھا ہے۔ اب فیصلہ آپ کی اطلاع پہ ہے۔ اطلاع آنے پر دوبارہ بھیجوا دوں گا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ "شاعر" بجائے دیوانہ کے مانا نہ کر دیا گیا ہے۔ میں تو "کشمیری" میں ریویو کا منتظر تھا۔ لیکن آپ کہتے ہیں "شاعر" چہاں ہی نہیں جیراں ہوا آپ کے خط کا "بیگانگی" والا جملہ پھر صبر آزما ہے۔ جن لوگوں کا شمار غلوں میں ہے وہ اس لفظ سے "آشنا" ہیں۔ "تاج" اور "شاعر" دونوں آپ کے ہیں۔

آپ آخر جن میں کشمیر چاہیں گے۔ مبارک ہو۔ کشمیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دیجئے گا۔

اور کوئی خدمت؟

نیازمند۔ سیاب اکبر آبادی

آگرہ ۲۰ مئی ۱۹۳۲ء

(۵)

نام محمد عبداللہ قریشی

محرمی۔ وعلیکم السلام

دعوت نامہ پہنچا۔ یاد آوری کامنوں ہوں۔ میں بوجہ انجمن کے اجلاس میں شریک نہ ہو سکا۔ اگر لاہور آتا تو آپ کی شادی میں شرکت ضرور کرتا۔ خدایہ نئی زندگی آپ کو مبارک کرے اور ازدواجی مسرتیں سازگار ہوں۔ وعدہ ہی سے سہی مبارک ہو۔

شریک مسرت

سیاب اکبر آبادی

شاہراہ ۸ اپریل ۱۹۳۲ء

لے حمایت اسلام احمد

لے میں نے اپنی شادی کے موقع پر دعوت قبول کیا تھا جس کے جواب میں یہ خط اور مندرجہ ذیل نظم موصول ہوئی تھی:-

زہے شاد گلستان زہے شباب بہار	اٹھ دیا ہے کسی مست نے نقاب بہار
ادھر پری ہے زمیں چاندنی کے جھل سے	ادھر نلک پہ فروزاں ہے ماہتاب بہار
صبح غنچوں سے چوڑے لگی تراوش کیفیت	مترجمین سے چھلکنے لگی مزاب بہار
لباؤ سبز سے پیدا ہے ایک خضر جمیل	ہدایک ذرہ ہے رنگیں فرش خواب بہار (عاشقہ گلے صفحہ پر)

نام جناب قارئان اداوی

(۶۱)

QASR UL ADAB, AGRA.

عزیزی۔ السلام علیکم۔
 آپ کے پاس خاطر سے شاد صاحب کی نزل بعد اصلاح واپس بھیج رہا ہوں۔ اسے اجتہاد نہیں کہتے آپ
 کہتے ہیں۔ ہر سند اول بحر میں ایک یا دو رکھی بڑھا کر بحر معلومہ کے خلاف بحرین معلوم کر دینا بہت معمولی اور بحرین کا سا
 کام ہے۔ لیکن اس قسم کی بحرین نہ مروج ہو سکتی ہیں نہ کار آمد۔ شاد صاحب کو اس بے راہ روی سے روکنے۔ نئی بحرین
 یوں ایجاد نہیں ہوا کرتیں۔ اس کے لئے بڑے علم و بڑی ہمارت کی ضرورت ہے۔ اس نزل پر آپ کے پاس حاطہ ہیں
 نے اصلاح کر دی ہے۔ قاعدے کے اعتبار سے اس نزل کو خلاف وزن نہیں کہا جا سکتا۔ خلاف بحر کہہ سکتے ہیں۔
 ۲۶ ستمبر سنہ ۱۳۸۵
 دماغو

مہتاب اکبر آبادی

(بیتہ نوٹ پچیس صفحہ کا) کسی سترتِ فزیز کی ہے اک تنہید یہ خوشگوار تغیر یہ اصحاب ہمسار

ہاتھ نازن محبت جو عید قرباں پر

وہی ہے استشیش گل دامنِ گلستاں پر۔

ہوئے ہیں جمع بعد شوق نارانِ ادب کہ صد محلِ سترت ہے آج ہاں ادب

وہی ادیب ادب جس پہ ناز کرتا ہے وہ غنایبِ دوطولِ بوستانِ ادب

وہ جس کی قوتِ ذہنی کا معرکہ ہے کمال نگاہ جس کی ہے گلچینِ گلستانِ ادب

وہ ایک ذرہ جہاں مالِ رہ گندہ ہر کر بنا خود اپنی ہی کوشش سے آسمانِ ادب

وہ اک جہاں قریشی محمدِ مبدع ادا شناس معانیِ ادب دانِ ادب

جھکا جی ہے عروسِ ادب تو پریم کو

عروسِ حسن اب آئی ہے غیرِ قدم کو

ذریعہ ہر کہ مقدر بروئے کار ہے آج مزاجِ سن محبت سے ہمارے آج

برائی ہے غمِ تنہا و شوق کی مسند نہ منظر۔ ہے کوئی اور نہ انتظار آج

وہ دل جو غارتستا سے متاخرش لطف خوشی کے چش سے گمانہ ہمارے آج

ہیں وہی ہے سترت کی بدشئی ہر سو قرآنِ غیرہ و غور شید مار گار ہے آج

دعایِ ہر شش ہوئی مطلبِ نثار کی مدح اس سخن میں ہر کہ سازِ تمنا ہے آج

نظرِ حواں رہے آغوشِ پرہیز ہے

الہی حبیبِ محبت یہ استوار ہے

مہتاب

بنام جناب نثار صاحب اٹاوی

(۷)

باسمہ تم

QASR UL ADAB AG RA.

عزیزی! میں بھرپال اور جیانی کے مشاعروں سے کچھ ایسا نیک لکھا تھا کہ دوردزد تک ڈاک دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ اسی لئے آپ کے خط کا جواب بھی نہ دے سکا۔ مگر معلوم ہوا کہ برادر ارحام حسین سلمہ نے جواب دے دیا ہے۔ اس کے بعد پھر آپ کا کوئی خط اس وقت تک نہ ملا۔ میں اسلامیہ ہائی اسکول کے مشاعرے میں حاضر ہواؤں گا۔ صدارت کے لئے معافی چاہتا ہوں اس لئے کہ خطبہ صدارت لکھنے کا وقت نہیں رہا۔ ۲۵ جنوری کو لکھنؤ جا رہا ہوں۔ ۱۲-۱۹ پر اٹاوا سے گزریوں گا۔ فرصت ہو تو ٹرین پر مل لیجئے۔

اعجاز سلمہ کا ارمان صاحب کا ادب میرا گریہ آمد و رفت مع زاد راہ ۲۵ روپے یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سے میرا سلام کہہ دیجئے۔

۲۳ جنوری ۱۹۴۱ء دعا گو سیاب اکبر آبادی

(۸)

بنام مفتی محمد الدین فوق

محترمی۔ سلام علیکم۔

لاہور میں تو صرف اس لئے آنا چاہتا ہوں کہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔ البتہ کشمیر دیکھنے کا شوق ہے۔ ہندوستان میں پیدا ہونے کے بعد تاج اور کشمیر نہ دیکھنا پیدا نہ ہونے کے برابر ہے۔ امید ہے کہ آپ بہ خیر ہوں گے۔

بچے آداب گزار ہیں۔

قرآن مبارک ۲۶ مارچ ۱۹۴۱ء دعا گو سیاب دارائی اکبر آبادی

(۹)

بنام غفر الحق نعلت فوق مرحوم

باسمہ تعالیٰ

(تقریر ادب - سکرہ)

عزیزم سلمہ! آپ کا کارڈ ملا۔ مجھے آپ کے والد کے انتقال کی خبر کل ہی "خیام" کے ذریعہ ملی تھی میں نہیں کہہ سکتا کہ اس "خبر" سے میرے دل پر کیا گندی؟ مرحوم کی تواضع "مہمان فوازی" مرحوم ششاسی معتمد فقہی اور مختبر بیک وقت سب اوصاف یاد آگئے۔ افسوس!

اب کہاں لوگ اس طبیعت کے!

مگر قانون الہی آخر قانون الہی ہے۔ وہ آج تک کسی کے لئے نہیں ٹوٹا۔ اور اس سے کوئی ایک متغیر بھی مستثنیٰ نہ ہو سکا۔ دنیا کے تمام رہنے والے ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ اور آگے پیچھے اپنے اپنے ساحل پر اتر رہے ہیں۔ کشتی سب کو چھوٹنی ہے۔ دینی حق وجہ، ربک ذوالجلال والا حکام۔ ۴ اکتوبر کو فوق صاحب اور ۵ اکتوبر کو مائل صاحب دہلوی کے انتقال نے علی الترتیباً سوگوار دیے۔ خدا سفرت کرے اور انہیں اپنے

جو در رحمت میں جا۔ دے۔ نیز آپ لوگوں کو صبر و استقامت ارزانی فرمائے۔
 فوق صاحب اپنے پیچھے اپنے اتنے فارماے پھر گئے ہیں کہ دنیا انہیں مدقوں نہیں بھرا سکتی۔ ان کی
 تسلیف کی اشاعت کا انتظام بلا تزام ہوتا رہا تو وہ آپ ہر گز میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔
 دنیا کا دستور دائمی یہ ہے کہ یہاں ہر بیٹے کو ایک دان باپ بننا پڑتا ہے۔ فوق صاحب کے والد ماجد نے بھی
 ایک دن اسی طرح وفات پائی تھی اور انہیں باپ بنا پڑنا تھا۔ اب۔ ان کے بعد اس بانی مسد پر آپ کی جگہ ہے
 مجھے امید ہے کہ آپ مرحوم کے نقش قدم پر چلی کر اپنی خانہ دانی شہرت و عظمت کو قائم رکھیں گے۔ رہی تسکین تو
 میں اس انداز پر ہر سال ہر سال کو خدا کو کتنا ہی عظیم کیوں نہ بھلا دیتا ہے۔ دن کی جو حالت اب ہے وہ کچھ دن کے
 بعد باقی نہ رہے گی۔

میں نے کل ایک تہا ایک قطعہ تاریخ خیام میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔ اس کی نقل آپ کو بھیج رہا
 ہوں۔ آپ کا آخری فرض یہ ہے کہ مرحوم کی قبر پر ختم ہوا کراں کے سر ہانے یہ کتبہ کھدوا کر لگا دیں۔ تاکہ ان کی وفات کا
 سال محفوظ رہے۔

شریک درو سیاح اکر آبادی

۲۱ ستمبر ۱۹۲۵ء

صاحب الباقی

کرد رحلت محمد الیہ فوق
 شاعر و مکتبہ دان و مرید ادیب
 چارہ از مہر ستمبر رفت
 گشت تاریخ رحلتش سیاح

"انتزاع مؤرخ کشمیر"

۱۹ ع ۲۵

"شاعر" میں بھی مرحوم کے متعلق مزور لکھا جائے گا۔

محمد عبداللہ صاحب قریشی سے میرا سلام کہہ دیجئے۔ یہ آپ کے والد مرحوم کے دست راست تھے،
 آپ کے بھی کام آئیں گے۔

(۱۰)

ام جناب شفا گوئیاری

مزدی

باسمہ قسم

میں۔ السلام علیکم

پورے تین بیٹے پہلے ۳ مارچ کو آپ کا خط آیا تھا کہ آپ ایک معتبر شخص کے ہاتھ شہد بھیج رہے ہیں۔ وہ
 معتبر شخص آج تک تو اگر پہنچا نہیں۔ جاڑے گرمیوں سے بدل گئے۔ مگر وہ خدا بھر پال سے گرا ببار اور گرا لیا

سے آگرہ نہیں پہنچا۔ اگر ہر قدم پر وہ نقل پڑھتا تو اب تک کعبہ مقصود تک پہنچ چکا ہوتا۔ کہیں شہد کی بنک میں چپک کر تو نہیں رہ گیا؟

بیر حال اب آپ ایک بڑا شہد موعود اور ایک بڑا شہد بطور تاملان اسی دوکان سے پارسل کر کے ذلیقہ ڈاک خانہ بھیج دیجئے۔ تیسرے پیر شربت بنا کر پی جا کروں گا۔ گرمی قوت برابر سلب کر رہی ہے اودھ میں کمزور ہوتا چلا جا رہا ہوں۔

اپنی خیریت سے بھی اطلاع دیجئے کیا شادی کا ذوق کچھ کم ہو گیا ہے یا کم کر دیا گیا ہے۔ خدا کے لئے پانچ خبریں۔
آگرہ ۷ مئی ۱۸۹۷ء دعا و سیاب

(۱۱)

بنام جناب شفا گوامیاری

بسم اللہ تعالیٰ

محبتی السلام علیکم۔

خط ملا۔ ۷ اکتوبر کو لغو کا حملہ ہو گیا تھا۔ الحمد للہ کہ اب نسبتاً اچھا ہوں۔ مرض بتدیج ناکل ہوا ہے۔ ۱۳ خط ملا۔ برابر جاری ہے۔

”پرچم“ آپ کے نام برابر جاری ہے۔ اس کی توسیع اشاعت میں کوشش کیجئے۔ ”مہربان“ سے ”جادو“ نہیں آیا۔ کیا بات ہے؟

دعا و سیاب اکبر آبادی

کراچی ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۷ء

(۱۲)

بنام نثار صاحب اٹاوی

محبتی السلام علیکم۔

آپ کا خط ملا۔ ترک وطن ایک امر تقدیری تھا۔ چودا ہوا۔ ”دے برنڈش“ کا قصہ ہے۔ مجھے بھی آپ لوگوں سے جدا ہونے کا بعد صدمہ ہے مگر مجبوری ہے۔ ”علیہ علیہ“ تکمیل کے بعد انشاء اللہ بصیرت کتاب مزد شائع کی جائے گی۔ ”پرچم“ کا سلسلہ منقریب شائع ہوگا۔ نشاط صاحب مجھ سے نہیں ملے مگر سلسلہ اچھی طرح ہیں۔

دعا و سیاب اکبر آبادی

کراچی ۹ مارچ ۱۸۹۷ء

(۱۳)

بنام جناب شفا گوامیاری

محبتی شفا صاحب۔ السلام علیکم۔

کل شام کو آپ کا خط ملا۔ مولانا ذکی کی خبر غمت سے تکلیف ہوئی۔ خدا مرحوم کو جنت العزیز و مس عطا فرمائے اور تھلا ایک قطعہ تاریخ آج صبح کہہ کر پہلی ڈاک سے بھیج رہا ہوں۔ اس کی ایک نقل ”غاب“ کو اور ایک ”جادو“ کو بھی بھیج دیجئے۔ اس کی رسید بہت جلد بھیجئے۔ تاکہ پہنچنے کا اطمینان ہو۔ ایک کارڈ اس سے پہلے لکھ چکا ہوں خدا جانے وہ پہنچا یا نہیں۔ ”غاب“ کے خاص نمبر کے لئے نقل پر سوں تک کچھ بھیج دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ معلوم کہ کہ آپ وہاں مصلیٰ ہیں، اعلیٰ تان ہوا۔ خدا مصلیٰ ہی سکے۔

دعاگر سیاب اکبر آبادی

کراچی ۵ دسمبر ۱۳۴۷

(۱۴)

بنام جناب شفا گوایادی

کوئی مصلیٰ تھی نہ اپنی۔ کوئی مصلیٰ میں نہ تھا

وہ بھی کیا دن تھے کسی کا عشق جب اپنی تھا

پہلے مصرع میں صرف الفاظ کی بے ترتیبی سے مصرع سست اور الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مستطاع نہیں ہے۔ اگر مصرع

کی ترکیب یہ ہو۔ "تھی نہ اپنی کوئی مصلیٰ، کوئی مصلیٰ میں نہ تھا" تو پھر کوئی الجھی باقی نہیں رہتی۔ شاعر نے ولی کو مصلیٰ اور

عشق کو صاحب مصلیٰ تعبیر کیا ہے، جو صحیح ہے۔ دانشاظم بالاصواب۔

سیاب اکبر آبادی از کراچی

یکم ستمبر ۱۳۴۷

مرزا فرحت اللہ بیگ

(۱)

بنام ٹاکر زور

کھڑی!

تسلیم۔ آپ وہ ثابت سے کہنے اور مجھ سے نہیں ملے۔ کچھ تعذر تھا تو خیالات ہی مل جاتے۔ پرسوں مولوی عبدالغنی صاحب
مجھ سے ملے تھے۔ انہوں نے آپ کے واپس آنے کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ ان کی فرمائش پر آپ تشکدہ ابراہیم میں سے
انعام اللہ خان یقین کے حالات لکھ کر لائے ہیں۔ چونکہ یقین کا دیوان مولوی صاحب میں کرا رہے ہیں اور اس کا انتظام میرے
میرے وہ اس لئے انہوں نے فرمایا تھا کہ جو حالات آپ یقین کے لکھ کر لائے ہیں وہ میں آپ سے طلب کر لوں۔ اگر وہ
نوٹ عنایت ہر دو میں عنایت ہے اور اگر فرصت کے وقت مجھ سے مل لیجئے تو اس سے لمبی زیادہ عنایت بہر حال مجھے
آپ کے خط اور نوٹ کا سخت انتظار رہے گا۔ کیونکہ میں نے یقین کے حالات لکھنے شروع کر دیے ہیں اور صرف آپ کے
نوٹ کے انتظار میں روک رہے ہیں۔ والسلام!

کڑی: فرحت اللہ بیگ۔ ۴ مہر سنہ ۱۳۸۸ھ

(۲)

بنام ٹاکر زور

کھڑی!

تسلیم۔ عنایت نامہ صادر ہوا۔ آپ کی عنایت کا شکریہ۔ مجھے تذکرہ نگار ابراہیم صاحب کے انعام کی ضرورت ہے اگر عنایت ہر دو میں باقی
آپ کسی وقت دفتر آجائیے۔ اگر ۱۱ اور ۱۲ کے درمیان ہر دو بہت ہی اچھا ہے۔ یہاں یقین کے متعلق آپ کے لکھنے میں کچھ
جید آباد میں بیٹھ کر بتنا مراد میں نے اس باب میں کچھ کر لیا ہے اس سے زیادہ تب تک کہ یہاں ذرا مشکل ہے بہر حال شریف لائیے۔ اگر کل
کسی وقت آجائیے تو اور بھی اچھا ہے۔ کیونکہ میرا سچے میں اس ضمن میں کچھ قلم نہ اٹھاؤں گا۔ والسلام!

کڑی: فرحت اللہ بیگ۔ ۴ مہر سنہ ۱۳۸۸ھ

جید آباد میں سنیوں کو نہ میرے ہی تبدیل کرنا میرے لئے مشکل تھا اس لئے انہیں مجھ سے بغیر ترتیب کے چھوڑ دیا جا رہا ہے۔ (غرب)

(۳۱)

بنام ڈاکٹر زور

مکرمی زور!

تسلیم۔ بغیر میرے جوڑٹ میں ان کا مجھے انتظار ہے اس میں ابھی بہت کچھ بڑھانا ہے اور چھپنے کا موقع آگیا ہے۔
 حوصلہ میں سنم کو قطعاً ساتھ دیا ہے اس میں کایہ آخری فقرہ کاٹ دو۔ اس کی آنکھوں میں فتنہ دیا۔ گدھے نے کہا میری آنکھیں
 پھوڑ دیں۔ یہ فقرہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ والسلام!

مکرمی مرتضیٰ شریک

(۳۲)

بنام نصیر الدین اشقی

مکرمی!

تسلیم۔ آپ کی دو سرسلہ کتابیں مجھے ملیں میں چند روز ہرے جید آباد آیا تھا اور آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میری
 صاحب کے مکان پر گیا تھا۔ آپ کے ہاں دریافت کرایا تو معلوم ہوا کہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ بہر حال اس خط کے ذریعے سے
 شکریہ ادا کرتا ہوں۔

معلوم ہوتا ہے آپ کے ہاں دفتر میں کام بہت کم ہے ورنہ اس طرح مسلسل کتابوں کا لکھنا اور چھپوانا کچھ آسان کام
 نہیں ہے۔ میری قریب حالت ہے کہ کام کا بازار نہیں اٹھانے دیتا۔

آپ نے جو رنگ ڈال دیا وہ بہت اچھا ہے، اگر یہی سہ۔ سہ جاری رہا تو بہت سے نامعلوم ادیبوں اور
 شعرا سے دنیا واقف ہو جائے گی اور جو کئی اہل علم کے تذکروں میں ہے وہ بہت کچھ بڑی بڑے کیے گی۔
 آخر میں شکریہ اور بہت بہت شکریہ۔ میری جانب سے پرمانی حال کی خدمت میں باوجود جب۔

مکرمی فرحت اللہ بیگ۔ گوبرگر شریف، ۳۱ شہر دیہہ سندھ ۴۴۵

نوٹ: مرزا صاحب کے میری طاقات و قدرتی توانائی کی ملازمت کے بعد شروع ہوئی (۳۲) مرزا صاحب کے
 مضامین اور میرے مضامین اور تالیفات کے سلسلہ میں اتحاد زیادہ ہوتا گیا۔ اب مرزا صاحب جو تالیفات
 شائع کرتے ہیں وہ مجھے تحفہ دیا کرتے ہیں اور میں بھی اپنی تالیفات بدیہہ کرتا ہوں۔ (نصیر الدین اشقی)

(۵)

بنام ڈاکٹر زور

مکرمی!

تسلیم۔ سب دس ملا۔ شکریہ۔ خوش منانی کا ایک غلط فہمی اگر سوتیانہ ہو جائے تو وہ سارے غم کو خواب کو بٹا کر
 میرے غم کو ایک ایک غلط فہمی قرار دے کر کسی کو بھی بلانا چاہتا تھا اگر عجیب غریب چھپ گیا ہے تو لاچار ہی ہے۔ باقی مضامین لکھائیے گا۔

نہ اس کے کھانے کی کوئی امید نہ تھی ہے۔ اتنا حقہ بھی دینی جوش میں لکھ دیا گیا تھا۔ سب جوش ٹھنڈا ہو گیا اور مضمون ختم۔ والسلام!
 مکتبہ نوافرت اللہ بیگ، ۳۰ مارچی بہشت، سنہ ۱۳۸۴ھ

(۶)

بنام بشارت انعام بیک صاحب برقیہ

محترم تسلیم

آپ کا خط ملا تھا مگر وہ کہیں اور حاضر ہو گیا۔ سچا تھا کہ کس پر وعدہ کھولے۔ بارے آئی وہ پہل گیا۔ اس کی صفت کے ساتھ شکوہ لدا کرتا ہوں۔ بہادر خاں مرحوم میرے عزیز دوست تھے۔ ان کے مرنے کا مجھے بڑا رنج ہے مگر اس کے ساتھ ہی خدا اس خیال سے قسملی بھی برجاتی ہے کہ مرنا سب کو ہے لیکن ایسا مرنا سب اچھا ہے کہ آدمی اپنے انتہائی حوص کے زمانہ میں ختم ہو جائے تاکہ عیاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

ورنہ بعض دفعہ منزل کے بعد انسان گاندھی جی ہو کر رہ جاتا ہے۔ آپ اپنے دل سے یہ نظم لکھی ہے اس لئے دل میں اثر کرتی ہے۔ دوز اور ہی دل سے قدر کوئی فرجے اور شے کھلیا کرتا ہے۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے۔ والسلام!

مکتبہ نوافرت اللہ بیگ۔ بکٹ پورہ، ۷ مہر سنہ ۱۳۸۴ھ

(۷)

بنام ڈاکٹر غلام نیر دانی صاحب

برادر دم!

اسلام علیکم! تمہارے دو خط آئے۔ جواب اس سے نہیں دیا کہ تمہارے تھکا کا انتظار تھا کہ کب مل گیا۔ بندہ خدا کوئی چیز کسی کے لئے دیتے ہیں تو اس کی حاجت دیکھ کر دیتے ہیں۔ یہ بڑا دریکہ والوں کے لئے ہے نہ کہ فرحت اللہ بیگ کے لئے۔ میرے پاس خدا خواستہ نوٹ کہاں سے آئے جو اس میں جو کر لیں۔ بس میرے جڑ میں آئی گنہگار کئی کافی کئی کو دس پچاس کا ایک نوٹ آجائے۔ بہر حال چنگریہ آچکا ہے اس سے شکریہ کے ساتھ رکھ لیتا ہوں ورنہ ہے یہ کہ نہ میں اس کے قابل ہوں اور نہ یہ میرے قابل۔

زبیدہ کی کامیابی کا حال سن کر شرمی خوشی پہنچا۔ خدا اس کو ساتھ خیر و خوبی کے بعد ختم تسلیم مانیں لائے۔

میں اپنا خط تمہارے لئے پٹی ہی حیدر آباد میں چھوڑ آیا ہوں۔ "یری شاہی" کو دیکھو۔ ایک جدت ہے اور بڑے نرسے کی جدت ہے۔

ہاں یہ تو کہہ کہ عرس شریف کے تو قریب آؤ گے یا نہیں۔ اگر نہ آؤ تو کم سے کم پہل دو۔ بیوی کو تو بھیج دو۔ آخر کو تو تم کیوں گھر میں بند کر رکھا ہے۔

تم نے کبھی دلائے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر... غیر جانہ دو تر لافنے کی محنت سے بچے اور میں بلا وجہ کے غم سے۔ میرا جانے سب کو دعا کرو۔ یہاں بقیہ سب ابھی طرح ہیں۔ بروی خوب چڑی ہے۔ والسلام!

مکتبہ نوافرت۔ گوبہ شریف

فانی بدایونی

(۱)

بنام مکیش اکبر آبادی

مکری تسلیم

میں اوار کے۔ رگایا ہوں گا۔ سینچری شام کو قصد روانگی اور پیر کی صبح کو غزم واپسی ہے۔ کل اور پرسوں تعطیل مید ہے۔ میں خود ہی حاضر ہونے کی کوشش کروں گا بجے سخت افسوس یہ معلوم کر کے ہوا کہ آپ تشہیف لاتے اور میں بذلت سے محرم ہوا۔ غالباً آپ اس زمانے میں تشہیف لاتے ہیں مجھے جب کو میں بسلسلہ شکرہ راستے بریل گیا ہوا تھا زیادہ نیاز نیاز مند: فانی ۲۵ مارچ ۱۳۲۵

(۲)

بنام حکیم محمد احمد

عزیز محمد احمد صاحب لائف فانی

بعد و حاتمے ترقی و عجات معلوم ہو کہ تہا خط مورخہ ۲۶ جنوری ۱۳۲۵ کل ۱۴ فروری کو مہاجر بیادری ڈیوڑھی واقعہ الحال پر ملا معلوم نہیں اس قدر تاخیر کیوں ہوئی۔ بہر حال خط لکھا گیا اور خط کے ساتھ گراماں بھی۔ شکر و در شکر یہ اس سے قبل ایک اور خط بھی جو تم نے جو شکر مبارک کہتے سے بھیجا تھا تھا۔

میں بدستور مہاجر بیادری دام اقبال کا مہمان ہوں۔ ہندو کوئی سلسلہ طہارت نہیں ہوا ہے امید ہے کہ جو جاتے۔ عزیز مشرت علی خان نے ایک برس سے زیادہ مہاجر کو کتابت بند کردی ہے۔ اس لئے مجھے ان کے لڑکے کی ملازمت کا حال پہلی مرتبہ تہا سے خط سے معلوم ہوا۔ خدا مبارک کرے۔ تہا سے شمس لکھا تو ہونے کی مبارکباد کی دوں۔ آمدنی کے اعتبار سے خجملہ ملک بھی مہاجر تو مبارکباد دوں گا۔ نذرہ و محلہ محمد شرکت علی خان فانی

حیدر آباد دکن۔ محلہ تھے تھی۔ مکان ۱۴ مورخہ ۱۴ فروری ۱۳۲۵

(۳۷)

بنام حکیم مختار احمد

عزیم ملو

مخاست سخطہ بعدہ ایک پوسٹ کڈو، دہلی پہنچے۔ مگر کچھ ایک خط پر سوں اور ایک کا ڈاکل ملے۔ وجہ یہ تھی کہ میں حیدر آباد میں نہ تھا۔ مگر کہ شریف گیا تھا وہاں ملے ہو گیا کچھ روز گزیر شریفیت میں تمام کرنا پڑا پوسوں دس بجے دن حیدر آباد پہنچا تب آپ کا خط ملا۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے کسی خط کا جواب نہیں دیا لیکن ہے کہ آپ تک نہ پہنچا ہوا اس لئے آپ صبح ڈاکے پہن کر حقیقت نہیں ہے میں نے ضرور جواب دیا لیکن ہے کسی ایک خط کا جواب نہ دیا ہوا وہ شاید اس خط کا ہو آپ کے جناب خوش صاحب کے توسط سے بھیجا تھا اور اس کی رجسٹریت یہ تھی کہ وہ خط مجھے اتنی دیر میں ملا کہ جواب دینا بیکار ہو چکا تھا وہ خواست پیش کرنے میں مجھے ذرا تاخیر نہیں میں ضرور پیش کر دیا مگر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یقین فرما کر مناسب سمجھیں کہ کام اس طرح نہیں ہوا کہ تا۔ جو نظیریں آپ نے دی ہیں وہ ہر شخص کے حالات سے متعلق نہیں ہیں۔ زیادہ دعا۔

عمر شرکت علی خان قانی

حیدر آباد۔ نئے پٹی۔ مکان نمبر ۲۵۷ ریلوے سٹیشن

نوٹ : چونکہ اعلیٰ مہاجر ہمارے کی خدمت میں حاضر ہونے سے بعد حالات معذور ہوں اس لئے دو چار روز تک درخواست پیش کر سکوں گا۔

قانی

(۳۸)

بنام حکیم مختار احمد

عزیم ملو

بعد دعا معلوم ہو کہ تمہارا پوسٹ کڈو پہنچا۔ حالات معلوم ہوتے۔ کچھ اندیشہ ہے کہ تم مہری بات ڈاکہ کے اس لئے کہ تم یہاں کے حالات کا اندازہ نہیں کر سکتے تاہم چونکہ میرا فرض ہے کہ تمہارا قصد معلوم کرنے کے بعد فوراً تمہیں متنبہ کر دوں اس لئے بلا لحاظ اس کے کہ تم مانو یا نہ مانو تمہیں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ حیدر آباد کا قصد بلا تاخیر فرمادو۔ اس مشورہ کا سبب یہی نہ بانی کہوں گا۔ فی الحال اسی قدر کافی ہے۔ اگر تم نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا تو نقصان مال کے علاوہ سخت پریشان ہو گے۔

میرا تقریر ہنوز نہیں ہوئی ہے۔ دیکھئے کب ہوتا ہے اور کہاں۔ یا غالباً ہوتا ہی ہے یا نہیں۔ عزیز مشرت علی خان کا حال کا حال معلوم کر کے سخت پریشانی ہے انیسویں کو کچھ نہیں کر سکتا۔ خدا رحم کرے اور کیا کہوں۔ زیادہ دعا۔

شرکت علی خان

حیدر آباد۔ نئے پٹی۔ مکان نمبر ۲۵۷ راجن سٹیشن

(۵)

بنام اطاعت علی بریلوی

ملکی تسلیم

گرامی نامہ مرضہ سہرا گشت سہرا گشت برسوں تکرر سہرا گشت کو نامہ پڑ جوتا میراجید آباد میں ملا۔ میر تباورہ مرصہ جوتا نامہ پڑ
سے درغل ہو گیا معادہ مدغل سے ملی تباد کہ کرا یک مرصہ ہوا۔ اب جلیتال ضلع کریم نگر میسج دیالیا ہوا۔ ایک سال میں تین تبادولے
ہو چکے ہیں سنا ہوں کہ پھر تبادولہ زبردور ہے غرض
اب جکڑ ہے سرے پاؤں میں زنجیر نہیں

حی را آدمی اس وقت قیام کا باعث یہ ہے کہ میں تین مہینے سے علیل اور رخصت پر ہوں۔ چونکہ ابھی صحت نہیں ہوئی
رخصت میں شاید مزید تریس کی ضرورت ہوگی۔ اپنا حال کن الفاظ میں لکھوں۔ بہر صورت اور بہر حال خدا کا شکر ہے مگر زندگی
میں آپ کے فنا مقدمہ کے لائشا اللہ زبانی عرض کروں گا۔ میرے اشعار کا مجموعہ نطفی پریس دہلی سے کچن ترتی اردو اور گنگ آباد کی
طرت سے عرفانیات فانی کے نام سے منتریب شدلچہ پڑا ہے۔ اس میں وہ تمام مجموعہ بھی ہے جو باقیات فانی میں شائع
ہوا تھا۔ ایک نسخہ آپ کی خدمت میں یقیناً انشا اللہ پہنچے گا۔ میں صاحب تقریباً چار سال ہوتے ہوں حالانکہ دقت
بند ہے۔ سنا گیا ہے کہ بہت خفا ہیں۔ سبب آپ تک معلوم نہ ہوا۔ ان کی شاعری کے متعلق آپ کی ریسے سے مجھے صرف
اس قدر اختلاف ہے کہ آپ محض ان کی شاعری کے متعلق فرماتے ہیں کہ موجودہ رنگ میں پڑ کر انہوں نے اپنی شاعری کو بہت
زیادہ گلا دیا مگر میں اس سے کچھ آگے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی شاعری کے ساتھ جو امیدیں وابستہ تھیں وہ ہمیشہ کے لئے
ختم ہو گئیں۔

آپ کی علالت کا حال معلوم ہو کر افسوس ہوا۔ امید ہے کہ اب کچھ فائدہ ہوا ہوگا۔ خدا آپ کو زندہ اور قند صحت
رکھے کہ آپ منقحات زمانہ میں سے میں بہت جی چاہتا ہے کہ اٹاؤ ہو بخیر اور آپ کے دل کو جتنا دقت گوہر سکون گوارا دل
میرے گھر میں آپ کو سلام پہنچتی ہیں اور لڑکے قدم پوسی عرض کرتے ہیں۔ زیادہ نیاز۔
یہ عزیز خود لکھ رکھا لکھو ایسا ہے طبیعت نیک ز قی سنا زبانی کا۔ لکھت علی خاں فانی حید آباد مرضہ۔ ارتمبہ

(۶)

بنام حکیم مختار احمد

عزیز مختار احمد سلمہ اللہ تعالیٰ

عبد القادر صاحب کے ہاتھ جو تم نے خط بھیجا تھا پہنچا۔ میرے گھر میں اب ایسی کوئی شکایت نہیں ہے تاہم تہذیب
بھیجی ہوئی ادویہ اور نسخہ جات اور پریشانی کا شکر یہ۔ تم نے اپنے متعلق کچھ دیکھا کہ اب کیا کیفیت ہے۔ کام کیسا چلتا ہے
عام حالات کیا ہیں۔ تم لکھتے ہو کہ تمہیں یہاں نہ آنے کا افسوس ہے۔ افسوس کسی طرح میسج نہیں نہیں تو کہتا ہوں کہ چھاپا ہوا

زنت سے بچ گئے۔ مشکل ہے کہ تم اس کو باور کرو۔ مگر یہ سچ ہی حقیقت ہی رہے گی۔
 بہت عرصہ سے میں خود بدایوں آئے کا قصد کر رہا ہوں۔ دیکھتے مشیت الہی کیا فیصلہ کرے۔ میری مدت ملازمت
 اب ختم ہونے ہی دن بعد ختم ہے۔ معلوم نہیں یہاں سے واپسی پر کہاں حاقوں اور کیا کروں۔ بظاہر خود بدایوں میں تو کوئی صورت
 نظر نہیں آتی۔ حالانکہ وہی چاہتا ہے کہ زندگی کے آخری لمحات وہیں گزر جائیں تو بہتر ہے۔ زیادہ دعا۔
 شرکت علی خان فانی
 حیدر آباد (دکن) طے پٹی ۲۰ جولائی ۱۹۲۲ء بروز ۲۲ جنوری ۱۹۲۳ء
 (۱۷)

بنام حکیم مختار احمد

عزیزم سلو
 تمہارا خط بروز ۲۹ اگست ۱۹۲۲ء آگیا۔ بہت مسرت ہوا۔ میں بفضلہ تعالیٰ تندرست ہوں۔ البتہ کھلی رتہ
 ریڈر میں نشر کا کام سے ایک روز پہلے کچھ معمولی طور پر طبیعت نامساعد تھی۔ اپنی معلومات کے کوئی خاص چیز بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی
 تاہم بہت بہت شکریہ۔
 "عشرت علی خاں نے استغفار یہ بات" اس "نقا" کا مفہوم شرح طلب ہے۔ کیا وہ استغفار واپس لیلیا گیا یا "نقا"
 بیلے ہے؟ کے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی ترمیم فرمادی ہے
 اس وقت میری حالت اس قابل نہیں کہ سر قانیات بھیج سکوں تاہم ممکن ہوا تو چکر آئندہ ماہ رمضان المبارک میں
 سید حسن صاحب ہجرت جاویں جا رہے ہیں ان کا ایک خط تمہارے لئے درج ہے۔
 فیروزہ قدراور ہمالیہ قد و دونوں بے کار ہیں اور فیروزہ قد عرصہ سے طبل رہتے ہیں۔ میں خود بھی بے کار ہوں۔ وکالت
 شروع کر دینے کی غرض سے ہے۔ ان اگر ممکن ہوا تو ارادہ فرمادے۔
 جدید کام کو صرف ریڈر میں سن سکتے ہواور لوٹ بھی کر سکتے ہو۔ فیروزہ قد کی طبیعت درست ہوتی تو کچھ بھیجے
 کردہ مجھ ہی۔ سب سلام کہتے ہیں۔ زیادہ دعا۔
 فانی: حیدر آباد (دکن) طے پٹی ۲۰ جولائی ۱۹۲۲ء بروز یکم ستمبر ۱۹۲۲ء

آرزو لکھنوی

بنام محمد علی اترامپوری

41

جناب والا! سلام مسنون الاسلام قبول ہو۔ آپ کی فزل دیکھی۔ لطف بھی اٹھایا۔ ادھب ضرورت ترمیم بھی کی اور فزٹ بھی لکھ دیئے۔ کوشش کیجئے کہ جلد سے جلد اصلاح کی ضرورت باقی نہ رہے۔ میں اب پابرابر ہوں مگر برس اس فانی دنیا میں گزرو چکا اور کب تک رہ سکوں گا۔ دماغ و دل کمزور۔ آئے دن کا پیار۔ کام اتنے کہ مات دن میں جو وقت کام کے لئے نکل سکتا ہے وہ کافی نہیں ہو رہا۔ بقیہ شاگردوں کی اصلاح جو چالیس پچاس سے کم نہیں۔ باہر کے مصلوہ کے حمایت۔ استغاثات کے حل۔ اپنی نوکری کے فرائض اکیا کیا کروں۔ جہاں تک ممکن ہو آپ کا کام جلد سے جلد دیکھ کر واپس کر مل گا اگر کبھی دیر ہو جائے تو اسے قابل نہ سمجھئے گا۔

۲۵ مارچ ۱۹۶۱ء ۱۲۵۔ سی۔ جی۔ ایچ۔ مدد۔ خضر پور کلکتہ۔ ناہنر اُردو

بنام محمد علی خاں اثر اسپوری

(4)

نیشنل اسٹوڈیوز - فونو گرام - تارہ ریکارڈ - میسج - شفیق حبیبی - اسلام منون قبول ہو - کرنامہ موجب مرمت
و امتنان ہوا - میں کس طرح کلکتہ سے کھنڈ اور پھر کھنڈ سے سبھی پہنچا - یہ اک دفتر پریشان ہے - صورت حال یہ ہے کہ کیا تمام
ہے - نئے لوگ ہیں - خیالات بھی ملحد ہیں - غرض کہ دنیا جی ہے - کام کی زیادتی - بیک وقت تین پگڑوں کے گیت بنانا
ہیں - دعوت ناموں کی کثرت - مجھے نہ فرصت نہ طبیعت درست - ادائے مصیبت یہ ہے کہ ہفتہ عشرہ میں کوئی مبارک
رات ایسی آجاتی ہے کہ گھڑی دو گھڑی آنکھ لگ جاتی ہے - ورنہ ساری رات جاگ ادا اس حالت میں کہ بلیک آؤٹ
کی وجہ سے کام کر سکتے ہیں - نہ بے فکری میں رات کاٹے گشتی ہے پھر اس روز کی جگائی کا جو اثر قلب و دماغ پر پڑتا ہے
وہ ادھر تو آنکھوں کو بے فکری دیتا ہے ، ادھر قیاس کی زیادتی ہو جاتی ہے - پیرمال خدا کا شکر کہ اس کا جتنا اثر ہوتا ہے
اُتار نہیں ہے کہ مرپٹ کر کچھ دماغی کام کر بیٹا ہوں - انتخاب کے لئے دواؤں بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے - میں اس کا کوئی
انتظام کر دوں گا - ادھر ملاقات کے سلسلہ واد جواب دوں گا - مگر کچھ عرصہ منہ دنگے گا - جو فراموش رکھی ہوئی ہیں انہیں تو
بردست رہنے ہی دیجئے کہ جو کام آپ نے میرے سر ڈالا ہے - اس کے لئے کافی دقت کی ضرورت ہے - جس کا یہاں

نقدان ہے۔ اگر کوئی خاص کام کسی خاص ضرورت سے کیا گیا ہو تو اسے بھی دیکھئے گا۔

رسالہ نگار جندی و فروری ۱۹۴۱ء میں نہ انتخاب میرا انتخاب ہے نہ حالات میرے کھے ہوئے ہیں۔ مجھ سے ہریان کا انتخاب طلب کیا گیا۔ اس واس سے بیت کچھ کم کر کے جو ہالے کر چھاپ دیا۔ اس طرح کہ یہ کچھ ہی نہیں آتا کہ کس ویران کا انتخاب کہاں تک ہے۔ حد یہ ہے کہ خاص اردو تک لکھ لکھ کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد تقریباً ۱۹۴۲ء میں نکلا ہے۔ چار نقادوں کے تبصرے ہیں جسے دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں ایسی انہی کے ممبر ہیں، جن میں سب کا نقطہ نظر کچھ لوگوں کو گھسانا اور کچھ کو بڑھانا ہے۔ جس کے لئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے نہ کسی ترمیم کی۔ بیش یہ معلوم ہوتا ہے کہ اک ایسے قطعی فیصلہ کا اعلان ہے۔ جسے بے چین و بے تسلیم کر لینا ہر نفس کا فرض ہے۔

آخر میں نیاز صاحب نے بی بی کرناطرت داری کی ادائیگی دکھانے کے بعد جو فیصلے کئے ہیں وہ بھی یہی شان رکھتے ہیں۔ میں اسے مان بھلاؤ۔

میرے متعلق انہوں نے جو گھنٹیاں لگائی ہیں وہ بیت ہی پر طعنت ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل فہم میرے دعوے میں نہیں آئیں گے، مگر عوام مزہ آتا و صد ثنا کہہ دیں گے۔ لہذا جو کچھ کہا ہے اس کا مفہوم تو کام کے خاص کو ظاہر کرتا ہے اور اندازہ بیان خاص کو معائنہ بتاتا ہے۔ یہ شان تحریر اپنی جگہ بلند پایہ رکھتی ہے۔ مگر یہ شعار کتنا دلکاب ہے۔ حسرت مرغانی اور فراق گدگد ہندی ہندوستان کے سب سے بہترین فرائز گر۔ اور نائی برائینی ان سدا تک۔ مگر ادب سے بلا تر ہیں۔ یہ ہے حاصل اس ساری جد جہد کا۔ ... غلطی مرحوم نے میرا پہلا ویران دیکھتے ہی اپنے چپے چمپائے ویران کو کاٹ کر پھینک دیا۔ وہ میرے دہشت تھے۔ جس وقت میں نے ان سے مطبوعہ ویران طلب کیا ہے تو مرحوم نے ہی کہا تھا جو اوپر میں نے لکھا ہے۔ کیا کہوں، فرست نہیں دے نہ دیکھتا نیاز صاحب کہاں تک ہیں۔ اگر ان کے ذہن تحریر کے پروے ہاک چاک کر ڈالے جائیں تو دنیا ان کے دھوکے میں کبھی نہ آسکے کہ کشش کروں گا کہ جلد سے جلد فہرست مقالات کی خانہ پری کر کے روانہ کروں۔ انصاری صاحب بھی تسلیم کہتے ہیں۔

غیر طلب آردو

۲۱ اپریل ۱۹۴۲ء

(۳)

بنام محمد علی خاں اثر

۴۰۔ جشیہ فیروز محل۔ بھنڈی بازار، سیٹھی۔

محبتی اثر صاحب! سلام مسنون۔ آپ کا کارڈ اور کتاب حکیم حمید بیگ صاحب کی معرفت وصول ہو کر دلی مسرت حاصل ہوئی اس لئے کہ اس انتخاب نے تمام حباب واعزاکا طرف سے پریشان خاطر کر دیا تھا۔ میں اس وقت بہت بیمار ہوں۔ بلکہ تو خوں کا دباؤ، احتیج برآں باوی برائیر غرضی ہو گئی۔

مسکس منظر کا نام بانے بے نظیر ہی ہوتا تو بہتر تھا۔ بہر حال خوب کتاب ہے اور آپ نے بڑی جانکاپی کے

غیر طلب آید و

۱۹۰۱

بنام سید مسعود حسن رضوی ادیب

19

پرنسز پلیس - رامپور اسٹیٹ - آرڈو فونڈ اسکیم - میں غربت سے ہوں - خدا سے امید ہے کہ آپ بھی میرے
وجہ غربت سے ہوں گے - میں بڑا فانس کے چھوٹے بھائی صاحب کے یہاں مقیم ہوں - میرا قیام بحیثیت استاد کو کے ہے اس
نئے تنخواہ کا مسئلہ قابل بحث نہ رہا - ادنیٰ زائوس وجہ سے بھی کہ میرا تعلق مہار سے کچھ نہیں - مگر میرا ذکر اکثر آتا ہے -
خاص اور دو خاص طور پر پسند کی جا رہی ہے - اب تک جتنے اشعار مشہور ہوئے سب اسی مقید اردو کے ہیں - جو لٹری کی
غرض سے مقرر صاحب تشریف لائے ہوئے تھے - انہوں نے بھی یہی فرمائش کی کہ آپ وہی اپنی شدہ جہانناٹا لکھیں -
اسی اثنا میں نظام اردو پر نظر پڑی - پھر ایک گھنٹہ کامل سوا کتاب دیکھنے کے وہ کسی طرف متوجہ نہ ہوئے ادیب کہہ
کہ کتاب آتے سے رکھی کہ یہ نئی چیز ادبی چیز ہے - یہاں پر سفر اشعار کی قدر نہیں - صرف خون کو حرکت دینے والے
شعر پسند کئے جاتے ہیں - میں نے بھی گویائی کا دامن اس رخ بدل دیا ہے - حال میں ایک مشاودہ ہونے والا ہے جس کی طرح
یہ ہے - دامن ننگ - آہ ہے عروسیں بہار کا - طرح تو لائق نفرت تھی، مگر جانتا ہوں کہ بڑا فانس کا حکم میرا غالب
میں نافذ ہوگا - اس نے کچھ شعر کہہ لئے ہیں - وہ ایک شعر دوسری طرف لکھوں گا - شاید آغا صاحب سلمہ نظام اردو کی کچھ
کاپیاں وہیں تو الا آباد جاتے وقت کچھ صدیقی صاحب کے واسطے لے جائیے گا - اور کچھ اپنے پاس رکھ لیجئے گا کہ شاید
کسی کو آپ جیسا مزید دیکھیں - مثلاً کتنی صاحب رولین یا اور کوئی 'بھول کو دعا - آرزو

مجھے کوہے چراغِ خُشبِ استکار کا
 بدلی کی چھاؤں سی بدھو کر لگاؤ سرگئی
 مجھ کو اسی زمیں پر شاہی ہے چڑھنے
 راہِ طلب میں دھڑا اُتار کر چرے غلغلی
 وہاں کا اک شائے ہوئے کو چار با
 منہ گامِ صبح بچھ گئی یہ کہتے کہتے شمع
 اب شکر کی ہی شکر کی ہیں یہ لہجہِ خشک
 ہری میں آرتو یہ جوانی کے نہدِ شہد

چہو اُتتا جانا ہے : سید وار کا
 جھپک چلک کہ ختمِ خاصوسم بہادر کا
 چاہر جہاں نشانِ سجدہ و سزاؤ کا
 اس پر عیب میں مجھے گا چراغِ اعتبار کا
 ادا کا پک نہ میں سے وہ صفا فدا کا
 ہم بھی پئے جو دت گیا استکار کا
 چل آؤد کہ ختم ہے موسم بہادر کا
 ہے جوش اس غزلیں میں بھی نعلِ بہادر کا

صحافت کی میعاد صحت والی بحث ختم ہو گئی ہے، کسی، فرصت کے وقت صاف کر کے روانہ کر دیں گا۔ بعض حالات آٹا سلے سے معلوم ہوں گے۔

(۵)

بنام جناب شفا گو یارک بھوپال

ہر بان میں جناب شفا صاحب - سلام مسنون - میں بھی مسنت بیمار ہوں - خون کا دباؤ بڑھ گیا ہے - میرے
 لئے دوا کیجئے اور جناب مرحوم سے بھی بعد سلام مسنون کے یہی استدعا ہے مگر جواب دینا تو شرعاً اخلاقاً دونوں طرح واجب تھا
 شعور زیر بحث میں نہ مفہوم اچھا ہے نہ اوپر کے مصرع کا بیان بھی درست ہے - دوسرا مصرع یہ ظاہر کرتا ہے
 کہ عاشق بعد عشق بھگتا رہا ہے کہ اس سے تو وہی حالت اچھی تھی جب عشق نہ ہوا تھا بلکہ ایسی اچھی حالت تھی جس کی پور
 سے لذت آ رہا ہے اور موجدہ حالت سے نفرت ظاہر ہو رہی ہے - اگر اچھا مصرع لگتا تو یہ سب برائیاں دور ہو جاتیں -
 مصرع آمد و روانی میں یکساںے خدا اچھا ہے - اب مصرع اولیٰ کو لپیٹے - کوئی مصلحتی نہ اپنی - کہنے کے بعد کوئی مصلحتی نہ تھا
 ————— گل سے انکار کے بعد اس کے جزو کا ذکر بھی بے سود ہے - جب گل نہ تھا تو اس کا وہ جزو بھی نہ تھا سب
 جس کا ہر نام تکلیف وہ ثابت ہو رہا ہے یعنی اب دل کی مصلحت ہے اور اس میں کوئی ایسا بھی موجود ہے جس کے نہ ہونے
 کو بہتر سمجھا جا رہا ہے - فرض کہ ذات معشوق و نفس خشن دونوں ہی لائق نفرت ہیں، عجب طرح کی شاعری ہے —————

کوئی مصلحتی نہ اپنی کوئی مصلحتی نہ تھا
 وہ بھی کیا دن تھے کسی کا عشق جب لیں تھا

دل کی مصلحت بھی بغیر نفرت کے فرضی کا ہے۔

جو کچھ آیا ہے اس سے تو دل مسکن ہے اور معشوق اس کی کمی ہے -

آئندہ

محمود شیرانی

(۱)

بنام ڈاکٹر زید

ڈیر مٹر مادی

آپ کا عنایت تار ایک مہر سے جواب کا منتظر ہے۔ میں اس تاخیر کی آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھ کو اپنی نئی ملازمت کے مسئلہ میں چند کچھ دینے تھے۔ چونکہ وقت کم اور کام زیادہ تھا اس لئے ان کچھوں کی تیاری میں ہمدردی مشغول رہا۔ پنجاب میں اردو کے متعلق آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کے لئے آپ میرا شکریہ ادا کیجئے۔ عبدالحق صاحب کے تبصرے نے تو مجھ کو سخت دلچسپ کیا ہے بلکہ میں اس کو پیدا سمجھتا ہوں۔

اپنے اعز اہل بیت ایک حد تک بکا اور بدست ہیں۔ میں محبت میں تھا۔ بالخصوص آپسپل عبد اللہ بیست علی کی تائید کی بنا پر مجھ کو یہ کتاب قبل از وقت شائع کرنی پڑی ہے اور کئی موقوفوں پر اس میں اجتہادی یا دوسری قسم کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ ضروری یا تازہ مواد کے متعلق میں نے کتاب میں کافی اطلاع دے دی ہے میں نے جس ذخیرہ پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے وہ اکثر اچھی ہے جو خود میرے پاس ہے یا دیگر احباب کے مجھ کو کتب سے علاقہ رکھنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”بعض چیزیں اس قدر اہم اور کام کی ہیں کہ ان کے ساتھ اگر ان کی واقفیت کے ثبوت اور سچے سچے جاننے والے تھے تو وہ غلطی کی شکی باقی نہ رہتا جو اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں۔“

آپ کا یہ جملہ تشویق کا محتاج ہے۔ ہر باقی کر کے آپ مجھ کو اطلاع دیجئے کہ وہ کون سے غور و تحقیقات میں جہاں میں نے اپنے محنت نہیں کیے ہیں۔ مجھ کو پنجابی اردو مصنفین کے خطوطات میں دلچسپی ہے اگر ان کے متعلق آپ کوئی مفصلی اطلاع بہم پہنچائیں گے تو میں بے حد شکر گزار ہوں گا۔ بالخصوص ان ایفادات کے متعلق جو بیونیٹک بیرونی میں آپ بتاتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ بہت جلد رپ سے کام لیاں واپس اپنے وطن تشریف لے آئیں گے اور ادبیات کی خدمت میں حسب معمول سرگرم و مستعد بنیں گے۔ والسلام!

محمود شیرانی - ۱۸، نیٹنگ روڈ لاہور - ۲ مارچ ۱۹۲۹ء

(۲)

18 - FLEMING ROAD

LAHORE 7-6-53

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب

مائی ڈیر سیدنا

عنایت نامہ کا شکریہ۔ آپ میری طرف سے دیر مبارکباد قبول کیجئے، آپ اہم۔ اسے میں آؤں رسہ ہیں نتیجہ آج ہی اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ آپ کو مجھ سے بیشتر دیگر ذرائع سے اطلاع پہنچ گئی ہوگی۔ تمام شکر ہے۔ مجھ کو بھی خوشی ہوئی۔ آپ کے سیکرٹری صاحب اس روز کے بعد مجھ سے کبھی نہیں ملے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ اگر کبھی ملتا ہوئی اور موقع مل گیا تو تذکرہ ضرور کروں گا۔ صرفی صاحب بھی کبھی نہیں ملے۔

پروفیسر شفیع یہاں سے پانچ کو چل دئے اور وہ آپ سے خفا ہیں۔ میں نے حتی الامکان ان کے خیالات میں تبدیلی کی کوشش کی۔

ہزارہ آغا میرے لئے دشوار ہے۔ بال بچے ہر کوئی چلے گئے۔ یہاں میں اور کالاور بھی ہیں۔ کھانا پکانا انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے تقریباً بھوکا رہنا پڑتا ہے اور اگر یہی حالت رہی تو ممکن ہے کہ کھانے ہی سے دست بردار ہو جاؤں۔ گہمی انتہا درجہ کی پڑ رہی ہے۔ رات تمام رات جس تھا۔ ہوا کا نام نہ تھا۔ بچے کے ساتھ بھی غینہ نہیں آتی تھی۔ میں نے ایسی گرم باتیں لاہور میں بہت کم سنا ہی ہیں۔

اب تو آپ سے ملاقات اکتوبر میں ہوگی۔ آپ کے والد ماجد کی خدمت میں میرا سلام نیاز۔ ماسلام!

محمد شیرانی

(۳)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب

سید صاحب!

آپ کے خط و صبر سے جواب کے قطف ہیں۔ اس میں میرے مسائل کے علاوہ آپ کی خوب سیلی بیہ تنگی تل و میں احمد برائی بھی زبردست ہے۔ تل و میں سے میں نا آشنائے محض ہوں نہ اس کی لسانی خصوصیات سے واقف۔ حیران تھا کہ جواب کیا دوں قیاساً پہلی کے زمانہ میں اور ٹیکل کالج میگزین آیا۔ اس میں آپ کا شائع کچھ تل و میں کا متحدہ نظر سے گذرا۔ لیکن وہاں میں اور اس میں مشغول تھا اور ہریانہ کے سفر نے بھی موجود نہ تھے۔ یہاں آئے چند روز سے زیادہ ہو گئے مگر باوجود کوشش و خواہش ابھی تک جواب کی نوبت نہیں آئی۔ میری صحت دل و دل غراب ہو رہی ہے۔ راس اندل کی تکلیف بڑھ رہی ہے۔ چلنے پھرنے سے منع ہوں۔ آج کل تو یہاں سردی بھی غیر معمولی پڑ رہی ہے۔ اس سردی نے تو پنجاب کو بھی مات کر دیا۔

تل و میں کی زبان کو ہریانہ کی لسانا جزائیاتی اعتبار سے تو یقیناً غلط ہے۔ ہریانہ کا اطلاق ایک خاص خط پر ہوتا ہے۔ میرے کما اس میں داخل کتنا درست نہیں۔ اس میں لسانی ملاحظت اردو کی بنا پر ہے جس کی دونوں شاخیں ہیں۔ پھر بھی ان میں فرق موجود

سراوی کی زبان زیادہ صاف اور سچی ہوتی ہے اس میں فارسی غالب ہے۔ برخلاف اس کے ہرانی نصیحت و مصلحتی ہے۔ اس پر فارسی اکثر کم ہے۔ آپ اس کو درنیکلوہند و ستانی مان لیں تو کوئی ہرج نہیں یاد رہے کہ مصنفات کی تصانیف زبان کہ دریں یا تصانیف اردو کہ لیں۔ ہرانی کا لفظ میرا اپنا اعتبار کر دہ ہے۔ سرکاری رپورٹ اس علاقہ کی زبان کو جڑو جٹی، باگڑی، پٹو، چروا وغیرہ مان لے یہ یاد کرتی ہے۔ یہ تمام تقابلیوں کو پختہ نہیں دیکھے ہیں بلکہ نہیں معلوم تھے اس لئے میں سنہ ہریاز کی اصطلاح کو اختیار کر لیا۔ اس اصطلاح کا تمام ذیل کے گرو فارح کی زبان پر الحاق درست نہیں ہوگا۔ ایسی اردو کے نمونے اور حلاقوں سے بھی پتہ چلے ہوں گے مثلاً صوبہ اجیر، آگرہ، الہ آباد وغیرہ۔

آپ کی کتاب کے متعلق مولانا عبدالحق نے اثبات میں جواب دیا تھا۔ اگر اب تک ان کے آفس نے آپ کو نہیں لکھا ہے تو حفریب لکھیں گے۔

یہی چیزوں کی اشاعت کے متعلق میں صبح، ماہنامہ تنقید و فیرو کو تو راجن زیادہ اس سال چھاپ دے۔ باقی چیزوں کا تاہم بعد بندوبست رہے۔

یہ عبداللہ نے کیا بے چکی آزمائی۔ میں اس بدھشی کی رسالت میں ہجرات جاکر کیا کرتا میرے لئے تو دینی گہرات ہے۔ مولانا ذرا احمد صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہہ دیجئے کہ اس میں جملہ کے صاحب بھی شریب جی یعنی بابو صدیقی احمد خاں۔ داکٹر بناری داس اور لالہ فشی رام کو میرا سلام کہنا۔ سو تو اور اگر سے محمد احمد سے متعلق میری طرف سے سفارشی الفاظ کہہ دینا۔ اسلام! محمد و شیرانی۔ حرمی مان۔ کتاب راجہ پرتانہ۔ ۱۵ جنوری ۱۹۴۲ء

(۴)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب

مانی ڈیر سید صاحب!

جے پور سے واپسی پر جہاں میں دمر کے علاج کے واسطے گیا تھا مجھے آپ کی قابل قدر تصنیف ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا تہذیب جو دیر سے یہاں میری نظر تھی۔ اس کے لئے آپ میرا دینی شکریہ فرمائی کیجئے۔ آپ کی تالیف کو جب کھلا سب سے پہلے وہ درنی کھلا جس میں دارسنہ کا تصنیفات کا ذکر تھا۔ یہاں 'صفات کائنات'، 'ایمان و عبادت' کا ذکر ہے۔ دوسرے صفحہ پر جنگ و ٹکا، رنگ، کا ذکر ہے۔ یہ سب خیال میں ہی چریں یا ان سے متعلق تھیں میرے مجموعہ تعلیمات میں ہیں جو اب پنجاب یونیورسٹی کی ملک ہے۔ دونوں چیزیں وارستہ کی ہیں لیکن مجھ کو ان کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔ میں نے جلدی میں انہیں یہاں میں داخل کر لیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نمبر ۱۹۷۱ء ہے۔ میں نے اس کا نام معلوم نہیں کیوں نہ نامہ نگاریں و محبتیں لکھیں، رکھ لیا ہے۔ یہ تو اس تالیف کے واسطے ایک تو صبیح جملہ معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال یہ یا بعض نثری نمونوں پر مشتمل ہے۔ فخر نہایت پاک و صاف ہے اور اس کی تاریخ کتابت ۱۲۳۶ھ ہے۔ دوسری یا بعض کا نمبر ۱۹۷۲ء ہے۔ نسخہ پاکیزہ ہے اور شعرا کے نمونہ پر مشتمل ہے۔ بعض مرقم پر دارسنہ اقتراض بھی لکھا ہے اور اسی سے مجھے معلوم بھی ہوا کہ یہ یا بعض وارستہ کی یادگار ہے۔ بہر حال آپ ان دونوں چیزوں کو دیکھیے۔

میں نومبر سے بیا رہوں۔ جنوری میں جب دمر کے دورے سخت اور تھکاوڑ و زائد ہونے لگے ہیں علاج کے واسطے جے پور

جانکریاں کے ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ سترہ اٹھارہ روز رہا اور ڈاکٹر کی اجازت سے فردوسی میں واپس آیا۔ جے پور میں اکثر دو سے بعد میں بند ہو گئے تھے لیکن ٹرنگ آئے سے چوتھوں بعد ایسا سخت دورہ پڑا کہ خدا کی پناہ۔ دل پر اس کا جڑا اثر پڑا۔ جسم کے جوڑ پڑ میں تکلیف رہی۔ تین چار روز تک بدن پر لڑھکھاری رہا اور اب بھی ہے۔ اب تک میں صلیکھ سے مسدور تھا۔ اندر بڑی طرح کا پتلا تھا۔ گرمی میں اگر طبیعت سنبھل گئی تو غیر روز سفر آخر بہت قریب کچھ جسم کی طاقت بالکل زائل ہو چکی ہے اور دل پر قسم کے صدمہ آگیا اور شہر سے سفر پر ہونے لگا ہے۔ دن میں کئی کئی مرتبہ ڈوبنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا خذ لی بحیرہ کرمے واسلام!

محمود شیرانی۔ ہندی ہارن۔ ٹرنگ راجپوتانہ۔ ۱۶ فروری ۱۹۲۱ء

(۵)

بنام ڈاکٹر تیت عبداللہ صاحب

دینی ڈیر سید صاحب

میں آپ کو ایک تکلیف دے رہا ہوں اور بدتر مجبوری کھ رہا ہوں۔ میرے ہم وطن محمد شریف ہیں جو پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میں اس سال شریک ہونے کے گنگا جی میں بعد لافنی انگلش (ONLY ENGLISH) میں شریک ہوئے تھے۔ یونیورسٹی نے ان کا رزلٹ شائع نہیں کیا اور ایسے نوٹ کر لیا ۱۸/۵۳۳۱ کے ذریعے تیس روپے ان سے طلب کئے۔ شریف صاحب نے میرے مشورہ سے وہ روپے بھیج دیے جس کی رسید نمبر ۴۵۵ یونیورسٹی سے ان کو مل گئی۔ اس کے بعد ایک اطلاعی کارڈ NO-EX ۸/۱۵۹۱۸۴/۲ FEES آیا جس میں تحریر تھا کہ اب تم نے اپنی فیس کا حساب صاف کر دیا ہے۔ کنٹرولر صاحب کا اطلاع دے دی گئی ہے۔ تمہارا نتیجہ جلد شائع کر دیا جائے گا۔ سالانہ بی کارڈ اطلاعی آیا کہ۔ ROLL NO-13361 میٹرک کے امتحان میں "غیر حاضر ہے۔" نیچے چارے دوست علامہ امجدی صاحب کے دستخط ہو رہے ہیں۔ یہ اطلاع غیر اطمینان بخش ہے۔ کیونکہ دینا غیر مذکور امتحان میں شریک ہوئے اور کاپی دے کر آیا ہے یعنی ONLY ENGLISH کی۔ اب معلوم نہیں کہاں غلطی ہوئی ہے کہ ایک حاضر کو یونیورسٹی "غیر حاضر" قرار دے رہی ہے۔ محمد شریف بیچارے بہت پریشان ہیں۔ میرے پاس اس مسئلہ میں کئی ذراچکے ہیں۔ مجھ کو شرم آتی ہے اس لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ مہربانی کر کے اس بارہ میں آپ کو دعا دے دیجئے اور ان کے نتیجہ امتحان سے اطلاع دیجئے۔ ممکن ہے کہ یونیورسٹی نے شریف صاحب کو پورے امتحان میں شریک مانا، مگر اس نے غیر حاضر قرار دیا حالانکہ وہ صرف انگریزی کے امیدوار تھے۔ یونیورسٹی نے تیس روپے مانگے تھے اس لئے انہوں نے میرے مشورہ سے تیس ہی بھیج دیئے۔ حالانکہ ONLY ENGLISH کی صرف بارہ روپے فیس ہے اور باقی روپے لیٹ فیس کے اس حساب سے ساٹھ سے سترہ ان کو لینے چاہئیں۔ میں نے شریف صاحب سے کہا ہے کہ بقایا کے دفعہ کی درخواست کر دو۔

مہربانی کر کے ذرا تکلیف کو ادا کر کے اس معاملہ کے متعلق دریافت کیجئے اور مجھے جواب دے کر اپنا شکریہ گزار بنائیے۔

آج بچہ نانا دالے ڈاکٹر کا خط آیا ہے۔ بات خیریت ہے۔ اوڈیل کالج میگزین کا ایک حال ہے، یاد ان قدیم قلمیوں کے کوئی کلمہ باقی ہے، واسلام!

محمود شیرانی۔ ہندی ہارن۔ ٹرنگ راجپوتانہ۔ ۱۶ فروری ۱۹۲۱ء

جواب کے لئے شکریہ دالے سے حاضر ہوئے۔ ہاں یہ بھی لکھئے کہ فاضل رقم بکے نقد کے واسطے کس سے خط و کتابت کی جائے گی۔

م۔ش

(۶)

URGENT

بنامہ واکٹر سید عبداللہ صاحب

مالی ڈیر سید صاحب!

میں آپ کے مہربانی سے اور فوجیوں کے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ سب رنج و شریف آپ کی صلاح کے باعث ہو سکا ہے۔
 رہے ہیں۔ آپ کے بعد ملحق ہو کر سستی سے رہا۔ اس کی کئی طرف سے رہا۔ اس کی کئی طرف سے رہا۔ اس کی کئی طرف سے رہا۔
 مانگے ہوئے پانچ روپے اور ۵۔

محمد نرین صاحب کی درخواست آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ اگر آپ خرید یا بھجوائے صاحب سے ذرا ملے
 اپنے طور پر ان کی درخواست پر حکم مناسب لے سکیں۔ اگر وہ اس کی خاطر کی بات ہے کہ ایک شخص کو جو امتحان میں شامل ہوا ہے بزرگ
 غیر حاضر دیکھا گیا ہے۔ بجائی جو کچھ آپ سے ہو سکتا ہے۔ شریف صاحب بہت پریشان ہیں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ میری کتابوں کی خدمت نکالنے آپ کے تحفے میں آئی ہے۔ یہ دکانی کر کے آپ اس کی خدمت اسی
 طریقے سے تیار کیجئے جس طرح وہ دکانیوں کے لئے لکھی ہے۔ اس بارہ میں میں پیشاپیش کو شکر دینی کے لئے تیار ہوں۔
 آپ نے کالج کے حالات مفصل نہیں لکھے۔ ڈاکٹر صاحب کچھ نہیں لکھتے۔ اور نیشنل کالج میگزین اور عربک پریس سرگرمی کا
 چندہ دیو بند ایچ، ماہر بنی، حرم مہربانی کر کے آپ داخل کرویت اور زسیہ میں بھجوا دیجئے۔ شریف صاحب جلدی میں ہیں اس لئے
 یہ وقت ختم کرنا ہوں۔ والسلام! ماموں بھائیوں کو سلام دعا!

محمد شیرانی - منہ دی بلخ - ٹولہ راجہ ۲۵ مئی ۱۹۳۵ء

مہربانی کر کے آزاد لکھتے۔ یا اسے مجھے یا اور کسی سے ذوق کا ایسا سلام بھیجئے جواب تک تیار نہ ہوا ہو۔ والسلام!

م۔ ش

(۷)

بنامہ واکٹر سید عبداللہ صاحب

مالی ڈیر سید صاحب!

لطیف نامہ بچا۔ بجائی لیا کرتے ہو۔ وہ پانچ روپے میں نے اور نیشنل کالج میگزین اور عربک کے چندہ کے واسطے
 بھیجے ہیں۔ آپ شریف صاحب کی امانت کیونکر بھجویں گے؟ اس سے معذرت ہو۔ اگر آپ نے یہ خط پورا نہیں چھوڑا۔
 ریڈر شپ کی مابین کا قہر ہو۔ گریڈ میں کیا اس قدر برا ہی نہیں ہو۔ شریف صاحب کے لئے ہیں آپ کا اور عینی صاحب
 کا شکریہ۔ صدیق صاحب کی تجویز تو بہت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ خدا کرے راست آئے۔

یہ خوب یاد آیا آپ یہ پانچ روپے میری ملک۔ سمجھو جس طرح میں اس کو کارفرما ہوں یعنی دا چندہ اور نیشنل کالج میگزین پر
 (۲) چندہ جب تک پر نہیں سوساٹی۔ اگر کسی کو تو مجھے کھ دیجئے۔ اگر تا تو ہو تو ملی احساب جمع کر دیجئے۔ میں اس چندہ یا چندوں کے لئے
 بہت تشکر ہوں کیونکہ ان پر ایک اتفاق پہلے پہلچا ہے۔ پچھلے جن یا کسی میرے پاس چندہ کی طلب میں کاڑا آیا میں نے غلاموں

کو کھلا بھیجا اور میگوین اور سوسائٹی کے چندہ کے واسطے چار روپے بنام ڈاکٹر محمد اقبال خاں اردو کر دیں۔ چنانچہ چار کا منی آرڈر کر دیا گیا۔ تبین ماد کے انتظام کے بعد میں نے گھر والوں سے دریافت کیا کہ ان چار روپیوں کی کوئی رسید بھی آئی یا نہیں۔ چند روز کے بعد جواب دیا کہ وہ روپے تو انہی دفین میں وائیس آگئے تھے اور خرچہ بھی ہو گئے۔ میں حیران رہ گیا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں خط لکھا اور دریافت کیا کہ آخر منی آرڈر کہاں واپس ہوا۔ دیر کے بعد جواب آیا لیکن میرے استفسار کا کوئی جواب نہ تھا۔ اب آپ کو دیکھئے وہ بارہ کوشش ہوئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے شریف صاحب کی امانت مان لیا۔ آپ مجھے بواپسی جواب دیا بلکہ رسیدیں ملا کر صاحب سے نہ کر لیجئے۔

میرے مجموعے کی فہرست علیحدہ رہنی چاہئے نہ میرا مجموعہ یونیورسٹی کے مجموعے میں تو ذکر شامل کرنا چاہئے بلکہ اس کی جدا گانہ ہستی قائم رہنی چاہئے۔ یہ تو لائبریرین کا سب سے پہلا وعدہ تھا۔ میں اس بارہ میں لائبریرین کو مکہ دوں گا اور آپ لائبریری کی کمیٹی میں کمیٹی کے کچھ حصے کے خلاف میری طرف سے احتجاج کریں۔

میری صحت بالکل گر چکی ہے۔ معلوم نہیں کب تک صحت مان رہوں۔ پلٹنے چہرے سے معذور ہوں۔ بڑی کوشش کے بعد دس میں قدم چل سکتا ہوں۔

ذوقی کے کلام کے سلسلے میں مجھے کچھ یاد نہیں۔ آپ میری اردو کی بیاضیں دیکھ سکتے ہیں بلکہ کہیں کچھ مل جائے۔ آپ مجموعہ آزاد میں تلاش کیجئے شاید کچھ مل جائے۔ والسلام!

محمد شیرانی - ہندی بان - ٹوناس - راجستھان - ۱۲ جنوری ۱۹۶۷ء

بڑے بھتیجا جی جی ملتے ہیں۔ میرزا ابوبکر بن عبد العزیز پیر سٹریٹ مالہ سے ہے۔ ان کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیجئے میں ان کو سچیدہ بھی عرض کیا کہ وہ ہوں۔ ماموں بھائی کے کی خدمت میں سلام۔ ان سے کہنا کہ اگر کتاب کے خریدنے سے میری زندگی میں کھانے میں ترمیمی میں آجاؤ۔ اس دعوت میں آپ بھی شریک ہیں۔ فقط!

م۔ شش

تاجورنجیب آبادی

(۱)

بنام ہرما: جبرکشن پرست اور

مقرر وقت غرقوم: قناب اقبال بر نصف النہار بادامین ا
تسلیم۔ آستان کریم پر سائل کا آکھ گناہ میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے جہاں رسالہ ذفریہ، نظام المناسخ، نف رہ،
پرنس منگرمین، غیر وچناب کی ٹلی درباریوں سے سیراب خود ہوتے ہیں، اگر رسالہ "مخزن" جس نے سب سے پہلے اور حیرت انگیز
خدمت بہکراہندی اور سب سے زیادہ عین احارہ سال تک جانشانیوں کے ساتھ علی خدمت بجا لانا دہڑاگریہ عرض کرے کہ
"اسے خانہ پرانہ از کرم کچھ تو دھر بھی
تو مستحق جہد روی نہ ہوگا" فلذا عرض من کاس انکرام تنسیب

"مخزن" کا دور جدید شروع ہوا ہے۔ ملک کے اکثر اہل قلم اس کو پرعان چیز خاے پرستند نظر آتے ہیں۔ "مخزن" کا
حال زریں ماضی کی صورت اختیار کرنے کو ہے۔ جناب ہی اس شے کرم و مخزن، کو بطور صدقہ، تقاضات اپنی محرمہ زریں ہیں
کچھ رحمت فرمائیں تو پھر "مخزن" کی بامرغوازی کو چار چاند لگ جائیں گے۔ جس تو راج ہی سے اپنی تاراج یا سدامیہ کو پیڑی سے لٹا ہوں۔
"باش دادوئے شفا آید ہے"

تیار کیش: احسان اللہ خان، تاجورنجیب آبادی ایڈیٹر مخزن لاہور

مخزن آفس، راجوری شہاد

(۲)

بنام شاکر صدیقی

کرمی اسلام سنون

خط مع غول صادر ہوا۔ آپ نے بلا استحقاق دوسروں کے مقابلہ میں مجھے انتخاب کیا اس کا ملی شکریہ۔
جب سے مخزن ہی آیا جس اس وقت سے اب تک بہت سے غائبانہ عنایت فرائض نے مجھے خدمت اصلاح
سونپنے کا کام سپرد کرنا چاہا مگر اپنے آپ کو اس ذمہ داری کا اہل نہ پا کر میں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ آپ کا خط جس
پہنچا پنہت میلارام صاحب دقما میرے پاس ہی بیٹھے تھے۔ انہوں نے جو خط پٹھا لاہ مجھے بامرغوازی سے روکا۔ اس شے

میں باد جود عدم استحقاق کے آپ کی فرمائش کو قبول کرتا ہوں۔ یہ شرط غریبی کی رسید سمجھئے۔ اصلاح رکھیں آئندہ ضرور۔ میں لڑا کر ٹھکانا لاشہ
جوانی لٹا کر بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ خواہ کچھ کہ معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت شاعری کے متعلق نہیں۔ ہے۔ استعداد و توجہ
صرف تھوڑی سی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ پھر آپ ملک لے سنا عوں میں ممتاز دور چلا سکتے ہیں۔ یہ انداز ہے اس جو کہ شکر کرنا
ایک بات یاد رکھئے کہ میں عدلیہ لغت میں ہوں اور کابل میں۔ اس لیے تقاضے مجھے۔ یہ نوعی کام لے سکتے ہیں۔ اسلام
جو طلب: نا جو رنجیب آباد۔ مخزن: لاہور۔ ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء

اخلاف: آپ کے انداز کو میرے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اچھے فہم و نگاہ رکھتی ہیں۔ والسلام

(۳)

نام شاکر صدیقی

عنایت فرمائی من اسلام سنون
میں حد سے زیادہ نام ہیں کہ اب تک تعمیل حکم نہ کر سکا۔ آپ کی تشریح سے اس میں کچھ کمی کی فطری کابل سے مناشدہ
ہوگی۔ اب میں انشاء اللہ جلد سے جلد نظمیں ارسال کر دوں گا۔ اطمینان رکھیے۔ والسلام
نیاز مند: نا جو رنجیب آباد۔ مخزن: لاہور۔ ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء

(۴)

بنام شاکر صدیقی

نام صاحب

سلام! ان کی نگاہ ناز کے اعجاز سے "اس قسم کے الفاظ نیست کجے" بات نہیں۔ میرا دل عالم کا منظر میری بن سکھ
میں ہے۔ میں رملہ۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔ ہر وقت دور واق براسے۔ فحشوں کی ترتیب بھی ہوئی اور دست چھوئی چاہتے۔
مشکل ردیف و توفیق بھی آپ دو سال تک نہ استعمال کریں۔ فارسی بندشوں سے بھی اس وقت نہ ہم۔۔۔۔۔ استراذ کبیر جب تک ملک
اور صفائی کلام میں پیدا نہ ہو۔ کلام میں سادہ اور بافتار جذباتی اور خوش رنگ الفاظ سے اثر پیدا ہونا۔ ہے۔ آئندہ مجھے ذیل کے پتہ پر
خط لکھا کریں، سیفی صاحب ہوا روئی۔ بیڈن روڈ۔ کابلی بڈنگ لاہور۔ سیفی میرے شاگرد ہیں اور مجھ سے شاگردوں کے خطوط کا جواب
نہ دے گا۔ صاف بتیے ہیں۔

آپ کی منت ہیست میں صبر کی تلقین کیے سزا کے سوا اور کیا ہے کہ میں شریک ہوں۔ خدا کے تعالیٰ رحوم کو مغفرت
اور آپ کو عبادت و نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

میں کابل اور جوں۔ اصلاح کا تقاضا سیفی صاحب کی کچھ دیکھیں۔ وہ میرے پاس رہتے ہیں تقاضا کہ کہ جواب لکھا دیتے ہیں۔ والسلام

جو طلب: نا جو رنجیب آباد

(۵)

بنام ہمارا جو رنجیب آباد

سرکار عالی جامہ ہمارا جو رنجیب آباد

نیاز مند: بنام والا کے نام حضرت بہتر بگڑی کا تعارفی خط ارسال خدمت راجی ہے۔ میں اپنے کرم نواب محمد یحیٰ
بہاؤ الدین کے پاس قریب ہیں مختلف احباب کی نائی جناب کے خط سنیہ حیثیت متواتر کی حیثیت میں مجھے نام پہنچے ہیں اس لئے

لغوب محمد یا جنگ محمد اللہ خان بھوپل سے حیدر آباد ان کے نام منعت و خدمت ہوئے بعد کہ مدت فرج تھے اس لئے تازہ بار کے ہمارے بیٹے کی ہیں۔

شوقِ زیارت سے اپنے دل کو معمور پاتا ہوں۔ ارمائی کی امانتِ پاؤں تو تیرے شوق سے ہو کر ادا ہوں۔ امیرِ اہلِ ادب اور نوابِ خلیفہ دہلہ
کہ بتیہ اسب بنتِ اولاد میں سے ہوں مہینے ٹھگت نہ جاتی۔ یہ بھی خود داری کا فعل و امار میں باقی ہے اس لئے امیرِ مروجہ کی زبان میں
نہ اگلے گھر جی نہ جاتیں تے بے بلائے ہوئے

تفہیمتِ کیش، تاجِ زیب آبادی، اڈیٹر جمالیوں، پورچیس ڈی، ایس ٹیج لاہور
بلکل نوابِ عیداد، چنگ بہادر، خیرت آباد، حیدر آباد، دکن، مہم، جولائی ۱۹۱۵ء

(۶)

بنام شاکر صدیقی

مکرمی شاکر صاحب!

ہدیہِ نعمت۔ آپ کی مجلسِ محضر، بھجن، بابِ علمِ پنجاب کے جلسہ منعقدہ ۱۸ جنوری سے تاریخ ہو کر بھجوں گا اس
وقت یعنی صاحب کی معرفت یاد دہانی کرادیتے وہ مجھ سے کام نہ روستی ہی تے لیے ہیں۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ میں اب دوسرے
کار میں نہایت کڑوں گا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا داسی بندہ کے کھنگل سے کچھ دنا فیر ممکن ہے۔ میں مجھانہ خدا کا کمال
ہوں مگر اب آپ کے لئے نا قابلِ برداشت نہیں بنو گا۔

بھائی اُسی چٹھی میں اگر طور سادہ جذبات، سادہ الفاظ و شیریں پیرا میں لکھتے رہا۔ یہ آپ کی غزلیں انشاء اللہ تعالیٰ
بہت جلد و پس کروں گا۔ تمہارے خطوط سے بہت شرمندہ ہوتا ہوں۔ وار نام
تمہارا خادم: تاجور

(۷)

بنام شاکر صدیقی

شاکر!

خدا کا شکر ہے کہ تیرے سرخرو ہوتا ہوں۔ بھائی ایک نظم یا غزل بھجوا کر۔ میں کابل اور قادیانہ پہا کیسے بنے گی ہر شاعر
عام فہم اور سلیس زبان میں کہو۔ پہلے الفاظ کو تھپتھپے میں لاؤ۔ تجلّی قدا پنا ہے۔ ایسے الفاظ کا داس خوشترنگ بنانا چاہئے تجلّی لاکھ
اچھا ہو اگر الفاظ کا جامہ خوش رنگ نہیں یا پیرایہ بیان مرغوب نہیں تو تجلّی کی ملک پجائی بالکل سیکار ہے۔ متنب اور بنجیدہ خیرا وہ
زبان میں کہو۔ الفاظ پست نہ جھاؤ۔ میں ایک پوری نظم کسی معبرہ کے حسبِ منشا الفاظ دستیاب نہ ہونے کے سبب دو دو سال
مد کے رکھتا ہوں۔ یہ کیا ہے

بندشِ الفاظ جھننے سے ٹکوں کے کم نہیں
شمر کہنا کام ہے آتشِ رقصِ زکا

وار نام
خیر طبع: تاجور

۱۸ فروری ۱۹۱۵ء - ۱۰ شب - لاہور

غزل (اصلاح)

دور آنکھوں سے اگر تجھ میں ناز نہ ہو لطف میں ڈوبا ہوا عشق کا انداز نہ ہو
 حسرت و یاس و فغان کہیں جاگ اٹھیں اس طرح توڑ مر سداں کو کدواؤ نہ ہو
 جیسے پہلی میری نہ پوچھو ہون ہو یا نہ ہو ہتھکڑیاں دیکھو کتنے شعلوں میں بھی پہلے نہ ہو
 پردہ جو میں ان کے ہے نہاں لطفِ حیات اے خدا اب کہہ مر ان کا کبھی باز نہ ہو
 فرقت گل میں ہے ہر نازِ مہل بے سود اس سے دل سنتے ہر کچھ بھی بجا باز نہ ہو
 میرے اشکوں کا منہ ہے نوازش اب تو بختِ بیدار پر اپنے کچھ بھیوں ناز نہ ہو
 کیا بھی خوشی جہاں سوز کا ہے جذبِ کراہش دیدہ ہر داغ نہ ہو نگوش بر آواز نہ ہو
 ایک دم اہل گلستان ہوں شہیدِ نغمہ نبضِ ناز سے جو محو و مزا ساز نہ ہو
 خوشے سیلاب کی حسرت ہے الٹی لمحہ کو وہ طے دردِ کمر منت کشی اعجاز نہ ہو
 سنگِ ریزے بھی چمک اٹھتے ہیں لیکن شاکر وہ نہیں شمس کہ جو مایہ صمد ناز نہ ہو

مناجات

تو نے اپنے کرم سے اے مولا لطفِ آرام۔ ہے مجھے بھٹا
 چاند سورج کی ہے ضیا بخشی زندہ رہنے کو ہے ہر بخشی
 ٹھنڈا پانی عطا کیا تو نے رزق کھانے کو ہے دیا تو نے
 ہیں بھٹا عطا کی دنیا بھی پوری کر ہی ہر اک قسمت بھی
 اصلاح : دین کے ساتھ دی ہے دنیا بھی

اس پائیکین مری یہ ہاشم کبریٰ

شکر اس کا کب نہ دل۔ تہ کبھی

قدیمت کبھی نہ کی میں نے سرکشی میں نہ کی کمی میں نے

اے مالکِ تمیزِ ضمیر میں تبلیغِ ظلم و انصاف، کھر کو رشہِ برفِ بڑی کر تھی میں، اپنے ہر شعر میں بے پراں کر افسانہ و ملکِ پنجاب دیا۔ زماں

میں عجب بازہ جفا باز، یہ ترکیبیں جھگڑاں ہیں ان سے اعتبار کیجئے۔ (تاج محمد)

میں آپ شیریں اور نرم الفاظ کا انتخاب کیا کریں، دستور دیا ہوتا ہے کہ آپ اپنے ضمیر و سوجھ بوجھ سے لکھیں اور بیان اور انداز

ابتداء میں یہ طریقہ درست نہیں، کامِ مشک اور بعض اوقات بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہ بھی تو چاہیے الفاظ تلاش کر کے آسانی شعروں باندھنے

لے عطا کا الف و بقاء۔ (تاج محمد)

دل میں دکھنا نہ خوف کچھ ترزا شیدہ ہر دم رملی مسیحا
 عمر ساری ہی کی تباہی میں نے کوئی پھر ڈانچیں گناہ میں سے
 اہلکار: ہر وقت رستہ کی پس نے عاقبت بھی تباہ کی پس نے
 تیری بکشتی ہر گھڑا سے کو ملسنا رہا ہوں میں اُسے
 لوگوں کو یہ راز بھی پرکھدا میرا ہر اک ہے بکھو کا
 یہ خزانہ ہی - ساز ہے مجھ کو
 تیری بخشش یہ ناز ہے مجھ کو
 نہ خوف اور شرم ہے یا رب! لطفِ نیرا اجم ہے یا رب!
 لیے ہمارے دل کا تو ہمارا ہے نا امیدوں کو تو بھی جا رہے
 یہ ہے عصیانِ شمار ہے ابھر فصلِ نیرا سے کھڑے ہو
 دونوں عالم میں رستہ کا دل پھر بھی یادِ نرا ہی بندہ ہوں ساگرِ صافی

طلوعِ شمس

(۱) مغرب میں ہے اندھیرا ۲۰) فاطمہ ہے حور گو یہ
 مشرق میں ہے سبجہ اُجھلا لکھنؤ ہے زرہ گو یہ
 وہ ماہِ جاوہر ہے پارسہ ہے
 گدوں سجا رہے ہے رخ سے دا آئے
 فوجِ محکمہ سے محفل ہر ایک ہو گا شامل
 انجمن کی اور فہمائی دے کر مراد پائی
 غور سے بھلائی اُٹھو رہو رہے
 ۲۱) کڑی میں کیا سہری ۲۲) تارِ بکورت ڈن
 عالم ہوا سہری خاموشی جہاں کا
 زر پوشی جہاں کا چاروں طرف جہاں میں
 انجمن نواز خلعت ہر ایک جسم و جاں میں
 کورٹ فلکسٹے لے کر مریح حیاتِ رقصاں
 زرتار ڈالی چادر بلبلی کی پاک بادی
 صرف جہاں طائر غمِ غمِ غمِ غم

سہ تباہ اور گنہ کے ان گروہ ہے تھے زنا جو رہے گنہدار۔ لفظ غیر متین اور بے وقار ہے زنا جو رہے کہ مطلب: ہم گنہ گراؤ غیر مترغ لفظ ہے
 ۲۱) کیا کے ساتھ پیارا برون تمہارا۔ آتا ہے اور یہ صبح نہیں۔ پیارا۔ کیلک دا آنا چاہئے۔ اسی لئے کی کی بجائے کیسا لکھا گیا۔ تاجور

تھلا سنا پنے میں ہے جو تیرا
اصلاح : تھلا سنا پنے میں ڈھلا سنا
اس صاف سے دستِ قدرت نے
مقل گم ہے تری بادِ ط میں
دل بھایا ہے تیری صورت لے

پھر رچی۔ سے نسیم سا لٹے
پہم! ترا ستر سے
تیرے نعروں میں ہر رنگ سب
حسنِ قدرت کا اک قلم ہے

پاک تیرا ہے دل تروٹ گناہ
اصلاح : تیرا دل پاک سے گناہوں سے
میں سدا پا غریقِ عصیاں ہوں
دل پہ لگتی ہے اک برجھی ،
بکھو کھتے ہوئے کہ افساں ہوں

بچ کو ایسا ماسکوں کہ تجھے
میرا ہر دم گھر ہے ضیق میں دم
تکڑب! نہ خوفِ محشر ہے
ایک بار گراں سا دل پر ہے

تیرے۔ نخر سے دل میں بستہ ہیں
میرے ہیو۔ دل گھر میں ہے
لطفِ شوق پر دواز و عطا آزادی
ایک اجڑی ہوتی ہے آبادی

شکل آہستہ آہستہ ترا انجام
نور میں تھا ، مگر ہوا خلقت
اس کے برعکس حال ہے میرا
درسِ عبرت! مال ہے میرا

باغِ قدرت کے پڑ بزرگے
اپنے بے کی مگر یہ نہ نہیں
تیری قسمت ہر رنگ آتا ہے
ہوتا ہے جو حسد اک بھاتا ہے

دشتِ دلکش میں اس کی مدد
دورے دورے چہ جلد پاشی کو
حسنِ وقعہ رہا رہا ہے گویا
خود غصا میں سوار ہے گویا

شاگرِ صدیقی

”تھلا سنا“ اور ”پہم“ میں جھگڑائی گوارا نہیں سنے۔ (زنا بزر)

(۸)

بنام شاعر صدیقی

محترمی حضرت شاگرد صاحب! اور افرام! آمین!

سلام سنون! خط آیا۔ میں گرم جوشی سے آپ کی موت افزائی کی قد کرتا ہوں۔ اپنے دوستوں سے کئی دفعہ ذکر کیا ہوں مجھے اپنا خادم سمجھیں اور ہمیشہ رہا سچا غیر طلب۔ آپ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ آپ بھولنے کی تہیز نہیں ہیں۔ آپ کی عزت دل سے کرنا ہوں اور بیچہ نام ہوں کہ آپ کی خدمت کا حقہ نہیں کر سکا کیونکہ کابل بہت ہوں۔

انجمن ارباب علم پنجاب کی مجلس ادبا کی عمری روپیہ ہزار ہے۔ انجمن کا آرگن ہزار داستان اور مطبوعات ہمبر کو مفت ملتی ہیں۔

بچوں کے لئے آسان زبان میں "علم کی تندہ" ایک نظم بھیجئے۔ زبان آسان ہر لفظ مشکل نہ ہوں۔ والسلام!

تاج محمد تاج محمد - ۲۶ مارچ ۱۹۳۶ء

(۹)

بنام ڈاکٹر زور

محترمی قبلہ جناب ڈاکٹر صاحب!

سلام سنون! والا نامے کا شکریہ۔ میں نے مکان تبدیل کیا ہے۔ فیحیرتہ کہا ہے کہ آپ کی کتابیں اس انبار پر پڑیاں سے نکالو۔ انشاء اللہ تیسرے جلد تک کتابیں ارسال خدمت کر دوں گا۔ یہاں پنجاب ٹیکسٹ بک کی منظور شدہ کتابیں چلتی ہیں پنجاب یونیورسٹی میں شیرانی کے ریٹائر ہونے سے اردو لیکچر شپ خالی ہوئی ہے۔ اس کے لئے میں بھی سامع ہوں۔ یہاں اگرچہ ملکی وغیرہ ملکی کا سوال سخت ہے لیکن قسمت آزمائی کے طور پر میں بھی ہاتھ پاؤں ماننا چاہتا ہوں۔

یہ ویضاس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میری اردو ادب کی استعداد و اہلیت اور ادبی خدمات سے متعلق اپنی گرانمایہ رائے عنایت فرمائیے۔ درخواست کے ساتھ مٹغوف کرنا چاہتا ہوں۔

یہاں بیس سال سے اردو ادب کی رہنمائی خدمت کر رہا ہے اور اس راہ میں بیس ہزار ذاتی سرمایہ کے علاوہ جانی و مال، طاقت سب کچھ لٹا چکا ہوں۔ نوجوان ادباء و شاعر کا مذاق ادبی ملنے کرنے میں میرا سبک پیادہ حصہ ہے۔ اس وقت شہزاد باد کے ج. پ. دھننے میں میری ہندوستان گیر شہر کے شاگرد اخبار نویسی، تنقید نگاری، انشاء نگاری اور ادبی نویسی تصنیف و تالیف سے زبردست خدمت زبانی کر رہے ہیں۔

براہ کرم میرے متعلق اپنی رائے گرامی مجھ کو ملاحظہ فرمائیے اور ارسال فرما کر ممنون فرمائیے۔

خادم : تاج محمد تاج محمد ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

THE "ADABI-DUNYA"

POST BOX No 197

LALORE 11-6-1931

(۱۰)

بنام مولوی محمد اظہار الحسن صاحب کل غازی آباد

مکرمی اسلام سنون

والا نامہ رسد ہوا شکریہ۔ حضرت رسالہ موم میرے استاد تھے اور مجھ سے بہت اتفاقات سے پیش آتے تھے۔ ان کے کلام کو میں نے مدون کرنا چاہا تھا مگر ان کے بھائی نے شہر نگار آبادی نے ان کا کلام بارگاہ ہے۔ ۱۹۰۸ء میں موم میرے مرنے کے وقت تھے

وہاں انہوں نے مجھے بھی طلب فرمایا تھا۔ اس وقت ان کے پاس اپنے کلام کے دوسرے دو مجلدات میں موجود تھے۔ اس کے بعد میں ان سے رام پور میں ملاوڑ پھر بری ملاقات نہ ہوئی۔ ان کا بہت سا کام تھا مگر علی اللہ بن صاحب تعظیم ریاست رام پور۔ پانی کے پاس ہے ان سے حاصل کیجئے۔ جو ہم کی، یہی جہوں نے نکاح مانا کر لیا ہے ان کا پتہ لے کر ان سے مرحوم کے کلام کا حال معلوم کیجئے۔ ممکن ہے ان کے پاس کچھ نسخہ کلام اور تصدیق ہو۔

مولوی عبداللہ صاحب کمال ٹالوڑی اہم۔ اسے پروفیسر گورنمنٹ کالج لائل پور نے مرحوم کے حالات اور خطاطی کے نسخہ گروں سے جمع کر کے مرتب کئے تھے ان سے بھی امداد کیجئے۔ جلد کار "میر تقی" میں ان کا کلام اکثر شائع ہوا کرتا تھا۔ شہزادہ محمد علی شاہ آزاد پور بھی ملک رسالہ سلوہ یار، رکوٹ ریڈ سے بھی قائل حاصل کیجئے۔ حضرت رسال کی تصویر، حالات اور منتخب کلام اگر مجھے عنایت کریں نور سال ادبی دنیا میں شائع کر کے حق شاگردی پورا کر سکوں۔ جگہ مراد آبادی ان کے شاگرد ہیں مگر اب اپنے آپ کو فارغ کا شاگرد بتاتے ہیں۔ منشی عبدالجبار خاں ساکن لی۔ اسے ایڈیٹر انقلاب بھی انہی کے شاگرد ہیں۔ جتنی بھی مراد آبادی مرحوم صاحب مرحوم، عبداللہ اختر پھر ملتی۔ اسے پروفیسر نثر میڈیٹ جو بی گورنمنٹ کالج کھنٹو بھی انہی کے شاگرد ہیں۔ بہت سے شاگردانِ فارغ مرحوم ہیں ان سے درپردہ اصلاح لیتے تھے۔

رام پور کے سرکاری اور غیر سرکاری عظیم الشان شاعروں میں مرحوم کی موجودگی نے شوقِ قدوائی، ابرہہ والی اور رام پور کے سرکاری شہر کا کبھی دنگ جمنے نہیں دیا۔ یوں بھی ان کا کلام اور اس پر ان کا اثر آخر میں پڑھنے کا اندازہ نہ ہم جن کو درہم برہم کر دیا کرتا تھا۔ مجھ سے مرحوم پر شاعری شہرت دہلی سابق ناظر کمر شہر شہر تعلیم شہر نے ایک بار (وہ اس سے بے خبر تھے کہ میں ان کا شاگرد ہوں، رام پور کے عظیم الشان سرکاری شاعر کے کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

"ریاست کی جانب سے ہندوستان کے تین سہتر شعرا اور عورت دی گئی تھی۔ جتنا ان کا نام لیا گیا تھا اس شاعرے میں بھی وہ تو تھا۔ ایک شاگرد رسائے جو غزل پڑھتی شہر کی ہے تو ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے ٹاٹا سمیت چھوڑ دیا ہے۔ ہر شخص بے اعتدالانہ پردہ پردہ سے رہا تھا۔ دی مجلس زیر و بر ہو گئی۔ حتیٰ کہ رسائے بعض معاصر جو ان سے کہہ رکھتے تھے وہ بھی اچھل رہے تھے۔"

میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو اتنا سراغ ضرور دیا ہے کہ آپ سمجھو وہ حضرات سے مل سکے تو بہت سا مواد فراہم کر لیں گے۔

خاکسار: ساجد

THE "ADABI-DUNYA"

(۱۱)

بنام مولوی محمد اعظمی راجمن صاحب وکیل غازی آباد

POST BOX NO. 97

LAHORE 16-6-31

محترم جناب سلام مسنون!

نشر صاحب کا یہ عقد کہ ان کے پاس کلام کا طبعی حصہ ہے بالکل غلط ہے۔ ان کے پاس تقریباً سب کلام ہے۔ مرحوم کا ایک صاحبزادی تھیں اور کا پتہ بھیجئے ان سے یہ مانگ لیں کہ کمال ٹالوڑی سے غور نہ ہوا تو اس ملاوڑنا حسرت سرائی نہ مرحوم کے متعلق کچھ لکھا تھا جس میں بتلایا اور فارغ مرحوم کے عجوبے کی بانی کی یہ رسائے درج کی تھی کہ رسالہ فارغ کے شاگردوں میں سے ایک بہترین مرحوم کے خلیو میسے پاس میں وہ میں ہجرا دہلی گا۔

ساجد

(۱۲)

بنام ڈاکٹر زور

محترم ڈاکٹر صاحب قند!

سلام مسنون! آپ کے مضمون کا انتظار ہے۔ سانا محمد زبور خیر ہے۔ روزانہ ڈاک میں آپ کے مضمون کو لکھا ہوا ہوتا ہے۔
ہیں۔ دیکھئے لا، اردو زبان کی تاریخ ۲۰ گزارش محروہ منشی پریم چندا جواب 'یہ دو مکتبیں گوارا دہائیے گا۔

اور ہر اوکرم جلد قوجہ فرمائی کی ضرورت ہے۔

ہاں ایک ضروری استند ہے۔ میں نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اردو مرکز کا سیٹ بھیج کر امداد کی درخواست کی
ہے۔ امید ہے آپ سے سیٹ کے متعلق استعوا ب رائے کیا جائے گا یا مولانا عبدالحق صاحب سے۔ توقع ہے کہ آپ
کل مضمون سے دریغ فرمائیں گے۔ حد نیاز!

خادم: تاج محمد ۲۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(۱۳)

بنام ڈاکٹر زور

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام مسنون۔ کہ یہ نامہ مجددی کے لئے سپاس گزار ہوں۔ جبر کرنے والا صبر کی شقت بھی ہے رہا ہے۔ قدریر فرقت
کے تمام نظریے میرے مصائب نے باطل کر دیے۔ جبر، خالص جبر، جمادات اور ذوقی الامارادہ میں وسعت و تخیری کا اندیاز
ہے اس سے زیادہ نہیں۔ بہر حال سخت جانی ابھی کچھ اور تماشے دکھانے کے لئے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ حد نیاز!

خادم: تاج محمد ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء

یگانہ چنگیزی

(۱)

بنام سرمدی فیاض احمد بدایونی

مکرمی تسلیم۔

فراکش نامہ صاوریہ۔ ممنون قوجات فرمایا۔ نفعیت ہے کہ ملک کے کچھ علم دوست احباب کم سے کم زبان ہی سے میری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں اور میرے انداز سخن کو پسند فرماتے ہیں۔ مگر تیقت امر یہ ہے کہ اس خائن سخن کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ اس انداز سخن کی نشو و نما دقت نہیں ہو سکتی۔ لکھنے نے قومی وہ قد کی کہ سبحان اللہ۔ غلیظ گالیاں، ناپاکہ جھوٹ، آبروریزی کی فکریں، جھوٹی اور مجرمانہ افترا پردازیاں میرے لئے جائز ہی نہیں بلکہ فرض سمجھ لی گئیں۔ یہی نہیں بلکہ میری روزی پر حملہ کر کے مجھے پریشان روزگار بنا کر کلیمہ ٹھنڈا کیا۔ ٹھنڈی سی کے لکھنے مجھے اپنی عمر بھر کا سراپا یعنی کتب حار۔ نیک کوڑیوں کے مول یعنی کمر بھرا ہونا پڑا۔ بال بچوں کو لے کر لکھنے سے نکل کھڑا ہوا اور اٹا دہ میں زندگی کے دن گزارا۔ اب مولانا صاحبی، عزت، عثمان، ثاقب، قاضی، تاقی، اقبال، دین محمد کی دلی سربقوں کا کیا پوچھنا ہے۔ واللہ ان نا عاقبت اندیش لکھنے والوں نے اپنا نامہ اسماء کس قدر سیاہ کر دیا ہے۔ بدعت کے جولوگ ان لکھنے والوں کے زیراثر اور ان کے دامن فریب میں مبتلا ہیں وہ میری طرف سے کیسی کیسی غلط فہمیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کاش میری سوانح عمری کا صحیح مرتبہ ان وطن کے سامنے پیش ہوتا۔ اگر میری سوانح عمری صحیح طور پر لکھی گئی تو اردو کی ادبی تاریخ پر میں نہیں کہہ سکتا کہنا بڑا ظلم ہوگا۔

ملک میں قدردان قومیہ بھی ہیں مگر کسی کو یہ غور کرنے کی بہت نہیں ہے کہ یا تس عظیم آبادی کے یل و نہار کیونکر گزرتے ہیں اور یہ غریب کتنی تلخ و پرا آشوب اور کتنی ذلیل و حقیر زندگی بسر کر رہا ہے۔

بندہ فاذ میں اردو لٹریچر کے لئے اک خاص مشن رکھتا ہوں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اپنے مشن اپنے

پیغام کو اہل وطن تک پہنچا نہیں سکتا۔

زمانہ دراز سے دلی تنہا یہ ہے کہ اک ما مانہ رسالہ جاری کر دیں اور اس کے ذریعے سے آزادانہ طور پر اپنا

مشن ملک کے سامنے پیش کر دیں۔ مگر جسے روٹیوں کے بھی لاسے پڑ گئے ہوں، جو فکر معاش میں دوسروں کی

نوکری اور غلامی کرنے پر مجبور ہو جائے اور پھر بھی ذیل سے ذیل جگہ بھی حاصل نہ کر سکے۔ وہ غریب اپنے ادبی مشن میں کیر نکایا میاں ہو سکتا ہے۔

میرے احباب و دشمنان ملک میں اتنے موجود ہیں کہ اگر ایک ایک رویہ ماہر اور کا بھی بار اٹھائیں تو میں ایک ماہانہ رسالہ نکال سکتا ہوں مگر اس سب سے کہ کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی جو مجھ سے ادبی خدمت لینے کی فکر کرے۔ ہر ارادہ مند کو اس اسکیم کو پھر اک بار اپنے احباب و دشمنان کے سامنے پیش کروں۔ اگر ۱۹۲۵ء سے میں کوئی رسالہ جاری کر سکا تو ضرور نہ پھر میرے مستقبل کی تاریکی مجھے زرخیز درگاہ بنا دے گی۔

ابوالمعالی مرزا یاکس منیم آبادی

۱۲ دسمبر ۱۹۲۴ء (۱۲ دسمبر ۱۳۴۳ھ)

(۲)

بنام دل شاہ جہان پوری

شفیق و مخلصی حضرت دین اسلام علیکم
آپ کا خط غفر دل پہنچا شکریہ جہاں تک آپ کے کلام کا تعلق ہے میں نے فور سے پڑھا۔ نیاز فقیر کی عزت لکھنوی نے جو کچھ آپ کے متعلق لکھا ہے میں اسے پڑھنا نہیں چاہتا۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کیوں؟ میں آپ کی نسبت خود ذاتی رائے رکھتا ہوں۔ تقریباً بیس سال سے آپ کی خدمت میں نیاز حاصل ہے اگرچہ انقلاب و وزگار نے مجھے آپ سے بہت دور کر دیا ہے میں کہیں آپ کہیں بہت دنوں سے آپ کا دیدار بھی نہیں ہوا مگر آج سے پہلے قبل جو رائے میں نے آپ کے متعلق قائم کی تھی اس میں اب تک کوئی تغیر نہیں ہوا آپ کے سنجیدہ کلام اور آپ کے معصومانہ کیر کی وجہ سے معرت تھا اور اب بھی ہوں۔

منشی امیر احمد صاحب بنائی کے سلسلہ میں میں آپ کو معتبر سفیر بنانا چاہتا ہوں یہ معصوم ہے کہ آپ کے استاد بھائی حضرت ریاض خیر آبادی کو ملک میں علی الاموم زیادہ مشہرت اور مقبولیت حاصل ہے مگر کلام کی غزل فقط شوخی ہی نہیں ہے سنجیدگی اور مناسبات بھی بیانے خود بڑی چیز ہے اور یہی آپ کی خصوصیت ہے مگر فطرت عامہ کچھ ایسی واضح ہوتی ہے کہ شوخی اور چلبلی پن کے آگے سادگی و سنجیدگی و مناسبات کی گرم بازاری ہر نہیں سکتی مثال کے طور پر آپ کی ایک غزل پیش کرتا ہوں۔

کہ جھانگئی میرے خلعت کدے پر بے اثری
مرا نیاز ترا اشیوہ ستم نظری
فضا میں گونج رہا تھا ترانہ سحری
قصود دید کہیں یا کمال جلوہ گری
نہ امتیاز اثر ہے نہ حس بے اثری
ہوئی ہے راز محبت کی آغ پر وہ دری
وہ انبساط عاقل وہ نغمہ سحری

یہ شرح غم ہے یہ انجمن نالہ و بھری
بنے لاقصدہ عبرت کسی زمانے میں
اٹھا جو پردہ خلعت تو دجہ میں تھی نسیم
عجیب راز ہے ناکامی ننگہ کلیم
سمجھ رہا ہوں قلمنائے عشق تالوں کو
گداز دل کو نہ مخلوط اشک ہر نا تھا
خیال و خواب ہوا رخصت ہمارے بعد

جناک اللہ۔ یہ ہے فخر و دل جو ہم ایسے کافروں کو بھی خرقِ معزز گزارنے کے بغیر نہ رہا۔ مگر نفاذِ غانے میں اس فتنے کو کون سنے گا؟

میرزا یگانہ جلیزی لکھنؤ سب رجسٹرار

۲۳ ستمبر ۱۳۳۵ھ (لاہور: ۱۹۱۰ء)

سامِ دل شاہِ بہانہ پوری

(۱۲)

شفیق و مخلص دیرینہ زادِ مطلقم۔ سلام تودق۔

وہ نمائے تعلیم و ہمد کے سہی فیر ہیں آپ کی عزت کا ایک تر و دیکھ کر مجھے آپ کی خدمت میں نیاز نامہ لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ مگر پھر بھول گیا۔ وافر دہستہ کہ سر لہ نہ کر کا مٹی فیر یک نہ تھا، پہنچ چکا تھا۔ خیر آج اتفاق سے ایک شعر موزوں ہو گیا تو آپ پھر یاد آئے۔

خدا کا بھد بھروسہ ہے حضرت کی کا خدا کا ستونگ ایسے دوست پر گورے
نکالے میب میں حسنِ حسن میں سو حجب نیاں ہی تو ہے جیسا بند سے بدھ کرے یگانہ
ساری کائنات کی ہاں ہی دل تو ہے۔ دل کی تدر و منزلت شاید اس حد تک ان معظون میں کسی نے بیان نہ کی ہوگی۔
بدل تو دل کی نہ روحِ ارقہ ج میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

حسن اتفاق سے یہ اہ شعر اس دل پر بھی صادق آتا ہے۔ میرے پہلو میں ہے اور اس دل پر بھی جو مجھ سے ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ غلوں و محبت کے اعتبار سے کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ خیر آرم بر مرزا سب۔
فنا میکش صبا میکش نگہ ساقی کی فو میکش ہیں گی تشنہِ بدہ مری انگڑائیاں کب تک (دل)۔

اس میں شک نہیں شعر نہایت کیف انگیز ہے حضرت جو شمسِ طیبانی نے جو نوٹ لکھا ہے۔ حق بجانب ہے۔ مگر یہاں ایک لفظی بحث بھی قابلِ توجہ نظر آتی ہے چونکہ آپ میرے ساتھ کہنے والوں میں ہیں زمانہِ حال کے یادِ زاد شاعروں میں نہیں ہیں اور میرے غلطیوں میں ہیں لہذا اوس غلوں و محبت کی بنا پر جس طرح مجھے اپنی آواز دے کر ظاہر کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح آپ کو میری رائے سے اختلاف کا حق حاصل ہے۔ مجھے یہ پوچھنا ہے کہ فنا میکش صبا میکش حجاب نے فرمایا ہے یہ آپ کی سوچی سمجھی ہوئی بات ہے یا جگر جو شمس جیسے اشخاص کے کلام سے متاثر ہو کر کہہ گئے ہیں۔ میں نے جگر کو مندرجہ ذیل شعر پر ایک موقع پر اپنا حوالہ ظاہر کیا تھا آپ کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں۔ اس سے آپ کہیں یہ نتیجہ نکالیں کہ جگر بد آبادی کے لئے جن الفاظ سے میں نے کام لیا ہے وہی آپ کے لئے کہیں گا۔
شباب میکش جمال میکش خیال میکش نگاہ میکش خبر وہ کھیں گے کیا کسی کی اونیں خود اپنی خبر نہیں

خوش گوئی اور خوش گوئی اور بات ہے صاحب فن ہونا اند بات ہے الفاظ کی قطار اتنی لمبی اور معنویت کے اعتبار سے مامیانہ کس برتے پر ایسے لوگ ادب ادب میں شمار کئے جاسکتے ہیں جریدہ نہیں جانتے کہ مست کس محل پر آتا ہے اور میکش سے خوش میوزا کس محل پر۔ مترادف الفاظ نے مختلف محل ہوتے ہیں اس شعر میں مگر نے چاروں جگہ مست کی بجائے میکش کہہ دیا لکھنؤ کا کوئی قابل بھی سنے تو منس پڑے۔ خواجہ آتش فرماتے ہیں۔

مے کدے میں نشہ کی میک دھاتی ہے بجھے آسماں مست و زمیں مست و دور و دیار مست (آتش)۔
یہ ہے صبرِ باعمل - جگر کا اک اور شعر

شیشہ مست و بادہ مست و جن مست و دشمن مست آج پیئے کا مڑہ پی کر بیک جانے میں ہے
بہت صرت باعمل - بہاں شیشہ - بارہ میکش کہا جاتا تو کتنا لغو معلوم ہو گا۔ وہ شاعر ہی کی جو الفاظ مزاحمت میں فرق
و اختیار نہ کر سکے - خون اور لہو دونوں اسد میں ہم معنی ہیں تو کیا کوئی اردو دہنے والا (جہاں ہوا پڑھا لکھا) بالفاظِ بہاں
چاہے خون کی جگہ لہو کہہ دے گا۔ مثلاً ظاں شخص کئی خون کر چکا ہے تو اس جگہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ظاں شخص کئی لہو کر چکا
ہے؟ مثلاً اسید دل کا خون ہو گیا کیا کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اسید دل کا لہو ہو گیا۔ محمود شراب میں مست رہتا ہے کہا
کوئی کہہ سکتا ہے کہ محمود شراب میں میکش رہتا ہے۔

میرے پیارے دل برا نہ مانا۔ یہ میں نے اپنی ذاتی رائے ظاہر کر دی ہے آپ کو بھی اپنی رائے پر قائم رہنے
کا حق حاصل ہے نہ

خاکِ ارمیرہ ابلجائے پنگیزی مکتوی

۱۴ مئی ۱۳۵۸ء سیلو (دکن)

(۴)

عجب و غلطی زاد لطفِ کلام شوق -

عجبت نامہ مدح x صادر ہوا کوئی دو پینے ہوئے و در نہایت اسے پیچھے تھے مگر جواب دینے سے معذور
رہا کیونکہ مسلسل کئی ہفتہ تک شدتِ نزلہ کھانسی بخار سے پریشان رہا اور پھر انجمن میں حصّہ لیا۔ آپ کے اس شعر پر
فضا میکش، صبا میکش نگہ ساقی کی خود میکش میں گی تشدّ باوہ مری انگڑائیاں کب تک
میں نے جو خیال ظاہر کیا تھا وہی میرے نزدیک صحیح ہے یعنی مست کی جگہ میکش اس مقام پر درست نہیں۔ آپ
کا یہ زمانہ کہ میں مستی کا طالب نہیں ہوں جو تہجیر میکشی ہے بلکہ مجرد میکشی مقصود ہے آپ مجھے شخص بیاد مناسب نہیں
کہوں کہ اس میں اور قباحت پیدا ہو جاتی ہے فضا یا صبا یا نگاہ ساقی کو مجرد میکشی سے کوئی نسبت واقعی نہیں ہے البتہ
ہم آپ کی ایک کیفیت محسوس کر کے فضا یا صبا یا نگاہ ساقی کو مست کہتے ہیں۔ در نہ واقعیت کے لحاظ سے نہ صبا
میکش نہ فضا میکش نہ نگاہ ساقی۔ آپ خود غرضاً ہی مست کا اطلاق اس پر بھی کرتا ہے جونی اور واقعے چنے ہوئے ہو۔
اور اس پر بھی جو بے پئے مست ہو مگر میکش وہی ہے جو دنیا ہو۔

اے صبا ساتھ چلے گی مری بربادی مل کہ چڑ بار کو جانا تو بہاں ہو جانا

مولانا عبد السلام ندوی نے اگر آپ کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے کہ اس مقام پر ہوقی جانا کہنا چاہئے تھا۔ یہ تو

سے گذارش :- جگر صاحب بھی میرے شخص دوست ہیں اور جناب بنگانہ بھی تدبیر و لہذا زکرم - میں نے عموماً کی تنقید پر بے تکلف
مصرعہ ادلی کی ترمیم کر دی ہے -

صبا بے خود فضا سرشت و ساقی فرق مدہوشی میں گی تشدّ باوہ مری انگڑائیاں کب تک

دل

کوئی اعتراض نہیں ہے بیشک روزِ قمر تو ہے اور صبح بھی ہوتے جانا کر ہو جانا بھی تو عددِ مرہ ہی ہے فرق یہ ہے کہ ہوتے جانا میں کسی قدر زور زیادہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے مرنے کا شر و سخن سے کوئی ربط نہیں ہے اگر عدد و دوا میں کا معاملہ کیا ہوتا تو ایسا شبہ ظاہر نہ فرماتے۔

وہ فرماتے ہیں کہ یہاں ہوتے جانا ہونا چاہئے تھا میں کہتا ہوں کہ اور صبر و بردباری بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی روزِ مرہ ہے۔ وہ بھی صبح ہے یہ بھی صبح اور آپ نے جو کہا ہے وہ بھی صبح ہے میرے نزدیک اس میں زبان کا کوئی قسم نہیں ہے

۲۸ جولائی ۱۳۲۵ء سبیلِ یمن۔ خاکسار میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی سبیلِ یمن

(۵)

بنام حکیم راجب مراد آبادی

کرم فرمائے بندہ دامت اللعالم تسلیات۔

نوازش نامہ صادر ہوا۔ یہ روز ہے کہ آپ کو میری خیریت و مدافعت کرنے کی فکر لگی رہتی ہے مگر میں اب کچھ ایسا بے پروا اور کال ہوگا کہ کبھی کوئی مخلص یاد بھی کرتا ہے تو جواب خط سے محروم رہتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ خط کا جواب نہ پا کر آپ کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی مگر میں کیا کروں مزاح کا رنگ کچھ ایسا بدل گیا ہے کہ بعض اوقات خود اپنے پر ہنسی آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اب میں کسی کو ایسا نہیں پاتا جسے اپنا حریف سمجھ سکوں۔ حریف کوئی نہ رہا تو میں بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ دوستوں کی دوستی مجھے ابھار نہیں سکتی۔ البتہ حریفوں کی جو میں میرے دل کو رونا کی رہتی تھیں اگر اب وہ باتیں خواب و خیال ہو گئیں

نہ جانے بہتے پھر گئے کہ عہدِ دشمن دوست
بڑھا تو دل ہے وہ دریا کو دار پار نہیں
زندگی کے تجربوں نے نگاہ میں رفتہ رفتہ اتنی وسعت پیدا کر دی کہ دوست و دشمن پہچان ہو گئے۔ اسی غزل کا مقطع ہے
یگانہ میر وہی ہے جو پہلے مار چلے جو عشق لگی ہے تو اب تاب انتظار نہیں
گر اب کوئی حریف نہیں رہا تو میں بھی وہ نہ رہا جو پہلے تھا۔

پشیمانہ کا تحفہ پہنچا، شکریہ۔ مگر رنگین ازار بعد میرے کس کام کے؟
۲۸ اگست ۱۹۱۹ء یادگیر (دکن) خیر اندیش میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

(۶)

بنام راجب مراد آبادی

عزیزی و شفقتی زاد الملکم۔

بعد سلام و دعائے شوق واضح ہو کہ عید کی مبارک باد پہنچی خدا آپ کو بھی مبارک کرے۔ میں بجز اللہ اچھا ہوں۔ اُس مجھے اس امر کا اندازہ ہو چکا ہے کہ آپ کو مجھ سے اک تعلق خاطر اور میری صحت کا خیال رہتا ہے بعض دوستوں کا خیال ہے اور مجھے بھی کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ دنوں اور مجھے زخمہ رہنا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس سے پہلے آپ کا اک عنایت نامہ مورخہ ۷ مئی تقریباً متنا جس میں اپنے اک برادر عزیز کی رحلت کا ذکر فرمایا تھا۔ خدا آپ کو اور مرحوم کے دیگر اعزاء کو صبر جمیل کرامت فرمائے۔

میر سے اک شعر کا (انہ جانے جتنے میر کے گدھر بہ دشمن و دوست - بڑھا تو دل ہے وہ دیا کہ فار پار نہیں) آپ سے خاص اثر لیا ہے۔ اس سے آپ کی صحت مذاق کا پتہ چلتا ہے۔ تنگ و تارک ماحول سے جب انسان نکل کر فصاحت بسیط میں پھونپتا ہے تو اس کی نگاہ میں دنیا اتنی وسیع ہر جاتی ہے کہ دشمن کی دشمنی تو کیا نام نہاد دوستوں کی دوستی بھی نظر میں نہیں آتی۔ اس وقت دیا دلی کا مفہوم سمجھیں آتا ہے۔ اس مفہوم کو ایسی ٹھیکھ اردو میں اب تک کسی نے بیان نہیں کیا۔ وہی معمولی سا روزمرہ فار پار "جسے ہر کس و نا کس بولتا ہے یہاں الہامی زبان بن گیا ہے۔ اردو کے ٹھیکھ الفاظ میں بھی بڑی وسعت بڑے امکانات ہیں جن سے اب تک کسی نے وہ کام نہیں لیا جو یگانہ نے۔ کام لینا تو کجا اب تک ان امکانات کو کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غالب کی دیو زاد زبان ٹھیکھ اردو کے امکانات پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی، جو فنشیں چل پڑا چلی پڑا۔ مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ نے اس نکتہ کو سمجھ لیا خدا آپ کو خوش رکھے۔

میرزا یگانہ چلیگری لکھنؤی

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۱ء

(۷)

نام مولوی رفیق احمد بلوچی

کرم فرمائے بندہ سلام علیکم۔

عنایت نامہ مردخ ۵ جولائی ۱۹۴۱ء اور ادھر پہنچتا ہوا ۱۸ جولائی کو مجھے ملا۔ باؤ قادی کا شکریہ آپ "ترقی پسند" غداروں کے دورِ نخریب میں فنِ شعر و سخن کے بارے میں مجھ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں جب کہ میں بوجہات چند در چند اس فن سے بیگانہ اور کنارہ کش ہو چکا ہوں۔

خیر آپ نے یاد دہانیا تو اخلافاً جواب دینا ضروری ہے۔ امین الادب کے مطلوبہ ادماق پر میں نے اپنی رائے لکھ دی ہے۔ دو مصرعوں کے بارے میں مزید تفریح کی ضرورت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

(کٹنے غازی میں آج بے وضو و بے نسا) - (موج بوئے گل نہیں جنبش مضراب ہے)

یہ دونوں مصرعے بحرِ مضرع مطری موقوف سے (مقتعلن فاعلات مقتعلن فاعلات) خارج ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان مصرعوں میں (بُرد و وضو) کے داؤ کا اشباع، کھینچ کر بڑھنا ضروری ہے۔ بحر کے ارکان (مقتعلن فاعلات) تو یہ چاہتے ہیں کہ بے وضو کی تقطیع مقتعلن پر ہو پلے وضو (مُقتعلن) مگر لفظ وضو چاہتا ہے کہ اس کی تقطیع فاعلاتن پر ہو پلے وضو (فاعلاتن) یعنی داؤ کا اشباع ضروری ہے۔ چونکہ مقتعلن پر تقطیع کرنے سے داؤ کا اشباع ممکن نہیں لہذا یہ مصرع بحرِ مضرع سے خارج ہے۔

اسی طرح موج بوئے گل کے داؤ کا اشباع ضروری ہے مگر موج ب (مقتعلن) پر تقطیع کی جائے تو بُر کا داؤ ساقط ہوتا ہے۔ البتہ موج بُر (فاعلاتن) پر ٹھیک آتا ہے۔ لہذا یہ مصرع بھی بحرِ مضرع سے خارج ہے۔ یہ تو جواب تھا مگر کچھ ادبی غرضیں کھیل گئیں۔ فرس کیئے موج بُر کی لگ موج غم ہوتا تو اس صورت میں موج غم کی تقطیع بردزن (مقتعلن) بالکل ٹھیک ہوتی۔ آخر یہ کیوں کہ موج غم کی تقطیع مقتعلن پر ٹھیک ہو اور موج بُر

کی غلط۔ ہاں وجہ یہ ہے کہ غم کی ہمیشہ صبح ہے اور بُرے کا داؤ ہے حرف علت۔ اس کے ساتھ اشباع کا تعلق ہے۔
 نتیجہ یہ نکلا کہ سورج بُرے کی تعاقب کا علاقہ پر ہوگی مقتضی پر نہیں ہو سکتی۔ اور سورج غم کی تقطیع مفتعلن پر ہوگی نا علاقہ
 پر نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ تو بھی کلمہ مزدوری ہے اور غم بھی۔ اچھا یہ بھی عرض کر دوں کہ داؤ کا اشباع کن صورتوں میں
 مزدوری ہے اور کب غیر مزدوری۔ کلمہ دو حرفی اور کلمہ سہ حرفی کے آخر میں داؤ ہو تو اس کا اشباع مزدوری ہوگا کلمہ
 چار حرفی کے آخر میں داؤ ہو تو ایسے داؤ کا اشباع مزدوری نہیں ہے۔ اختیار یہ ہے۔

کلمہ دو حرفی: بُر۔ اُ۔ جو۔ نو۔ کو۔ مَر۔ اَجَبو۔ لَعَنو۔ میں جو اور کو مزدوری ہی مانے جاتے ہیں اور
 میں اشباع مزدوری ہے۔ جیسے پورے کلمے۔ ر رے دوست۔ رے بُر۔ گھٹو گئے بے معنی۔ جتو گئے حاصل۔
 کلمہ سہ حرفی: نو۔ گلو۔ غلو۔ سبر۔ کدو۔ وغیرہ میں بھی اشباع مزدوری ہے۔ سبر گئے۔ غلو گئے۔
 غلو گئے۔

کلمہ چار حرفی: آہو۔ بازو۔ جادو۔ نانو۔ پہلو وغیرہ میں اشباع ہو سکتا ہے اور نہیں بھی۔ جیسے
 پہلو دل (مفتعلن) پہلوئے دل (مستفعلن) بازو شل (مفتعلن) بازوئے شل (مفتعلن)
 یہاں تک تو داؤ کے اشباع (بعبرتِ اضافت) کی بحث تھی۔ مگر اہل وصل اور داؤ عطف سے
 جب اس قسم کے الفاظ ملتے ہیں تو اس وقت بھی داؤ کے اشباع کے متعلق یہی نامہ عمل کرتا ہے جس کی تفصیل
 بیان کرنے کی مجھے اس وقت فرصت نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

۲۰ جولائی ۱۹۷۵ء غدی منزل۔ حیدر گڑھ۔ حیدر آباد کن۔ میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی
 پروفیسر ضیاء احمد صاحب بدایونی کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ کیا آپ سے اُن کا کوئی رشتہ ہے؟

(۸)

بنام مالک رام

میرے پیارے دوست خدا آپ کو خوش رکھے۔

اچانک آپ کا مکتوب پاکر لاہور کی گزشتہ جمعیتیں یاد آگئیں۔ کس قدر مسرت ہوئی کہ آپ سے اتنی دور دور
 بھی میں آپ سے قریب ہوں۔ یہی حاصل ہے میری شاعری کا۔ اس سے بڑھ کر کوئی صلہ نہیں۔ زمانہ میں آیات و جلالی پر
 آپ کا تبصرہ نظر سے گذرنا تھا۔ غالباً ۳۸ء میں۔ اسی زمانہ میں میں نے آپ کو غالباً جاندار کے پتے سے خط بھی لکھا
 تھا۔ مگر آپ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ ۳۹ء سے اسکندریہ میں ہیں۔ اگر آپ زمانہ قریب میں ہندوستان
 آجائیں اور میں مہینہ دو بیچھ میں لکھنؤ پہنچ جاؤں تو نکلن ہے پھر ایک بار ملاقات ہو جائے۔ آج چوتھا سال ہے کہ
 میں عمرہ ہاں کو پہنچ کر خدمت سے سبکدوش ہو چکا ہوں۔ آمدنی کے ذرائع سب بند ہو گئے۔ اگر وہ دار کا واس
 شعلہ نے میری خبر نہ لی ہوتی، تو خدا جانتے میری نیل کا کیا حال ہوتا اور کتنی رسوائی ہوتی۔ حیدر آباد میں بعض حکام
 سے مجھ سے بھی شناسائی ہے۔ مگر یہ لوگ بس تھوڑی بہت میری شاعری ہی کی تعریف کر دیا کرتے ہیں۔ کسی کو یہ توفیق
 نہ ہوئی کہ اس بات پر خود کہنا کہ یگانہ آخر زندہ کیوں کہیں۔ حالانکہ توجہ کرتے تو کوئی شکریہ و تحفہ یا مدد معاش کی صورت

پیدا ہو سکتی تھی۔ خیر خداوند کو زندہ اور خوش رکھے کہ جنوری ۱۹۵۷ء سے وہی میرا کفیل ہے۔
میرزا آغا جان کی طرف سے نسیم قبول کیجئے۔ وہ تین چار سال سے میرے ہی پاس رکھی میں تھے اور اک بچہ
بھی مل گئی تھی معمولی سی۔ مگر چونکہ اب یہاں سے وہ گھبرا گئے تھے، بیٹی چلے گئے۔ وہاں سید ذوالفقار علی شاہ بھاری
نے ادنیٰ کو آل انڈیا ریڈیو میسج میں اتنا دلچسپ مقرر کر دیا ہے۔ خیر غنیمت ہے۔ بخاری کی ہرمانی ہے
میری آیات و معجزاتی (جدید) جس میں دور آخر کا کلام بھی شریک ہے۔ زیر طبع ہے۔ پریس نے بہت دیر لگا دی
ورنہ اب ملک میں لکھنؤ پہنچ چکا ہوتا۔ خیر اب غالباً دو مہینے کے اندر میں لکھنؤ روانہ ہو جاؤں گا۔ وہاں میرا تپا یہ ہوگا۔
میرزا بیگانہ چنگیزی سلطان بہادر روڈ۔ لکھنؤ۔

آخری غزل

ارے واہ! صلیح ہوئی تو کیا، وہی آگ دلیں بھری رہی
وہی نیستی، وہی شائستگی، تو کہاں کی عید کہاں کی دید
یہ بلائے حسن کہاں نہیں، مگر اپنے واسطے کچھ نہ نہیں
نگیہ گرم کا سوال کیا ہے، کتاب کی بھی خبر نہیں
نہ خداؤں کا نہ خدا کا درد، اسے عیب جانیے یا ہنر
کوئی راز درد چھپائے کیا، کہ یہ درد و دل ہے بڑی بلا
کوئی چشم شوق کے سامنے ہوا تو سمجھتی ہے ہی نہ
کوئی میری آنکھ سے دیکھتا، وہ زوال و دولت رنگ تو
کوئی آرزو تھی چھپی ہوئی، کوئی اتنا تھا دبا ہوا
وہ گناہ بگارا ہمیں تو میں، کہ جمال پاک کے سامنے
عجب اتنا حق، بھڑک اٹھی وہ لٹنے میں دلت کی دشمنی
یہ وہ دل ہے جس میں موائے حق کوئی دوسرا ہے نہ تیرا
۱۶ جولائی ۱۹۵۷ء (حیدر آباد دکن)

(۹)

نام مالک رام

شفیق و مخلص زاد لطفم۔ سلام شوق

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۵۷ء بغداد (عراق) جس پر مہر نئی دہلی، ۲۲ دسمبر ۱۹۵۷ء لگی ہوئی ہے
مجھے ۲۸ دسمبر ۱۹۵۷ء خلا آپ کو خوش رکھے آپ نے ہمیشہ مجھے یاد رکھا۔ میں کیونکر آپ کو بھول سکتا ہوں۔ میں بھلاؤں

سے قلم حسن۔

کے کسی دوسرے کا گویا نہیں۔

اچھا ہوں مگر اس سن میں (۶۹ یا ۶۷) جو شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ مجھ میں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ ناتوانی۔ کھانسی کی شدت اور حالاتِ سخت سے سخت تر ہوتے گئے اور ہوتے ہلاتے ہیں۔ جب تک تاب مقابلہ باقی ہے مقابلہ کرتا رہوں گا۔ خدا کا شکر ہے اپنے اصول اپنے مقام سے۔ ہٹا۔ ۲۵۔ دسمبر کو یکایک جو شش سٹے آئے وہی سے۔ انہوں نے بھی داد دی کہ زمانہ کا مقابلہ کیا اور ڈٹ کے کیا۔ اس داد دی گئی۔ مگر اس سے مادی زندگی کی تمغوں کا علاج تو ہوتا نہیں وہ تو پیسے ہی سے ممکن ہے اور پیسہ پیدا کرنے کی فکر کبھی ہوئی نہیں۔ پس پیدا کرنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ غیر جو ہوا سو ہوا۔

I GAVE MY BEST TO THE MANKIND.

۵۔ جنوری سرائے سلطان آباد، روڈ۔ کانپور۔ لکھنؤ مرزا یگانہ

میں ایسی مکان میں رہتا ہوں۔ جہاں آپ سرائے میں مجھ سے ملے تھے۔ خط و کتابت کا سلسلہ مزید قائم رکھئے گا۔ یگانہ۔

(QUOTATION) حسبِ حال

"INSPITE OF THE LIFE-LONG ADVERSITY HE (YAGANA) WAS A FREEMAN THROUGHOUT. BUT THE DIGNITY OF A FREE-MAN LIKE HIM WAS NOT NEEDED IN THE SOCIETY. THE PEOPLE ALWAYS EXPECTED OF HIM A SORT OF SERVILITY OR SUB-SERVIENCE WHICH IS UNWORTHY OF A GENIUS."

(یگانہ آرٹ)

بننے کی ہر ہی میں کوئی اتنا نہ بنے
گوہر نہ سہی قطرہ ناپیز سہی
انسان انسان ہے فرشتہ نہ بنے!
کچھ کام کرنا کہ چاہئے علم ہے یہی
انڈ سے تو لگائے بیٹھے کیا ہو؟
نہیں نہ بگڑ جائے تماشہ نہ بنے
انسان انسان ہے فرشتہ نہ بنے!
نہیں نہ بگڑ جائے تماشہ نہ بنے!
نہیں نہ بگڑ جائے تماشہ نہ بنے!
نہیں نہ بگڑ جائے تماشہ نہ بنے!

۵۔ جنوری سرائے

(۱۰)

بنامِ مالکِ رام

میرے پیارے دوست خدا آپ کو خوش رکھے۔
محبت نامہ مورخہ ۲۸ جنوری مجھے ۸ سرفروزی کو مل گیا جس میں آپ کا اک عطیہ بھی ملفوف تھا بزرگ اللہ۔
مالی آپ جیسے مخلص سے کچھ بعید نہیں کہ میری سوانح عمری میری زندگی میں مرتب کر لیں اور مجھے دکھائیں
ورنہ چالیس پچاس برس کے بعد کسی نے نہ کٹ لی تو وہ عمل اک مجرما غلط ہوگا۔ بلکہ عجب نہیں میری آنکھ بند ہو جانے کے
کچھ دنوں بعد ہی یاروں کو دل کی بھر اس نکالنے کا موقع مل جائے اور اتہام و افترا سے کام لیا جائے۔ آپ نے جو عزائم

تائیم کیے ہیں بشرط صحت و فرصت کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔ مگر جیسا میں چاہتا ہوں۔ ہرگز نہ لکھ سکوں گا کیونکہ پریشان حالی کبھی چھپانہ چھوڑے گی ادب تو صحت ہی زندہ بعد کرتی جا رہی ہے۔

میں چاہتا ہوں آپ کی آخری فرمائش پہلے پوری کر دوں یعنی گنجینہ (مجموعہ رباعیات و غزلیات) کی ایک نقل جو چھپے ہوئے نسخہ سے بہت کچھ تازگی و صحت میں بہتر ہوگی آپ کو بھیج دوں تاکہ آپ کسی وقت اس کی کتابت و اشاعت کا انتظام کر سکیں تو کر لیں۔ اس قسمی نسخہ میں بعض ایسی غزلیں اور رباعیاں بھی ہوں گی جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں۔ گنجینہ میں طباعت کی بعض انوسنگ غلطیاں نہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پلستر صاحب نے اشعار پر ملاحظہ بھی دے دی ہے۔ اور بعض بعض اشعار اپنی خوش ذوقی بتانے کے لئے خارج بھی کر دیئے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ مثلاً میرا ایک شعر ہے ۷

سکون بیدی میں کیا کہوں کیوں لہریاں ہے مبادا غیب سے کوئی فریاد لگا لے آئے

اس پر اصلاح دی ہے کہ یہ خون بیدی میں کیا کہوں کیوں لہریاں ہے ! واہ جی واہ۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ انگریزوں کے زمانے میں مجھ ایسے کو کسی نے نہ پوچھا تو زیادہ شکایت کی بات نہیں ہے مگر افسوس ہے کہ موجودہ گرفتِ قلم کے ارکان کو بھی کوئی اتنی ترجمہ نہیں دلاتا کہ ان کو ادیب کو بھی زندہ رہنے کا حق ہے اسے بھی ماڈی مزدور کی پوری کرنے کے لئے کچھ چاہیئے۔ مگر اس نقار خانے میں نون صفا ہے۔

۱۰۔ فردوسیؒ خیر اندیش میرزا بیکانہ چنگیزی

(۱۱)

نام مالک رام

شہنشاہی و خلاصی زاد مطلق۔ سلام شوق۔

محبت نامہ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۵۷ء صادر ہوا اعداد اسکے ساتھ جو عطیہ تھا۔ کچھ دنوں کے لئے غنیمت ہے۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

بھئی کیا کہوں کیسا لکھنا پڑا۔ ایسی مہل میں رہتا ہوں کہ قریب ہی تو یہ۔ آمدنی کچھ نہیں اور گرانی بڑھتی جا رہی ہے۔ نہ جانے کیا پورے دالا ہے۔ اپنے ذاتی حالات نے کچھ ایسا رنگ بدلا کہ جتنے ساتھی تھے۔ سب کے سب ادھر ادھر ہو کر گئے۔ کوئی پاس نہیں۔ بھلا یہ کمزور ہاتھ پاؤں کب تک ساتھ دیں گے۔ خیر کچھ نہ کچھ تو لکھوں ہی گا۔ مگر دیکھئے کب بہت ملتی ہے۔ جن اشعار کی نسبت کچھ پوچھنا ہو ضرور پوچھ لیئے۔ ممکن ہے تبادلہ خیال سے کوئی نیا پہلو پیش نظر ہو جائے۔ گنجینہ میں اک رباعی درج ہے اس کے تیسرے اور چوتھے مصرعے کی اصلاح کر لیجئے ۷

بننے کی ہر س میں کوئی اتنا نہ بنے ہستی نہ بگڑ جائے تماشا نہ بنے

نظرت کا تقاضا تو یہی ہے واللہ انسان بنے آدمی، دیوتا نہ بنے

۷۔ رجب ۱۹۵۷ء سلطان بہادر دود۔ منورنگ لکھنؤ میرزا بیکانہ

بنام ملک رام

شفیق و خلص زاد ملک رام

بھادو سے اسکندریہ روانہ ہونے وقت آپ نے ۱۰ اپریل ۱۹۵۱ء کو جو خط لکھا تھا، وہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے جس خط میں میری سوانح عمری لکھنے کے بارے میں جو سوالات لکھ بھیجے تھے ان کی طرف توجہ کا موقع ہی نہ ملا۔ اور اب کیا ہے گا۔

مختصر و داد یہ ہے کہ یکم اپریل ۱۹۵۱ء کو روانہ ہو کر ساڑھے تین مہینے تک پورن میں پڑی رہیں۔ بڑی کوششوں کے بعد لکھنؤ سے No OBJECTION CERTIFICATE ملا تو بمبئی سے پرستے کر ۲۳ جولائی کو وہ کراچی پہنچ گئیں۔ اور اس کے بعدیں یہاں سے ۱۹ اگست ۱۹۵۱ء کو روانہ ہو کر ۲۸ اگست کو کراچی پہنچا۔ یا عرض کروں وہاں کہیں گیا تھا۔ فقط لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک بار دیکھ لینا مقصود تھا۔ دیکھ لیا الحمد للہ۔ وہ لوگ جس حال میں ہیں شکر ہے نہ وہ ہیں۔ جی بہت ہے۔ مگر میں نے چھ سات مہینے تک جو رنج و تعب اٹھایا اور رہی سہی صحت جو کچھ تھی وہ بھی برباد ہو گئی۔ اس کا کیا ذکر؟ CERTIFICATE کی مدت گزر جانے کی وجہ سے یہ پلانڈل ہو گئی کہ اب پاکستان سے، آپس جا نہیں سکتے۔ معاذ اللہ معاف اللہ کیا پاکستان میں موت کھینچ لائی ہے۔ خیر انڈین فائی کرشنز کے دو شریف النفس ہندوؤں نے میرا حال دیکھ کر تبتہ کر لیا کہ اب کہ ہم لوگ فرد ہندوستان پہنچا دیں گے۔ اور لکھنؤ کے بدخواہ یہ دوستیاں منازعہ سے ختم کر لیا کریں گے۔ اب وہیں مریں گے۔ دوستوں کو رنج تھا۔ مگر خدا نے ان کبھتوں کا منہ کالا کر دیا۔ انڈین فائی کرشنز کے پرستے افسر نے جن گھنٹے کے اندر مجھے دہلی پہنچا دیا، بل بالا فری ۱۹ اپریل کو لکھنؤ پہنچ گیا۔ اتفاق کی بات کہ ۲۶ اپریل کو لکھنؤ پور سے ایک مشاعرہ نشر ہونے والا تھا۔ ریڈیو والوں نے مجھے بھی دعوت دی۔ میں گیا اور شریکِ مشاعرہ ہوا۔ جو لوگ جانتے تھے کہ میں پاکستان میں مروں، انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ دیکھ لیا کہ میرا صاحب پھر لکھنؤ آئے۔ پہلی ہی رات وہاں پر مشاعرہ ادا کیا۔ پھر دہلی اور بمبئی۔ بعد ازاں غزل پرشی مگر آواز قابلِ پس نہ تھی اب سینے میں طاقت کہاں:

الغرض میں اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ ۲۷ اپریل سے بھادو آنے لگا۔ ڈاکٹر کا علاج شروع کیا۔ بخار و خیر جاتا، مگر کھانسی اور تنفس کا جو مرض ہے، جو سات مہینے تک پاکستان میں اور نہ پکڑا گیا۔ اس میں کوئی افادہ محسوس نہیں ہوتا۔ سینہ نہایت کمزور، ٹانگوں میں معلوم ہوتا ہے، دم نہیں رہا۔ دیتین فری لنگ چلنا دشوار ہے میں اب تک اپنے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کر سکا کیا ہوسنے والا ہے۔ بہر حال تنہا ہوں۔ اس پاس کوئی نہیں۔ مگر خوشی سے مرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔

بن پڑے تو کچھ خرچ کے لئے بھی بھیج دیجئے۔ اب قریب دو ماہ سے باہر تھوڑی دیر تک جا سکتا ہوں۔ زیادہ نہیں۔ لکھنؤ ریڈیو کے مشاعرے میں جد باقی پرشی تھی یہ ہے۔

دینا سے الگ بیٹھے ہو دامن بھاڑے
بکھرائے ہوئے بالِ گریباں بھاڑے
روٹھے تو سہی پھر بھی نہ بچھا چھڑا
گھر چھوڑ کے جا بیٹھے کہاں؟ بچھاڑے
پاکستان کیا ہے۔ بھوٹاڑہ ہی تو ہے۔
۱۹ مئی ۱۹۵۷ء (لکھنؤ)

کترین میرزا یگانہ لکھنؤ

(۱۳)

بنام مالک رام

شفیق عزیز۔ سلام شوق

ایک مہینے سے زائد عرصہ گزرا میں نے ایک خط آپ کو اسکندریہ کے پتے سے بھیجا تھا۔ ہندو کوئی جواب نہیں آیا۔ نہ معلوم کیا بات ہے۔ غالباً وہ خط آپ کو ملا نہیں۔

میرا مختصر حال یہ ہے کہ میں اپنے رطوں کو دیکھنے کے لئے عارضی پر مٹ لے کر کراچی گیا تھا۔ مگر اتفاقِ وقت میں وہاں ایسا پھنس گیا کہ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ یہ خیال کہ اب یہاں سے نکلنا قریباً محال ہے، روح کو تحلیل کئے دیتا تھا۔ راتوں جب تک رہا تنفس اور کھانسی کی شدت بڑھتی گئی۔ چھ سات مہینے تک صحت ختم اٹھایا۔ خدا خدا کر کے دو کمفرائوں نے نہایت ہمدردی اور مستعدی کے ساتھ میری طرف توجہ کی اور آخر کار پر مٹ دلا کر مجھے دہلی پہنچا دیا۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دے۔ دنیا بھلے آدمیوں سے خالی نہیں ہے۔

یہاں میں ۱۹ اپریل کو پہنچا۔ کوئی ایک ہفتہ کے بعد دھوپ کھا کھا کے بیمار پڑا۔ پھر وہی تنفس اور کھانسی کی شدت ہر نے لگی۔ سینہ اب بہت کمزور ہو گیا ہے۔ تنفس کے مرض نے اب یہ صورت اختیار کی ہے کہ ٹانگوں کی طاقت بہت گھٹتی جاتی ہے۔ ڈیڑھ مہینے سے علاج ہمدردانہ گھر سے باہر تنقوڑی دوز تک جاتا ہوں۔ زیادہ دوز تک جا نہیں سکتا۔ بعض روز تو میں بہت گھبرا گیا کہ دیکھنے کیا ہوتا ہے۔ مگر خیر اب چار پانچ روز سے قدرے افادہ ہے۔ مگر اب نازلِ حالت پر انا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ خیر میں پاکستان سے نکل آیا، اپنے گھر پہنچ گیا۔ یہ میری زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے، ورنہ جو سنا تھا کہ کتنا تھا کہ اب وہیں مرے وہیں گڑے۔ یا راج لکھنؤ بھی بہت بھلیں بیمار ہے تھے کہ اب وہیں پاکستان میں مریں گے۔ مگر اللہ نے بڑا فضل کیا۔ میں اب یہاں بڑی خوشی سے مرنے کے لئے تیار ہوں۔ خدا نے وہاں سے نکالا۔ شکر ہے۔ میری حالت جیسی کچھ ہے آپ جانتے ہی ہیں۔ زیادہ نیاز۔ اپنی خیریت سے جلد مطلع فرمائیے۔

رباعی

دینا سے الگ بیٹھے ہو دامن بھاڑے
بکھرائے ہوئے بالِ گریباں بھاڑے
روٹھے تو سہی پھر بھی نہ بچھا چھڑا
گھر چھوڑ کے جا بیٹھے کہاں؟ بچھاڑے

۸ جون ۱۹۵۷ء منصور گھر۔ لکھنؤ (اٹھیا) راقم میرزا یگانہ چنگیزی

ہمیشہ کا داغِ بدنامی رہ گیا۔ یہ تو ہونے والی بات تھی۔ مگر الحمد للہ میرے دل و دماغ پر کوئی بدحاشی نہیں بھائی
میں جانتا تھا کہ ان جاہلی FANATIES کے احمقوں جان یا آبرو پر بن جانا کچھ بعید نہیں۔

GREAT WORKS REQUIRE GREAT SACRIFICES.

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ یہ قوم عقل کے جوہر اور اخلاقی جوہر سے بے بہرہ ہے۔ بات کا جواب بات
سے نہیں دے سکتی۔ ایک تنہا کو بس اپنا زور دکھا سکتی ہے۔ مگر یہ بیسیں صدی ہے۔ اندھی عقیدت کا زمانہ
گزر گیا۔ اب اندھی عقیدت سے زندگی بن نہیں سکتی۔ دیرینہ کڑا ہی دفع نہیں ہو سکتی میرے ایک دوست نے میرے
دل کی بات کہہ دی۔ فرماتے ہیں۔

I HOPE YOU HAVE GUARDED THE INCIDENT WITH
THE CONTEMPT IT DESERVES.

الغرض مجھ سے دیرینہ بغض و عناد جو چالیس پینتالیس سال سے چلا آ رہا تھا اس کا ریکشن ثروت علی
گیا اس سانحہ سے۔ اور یہی میری حق گئی کی داد ہے NEGATIVE FORM میں۔ اس سے ثابت ہے
کہ میں نے جو کچھ کیا وہ حق تھا۔

۱۵ جون ۱۹۵۳ء - سلطان آباد روڈ - منصف نگر لکھنؤ (انڈیا) - میرزا یگانہ لکھنؤ

قاضی عبدالغفار

(۱)

بنام پرنسپل محمد مسلم

TELEPHONE NOS.

THE BANISHT,

CONSULTING ROOMS 1203

MORIGATE, DELHI.

RESIDENCE 1235

کرمی - السلام علیکم - اخبار قوم میں ایک سب ایڈیٹر کے متعلق جراثیم پھیل چکا تھا۔ چنانچہ ایڈیٹر قوم کے نام آپ کا خط مجھے ملا ہے۔ میں مقرب دہلی سے روٹنا نہ اخبار جاری کرنے والا ہوں۔ جس کا نام غالباً علم ہوگا۔ صورت یہ ہے کہ انگریز انصاری اور حکیم محل خاں صاحب وغیرہ نے ایک کمیٹی قائم کی ہے جس کے زیر نگرانی یہ اخبار جاری کیا جائے گا۔ اگر آپ اس کام میں شریک ہونا چاہیں اور کمیٹی سب ایڈیٹر آپ کو پسند کریں تو یہ واپسی ڈاک اطلاع دیکھتے۔ تنخواہ فی اخلاص... دی جائے گی۔ لیکن ایک دو ہینہ کے بعد اضافہ ممکن ہے۔ آپ خود فرماؤ کہ دیکھتے ہیں کہ ابتدائی حالت میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ ۸ صفحات کا اخبار ہوگا۔ اور اس کے لئے دو تین سب ایڈیٹر رکھنے پڑیں گے۔ دو پیسے میں فروخت کیا جائے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ابتدا میں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو محض اس امید پر برداشت کیا جائے گا۔ کہ آئندہ اشاعت میں ترقی ہوگی۔ آپ بہ واپسی ڈاک جواب دیجئے اس لئے کہ شروع میں ہی میں دفتر کھل جائے گا۔ اور آپ کے ذرا ہی آنے کی ضرورت ہوگی۔

نیا زمانہ عبدالغفار

۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء

(۲)

بنام مولانا عبدالماجد صاحب دلیا بادی

کرمی - تسلیم - چند روز ہوئے پوٹش بگوانی صاحب نے حیدر آباد سے آپ کے قلم کا ایک خط منہ حالت میں مجھے بھیجا۔ ادھر یہ لکھا کہ یہ تیرے نام مولانا کا خط آیا تھا۔ اس تحریر میں کسی پہلے خط کا حوالہ ہے جو آپ نے مجھے لکھا (شاہد میرے اس حریف کے جواب میں جو میں نے حیدر آباد سے لکھا تھا) لیکن وہ پہلا خط مجھے وصول ہی نہیں ہوا۔
اس خط کا یہ حصہ کٹ گیا ہے۔

دراگر کچھ دل آزاری ہو سکتی تھی تو وہ نہیں ہوئی۔

میر نے سرت ذاتی شکایت کے بار پر آپ کو شکہ اٹھا کہ انجیل ایسے مسئلے کو اس انداز میں پیش کرنا مناسب نہ تھا۔ یقیناً دیکھتے کہ میری طرف سے کبھی بھی کوئی ایسی حرکت نہ ہوئی جو آپ کے لئے وجہ شکایت نہ ہو۔ آپ نے قسم کر لوگ اگر کوئی غلط جہاد کرے گی تو میں اسے تڑا کر دوں گا۔

موجودہ حالت میں ہم سب کو کسی نہ کسی درجہ صحت راہیہ ہے۔ بہر حال آپ کو یہ خط بچہ صحت پر بھیج رہا ہوں۔ اس لئے مذکورہ دل آزاری نہ ہوئی اور نہ اب اس کا عاوا ضروری ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیر و صحت رہیں گے۔

محمد عبدالغفار

علیگندہ یکم جنوری ۱۹۵۰ء

(۳)

بنام مولانا عبدالجبار صاحب ندیا باور

میری عزائمیت نامے آئے۔ معذرت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ غلطی کے جملے کی تائید

یکم مئی ۱۹۵۰ء سید بے نام آپ تعریف دیں۔ بہت سے امور آپ سے تشدد کے طالب ہیں۔

آثار ابوالکلام آزاد کے معنی کیا عرض کروں کہ پبلشر نے کتنا ستایا کرتا تھا۔ انہی خوار انداز چھاپی کہ میں نے بی بی کاپی دیکھتے ہی نہیں تارویا کہ اشاعت بند کر دو۔ مگر وہ نہیں دانتے۔ قہر ہے کہ میں نے آپ کو کوئی نسخہ نہیں بھیجا۔ میرے پاس دو تین نسخے آئے تھے۔ وہ اس قابل نہ تھے کہ کسی کی خدمت میں پیش کرنا مجھے تو اس کتاب کی عزت بگھٹانا گوارا نہیں۔

اب جب پبلشر نہیں دانتے اور اسے شائع کر رہے ہیں تو جھک مار کر دس پانچ کاپیاں بناتے ہیں۔ ان کا نام

میں سے ایک آپ کے لئے معذرتا ہوگی۔ میں تو چاہتا تھا کہ وہ کتاب دوبارہ چھاپی جاتی مگر فی الوقت یہ انتظام ہو رہا ہے۔

بہر حال آپ جب اسے دیکھیں تو پبلشر کے دماغے خیر میں یاد کریں۔ وہ میرا یہ گناہ معاف کریں کہ میں نے اسے ان پبلشر

کے حوالے کیا۔ ادنی درکان سے دھوکا کھایا پھر ان چید نکلا!

امید ہے کہ آپ بخیر و صحت رہیں گے۔

محمد عبدالغفار

علیگندہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۰ء

(۴)

بنام ڈاکٹر عبدالستار صاحب نقی صاحب

میری عزائمیت نامہ وصول ہوا۔ میں اس موقع کی تلاش میں تھا کہ کھنڈہ آدھ گھنٹہ آپ سے انجمن کے

متعلق قضایا بتاؤں لیکن اس وقت میں ایسا نہ ہو سکا اور میری یاد کی کچھ ایسی بے عمل آئی کہ کام کی بہت سی باتیں

ادھمادی رہ گئیں۔ بہر حال یہ سنگی جلد طاقات ہوگی۔ میں بہت جلد انتظار کیسے کا جلسہ طلب کرنے والا ہوں۔ تاکہ

مزدوری بائیکاڈ وغیرہ پر باتیں اور مسائل کے محبت بھی مرتب کر دیا جائے۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر میں چند

روز کے لئے اپنے علاج کی غرض سے کسی دوا تک ہم میں چلا جانا چاہتا ہوں۔ اس وقت تو بہ نسبت پہلے کے افانہ

ہے لیکن اصل روگ اپنی جگہ باقی ہے اور اس عمر میں ایسے چمد کا پکڑنا آسان بھی نہیں۔
 آپ کو یہ سن کر اندس ہو گا کہ ہمارے سرور عبدالرحمن صاحب نے اپنا استعفیٰ بھیج دیا ہے۔ اس کا اندیشہ تو مجھے
 پہلے سے تھا لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ مرلانا انجمن کے جلسے میں اپنے نذر و نیاز کو دینا جوت کرنے کے بعد ایسا فائدہ کیوں
 لگے لیکن مرلانا نے نہ تو جلسے میں کچھ فرمایا اور نہ اپنے استعفیٰ میں کوئی دقت، فرمائی ہے۔ بہر حال میرا کام تو اتنا
 ہی ہے کہ ان کے استعفیٰ کو راز لکھیں گے سامنے پیش کر دوں۔
 امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

کبھی پہلے لاہور میں انجمن کی کوئی شذر تھی۔ اب اگر آپ کچھ تو جبر فرمائیں۔ تو کچھ جان ڈالی جائے۔

محمد عبدالغفار

علیگڑہ ۶ مئی ۱۹۵۰ء

(۵)

بنام قاضی عبدالودود صاحب

کرمی۔ عنایت نامہ وصول ہوا۔ یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ آپ کو کاتب خانے میں میرا پیام نہیں ملا۔ حالانکہ
 حیدرآباد کے سرور سی صاحب اور دہلوی صاحب وہاں جا رہے تھے اور میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ آپ کو
 اطلاع کر دیں کہ میرے نہ آنے کا کیا سبب ہوا۔

انفوس ہے کہ آپ سے تفصیل گفتگو کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ لیکن ابتدائی مراسلت کے حوالے سے آپ نے غفلت
 کی ہے کہ میں بعد میں خاموش ہو گیا اور مراسلت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس کی نسبت عرض یہ ہے کہ میں ایک سال مسلسل
 طبل مارا۔ اور غلات بھی ایسی تھی کہ امید زیت باقی نہ رہی تھی۔ مراسلت کے منقطع ہونے کا عرف ہی سبب تھا۔

اس دفعہ پٹنہ میں ہیں۔ آپ کے اختلافات کو رفع کرنے کی جو خواہش کی۔ اس کی نسبت آپ کو کچھ نہیں
 لگتا۔ اس لئے کہ آپ پہلے ہی مجھے متنبہ کر چکے ہیں کہ آپ ان مسائل سے بے تعلق ہو چکے ہیں۔ بہر حال میری وہ گفتگو
 جاری ہے اور مجھے امید ہے کہ کوئی خوشگوار نتیجہ حاصل ہو گا۔

جس دن آپ کا عنایت نامہ وصول ہوا سرور صاحب علی گڑھ میں موجود تھے اور میں نے آپ کی تحریر انہیں
 دکھا دی۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ حسب ہدایت تفصیل کر چکے ہیں۔

معصیتی اور افتاء والے شمارے کے متعلق سرور صاحب نے کہا کہ وہ خود ایک نسخہ آپ کو بھیج چکے ہیں۔ یہ بھی
 ڈاکہ لے ہی کہ عنایت ہو گی۔ اب میں نے اپنے دفتر کو ہدایت کر دی ہے کہ ایک نسخہ پھر بند پور جسٹری بھیج دیا جائے۔
 امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ میں ایک اپریش کے لئے معذرت بیتی جا رہا ہوں۔ اور غائب

۱۵ دن کے بعد واپس آؤں گا۔

محمد عبدالغفار

۹ نومبر ۱۹۵۱ء علیگڑھ

(۶)

بنام مختار الدین احمد

انجمن ترقی اور دہلوی (ہند) علیگڑھ۔ محبتی۔ آپ کا مرفوزہ کا خط مجھے آج فاجب میں رام پور سے ایک ماہ اور

دس دن کے بندہ آپس آیا۔ بعض ضروری امور کا جواب فوراً دیتا ہوں۔ بقیہ امداد پر بعد میں گفتگو ہوگی۔

غالب کی تصویریں: در تعانیف کی ادیکس اشاعتوں کے متعلق آپ کی تجویز بہت اچھی ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی تکمیل میں بہت وقت صرف ہوگا۔ اور کتاب کا حجم بھی بہت بڑھ جائے گا۔ لیکن یہ تجویز ہرگز ایسی نہیں ہے کہ اسے کسی درجہ سے بھی نظر انداز کیا جاسکے۔ ہذا میں یہ سوچتا ہوں کہ غالب کی تصویروں کے متعلق اور تعانیف کی ادیکس اشاعتوں کے متعلق جو کچھ لکھا جائے اور جمع کیا جائے وہ تیسری جلد کی صورت اختیار کرے۔ بہر حال جب آپ یہاں تشریف لے آئیں گے تو اس کے متعلق آپ سے تفصیلی گفتگو ہو سکے گی۔

آپ ان تمام مطبوعات اور تصاویر کی فہرست مرتب کر کے بیٹے آئیں جن کو حاصل کرنا ہے۔

۱۲ فروری ۱۹۵۲ء
احقر محمد عبدالغفار

(۷)

ملک گڑھ۔ مری۔ آپ نے غالب کی تعانیف کی جو فہرست کتب خانہ آسفیہ سے مرتب کر کے مجھے دی تھی جس میں مولوان غالب، مطبوعہ مطبع احمدی عمر ۱۲۷۵ھ ہمارے کام کی چیز ہے۔ اس کے متعلق حسب ذیل سوالات کا جواب عنایت کیجئے۔

(۱) غالب کے فیہ مطبوعہ خط کی نقل (جو اس کتاب میں ہے) آپ حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں (کر سکتے ہوں تو حاصل کر کے عنایت فرمائیے)۔

(۲) یہ کتاب کسی طرح ایک دو ہفتوں کے لئے ہمیں عاریتاً مل سکتی ہے یا نہیں۔ کسی ذریعہ سے اس کی کوشش کی جائے۔ ضمانت یا ضمان کی ضرورت ہو تو اس کا بھی انتظام ممکن ہے۔

(۳) اس کے سرورق اور کسی ایسے صفحہ کا جس پر غالب کے قلم کی زیادہ اصلاح بروردگار ہے۔ اس کا انتظام آپ کر سکتے ہیں یا نہیں۔

اذا راہ کرم جواب عنایت فرمائیے۔

محمد عبدالغفار

۴ دسمبر ۱۹۵۲ء

جنرل سیکرٹری انجمن ترقی اردو (ہند) ملک گڑھ

(۸)

جناب مختار الدین احمد

ملک گڑھ۔ انجمن ترقی اردو (ہند) مجھی۔ معاف فرمائیے۔ اپنی غیر معمولی مصروفیت کی وجہ سے آپ کے مکتوبات کا جواب نہ دے سکا۔ اس لئے بھی جواب نہ دے سکا کہ تحریری کمیٹی کا جتنا پمدگرم اس سال کے لئے باقی تھا وہ بعض وجوہ سے ملتوی کر دیا گیا ہے اور اب کتابوں کی طباعت اپریل میں ہیٹ کے طبعہ کے بعد شروع ہوگی۔ چنانچہ سب کام رکے ہوئے ہیں۔

احوال غالب کی دوسری جلد کے مسودات میرے پاس محفوظ ہیں اور مزید مضامین کا انتظار ہے۔ میں

چند روز بعد آپ کو مفصل خط لکھوں گا۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے اور اپنے کاموں میں مصروف رہیں گے۔

۲۸ فروری ۱۹۳۲ء محمد عبدالغفار جنرل سیکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

(۹۱)

بنام ڈاکٹر منٹا رامپالین احمد آباد

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ۔

مکرمی۔ آپ مجھے سعادت دیائیں کہ میں علاقائی تحریک اور بعض دوسرے جھگڑوں میں اس قدر مصروف رہا کہ آپ کے حمایت ناموں کا جواب نہ دے سکا۔ علاوہ بلاں علاقائی تحریک کے اجراءات کی وجہ سے اس سال ہمارا بجٹ بالکل درہم برہم ہو گیا اور طباعت کے چند کام روک لینے پڑے۔ اب شروع سال سے پھر کام شروع ہو گا۔ "دانشگاہ غالب" کی طباعت جاری ہے لیکن قاضی عبدالودود صاحب کے پاس جو پروف گئے وہ اب تک واپس نہیں آئے۔ تقاضا کیا گیا لیکن جواب نہیں ملا۔

میں نے پریس سے پیسے ہونے دئے منگائے ہیں اور خیال یہ ہے کہ مقدم احتشام حسین صاحب سے لکھوایا جائے۔ فرمے آجائیں تو ان کو لکھوں۔ مولانا آزاد سے کچھ لکھوانا بہت مشکل ہے۔ پھر بھی کوشش کروں گا۔ دفتر کو تاکید کر دی ہے کہ اردو ادب کے جو پرپے آپ کو نہ بھیجے گئے ہوں وہ فرائض بھیج دیئے جائیں۔ طباعت کے سلسلے کو نہ کئے کا جو سبب ہیں نے ادھر بتایا اس کے تحت ابھی آزاد کتاب گھر سے طباعت شروع کرنے کے لئے نہیں کہا گیا ہے۔ کاغذ کے لئے دویہ بھی نہ تھا جو ان کو دیا جاتا۔

قدیم تذکرہ کی جو جتنی آپ کر رہے ہیں اس سے انجمن و مزد فائدہ اٹھائے گی۔ جو کچھ ہاتھ آئے لے کر آئیے یا اس کی تفصیل مجھے لکھئے۔ انجمن کا رجحان اس وقت قدیم زادوں کی اشدت کی طرف نہیں ہے۔ پھر بھی اچھی چیز تو اچھی ہی ہوتی ہے۔ پیش کی جائے گی تو یقین ہے کہ منظوری حاصل ہوگی۔ اسی لیے کہ اپنے کام میں دلچسپی کے ساتھ مصروف ہوں گے۔ اور بہت کامیاب واپس آئیں گے۔

محمد عبدالغفار

۲۸ فروری ۱۹۳۲ء

(محمد) جنرل سیکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

(۱۰)

بنام عبدالقوی دمنری

مکرمی۔ مشرقی کتب خانہ کے حالات سے تو میں کچھ نہ کچھ واقف تھا اور عرصہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ کبھی موقع ملے تو وہ دیندہ آؤں اور آپ کے اس خزانہ سے مستفید ہونے کی کوشش کروں، لیکن کیا کیجئے کہ زندگی کا میدان بہت وسیع ہے، اور زندگی کی الجھنوں کا الجھاؤ کبھی آخری سانس تک ختم نہیں ہوتا۔ میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا اگر جہتی کے موقع پر ایک دندہ دلاں آسکوں اور آپ کے جواہر خانہ کو دیکھ سکیں۔

ایک بات ادب بھی مجھے کہنی ہے کہ آپ کی اخبارات اور رسائی کی فہرست میں میں نے دیکھا کہ مولانا ابوالکلام

آزاد کے اخبار پیغام اور رسالہ انسان الصدوق کی چند جلدیں آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ میں "انوار الکلام" آزاد کا نیا ایڈیشن تیار کر رہا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں ان دونوں جلدوں کے خاکا دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا فی ایسی صورت ہے کہ آپ مجھے چند روز کے لئے یہ خاکا بھیج سکیں ان کی "خانات" کے لئے ہر ممکن ضمانت دینے کے لئے میں اور انجمن تیار ہیں۔ یہ ناکل خود مولانا آزاد کے پاس بھی نہیں ہیں اور میں عرصہ ستارہ کی تلاش میں تھا۔ آپ کے برابر کا مختصر ہوا گا۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

محمد عبدالغفار

علی گڑھ ۲۷ اپریل ۱۹۵۷ء

(۱۱)

نام ڈاکٹر محمد الدین صاحب آزاد

انجمن ترقی اردو (ہند) تیسرا کادس

محبوب۔ میں نے آپ کے دو خطوط کا جواب نہیں دیا۔ خدا جانے اب کس قدر خفا میں آئے۔ میں اس عرصہ میں بہت مصروف بھی رہا اور بیمار بھی۔ آخر کار ۳۰ اپریل کو علاج کی مرض سے میرا تباہ ہوا۔ ذرا کچھ سکون میرا آیا تو آپ کے خط کا جواب لکھتا ہوں۔ افکار غالب کا معاملہ بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ ہوتا نہ اردو ادب میں قاضی عبدالودود صاحب کے کسی مضمون کا جواب شائع ہوا جس کے متعلق قاضی صاحب کو یہ شکایت پیدا ہوئی کہ اس جواب میں ان کی توہین کی گئی ہے۔ انہوں نے سرور صاحب سے "حذرت کا مطالبہ کیا۔ سرور صاحب نے کہا کہ وہ اس مضمون کی تردید لکھیں۔ وہ تردید معذرت کے ساتھ اردو ادب میں شائع کی جائے گی۔ اس پر قاضی صاحب رضامند نہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ سرور صاحب خود معافی مانگیں۔ میں نے بھی ان کو لکھا اور عند خواہ ہوا۔ لیکن انہوں نے رجسٹرڈ نوٹس کے ذریعے سے مجھے متنبہ کر دیا کہ ان کا کوئی مضمون اردو ادب میں یا افکار غالب میں شائع نہ کیا جائے گا۔ افکار غالب میں درج کیا جانے والا مضمون قاضی صاحب کو تکلیف کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ انہوں نے واپس نہیں کیا۔ غرض کہ بہت ہی خفا میں اور اس کشاکش میں افکار غالب کی طباعت رکائی گئی اور آج تک رکن ہوئی ہے۔ اب عاجز آکر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے مضمون کا انتشار کئے بغیر افکار کی طباعت کو مکمل کر دیا جائے۔ سب فرسے تیار ہوجائیں تو آپ کو بھجواؤں اور کسی سے اس پر مقدمہ بھی لکھواؤں۔ میں نے دفتر کو ہدایت کر دی ہے کہ اردو ادب کے جو دو نئے شمارے شائع ہو۔ مجھ میں وہ آپ کو صبح تیرہ بجیں۔ بہت شکریہ ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

احقر محمد عبدالغفار

علی گڑھ ۲۷ اپریل ۱۹۵۷ء

(۱۲)

نام: محمد احمد صاحب فریدی (پیشہ شریک: جالپور)

ANJUMAN-E-TARAQI-E-URDU (HIND) ALIGARH.

انجمن ترقی اردو (ہند)

مجھے۔ اسلئے ہم ملے۔ ملکہ طبع میں آپ کا ایک مکتوب ملا تھا۔ میں اس وقت بہت بیمار تھا۔ اسی حالت میں علاج کے لئے حیدر آباد بلا آیا۔ اور آخر جون تک یہاں قیام فرما رہا تھا۔ میں نے دفتر کو لکھا ہے کہ آپ کے مسودے کے متعلق ضروری کیٹی نے جو فیصلہ کیا سو اس سے آپ کو مطلع کر دیا جائے۔ برقرار رہے۔ ہمارا جواب میں نہیں آئے نہ انہوں نے مجھے اس مسودے کے متعلق جواب لکھا۔ اگر میں بیمار نہ ہوتا تو جلسہ میں شرکت کر سکتا تو خود اس مسودے کو پڑھ کر اپنی رائے پیش کرتا۔ میت بن اچھا۔ ہے کہ آپ نے اپنی خانہ نشینی میں تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا۔ آپ کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا شغل نہ ہوتا۔ امید ہے کہ آپ بغیر عافیت نہیں گئے۔

احقر عبد الغفار

حیدر آباد ۱۳ مئی ۱۹۵۲ء

نام عبد القوی دستوی برسرہ ڈاکٹر مقبول علی صاحب سیٹھ جتو آبادی (۱۲)

مگر مجھے۔ بہت عرصہ کے بعد آپ کا جواب مجھے ملے۔ اس کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ ہمارا ابھن کا نیزہ۔ لم ہو پرستی کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ اگر کوئی بڑا آدمہ یا دینی بستی کوئی معاملہ طلب کرتی ہے تو اس کو دیا جاتا ہے۔ آپ نے یہاں تو عہد بہت سخت۔ ہیں پھر بھی مجھے تو ان مضامین کی ضرورت سے اس لئے ہیں شرط پر نہیں ہوگا۔ انہیں حاصل کروں گا۔ البتہ اب مجھے جواب ہے میں نے انہیں کے دفتر کو ہیایت کر دیا ہے۔ کہ آپ کو تیس روپیہ پیشگی بھیج دیتے جائیں۔ آپ ازراہ کرم پیغام کے مضامین جلد سے جلد نقل کر دیجئے۔ اس طرح سنان الصدوق کے مضامین کی بھی بہت ضرورت ہے۔ انار ابراہیم کلام آزاد کا دوسرا ادیش صرف انہیں مضامین کے انتظار میں رہا کرتا ہے۔ آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا۔ نہ آپ کب تک دیسندہ واپس جائیں گے۔

محمد عبد الغفار

۲ جولائی ۱۹۵۲ء

(۱۳)

نام عبد القوی دستوی

مگر مجھے۔ عنایت نامہ مورخہ ۱۳ اگست وصول ہوا۔ پرانا ترمیم ہے کہ۔ روت ابن مہناہن کو نقل کر لیئے جو مرانا آزاد کے لکھے ہوئے ہیں۔ انڈیا کرم بہت جلد اس کام کو مکمل کر لیئے۔ میں شمار ابراہیم کلام پر نظر تان کر رہا ہوں۔ اور حسب طلب یہ مضامین نہ آجائیں۔ اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ امید ہے کہ آپ بغیر عافیت نہیں گئے۔

محمد عبد الغفار جزل بارڈی انجیہ ترقی اردو سند علی گڑھ۔

۱۰ ستمبر ۱۹۵۲ء

(۱۴)

نام شہاب الدین دستوی معاتب۔

مگر مجھے۔ ۲۰ اکتوبر کا عنایت نامہ مجھے وصول ہوا۔ میں اچانک آتا ہوں۔ ہمارا کہ انہیں کے جلسہ قریب کرنے پڑے۔ اب کچھ افادہ ہے لیکن ابھی اس تابی نہیں ہوں کہ شروع فور سے پہلے جسے ہو سکیں۔ ہمارا ہمدردی کو فہم مرزا غالب کے متعلق مجھے پہلی دفعہ ایک علمی رسالے سے یہ معلوم ہوا تھا کہ کوئی ایسا

فلم بنایا ہوا ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ انجمن نے جو ششہ دو تین سال میں غالب کے متعلق بہت دیر سے کرائی میں احمد اسلم کے لیے کی پہلی کتاب "احوال غالب" سال ہی میں شائع ہو چکی ہے۔ دوسری کتاب "انکار غالب" مقرب شائع ہو چکی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس فلم کے متعلق کبھی کسی نے مرکزی انجمن سے مشورہ کرنا مزدی نہیں سمجھا۔ علامہ بریل ملک میں مسلمہ ماہرین ایسے موجود ہیں جنہوں نے غالب احمد غالبیات کا مطالعہ کرنے میں اپنی عمر گزاری ہے۔ مثلاً ڈاکٹر عبدالحق صدیقی۔ ملک نام۔ ڈاکٹر مختار الدین آزاد اور علامہ کیفی وغیرہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان صاحبوں میں سے کسی سے اس فلم کے متعلق کوئی مشورہ کیا گیا یا نہیں۔ خود دہلی میں غالب کے خاندان سے قریبی تعلق رکھنے والے ایسے لوگ موجود ہیں جو مفید مشورے دے سکتے تھے۔ انہیں میں ایک حمیدہ سلطان صاحبہ ہیں۔ جو غالب کی قریبی عزیز ہیں اور جن کے قریبی بزرگوں میں غالب اب بھی ایسے ایک دو افراد موجود ہیں جنہوں نے غالب کو دیکھا تھا۔ ایک فلمی سلسلے میں غالب کی وہ تصویر بھی چھپی ہے جس صورت میں غالب فلم میں دکھائے جائیں گے۔ مجھے وہ تصویر دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اس لئے کہ انجمن نے غالب کی جو تصاویر جمع کی ہیں ان سے یہ بالکل مختلف ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ فلم کے لئے کہاں سے یہ تصویر حاصل کی گئی ہے۔ بلاشبہ مہراب مودی نے جو ارادہ کیا ہے وہ یکسر نیک نیتی اور اردو دوستی پر مبنی ہے۔ لیکن یہ ایک نازک کام تھا اور ملک میں سعادت حسن منٹو اور بیدی سے زیادہ غالب کے متعلق فکر و نظر رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اگر خدا نخواستہ فلم میں کچھ غلط واقعات پیش کر دئے گئے تو ان پر یقیناً بہت سخت اعتراض ہوگا۔ آپ ابھی "بگٹ سنگھ" کے فلم کے متعلق دیکھ چکے ہیں کہ کتنے اعتراضات ہوئے۔ اردو کے ہر دست کی یہ خواہش قدرتی ہے کہ فلم میں غالب کی صحیح تصویر اور کردار پیش کی جائے۔ غالب اسی احساس کے تحت حمیدہ سلطان صاحبہ نے جو غالب سے قریبی تعلق رکھتی ہیں یہ خط مہراب مودی کو لکھا۔ بہتر یہ ہوتا کہ وہ اپنے نام کے ساتھ انجمن کا حوالہ دیتیں۔ لیکن ہر حال ان کو یہ احساس مزدی ہو گا کہ غالب کے متعلق فلم کی تیاری میں دہلی کے کسی ایسے شخص سے مشورہ نہیں کیا گیا جو غالب اور ان کے خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہو۔ میں نے ہر حال حمیدہ سلطان صاحبہ کو ایک تفصیلی خط لکھا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ فلم کس حد تک تکمیل ہوئی ہے۔ اور جن اصحاب کے میں نے نام لائے ہیں ان میں سے کسی سے مشورہ کیا گیا ہے یا نہیں۔ لیکن اگر ابھی وقت ہو تو آپ مہراب مودی صاحب کو یہ مشورہ دیں کہ وہ فلم کی کہانی اور مکالموں کے متعلق مسلمہ ماہرین سے مشورہ کریں۔ ورنہ اگر فلم میں کوئی واقعات کی غلطی رہ گئی تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس پر بہت سخت تنقید ہوگی۔ آپ نے ذاتی مفاد کے متعلق اپنے خط میں جو اشارے کیلئے اس کی نسبت مجھے یقین ہے کہ حمیدہ سلطان صاحبہ کی تحریر کسی ایسی چیز سے آلودہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کا کسی فلمی رسالے یا اشتہاری ادارے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ مہراب مودی کو یہ مشورہ دیں کہ فلم کی تکمیل سے پہلے وہ ایسے لوگوں سے بھی رجوع کریں جو غالب کی زندگی کے ہر پہلو پر گہرا مطالعہ کر چکے ہوں۔ اور یہ کام وہ مرکزی انجمن کے ذریعے سے کر سکتے ہیں۔ میں انہیں بتا سکتا ہوں کہ کون کون لوگ ان کو اس کام میں صحیح اور مفید مشورہ دے

لے اب "انکار غالب" کے بجائے "نقد غالب" کے نام سے یہ کتاب شائع ہو گئی ہے۔

کہتے ہیں۔ اگر ان کی نظروں سے ہماری تازہ شامت "احولِ غالب" گوری جہتی تو شاید وہ انہیں کو اس معاملہ میں نظر انداز نہ کرتے۔ امید ہے کہ آپ بخیر دعائیت ہوں گے۔

علی گڑھ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء

محمد عبدالغفار

(۱۶)

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

محترمہ - چند روز ہو گئے آپ کا عنایت نامہ آیا تھا۔ دو مہینے سے سخت بیمار ہوں اور اس قابل بھی نہیں رہا کہ دہلی آسکوں۔ میں جب دہلی گیا تھا تو آپ اس وقت تک واپس نہیں آئی تھیں۔ مجھے اب اندازہ ہے اور امید کرتا ہوں کہ نومبر میں اور حراٹے کے قابل ہو سکوں گا۔

اس عرصے میں ہماری انہی کے ایک ممبر شہاب الدین دسنوی صاحب نے مجھے آپ کے اس خط کے متعلق لکھا جو آپ نے فلم "مرزا غالب" کے متعلق سہراب مودی کو لکھا تھا۔ انہوں نے اس خط کی ایک نقل بھی مجھے بھیجی ہے۔ میں نے ان کو جو کچھ جواب دیا ہے اس کی ایک نقل آپ کو بھیجتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ سہراب مودی نے اس فلم کے متعلق دہلی میں یا دوسرے مقامات پر ایسے لوگوں سے کوئی مشورہ کیا ہے یا نہیں جو غالب کے متعلق مشورہ دے سکتے ہیں۔ بہر حال اگر فلم میں صداقت صحیح نہ ہوئے تو یہ امر بہت افسوس ناک ہوگا۔ اگر آپ کو کچھ مزید معلومات ہوں تو مجھے مطلع فرمائیے۔

امید ہے کہ آپ بخیر دعائیت ہوں گی۔

علی گڑھ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء

محمد عبدالغفار

(۱۷)

بنام شہاب الدین دسنوی صاحب

کرمی - ابھی میں آپ کو یہ خط بھیجنے والا تھا کہ آپ کا دوسرا خط ملا۔ جس کے ساتھ مندرجہ ذیل کا ایک سائیکلو سٹائل پرچہ بھی تھا۔ آج ہی میں نے ۹ اکتوبر کے FILM FARE میں صفحہ ۳۲ پر اس فلم کا کچھ حوالہ پڑھا۔ آپ بھی اس کو دیکھئے۔ اس مضمون میں فلم کی کہانی تو نہیں دی گئی ہے لیکن ایک دو باتیں مجھے عجیب معلوم ہوئیں۔ مثلاً غالب معاشرہ میں (جس کی طرف غالب کے سوانح نگاروں نے بہت ہی دھندلے اشارے کئے ہیں) کو وال کی رعایت کا حال یقیناً غیر مستند ہے۔ اس کا کوئی ذکر غالب کی سوانح عمری میں کہیں نہیں آتا۔ بلکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا۔ ان کے جیل خانے جانے کے اسباب کچھ اور ہی تھے غرضیکہ اگر فلم کی کہانی میں اس قسم کے غلط واقعات ہوں گے تو مجھے اندیشہ ہے کہ ان پر اعتراضوں کی بھرمار ضرور ہوگی۔ بہر حال جب تک کہ کہانی میرے سامنے نہ ہو کوئی تنقید کر نہیں سکتا۔ غالباً تنقید و تبہرواب بیکار بھی ہوگا۔ اس لئے کہ فلم تیار ہو چکا۔ جہاں تک حمیدہ سلطان صاحبہ کا تعلق ہے میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ بہت غلط کام کرنے والی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کسی ذاتی غرض یا تعصب کے تحت یہ خط نہیں لکھا ہوگا۔ ان کا جواب آنے پر اگر ضرورت ہوئی تو میں آپ کو پھر خط لکھوں گا۔

علی گڑھ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء

محمد عبدالغفار

بنام شہاب الدین دمنوی صاحب

(۱۸)

کرمی۔ میں نے آپ کے بعد کے خط کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کہ میں حمیدہ سلطان صاحبہ سے مزید تفصیلات حاصل کر رہا تھا۔ اب مجھے تمام تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر فلم مرزا غالب کے متعلق کوئی اطمینان بخش فیصلہ نہ ہو تو یہ حاملہ بہت آگے بڑھے گا۔ اور وزیراعظم اور مولانا آزاد تک ہائے گا۔ جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا مہربان مودی صاحب نے اگر اس فلم کے متعلق جاننے والے اور ماہرین سے مشورہ کر لیا ہوتا تو یہ فزیت نہ آتی۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے خطوط کے حوالے سے ان سے بات کریں اور اس بات پر ان کو آمادہ کریں کہ وہ کچھ لوگوں کو یہ فلم دکھا کر ان کی رائے حاصل کر لیں مشکل یہ ہے کہ دتا تریہ کیٹی صاحب یا ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب جیسے لوگوں کا میری آنا مشکل ہے لیکن ملک رام صاحب اور حمیدہ سلطان صاحبہ دونوں دہلی میں ہیں اور میں ان کو آمادہ کر دوں گا۔ کہ وہ میری آکر فلم کو دیکھیں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ غالب کے متعلق ملک رام صاحب کی معلومات بہت وسیع ہیں اور انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے علاوہ بریں اگر مہربان صدیقی صاحب چاہیں گے تو انہوں کی طرف سے بھی ایک درخشاں تبصرہ بھیجے جاسکتے ہیں جن کی رائے اس معاملے میں قابلِ ملاحظہ ہوگی۔ مجھے افسوس ہو رہا کہ اگر فلم کی تشہیر کے بعد اس کے خلاف اعتراضات شروع ہوئے اور کوئی ایجنٹیشن شروع کیا گیا۔ جو تصدیق فلم کی اس وقت تک شائع ہوئی ہیں ان کو دیکھ کر تو میں حمیدہ سلطان صاحبہ کی رائے سے متفق ہوں۔ کہ اس فلم میں غالب کو اچھا خاصہ بھانڈا بنا کر پیش کیا گیا۔ ہے۔ میں نے دفتر سے آپ کو لکھ دیا تھا کہ اگر آپ کی انجمن کی جو بنی قریب قریب انہیں تادیر میں ہو یا جمعیتہ الاسلامیہ کی تعلیمی کافرض دہلی ہے تو بہت سی بہتر ہو گائیں نے اس معاملے میں مولانا حفظ الرحمن صاحب سے بھی مشورہ کیا ہے کہ وہ بھی اس خیال کو پسند کرتے ہیں۔ آپ کے جواب کا مجھے انتظار ہے۔

میری صحت اب بہتر ہے اور یہ ارادہ ہے کہ ۱۵ یا ۱۶ نومبر کو انجمن کا مطلوبہ جلسہ کروں۔ اس کے بعد ہی مجھے حیدرآباد جانا ہے اور وہاں سے پھر آپ کے جلسے میں شرکت کرنے کے لئے دسمبر میں پہنچی آسکوں گا۔ امید ہے کہ آپ بخیر عافیت ہوں گے۔

محمد بن الغفار

۶ نومبر ۱۹۵۲ء

(۱۹)

بنام شہاب الدین دمنوی صاحب

کرمی۔ فلم "مرزا غالب" کا تھہر دہلی میں بہت تیزی سے چل رہا ہے۔ وہ لوگ ایک عام جلسہ بھی کرنا چاہتے ہیں اور ہر قسم کی احتجاجی تحریکیں شروع کر دینا چاہتے ہیں میں نے آج جو خط حمیدہ سلطان صاحبہ کو لکھا ہے اس کی نقل آپ کو بھیجتا ہوں۔ میں یہی کرکشن کر رہا ہوں کہ اس احتجاج میں جذباتی کیفیت زیادہ پیدا نہ ہو اور ضرورت ہو تو آپ SCRIPT کی ایک نقل مجھے فوراً بھجوا دیں۔ اور مہربان مودی کو کسی طرح آپ اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ فلم کے RELEASE کرنے سے پہلے انہیں کے چند نمائندوں کو دکھا دیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ

وہ اگر برے مشورے پر توجہ نہ کریں گے تو یقیناً پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔
امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

محمد عبدالغفار

۱۲ نومبر ۱۹۵۷ء

(۲۰۱)

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

محترمہ۔ آپ کا مکتوب وصول ہوا۔ میں تو ابھی اتنا کمزور ہوں کہ وہی نہیں آسکتا لیکن میرے خیال میں ایک بات بار بار کہی ہے جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ آپ اچھل صاحب اور دوسرے لوگوں سے بھی مشورہ کریں وہ بات یہ ہے کہ "مرزا غائب" نام کے متعلق ابھی تک ہمارے پاس کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس کی بنا پر ہم کوئی ذمہ دارانہ ماتہ نہ کر سکیں۔ ایک دہائی رسالوں میں اس فلم کا بہت جمل اور مختصر ذکر ہم نے دیکھا ہے موصوف اس کی بنا پر کوئی ٹری احتجاجی تحریک شروع نہ کر دینا کہ اب تک مناسب ہوگا۔ یہ غور کرنے کی بات ہے اگر مرکزی انجمن یا اس کے سیکرٹری کی طرف سے کوئی آواز اٹھائی جائے تو اس آواز کو محض احمد ہر طرح مستند مواد پر مبنی ہونا چاہئے تاکہ جب ہم پنڈت جی یا مولانا سے بات کریں تو ان کے سوالات کا چوڑی طرح جواب دے سکیں۔ اس وقت تک ہم میں سے کسی نے فلم کا SCRIPT بھی نہیں دیکھا ہے اور نہ یادہ تو سنی سانی باتوں پر ہم چل رہے ہیں۔ میں نے آج ہی دسویں صاحب کو لکھا ہے کہ وہ اس SCRIPT کی ایک نقل فوراً مجھ کو دیں اور سہراب مدوی صاحب سے کہیں کہ وہ فلم کو RELEASE کرنے میں جلدی نہ کریں۔ اس SCRIPT کے آنے کے بعد میں چند صاحب کو اسے دکھاؤں گا۔ اور آپ بھی اسے دیکھیں اس وقت ہمارے سامنے ایسا مواد ہوگا جس پر ہم تنقید کر سکیں۔ شہ ہمارے متعلق سہراب مدوی صاحب یا کسی شخص کو بھی پیدا نہ ہونا چاہئے۔ کہ ہم جس بندہ باقی طور پر کسی شخصی فرض یا تعصب کی بنا پر احتجاجی تحریک شروع کر رہے ہیں۔ وہ صورت انجمن کے تارکے منافی ہوگی۔ میری رائے یہ ہے (اور آپ اس کو اپنی گیتی کے سامنے بھی پیش کریں) کہ سب سے پہلے پوری معلومات حاصل کرنی چاہئے اور نہ تو ابھی کوئی پریس کانفرنس کی جائے یا اخباروں میں قراردادیں بھیجی جائیں یا پتہ نہ ہو اور مولانا کو متوجہ کیا جائے میں اس سے پہلے دسویں صاحب کو لکھ چکا ہوں کہ وہ سہراب مدوی صاحب کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ فلم کو RELEASE کرنے سے پہلے ہمیں یعنی آپ کو احمد مرکزی انجمن کے چند نمائندوں کو دیکھنے کا موقع دیں مجھے موصوف کے جواب کا انتظار ہے۔

دہلی میں ملک رام صاحب کا پتہ حسب ذیل ہے :-

ملک رام صاحب ایم۔ اے معرفت ڈاکٹر ایس۔ کے بھردوالی نمبر ۷ بارہ کھنہ مدو۔ نئی دہلی۔

نئے پنڈت جی ہار لال نہرو

نئے مولانا ابوالکلام آزاد

ملک رام صاحب ۱۲/۵ دیشوی ایکٹیشن ایریا قول بانجی دہلی۔

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

(۲۱)

قرضہ۔ آپ کا ۱۷ نومبر کا مکتوب مجھے وصول ہوا اس میں نوکری مستعد نہیں کہ آپ نے اس فلم کے متعلق پٹنٹ ہی امداد ناما صاحب کو توجہ دلا دی ہے۔ میرے پاس دسوی صاحب کا خط آیا تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ سہیل مودی صاحب SCRIPT کی نقل دینے کو تیار نہیں ہیں امداد کہتے ہیں کہ اب فلم تیار ہو چکا اس لئے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی البتہ انہوں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ RELEASE کرنے سے پہلے یہ فلم دسوی صاحب امداد سرز سفیر زیر دیکھا دیں گے تاکہ وہ انہی رائے سے انجمن کو مطلع کریں۔ اب میں دسوی صاحب کے دوسرے خط کا منتظر ہوں جس سے یہ معلوم ہو گا کہ انہوں نے فلم کو دیکھ کر کیا رائے قائم کی۔ مشکل یہ ہے کہ ہمیں ابھی تک حراعت اور قطعی طور پر یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ اگر فلم کا کوئی پہلو قابل اعتراض ہو تو وہ کیا ہے کچھ بھی اس کا اندازہ ہو جائے تو میں انجمن کی طرف سے اس معاملے کو اسٹالوں۔

دسمبر میں جو تصدیق کا آپ نے ذکر کیا ہے اسی میں میری شرکت بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دسمبر میں مجھے حیدر آباد اور بیٹی جانا ہے۔ یہی میں دو کانفرنس میں شرکت کا وعدہ کر چکا ہوں البتہ اگر بلڈ سفر کے قابل ہو گیا تو انشاء اللہ آخر دسمبر میں دعایک دن کے لئے مزد دہلی آؤں گا امداد آپ سے طاعات ہوں گی۔ امید ہے کہ آپ ہجر و مافیت ہوں گی۔

محمد عبدالغفار

علی گڑھ ۱۸ نومبر ۱۹۵۷ء

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

(۲۲)

قرضہ۔ آپ کا ۲۹ نومبر کا مکتوب مجھے وصول ہوا میں نے مجھ دیشید صاحب کو لکھا ہے۔ نیکی ابھی کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ میں آخر نومبر میں تو ذرا سکا نیکی انشاء اللہ ۲ دسمبر کو دہلی پہنچوں گا۔ ابھی تک دسوی صاحب کا کوئی جواب مجھے نہیں ملا ہے۔ جس وقت جواب ملے گا۔ میں آپ کو اطلاع کروں گا۔ امید ہے کہ سینسر کے ذریعہ کوئی مفید نتیجہ برآمد ہو گا۔ الحمد للہ کہ میری صحت اب بہت بہتر ہے۔ ہندوستانی ٹائٹس میں جو اشتہار غالب فلم کا چھاپا ہے اس کا ایک تراشہ بھیجتا ہوں۔ اس میں جو تصویر دکھائی گئی ہے وہ غالباً وہی ہے جس صورت میں مرزا غالب اس فلم میں پیش کئے جائیں گے۔ اگر میرا گمان سچ ہے تو غالب کی صورت کا یہ تصویر بہت ہی غلط معلوم ہوتا ہے۔

محمد عبدالغفار

علی گڑھ ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء

بنام شہاب الدین دسوی صاحب

(۲۳)

گرمی۔ کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ آئندہ ۹ دسمبر انجمن کے مکتوب جلسے کی تاریخ مقرر ہوئی ہے جس کا نوٹس آپ کو مل گیا ہو گا۔ صدمہ ابھی کی مصروفیات کچھ ایسی تھیں کہ وہ نہ اس سے پہلے امداد اس کے بعد کوئی وقت دے سکتے تھے۔ وہ دس دسمبر کو معذور و غیرہ جائیں گے۔ انہوں سے کہ آپ جو بھی کی مصروفیات

کی وجہ سے غالباً اس جلسے میں شرکت نہ کر سکیں گے۔ اور اس کا مجھے انوس ہے کہ میں بھی شریک نہ ہو سکوں گا۔
 اخبار "الجمعیۃ" کا ایک تلاش آپ کو بھیجتا ہوں۔ معاملہ کیسکو صاحب تک پہنچی چکا ہے۔ اور دہلی کے
 لوگوں کی کوششیں جاری ہیں مہرباب مودی صاحب سے آپ کی اور مسز صفیہ زبیر کی ملاقات کے نتیجے کا مجھے
 انتظار ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

محمد عبدالغفار

ملکدہ ۲۷ نومبر ۱۹۷۷ء

(۲۲۱)

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

محترمہ۔ ابھی بیٹی سے مسز صفیہ زبیر کا خط آیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے فلم "مرزا غالب" کے
 متعلق لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

"آپ کے چند خطوط جو آپ نے مہرباب مودی کے فلم "مرزا غالب" کے سلسلے میں لکھے ہیں میری نظر
 سے گزرے۔ دستوری صاحبہ۔ ندوی صاحبہ اور دیگر ممبران انجمن ترقی اردو سے ان کی نسبت بات چیت ہونے
 پر یہ طے پایا کہ ہم سب اس فلم کو دیکھیں گے۔ چنانچہ کل شام کو ہم سب فلم دیکھنے کے لئے گئے۔ ہم سب کا یہی
 خیال ہے کہ مجموعی طور پر یہ فلم اچھے پائے کا ہے اور اس میں کوئی اس قسم کی بات نہیں ہے جیسا کہ وہ جسے مرزا
 صاحب کے اخلاق یا اردو زبان پر کسی قسم کا دھبہ آئے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ اس میں مرزا غالب
 کا کیریکٹر بہت اوجھا دکھایا گیا ہے۔ اور اردو کی خدمت جو یہ فلم کرے گی اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں
 ہے۔ باقی رہا سوال اس کا کہ یہ فلم مرزا غالب کی زندگی کے صحیح حالات پر روشنی ڈالتی تو اس میں کچھ غلط نقطہ سے
 رد و بدل کیا گیا ہے۔ اول تو اس فلم کا یہ مقصد بھی نہ تھا کہ مرزا غالب کی زندگی کا DOCUMENTARY فلم بنایا جائے
 اس لئے فلم بنانے والوں کو اس کا سانس ہے کہ وہ اس کہانی کو دلچسپ بنانے کے لئے پیر و پار کریں.....
 زبیر کا اور میرا یہ خیال ہے کہ ہم کو کسی بھی ایسے فلم کا غیر مقدم کرنا چاہئے جو کہ اردو زبان کو فروغ دینے اور عوام تک
 پہنچانے میں مدد ہو۔ ہم لوگوں نے اس فلم کو صرف ایک نظریہ سے دیکھا ہے اور وہ یہ کہ اردو زبان یا مرزا غالب
 کے اخلاق کو اس سے نقصان تو نہیں پہنچتا اور اس سلسلے میں ہمیں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں ملتی اس لئے
 سب اجاب کا یہ خیال ہے کہ ہمیں اگر اس فلم کی حمایت نہیں تو مخالفت بھی نہیں کرنی چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ جب
 آپ اسے دیکھیں گے تو اور بھی خوش ہوں گے..... انجمن ترقی اردو کو اس کے خلاف قدم اٹھانا مناسب
 نہ ہوگا ہم لوگ نہ صرف اس فلم کو نقصان پہنچائیں گے بلکہ آئندہ کوئی صاحب اس قسم کی فلم جس میں مشہور ہستیوں ہوں
 اور اردو کا چرچا ہوتا ہو بنانے سے گریز کریں گے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ یہ فلم عام فلموں کے معیار سے کہیں اونچی ہے
 آپ جانتے ہیں کہ ہندوستانی فلموں پر بہت سخت تنقید کرتی ہوں اور اس معاملے میں آسان پسند واقع نہیں ہوں
 امید ہے کہ آپ بھی جو قدم اٹھائیں گی نہایت سوجھ بوجھ اور ہر سید کو مد نظر رکھ کر اپنا فیصلہ کریں گی۔"

میں انشاء اللہ ۲ دسمبر کو دہلی پہنچوں گا۔ اس وقت آپ سے مفضل باتیں ہوں گی۔ ۱۹ نومبر ۱۹۷۷ء محمد عبدالغفار

(۲۵)

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

محترمہ۔ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ میری صحت کی حالت اس قدر خیر نہیں ہے کہ خود بھی اپنے
اصول اور دعوں پر اعتبار نہیں رہا ہے۔ بہت سے ضروری کاموں کے لئے دہلی آنا ہے لیکن جب ارادہ کیا جب ہی
اس کو طوطی کرنا چاہا۔ کاموں کا بوجھ ہے اور اپنی صحت پر بھروسہ نہیں۔ مجھے ۳۰ دسمبر کو مسافرت کی ایک کشتی میں شرکت
لڑنی ہے جو مولانا آزاد کی صدارت میں ہونے والی ہے۔ پھر وہاں سے اسی دن رات کو مجھے لکھنؤ جانا ہے۔ جہاں
اتر پر دیش کی صوبائی شاخ کا پہلا جلسہ یکم جنوری کو ہوگا۔ اس کی مجھے صدارت کرنی ہے اور قاعدے کے مطابق میرے
سوا کوئی اور اس کی صدارت کر بھی نہیں سکتا۔ دو تاریخ کی شام تک میں علی گڑھ : اسیں آ جاؤں گا۔ اور ۴ جنوری کو دہلی
جاؤں گا۔ اس لئے کہ پانچ تاریخ کی صبح کو مجھے یہی جانا ہے جہاں ۱۲ تاریخ کی صبح میرا بیٹنا ضروری ہے پھر میں تقریباً
دو مہینے باہر رہوں گا۔ اس لئے کہ یہی سے حیدر آباد چلا جاؤں گا اور ۴ فروری کو مداس اردو کانفرنس ہے جس
کی صدارت بھی مجھے کرنی ہے اس طرح آخر فروری تک علی گڑھ واپسی ہوگی۔ اس سفر کے سلسلے میں اپنی صحت کے
متعلق بھی یہی اور حمیدہ آباد میں طبی مشورہ کرنا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ میں کس طرح اپنے کو آپ کے سالانہ جلسہ
میں شرکت کا پابند کروں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے سالانہ جلسے کی صدارت کے لئے کسی اور کو تجویز کر دیں
آپ کہیں تو میں علی گڑھ سے انجمن کے کسی رکن کو اس کے لئے آمادہ کروں۔ ڈاکٹر عبدالعلیم اور ڈاکٹر مسعود حسین
بہت عمدہ ہوں ہیں گے۔

”فلم مرزا غالب“ کے متعلق میرے پاس یہی سے جتنے خط طوائف آئے ان میں بہت سی عمدہ علمی و ترقی کی گئی
لیکن یہی کے ایک اخبار ہاں نے جو مضمون لکھا ہے اس میں بہت سخت اعتراضات کئے گئے ہیں وہ میں آپ کو
بھیجتا ہوں۔ خان صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ ایک دفعہ آپ سب اس فلم کو دیکھ لیں اور اس میں جن باتوں کو
باتیں ہیں ان کو نوٹ کر لیں۔ میں بھی اگر ۳۰ تاریخ سے ایک دو دن پہلے دہلی آیا تو اس فلم کو دیکھوں گا۔ مشکل یہ ہے
کہ ہم کوئی آئینی یا قانونی کاروائی نہیں کر سکتے سوائے اس طریقہ کے جو آپ لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ مولانا سے
اور کیسکو ہی سے کہنا مستحسن ہے۔ اور مجھے تو ایچی ٹیشن کا مرتبہ ہی طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے کچھ نہیں
آپ کا ساتھ دے جائیں لیکن انگریزی پریس سے کوئی تائید حاصل ہو اس کی مجھے امید نہیں۔ ہندوستان ٹائٹس
میں اس فلم پر جو تبصرہ شائع ہوا ہے وہ تو آپ نے دیکھا ہی ہوگا۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ خان صاحب سے فرمادے کہ میں ۲۷ یا ۲۸ تک دہلی آنے
کا ارادہ کر رہا ہوں۔

محمد عبدالغفار

۱۵ دسمبر ۱۹۳۵ء

(۲۶)

بنام مولانا عرفان صاحب

قرول باغ۔ دہلی۔ خدو می و کرمی۔ السلام علیکم۔ تارا اور خطا کا شکریہ، سروراد صاحب سے ملاقات ہوئی

وہ ہر صدمہ پہاڑ سے روانہ ہو گئے، مفضل باتیں ہوئیں، شوکت صاحب نے بھی خط لکھا ہے۔ اور یہ اسید ہے کہ کوئی بہتر صورت پیدا ہوگی۔ شوکت صاحب نے آپ سے مفضل حالات بیان کئے ہوں گے۔ چاکلی کو ششوں اور توجہات مشفقانہ کا احسان سدا ہوں۔

شاہد نہ بھولے، رشتہ باز آئیے۔ آپ !

ابھی تو حال یہ ہے کہ ایک شخص کی طرح دنیا کی سوجھ بوجھ کے قیام پر کھڑا ہوں اور ہر ساعت اس طرح گزرتی ہے کہ گویا آخری ساعت ہے! بہت شکستہ خاطر ہوں۔ اتنا کہ نہ شوکت صاحب انداز و کسے نہ میرا حال آپ کے خیال میں آئے گا۔ خاتمہ اور باطن میں بعد از شریعتیں ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ بھی دنیا کا ایک باب ہے، فلاں ہے! یہ حال انہی باتوں و مارپی رہا سوں کہ آخر یہی شرط زندگی ہے! اس سے معذرت نہیں!

خوار خلافت کی ادارت کا سوال، جہاں تک میرا تعلق ہے۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ مریخ کی طرف اہل سائنس کا سفر! مولانا پہلا سوال روٹی کا ہے! اگر مجھے سواں مل جائے اور میں کوئی آزاد اخبار جاری بھی کروں، تو یقیناً جانیے کہ ہندوستان کے اس عہد میں کوئی ایماندار اخبار نویس دو۔ وقت کی روٹی بغراغت نہیں کھا سکتا، روٹی کی فکر ہو تو اخبار کے ذریعہ سے، اتصال با، بھر کیجئے، باقومی چند سے جمع کر کے ہفتہ کیجئے، یا اطلالے داجدنی شاپی، اور حسب ملذذ کے اشتہارات شائع کیجئے! مسلمانوں کی مسامت اب صرف یہ ہے کہ ہر مسلم بیڈر نے اپنے بچتر میں پیسہ کر لیا ہے اور منتظر ہے کہ اندامیاں چھڑھان کر دیں گے! لکھنؤ میں ڈوملک ہے، ہاتھ میں منبورہ ہے، حلق بڑا ہے، نہ بان لمبی ہے، اور اگر مولوی ہے تو مسعدہ قوی ہے، ایک سے ایک بڑا مقتدر موجود ہے! اپنا حال تو یہ ہے کہ

پہچانا نہیں ہوں! بھی راہبر کیوں!

ہر راہبر راہبر ہے! غائب بے چارہ تو دو چار قدم ہر راہبر کے ساتھ چلتا تھا ہم اب ان تجربات سے بھی اکتا گئے ہیں۔ بہت سے راہبر اور بہت سے راہبر دیکھ گئے! تو مولانا! صمانت اور ریاست کا تو خیال بھی نہ کیجئے! اس سے چاؤٹی کی دلچسپیاں اور خانہ خمار کی دلغزیاں بدرجہا! انسب وادے ہیں! نفس کی پردہ کشی تو ہے اگر ایمان کی نہیں!

اپنی ملعون مستغزیت "کا خاتمہ کر کے آئیں، اور جلد آئیں، اپنی بستی چل کر انگ بسائیں! جہاں نہ تنظیم ملت "ہو نہ" رزولوشن "ہوں نہ" اعلانات "ہوں نہ" لیڈر "ہو نہ" اس کی ملعون "تحریک ہو! اگر آپ کے ارادے کمزور ہوتے ہیں۔ کیا چپاٹی کے سب ارادے اتنے ہی کمزور ہوا کرتے ہیں؟ اس سے آپ کے اشارات پر خوش نہیں ہوتا، وقت آجائے اور آپ راہ قرار اختیار کر لیں، تو پھر میں ایک نئی دنیا میں آپ کا ہمسفر بنوں گا!

حکیم صاحب کی میرت کا کام شریعہ کر دیا ہے، گو شواہد بہت زیادہ ہیں اور بد قسمتی سے کچھ لوگ مجھے اس کام کے لئے بلانے اپنے افاضی مقاصد کے، مزدوں نہیں سمجھتے، اس لئے میں اطراف سے کافی امداد منی چاہئے

وہ نہیں مٹی، تاہم دل کی یہ ہوس چوری کرتی ہے، ناچا کد اہبت مگر ٹیڈ بن سکا۔ اب مسیح الملک کا سراخ ننگو
 بننا چاہتا ہوں۔ جو اس سے بڑی چیز ہے، معلوم نہیں مشیت ایزدی کیا ہے! یہ کام مجھ سے بنائے تو سمجھو گا
 کہ زندگی کی تمام ناکامیوں کا ختم تبدیل مل گیا۔ یہ تو فرمائیے کہ آپ کو سیرت کے سلسلے میں جو کچھ لکھنا ہے وہ کب لکھ
 کر منبت فرمائیں گے۔ صحن تحریر ہی سے کام نہ چلے گا۔ آپ سے زبانی باتیں ہوتی چاہئیں، وہ کب؟ یہی کے فلانی
 کو کب ہلکے کیلے سے لگائیے گا۔ اب تو شوکت صاحب دہلی پہنچ گئے، آپ دہلی کی طرف دیکھئے، دس ہانچ مل کے
 مئے مزید آئیے۔ اگر خدا بغیر نہ غلبہ کیت ہے تو ہم یہاں بھی آپ کی خاطر اس کا انتظام کرا دیں گے۔ خدا حافظ
 ۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء

(۲۷)

نام مولانا عرفان صاحب

مکرمی مولانا۔ اسلام علیکم۔ افغانستان کے متعلق مجھ سے ذکر کیا، وعدہ کئے، بیٹھی جانے سے پہلے
 ملنے کا اقرار کیا اور پھر غائب ہو گئے، میں سمجھا شاید دس ہانچ دے بعد کوئی خط آئے مگر میری پیریوں کا سایہ، وہاں
 اس قسم کی منقول شوکت، جسے خط و کتابت کہتے ہیں، حرام (یعنی صحیح فرقہ سے ادا فرمائیے) نہیں تو مکروہ منکرہ ہے
 چرچائی سے فرصت ملے تو کوئی کسی کو دد حرف لکھے، بہر حال کچھ ضرورت، (جس کا جگہ مولانا نایت، یعنی ضرورت و درجہ
 اعلیٰ) کچھ استغراق فی کیفیت چرچائی، کچھ ذاتی، مشاغل، (تفصیل کی ضرورت نہیں!) غرض میں غریب کرم نامہ کا آٹھ
 ملک منتظر ہی رہا!

غیر جانے دیجئے۔ اب مجھے جواب دیجئے کہ افغانستان کے متعلق میری خواہش آپ کو یاد ہے یا نہیں؟
 ادا آپ نے اس صحت میں کوئی عمل قدم اٹھایا نہیں؟ میں اب وطن سے جانے کے لئے آمنا ہی بے تاب ہوں،
 جس قدر بے قرار آپ ہمیشہ میری میں مقیم رہنے کے لئے ہیں! آٹھ صبح اس باب میں مولانا شوکت علی صاحب سے
 باتیں کی تھیں۔ وہ امید دلاتے ہیں کہ کام کچھ مشکل نہیں، اگر کوشش کی جائے، اب آپ جو کچھ کر سکتے ہیں، کیجئے
 اور مجھے مفصل خط لکھیے۔ نیز اتنی تکلیف ادا کرنا کیجئے کہ سردار گل محمد خاں سمرقند کے بعد جب میری پہنچیں۔ تو
 آپ بذریعہ تار مجھے مطلع کر دیں کہ وہ دہلی کب آتے ہیں۔ مجھ سے ان سے ذاتی تعلقات ہیں اور اس معاملہ میں
 میں خود ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ بھول نہ جائیے گا!

میرا حال اگر آپ سنا چاہیں تو یہ ہے کہ ۴ ماہ سے قول بارخ میں میرا ہے۔ حکیم جیل خان مسیح الملک مغنہ
 کی سوزن عمری لکھوانا چاہتے ہیں، ہی میرا بھی چاہتا ہے، لیکن یہاں کے حالات ایسے ہیں کہ جیل خان صاحب کے
 ساتھ کام کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اس لئے اب تک اس معاملہ کو طے نہیں کیا۔ طبیعت کاٹے کے، ارباب حل و عقد کی جو حالت
 ہے وہ اس قابل نہیں کہ کوئی بعد آدمی اپنی عزت نفس کو معزوفہ رکھ کر کام کر سکے۔ بہر حال اگر ارمانی طور پر یہ مسئلہ شروع
 ہوا تو آپ سے بھی امداد کا طالب ہوں گا۔ لیکن بہر صورت یہ چیز افغانستان کے متعلق میرے ارادہ کو کمزور نہیں کر سکتی۔
 شوکت صاحب نے اخبار وقت کے متن میں اپنا خیال ظاہر کیا تھا لیکن میں نے اس سوال کا کچھ نہیں لکھا تھا، اس کی ترمیمی زندگی میں گنجائش ہی

نہیں۔ پھر سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ آپ کی موجودگی میں براہِ دفترِ خدمت میں قیام، میرے لئے سلتِ خطرناک ہوگا۔
آپ کا بڑا کرم ہوگا اگر آپ اس حقیقت کا اعتراف فرمائیں کہ یہ رولفیر جواب کا بھی مستحق ہے! یہی زندگی! یہی زندگی!

غیر طلب عبد الغفار

(۲۸)

بنام مولوی سید الطہات علی بریلوی

مجھے۔ مجلسِ مصنفین کے دفتر کے اقتراح کے موقع پر جوائنڈیس آپ نے پیش کیا اس میں مصنفین اور ادیبوں کی فہرست میں آپ نے ڈاکٹر صاحب کا نام شامل کر کے موجودہ علی گڑھ کی سعادت میں چلے پائے لگا دیئے۔ عنقریب "پہلیم" کا "میرزاہ" کا سطرہ فرمائیے۔
امید کہ آپ بغیر ومانیت ہوں گے۔ مولوی طفیل احمد صاحب کی خدمت میں میرا سلام شوقِ عرض کر دیتے۔
امید ہے کہ سب سے آپ سے ملاقات ہوگی۔
دتر روضہ نامہ پیام

محمد عبد الغفار

سلطان حمید رجوش

(۱)

بنام طاہر نادر دوقی صاحب اسلامیک کالج پشاور

محبی و عزیز بنی!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ عنایت نامہ مورخہ ۲۵ جنوری موصول ہوا۔ افسوس ہے کہ آپ نے اپنا ارادہ میرے قیام گاہ میں ظاہر نہیں کیا ورنہ ہر جگہ تیار رہا ہوتا۔ خیر اب سہی۔

میرے لئے آپ سے بہت شکر و ادب ہے۔ لیکن آپ کی تقریر میں ایک ایسا اعظیما ہوں جس سے سادہ مطلب خط نظر آتا ہے۔ آپ میرے فیصلہ و افسانوں اور مضامین کا مجموعہ چاہتے ہیں اور میں فقط "فیض طیبہ" "سینہ یزین ہمد" - حضرت! میں نے تو ۱۹۷۸ء سے جب ابھی افسانہ نگاری کا آغاز کیا تو کسی نہ کسی فراٹش کے تحت میں اور اس لئے ادھر لکھا اور ادھر دیا کر دیا یعنی میرا ہر افسانہ و مضمون کسی نہ کسی رسالہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس اعتبار سے میرے فیصلہ و افسانے یا مضامین اگرچہ قدیم سے تاریخ و زمان میں، کاغذ پران کا دورہ کہیں نہیں۔

اب اگر آپ کا مطلب ان افسانوں اور مضامین سے ہر جگہ ملجھ کر کتابی صورت میں شائع نہ ہونے ہوں تو بے شک آپ کی فتناء کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہوں۔ میرے چند افسانے ایڈیٹر انعام نے "مسائل رجوش" کے نام سے نہایت خوب خواب کاغذ پر اور بہترین کتابت کے ساتھ سلاسل میں شائع کئے تھے۔ پھر میرے برادر عزم ناد حاجی طیب نے کم و بیش ایک درجن افسانے و مضامین میرے زیر نگرانی، عمدہ کاغذ اور اعلیٰ کتابت کے ساتھ سلاسل میں شائع کئے۔ مگر یہ دونوں نمونے کیا اب ہی نہیں! اب ہر جگہ ہیں۔ میرے افسانوں اور مضامین کا شمار تو سب سے زیادہ کرتا ہے، اس لئے مذکورہ کتابی صورت میں بعض شے نوں از خود رے صی جانکتی ہیں یا بحال کل افسانوں اور مضامین کا مجموعہ شائع کرنا عظیم ہفت خواں توڑنے کے برابر ہے مگر بکر خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنے افسانوں اور مضامین کا معادہ ضرہ ہی نہیں لیا بلکہ ان کی نقل بھی اپنے پاس نہیں رکھی، اور کیوں لکھنا جبکہ نہ شائع کی تفسیر و تفسیر کی پروا "در حقیقت میرا لائحہ عمل تھا؛ البتہ ایک فہرست مرتب کرتا رہا جس میں افسانے یا مضمون کا عنوان مع اس رسالہ کے نام و تاریخ اشاعت کے جس میں وہ شائع ہوا درج کر لیتا۔ لیکن میری بے پروائی کی داد قدر تھے اس طرح کی کردہ فہرست افسانہ و مضامین بھی

میرے سرخ آباؤ سے تبار ہیں، اسباب کے اتھار کی مٹائی صورت میں نگہ ہے کہ میرے سینک کی طرح خائب ہو گئی۔ اس کے بعد سے کہ جسے کو اپنے گدھے پر کا احساس ملتا ہے۔ یہ شروع ہونا لازمی تھا۔ بہاں جس طرح کُتب باپ اپنی زود اولاد کا تقاضا پیش کر رہا، وغیرہ بنا سکتا ہے اسی طرح میں بھی اپنے عقیدوں اور عملی کار فریب و زیب بست بڑا حسد حافظ منصف دانا ہوں اور بنا سکتا ہوں۔ ممکن ہے کہ قدرت نظر العجائب نے یہ سبق اس سے دیا ہو کہ میں تحفظ قرآن کے نادر طریقے کی صحیح فہم بخیز خود ہی سمجھ سکوں۔ تحفہ سب سے پہلے کا ذکر یہ ہو گا کہ ان رسائل کو بدھیچ پایا جاتے ہیں میں میرے افسانے اور مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے۔ ان مسائل میں مخزن، المیزان، الغفر، لغیب، مجلوں، نیز رنگ خیال اور سانچی ریکارڈ ہوائے علمی کافی ہوں گئے۔ خیال ہے کہ ان رسائل کا دفتر مسئلہ دبیر رسٹی لاہور میں انگرو، لکھنؤ اور دہلی سے ہوتا رہتا رہتا گیا۔ دشمن اور دروہے مگر محال نہیں۔ اب فرمائیے کہ آپ اس پہاڑ کو ٹرٹرنے کے لئے کمر بستہ ہونا چاہتے ہیں؟

دوسری اہل صورت یہ ہے کہ شیائے محافظہ سے اپنے مضامین و افسانوں کا انتخاب طے کر لیں اور اس میں جس قدر آسانی اور جلد دیا ہو سکیں ان کا مجموعہ فی الحال شائع کر دیا جائے۔ آپ کی اس رائے سے مجھے اتفاق ہے کہ انساںوں کی ایک جلد ہمارا در مضامین و مقالات کی دوسری۔ ان کے لئے جو مقدمات آپ نے تجویز کئے ہیں وہ بھی مناسب ہیں۔ تجارتی نقطہ نظر کا تفسیر میرے اور آپ کے درمیان بہت آسانی کے ساتھ صحت پسند منہم کی گفتگو میں طے ہو جائے گا۔ مگر سب سے پہلی کاوش وہ ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ اب فرمائیے کہ جناب کی ہمت پست برائی یا کچھ ارادہ نکلیں۔ ہے۔

آخر میں چلتے چلائے ایک اور اصلاح گوش گزار کروں۔ یہ مسلم لیگ کونسل کی مجلس منتظر کی طرف سے کوئٹہ کی آبائی نامزدگی کے لئے نامزد کر دیا گیا ہوں اور وہ دل میں پھنسا ہوں۔ آپ کے پاس بھی بہت ممبران برائے نامزدگی پہنچ گئی ہوں گی۔ اس وقت نامزدگی اور ۲۲ فردوں کے بعد اسے وہندگی کا زمانہ ہے۔ آپ کی ذاتی رائے کا مجھے اس قدر یقین ہے کہ میں اس کی بابت آپ کو غالباً لکھتا بھی نہیں مگر اب آپ کی یاد آوری کے بعد انگریزوں کے دیگر ممبران، بلکہ ہر انگریز کے لیے یہی نامزدگی جو آپ کے زیر اثر ہو گیا، یا کم از کم آپ کے احباب کی فہرست میں آتے ہوں آپ کے ذریعہ سے اپنی امداد کے لئے چاہتا ہوں۔ آپ شاید کہیں کہہ دیجئے۔ فیض نامہ مجھ کو اسے یہ روزے بھی گئے پڑے۔ مگر میں کہوں گا کہ سلف سے بول ہی رہے یا سہی بھرتی آتی۔ سنہ ۱۰ ایک فیصلہ کو دوسرے فیصلہ کی پوری پوری امداد و معاونت حاصل کر لینے کا یقین ہے، اچھا ہے اور اس کے حصول کے لئے اور زیادہ طویل و مخیر فضول ہے۔ اب اپنے ادارہ کا شانت اور یہی امتیازی اجانت اور دوز کا جواب آپ کے ذریعہ سے بخیر و خیر خواہی میں۔ والسلام۔ حضرت سلطان حمید درجوش، احمد نزل میرس روڈ علی گڑھ ۳۸ جنوری ۱۹۴۷ء

اب بیٹھے کہیں نہ اپنی تازہ ترین تصنیف ختم کر لی ہے۔ یہ وہی ہے جس کا نام "سسرال" میں نے دہلی کے پتی قریہ میں نشر کیا تھا۔ اس میں ۱۲ انتہایت پھرکتے ہوئے افسانے ہیں۔ اپنی تیس سالہ ملازمت کے پورے سمرانی مشاہدات کا مرقع افسانوں کے لباس میں دکھایا ہے۔ کوشش کی ہے کہ افسانوں کے جس قدر نور نے مغرب سناٹا تک بتائے ہیں وہ سب آجائیں بلکہ ایک افسانہ محض جلیغی رہنا اس وقت تک اچھوتی قدرت ہے۔ ضمانت میں اکول کی رول دار کا پیروں کے جی پرہ اسٹریٹی فی صفحہ ہوتی ہیں، پورے ۲۵۸ صفحہ ہیں۔ مئی کے ختم پر یہ ایک سالہ کوشش شکر ہے کہ اختتام کو پہنچ گئی۔

اب فرما دیجئے کیا ارادہ ہے؟ سب سے پہلے آپ کو لکھ رہا ہوں۔ والسلام اجواب اگر دینا ہے تو جلد دیجئے۔

احقر: سلطان حیدر جوش۔ علی گڑھ، راجپوت ۱۹۴۷ء

مجھے آپ کے دولت خانہ کا پتہ یاد نہیں اس لئے پرنسپل سٹی کے پتہ سے بھیجتا ہوں۔

(۳)

بنام طاہر فاروقی صاحب اسلامیک کالج پشاور

برادر محض و محترم اسلام علیکم

گرامی نامہ اس وقت موصول ہوا جب میں نئی روز سے طبریا کے زیر اثر زمین میں بیٹھا تھا۔ افسوس ہے کہ بیشتر سے اطلاع نہ مل سکے۔ پیر پیر پورہ سنا سنا سا کہ تاہم اسی روز اس تشکیک اطلاع ایک سنی سننے والی کتابی مختصر آجڑ گئی تھی، لیکن ان کو اثر کا نام و نشان معلوم نہ تھا آپ کے گرامی نامے نے اس پہیلی کی بوجھ ظاہر کر دی۔

آپ کے افسانہ نشر کا ممنون ہوں اور سب سے زیادہ اس غلطی کا سزا آپ نے آیت کریمہ کے متعلق سمجھائی ہے۔ واقعی یہ نہایت بدنام سہو ہے۔ اگر میں بھی ماری میں مرنے کا لال ہوتا تو غالباً یہ سو نہ ہوتا۔ بہر کیف خدا سے شکاک اس سو کو معاف فرماتے۔ "نقش و نقاش" پر اس قدر تعقیدیں یہ رنگ نیل، ہمایوں اور سب، نانہ اور اسٹیل میں شائع ہوئیں کہ مجھے لطف آگیا۔ آپ نے بھی لکھ ہے کہ اپنی ہی عیب کی جوش کو سرخ اڑا اور اپنے پسندیدہ مقامات کو نکال کر دیا۔ اس کے لئے مشکور رحمت تھے تو چاہا ان کو رحمت ملے تو۔ کے سرا اور کیا کون۔

ایک شب بے سوز کا خط ماری جو اب صاحب دیا بلدی کا موصول ہوا ان کی عیب کے یہ ناول جو صرف پانچ رنگ کا اچھا خاصہ ہے۔ میں ان کو بعض جگہ فی نظر آ کر چند مقررہ کی طبیعت منھیں بھیج رہی تھا۔ سوزش کی صورت شیطنت یا انسان کا لاکر شہید نہیں لکھیں تو کئی پورے کھول دینا۔ مجھے ان حکم سے اپنی تعریف کے بجائے اس چھوڑا ہوش میں اپنی پوری کار کیا کا یقین ہو گیا۔ بارہ طرف سے سخی کے ایک دو جبرے آخر چھڑ کر پورے۔ کیوں سنا؟

بھائی مجھ فریدی کی تعریف طاہر فاروقی نہ کر سکتا وہ کون کرے۔

اچھا صاحب! جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

آپ نے DAWN میں ۲۹ مارچ کے حصہ میں پیر پورہ کی کوشش کی اطلاع پٹھلی ہوئی۔ کیا ۲۹ مئی تک آئے گا، ارادہ ہے؟

باقی افسانہ اشد ہر وقت طعانت

اختر شیرانی

(۱)

بنام فیض اللہ علی صاحب سلیسی (ماتن)

کرم فرمائے نسیم

باد فرمائی کے لئے عنون ہوں میری نظروں کا غمرہ اجمعی تاک سنائے نہیں ہوا ہے۔ شاید کبھی ہو۔ میرے منبر اس کے متعلق سوچ رہا ہے۔

آپ کے مضمون کی اشاعت کے باب میں فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بعض مصالح کی بنا پر چند سے انتظار کرنا پڑے گا۔ بعد از ترمیم آپ کی غلامی کے مطابق دست کر کے سمجھا دوں گا۔

افسوس ہے کہ میرے پاس اپنی کوئی تصویر موجود نہیں۔ در نہ شاید ذیل فرمائش میں ضرر نہ ہوتا۔

آخر میں آپ کے ان محبت آمیز خیالات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جب آپ نے میرے متعلق ظاہر فرماتے ہیں۔ اگرچہ میں ان کا کسی طرح مستحق نہیں ہوں

اپنے "غزوہ ہونے" کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں لکھنا چاہتا کہ آپ کے محبت نامے کا وہی جواب اس کا کافی اطلاق ہے۔

دایلام صلافت کیش اختر شیرانی ۳۶ - ۳۷ - ۱۹

(۲)

بنام اعجاز سکندر صاحب نازش

جان برادر دعا

میں تمہیں خط لکھنے کی فکر میں تھا کہ "ہمارا محبت نامہ پہنچا۔"

ہاں، مشکلات زندگی ہی نے شاہکار کی امارت پر مجبور کیا ہے۔ یہ ہمارا خیال صحیح ہے۔ یہ حالت کب تک ہے گی؟ اس کا جواب کیا دوں؟ سروسٹ مرث اتنا کہا جاسکتا ہے کہ دنیا پر جب تک جنگ کی لعنت مسلط رہے گی۔ کوئی

قیری کام شکل نظر آتا ہے۔

کتاب کا کاغذ ۸.۵۰ سرکاریوں کا حریز ہوا ہے۔ سو کا۔ راستہ ہر جہات تو ایک ہزار کا پیسے طبع کروں گا
یہ حال کتاب جلد شروع ہونے لگا ہے۔

رواے کی خاطر اپنی اراکین کا کوئی قطعہ ہرگز ذیت نہ کر۔ میں اتنی ہی تالی کی کہتیں تعلیم نہیں دیا چاہتا ہوں کہ
ابتدائی اعتراضات ۵۰ کا کافی ہوتے نما جنگ کی وجہ سے کاغذ گرا۔ چھ اس لئے ۲۰۰ بھلا۔ لیکن ابھی تک نہیں ہے جس جگہ
کی رفتار دیکھا جا رہی ہے، پھر کہیں سے کچھ ہو سکے گا

شاہکار۔ تہ مشابوہ میں۔ فرخواریں۔ زیرِ نظر ہیں کیا کردہ بہت تھرا دیتے تھے۔ اس لئے میں نے یہ تجویز کی۔
میں تنخواہ کی جگہ۔ دو سو روپیہ دار۔ ان کا جزا وصول کیا کروں گا۔ اپنی سالانہ دو سو روپیہ دار میں خود پیدا کر دی گا۔ ان کے جہت
وصول ہوں گے۔ وہ میں تنخواہ کے طور پر لے لیا کروں گا۔ اب قصیدہ ہے کہ اس وقت تو یہ خبر میں سے ہنس کی اور سامنے رہتی
گلاب زلزلے کے حالات، انہیں سوتے در آجواں کو میرا میرا سزا دیدہ پراں ہو سکیں۔ در مان کا جھٹ میرے پاس نہیں ہے
خدا دے کر سہ گئے تھے۔ اب دس گئے کل۔ دس پتے ہیں۔ ایک مہینہ خط ان کے ہم بھرا دیا ہوں۔ دیکھیں موجودہ حالات
کتے دوسرے خرید رہتے ہیں۔ یہ کہیں ہیں۔

ایک سالہ رہنا ہے میں۔ بے یا نہ ہیں

تہ سے تو تہ ہے کہ میرا ہم نہیں لے دیں پوری لہریاں اٹھو گے۔ گے۔ میرا اس سال کو گزرا ہاں دو سو روپیہ داروں پر ہے۔
ہماری نظمیں اور خط کو لیا کہ میرا ہی کہے لکھوں کی اصل دو بارہ بھرا۔ ایک ایک کر کے درست کرنا جائز گا اور
شائع ہوتی جائیں گی۔ جا بھرا تو اس تہ بھرا دیا۔ شاہکار پہلا پچھونکا جو میری اہانت میں شائع ہوگا اسی نام سے
لکھا رہے ام جاری تاؤں گا۔

امید ہے فروغ بخیر ہوگا۔ داروغہ

لکھا را اختر شریانی

(۱۳۱)

تمام اعجاز سکھ۔ نازش (کاغذ یاں)

عزیزین سلام دعا۔

چند روپیوں کی فوری ضرورت درپیش ہے اور شاہکار کے دی۔ پی ابھی تک نہیں جاتے جا سکے ہیں۔ انھیں
سے بھرا سکتے ہو تو بدولت تاج بھرا۔ جنھوں میں گا۔

کتاب نے متعلق عرض ہے کہ بعض اصحاب کی خواہش ہے کہ ہر نظم کے آغاز میں اسکی شان نزول یا وجہ تالیف

جاتے۔ مثلاً کہ: کبھی؟ کبھی عادت میں تھی؟ اس وقت وہ محض ایک کونسی شے تھی وہ تو تمہاری کیا بات ہے؟

”تمہارا نے پہلے سے زیادہ اپنے لب و لہجہ میں لطافت پائی یا نہیں؟ کہہ دو۔“

تمہارا اختر ۴۰ - ۸ - ۲۲

(۴)

نام: عجاز بکندر، تخلص: (کندیات)

عزیز سہیلہ دعا

تمہارے کسی خط کا نام و کمال جواب نہ دے سکا۔ کل اکثر شبہ کی طبعیت و کتابت سے فرصت ملنا شروع ہو گیا
دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم غالباً کسی غلط فہمی میں پڑے ہو گئے ہیں۔ میں نے کب کہا کہ تمہاری نظم شائع نہ ہوئی تھی؟ تو
لکھا تھا کہ جیسے جیسے درست کر اے گا۔ شائع ہوتی جائیں گی
جن کو مناسب خیال کروں گا۔ ان کے متعلق اطلاع دوں گا۔

تمہاری خاموشی کے عائدین تمہارے دوست فضل علی صاحب کی نظم ”معصوم آرزو“ میں ”اکثر بزرگ“ میں شائع ہو گئی ہے۔
دو تین شعر تیار کر دیئے ہیں۔ تمہاری کوئی نظم اس دفعہ نہیں جا سکتی تھی اس لئے فوراً تمہارا انتظار کر دو۔ اب اپنے سوانح کا جو
میکر لے امتحانات کے سوانح سے کم نہیں ہیں۔ بالترتیب جواب مندر۔

۱۵) تمہارے کل ۵۰ فریڈرہ لینی سب حساب میں بنے ہیں جن میں سے ۱۵ نے اعلیٰ درجہ ادب نہیں کیا ہے۔

۱۶) گیارہ دستور ہے۔ لیکن مالکسی ماہ ریکارڈ ہر ہے ہیں۔ گھر گھر کے یہاں آنے پر خرچ اخراجات چار

گناہ بڑھ جائیں گے

۱۷) دو ان کے سلسلے میں مذکور کرنے دے۔ (۱) میرزا فتح علی محمد زبیر مالک: زیب النساء (۲) منیل احمد بی۔ آ

میرزا عجمت علی ڈیڑھ تھے جواب: احسان میں ملازم اور سالانہ ماسٹریں کا ڈیڑھ ہے۔

۱۸) یہ بتانا کہ اپنی نظموں میں کون سے زیادہ عزیز ہے۔ بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر مجھے ایک ایک جواب دینے پر مجبور

کیا جائے۔ تو شاید میں اور میں سے آنے والے بتاؤں گا۔

۱۹) اسکی شان نزول کیا ہے؟ صرف وہ مآثرات جو ایک دس سے آئے والے سے برسوں کے بعد مل کر کسی عزیز

کے ذہنی ترتیب ہوتے ہیں۔ اور آئندہ باشریک جھلک پڑتے ہیں یہ واضح ہے کہ جہاں ہمیں گھرا ہوا۔ اس مقام کی یاد تو ہر ایک

کے گوشہ دل میں چھپی رہتی ہے۔ لیکن جس شخص کو اس مقام سے جدا ہوتے ۱۵ سال گزر چکے ہوں۔ اسکی فنی مذاہبات اور

شعوبہ احسان قابل برداشت ہو جاتی ہے۔ میرزا علی ایسا ہی حال تھا۔

۲۰) پندہ شعر اپنے قلم سے ”یہ درد و غم ایسا ہی گمانی الملک اور دو کا نظم موجود نہیں ہے۔“

(۸) مقدمہ کتاب کے متعلق پہلے لکھ چکا ہوں جب مقدمہ لکھنے کا ارادہ تھا۔ وہ سہولت نامکن ہے۔ اصل کتاب کا
ہٹ کا مذکور ہو نہیں۔ تو مقدمہ کا خرچ کہاں سے لائن

(۹) اقتساب "س" کے "ام" ہو گا۔

(۱۰) تعریف ہر حصے میں اس وقت کی ہوگی جب اس حصے کی نظمیں لکھی گئیں۔

(۱۱) غزلیات کا مجموعہ اس سلسلے کا تیسرا حصہ ہو گا۔ اگر یہ "ان" کا دوسرا حصہ ہو گا تو یہ "س" کا دوسرا حصہ ہو گا۔ اب پھر جمع کرنا پڑے گا۔ اور سیکر پاس کسی بھی رسالے کا ایک پڑچٹک نہیں۔

(۱۲) "اختر نمبر" کو میں خود غنائی سمجھتا ہوں اور خود غنائی سے مجھے ہمیشہ نفرت رہی

(۱۳) احمد نیم صفر "شاہکار" کھیلنے مخصوص ہو گا مگر بالکل بہت پریشان ہے۔ اور اس خط کے ساتھ اسے

بھی میرے کے بعد جواب دے۔ ۶ ہوں۔

(۱۴) "سلسلہ" فرد جہاں کے "نثر" پر کی شان نزلہ نظم بناتی ہے۔

(۱۵) "شعر" کیسے کہتا ہوں؟ فراموشی یا اخباری۔ ہر وقت — اپنی خاص نظمیں زیادہ تر چاندنی رات اور تنہائی

میں، کم تر دو سہ وقت میں غزلیات کا غلبہ اور احساسات کا فرد۔ بہر حال میں لازمی ہے۔

(۱۶) مجھے اس کا سچ نہیں ہے کہ اب "شاہکار" میں سیدی نظمیں شائع نہ ہوں گی۔ — اسے بھائی بقم سے

کس نے کہا کہ اب تمہاری نظمیں شائع نہ ہوں گی۔ اس کے متعلق اور پرک سلسلہ میں نغمہ آیا ہوں۔

(۱۷) منظور صاحب کو ابھی پڑچٹک نہیں بھیجا سکا۔ کیونکہ جواب طلب خط کا نال آج کھلا ہے۔ اور اس سے

آپ کے بین خط نکلے ہیں۔ جو اس وقت سامنے ہیں۔ جس وقت منظور صاحب کے نام والا خط آیا ہے۔ اس وقت میں دفتر میں

موجود نہ تھا۔ بہر حال اب مجھے یاد دل گا۔ ان سے نظم لے کر بھیجاؤ۔

لیجئے اب آپ کے تمام خط اور سوالات کا جواب فہم ہو رہا ہے۔ صحت پندرہ اشعار کے تحسین پر کا قرض میرے

زیر بانی ہے۔ اس سے پہلے جلد سبکدوش ہونے کی کوشش کر دی تھی۔ امید ہے کہ تم سرور دار مع انخیر ہو گے۔ والدہ

۱۴ — ۱۰ — ۱۱ کہتا رہا اختر

(۵)

بنام امجدی سکندہ نازش

غزلیات

تمہارے چار خط پہنچے۔ مشرندہ چوں کہ اب تک جواب نہ دے سکا۔ حالات اور سیاحت اس کی

ذمہ دار ہیں۔ سیاحت خود اختیاری نہیں اور حالات تو بالکل ہی نہ تھی اب جواب لکھتا ہوں۔

زمین کے پہلے کیسے شکر گزار ہوں۔ مگر اس کے یہ معنی نہ سمجھ سکے۔ کہ تم فانی کو۔ اختر تمہارا گورکھ سنگھ

ہر گاہ معاف کر۔ میں مفلس صبی گدخدا کا شکر ہے۔ کہیں نہیں اس لئے سب تک تمہارے گزرا دانات کی کوئی صورت نہ ہو یہ تجریزِ نعلی بے کار ہے۔

تمہاری اور میری تجریز کہ زمین نہیں تو اس کی نام آدنی ہر سال سے یا کوئی۔ اس میں تمہارے گزارہ کے لئے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اگر کوئی ہر توجہ تیار! مسٹر عبدالکریم خاں کی غزل سنا ہے نہیں۔ باوجود تم صبحا بھول گئے۔ یا میرے فائل کیساتھ ہجے۔ بے گتے۔ دربارہ مجراؤں شہار سے بقی نظر نہیں آتی۔ اور سے رسالے کی نگر پھر دیکھ کر ہے۔ گو گھر کو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر کیف اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

”اے ابرار! تمہاری خواہش کے مطابق مکمل کروں گا۔“
منظفہ صاحب کو پرچہ مجرا دیا تھا۔ مگر وہ خریدار بنے اور نہ نظم مجرائی۔ ملک فتح محمد صاحب سب انسکپٹر کا چندہ ابھی تک نہیں ملا ہے۔ اپنے محققہ جہات پھر کسی فرصت میں ملے گا۔
”یہ باتیں نسوانی نظم ہی مکمل نہیں ہن۔ ان کے مخاطب کا نام اچھ کر کیا کر گئے غریب کی رسوائی ہوگی“
”بیچاری پر دم کر۔“

تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ لارڈ باترن اور راجکمار کی تعلیم میری ہی ہیں۔ ستورہ کی نظم میری نہیں مگر اصلاح ایسی ہوتی ہے۔ کہ اس کے اصل اشعار بالکل ہی مٹ گئے۔ اور پردے پر ہم ہی ہم باتیں رہ گئے۔

تمہارے خطوں کا جواب ختم ہوتا ہے۔
اپنے مقلق سرواتے اس کے کیا کھول

سور ختم و سوزش ماہر سے ظاہر شد
چوں چراغ غار۔ نے شہر، ماہتا بے جا شوق

والد عا
تمہارا اختر شہزادی

(۶۱)

بنام ڈاکٹر شہید عبداللہ

برادر محترم زادہ محمد کرم
تسلیم مع المستحکم ہم لوگ کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ اور آج حضرت قید والد ماجد کی زبانی علم ہوا کہ آپ کی محترم رفیقہ حیات نے آپ سے دائمی مفارقت اختیار کی۔

یہ بحث لا حاصل ہے کہ اس جانناہ اطلاع نے مجھے اور دوسرے متعلقین کو جن میں حضرت والد ماجد کا خاص حصہ ہے، کس قدر اذیت قلبی سے دوچار کیا۔ علی الخصوص مجھے جسے مجبوراً ہے کہ آپ کے دل میں اپنی عزیز میں سب سے زیادہ سے سب سے شغف تھا اور کہیں کہیں فریفتی مزاج بن جاتا تھا۔ آپ حیران نہ ہوئے میں نے آپ کے روزنامے کے چند اوراق پڑھے ہیں، ان میں آپ کے شریک زندگی کے باب میں ایسا ایسے عجیب و غریب صحبت و جوں کا مطالعہ کیا ہے جو بہت کم افراد کے جذبات میں اپنی تیش، ذہنی تاہم کر ہے۔ یوں ہی ایک سے زیادہ مرتبہ (اگر مجھے غلط یاد نہیں) جو مر کے تذکرے میں 'مجھ جیسے نفسیات کے طالب علم کو آپ کے چشم برہر کے اندازہ اور نگاہ و بیان کی روش میں ایک ایسی داستان عشق و شغف کی عیاں نظر آتی ہے جو کسی روحان کی تخیل و سمعت میں ہی دیکھی جاسکتی ہے۔

ان حالات کی روشنی میں آپ بھی طرح اندازہ فرما سکتے ہیں مجھے اور والد ماجد کو اس قاصد کے اطلاع پر کس درجہ صدمہ ہوا ہو گا اور جب ہم لوگوں کے سچ و اندوہ کی یہ کیفیت ہے تو آپ کی اذیت قلبی اور صدمہ روحی کی شدت کا صحیح اندازہ کرنا دشوار نہیں۔

صبر کی تلقین اس دنیا کی بال بکرم ہے اور یہ خاک سارا مال و موم کا متب نہیں البتہ متاخر کر کہوں کہ مجھ کو گا۔ کی نسبت آپ سے زیادہ اور عال خیال انسان شہیت و مصوت اذی کی حکمتوں سے زیادہ آشنا ہیں۔ لہذا دہتے غور کیجئے اور اگر خدا سے برتر کے اطاعت آپ کے قلب مضطرب اور جان بے قرار کو صبر و سکون کی دولت سے آشنا کر سکیں تو اس کے حصول کی ضرورت محسوس کیجئے، کم از کم کو کوشش ضرور کیجئے! اور کسی کی خاطر نہیں صرف اپنے نفس اور مصوم بچوں کی خاطر آپ کو اپنے ناقابل برداشت صدمے کو ذرا مرش کو دینے کی سعی ضرور کرنی چاہیئے۔ و بواللہ التوفیق!

والد ماجد کی حساس مگر خاموش طبیعت کے مجبوراً سکوت کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہے۔۔۔ اندر ہا کہ ہم اس عربیے کو، جو انہی کی اطلاع اور تنقید انہی کے حکم سے لکھا جا رہا ہے، ان کے خلاف قائم مقام تصور فرمائے۔ نیز بساقت ہی ہمارے تمام گھمراؤں کی طرف سے دلی اور مہم کی تعزیت قبول فرمائیے۔

خدا سے دعا ہے کہ مانہم سے کے مناظر (جن کا پچھلے سال آپ کی عدم موجودگی میں نے خوب مطالعہ کیا ہے) آپ کے غم و اندوہ کو کم کرنے میں مفید حدیں۔

باسط صاحب (جو اس وقت یہاں تشریف فرما ہیں) بھی اس حادثہ کے سلسلے میں اپنی بے زبانی (اور بے زبانی آپ سمجھتے ہیں) صرف شدت اندوہ کی آئینہ زد ہوئی ہے) کا اعتراف پیش کرتے ہیں

والسلام
صداقت کثیر
انجمن شریانی

(۷)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

برادر محرم و مقرب!
 تقریباً ساڑھن گویا تھا۔ مادہ مرقوم کے مطلق انقلاب میں مضمون بھی پڑھا تھا۔ وہ مضمون ایک صاحب کو بھیجا تھا۔
 اسکی نقل مطلوب ہے۔ بعض احباب کی تجویز ہے کہ سوانح عمری بھی جاتے۔ اس لئے اس مضمون کی سخت ضرورت ہے۔ تو یہ
 کھیجئے۔

”برادر“ کے پہلے نمبر کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور بھیجیے۔ مختصری بھی بہتر ہو کہ اس مضمون کو اضافہ نہ کرے۔ ساتھ لکھکر
 بھیج دیجیے۔ غرض فوری ترجیح فرمائیے۔

اسیذہ آپ مع تسلیین خبریں سے ہوں گے۔
 میں آپ کے مضمون اور نمونے اب تک بہت متاثر ہوں۔

والسلام
 آپ کا اخگر

(۸)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

ڈیر سید صاحب! سلام شوق۔

آپ کا گرامی نام لاہور سے منتقل ہو کر یہاں پہنچا۔ میں تو جہالت ذابا بہ ہم رنگ تقریباً پانچ ماہ سے یہاں مقیم ہیں
 خلافت ترقی اور آپ کے لئے قطعی خلافت ترقی۔ یہاں کا موسم نہایت حسین اور خوشگوار ہے۔ کل ایک ہفتہ کے بعد ہزاروں کہلو
 کی دھاتوں سے بارش بند ہوئی ہے۔ اگر کی اسد جہانیاں۔ اور فطرت کی غلط بخشیاں۔ بلکہ یہاں کے باشندوں کی زبان میں
 ”بے محل بخشیاں“ کہانی حیرت کا باعث ہیں۔ یہ یقینی ہے کہ اگر اگر کی یہ دریا بار پان ملک کے کسی خطے کو بہت توجہ دیتے ہیں تو
 ”زمیندار“ میں اس خبر کا اعتراف طوفانِ لوح سے کم طوفانی نہ ہوتا، یہ کیفیت، بارش کی یہ سنائیں۔ فضل کے حق میں کتنی ہی صبر سوز
 اور تباہ کن نیوں نہ ہوں مسکے حق میں محدود و موز اور خوشگوار — مختصر یہ کہ انتہائی آرزو کے مطابق ہیں۔ رات کو بھی بخائی
 سردی پڑتی ہے۔ کمیت و کیفیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے۔ کوثر: یہ جذبات میں ہلکا ہلکا سا ظہر پیدا ہو جاتا ہے، اور تھوہ
 میں ”غیر کسی جراتِ حریفانہ کے“ ”اک ذاک حسین“ ”اتحاد آجاتا ہے۔“ — آپ کی نادرانہ اور پارس یا نہ لگا ہیں مجھے اس
 فقرے پر ہم نظر آ رہی ہیں، مگر میں کیا کروں؟ موسم کا تقاضا میرے نزدیک، امرت جذبات کا دودھ جڑت، خواہ آپ کا
 تقدس خیال، کچھ ہی فترتی دے! چارے پاس اس کے صاف کوئی جواب نہیں کہہ

در نوسے نیک نامی نازا گزردا دند

مگر تو نخی پسندی تغیر کنی قصداً نا !

نکس ہے، آپ تصدیق گناہ "در یادِ اہمیت دوسے کرمی کے ساتھ کچھ رعایت فرمائی، مگر میں انصاف کو انصاف کی بندھل پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور آپ کو بتانا ہوں کہ گناہ کا قصہ گناہ سے زیادہ مستحقِ طاقت ہوتا ہے۔ کیونکہ گناہ کو جو مدخل رکھتی تھی ہے۔ مگر قصہ گناہ کی نگار اور پھر دستِ نگار۔ اس کی معصیت کو شیلوں کا آپ اندازہ نہیں فرماتے لیجئے : غلہ

می اسم استات گناہ بنورہ نا !

"بہارستان" کا اجرا ابھی کھٹائی میں پڑا ہے۔ وجہ کے اظہار کے لئے ایک طویل فرصت درکار ہے۔ اس لئے سے طاقت پر اشارہ کرتا ہوں۔ خواجہ صاحب قبلہ کا فساد بھی دوسرے مضامین کے ساتھ میں کی درواز میں "خواب" ہے۔ قبلہ والد ماجد آج کل مسکرات کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ آپ کا "سلام" ابھی تک "سیرت ہاس" محفوظ ہے۔

طلیق رہتے یہ گواں مایہ انت بحفاظت تمام پہر بچا دی جاتے گی۔
ڈپٹی صاحب کی لمبی (یا لمبی؟) ابھی تک کھٹائی میں پڑی ہے (تلازمہ ملاحظہ ہو! آداب عرض کرنا ہوں)
اور ڈپٹی صاحب کا نگار۔ وہی مرنی کی نیک نامی اور یہ نام بھی اپنی ہڈی میں ایک معنوی تلازمہ کا گورہ رکھتی ہے، کیا سمجھے آپ؟

سیاسیات کی شراب سے آپ کیوں مجرم ہیں؟ کیا وہاں اخبارات نظر سے نہیں گزرتے؟
امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

والسلام
آپ کا انشد

(۹)

بنام امجاد سکندر نازش

غزیم ستم۔ دعا !

دو زونِ خطا پیچھے۔ نرجاہاں جلد مکمل کروں گا۔

اپنی نظموں کی کتاب پر سرعت مقدمہ نہیں لکھوں گا۔ کیونکہ وہ بہت بڑھ جاتے تھے۔ اور ادھر کا عذجان سے زیادہ مہنگا ہے۔ دوسری اشاعت میں بھی قصہ پر کے متعلق حباب کی راستے ہے کہ وہی جبری چاہیے۔ جو شاعر کی آغاز کے دنت کی جو۔ یعنی ستم کی۔ اپنے ہاتھ سے اشعار لکھ کر پھر بھجواؤں گا۔ اس وقت دفتر میں ہوں۔

غزلیات وغیرہ گھر پر ہیں۔

ماستان حیات بھی آئندہ صحبت میں ملے گا۔ ستمبر تک ایک ایک لمحے کو مصروف کر رکھا ہے۔ شاہکار کے غزل بن رہے ہیں۔ مگر دوست بڑی خرابی پکڑا ہوا ہے۔ جو روپے آتے ہیں صرف ہرجاتے ہیں۔

والدہ کو بڑا ایک سال کی قریب ملی گئی ہے۔ لیکن گھر کے لوگ گھر کی تعطیلات میں باہر گئے ہوتے ہیں۔ میں ہسٹل سے کھانا کھاتا ہوں۔ یہ خرچہ روز بروز بڑھ گیا ہے۔ فطاری کرنے والے مسیکہ میٹرو اور جاسٹس ڈیٹر جنرل احمد علی کو زمانہ کے حسبِ ذخیرہ چکر کرے گئے تھے اور چونکہ مدد مان کا ڈکولر شین میٹیر کے نام کا عقد اس لئے نازل ہوا تھا ایک حد تک بے بس تھا۔ یہ سمجھ ہے کہ مقدور بازی کا نتیجہ میرے حق میں نکلا۔ مگر مقدمہ بازی کے لئے بری حیل اجازت نہیں دیتی تھی۔ ۱۲۰ روپے پہنچ گئے تھے۔ شک ہے۔

بہاری نظیں سب نہیں۔ مگر جوں ٹھیک ہوتی جاتیں گی شائع ہوتی رہیں گی۔ فضل ملک صاحب کی ایک نظم تو میں شائقِ کردوں گا۔ گراں کو ابھی مزید مشق کی ضرورت ہے مثلاً ج

فضل ہے۔ اب بھی جذبہ الفت سے جوش ناک

دُور سے صادر ہے۔

چاہتے یہ کہ جب کوئی شاعر اچھی طرح پختہ ہو جاتے۔ تب میدانِ اشاعت میں آتے۔ اس میں مطلق ہے۔

دور نہ شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

امید ہے کہ آپ سے بخیر ہوں گے۔ والدہ

آپ کو

اختر

(۱۰)

بنام احمد زکیر دانش

عزیز میں سلام دعا

خداوندِ نکلین پہنچیں۔ ایک نظم دوستی کے بعد گستاخِ عزیز شائع ہو رہی ہے جو لائق سے پرچہ جاری کروا دیا ہے۔ اگر پرچے کو میں نے ہی مرتب کیا ہے۔ مردان پر نام بھی درج ہے۔

حالات کے لئے میری اجازت کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن جو مکہ مکان بہت ذلیل ہے۔ اس لئے درجہ حالات میں لکھا ہوا میری روحی اذیت اور ذہنی شرمندگی کا باعث بن گیا۔ زرا حالات ٹھیک ہو جائیں۔ تو بلاؤں گا۔

مطلوبہ نظم کی نقل ارسال ہے۔ اس پر بھی کچھ اضافہ کر دوں گا۔ آج تو بہت خطوط لکھے ہیں۔ خطوط کا جواب دینے

میں بہت سست رہا ہوں گویا بفرودت اور احتیاط نے صحت بنا دیا ہے۔
 اس وقت صبح کے ابلجے ہیں۔ مطلع ابرا کو ہی نہیں طوفانی سماں پیش کر رہا ہے۔ گھنگھریٹ گھٹاؤں کا جہم اور جہاؤں
 کا زہر ہے۔ ہارنٹ تندی اور تیزی سے ہورہی ہے۔
 ساقی ببار بارہ کر بقلہ ہاتے کوہ
 ابر بہار انچ پر زادی روداد
 لو میں صحت خاکہ رہا ہوں۔ تسکین نہ چیر رہے کہ کہیں خط لکھا بھی برسات منانے سے کم نہیں۔
 امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔ واندھا

تھاپا
 اختر

(۱۱)

بنام اچھا زکندر نازش

مزید گامی تردد، دعا۔
 خط پہنچا تھا۔ کمر پر ایک پھنسی نکل آئی تھی برسات کے صوبے بڑھ گئی۔ اور بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اب
 بھی پوری طرح مند مل نہیں ہوتی۔ بہر حال اس کی وجہ سے خط نہ لکھ سکا۔
 مہتاری خواہش کے مطابق سلی از جہاں کے در پر — نظم کر مل کر دل گد سر دست معر و نصبت
 بہت ہے۔

مہتاری کون سی نظم اس نبر میں جاتے گی۔ آج فیصلہ کر کے کاتب کے حوالے کر دوں گا۔ مہتارے دوست
 کی نظم پھر بھی۔ کم و بیش بان سو نظمیں اور غزلیں ذخیرے میں جمع ہیں۔ ان سے بھی دفتر رنڈ بننا ہے۔
 شیراز مرحوم کا پورا نام آغا میرزا شجاع خان رومی ایرانی تھا۔ یہ میرزا بیضا خان کے چھوٹے بھائی اور میر
 نہایت عزیز دوست تھے۔ عین شباب میں خودکشی کر لی تھی۔ انہیں ان کی "بند مقدری" پر کیوں رشک ہو؟ مہتار۔
 متعلق ایک نہیں دو شعر لکھوں گا — اب تو خوش ہونا؟

تم نے یہ بالی ٹیک سمجھا کہ میری یہ دونوں غزلیں میری پریشانی و ذہن دہلاؤں کا نتیجہ ہیں۔ یہ وہ ہی نہیں
 اس زمانے کی تمام نظمیں صحت پر ہیں علم میرس کا آئینہ ہیں۔ از کا سہماں تا وہ کوہ راد دست

میرا ہر شعر ہے انگریزی زندہ تصویر
 دیکھنے والے۔ لے ہر نظمیں دیکھا ہے مجھے

نیر دشت کسے نیاز فتح پوری نے ہی لکھا ہے۔ اسی جواب نہیں دیا۔ مجرد کلام کی کتابت کل سے شروع ہو چکا
اسیچہ تم سے الجھ رہے

نہار
اختر

(۱۲)

بنام امھار سکند، نازش

عزیز من سنہ ۱۴۰۰ھ

تیس روپے کا روپہ اپنی آرڈر ملا۔ مصمم غائب شکر گزروں ج
ایں کارا، تیارید درواں چینی کنند

ایک سو ہزار روپے کا نقد خرید لیا ہے۔ یہ کاغذ ۸ سو گناؤں کے لئے کافی ہو گا۔ کچھ اور روپے کا منتظر ہوں
خیال یہ ہے کہ کم از کم بدوہ سو کا پانچ ملے ہوں تو آہستہ آہستہ فروخت ہوتی رہی گی۔ دروازہ ٹیشن شائع کرنے میں کتابت کا
فرچ بڑھ جاتے گا۔ نامیش نے ۲۵ روپے کو کہا تھا کہ حضرت ایک چھتے سے غائب ہیں۔ بہ حال اگر یہ روپہ اور دو سو روپہ
دلا تو ایک ہزار کا پانچ ہی شائع کر دی جاتیں گی۔

مسلے کے اجراء کے متعلق آپ جو صلاحات خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ یہ آپ کے غلوں و محبت کا مزید ثبوت ہے۔
ملا آپ کے نزدیک کس طرح تبدیلی کا تھے۔ میزبان قوافل پریشانی اور بیوی بچوں کے فکر نے قتل کر رکھا ہے۔ ۸ روپے
کو ایہ کا ایک مختصر سامان مل لے لیا ہے۔ دو ماہ بعد والدہ ریاضہ ہر جاتیں گئے اور بچی کو مانتہ رکھنا پڑے گا۔ اس لئے
ان دو ماہ کے اندر معاش کی صورت نکلی چاہیے۔ اس لئے دیر انداز بنا رکھا ہے۔ اسی لکھنے کے کچھ ہمارے کچھ روپے کڑوری
اور ہاتھ میں دشت ہے۔ اسی نے یہ خط لکھا نہیں لکھا کیا ہے۔ آپ نے دہن میں رسالے کے بارے میں جو اسکیم جو اس کے
متعلق طلعات دیتے۔

کتاب کا نام خواب آئے گاں یا صبح بہار ہو گا۔ آخری فیصلہ مردق کی کتابت کے وقت کا
چلے گا۔

خط بہرہ مند رہے بلا سہتے پر لکھیے۔ نئے مکان کے جھرانے سے ابھی ابھی طرح واقف نہیں ہوں۔
امید ہے آپ مع انجیر ہوں گے۔ والسلام

آپ کا

۱۸ غلیگ روڈ لاہور اختر

(۱۳)

بنام امیر محمد رضا

عزیز من، تسکین دعا۔

روپے پہنچے، ممنون ہیں۔ کتاب منقریب کتاب کے حوالے کی جا رہی ہے کچھ اور روپے کا انتظام ہے جس کے لئے ۳۰ مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ ۲۹ کو میز بنائیے پر پروگرام ہے وہاں سے بھی ۳۰ روپے ملیں گے۔ اگر اس تاریخ تک تم کچھ اور بھیج سکو تو ضرور بجا دو۔

مجھے شرمندگی بھی ہے اور افسوس بھی کہ تمہاری نکلیں اب تک اصلاح کی منتظر ہیں میں پڑی ہیں۔ زیادہ خیال نہ کرنا۔ اپنے وقت پر اصلاح کے بعد شائع ہوتی رہیں گی کیونکہ کتاب کی اشاعت کے بعد نیا سالہ نکل آئے گا۔ کتاب کی اشاعت کا زیادہ فکر یوں ہے کہ یہ میرے مستقبل کی بنیاد ثابت ہوگی۔ اس کے بعد کتاب پر کتاب نکلتی چلی جلتے گی۔ اور سلسلے سے امداد ملے گی اور میں اپنا گزارہ کر سکوں گا۔ تالیف حلیہ سے شاید تمہیں معلوم ہو کہ میں ان دنوں نہ صرف بلکہ کارکن بے گھر بھی ہوں۔ بڑی ہی دردناک زندگی ہے۔ میں کہیں ہوں اور ہری پچے کہیں۔ طعن الطیاب علیہ السلام اور بچوں کا فکر علیہ۔ غرض عجیب زندگی ہے۔ ۱۸ فلیکس روڈ میں اب نہیں۔ ہٹا۔ لیکن یہ پتر اس لئے لکھا ہے کہ ڈاک بھجے ل جاتی ہے تم اسی پتر پر خط و کتابت کرو۔

تمہاری محبت کے شکر بے کے طور پر میں اپنی آخری تصویر کی آخری کاپی تمہیں بھجوا رہا ہوں۔ اس خط کو چاک کر دینا۔ والدہ ما۔

تمہارا

اختر

(۱۴)

بنام امیر محمد رضا

عزیز من، تسکین دعا۔

خط پہنچا۔ تمہارا جذبہ محبت و اخلاص بجا سہی، مگر میں نہیں چاہتا کہ "فقیر" کے لئے دنیا "تنگ" ہو جائے اس لئے تمہاری قربانی کو دلی شکریہ کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ ج

میر محمد علی علیہ السلام

مگر یہ کوم صفت اسی حد تک کافی ہے جس حد تک مرزا غائب کے شاگرد اپنے استاد کے لئے روا رکھتے تھے۔

یعنی اکثر امداد و اعانت!

میں تہیں ایک "فقیر" دیکھنے کی بجائے غالب کے شاگردوں شاہ رزا ہر گز بال تفتہ اہل باب مکتبہ کی حیثیت میں دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ اور میں۔

والدہ ریاضت کا نام تم سے زیادہ عزیز نہیں۔ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ زانی بھی۔

۱۵۔ شعر بجا رہا ہوں۔ حالات انشاء اللہ کل بچوں کا۔

دو تین تفتیں کرنے پر معلوم ہوا کہ فتح محمد صاحب کا چندہ وصول ہو چکا ہے۔ چودھری عسکرتی صاحب کا پتہ دور ملک

ضلع ایک ہے۔ قرآن کا چندہ بھی وصول ہو چکا ہے۔

امید ہے تم مع انخیر ہو گے۔ والدہ عا۔

نہا

اختہ

(۱۵)

بنام امجد علی سکندر مازش

غریب دعا۔
خط لکھا گیا تھا کہ پریشانیوں کی وجہ سے جواب جلد نہ دے سکا۔ گھر کے افراد کچھ سندھ میں ہیں۔ کچھ جودھپور میں اور والدہ اور بڑا بچہ ٹونک میں۔

یہیں تنیم کا ارادہ ہے۔ مکان کی تلاش میں ہوں۔ چچا ٹھکانے کا بھی ارادہ ہے۔ غرض آئندہ صورت حال سے مطلع کرتا رہوں گا۔ والد کا کچھ روپیہ بنگ میں ہے۔ اس کی وصولی کی کوشش کروں گا۔ حالات تک معاملہ جلتے گا وکیل کر لیا ہے۔ گھر

"منزل ولی دو راستہ"

جو کچھ بچا ناچاہتا ہے بیٹے کے پتے سے بجا دو۔ والدہ

نہا

بیرتنزلی بیرون مستی درازہ۔ لاہور

(۱۶)

بنام ڈاکٹر وحید قریشی

یادرم: تسلیم
آپ کو غالباً یہ معلوم کہ کس کسرت ہوگی کہ عاتقہ تاجور مدظلہ کے حلقہ ارادت و تلمذ کا ایک بچہ میں بھی

ہوں۔ بد قسمتی سے اب تک خط و کتابت کے ذریعے آپ سے نیاز حاصل نہ ہو سکا۔ تاہم خاتباۓ طہ پر میں آپ کو اپنے جذبات و خلوص سے مسمیٰ قدر تریب دیکھتا ہوں۔ جس قدر وہ بھائیوں کو ہر ما چاہتے۔ چنانچہ میں نے اسی حیثیت اور تڑپت کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسالہ "بہارستان" کے پہلے نمبر میں آپ کا ذکر بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "بہارستان" کے "مناظرہ زندگی"۔

مولا نے میں نے آپ کے باب میں کافی گفتگو کی ہے۔ اور یہ طے پایا ہے۔ آپ اپنا کلام مجھے ارسال فرمائیں۔ پھر میں مولا نا کو لکھ کر اپنے رسالہ "بہارستان" میں غایاں طہ پر شائع کو تار ہوں گا۔ "بہارستان" کا پہلا پرچہ ارسال ہونا ہے۔ یہ ابھی ابتدائی حالت میں ہے۔ مہربانی فرما کر جس قدر بھی بر سکے توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیے۔ اور اگر تکلیف نہ ہو تو خود بھی خریدار بنے۔ اس لئے کہ اس پرچہ پر جتنا حق میرا ہے۔ اسی قدر آپ کا بھی ہے۔

پرچہ کی رسید اور خطا کے حجاب سے جلد ممتاز فرمائے۔

والسلام
آپ کا — اختر شیرانی
ایڈیٹر رسالہ "بہارستان" ننگ لاہور

(۱۷)

بنام ڈاکٹر وحید قریشی

باد و محترم۔ سلام شوق۔

آپ کے پیامہاں مجھے محبت پہنچتے رہے۔ مگر مصروفیات اور کچھ کاہلی نے اثرات کے باعث جواب نہ دے سکا۔ معاف کیجئے۔

آپ کی پراخت ظمروں کا میں شکریہ ادا نہیں کر دوں گا۔ کیونکہ یہ آپ کی برادرانہ محبت اور دوستی و لطف و کرم کا فرض تھا۔ تاہم جاب نہ ہو گا۔ اگر میں اپنے صمیمی جذبات مستر کا اظہار کر دوں اور اپنے طور پر آپ کے خلوص کی نیا صناد مراعات پر فخر!!

"بہارستان" کے قطع نعت پر آپ نے جو نظم ارسال فرمائی تھی۔ وہ کاغذات میں نہیں کھو گئی ہے۔ ان کا و کرم ایک نقل اور بھیجیتے۔ اور جلد بھیجیتے۔ میرا خیال ہے کہ "گفردش" کی اشاعت سے پہلے اسے "قوس نزوح" یا کیفیت میں شائع کرادوں۔ اور کچھ نہیں لڑا اپنی نغزاد خود غائی کا اشتہار ہی سہی!

گفردش کے بارے میں اس کے سوا کیا کھوں؟ ح (.....؟) اما خبر جو رہی ہم شائع ہوئی۔ مالی قیاس جو عام طور پر ہندوستان کے "کلاش" اہل قلم پر مہربان ہوتی ہیں۔ مسیہ ساتھ بھی تھیں اور میں یا مریجہ دی پر

مبارک کرنا پڑتا ہے کہ ایک سرمایہ دار کو نصف نصف تشریف بنا دیا ہے۔ خیر! اب آپ یہ فرمائیے کہ وسیع اشاعت کے لئے آپ نے کیا سہاہا؟ میں آپ سے کیا کچھ امید رکھ سکتا ہوں؟ آپ کی مہربانیوں سے اس قسم کا اسدِ قسار آپ کی مہربانیوں سے بدگمان کا مدار ہے۔ مگر میرے لئے یہ جانا بہت ضروری ہے ————— یہ سمجھ لیجئے! پرچہ میرا نہیں آپ کا ہے اور آپ کو اس کے لئے رجی کرنا چاہیئے۔ جواب کو اپنے پرچے کیلئے چاہئے تھا!

امید ہے نزاع ختم ہو جائے گی۔ والسلام

آپ کا

اختر

(۱۸۱)

بنام ڈاکٹر رحیم تریشی

یارم، تسلیم
خدا پہنچا، نغیش ملیں۔ آپ کی پہلی نظم جو بہارستان کے بندہ ہمارے پرانے لکھی تھی۔ میں نے قوس قزح کو دے دی تھی، مگر اتفاق سے وہ بھیجی سے بند ہے۔ اسی طرح دوسری نظم "ظفر و شہ" بھی میرے پاس نہیں ہے۔
پرچہ کا نام بہارستان رکھنے کا ارادہ ہے۔ احباب اس نام کو زیادہ پسند کرتے ہیں تو وسیع اشاعت میں اچھی سے خوشی سمجھتے تو کام چلے گا۔ میں فی الحال ایک جہٹ میں ان حضرات کے نام اور پتے لکھ رہا ہوں۔ جن کے نام شروع سے پرچہ دی جاتی جاتے گا۔ تقریباً آٹھ سو نام درج کر چکا ہوں۔ احباب ۲۵-۲۵ اور کم از کم ۱۰-۱۰ اپنے نام لکھ سکتے ہیں۔ آپ بھی تحریر فرمائیے کہ آپ کے نام لکھنے کے غریب رصعد اور فزادہ ایسے احباب کو جن پر آپ کا خاص اثر ہو۔ لکھ کر آدھ لکھیے۔

امید ہے آپ سے انگریزوں کے۔ والسلام

آپ کا

اختر

(۱۹۱)

بنام مولانا تاجہ رحیم غیب آبادی۔

قبلہ محترم۔ اطلب فرزندنا۔

گواہی نامہ ہذا تاجہ رحیم غیب آبادی سے زیادہ مسرت میں بھی حاصل ہوتی کو خط آپ کے مخصوص طرز میں تھا۔ اجازت۔ مرتبہ شائع کو دیا جاتے۔

• تاجزہ نمبر کیلئے اس نمبر میں اعلان کرنا ہوں۔ ضروری ہدایات جلد پکڑائیے۔
 بیدار صاحب بیٹھے ہیں۔ وہ نمبر کیلئے انتظام لکھیں گے۔ احسان کو کئی بلاؤں گا۔ نمبر میں یہ نہیں سمجھا کہ
 اس سے کس نمبر کا مشورہ لیا جانا چاہیے۔
 اکیلے پیرچ اس مرتبہ پڑنا ہے۔ میں نے تو جہاں نمبر کیلئے جی فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر ذرا آئی سستی اور پریس کی
 چینی نے معاملہ خراب کر دیا یعنی پریس کو اطلاع پہنچنے سے پہلے ہی وہ طبع کر چکے تھے۔
 اب آپ کا نام میں شائع ہوا۔ شمس العلماء علامہ تاجزہ مجیب آبادی نیچے اندیشہ ہے کہ شائع شدہ نمبر کی
 طرہ لوگوں کے زیادہ توجہ نہ کی ہو گی۔ مگر کچھ دور سے اردن دیکھ کر پیدلے رنگ کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔
 آپ کی (۱) غزل (۲) سبذرات (۳) مبارکباد کے خطوط اور (۴) ہدایات کا سمٹی سے انتظار ہے۔
 دو کتابیں جو خطوط کے لئے وقف ہیں یہ فیصلہ کنیز کہ وہ شروع میں حایت کی یا آخر میں پریس میں کوئی کتاب نہیں
 بھیجی جاسکتی۔

امید ہے آپ مع الغنیدہ پڑا گئے۔ استانی صاحبہ کی خدمت میں آداب۔ بھائیوں کو دعاؤں پر پیار۔

زیادہ حد آداب : نیاز مند

اختر شد

ڈاکٹر تاشیر

(۱۱)

نام تہر صاحب

برادر محترم تہر صاحب!

السلام علیکم! محض ایک مختصر سی بات کہتی ہے۔ ایک استفسار ہے آپ کے پاس ٹیپو سلطان کے متعلق بہت سامان ہے۔ یہاں انڈیا آسویں سلطان شہید کی ایک خود نوشت سوانح مری ہے۔ اگر آپ کے پاس اس کی نقل نہ ہو تو میں یہاں سے نقل کروں۔ یہاں بہت سے لوگ اس کا چرچا کر رہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کوئی نا اہل سلطان شہید پر لکھ کر اہم مواد کو ضائع نہ کر دے۔ آپ کا کیا ارادہ ہے! شمار لکھ ڈالنے میں ترجمہ کر ڈالوں گا۔ ثواب کا کام ہے۔

یہاں کے مسلمان طلبہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے ہیں کہ آپ ٹیپو سلطان پر کام کر رہے ہیں۔ جن لوگوں سے آپ لندن میں ملتے تھے سب کلہر پڑھتے ہیں لیکن کل ایک صاحب کہہ رہے تھے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ "انقلاب" میں کچھ دنوں سے مشرک گاندھی کی بجائے گاندھی جی چھپ رہے ہیں۔ کیا یہ پوسٹنی تبدیلی ہے یا نہیں؟ میں نے اس وقت تڑپ نہیں تال، بالکل چاہتا ہوں کہ آپ سے پوچھ کر مستند جواب دوں۔ یہاں آپ کی برسرِ ایک خاص عقیدت اور محنت سے پڑھی جاتی ہے اور یہ سوال اس کا زندہ ثبوت ہے۔ امید ہے کہ قریب زریں فرصت میں نیکوئے گا اور اس طرح مجھے نصیحت ملاقات کا حظ حاصل ہو جائے گا۔

بھائی مجھے قریب ملک بہت پسند نہیں آیا۔ لندن تو دشت ہوتی ہے۔ ان کیمبرج علی کاموں کے لئے خوب ہے، مگر یہ فضا ہمارے ان بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہمارے ان سے ہی یہاں آئی ہے۔ میں آج کل ANGLO SAXON ROMANCES 13-14 CENTURY پر کام کر رہا ہوں۔ اسلامی ادب کا کس قدر اثر ہے! اور غضب یہ ہے کہ پڑنے نقاد اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر مجھے "محقق بالکل منکر ہیں۔ اور مانتے ہیں تو دے لفظوں میں! انشاء اللہ اس سلسلے میں کچھ مفید کام کر سکیں گا۔ انشاء اللہ۔ دعا کیجئے بھائی تم مستجاب ہو۔ بھائی کی طرح ہو مگر مجھے ادب ہو۔ جو کا تم نے کیا ہے تم کبھی قدر کرے گی۔ ابھی قریب تر ہونے کی وجہ سے صبح اندازہ مشکل ہے۔ خدا استقلال بخشنے!

افسوس کہیں جوتے ہوئے غالب "کا وہ رسالہ نہ دے سکا۔ حکیم یوسف حسن کے پاس بڑا ہے اسی سے
لے لیجئے اور میرے آنے تک امانت رکھیئے۔ اگر مسند و رکاو ہو تو میرے خط کو استعمال کیجئے
اور کہئے کیا حال ہیں۔ یہاں تین دن سے برف پڑ رہی ہے۔ ادھر ہمارے حکام قوم کے مزدور HUNGER
MARCH کر کے پارلیمنٹ کے دروازے پر کھڑے داخلے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ اور مزدور دزدیراظم ان سے
ملاقات کرنے سے بھی انکاری ہے!۔ کل پارلیمنٹ میں خوب پرخیمس ہوئیں۔ ایک ممبر تو یہ کہہ کر چلا گیا:

TO HELL WITH THIS HOUSE IT IS ALL A FARCE.

آپ کی دلچسپی کے لئے TIMES سے CUTTING بھیجتا ہوں۔ رائٹر کے تازین تفصیل نہ ہو گی۔ اس
معاہدے میں سپیکر SPEAKER تافوڈا سوا تھا لیکن رات ہی تھا کہ بغیر کسی تاوان کے پولیس اتیار سے کام لے
رہی تھی!

سائیکل سائیکل کو محبت بھلا سلام۔ والسلام

مخلص تائیر

۲ مارچ ۱۹۵۱ء

(۲)

بنام مہر صاحب

PEMBROKE COLL CAMB.

برادر محترم!

اسلام علیکم۔ آپ کے مکتوب گرامی کے پہنچنے سے چند دن پہلے میں لندن بٹش میڈیم میں کچھ شکوہ سنار
معلومات دیکھنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ انڈیا آفس میں سلطان شہید کے متعلقہ کائنات کے متعلق تصدیق کے لئے ہی
گیا۔ (مجھے جہانگیر ناٹ صاحب نے اور مرٹھ تصدیق حسین خالد صاحب کے ایک دوست نے بتایا تھا کہ خالد صاحب
کے پاس "سوانح" کی نقل ہے) اور وہاں وہی بات نکلی جس کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا ہے۔ ان حضرات سے ہم
شفید ہی پر اکتفا کیا!۔ میں جن میں لندن چر جاؤں گا۔ اگر آپ نقل شدہ معلومات کی تفصیل مانویں تو باقی کے
جو کچھ ہو سکے گا کروں گا۔ فرامین و غیرہ کے متعلق!۔ آپ اطمینان رکھیں میں اسے اپنے کام سے کم ہم سے بھیج
گا۔ اگر آپ کی یہ تمام تحقیقات تحریریں آجائے تو یہ ایک شاندار کارنامہ ہوگا۔ لندن یونیورسٹی پروفیسر
سے اپنے طلبہ کو سلطان پر کام کرنے کے لئے کہہ رہا ہے مگر کوئی بروئے کار نہیں آتا۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی
کام کو بجا نہ دے۔ پھر انگریزی یونیورسٹی کی نفسا میں سلطان شہید کے متعلق لکھا بھی کیا جا سکتا ہے!۔
ایک دوست ابن عربی کے فلسفہ کے متعلق کام کر رہے ہیں ان کا اگر ان پروفیسر نکلسن ان پروفیسر بھی ہے تو یہاں
مسلمانوں کے احسانات کا ذکر آتا ہے طرہ دے جاتا ہے اور بے تعلق بنا کر نکلا دینا چاہتا ہے!

محمد اللہ کہ میرا اگر ان سر اتر "۵" ایسے تمہاری بات سے نا آگاہ ہے۔ مستشرق جو: ہوا میر

ملہ "میں تیز" ولایت سے ماہیں کو غالب کا یہ رسالہ مجھے مرحمت فرمایا۔ (مہر)

لے ڈاکٹر جہانگیر ناٹ ڈاکٹر تعلیمات۔

میں کئی مقامات ایسے ہیں جہاں مغرب کی نا افسان اور مشرق کی مغفرت کی بحث ہے۔ یہ سب کچھ طیب خاطر قلم کرتا جاتا ہے۔ ابھی تک تو یہی حال ہے۔ آگے جو مذکی مرضی:۔۔۔

میں لندن میں رہی وہ فوجیا ہوں۔ مگر وہ پہلے تاثرات کہ کم اب بھی موجود ہیں۔ شاید پہلا سابقہ فیصلہ معمولی طور پر اثر انداز نہ ہوئے۔ میں اٹلی میں سرگزر لینڈ اور فرائض میں چند دن ٹھہرتا ہوا سیدھا لندن پہنچا تو انگریزی زبان سن کر کچھ اپنا تئس ہی محسوس ہوئی مگر پیسے تجارت کچھ زیادہ خوشگوار تھے۔ جن احباب کو وینس سے تار دیا تھا وہ ان دنوں اٹلی میں تھے۔ چنانچہ میں سکیتش سے ایک لاکھ آن کے گھر پہنچا تو وہ غائب تھے۔ اب اس محشر آباد شہر میں میں تنہا پھیر رہا تھا۔ اور PICCADILLY کے اتار کے ہنگام میں لاہور کی گلیاں یاد آ رہی تھیں۔ لاہور سے میری آمد میری سے وینس اور بیرکس اور لندن تک تو بھاگ بھاگ چلا آیا تھا۔ اب اسی پہلی منزل پر پہنچا اس سفر کی طبیعت اور وطن کی بھائی کا ادنیٰ مرتبہ اور اس جزاء۔ عجب انسانوں میں پڑھی ہوئی گزرا گا ہوں میں پر نہیں ٹوٹتے گھر نئے وزیر بننے کے خیر ہے مگر یہ کہ ذہن و آثار راستہ سمجھ گیا۔ آخر بعد مشکل دو بجے بستر میں گھسا تو رخ بستہ پایا۔ صبح سویرے کیمبرج (آرمی) کے رواج ہوا تو سکیتش پر ایک دوا جواب مرکب تھے۔ اور اب آگ کے پاس بیٹھا ہوا خط لکھ رہا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ رات جوتے جوتے ہوئے گی! — لیکن میں نے کیا دوا بیت انسان شروع کر دیا ہے۔ بھائی! حقیقت یہ ہے کہ اب تک میرا دل چاہا نکال نہیں اس لئے جب کسی عزیز وصیت کو کچھ لکھنے چاہتا ہوں تو جی بھڑکتا ہے۔ اور قلم بے قابو ہو جاتا ہے۔ نما جانے کیا دوا ہی کتابی کچھ ڈالتا ہوں۔ ہاں، لندن میں ایک ناایاب چیز دستیاب ہوئی۔ سلطان سلیم اول ترک ضمیمہ المسلیح کا فارسی دیوان بہت زبرد دار کلام ہے اور قدغن سے پاک ہے۔ سلطان سلیم ہی کا کلام معلوم ہوتا ہے۔ رباعی

من شایخ درخت سایه پرد و نیم
من بخت جوییت بده دزد نیم
گر بر سر دشمنان بنزد و بازو
من بخت نه نیم ایچورم و مرد نیم
کشد و بر گرفتیم به بخت سال
گر چه دشوار نماید ترا آسانی ما
دو حسن گر چه یار داند تیر و شیش
در ملک شوق نیز باشد نظیر ما

سلطان محمد فاتح کے خط یا بھی دیکھے۔ بانیؒ کے نام اور جان کا جواب۔ فتح قسطنطنیہ مسلمان سلاطین

گوہنک باوا ادا ان کا جواب :-

فریضی ایک سمندر ہے بے گلوں - کاش مجھے اور کام نہ ہوتا! — میں یہاں دو سال کے لئے قید ہوں - آگے جو مذاکی مرضی! آپ کے پر معنی استغاثہ نے مجھے مضطرب سا کر دیا ہے - فریضی کیا ارشاد ہے! اہم ہے کہ آپ بے یاز فرماتے رہیں گے - میں آپ کی معذرتیں سے بڑی اسکاہ ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ کے لئے

مے تاثیر و رحم کے بیشتر ملکات یہ اس نمانے کے ہیں جب وہ یہ سلسلہ تعلیم انگلستان گئے ہوئے تھے۔ ان کی حیثیت یقیناً تبرکات کی ہے۔ البتہ بعض نے اور ذاتی مطالب کی جگہ غفلت نکا دیے گئے ہیں۔ (امیر)

فانی خط و کتابت کس قدر مشکل ہے اہم میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ وقت جو قوم کے کام آتا ہے مجھ پر ضائع کیا جائے۔ لیکن اگر آپ یہ بات جان میں کہ مجھ و مدافعتہ کو آپ ایسے محترم بھائی کا محبت بھرا خط کس قدر مدد دہانی راحت پہنچا سکتا ہے تو آپ یقیناً سمجھنے میں وہ بار بار کو کرنا بہت زیادہ ناگزیر سمجھیں گے! — ٹھہری کا یہ شعر میرے لئے شاعرانہ مبالغہ سے بکسر خالی اور عقلی صداقت کا حامل ہے۔

من دافم دول دانداین نامرچا ویرم صد بار نہ بے تابی واکردم در جمیدم
 آج کل ایسٹری کی چھٹیاں ہیں۔ ۱۸ اپریل کو کالج کھل جائے گا۔ اور ۹ جون تک عام کاروبار جاری رہے گا۔
 پھر چار مہینے کی تعطیلات۔ میں ہوں گا اور فروش میمنڈیم۔ اور لندن کا شوہر دھننا۔ میں ان ایام میں کیمبرج ہی رہتا لیکن ہماری لائبریری ایک نئی حالت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ اس لئے جو آئیں وہ منتقل ہونا پڑے گا۔ اس لئے فرینک کی کتاب بھی ہو گئی۔ گاڈھی کے متعلق آپ کی تصریحات نہایت مسکت تھیں۔ ہمارے مشکل صاحب جو پنجاب ہی کے ہیں اور واپس آکر امداد اور انگریزی کے روزنامے جاری کرنے کے خروال ہیں اب اب کشائی نہ فرما سکیں گے کیونکہ میں کچھ دیر سے اخبارات سے دور ہوں اور وہ باقاعدہ مطالعہ فرماتے ہیں۔ لہذا آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا ہے۔ مدد شاید میں خود ہی کافی ہوں۔ احباب کی طرف سے سلام نیاز۔ لندن میں ایک عزیز قابل اور قرضی اقتصادیات کو رہے ہیں۔ بڑے فلمس فوجان اور ہونہار ہیں۔ پچھلے سال پرنسٹن نے انہیں اپنے وظیفہ پر آسٹریلیا اور افریقہ بھیجا تھا۔ اب آسٹریلیا اور سکاٹ لینڈ گئے تھے اور امریکہ اور کینیڈا کے لئے وظیفہ حاصل کیا ہے۔ انہوں نے اپنی تحقیقات کا ایک مختصر باب بعنوان "FARMER & HIS DEBT" پریس میں بھیجا ہے۔ اس میں ہندوستان کے متعلق بھی لکھا ہے۔ اشاعت پر آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔ مفید معلومات پہنچا دی ہے۔ اور کل جب حکومت نیا قانون بنا رہی ہے یہ کتاب بہت کد آئے ہوگی۔ قریبی صاحب آپ کے ادب بادل دم سالک کے نیاز مند ہیں۔ انہوں نے سلام کہا ہے۔ مجھے دعاؤں میں شریک رکھیے۔ والسلام
 ۱۸ اپریل۔ ۱۹۳۵ء
 مخلص تاثیر

(۳)

بنام سالک صاحب

PENBROKE COLLEGE.

برادرم سالک!

السلام علیکم۔ بخاری صاحب کے خط اور بر خور و محمود لفظی کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ معاملہ صاف کر دیا ہے۔ فرازش۔ مجھے ذاتی غلطی سے غصہ ہوئی تھی۔ ایک وجہ سے معلوم ہوتا تھا۔ بغیر تمہیں آگینوں کا پھوٹ ہوتا متیر کرتا ہے۔ ادشک کا علاج تو نعمان کے پاس بھی نہیں۔ یہاں ایک صاحب ہیں وہ بھی اسی بیماری کے مریض ہیں۔ بڑے خلیق۔ بڑے دعوت باز۔ بڑے میٹھے۔ مگر شکی۔ وہ جو میں نے تیر قبیلہ سے پوچھا تھا کہ گاڈھی جی کو مشورہ کیا لکھا جاتا یا کیا۔ انہیں کا استفسار تھا۔ طالباً۔ انصاف میں پاکستان نہیں کی گئی۔ لہذا شک! — غرض دلچسپی کا سامان ہو جاتا ہے مگر میں کام کے بیچے

مئی کی بات ہے۔ اس آگ کا دھواں بھی نہیں اب داغ میں۔ اب یہ معنا ہے کہ لاٹری بند ہو رہی ہے
 اور میسرے برٹش میگزین میں دم نہشت ہونا پڑے گا۔ شروع ویرسب دفعہ ہو گئے ہیں۔ البتہ کچھ زبان میں مرضی کیلہ
 بابل جام پھر ساقی نے واپس لے لیا مجھ سے نہ ہانے کیا کہا میں نے نہ جانے کیا ہوا مجھ سے
 مری توبہ۔ مجھے باور۔ وہ کافر ہے وہ کافر ہے خفا تو بھی ہوا جاتا ہے اسے ہونے والا مجھ سے
 چھاپا پڑتا ہوں اب تک تیری آنکھوں سے گرگ تک یہ کہہ ڈالیں گی کہ میں میرے دل کا دھواں مجھ سے
 مجھے مسلم ہے تاثیر سب کچھ جانتا ہوں میں اسے اب بلی بھی جا کہیں ہی رہا ہے پورا مجھ سے
 نگاہیں اچھائی کر رہی ہیں لب اندتے ہیں تو پھر اب منہ سے بھی کہیں وہ سب کچھ بولتا ہے

اسی طرح کچھ اور بھی ہیں۔ تغلیب سے غالی۔ ذاتی عہد پر مجھے آپ سے اتفاق کی ہے کہ خیا
 کی گہرائی شادی کے متانی نہیں۔ لیکن آپ کے اشعار پڑھ کر ایک ایسا وجدانی کیفیت طاری ہوا کہ غلط بات کی
 سب بھول گئی۔ میرے خدا کو کیا ہوا..... اللہ اللہ اللہ میرا خدا کہاں گیا میرے خدا کو کیا ہوا۔ صبر
 شعریہ۔ ساری قول ہی مرصع ہے۔ افسوس کہ آپ نے شاعری سے کنارہ کر کے اپنے آپ پر بھی ظلم کیا
 اور وادب پر بھی۔ ادب ظلم محض جسمانی نہیں ہوتا۔ روحانی ظلم زیادہ سنگین ہوتا ہے۔

انقلاب میں ادبی چٹاواہ بڑھ چکے (نئی بڑ آگ پر مبارکباد۔ گردن تارتی اس سے زیادہ۔ کہیں زیادہ
 چاہیے۔ اتنے کوڑھ مسلمانوں کا ایک ہی تو پہرہ ہے) اور غروں کی تازگی پر نغہ ہو۔ اب میدان ایک حد تک
 ہے۔ غیر معمولی کوشش کیجئے۔ میں ہر ممکن خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ ضرورت ہو تو مغربی سیاسیات اور معاشیات
 پر مستقلہ لکھ بیجا کر دوں۔ وقت نکال ہی لوں گا۔ آج کل سیاسی مطلق فبارا کر رہے۔ اور یہاں عجیب عجیب
 گھوم رہی ہیں۔ ہندوستان کیا یہاں کے عبارات بھی بعض راز کی باتیں نہیں نکال سکتے۔ گراہیسی انجینئرس موجود
 جو محدود حلقوں میں سنسکر شدہ غروں کا انکشاف کرتی۔ ہتی ہیں.....

ادب و ادب اور انگریزی طاق دونوں قسم کے حضرات کی دلچسپی کے لئے کچھ نہ کچھ لکھا جا سکتا ہے
 یہ حجب ہے کہ آپ کی ضرورت ہو۔ کیونکہ میں بہ ہزار وقت فرمت پیدا کر سکوں گا۔

آج کیمرنگ پر عجب جوں ہے۔ پر سکون دیا۔ ہلکی سی کشتیاں۔ نازک سرو قد ملاج۔ شفات پانی اور
 چون ہانے والے۔ پھولوں سے لدی ہوئی چکندر شاخیں۔ دھوپ۔ ٹھنڈی ہوا۔ اور خاموشی! تمام شہر
 ہو گیا کہیں کہیں صدمت آشنا نظر آتی ہیں تو حقیقت سے زیادہ انس کا اظہار کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی
 میں جی کے اختتام تک یہیں ہوں۔ پھر نشن! —

فرانسیسی آہستہ آہستہ تبدیل رہی ہے۔ شاید آجائے۔ مگر آپ کو مجھ سے سیکھنے میں کیا مصلحت ہے
 مجھے تو قریب کا نام دے رہی ہے۔ اگست میں مجھے جنوبی فرانس سے ایک کانفرنس کے سلسلے
 میں جی کے اختتام تک یہیں ہوں۔ پھر نشن! —

لیکچر انگریزی میں ہوں گے۔ مگر کچھ زبان نشہ و دہان من سے زیادہ قرب حاصل ہونا چاہیے۔ گو شعر ادبی کہتے ہیں کہ
اکھڑے اکھڑے کہے دل سے ہوں دل کی تیریں دوائے وہ مرض تھا جو زبان تک پہنچے

انجلی ٹرم میں یہاں کی فلسفہ کی بزم میں A NEW DIVINE COMEDY کے عنوان سے
مباحثہ و پرتنامہ پر PAPER پڑھا تھا ہوں۔ سنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب قبلہ در سو صفحے کا اردو
کلام کا مجموعہ شائع کر رہے ہیں۔ (ان کے اپنے خطوط سے معلوم ہوتا ہے) اور RHODES LECTURE
بھی ہیں۔ اور گلابیٹھ گیا ہے۔ خدا خیر کرے۔ امید ہے کہ ریشیہ پاس ہو چکا ہوگا۔ مزید اعلان دیجئے۔ اور
اگر اچھا ڈیڑی حاصل کرے تو اسے گورنمنٹ کالج جیو ادبیجئے۔ اس نے نہیں کہ گورنمنٹ کالج بہتر ہے۔
(گو ہے) اس لئے کہ میں اب اسلامیہ کالج میں نہیں۔ میں جوتا تو خود نگرانی کرتا۔ دہاں بخاری ہوگا۔

انتیاز واقعی خوش قسمت آدمی ہے۔ لیکن خدا کرے کہ وہ شادی کی وجہ سے دستہ سے جاتا ہے
مہر تن محو عبادت ہو جائے۔ مگر ستم تو یہ ہے کہ وہ ایسا کس نے حق بجانب ہوگا۔ جب بیٹے دوست بننے کی بجائے
اہل ہر تو پھر فقط اسی کا ہو کر نہ رہنا، شرک انہیں تو ادا کیا ہے میں اسی لئے شادی کے خلاف رہا ہوں۔ صحیح شادی
ذریعہ برسنے کی بجائے مقصد حیات ہی جاتی ہے اور ہوتی چاہئے۔ اور جو شادی یہ نہیں ہوتی وہ صحیح شادی نہیں ہوتی!
— جیسی بڑے بڑے ادیبوں کی اندوہی زندگی عموماً نا کامیاب رہی ہے۔ مرزا غالب۔ بانٹن۔ ملتان۔ بھٹائی
(پہلی بیری) کی مثالیں موجود ہیں۔ پوتہ اند کیس محروم ہی رہے۔ میر تقی کا یقیناً برا حال ہوا ہوگا۔ پیر صورت
یہ دلچسپ مضمون ہے اور تحقیق طلب ہے۔ (دور خود درخت شادی کے بعد شاعری سے ہٹا رہا)۔ اب کے دو کی
جائے تین خط ہیں۔ ایک ہر صاحب کے نام خط ہے اور ایک بھلائی کے۔ PERSONAL ECONOMY

PLAN کے تحت۔ والسلام

مخلص تاثیر

۱۳ جون ۱۹۴۷ء

P. R.

کیا یہ غلطی ہو چکے گا۔ کہ مجھے انقلاب باقاعدہ ہر ہفتے بجری ڈاک میں ملتا رہے۔ لیکن Bala واپس آنے
سے پہلے ادا نہیں ہو سکتا اور بے قاعدگی سے سخت مضطرب ہوں گا۔ دو چھینے سے ایک پر چر بھی دیکھنے میں
نہیں آیا اس لئے اداس ہو کر کھ رہا ہوں۔

(۵)

مہر صاحب

برادر محترم! مہر صاحب!
السلام علیکم — اس ٹرم میں بعد معروف رہا ہوں۔ بالخصوص نصرت آفریں۔ چاہتا تھا کہ سلطان التوریک کے
متعلق تحقیقات کر کے جواب لکھتا۔ مگر لندن جولائی سے پہلے ہانا نامکون نظر آتا ہے۔ ہذا ملاقات کے لئے حاضر ہوں۔

ہ ساکت صاحب کا پڑا مابزادہ عبدالرشید ارشد

آپ اگلے سال آرہے ہیں! — بریں مژدہ گر جاں فشانم رداست۔ لیکن کب! خدا کرے آپ چھٹیوں میں آئیں تاکہ CONTINENT پر اکٹھے پھر سکیں۔ جب تک اگلے سال میرے کام کا معتد بہ حصہ ختم ہو چکا ہو گا اور جی بھر کر آپ کے ساتھ رہ سکوں گا۔ روم کی VATICAN LIBRARY میں عربی کی نایاب کتابیں موجود ہیں۔ اور اٹلی اور فرانس کے نگار غلے قابل دید ہیں۔ سپین میں الحمراء بذات خود زیارت کے قابل ہے۔ اور دوسرا — صہبانت نگار کے لئے اس ملک کا سفر از بس مزید ہے۔ اور ترکی اور مصر کا بھی! — ان میں سے چند ایک ملک سرری طور پر دیکھ چکا ہوں اور دوبارہ دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ انشاء اللہ شاید ملنگ زبان کی تکلیف میں رنج ہو جائے گی۔ شاید میں فرانسیسی میں آپ کا ترجمان ہی سکوں۔ اگر ابھی تریہ صانت ہے کہ انگریزی کے اضافہ غلط جوں سے لکھنے شروع کر دیتے ہیں۔ فرانسیسی اور انگریزی کے مہی ہیں۔ اور یہی حال تلفظ کا ہوتا ہے۔

اور ماں "تقریم القاریح" کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ مختلف کیلنڈر عدل کی مطابقت ہے جس سلطان شہید کے کہنے پر تالیف ہوئی ہے۔ یہاں KINGS COLLEGE میں اس کا ایک نسخہ ہے۔ میں نے اسی نسخہ میں — سلطان محمد اور چند اور ترک سلاطین کی ادب فرازی کے متعلق میں نے "بزم فروغ امداد" کے لئے مضمون لکھ کر بھیجا تھا۔ امید ہے آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ کاش مجھے فرصت ہوتی۔ گائیڈ کے اپنے ATHESES کا نام بہت زیادہ پھیل گیا ہے اور روز بروز مصروفیت زیادہ ہو رہی ہے بعض اوقات تو سر جھکانے لگتا ہے اور طبیعت میں الجھن پیدا ہونے لگتی ہے، مگر کام نہایت دلچسپ ہے بہت نہیں مارتا۔ انشاء اللہ بطریق احسن مرا انجام ہو گا۔ دعا کرتے رہتے۔ والسلام

ہار جیو سیکرٹری

فلمس تاثیر

آہواں! زندہ۔ شیراں! شکار آ رہتند
در غزاں از دل چناں برونہ یاد او امیر
فدایاں ہزار دگان را خوں نادر آموختند
دوس آں عشرت کہ در نعل بیاد آموختند

(۶)

بنام قہر صاحب

برادر محترم و مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بھائی سالک کا خط نمبر ۱۷۴ آیا۔ اس میں آپ کی مراجعت لاہور کی خبر کے ساتھ آنکھ کی شکایت کی مراجعت کا بھی ذکر ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ مگر یہ ایسی بات نہیں کہ اسے آپ سرسری سمجھ کر مال دیں اور حسب دستور سابقہ کام میں "جنت جاتیں"۔ اور سالک میں کہ آج کل طبع ہر بلائے کز آسمان آید کا ہوا، بن رہے ہیں۔ آپ کی علالت پر ان کا یہ فقرہ: "وہ ہمدوم و ہم نفس بکلام میں تفریح میں ہر قسم کے مشاغل میں شریک حال تھا" ہمیشہ ہے۔ اور میری زندگی نصف چوری ہے! "دیوان آقا محمد شہو کی آنکھوں میں آنسو لے آیا۔ دیوان بھلہ بڑا محزون

لے میں عارضہ آشوب چشم کے سلسلے میں وہ مجھے پیٹ پر گزیرا کر داپس آیا تو لاہور پہنچتے ہی عارضہ خود کٹا۔ اس میں اسی کا ذکر ہے۔ شفا اللہ
حکیم فقیر محمد عروج کے علاج سے فائدہ ہوا تھا۔ قہر

آوی ہے۔ اس کی اوجہ ہم سب کی دعائیں آپ کے شریک حال ہیں۔ مگر ہم کہاں کے مستجاب تھے۔ یہاں تو عربیت مطلب مشکل نہیں۔ خونِ نیاز۔ کاسخون ہے۔

سلطان سلیم کے دوران کا ایک مطلوبہ نسخہ اود حاصل کیا ہے۔ آپ کی خاطر۔ مگر وہ بدو ہر پریش کر دیا گا۔ آپ پہل آئیں گے تو۔ یا خود حاضر ہو کر۔۔۔ میں ڈاک کے ذریعے سے تلف ہوئے گا بھی ڈر ہے اود پھر مطن کیا آیا۔ میں نے بزمِ فروغ اود اسیر کاٹ کے لئے ایک مخزن لکھ کر پروردارِ محمود نظامی کو بھیجا تھا۔ اود کہا تھا کہ آپ کو اود سلطنت صاحب کو مزید دکھائے۔ اس میں سلطان سلیم کے کلام پر تبصرہ تھا۔ سلطان محمد قاری کی فارسی انشا کے نمونے تھے۔ جانی اود ترکی سلاطین کی سلا و کتابت کا ذکر تھا۔ عام عنوان شاید "فارسی ادبیات اور ترک سلاطین" تھا۔ مگر میں پروردار نے سارا معاملہ غت دہود کر دیا ہے۔ سلطنت صاحب کو ذمت ہو تو اسے فیصلہ کن کر کے چاہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ سلطان محمد کے وہ خط آپ کو مزید پڑھیں میں میں فتحِ قسطنطنیہ اود اس کے بعد کی جنگوں کا ذکر ہے۔ میرے پاس نقل موجود نہیں۔

سلطان اتواہیخ کے متعلق عربی کرچا ہوں۔ اود ہر طرح غیرت ہے۔ والسلام
۵ ستمبر ۱۹۲۲ء
مخلص تائیر

بنام سلطنت صاحب

(۷)

میرے THESIS کا پھیل ڈبے حد بڑھ گیا ہے۔ اس لئے اب دیر تک خطوط نہ لکھ سکوں گا۔ مگر متنی ہوں کہ آپ کا ہے گا ہے حالات سے مطلع کرتے ہیں۔ فرائض ہوگی۔
انقلاب کی باقاعدگی کا شکریہ۔ مگر اب سلسلے کو منقطع کر بیٹھے نا ائمہ دیوارہ۔ خواہت کر دیں۔ نرم کے خم چنے پڑ پھر بہ شہر قریہ ہر قریہ پھرنے کا ارادہ ہے۔ اس لئے خواہ خواہ ہوگا۔ اب تک جتنے پر پے آئے ہیں ان کا BILL مجھادیئے تاکہ BUDGET میں شامل کر دیں۔ اود اپنی حیثیت کا جائزہ لے سکوں۔ ادائیگی تو داپسی پر ہی ہوگی۔

اود ہر طرح غیرت ہے۔ جواب کا طالب۔ والسلام

تائیر

۸ نومبر ۱۹۲۲ء

تائیرت کر سلام نیاز۔ اود شمیم صاحب کو بھی۔

(۸)

بنام سلطنت صاحب

PENBROKE COLLEGE, CAMBRIDGE.

سلطنت بھائی!

السلام علیکم۔ انقلاب کے متعلق "کھران نعمت" کی اہم وجہ تو اتحادی تھی۔ بحث بنار اود اود نے سال کے لئے نیک ارادے مرتب کر دیا تھا۔ کتابوں کی اژدہ سے "LONDON MERCURY" "LIFE AND LETTERS" اود "انقلاب" کاٹا۔ تمام نئے ناول اود ڈاے کاٹے۔ باقیات کے۔

معاملہ ہے نہ جیسی مسئلہ ہے۔ اور ہم گندی سی بات ہے۔ لوگ پریگنیاں شروع کر دیتے ہیں۔ اور جیسی غلط شروع ہو جاتا ہے۔ اور عالم یہ ہے کہ سات بیوی سے ایک مسکوم ہے۔ جوازیں میں غالباً پانچ بیوی سے ایک، ہر پانچ بیوی سے ایک۔ اس خطا میں گناہگار اور بے گناہ ہر کوئی خطرے میں ہے۔ کیونکہ ہر ہجرت کے امراض ہیں۔ بلکہ گناہگار لوگ تجربہ کار اور محتاط ہونے کی وجہ سے شاید زیادہ محفوظ ہوں۔

تپ دق۔ آتشک سہ ذاک۔ فاقہ! دوم کرناگ لگ رہی ہے اور ہم بیٹھے مرنا بجا رہے ہیں۔ اس ملک میں جنسی امراض کے متعلق نہایت قسلی بخش انتظام ہیں۔ لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے تعلیم دی جاتی ہے۔ تقریریں۔ لیکچر۔ مسمر فون اور ملکوں سے اس سے بچنے کے ذرائع بتائے جاتے ہیں۔ اور ڈاکٹر تو کہتے ہیں کہ یہ جہالت کے امراض ہیں۔ گندہ گاری کے نہیں۔ کیونکہ اس سے مسکوم بچے بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ فاقہ مست مزدور میکاری سے تنگ آکر کارخانوں اور شہروں کی طرف بھاگتے ہیں اور وہاں گھریں سے دور اور غربت اور افلاس کے مصائب میں گھرے ہوئے جا پانا طرد پر کیا کچھ نہیں کر سکتے اور جب دیہات میں واپس آتے ہیں تو مسکوم بریاں اور گھر کے دوسرے لوگ مسکوم ہو جاتے ہیں۔ اور تپ دق تو ہماری ہوا میں ہے۔ پانی کی پیک۔ گرو وغیرہ۔ عام لعاب انسانی جو اشیاء کو خاند بخاند لئے پھرتے ہیں۔

ان سب پر بیک وقت حملہ مشکل ہے۔ مگر جنسی امراض کا نہ اور ک نسبتاً آسان ہے۔ ان کے خلاف عام پرچار ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر۔ معلم۔ جوائے نویس اور ریڈر سب مل کر با تفریق مذہب و ملت کام کر سکتے ہیں۔ اور پھر ان سب پر علماء اور پٹنت و دیوانوں کا اخلاق زدہ ہر تو کیا نہیں ہو سکتا۔ (یہاں حال یہ ہیں ایک جنسی امراض کے متعلق ایک فلم دکھائی گئی تھی)۔

اس مسئلہ پر مزید خاموشی بے معنی اور جواز ہے۔ یہ کہنا کہ یہ گناہ کی مزا ہے۔ غلط ہے کیونکہ بے گناہ بھی بھینس جلتے ہیں۔ بریاں بچے دوست۔ ہجرت کی وجہ سے۔ غرض ما۔ قوم کو خمار ہے۔ اور پھر چلے۔

ہر چاہئے مزا میں عقوبت کے واسطے یہ کہنا کہ اس کا ذکر بے حیائی ہے ایک حد تک صحیح ہو گا مگر اب تو آب از مرگ زنت کا معاملہ ہے۔ یہ کہنا کہ باہر کی دنیا ہمارے خلاف کیا کہے گی بے معنی ہے کیونکہ یہ واقعات سب کو معلوم ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں انگلستان سے زیادہ اس مرض کا زور ہے اور محض لوگوں کی باتوں سے نہ کہ قوم کو تباہی کی غامض جاننے دینا قاتلانہ عاقبت ہے۔

تمنا کی تدابیر کے متعلق ڈاکٹر حضرات کی رائے یعنی چاہئے۔ دیکھا آپ نے یہ تیسرا صفحہ ہے اور میں ہوں کہ بکے جا رہا ہوں۔ یہ سب "انقلاب" کی کارستانی ہے، فیڑھا نہ وزیر تعلیم و طب کے جواب دہوال سے آگاہی ہوتی۔ نہ اس طرح پناہ اور آپ کا دقت ضائع کرتا۔ اور باغیغہ ص جب یہ تمام گفتگو بے سود ہے۔ "اسد و تبری" اور کانی۔ انٹ کے متعلق بھی میں نے اسی طرح جوش میں آکر لکھ دیا

بعد میں سوچتا رہا کہ اس کا فائدہ کیا ہے۔۔۔ اسلی میں اس پر کون تو جہ دے گا۔ کہیں گے لا تجربہ کے لئے عمارت بر جو نہیں۔ یا کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ اسی طرح یہ جنسی امراض کا مسئلہ ہے کہیں گے کیا غیر ضروری بات ہے۔ اور پھر کھڑی بن گئی تو کیا ہوگا۔ روپیہ کہاں سے آئے گا؟ اور اس کی ضرورت نہیں۔ وہ باخبر بھی ہیں اور فلاح بھی رکھتے ہیں۔ فراء کو کون پوچھتا ہے۔ اور مرض ہے کہ بڑھ رہا ہے۔ گلی گلی اخبار اخبار شہنشاہی کا خانے پہل سہے میں اندھی مسلوں کو بہا کر رہے ہیں۔

اور پھر جہاں کو دیکھئے ڈسٹرکٹ بجائے جاتے ہیں۔

ان پارٹیوں کا استیصال تو مدت لے گا۔ گراوی اشتہار بازی کا تدارک نسبتاً آسان ہے۔ آپ مدت سے اس کے رہے ہیں۔ اور بہت کچھ کر چکے ہیں۔ لیکن چراغ کے اندھیرا مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابھی ابھی ہم دونوں پر حملہ ہوا ہے اور نیرنگ خیال ہر سال اس وبا کی ترویج کرنے کا تہیہ کر رہا ہے۔ میں دوست حسن کو اس بے ہمدلی کے متعلق سختی سے ناکہ رہوں۔ اول تو ہر قسم کے خطاب لافینی ہی نہیں مضر ہوتے ہیں۔ کسی زندہ شخص کو کسی ادارے کی طرف سے بھی کوئی نقب وغیرہ دینا میرے نزدیک غیر مستحسن ہے۔ لیکن کسی رسالے کا اپنے مضمون نگاروں کی "تشہیر" کرنا محض خبیثہ لحرکتی ہے۔

میں ہندوستان میں ہوتا تو اپنی حمایت اور مدافعت کر لیتا۔ مگر اب بے دست و پا ہوں۔ لہذا اس پر دم نہ ماریا۔ خوش رہا۔ مجھے ابھی تک سانا نہ نہیں ملا۔ لہذا تفصیلات سے نا آگاہ ہوں۔

مہربائی کو پچھلے ہفتے ایک خط لکھا تھا۔ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ کام ہو رہا ہے۔ براہملا۔ مانجیے گا۔ دعاؤں کا نشان ہوں۔ عید مبارک! (یہاں چھ کوہنی تھی) عزیزاں رشید و رؤف کو سلام اور پیار۔ تازہ کلام سے گزرتا رہا۔ رفتہ رہا جو گلہ ہے کہ ہنوز ایک دو سفر ذمے شہانہ دارم ۸۔ جنوری ۱۹۳۷ء

عالمس تاثیر

(۹)

ہام سلگت صاحب

THE UNION SOCIETY, CAMBRIDGE.

مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال پر رہنے دو
خوش رہتا ہوں؟ اچھا ہوں میں! مکہ رہتا ہوں؟ پسند
مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال پر رہنے دو
میرے دل کی آگ بجھا دی آہیں بھرنے والوں
میری ٹھنڈک کھڑائی ہے الفت کرنے والوں
مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال پر رہنے دو
مجھ کو مجھ سے بھیں یا ہے میرے اپنے پیادوں نے

نکڑے نکڑے کر ڈالا ہے پریم جہری تلوامد نے
 مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال یہ رہنے دو
 دھنپ یا ہے میرا تن میں نازک۔ نازک پر میں نہیں
 چھوڑ دو مجھ کو۔ دم گھٹتا ہے یہ اقم ہمدردوں میں!
 مجھ کو تنہا
 قید کیا ہے تم نے مجھ کو: نفرت کے بت مانے میں
 محروم ہا جاتا ہوں اب میں آپ اپنے افسانے میں
 مجھ کو تنہا
 چار طرٹ سے گھر دیا جس تم میں کھویا جاتا ہوں
 اب میں اپنی آنکھوں سے بھی اوجھل ہوتا جاتا ہوں
 مجھ کو تنہا
 میری اک تصویر۔ خیالی۔ مٹ آپ بنائی ہے
 مجھ سے تم کو یاد نہیں ہے اپنی صورت پائی ہے
 مجھ کو

تأثیر

۳۵

(۱۰)

بنام سالک صاحب

4, ST. PETER'S TERRACE, CAMBRIDGE.

اسلام علیکم۔ مدت کے بعد فرصت ملی۔ ایک عدد نظم اور ایک عدد خط لکھ رہا ہوں۔ نظم ادنیٰ ہے اور خط لکھ رہا ہوں۔

کچھ زکام کی شکایت کچھ کام کی کثرت کچھ تعلقات کا پھیلاؤ۔ یہ ٹرم بہت بے سرو پا رہی۔ اب دکانیزانہ بار بار ہوں (وقت = دولت)۔ لیکن مجھ سے پردہ گرام کے مطابق کام نہیں ہو سکتا۔ ٹوٹ کر آکھنٹ جو ہر آتی ہے۔ قسم کی طبیعت ہے۔

بھائی قہر آرہے ہیں کیا؟ کب؟ میں ۱۹۳۶ء میں شاید اپریل میں آؤں (پہلی کو نہیں) جگہ ہے۔ اور کچھ میروسیاحت کی۔ یا اپریل کے بعد۔ اور آخر ۱۹۳۶ء میں۔ بال جبریل پڑھی کیا راسا؟ اجاب کی؟ سب کو سلام اور پیار۔ والسلام
 تأثیر ۵ مارچ ۱۹۳۶ء

(۱۱)

بنام سالک صاحب

سالک بھائی۔ اسلام علیکم۔ آپ کا خط کیمبرج سے ہوتا ہوا BRIGHTON پہنچا۔ دنوں

میرے پیچھے پیچھے فنڈن آیا۔ اندراب میں جواب لکھ رہا ہوں۔

خط نہ لکھنے کے متعلق معذرت فرمادی ہے۔ میں جواب طلب باتیں کم لکھتا ہوں۔ یاد آئی فرصت ہوئی اندر گم و مات سامنے موجود پائے تو کچھ لکھ ڈالا۔ اور وہ بھی وہی تھا ہی۔ کہنا کچھ چاہتا ہوں اور کچھ اندک ہوتا ہوں۔ پے بہ پے مصائب کے حالات سے لکھ رہا۔ قیصر جیسے بھائیوں کی طرح وزیر ہے اور اس جڑ پر مبنی خوش برائی اسی قہر اب رنج ہوا۔ انا ملکہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ مہاں کی شانِ ممبلی کچھ اسی طرح کی ہے۔ اپنوں ہی پر بس چلتا ہے ان کا تسلیم کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ اور پھر جنہیں اگلی دنیا پر ایمان ہے۔ ہمیں یہاں کی آبی جانی صیبتوں کے خلاف آہ و فغان کرنے کا کیا حق ہے۔ بھارا حیرت بھی مجھ پر گیا۔ انقلاب سے معلوم تھا۔

میں نے ایک دوبار لکھا تھا کہ انقلاب کا سلسلہ بند کر دیجئے۔ ان کا شاید مشعل نہ ہو سکی۔ اللہ یہ کہ آج کل بہت کم فرصت ہے۔ ہفتے کے اخبار گھنٹ بھر سے کم وقت میں پڑے جاتے ہیں۔ مگر یادیں ہفتہ بھر نہیں جاتیں لیکن جو راحت ہوتی ہے اس کا میں نے ذکر نہیں کیا۔ خبروں سے نہیں بلکہ مقالات اور افکار سے۔ مجھے دو بھائی گشتگر کرتے نظر آتے ہیں۔ ہر کے صغریٰ کبرے۔ سافک کے چرچے۔ ایک گزند انگلی ایک نشتر زن۔ ایک باطل کا سر کھٹنے والا۔ ایک دھکتی ہوئی رگ دبانے والا۔ خدا تمہارے دست و بازو و سلامت رکھے کہ تم احباب کے دست و بازو ہو۔ معاف رکھنا میں کچھ SENTIMENTAL ہو گیا ہوں اور یہ نئی تہذیب کے خلاف ہے۔ مگر میں ہوں۔ کیا کروں۔ عطر نے ابلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا زردنہ! — علامہ کی نئی کتاب سے مجھے مطالعہ پر کچھ بالواسی ہوئی۔ مگر دوبارہ پٹنہ سے سر بارہ پڑھنے سے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اور کے امکانات خیر مناسی طہ پر وسیع ہو گئے ہیں اللہ کیا ہو سکتا تھا۔

خودی کی خلوتوں میں مصطفائی

خودی کی خلوتوں میں کسبِ ریائی

زمین و آسمان و عرش و سرسبز

خودی کی ندیں ہے ساری ندائی

اقبال نے فارسی میں بھی اس سے بہتر کیا کہا ہے۔ اور پھر ع۔ اور سے اور سے نیلے نیلے پیلے پیلے پیلے۔ اللہ ع۔ مچھل میں مچھل میں یا بیاں قطلہ اند قطار۔ حیفظ کی اقبال و شیکرد والی نظم میں..... سکھیاں قطار اند قطار ہیں۔ حیفظ کی خوش قسمتی اس سے زیادہ کیا ہوگی.....

افکار میں کوئی سے اشتاد چھے جس با آپ کو پسند آگئے تو لچھے ہی ہوں گے۔ اس داد کی مزایہ ہے کہ دو نقیص نقل کرتا ہوں۔ یہاں ایک ہندوستانی بزم بنی ہے۔ (زید مدارات مر عبد القادر۔ شتر سیکڑی ہے)

سے تک لال دین بقر مرحوم کی جلیہ کا انتقال۔ مرحوم ملک صاحب کی تریبہ عزیزہ تھیں۔
عہ نظام مصطفیٰ۔

وہاں پر طھی قیں — ایک غزل اور ایسا بیجا میہ ہے۔

۱۔ میعادِ ارفاق

تسے ہر جام کا یکساں ہے مزا نے ساقی
تجھ پہ کیوں مست بکے بیٹھے ہیں رنڈوں کہیں
وہی پیانہ فردوسی و ہی تمبروں کا شکار
وہی آفاقی و محکومی کی نصیب میں ہیں
جاں بلب پیاس سے کوئی کوئی بدستور سے
اب نئے رنگ کے میوے یہاں آئیں گے

اب پانی ہے تو کچھ اور پلا اسے ساقی
وہ تسے پاس یا ناسخ ہے کیا اسے ساقی
وہی انداز برانا ہے ترا اسے ساقی
وہی بندت ہیں وہی انکے خدا اسے ساقی
کیا یہی سے ہے تری کب بقالے ساقی
اب یہاں سے تو کاں اپنی اٹھائے ساقی

(۲)

اب یہاں سے بدوزان کا نہ فقاہت ہر
عہ سلطانی جہر کی سادگی، قریب
تو نہی بچھٹ کی گدائی یہ جواب ہے میرد
یونہی سکے مجھے وہ بائیکل کڈاں ہرم
پھر سار آئی گئی جیٹ گریباں کی تیز
کھیل جائے گی نئی رنگ کی ہولی تاثیر

غم اورد نہ اندیشہ ذرا ہوگا
تو عزت جسے کھما ہے وہ سوا ہوگا
وہی میرد کھپا ترا آفتا ہوگا
جلنے سے یہ میاں حشر کیا ہوگا
تیس پھر دست کش داسی صحر ہوگا
میکشہ مشوہ کہ مدی یہ تماشا ہوگا

یہ اشعار شاعت کے لئے نہیں۔ ہرگز نہیں۔ محض ہنر صاحب اور آپ کے لئے ہیں۔ اور اصحاب کے لئے۔

یورپ کا مطلع بہت مکمل ہوا ہے۔ ان گریوں میں ضا خیر کرے۔ اگر اب کے یہ باطل گئی تو میوے یاں ہنر ہوں

گی۔ میں میوے میں آ رہا ہوں۔ جو نیا کی تیاری اکثر بریں مکمل ہوگی۔ انگلستان کی نو بریں۔ اسی طرح

ہر ملک اس سال پوری طرح میں ہو جائے گا۔ مگر ہر ملک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے کی تیاری سے۔ چنے پک پڑے۔ ۱۹۲۳ء

کی طرح۔ آپ کو یاد ہے ۱۹۲۳ء میں KIEL CANAL مکمل ہوئی تھی۔ لہذا LORD FISHER ۱۹۱۱ء

میں جرمنی پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ EDWARD KING اس کا مای تھا۔ مگر وہ مر گیا اور جرمنی نے CANAL

بننے ہی سے رک کر دیا۔

آج کل یہاں JUBILEE کا چرچا ہے۔ ایک ہر طرف پمفلٹ شائع ہوا ہے THE JUBILEE

AND HOW (BY T.A. JACKSON) ابتدا ملاحظہ ہو۔

Trade risks in the king business on may 6th we shall all have a holiday for most of us this will be without pay, but all of us will be (Officially) Expected to rejoice ! why ?

Because King George the Fifth has kept his job for twenty five years. To hold a job in a competitive market for a quarter of a century, is Now a days, no small feat. And although the post of a king can hardly be said to fall within the competitive category, there have been in the past years so many cases of kings deposed, dethroned and otherwise placed on the retired list that we can under stand why

شاید ہندوستان میں ایسی باتیں کشتی قرار دینے کے قابل ہوں گی۔ یہاں بھی کوئی اتنی آزادی نہیں۔ تاؤ تاہی۔ مگر اقتصادی بندشیں کچھ کم نہیں۔! فنانس ملو پر۔۔۔

افکار میں ایک صاحب، بھول قریشی کی ایک کے بیٹے کے متعلق لکھا تھا۔ یہ صاحب، باندھری ہیں۔ بڑے بابت مسلمان ہیں۔ عطیات کا ایک کارخانہ لندن میں کھول رکھا ہے۔ ایک کا بیدہ سر شامی کے بیٹے کو ابانتا۔ علی گڑھ کے OLD BOY - چٹا فٹ ALIGARH ASSOCIATION کے جلسہ پر ان کا ایجاد کردہ مسر - KHER - MARINE - شاہزادی مرثیہ کو شادی کو تہنیت پر PRESENT کیا گیا ہے۔ جسے بعد تشکر قبول کیا گیا۔ آپ B.B.C میں براڈ کاسٹ بھی کر چکے ہیں!۔۔۔ ایک عربی لباس میں فوٹو اخبارات میں چھپنے رہتے ہیں۔ بلاؤ اچھا پکاتے ہیں۔

”ہندوستانی بزم“ پر مطلق چیز ہے۔ یہاں چائے اور شادی ہوتی ہے۔ مرشادی لال بھی ہرتے ہیں۔ غرض ہر طرح غلو مطلب ہوتا ہے۔ مرد و عورتیں۔ ہندو مسلم۔ عیسائی۔ افغانی۔ پارسی۔ ہندو افراد کا۔ پچھلے جلسے میں آئینہ جس کی تار بندھن کا تین ہوتا تھا تو مریدانہ لگتی تھی کچھ غلطی کا۔ مرشادی لال نے نوک دیاتر مریدانہ فائیل دیکھ کر حیرت میں ہمیشہ آپ سے مبارک ہوں۔ ہمیشہ۔۔۔ اس پر فراموشی قبضہ ہوا۔ شادی لال غالباً اس مذاق کو سمجھے ہی نہیں۔ رسید ہی نہیں دی۔ شاید مصلحتاً۔ سمجھے ہی نہیں۔ اس بزم میں میں نے ایک دیوار بال جبریل سے بھی کچھ سنا تھا۔ ”وہ اپیل کو ایک ادب جگ میں سے ظاہر پر ایک مضمون بھی پڑھا تھا۔ اس میں تادم ترین کلام پر بھی قبضہ تھا۔ لوگ ”بال بیریں“ کی سوانح پر بہت خوش اور حیران تھے۔

اور کیا لکھتا ملا جلاؤں۔ مجھے اب بزنس میگزین مانا ہے۔ اور پھر نوج ایک دن میں تین دعوتیں ہیں۔ لچ بٹلے اور ڈنر۔ تینوں جایا۔ لندن کے فاصلوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کچھ پچیس میل سے زیادہ مسافت۔۔۔

کئی ہوگی۔ ان میں سے کوئی نہ کہے۔ ہنگامہ ہے۔ وہ اڑ جائے سودے پرے کر رہی پڑ جاتا ہے۔
ہر بھائی نہیں آ رہے پھر۔ اللہ کے کلام باری مژدی تھا۔ اچھا۔ حزقی سلام۔ رشید دوت
کو بیار (دوت کیا کر رہے ہیں؟) خدا ان کو کامیاب کرے۔ تجھے کاغذ و ہول ملے گا۔
ہر بھائی کو سلام نیاز۔ اتیار۔ بخاری اور حسرت کو سلام اور جو سامنے آ جائے۔ واسلام
۱۴ اپریل ۱۹۴۷ء
غرضی تاثیر

(۱۲)

بنام صاحب

برادر! سلام علیکم۔
خط لکھ کر روانہ میں وہ تھا کہ آپ نے اور میں امین الدین کے خطوط لکھے پہنچے۔ میں امین الدین لفظ
پہنچ گئے ہیں اور یہاں مغرب آئے وہ نہیں۔ کچھ گھر بار کی باتیں ہو سکیں گی۔ آپ کا خط حسب خواہش فرحت بخش تھا۔
میں بخاری اور حسرت کو لکھ چکا ہوں۔ مجھے اب سوائے خوشگوار یادوں کے اور کچھ یاد نہیں۔ اور ان کے سوا اور
نصابی کیا؟ ہم سب نے ہمیشہ ایک دوسرے کی مسرت کے لئے کوشش کی ہے اور اس لئے کہ وہ کہتے رہیں گے۔
زندگی یہی تو رہا پس اگر کچھ مفید کام کرنے کی نیت ہے۔ کئی انگلیں ہیں اور ان سارے پرانی قلعوں کی بنیادیں ہیں
چند احباب کے کاندھوں پر قائم ہیں۔ اگر یہ روٹیں تو میں منالوں گا۔ اور مجھے تو روٹنے آتا ہی نہیں۔ ان کی
پرانی عادت ہے۔

اتیار صاحب کی شادی کی خبر سن رہی تھی۔ مگر یہ خبر کی وفات بہت بے وقت ہوئی۔ امید ہے کہ میں بھی
اب، بنیو خونی لاہور میں سکونت پذیر ہو گئے ہوں گے۔ انہیں کچھ تحفہ بھیجوں؟ کیا بھیجوں؟
MARIE STOPES کی کتابیں تو وہاں بھی بآسانی مل جاتی ہیں۔

شادی کے مسئلے میں مذاق ہی کیا جا سکتا ہے سو کر دیا ہے۔ تریاق بھی نہ رکھا مرا۔ چشتی صاحب اب کیا کر رہے
ہیں؟ "ڈھوئے" گارہے ہیں کیا؟ عراق میں تھے تو انگریز کی حکومت کا ستیاناس کیا۔ امرت سر گئے تو اخبار کے
ساتھ احرار کو بھی زدیں سے آئے۔ زمینداروں میں چند دن قیام فرمایا تو اس کی بنیادیں ہلا دیں۔ اور تریاق کے لئے تو قسم
قابل ثابت ہوئے۔ ساتھ ہی کانگریس کے لئے بھی! ان کی یہاں بہت ضرورت ہے۔ پودے نے بہت سراشا
رکھا ہے۔ تحقیقات کیجئے تب کبھی یہاں میں قیام نہ پاؤں نہیں۔ ہے؟ مجھے تو یقین ساہرنے لگا ہے۔

حسرت صاحب قبلہ پر سو وطن کے لئے ان سے معذرت خواہ ہوں اور ہو چکا ہوں۔ یہیں سے کسی نے لکھا
تھا۔ میں نے نقل کر دیا۔ گھٹا کر ہوں۔ انہیں حسرت کی والدہ فوت ہو گئیں۔ بے چارہ بے خائف ہو گیا۔ خدا اسے تسکین
قلب عطا فرمائے۔ بہت حساس آدمی واقع ہوا ہے۔

کام اچھا ہو رہا ہے۔ پچھلی ٹرم اور اس ٹرم کے وقفے میں ایک معنون لکھ کر بزم فروغ اردو کے لئے
برخود دار محمد تقی کو بھیج چکا ہوں۔ "تکون" کی ادب نازی کے متعلق۔ چند نئی چیزیں ہیں۔ نظائ کو لکھ رہا ہوں کو آپ

کو اصلاح کے لئے دکھائے (میں نے یونیورسٹی کریمینڈیا ہے اور نکل کر نہ مائے خدا جانے کیا کر ڈالیں اور اس سے لکھنا تو جس مائے استادِ نابیت) آپ اسے فوق کر کے خود بھی کہہ دیجئے۔ موجدہ ٹرم ۱۹ جون کو ختم ہو گیا۔ چار مہینے کی چھٹیاں۔ برائے نام چھٹیاں ہیں۔ THESIS بہت وسیع ہے۔ صبح و شام کا کام ہے۔ دعاؤں کا فرق ہوں۔۔۔ فرانسیسی شروع کر رکھی ہے۔ فہرہ درست کر کے لئے کچھ وقت فراش بھی ماننا پڑے گا۔ شاید اگلے سال یہاں سے فرانسیسی کا ایک وظیفہ مل گیا تھا۔ میں نے کہا یہ بی بی سی۔ گلاب کثرت کار کی وجہ سے بچتا ہوں کیونکہ حواس بنا کر زبان ہے بڑی لٹریچر!۔۔۔ اندر میرے THESIS میں مدد ہوگی۔
برخود و رشید کے نتیجے سے مجھے ضرور مطلع کیجئے۔ منتظر ہوں گا۔ یہاں سے دعاؤں ہی سے ملتا ہوں۔
دینا رہتا ہوں۔

فارسی فزولِ طاش کے باوجود اس وقت نہیں ملتی۔ اردو بھی چلا ہوں۔ یہ پھر بھی۔
شرور صاحب کو LLOYD BANK کی معرفت خط لکھ دیا۔ بنک والوں نے "مابینہ" کہہ کر دیا۔
تو اب دوسرے پتے پر لکھتا ہوں۔
۱۱ مئی ۱۳۵۷ء
صلح نائیک

(۱۳)

بنام سائل صاحب

4 ST. PETER'S TERRACE CAMBRIDGE.

برادرِ کرم السلام علیکم۔ "انقلاب" لگا ہے آنا دہنا ہے لیکن پچھلے چند ماہ سے تو غرض۔
وطن سے نامہ بر اکثر کھلا۔۔۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ اتنی ابتکائیں اندیوں پہ رہے۔ اور اس پر سر
کی مشقت۔ روزنامہ کا اتنا کام۔ بھائی تہر کی حالات سے بوجہ المعاضعت ہو گیا ہو گا۔ اچھا اس آیت
دی جانے۔ قصہ تو اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ چند سالوں سے آپ اپنا تین بھائی کر اپنے طریقے
کے لئے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کر رہے ہیں۔ اگر اس کی یہی جزا ہے تو اچھا۔ دم مارنے کی ہانپیں۔
میں آج کل کام میں فرق ہوں۔ THESIS کے آخری ایام ہیں۔ اور پھر اتنی دور
طاہرہ اور کیا کر سکتا ہوں۔ اٹلی کے متعلق آپ کا رٹ پڑھا۔ تو خیال کیا کہ تھوڑا بہت لائق بنانا
لئے ایک مختصر سائنٹیفک رمان ہوں۔ مناسب کہیں تو کہیں مدد کریں۔ اس میں غیر محسوس
غیر اختیاری ہے۔ رشید کا امتحان ہو چکا ہو گا۔ تاکہ بھی مل آئے ہیں۔ کیا بڑا۔ رشید یا تو نہ کہیں
کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

میں شاید سال ۱۹۳۹ء کی ابتدا میں آؤں۔ دعاؤں کا طلب ہوں۔ THESIS

شہیم۔ بخاری۔ امتیاز۔ حریت۔ عباس۔ حقیقت و دیگر حجاب کو جو مانسے آج

بنام مالک صاحب

(b)(7)

7, KERAN BOULEVARD, 32 NAGAH.

7, KERAN BEVLEVFRO, 59 NAGAR.

برادر کرم باسلام علیکم

اس کا لچ میرا :- اس کے ادا کیا میں ۔ امام احمد خلیفہ کی طرح صبح سے شام ہوئی شام سے بجلا پر ۔ دستور کار بنا ہوا ہے۔ آج کل استقامت ہیں۔ ذرا فزیت ہوئی ہے تو سر رکھنے کی بجائے حور وصال اور تابوں۔

مگر موسم اور منظر قیامت در تباہت :-۔۔۔ حال نے تاباک انگڑ باب بناد پر ہیں۔ چاروں کے آتشیں پتے جھڑ رہے ہیں۔ اور سبز زمیں ان کے گل بھیل بیجی ہوئی ہے۔ پہرین برفبارن ہوئی۔ قبل از وقت :-۔۔۔ آج سویرے چلک رہا ہے۔ اور یادیں طرف برفت سے ڈھبے ہوئے ہیں۔ گنگا گرہے ہیں۔ چپل کے سیاہ مست و خونوں پر برفت کہ نہیں ڈال کے ٹنگوں پانی کی طرح لہر رہی ہیں۔ جیسے زمین کا عکس آسمان پر پڑ رہا ہو۔ اور پیشیل چھاؤں پر سپہری روپیہ آفتابی جھلکیں آنکھ چولی کھیں رہی ہیں۔ خدا :-۔۔۔ بارگاہِ مسکن سخت سیلاب کی گرد میں ہے۔ سامنے ٹول اور افق پر ہری بہت کا قلعہ ہے :-۔۔۔ ۱۔ بارش ایک کرکس میں یا بہا دیں آسکتے۔ گرجوں میں تو مصلح تبدیل آب و ہوا ہوتی ہے۔ ہمارے اُن مکانیت کافی ہے۔ تند زون :-۔۔۔

ہوائی منسنی کا یہ عالم ہے کہ میرے چہرے پر بڑا - رخی دوڑ رہا ہے۔
آپ رگ بہت - برست ہیں - اجار مٹنے کے لئے بند کیجیے - مہر صاحب اور آپ دونوں یہاں آجائیے
اور کشمیر میں نکال ڈالئے۔

عزیزم عظیم حسین نے صرت مامب کا بندوبست کرنے کا شمد میں مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہتا ہے ایسا کر
ہے! - تو میر صرت کہاں ہے؟

• • • • •

محبوب کا محبت جبر اسلام۔

۲۱ روبر ۱۹۴۱ء

والسلام
فخلصنا يا خير

مولانا عبدالسلام ندوی

(۱)

بنام ذیاب سید شمس الحسن صاحب

مکرمی اسلام علیکم

جناب ذیاب صاحب مرحوم کی وفات کا سنا غریب اور دلخیز سنا ہے جس کے اظہار کے لئے مجھ کو مناسب الفاظ نہیں ملتے، اہل علم
مہتابے کہ ہر دو گن کے سورے ایک بے شمار کاسیہ اٹھ گیا ہے، خداوند تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کو
ذیاب صاحب مرحوم کا صحیح قائم مقام کرے، والسلام

عبدالسلام اعظم رحمہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۲ء

(۲)

بنام ذیاب سید عبداللہ

مکرمی اسلام علیکم

آپ کا جو مکتوب تشریح اقبال کے غزلیں سے آمرا اقبال میں شائع ہوا اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے شعرائے فارسی اور علامہ اقبال
کے غزلیں سے ایک مضمون اور علامہ اقبال کے محبوب فارسی شعرا کے غزلیں سے کھیلنے پر اہم مطلق فرمایا ہے کہ یہ دونوں مضمون کہاں شائع ہونے
چاہئے اور اگر آپ کے پاس ہوں تو مستعار بیچ دیجئے، اگرچہ آپ سے مجھ کو تعارف حاصل نہیں ہے تاہم ملی شراک کی وجہ سے میں نے آپ کو یہ تکلیف دی ہے

عبدالسلام ندوی حار المصنفین اعظم رحمہ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

(۳)

بنام ذیاب سید عبداللہ

مکرمی اسلام علیکم

یہ ذیاب اقبال پر جو کتاب لکھ رہے ہیں وہ اختصار اللہ و بحیرہ رحمہ میں خیر ہو جائے گی، میں نے آپ کے موجودہ مضمون کا شدت سے انتظار ہے

تکلیف دی کے لئے خواستگار معافی۔ والسلام
عبدالسلام ندوی دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء
(۴)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

گواہی۔ ۱۰ مئی ۱۹۸۱ء

اس کتاب کا ہم کل اقبال پر لکھا اور اس نام سے ظاہر ہے کہ میں نے ان کی زندگی شاعری فلسفہ سیاست و طہیت اور قومیت پر سیر کے احاطہ
کے لئے کی کوشش کی ہے، لیکن بروایتی غیب ہے کہ میں جس چیز کو مکمل کر رہا ہوں وہ درحقیقت مکمل ہوا اس لئے اگر آپ اپنے مصلحتات، خیالات سے مستفید
فرمائیں گے تو یہ اور مزید تکمیل کا ذریعہ ہوں گے اور یہ آپ کا فائیت شکر گزار ہوں گا۔

عبدالسلام ندوی دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء
(۵)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

کرمی۔ اسلام علیکم

مضمون "اقبال کے سیاسی خیالات" پر مبنی "اس کا شکر یہ قبول فرمائیے، اگر اذیت و معافیت نے پسند کیا تو معافیت پر بھی شائع فرمائے گا۔" س.
وقت ایڈیٹر ادب سٹیٹ پریس ورنل سوسائٹی۔

مگر مودودہ مضمون آپ نے لکھ سکتے ہیں تو اس کے مضامینات اور بنیادی خیالات مختصر طور پر لکھ دیجئے، اور ایک آدھ اشارت جو آپ
کے ذہن میں مضبوط ہوں ان کی توضیح کر دیجئے، اسی ان کی روشنی میں خود کلام اقبال سے بہت سے نتائج اخذ کر سکتے ہیں، ان کے مضامین سے
بھی اسی قسم کے ہم خیالات لے کر کلام اقبال سے ان کی مزید تفسیر کی جاسکتی ہے، مگر اقبال صاحب اہم۔ اسے اور مولوی عبداللہ صاحب تریٹ کا حندیہ اگر آپ
لے سکیں اور وہ ان چیزوں کے دینے کے لئے تیار ہوں تو میں ان سے خط و کتابت کروں، لیکن یہ آپ کا بہت زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا، آپ سانی
کے ساتھ جو معدودہ لکھے اس کا شکریہ کے ساتھ قبول کر دیں گا۔

تکلیف دی کہ میری وجہ سے آپ کو زحمت برداشت کرنی پڑی اور میں اس لئے نے معافی کا خواستگار بھی، اس لئے نہیں ہو سکتا، کہ ممکن ہے

عبدالسلام ندوی دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء

(۶)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

کرمی۔ اسلام علیکم

انوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو زحمت برداشت کرنی پڑی اور میں اس لئے نے معافی کا خواستگار بھی، اس لئے نہیں ہو سکتا، کہ ممکن ہے
کسی کے اور بھی زحمت دینے کی ضرورت پڑے مولوی عبداللہ تریٹ کے پاس جو ذخیرہ معلومات ہے، اسکو مجھ کو دیکھنے یا لکھنے ان کا پتہ کھ بھیجے تاکہ
نہ خود ہی کو کھسکاؤں، ڈاکٹر صاحب کے متعلق ہر قسم کی طلب و یا اس تحریر کو پڑھتا ہوں اور بعض اوقات مجھے ان سے فائدہ پہنچتا ہے، مجھے سید

ذریعہ فیزی کا پتہ ہی مدکار ہے۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو مطلع فرمائیے۔

میں نے پروفیسر اقبال کو حسب ارشاد براہ راست خط لکھ دیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب ملتا ہے؟ والسلام
عبد السلام ندوی دارالمصنفین انکم گندھ ۳۰ جنوری ۱۹۹۲ء

(۷)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

مکرمی۔ اسلام علیکم

گرامی نامہ، غلیات پیٹیاٹ کا شکریہ قبول فرمائیے! ادا شدہ رقموں کو معاف فرمائیے کہ
کہ ہمارے قریب آکر دیکھ سکتے ہیں

آپ کا معقول اقبال ادبیاریات مارچ ۱۹۹۲ء کے عدالت میں دیے گئے اور کیا عجیب ہے کہ اقبال کی خاموشی شاعری پر مضمون
آپ کا خاکسار کو معاف کرنے والے ہیں وہ بھی زیب وہ صفات معاف ہوں
اس وقت مکمل اقبال کے مسودہ پر نظر ثانی کر رہا ہوں اور انہی نئی معلومات کی ضرورت پڑتی ہے! اس کے لئے آپ سے اعانت کی
درخواست کرتا ہوں

(۱) ڈاکٹر صاحب کی لوح مرور پر جو عبارت کندہ ہے اس کی نقاب مدکار ہے۔ اگر آپ اپنے ایک سہ ماہی شاعر کو اس پر تئیں کر دیں تو یہ مشعل
بہسانی ملے گی۔

(۲) ڈاکٹر صاحب کے فرزند جواد کا سن اس وقت کیا ہے؟ تعلیم کہاں تک حاصل کی ہے؟ ذریعہ معاش کیا ہے؟ صلاحیت و قابلیت
کی کیا حال ہے؟ وغیرہ وغیرہ

(۳) ڈاکٹر صاحب کی صاحبزادی منیرہ کی عمر اس وقت کیا ہے؟ تعلیم جو رہی ہے یا نہیں؟ شادی ہوئی ہے یا نہیں؟ جو بی بی تو کس سے؟ وغیرہ وغیرہ
ہم ہزار ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے اقبال کا کیا شغل ہے؟ ڈاکٹر صاحب سے ان کے تعلقات کیوں متعلق ہوئے؟ وغیرہ وغیرہ

اگر ان سوالات کے متعلق آپ معلومات دے سکیں یا دلائل پیش کر سکیں تو بہت شکر گزار ہوں گا۔ والسلام

عبد السلام ندوی دارالمصنفین اقبال منزل انکم گندھ - ۸ جنوری ۱۹۹۲ء

(۸)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

مکرمی۔ اسلام علیکم

مضمون اقبال کے محبوب فارسی شاعر چنچا، اس کا بہت بہت شکریہ لیکن اور معلومات سے عوام کا باخبر کرنا ڈاکٹر صاحب کے
روح مراد لکھنے اور اگر ممکن ہو تو مقبرہ کے کچھ حالات میں نے عبارت میں پڑھا تھا کہ حکومت افغان ان پچاس ہزار کے صرف سے مقبرہ
جوانے والی ہے پھر معلوم نہیں کہ اس مسئلے پر کیا ہوا؟

ڈاکٹر اقبال نے میرے خط کا جواب نہیں دیا میں نے ان کی کالی کے پتے سے خط لکھا تھا کہ میں یہ خط تو نہیں تھا؟

مولوی عبداللہ قریشی جو نوٹ تیار کرتے ہیں وہ بھی اب تک موصول نہیں ہوئے۔ مکتب کا ہر مضمون معائنات میں شامل ہوتا ہے۔ راجہ کی کاپی اور پروف میں غلطی کیے جاتی ہیں۔ غور و فکر سے یہ بات فرمائی جاتی ہے کہ مضمون صحت کے ساتھ چھپے جائیں۔ کئی بکریوں نے بیک وقت مضمون پہلے سے دوسرے مضمون کو تھپڑ مار دیا ہے۔ دوسری کاپیوں کا اسکو دیکھ کر دانا پڑا ہے۔ کئی بکریاں؟
آپ کی ہر باتوں کا ادھر جہاں تک ممکن ہو گا، دیکھ کر اسکو دیکھ کر دانا پڑا ہے۔
برائے نام مولیٰ عبدالسلام ندوی
۱۰ - اپریل ۱۹۲۲ء

برائے نام مولیٰ عبداللہ

دین۔ مولیٰ عبدالسلام

میں مغربی دنیا میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔
کہ وہ بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔
آپ نے مضمون "مکتب کاغذ" کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔
ڈاکٹر اقبال پر چھپنا یہ کہتا ہوں کہ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔
پاس میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔
عبدالسلام ندوی

چراغ حسن حسرت

بنسٹام عبدالحمید سالک

(۱)

بمقام محترم۔

اسلام علیکم۔ آپ کا خط مل گیا۔ میں آپ کا خط آنے سے پہلے ہی طے کر چکا تھا۔ کہ اخبار نکالنے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ ذرا امت اور کشمیر سے بھی میں نے نامہ دیکھا ترک کر دیا تھا۔ بلکہ گدائی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا۔ کہ مجھے ریڈیو میں ملازمت مل گئی ہے۔ اس لئے میرے لئے کوئی دوسری ملازمت قبول کرنا تقزیر یا ناممکن ہے۔ یہ سب کچھ میں نے اس مفروضہ کی بنا پر کیا تھا۔ کہ ن۔م۔م۔ راشد امداد غالب شیر کی زبانی مجھے جوا اطلاع ملی ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ امداد غالب شیر صاحب کو تو امراتھار کہ فرما کر اچھی چلے جاؤ۔ چنانچہ میں نے ٹیلیفون اٹھوا دیا۔ فالتر سامان شکاٹے لگایا۔ بال بچے کو ایسٹ آباد بھولنے کا بندوبست کیا۔ سامان کا ایک حصہ اپنے ایک عزیز کے اہل بھجوا دیا۔ ادواب چلنے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ دفعۃً اطلاع ملی کہ وہ پندرہ سو دفتری کارروائی کے کھینچے میں آکر بارہ سو رہ گئے۔

تعب ہے۔ کہ اگر ریڈیو واؤں کے لئے مجھے پندرہ سو روپے تنخواہ دینا نا ممکن تھا۔ تو آنا شیر کی زبانی مجھے یہ پیغام کیوں بھجوا دیا گیا کہ پندرہ سو روپے ہیں۔ فرما کر اچھی داندہ سو جاؤ۔ لاہر ہے کہ ریڈیو کی ملازمت کوئی مستقل ملازمت نہیں۔ کٹر کٹ کی نوکری ہے۔ جس کے لئے غالباً مہینہ بھر کا نوٹس دینا بھی مزید نہیں۔ جب سٹیشن ڈائریکٹر صاحب مناسب سمجھیں گے۔ ملازمت ختم کر دیں گے۔ پروگرام اسٹنٹ بھی اپنے آپ کو میرا افسر سمجھیں گے۔ امداد معمولی معمولی باتوں میں دخل دیں گے۔ اس کے علاوہ بارہ سو روپے لاہر میں تو معطلی رقم ہے۔ لیکن کراچی میں میرا اپنا خرچہ ہلکا روپے کے قریب ہو گا۔ انکم ٹیکس دفع کرنے کے بعد سو سو سو روپے ہائی رہ جائیں گے۔ جو میرے اہل و عیال کے مصدق کے لئے ناکافی ہیں۔ اس قصے میں سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ریڈیو روٹے وعدہ کہہ کر چھوٹے اس وعدہ شکنی نے ایسا افسردہ خاطر کر دیا ہے۔ کہ جی ہاں ہے۔ کوئی ملازمت قبول ہی نہ کر دیں۔ بلکہ لاہر چھوڑ کے کسی دودھ اندازہ گاؤں میں جا بیٹھیں۔

ذوالفقار صاحب سے پوچھتے کہ یہ کیا معادہ ہے۔ پندہ سو کے چودہ سو ہو جاتے۔ تو بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن یہاں تو ہند سے تین سو روپے تخفیف میں آگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کو میرا کراچی، آصفیہ نہیں۔ تاریخ اسلام پیشوں کے بعد فروخت ہوگے۔ تہریت کی راضی آپ کو مل چکی ہوگی۔ مگر یہ اسلام میں زیادہ سے زیادہ اس سے دہننے روپے مل جائیں گے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ پرائمری کی کتابیں خرمائی پبل اور دوسری سے وہ چار ہزار روپے ادائیغہ آجائیں۔

ریڈیو کی ملازمت کے سبب میں آپ کو کوئی مزید اطلاع ملے۔ فوراً مجھے مطلع کیا جائے۔ تاکہ میں کیسہ ہونے والے کوئی مسئلہ تجویز کر سکوں۔ کرنل حمید ملک صاحب۔ حمید لاہوری صاحب اور دوسرے اصحاب کی خدمت میں براہ سلام عرض کر دیجئے۔

لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۵۱ء

نیازمند حُرّت

(۲)

بنام عبدالحمید ملک

برادرِ محترم۔ اسلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ آغا ذوالفقار صاحب کا خد بھی آیا ہے۔ مضمرن وہی ہے۔ کہ بارہ سو سے زیادہ ممکن نہیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کہ اس خواہ کے ساتھ کچھ الاؤنس بھی ہوگا۔ کیونکہ یہ کچھ سرکاری ملازمت نہیں۔ کڑیٹ کی نوکری ہے۔ جس کے ساتھ الاؤنس نہیں ہوتا۔ یہ اجودہ سٹاٹ آفٹ کا ہوگا۔ گریا عہدہ کے لحاظ سے جو میں اس طرح جان میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ اس سے تو اچھا تھا۔ کہ حمید ملک صاحب نے جو ملازمت پیش کی تھی۔ اُسے قبول کر لیتا۔ بارہ سو روپے کے ساتھ سو سو سو روپے الاؤنس کے مل جاتے۔ کام تو ڈاکٹر ناہوتا۔ کیونکہ ریڈیو کے لئے ہر روز پروگرام کرنا روزانہ اجراء مرتب کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ بہر حال میں پانچ چھ دن میں یہاں کے چند قریبی فٹا کے کراچی آ جاہوں (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

ساتھ ہے۔ کہ مانی کو بارہ چودہ سو کی مستقل سرکاری ملازمت مل رہی ہے۔ یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ یہ ملازمت سندھ گورنمنٹ کی ہوگی۔ یا پاکستان کی مرکزی حکومت کی۔ جیب نے آفاق مارچ دسویں کو کراچی سے ٹیلیفون کیا ہے۔ کہ سندھ گورنمنٹ انہیں ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز کا عہدہ دینے پر آمادہ ہے۔ تاہم وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ سندھ گورنمنٹ میں جاری ہے۔ یا حمید ملک صاحب کے ملنے میں۔ مجھے کراچی آنے اور ریڈیو کی ملازمت قبول کرنے میں اس لئے بھی تاثر ہے۔ کہ یہ صورت پیش آئی۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ میں تو فقہان ہمسایہ سے زیادہ شاکت ہمسایہ سے ڈرتا ہوں۔ اتنا ہنگامہ بھی کیا۔ اور پھر بھی پیسڈی ہی رہے۔ زیادہ خواہ مل جاتی۔ تو کم از کم لوگوں نے غصے تو نہ سننے پڑتے۔ بہر حال یہ بات اپنے بچ ہی رکھیے۔ اور کمانی وغیرہ سے ڈر نہ کیجئے۔ میں انشاء اللہ پانچ چھ دن میں کراچی چل پڑوں گا۔ اور پینے سے پہلے آپ کو تار دے دوں گا۔ تاکہ آپ میرے لئے نگار ہوٹی ہی میں کرسے کا احترام کریں لیکن یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں ریڈیو کی ملازمت مزور قبول کروں گا اگر کوئی اور صورت نکلی آئی نہی۔ درنہ حمید ریڈیو کی

ملازمت قبول کرنی پڑے گی۔ اور اس بات کا بھی امکان ہے۔ کہ میں کچھ روز کراچی رہ کے واپس چلاؤں اور وہاں میری محنت مزدوری کر کے پیٹ پالوں۔ کیونکہ

بدست ایک نفعہ کروں خمیر بہ از دست پرسینہ پیش امیر

گورانی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہتے تھے۔ میں نے تمہارے لئے ہزار روپے مانا، نہ کہ ملازمت تجویز کی ہے تمہیں وہاں ہی رہنا ہدگا۔ کاغذات فنانس والوں کے پاس ہیں۔ امید ہے چند دنوں میں منظوری آجائے گی۔ لیکن معلوم نہیں یہ فنانس والوں کا معاملہ جیسوں میں سے ہوتا ہے یا برسوں میں۔

اکثر لوگ اخبار نکالنے کے لئے امرار کر رہے ہیں۔ پچاس ساٹھ ہزار روپے کا انتظام تو ضرور ہو جائے گا۔ کیونکہ روپیہ لگانے والوں میں زیادہ تر پیشہ ہیں۔ جن کے پاس روپے کی کمی نہیں۔ عادت صاحب کا مان سے آگئے۔ حقیقت صاحب کراچی سے آگے یا کل واپس آجائیں گے۔ تھوڑی سی دودھ روپ کی جائے۔ تو لاکھ روپے کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ شرف۔ نیاز۔ ضیف۔ عادت۔ عمید وغیرہ کے لئے لاکھ روپے فراہم کرنا کچھ ایسا مشکل نہیں۔ باوجود میرا بھی اخبار پر نہیں جتا۔ جب احباب حضور مائید ملک صاحب۔ مجید لاہوری اور حفیظ ہرثیا پرسی کو سلام کہہ دیجئے۔ ذوالفقار صاحب سے کہہ دیجئے کہ خط لکھا گیا۔ اور وائس آفیسر امرکراچی آ رہے ہیں۔ باقی باتیں بالمشافہ ہوں گی۔

نیاز مند محنت

لاہور۔ ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

(۳)

نام عبدالمجید سالک

مکرمی۔ السلام علیکم
آپ کو شکایت ہوگی۔ کہ میں نے خط نہیں لکھا۔ لیکن آپ ایسے بزرگ اور چند صبر کرنے کی زحمت گوارا نہ کریں تو مجھ سے جس کی کوتاہی تھی مستم ہے۔ کیا شکایت ہو سکتی ہے؟

مجھے کراچی سخت ناپسند ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بہت بری ہے۔ پھر میرے سپرد جو کام کیا گیا ہے۔ وہ بھی مجھے پسند نہیں۔ متعلقہ لوگوں کا انداز سخت غیر عمدہ وادب ہے۔ اب سوچتا ہوں۔ کہ کراچی کیوں آیا؟ اور یہ طاقت کی کیا تھا۔ تو واپس کیوں نہ چلا گیا؟ میں نے زندگی میں بڑی بڑی طاقتیں کی ہیں۔ لیکن یہ طاقت ایسی ہوتی ہے جس کی مجھے خبر نہ تھی۔ اپنے آپ سے توقع نہیں تھی۔

گورانی صاحب سے ایک دوسرے ملاقات ہوئی۔ کچھ ماکہ کے دکھایا بھی۔ لیکن یہ نہ کھلا۔ کہ وہ کیا پاتے ہیں؟ اصل میں جہاں تک وزارت امور کشمیر کا تعلق ہے۔ سارا معاملہ ہی غفلت و بخل نظر آتا ہے۔ اور یہاں کا قصہ یہ ہے۔ کہ مجھ کو لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔ بد قسمتی سے مجھے دوبارہ داری کے ڈھنگ نہیں آتے۔ اپنے کام سے سروکار رکھتا ہوں اور مستعدی سے کام کرتا ہوں۔ لیکن یہاں دوبارہ داری مقدم ہے پھر جو لوگ اس معاملہ میں ”سمسہ“ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ بھی ”سے ہمہ“ ہیں۔ کام سے رغبت نہیں۔ مطالعہ کرنے اور اپنی معلومات بڑھانے

کو بڑی گھٹیا سی بات سمجھتے ہیں۔ بال بچہ اٹھایا۔ ایک کمرے میں جرننگار ہوٹل والے کمرے سے کچھ ہی بڑا ہے رہتا ہوں۔ ایک آدمی لاکھانا میں سے آتا ہے۔ باقی لاکھری چلتا ہے۔ ایک کمرے اور ایک آدمی کے کھانے کا خرچ پڑے ہیں سو روپے ہے۔ اس سے باقی اخراجات کا اندازہ کریں۔

انقلاب کے فائلوں کے لئے میں نے فقیر محمد کو رکھا تھا۔ اس نے اگر نہ پہنچائے ہوں تو خدشہ صاحب سے کہیں۔ کہ وہ "امروز اسکے دفتر میں فقیر محمد دفتری کو پوچھیں۔ میں آج اسے پھر خط لکھتا ہوں۔

اپنے محمدی پریس وائرس نے مارننگ اسام کی رائٹنگ ادا کر دی یا نہیں؟ حاجی محمد یہاں ہے۔ اس سے رجوع کیا۔ تو اس نے ثانی دیا۔ اگر آپ رائٹنگ وصول کر چکے ہوں تو ان سے کہہ کے مجھے بھی بھجوائے۔ قومی کتب خانے والے نہ جانے کب رائٹنگ ادا کریں گے۔ جمید لاہور سے کبھی کبھی۔ طاقت جو جاتی ہے۔ لیکن گوشہ گزینی ہی اچھی ہے۔ کچھ دنوں میں میرا یہ مال جو جائے گا۔ کہ ان زبان بریدہ کیجئے مشقت "مکمل" جمید سے آخر میرے وہ معلومات تو نہیں جو آپ کے ہیں۔

امید ہے آپ بخیر و رغبت ہوں گے۔

نیاز مند محبت

۱۰ دسمبر ۱۹۵۷ء

(۴)

بنامِ عبدالرب اولیاء

(۱۰)

مکرمی! السلام علیکم

آپ کی رائے صحیح ہے۔ جدول بیفٹ اول ہی درست ہے۔ تبدیل میں جدول کی بجائے جدول اول اور جدول کی بجائے جدول لکھا گیا ہے۔ میں مت سے عارضہ سلب ہی مبتلا ہوں اس لئے گھر سے بہت کم باہر نکلتا ہوں جو کچھ لکھتا ہوں اس میں کچھ میری غلطیاں ہوتی ہیں کچھ کتابت کی۔ کامیاب ادب پر دت فوج نہیں پڑھتا۔ اس لئے اکثر غلطیاں ہوں گی توں رہتی ہیں۔

آپ نے اپنے اعتراض کو جرات سے کمرل تعبیر کیا۔ میں شاعر ہوں نہ ادیب۔ معاش لاکوئی نہ لکھتا۔ آیا تراخیاں فریسی کی جانب ٹھیک پڑا۔ چنانچہ تیس تیس برس سے استخوان بندی کر رہا ہوں۔ علم و فضل کا دعوئے نہیں۔ دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اداس مناسبتیں میں بھی کہ زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ بہت کچھ سوچ رہا ہوں۔

جواب دینے میں اس لئے تاخیر ہوئی کہ میں ہسپتال میں تھا۔

نیاز مند محبت

۵ مئی ۱۹۵۷ء

اختر جو ناگدھی

(۱)

بنام مالک رام

کرم و محترم! عزت و اکرام علیٰ صاحب قبلہ کے نام آپ گرامی نامہ مع مضمون مل گیا تھا۔ حضرت موصوف آپ کی تکلیف فرمائی کہ منکیر، داکر تے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ اپنی فرست کے اوقات میں کبھی کبھی علمی و ادبی مضامین ارسال فرماتے رہیں گے۔

نائبہ جناب کو معلوم نہ ہو گا کہ ”مکالماتِ فلاطین“ کے نام سے ایک مستقل کتاب انجمن نے ترجمہ کر کر شائع کر دی ہے جس میں سقراط اور پلوٹو کی نزاکت کا مکالمہ بھی شامل ہے۔ اس صورت میں آپ کا مضمون رسالہ اردو میں شائع نہیں ہو سکے گا جس کا ہمیں بے حد اندسہ ہے۔ آپ نے خاص تکلیف گوارا کر کے اردو کے لئے یہ مضمون تحریر فرمایا ہے اور ہر اعتبار سے بہت خوب ہے اور اگر برہمنوں پہلے ہی ترجمہ ہو کر انجمن کی طرف سے شائع نہ ہو چکا ہوتا تو وہ اس قابل تھا کہ اسے رسالہ اردو میں خاص جگہ دی جائے۔

آپ کا مضمون آپ چاہیں تو آپ کو واپس کیا جائے۔ امید ہے کہ مزاح گرامی بخیر ہو گا۔
آپ کو خالص، قاضی، محمد میاں اختر جو ناگدھی نائب مہتمم بھتی اور پکٹ
کراچی ۶ دسمبر ۱۹۴۷ء

(۲)

بنام مالک رام

شفیق محترم! کرم نامہ رسالہ ۱۱ دسمبر پانچواں منکیر، مکالماتِ فلاطین کے ترجمہ مقالوں کا ترجمہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب (جامعہ قادیان) نے کیا ہے جس کو انجمن نے مکالماتِ فلاطین کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ وہ آٹھ صفحے پر ہیں (۱) ٹائیسر۔

۱۲) یونانی خود (۲ صفحہ) کا بیان (۲) اکثر (۱۵) پروٹا گورس (۶) فینڈورہ (۸) فینڈس (۸) بزمِ مہرب -
اس کتاب کے صفحے انجمن کے پاس نہیں رہے۔ صرف ایک نسخہ اس کے کتب خانے میں ہے۔ اگر کہیں سے مل گیا
تو لے کر بھیج دوں گا۔ غالباً مصنف کا بیان یہ بھی ہے جس کو آپ نے ضروری شے نامتے ترجمہ کیا ہے۔
آپ کا ترجمہ مضمون بذریعہ جبریل علیہ السلام اور مالی خدمت ہے۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔
جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں۔

مخلص: قاضی احمد ریاں اختر کراچی ۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ء

(۳)

بنام مالک رام

شفیق کرم!
آداب و تعلیمات - کرمزادہ حضرت مولانا جبریل علیہ السلام و مسودہ فرمایا۔ مولوی صاحب قبلہ کو اور مجھے بھی انھوں سے ہے کہ
کلماتِ افلاطون کے ترجمہ پر آپ کی محنت رائیگاں نہ گئی۔
اگر آپ کوئی مستقل کام کرنا چاہتے ہیں جس سے اردو کی خدمت بھی ہو سکے اور کام بھی پائیدار ہو سکے ہر تہ میں اس کے متعلق
مولوی صاحب قبلہ سے شہرہ کے بعد میں مفصل عرض کر دے گا۔ میں نے غالب پر آپ کا مضمون ملی گلوہ میگزین کے غالب نمبر
میں پڑھا۔ واقعی بڑے اچھے انداز میں لکھا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ آپ تاریخ ادب اور ادب کے
سلسلہ میں کوئی مفصل مقالہ یا کتاب تحریر فرمائیں۔ مثلاً گذشتہ سو سال کا اردو ادب، اردو کے مشہور ہندو ادیب، نثر اور نثر کی تاریخ۔
ان موضوعات پر آپ سے بہتر کون لکھ سکتا ہے۔ آپ کی معلومات وسیع ہیں اور قلم میں دعائی ہے۔ کم از کم اردو ادب کی تنقید
پر کچھ تحریر فرمائیں کہ اس کی تنقید پر پھر میں ناخبر نہ رہوں گا۔ اس کے علاوہ براہِ دعائی یا قلمی ہے۔
رسالہ اردو کا جنوری نمبر ارسال خدمت کیا گیا ہے۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ انجمن کی مطبوعات اکثر کتاب نگہ کی قلمی
ہیں ہیں۔ کچھ کتابیں یہاں بھی مل جاتی ہیں۔

اپنے لئے آپ کو ایک تکلیف دہ دیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ براہِ کرم مصر کے بڑے بڑے ناشران کتب کی فہرستیں
ارسال فرماویں یا ان سے کہ دیں وہ براہِ راست بھیج دیں گے۔ عینی البابی اور مصطفیٰ البابی مجلس کے علاوہ البیان سرکس وغیرہ کی تاریخ
قاسم کے شائع افضالہ پر ہیں۔

قاضی صاحب لاہور میں ہیں اور اس کی انجمن کے لئے تاریخ ہند لکھ رہے ہیں۔
امید کہ مزید گرامی بھیجیں گے۔

مخلص: قاضی احمد ریاں اختر

۲۳ جنوری ۱۹۵۰ء

(۴۱)

بزم ملک رام

شفیق محترم!

تسلیم۔ کرم نامہ پہنچا۔ یاد فرمائی کا شکریہ مطلوب کرتا ہوں۔ روانہ کی گئی ہیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ انجمن کی دیگر مطبوعات شاہد کتاب نگار کے ہاں سے مل جائیں ورنہ آپ انجمن ترقی اردو میں لکھیں۔ لیکن ہے وہاں سے مل جائیں۔ وہاں بیٹھ کر آپ لکھنا چاہیں تو میرے خیال میں آپ اردو کے معامہ ادیبوں پر الگ الگ یا عمومی حیثیت سے لکھ سکتے ہیں۔ جدید اردو ادب یا گذشتہ سوسال کے اردو ادب پر آپ تحریر فرمائیں تو آپ کو اپنے حافظہ سے بہت کچھ مل سکتی ہے۔ آپ کے قلم سے ایک سرسری جائزہ بھی بہت قابل قدر ہوگا۔ رسالہ اردو کے لئے یہ ایک اچھا نفعہ ہو سکتا ہے۔ میرا ناگزیریت سے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

عربی و سنسکرت اب تک نہیں ہیں۔ آپ نے غالباً عربی سیکھ لی ہوگی۔ لکھنا ایک عربی ناول کی ضرورت ہے۔ اس کا نام حسب ذیل ہے: الشیخ سید عبد اللہ واقا حسیص آخری، زخمی و زخمی ہوا۔ براؤن کر ماسز کو تلاش کرنا ضروری۔ رسالہ فرمائیں۔ بہت ممنون ہوں گا۔ پچھلے یہ کتاب عالمی لکھنا میں نصاب عربی میں داخل تھی۔

خدمات لاؤنگ سے یاد فرمائیں۔

مخلص: قاضی احمد میاں اختر جرنالہ علی، کراچی ۲۲ فروری ۱۹۵۷ء

(۵)

بنام ملک احمد رضا بن احمد آزاد

عزیز محترم!

السلام علیکم مودت نامہ زور فرمایا۔ ذہنی اپنی صحت کی فکر سے پہنچا جس کا شکریہ قبول فرمائیے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں غالباً نرکی۔ رسید نہیں دے سکا۔ یہ فریضہ تھا۔ اس کے دو روز بعد تعیند برٹریا پارٹی سے گئے اور پھر شیخ محمد اکرام صاحب کے پاس پہنچا۔ ان کے پاس سے آؤ ایک اور دوست ملے گئے۔ خدا خدا کہ کچھ چند روز ہوش واپس آیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اپنی زبان میں اس پر تعریف فرمادیا جائے گا۔ غایا اب تک اردو کے اس سنجیدہ اعظم پر جتنے خاص نمبر لکھ چکے ہیں ان میں آپ کا ترجمہ قریب سب سے بہتر نظر آ رہا ہے۔ حاب و کلام عالی۔ ایک مستقل کتاب کا حکم رکھتا ہے۔ مولانا نے بھی اسے بہت پسند فرمایا ہے۔

رسالہ اردو آپ کو بھیجا جانا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ڈاک والوں نے اٹالیا۔ میں نے معذرت فرمائی کہ اس کے نمبر پر آپ کو بند بوجہ برٹریا کیجے والی تپے پر بھیج دئے جائیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ اردو کے اپریل نمبر میں سر سید مرحوم کی آثار العنادید کا چھٹا باب یعنی اہل دلی کتابی صورت میں شائع ہوگا اسی

فہر میں مولانا کا ایک مفصل مقالہ سرسید پر نکل رہا ہے۔ یہی مقالہ ان کی تصنیف چند معاصرین بھی متعلق ہوگا۔ کتاب کار و سرائے میں
پڑیں میں جا چکا ہے۔

امید ہے کہ آپ خبریت سے ہوں گے۔ ملازمین صاحب کو میری عزت سے سلام عرض کریں۔ مئی ۱۹۵۱ء
کرم نار نارنہا جس کا جناب اب تک نہیں دے سکا۔ آج کل ان کو گھسوں گا۔

حصہ: اختر جو ناگھڑی۔ انجمن ترقی اردو ہسپتال روڈ کراچی ۲۲ فروری ۱۹۵۱ء

(۶)

مکرمی!

اسلام علیکم۔ آپ کے مکتوب "ذائع مورخہ ۱۱ مارچ" کے جواب میں گزارش ہے کہ اس وقت انجمن کے پاس ایک مکتوب
سے زائد سروسے طباعت کے لئے پڑے ہوئے ہیں اور کوئی چھ سات کتابیں زیر طبع ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کی سروسے کتابوں کا تسلیم
اور بھاریاتِ عالی کی طبع ثانی کا انتظام کرنا مشکل ہے۔ اگر سروسے کتابوں کو انجمن کی آئندہ مطلوبات کے سلسلہ میں رکھا جائے تو کم از کم
تین سال تک تو ان کی طباعت کا انجام پاپاشی ہوگا۔ اس وقت زیر طبع کتابوں کا پروگرام ۱۵۵۰ تک تکمیل میں چکا ہے۔ لہذا اگر پسند
فرمائیں تو آپ کی سروسے کتابیں اس کے بعد بھی جا سکتی ہیں یا پھر یہ کہ وہ آپ کو عذریہ کر دی جائیں۔

تذکرہ حالی کے متعلق مولوی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ کے کئی مصاحبوں نے شائع ہو چکے ہیں۔ لہذا آپ اپنے
طریقہ پر اس میں مناسب ترمیم حاضر فرمادیں۔ اس کے بعد اس کی طبع و اشاعت کے مسئلہ پر غور کیا جائے گا۔

قاضی احمد میاں اختر، نائب مہتمم انجمن ترقی اردو۔ ۱۸ مارچ ۱۹۵۱ء

(۷)

بنام ملک رام

شفیق مکرم و مہتمم ناگھڑی!

تسلیم کرم نامہ ۳ اگست پہنچا۔ اس سے پیشتر آپ کا فائز نامہ پہنچا تھا جس کے جواب میں تاخیر کا سبب میری اور
بچوں کی حلاوت ہے۔ چند روزہ ہرے کر میں نے آپ کے اس خط کا جواب لکھا اور نہ معلوم کہاں رکھ دیا اور یہ خیال رہا کہ میں آپ
کو جواب لکھ چکا ہوں لیکن بعد میں وہ جواب مل گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ڈاک میں نہیں ڈالا گیا۔ بہر حال تاخیر جواب کی عذرخواہی کے ساتھ
اس بات کا بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کے خط کا جواب دینے میں دیر نہ تساہل سے کام نہیں لیا۔
عذر یہاں کہ آپ کی مظلوم کتابیں ہمارے سول ایجنٹ کی طرف سے آپ کو مہتر بھی گئی تھیں۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ اب تک
آپ کو نہیں ملیں۔

دعا روا رو بابت لکھ رہا ہوں آپ کو عذر کے پتہ سے گیا تھا وہ نہیں ملا۔ اس خط اب اپریل اور جولائی کے درمیان چلا رہا تھا
ہیں۔ آپ کا تبدیل شدہ پتہ و مہتر بھی لکھوا دیا ہے۔

مولوی صاحب قبلہ تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کوئٹہ شریف لے گئے ہیں۔
 آپ نے عمر رابی کے قرائین پر کچھ لکھا ہو تو زور دے دیجئے۔ ہم جنوری شدہ سے رسالہ تاریخ جاری کر رہے ہیں۔ اس میں تاریخ
 اور آئین اور قانون پر مضامین شائع کئے جائیں گے۔
 براہ کرم بغداد کے کتب فروشوں کی فہرستیں بھیج کر نمونہ فرمائیں۔
 امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

مخلص: قاضی احمد میاں اختر کراچی ۹ اگست شدہ

(۸)

نام لکھ دام

شفیق کوکم:

تسلیم نیاز۔ کہ نامہ روزہ از سرچین (از بغداد) کا جواب ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ ایجنٹ نے غلط اطلاع دی تھی کہ
 انہوں نے کتابیں معرکے پتے پر بھیج دی ہیں۔ خود کتاب مکتبہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کے تحریر فرمائے پروکٹا میں نہیں
 بھیج گئیں کیونکہ آپ نے بعد میں ہدایات بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اب چونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس لئے میں نے غتبہ والوں سے
 کہہ دیا ہے کہ وہ کتابیں آپ کو بغداد کے پتے پر روانہ کر دیں۔ انہیں کی طرف سے چھ اور کتابیں شائع ہو رہی ہیں: بحسب ذیل ہیں:-

۱۔ داستان طبعیات از نصیر الدین ثنائی -

۲۔ مقدمہ مسائل (ترجمہ از سارٹن) ترجمہ سید نذیر نیازی -

۳۔ نوادر الافاضل (اردو فارسی لغت) از مراجع الدین علی خاں آرزو -

۴۔ عربی، اردو لغت مرتبہ مولوی محمد سورتی

رسالہ اردو بابت جبرانی آپ کو بھیجا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اپریل کا پرچہ علمی روانہ کیا گیا ہے۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ آپ کا نیا پتہ
 دفتر میں نوٹ کر دیا ہے۔

عربی کے قوانین کے متعلق اگر تحریر فرمائیں تو رسالہ تاریخ کے لئے بھیج دیں جو کہ جنوری شدہ سے شائع ہونے والا ہے۔
 میں نے ایک کتاب کے متعلق آپ کو لکھا تھا جو نہیں مل سکی۔ مجھے صرف اس کے قدر کی ضرورت تھی جس میں مصنف نے
 عربی کے انسانی ادب کا جائزہ لیا۔ اگر آپ کو وہاں کوئی ایسی کتاب مل سکے جس میں عربی کے انسانی ادب کے متعلق معلومات
 درج ہوں تو ضرور ارسال فرمائیں۔ بغداد کے کتب فروشوں سے فہرستیں بھیجوانے کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں۔

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ خدمات سے یاد فرمائے رہیں۔

مولانا اس وقت کوئٹہ تبدیل آب و ہوا کے لئے قشلاق لے گئے ہیں۔

مخلص: قاضی احمد میاں اختر۔ کراچی ۲۳ اگست شدہ

(۹)

بنام مالک رام

شفیق کریم

کریم نامہ روزہ ۱۱۱۰ھ کو تیناب ہو کر باعث مسرت ہوا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ اس طویل و صبریں اپنی پریشانیوں اور مصروفیتوں کی وجہ سے نہیں نگہ رسا جس کی وجہ سے آپ کو مجھ پر ناما ضلکی کا شبہ ہو گیا۔ اتنے غافل آپ ایسے کریم فزاؤں سے بے جاوجہ ناراض ہو کر پیرے نزدیک کفر ہے۔ آپ اس قدر اذوقہ کرنے ہیں اور میں جواب تک نہیں لکھ سکا۔ اس کے لئے بہت شرمندہ اور مجرب ہوں۔ برا۔ بھائی خدا آپ اپنے دل سے یہ شبہ نکال لیجئے اور مجھے پہلے کی طرح اپنا ہی خواہ اور مخلص تصور فرمائیے۔ رسالہ تاریخ چھپ گیا ہے اور معقریب حاضر خدمت ہوگا۔ آپ کے مضمون محررابی کی شریعت کا انتظار رہا۔ نوادر اعلیٰات چھپ گئی ہے۔ اس کا مقدمہ چھپ رہا ہے وہ نیا رہ جائے تو آپ کو بھیجواؤں۔

دیوان سخن کے ازہر میں محمد علی ناٹا کو تیری کا کوئی قطعہ تاریخ موجود نہیں ہے۔ میں نے اسے بار بار دیکھا لیکن اس میں موجود نہیں ہے۔ سرکشیاب میں بھی لکھا۔ اس میں بھی نہیں۔ اگر آپ اس کا کوئی حوالہ دے سکیں تو میں تلاش کر دوں۔ میں ہمدرد و خیریت سے ہوں امید کہ مزاج گلی بخیر و عافیت ہوگا۔ خدمات لائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔

آپ کا مخلص، اختر برنگہ گڑھی، کراچی ۲۴ مارچ ۱۹۵۱ء

(۱۰)

بنام مالک رام

شفیق موزم اسلام و رحمت

آخری فزاؤش نامہ روزہ ۱۱۱۰ھ پر اپریل ۱۹۵۱ء میں ارسال کیا تھا۔ اردو کا نفرین کی مصروفیتوں میں اس کا جواب نہیں لکھ سکا۔ ۶ جون کو میرے عزیز دوست سید حسام الدین راشدی معہ اردو لندن کی سیاحت سے واپس آ گئے۔ ان کی بنانی آپ کا پیغام پہنچا۔ وہ آپ سے ۱۱ کر جس قدر خوش ہوئے اس سے زیادہ آپ کے متعلق ان سے بہت کچھ سن کر مجھے رتی مسرت ہوئی۔ خدا کو سے کسی دن آپ سے مدد و معاونت ہو۔ آپ ایسے محبت کرنے والے لوگ اب کہاں ملتے ہیں۔

پیداگاہاں ہیں ایسے ہر گنہ طبع لوگ افسوس تم کو تیرے محبت نہیں رہی

میراثے اس دعا کے اور کیا عرض کر دوں کہ:

نزدہ باشی و شاہاں باشی

ذکر غالب طبع جدید مل گیا۔ خوب چیز ہے۔ آپ نے اردو ادب میں ایک نئی طرح ڈالی ہے جو اس کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔ افسوس ہے کہ ہم نے اپنے بہترین اہل قلم اور راوی کی دماغی صلاحیتوں کو نہیں پہچانا اور نہ ان کی داد دی۔ بہر حال میں اپنی طرف سے آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ قبول فرمائیے۔ ذرا فرصت ملے تو ایک آدھ تبصرہ بھی لکھ دوں گا۔ آپ کے قلم سے اردو ادب کی جلی تو فصاحت و ابستہ ہیں۔ آپ کو کہہ دینگا میں کافی ہمارت ہے کیوں نہ آپ، دو کے شہرہ انجمن پرایک کتاب لکھ دیں۔

کم از کم ایک سلسلہ مضامین کی ترقی سے جانہ ہوگی۔ عمر آبادی کی شریعت پر آپ نے اب تک کافی کھدایا ہے۔ اگر سچ دیں تو کوئی تاریخ میں شائع کیا جائے۔

رسالہ تاریخ اُردو کا تب میں چھپا۔ چونکہ ہدف و موزوں نے دیکھے اس لئے کافی غلطیاں رہ گئیں۔ چھاپنے والے بھی بالکل نا تجربہ کار اور نئے تھے۔ اب انجمن نے اپنا پریس قائم کر لیا ہے۔ اس میں چھپا ہوا دوسرا نمبر اب تاپریل آپ کو بھیجتا ہوں۔ رسالہ تاریخ حسام الدین صاحب نے آپ کو بھیجا یا ہوگا۔ دیوانہ تین سے آپ کا مطلوبہ قطعہ تاریخ نقل کرتا ہوں۔

جناب خواجہ غفر الدین بہادر	کہ زندہ باز ازو نام سخن شد
بطرز عاشقانہ گفت و بیان	کہ مطبوعہ ملی ہر اہل فن شد
زمین شعر آو ہم اوج گوگوں	نفاطش ٹپک پر دین دہریہ شد
بکھر تازہ دایہ نظم و نثر	کز و متروک مضنون کہن شد
بگل بندی الفاظ نگارین	بیاضی صفحہ مدد رنگس کہن شد
پرہیز سحر سلاش بہر سادہ	کہ در و محض نشان نقل و کتب شد

میرا اردو تاریخ گفت و

ذوق مقبول دیوانہ تین شد

پاکستان میں اس وقت جو سچے چوٹی کے شمار کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱، خورشید لاہوری، ۲، ہمایوں، ۳، لاہوری، ۴، عالمگیر لاہوری، ۵، نیرنگ خیال لاہوری، ۶، ماہ نو، کراچی، ۷، خاندانی، کراچی۔

انجمن کی جدید مطبعہ خاندانی کی فہرست ارسال خدمت ہے۔

اپنی خیریت سے کبھی کبھی مطلع فرماتے رہیں۔ سید حسام الدین صاحب سلام عرض کرتے ہیں

مخلص: اختر برنگ لکھی۔ کراچی، ۱۳ جون ۱۹۴۷ء

(۱۱)

بنام اللہ - مام

شفیق مکرمل

سلام و رحمت - ۱۸ جون کے محبت نامہ کا جواب آج پورے ایک ماہ کے بعد دے رہا ہوں۔ اس تاخیر کی معذرت

قبول فرمائیے۔

مزید سحر و اثر ترقی روح کی بیماری اور ایشیائی کی کچھ تفصیل آپ کے کرم تار سے معلوم ہوئی تھی پڑھ کر بے حد انوس ہو گیا اس پیار سے بچے کی جوانی کا نکتہ صبر ہے۔

ذکر غالب ایک دوست پڑھنے کے لئے لکھے ہیں۔ آجائے تو اس پر تبصرہ کھولیں گا۔ جملہ تاریخ اُردو، اگست کے رسالہ تک شائع ہوگا۔

غالب کے علاوہ کا مخلص تذکرہ اب تک نہیں دیکھا۔ اردو ادب اسے تو دیکھیں گا۔ یہ بہت ضروری چیز ہے جس پر کسی نے توجہ نہیں کی۔

پرچے آپ کو باقاعدہ ملنے رہیں گے۔ اپریل کا اردو مقرر سے اتنی دقت بھیگایا تھا۔ میں نے ہدایت کر دی ہے کہ سباز بھیجا جائے۔ محمد رابی والا مضمون تیار ہو کر بھیج دیجئے۔

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ آگے جاؤں گی تشریف لائیں گے۔ ملاقات کی مسرت قبل از وقت محسوس کر رہا ہوں۔ راشدی صاحب انگلت مان سے واپس آئے ہی اپنے گاؤں چلے گئے اور غافلانہ وسط اگست تک واپس نہیں گئے جیسے عزیز دوست ممتاز سب۔ اب نگرانی خاص لندن گئے ہوئے ہیں۔ میں نے ابی سے بھی کہا ہے کہ وہ ضرور آپ سے ملاقات کریں۔ ان سے بھی اکثر آپ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اردو کے سچے ادیب اور شاعر ہیں اور آپ ابی سے نہ کہ بہت غلط ہوں۔ آپ کی غیریت مزاج چاہتا ہوں۔

آپ کا مخلص: اختر جانا گدھی کراچی ۸ جولائی ۱۹۵۱ء

(۱۲)

بنام ملک رام

شفیق محترم: السلام علیکم ورتہ اللہ
اس سے پیشہ آپ کے کرم نامہ کا جواب لکھ چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ وہ آپ کو نہیں پہنچا۔ ۱۵ جولائی سے ۲۵ جولائی کو بھیجا گیا تھا بذریعہ ایریل۔ اس سے پہلے ۱۲ جولائی کو ایک خط روانہ کیا تھا۔
رسالہ اردو کے دونوں نمبر اپریل اور جولائی، آج کی ٹاک سے جریشی اور مالی خدمت میں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔
آپ کی پریشانیوں کا حال چھو کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان پریشانیوں کو جلد دور کرے اور عادلہ محترمہ کو صحت حاصل عطا فرمائے۔

آپ کی جدید تعلیم چھو کر آپ کے گھر سے مطالعے اور بصیرت کا قافیہ ہو گیا۔ اس موضوع پر اب تک صرف دو تحریریں میں نے دیکھی ہیں۔ ایک مولوی عبدالرحمن گرامی مرحوم کی جو پندرہ بیس برس ہوئے جوان عمری میں اشغال کر گئے۔ ان کا مخلص مضمون اسلام میں عورت کا وجہ غالباً ۱۹۲۱ء میں صراف (اسلام گاہ) کے نین نبروں میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ کی تحریر دیکھی۔ یہی تعین گہری اور مخلصانہ تحریریں بہت کم نظر آتی ہیں۔ کتاب کے سرری مطالعے کے بعد ایک دوست اسے پڑھنے کے لئے ڈاک کرے گئے۔ انہوں نے اپنے کسی دوسرے دوست کو دے دی اور وہ اب تک میرے پاس نہیں پہنچی۔ واپس آنے کے بعد اس پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے انشاء اللہ۔

ذکر غالب پر میں تبصروں کا پابنا تھا کہ ڈاشی صاحب نے اس پر ایک مختصر تبصرہ کر ڈالا اور کئی تین ماہ پہلے مرلانا نے ریڈیو میں اس پر تبصرہ کر دیا۔ یہ دونوں تبصرے مجھ پر نیا نیا اثر تو وسیع تھے۔ کتاب کے حارس پر ابھی لکھنے کی خواہش ہے۔ میں اب حدود ماہ سے طویل رہا۔ درج المصدر (Anaina poet) کی شاییت میں دو سال سے تہہ ہوں۔ مقرر کا معروضہ بہت بڑھ

گئی ہیں۔ تاہم کوشش کروں گا کہ اس پر پتہ لکھوں۔

پرسیدہ صاحب الدین صاحب آپ کو بہت یاد کرتے اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اپنی غیریت اور حالات سے مطلع فرمائیں گیانا
آج کل کوئی تشریف لے گئے ہیں۔

آپ کا، اختر۔ کراچی، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۷ء

(۱۳)

بنام مالک رام

بندہ فرماؤ!

تسلیم و نیاز۔ آپ کے تین تین کرناٹے پہنچے اور مجھے ان میں سے ایک کا لمبی جواب لکھنے کی تفریق نہ رہی تھی قسمت
میں آپ کے جانے کے بعد میں تقریباً تین ماہ تک بسترِ علالت پر رہا۔ پتی UNTECARIA بخار اور دردِ گردہ کے نئے درپے
چلے ہوتے رہے، مزہ و صبح صدر (ANGINA) نے لمبی کافی پریشان کیا۔ (اور انجن کے حالات روز بروز بگڑنے لگے جس سے
میری پریشانیوں میں کافی اضافہ ہو گیا۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ ایک مدت کے بعد میری صحت عور کر گئی اور انجن کے حالات۔ نرمی
کہ ٹی سی ہو کر کچھ اس کی ملالی حالت درست ہو رہی ہے۔ تمام رسالے جاری ہیں۔

اس ناہامی ایک خط آپ کو دہلی کے پتے پر دیا گیا تھا اور منعمی کی کوپیاں بھی بھیجی تھیں جو واپس آگئیں۔ اس کے بعد آپ
کے ممانیت نامے ۲۱ اپریل ۱۹۵۷ء اور ۵ اکتوبر کے یکے بعد دیگرے ملے رہے۔ میں آپ سے سخت ناامید ہوں کہ آپ نے ان
کے جوابات نہیں لکھ سکے۔ اس کو خواہ میری سستی اور کالی پر محمول کریں یا واقعی پریشانیوں اور مشکلات پر، بہر حال خود کو کم کی التجا کے
اور کوئی طریقہ مذکور خواہی کہ کیر سے پاس نہیں۔ دالغہ بخند کرام اناس مقبول۔ میری مسلسل خارش پر بھی آپ کا فیضانِ مرسلط برابر
جاری رہا۔ اس سے یقینی ہوتا ہے کہ آپ کی شرافت نفس آپ کو اتمامِ لینے پر آمادہ نہیں کر سکی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ
کی اس حرقت و دفا۔ سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے بلکہ میری یہ کوشش جو کہ حق الامکان آپ کی نصف طاقت سے مشرف
اور تنقید بننا رہوں۔ آپ کی محبت اور ممانیت میرے حال پر فرائض کر دینے کی چیز نہیں۔

درد و سناں یا بہت یاد کروں جس کی امت

ورنہ ہر نئے پہلے خود شرمی انگشت

اگر اس نیاز کے اندر میں اپنی کچھ نا سوشی کی کچھ توفی کر سکا تو یہ میرے لئے یقیناً اطمینانِ قلب کا باعث ہوگا۔
سب سے پہلے مجھے یہ بتائیے کہ صاحبزادے کو کیا حال ہے۔ آپ نے ۱۹ جرن کے طور پر یہ بیروزہ منایا تھا کچھ
بکھم پہلے سے بہت بہتر ہے۔ دھماکے کا فائدہ اٹھانے سے صحت کو کافی حلقہ ملے۔

آپ یہاں وہاں تشریف نہ لائے، اس کا بہت افسوس رہا۔ دونوں میں ملاقات نصیب ہوئی یا وہ وہ بھی اوصی۔ دل
کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی۔ خیر یا رزقہ محبت باقی۔

افسوس ہے کہ محرومی اور غائب والے مضامین کے دس دس نسخے نہیں نکلا سکا جس کے متعلق آپ نے بہت دیر میں

تقریباً پانچ۔ آپ کے دونوں مضامین یہاں بہت دلچسپی سے پڑھے گئے۔ "محور بنی کر رہا تھا" اس کو جاننے کے لئے "نایاب دست" کے قارئین منتظر رہیں گے۔ لہذا یہ دو تیار رہ مضمون فوراً حمایت فہرست کے ذریعہ میری شائع ہو سکے۔

پیر حسام الدین صاحب سے جب جب ملاقات ہوتی ہے کسی دیکھی طرح آپ کا ذکر غیر ضرور آتا ہے۔ خط لکھنے میں وہ بھی میری طرح، بلکہ تیز سے پڑیا وہ ہی شہسخت ہیں۔ آپ کا سلام اکی کوبرا پر پہنچا تا رہتا ہوں۔ ان کو بھی آپ کے خطیط برابر مل رہے ہیں۔ آج کل وہ کسی دوست کی صحبت میں مشغول و سلی رہندا دیہرو۔ وغیرہ کے سفر پر آمادہ ہیں۔ لیکن ہے اس سلسلہ میں آئے جاتے کبھی آپ کی طرف بھی آجائیں۔

میر تقی میر کی پیمیں اور ان کی والدہ نے آپ کی کتاب "عورت اور اسلام" کو تعلیم، الاستاذ اب پڑھ ڈالی ہے اور اس سے کافی استفادہ کیا ہے۔ میں نے اسے اب تک جتنے جتنے ادھر ادھر سے دیکھا تھا کیوں اب سن کر رکھ رہا ہوں اور تنقیدی نظر سے شاید اس پر ایک تبصرہ بھی آئندہ تاریخ و سیاست کے لئے لکھ سکوں۔

میں ایک نثریہ سیساک کتاب کی تلاش میں ہوں۔ بہت سہمی کتاب ہے لیکن نہیں مل رہی ہے۔ اشیر حبیب و اقا حیدر "آخری" از محمد محمود بک، ان کے امیر احمد محمود خرم خرم، یہ ان کے افسانچوں کا مجموعہ ہے جس کے مضمون انہوں نے عربی افسانہ کی مفصل تاریخ بیان کی ہے۔ غالباً یہ مترجم فن اقصیٰ کے نام سے علیحدہ بھی چھپ گیا ہے۔ دونوں کتابوں میں سے جو بھی مل جائے غنیمت ہے۔

مشہور مصری مصنف حسین بیگل پاشا نے حضرت عمرؓ پر دو جلدوں میں ایک کتاب سیرۃ الفاروق یا عمر الفاروقی نظام سے لکھی ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کتب فروش کو تحریر فرمادیں تو وہ بیکار کے ذریعہ بیچ دے گا۔

مولوی صاحب قبل ایک ماہ کے کوئٹہ میں مقیم ہیں۔ پیر صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔ میرے لائی کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف تحریر فرمائیں۔ اپنی اور متعلقین کی خیر و عافیت کے وقتاً فوقتاً مطلع فرمائے رہیں۔ گھر میں اور بچوں کو سلام و دعا۔

نیا رکش، اختر - کراچی ۸، اکتوبر ۱۹۵۲ء

(۱۴)

بنام مالک رام

شفیق دیکھی!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فواز شام مورخہ ۲۶ اکتوبر مل گیا تھا۔ چند روز ہوئے سیرۃ الفاروق کی دو جلدیں بھی

وصول ہوئیں۔ ان پر ہم فواز شام کا شکریہ کس طرح ادا کروں

مجھ سے یہ بار لطف کیونکر نیا یا جائے گا؟

ہیکل کی کتاب بروقت پہنچی اور آج میں نے اپنا مقالہ تحریر کر کے دارودانسا میکر پیڈیا کے لئے، پروفیسر محمد شفیع صاحب کو لاہر بھیج دیا ہے۔ کتاب بہت خوب ہے، اور جتنا نادران میں لکھی گئی ہے اگرچہ زیادہ تر ماضی کے حوالے نہیں دئے گئے۔

آپ کا مضمون ”محورانی“ پہاڑی جل رسالہ تاریخی میں چھپ رہا ہے۔ دو ایک روز میں پورا چھپ جائے گا۔ باوجود موضوع خشک ہونے کے بہت دلچسپ ہے۔ پروف میں خود دیکھ رہا ہوں۔ اس سلسلہ کی اور کتابیں بھی بھیجتے رہیں۔ آئندہ اشاعت فوری میں نکلے گی۔ اگر ہرگز کے دست تک پہنچ دیں تو وقت پر چھپ سکے گا۔ آپ کے مضمون کے دس نسخے حسب دستور بھیجے جا رہے ہیں۔

صام الدین صاحب کو آپ کو پیغام پہنچا دیا تھا۔ غالباً انہوں نے آپ کو کھانا ہرگا۔

دو دوستوں نے بہت یاد رکھ کر شکل امت

دور نہ ہر گئے پاتے خود ثرمی اس گندا

آپ کی کتاب پر تبصرہ ضرور ہوگا انشاء اللہ!

خدا کے فضل سے اب میری طبیعت ہم ترین صحت ہے۔ صاحبزادے کی صحت اچھی ہو گئی اور آپ مع اہل و عیال کی صحت بھی ہو گئی۔ میرے سب بچے جواب آپ سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں آپ کو آداب عرض کرتے ہیں۔ میری طرف سے شکریہ ادا رہے ہوں کہ دعا۔

آپ کا مخلص، اختر جوناگڑھی، کراچی، ۶ دسمبر ۱۹۵۲ء

(۱۵)

بنام امیر محمد قاری الدین احمد آزاد

شفیق و مکی

اسلام علیکم میں سرسید کے مٹی کا ناموں پر ایک مفصل مضمون لکھ رہا ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے تصانیف احمدیہ جلد اول میں ”تاریخ“ کے مختلف براہ نام پرانے لکھے ہوئے دیباچوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ان کو نقل کر کے بھیج سکیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ نقل و کتابت کے مصارف میرے ذمہ ہوں گے۔

امید ہے آپ بہر وجود غیریت سے ہوں گے۔

مخلص، اختر، انجمن ترقی اردو پاکستان، اندرون کراچی، ۱۰ جولائی ۱۹۵۲ء

(۱۶)

بنام ملک مام

عزیزی و صدیقی، اختر، مکتبہ اللہ تعالیٰ!

اسلام علیکم درختہ اللہ و بکارتہ۔ چیئر آپ کے پے در پے تین کرم نامے ملے تھے جن کا جواب ۱۰ جون کو لکھ چکا ہوں۔ اس کے بعد آپ کا عزایت نامہ ۲۲ جولائی اور دوسرا حال ہی میں پہنچا ہے۔ انجمن اپنے خدائی رسید نہ پا کر تعجب ہوا کہ وہ خط آپ کیسے نہیں پہنچا۔ حالانکہ ایک علیحدہ لفافے میں جوائن ٹک سے بھیجا تھا۔

میں بغیر تعالیٰ فیہودافیت سے ہوں لہذا آپ جیسے کرم فرما سکیں ناما عرض ہونے لگا، اس کا کبھی خیال ہی نہ فرمایا۔ کچھ فوری مصروفیات اور کچھ تباہی اور کوتاہی، جلد آپ کے خط کا جواب نہ دے گا، زور مار رہے۔

براؤ کم مصری نیرزائینیسی (۳۴)۔ شارع الملکہ تاہرہ اگر مطلع کر دیکھتے کہ آئندہ ۱۹۸۸ء کے تمام نبر و جہاد تہ پر یہ کیا کرے۔
میں محمد اللہ صبح الی و عیال خیر رہتا۔ یہ ہیں اور آپ کی صحت و عافیت کے لئے ہمیشہ دست دعا ہوں، مسلمان مسالک کا
احقر، اختر۔ مسدود نیرزائینیسی جید راہب (مسندہ) ۹ فروری ۱۹۵۴ء

(۱۸)

بنام مالک رام

شفیق مخبرم! سلام علیکم۔

اس برس بچے کو زندہ ہوں مکھنا پڑا ہے حال

کیا مختصر جواب پر ہوتا کہ۔۔۔ مر گیا

اتہائی حزن و ملال کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ میری رفیقہ حیات نے داعی اہل کو لیک کہا اور مجھے اور اپنے سات پکوں
کو ہمیشہ کے لئے خارج مفاہقت دے گئیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نہ صرف دنیا کی معاملات میں میری دست راست تھیں بلکہ میری دفاعی کاوشوں میں بھی؛ ابرار یک رہیں۔ یہاں آئے بے
مجھے اپنی بربادی اور خانہ دہانی کا کچھ غم نہ تھا کہ میرے لئے ان کی ذات سرمایہ حیات تھی لیکن اب مجھے صحیح طور پر اپنی بربادی
کا احساس ہوا۔

چاردن کی بچی ان کی یاد کا وہ ہے جس کو سینے سے لگائے ہوئے ہوں۔

دل دیش اختر جوناگڑھی ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء

(۳)

مکتوب سید نذیر حسین محدث دہلوی

(۱)

بنام شاہ سلمان بھٹلوی

”نوازش نامہ حضرت شیخ، اسلام: شاہنا العالم نائب رسول انقیس مولانا دستا، دنا سید نذیر حسین
 کارالت تاروق افاداند، مصنف، وذا البی فیومناشد جبوشا کہ بنام نقر لغوت بخط صیدی مولوی تلمیحات حسین
 صاحب مظلہ العالی بود، فاللہم اعد ذی الصراط الما مستقیم“

هو الولی الماوی الی العریط المستقیم

اے عزیز از ماسیر واد، تبارک و تعالیٰ انفسیکم اذ خفوة محاسبکم بیه اللہ اندیشہ کن و جہاد اذ ثمت کلاذخام
 بخلو نفسانی باش، و سرمد مراقبہ خاذ کر و فی اذ کز کز و برود، یدہ دل و مشاہدہ و جہاد، و سیم، ناشرہ اذ کلا
 ناظرہ بکشائے و نظارہ کن، و سکر طلب استقامت نمود در پور، فامستہ، کما امرت، و الدین جہاد و اذیننا
 بنہ، و باتش بحدی سر کمر اللہ نفسہ بگذار، خاص کن، اما شایان ہر لہندہ ہنہم سبیلنا کرد، و درازار
 اذ اللہ اشترى من المؤمنین انفسہم و اموالہم بآن لہم الجنتہ ادا از شے باشد و جہاں
 سرمایہ توانی کہ بضاعہ دین حاصل اکالہ الدین الفایس حاصل کن شاہد رمزے از اسرار دانیستون سحا
 خطر عظیمہ بر تو کشاید و از رابع اوار فمن شوح اللہ ممدک للاسلام فہو علی نور من ترابہ شحات
 بر تو تابنا از مضیی قل محتاج الدنیایا فیلک پائے ہمت بیرون نہی و برادر و الاجرہ خیر و البقی عہد کنی
 و مقبر اقبال ذلک تعدل اللہ فی مہ من یشاء بشارت چلین وارساند آکا عافوا، کما تحرف و از البشیر و
 بالجنۃ الی کشفہ فذعدون۔ در زمان جنات النعیم رضی اللہ عنہم نادر و ہر کلو و اشرف و اھنیہما لکشفہ
 قلمون، زیادہ و اسلام

محمد نذیر حسین

بنام مولانا حالی

(۲)

مکتوب ذاب سر منزل اللہ خاں

جناب محمد و کرم۔ خطاب شمس العلماء مبارک! ہر چند کہ آپ کی ذات ان تکلفات سے مستغنی ہے لہذا

یہ حروف آپ کی شان میں ایک شہد کم پیش نہیں کر سکتے۔ تاہم اس امر کی خوشی ہے کہ فہرست طبعہ شمس العلماء میں جو کسی قسمی وہ پوری ہو گئی۔ بلکہ ایک غلطی کی اصلاح ہو گئی۔ قطع نظر ازیں ایک دفاتر اخبار - ایما فارادہ را استبانہ اور ذی عزت قوم کا یہ فرض ہے کہ اپنی گورنمنٹ اور اس کے احکام کو عزت اور ادب کی نگاہ سے دیکھے۔ فہرست ہم پر لازم ہے کہ جو اعزاز جائز طور پر گورنمنٹ سے عطا ہو اس کو وقار اور ادب کی نظر سے دیکھیں۔

اب میں ہمیشہ ایک دیرینہ خادم اور قدیمی متعلقہ کے صدق دل کے ساتھ خود جناب کو مبارک باد کہہ کر یہ طریقہ ادب ختم کرتا ہوں۔ والسلام

جناب کا ایک کترین خادم منزل اللہ

(۳)

مکتبہ نواب منزل اللہ خان

مخدومی و مکرری - سلامت -
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - والا نامہ پہنچا۔ عید مبارک ہو یا نہ ہو۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو اندوہ اور غم
 دونوں کے جواب کا محتاج ہے۔ میری حالت پر پچھے کہ مجھ پر ایسی ایسی عیدیں گزری ہیں کہ جو ہزاروں غم سے زیادہ افسوسناک
 تھیں۔ اب اس عید کا حال سنیں بیٹے۔ باوجود علانہ چار ماہ علالت کے عید سے ایک۔ ہذا قبل مجھ کو اسپتال کا درد
 ہو گیا۔ حتیٰ کہ نماز عید سے بھی محروم رہا۔ اور سب سے بڑی حسرت اور سخت تکلیف وہ مایوسی ہے کہ اپنی اور دوستوں
 کی ہزاروں آمدوں کا خون ہوا۔ یعنی میرے جاننا موقوف ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کی نہایت اہم شنگ جو کل ہرہ نوبالی
 تھی۔ ملتی۔ سول سرجن صاحب میرے معاملہ کے لئے تشریف لائے۔ اُن کا حکم ہے کہ ایک مہینہ تک نہ کت
 کروں۔ اور نہ کوئی دماغی کام۔ لیکن باوجود اس کے اس وقت جناب کی تحریر پڑھ کر دل میں ایک ادھ گھونسہ لگا اور
 دماغ میں پکڑ آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب بتائیے کہ مہری عید مبارک ہوئی یا نامبارک تر۔ اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں۔ نواب محسن الملک
 مرحوم کے اور میرے تعلقات کچھ قرآن کے دل میں تھے جو زیر زمین دفن ہیں۔ کچھ میرے دل میں ہیں جو سر زمین میں نہ
 پراگندہ اوراق پر منتشر ہیں۔ غرضیکہ۔

ثبت است بر جیۃ عالم ودام ما

اس معاملہ میں آپ کا بالکل پر خیال ہوں اور خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ خدا کے تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ اب
 بے زبان کا مد کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ جزاک اللہ فی الدین خیر۔

آپ زمانہ جاہلیت کے جو کارنامہ شائق فرما رہے ہیں۔ وہ آئندہ زمانہ میں قومی لشکر کے سپہن اور اوقار
 گئے۔ چونکہ یہ سب باتیں میری آنکھوں کے سامنے گزرتی ہیں لہذا مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تصویر میری نظر سے
 ہے جو منہ سے بھی بلند ہی ہے۔ اگر خدا اچھا ہو تو اس کی خدمت اور مہلت سے تو دل کھول کر باتیں
 خاکسار۔ غیر خواہ منزل اللہ

نعب نواب منزل اللہ خاں (۴)
گرامی نامہ راجوں برکشا دم لکھے برویدہ گہ برسہ ہندام
خندولی دکر می دکر می سلامت۔

اسلام علیکم درجہ اللہ برکاتہ۔ جناب کے ہدیہ تبریک کو میں صرف اپنے حق میں مبارک ہی نہیں سمجھتا بلکہ
موجب عزت و فخر سالت خیال کرتا ہوں۔ خدا کے تعالیٰ آپ کو یوں نائی دیر گاہ سلامت باکرامت رکھے۔ آمین۔
آپ کی ناسازی مزاج کا خیال کر کے مجھے ہمیشہ تعدد رہتا ہے۔ آپ کی خیر و عافیت کی دعا کرتا ہوں۔
اگرچہ بظاہر سبب کوئی توقع نہیں لیکن اگر کبھی نقص آنا ہوا تو اللہ تعالیٰ مزید شرف نیا دے حاصل کر دے گا۔
خطاب اور عتاب ہم دونوں میں اور قرب امانیت بھی یعنی گاہے بسلائے برغبتہ دگاہے بر شائے
خلعت و ہندہ تقریباً چھپاس سادہ عملی زندگی میں مجھے دونوں تجربے ہو چکے ہیں۔ خدا کے تعالیٰ طریق استثناء و مراہط
مستقیم پر قائم رکھے اور انجام بخیر کرے۔ آمین۔ و آجود عوانا من الحمد للہ۔

خاکسار خیر خواہ۔ منزل اللہ

(۵)

رب محمد صلی اللہ

خندولی دکر می۔

تسلیم۔ اس وقت تلاش کرنے کرتے ایک روایت نکلی ہے اور وہ یہ ہے۔ الاولایہ لصغیر دلا
مجذنا ولا نکافر عنی مسلم و مسلمہ۔ اگر دفتر مسلمہ ہے تو عیانی مان یہ نہیں ہو سکتی ہے۔ اور جب ولید
نہیں ہو سکتی تو اس کو استغاث بھی نہیں ہے۔ لیکن ابھی میں اور تلاش میں ہوں۔ میں آپ کو ایک یہ مشورہ دیتا ہوں
کہ آپ شرعی ولی دفتر کے ہیں۔ آپ اس کا نکاح کسی بچے کے کر دیجئے۔ اگر آپ ایسا کریں گی تو پھر تمام
پریشانی رفع ہو جائے گی۔ اور ان کی اختیار کے روایت صاف ہے۔ ولی الصغیر و الصغیرہ ازیکھات۔
وان لحد قرضیا۔ دوسرے ورق پر روایتیں دیکھ لیجئے معد نشان کتاب۔

محمد صلی اللہ

۲۱ فروری

(۶)

رب محمد صلی اللہ

مکرمی دکر می۔

براہ عنایت اس قدر مجھ کو بتا دیجئے کہ مولوی ہدی علی صاحب لندن میں کب تک مقیم ہوں گے۔ اور اس
کے نام تاریا خط کس پتہ سے پہنچتے ہیں۔ اس سفر میں آپ سے نہ ملنے کا انوس ہے۔

خاکسار محمد صلی اللہ

۲۶ جولائی

بنام نواب ملا جنگ بہادر

(۷)

رب ابو محمد عبد الحق

اسلام علیکم ماوجب کے بعد اتماس ہے کہ فقر کی دائمی رخصت کی اہمیت علیہ نواب نواب ہار المہام صاحب

بہادر کا حکم دفترانہ سے آپ کے دفتر پہنچ گیا ہے،
آپ کے اخلاق کریمانہ سے مجھے کمال امید ہے کہ حضرت اس کاشنی عنایت فرمادیں گے۔ اور وہ مجھے
بہت جلد مل جائے گا۔ حضرت کے ذرا اشارہ سے یہ مشکل کام سرانجام پاسکتا ہے۔ حق سبحانہ حضرت کی ذات
بابرکات کو سلامت رکھے۔ آپ اہل علم و اہل کمال کے مربی و قدردان ہیں۔ والسلام مع الاکرام انعام۔ لے
خاکسار ابو محمد عبدالحق مصنف لغیر حقانی
۲۹ مارچ ۱۸۹۹ء

بنام میر محبوب ملیخان نظام دکن

(۸)

مکتوب سرآسمان جاہ

مناسب۔ موافق آپ کی رائے کے دوسروں پر یہ حالی آمین حیات مقرر کر دینا۔ یا محبوب ۱۹/۱/۷۰

بعض ————— اعلیٰ ————— میرسانہ

مولوی فضل حق خیر آبادی ہندوستان کے مشہور اور نامور عالم تھے بلکہ ان کے علم و کمال کا شہرہ عرب و عجم تک
تھا۔ ان کے فرزند مولوی عبدالحق صاحب جن کو سرکار انگریزی سے شمس العلماء کا خطاب اور تمغہ ملا ہے، حیدر آباد آئے ہیں۔
ہیں وہ بھی بڑے عالم اور صاحب تصانیف ہیں، ایسے نامور و عالی خاندان اور مشہور لوگوں کے ساتھ اس سرکار سے
سلوک ہو ناگزیر تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو شرف سے لے کر غرب تک حضرت پرورش کا ممنون اور دعا گو بنانا
ہے اور ایسے بالکمال لوگوں کے بیٹے اب سوائے اس دروازہ کے دوسرا نہیں ہے، نواب محسن الملک بہادر و نواب
عماد الدولہ بہادر و نواب فتح نواز جنگ بہادر و نواب انتصار جنگ بہادر ان سب لوگوں نے بالاتفاق خانہ زاد سے
ان کے فضائل و کمالات کی تصدیق اور ان کی سفارش کی ہے اور اس سرکار کی شانہ فانیوں سے ایسے بالکمال لوگوں
کی اعانت ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے لہذا خانہ زاد کے نزدیک دوسروں پر یہ مہوار کدہ ان کے واسطے حیات مقرر
کر دینا مناسب ہے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں رہیں اور اپنی تصانیف اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھیں
فرمے خانہ زاد آسمان جاہ ۴ محرم ۱۳۱۷ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۹۹ء

بنام میر محبوب ملیخان نظام دکن

(۹)

مکتوب سرآسمان جاہ بہادر

مناسب ہے۔ دوسروں پر یہ مولوی دلیل الدین مرحوم کی بیوہ کے نام و فیض کے طور حیات تک جاری کیا جاوے

یا محبوب ۱۲/۱۲/۷۰ مطابق یکم ستمبر ۱۸۹۷ء

بعض ————— اقدس و اعلیٰ ————— میرسانہ

مولوی دلیل الدین صاحب دارالحدیث آباد کی وفات کی اطلاع خانہ زاد کو چکا ہے اور انکا جتنی جاسے انہوں
نے مقبض کیا تھا۔ ولایت میں تعلیم پارہا ہے۔ وہ اس کا خیر خمد دیتے تھے اور اب معلوم ہوتا ہے کہ انکا خیر و خیر
لے مولانا عبدالحق کو حیدر آباد دکن سے مہوار تنخواہ متوفی۔ جہاں کے صدر محاسب نے اس وجہ سے روک رکھی تھی کہ وہ حیدر آباد سے بڑی چلے گئے تھے۔
اس حادثہ کی اطلاع انہوں نے مراد الہام بہادر کو دی تو انہوں نے حکم جاری کیا کہ مراد الہام جہاں کہیں بھی پرتغزہ جاری رکھی جائے۔ اس کی نقل یا اس کا کاشنی مراد الہام
نے مراد جنگ مستند نرائس سے مانگا ہے۔ (اصل محترمہ ذریعہ نقلین کاظمی)

یہ وہ نہیں کہ مکتبیں اور ابھی ڈیڑھ برس تعلیم کے باقی ہیں اس لئے اگر سرکار منظور فرمادیں تو تعلیم کا خرچ اس حدت کا جو باقی ہے سرکار عالی کی طرف سے دیا جاوے اور اوکلی یہ وہ کہ دوسرے پیدائمانہ وسیعہ حاجات عطا کیا جاوے کہ ہذا ابھی مرحوم کے وقت میں بھی ہنگر پرورش بعض لوگوں کے ساتھ ایسی رعایت کی گئی ہے۔ چنانچہ جو نجی اور مجتہد ہی مسعود کے ساتھ اسی قسم کی رعایت مدد المہم مرحوم نے کی تھی فقط اسے

عرضی - خدا زاد قدیم آسمان جاہ

۲۵ ربیعہ ۱۳۰۳ھ

بنام منشی محمد الدین فوق

(۱۰)

مکتوب سید شوکت حسن شوکت نبی

یہ اورم سلام علیکم والدہ احوال

برخودہ مارندہ ختم فیروز الدین نے اصلاح کے لئے میری ہدایت کے موافق نظم یا شرفاٹ کے کہ کیوں نہیں بھیجے؟ میں نے تو نہیں بھیجی رہا بت کر دی برخودہ دار کی طبیعت سوزوں ہے۔ اور ترقی برآمدہ۔ غالباً نظم سے بھی اچھی سنتا ہوگی۔ وہ چند روز میں خود اپنے کو تمام مشہور اساتذہ سے ہر طرح بہتر سمجھنے لگیں گے۔ کیونکہ "مجدد" کے فیض میں رہی کرشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ استقلال اور محنت درکاربے۔

مضمون لغوت جون کے طریقت میں شائع فرمائیے۔ اس کے بعد شاعری اور حدت الوجود پر تصانیف ضرور ملے

سید احمد حسن شوکت (مجدد) شریعہ شوکت پیر مٹی

۳ جون ۱۹۱۹ء

بنام منشی محمد الدین فوق

(۱۱)

مکتوب مولانا الطہر علی آزاد

بادور کرم!

کارڈ محمد خدوہ اور زوری کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کی ہمت و ادب کا داد دیتا ہوں۔ مجھے پہلے ہی آپ کی حق پسندی - حق گوئی - اشار اور سچے قومی جوش اور غوس سے ایسی ہی امید تھی۔ جب تک ہم اپنی حقانیت پر موجود نہ ہو کہ قومی اغراض و مقاصد پر ذاتی اغراض سے کھلت کر بان کر دیا کریں۔ ہم کسی طرح قومی خدمت کے اہل نہیں ہو سکتے۔ اخبار اور رسالے ملک کو انہی باتوں کے تیار کرنے کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور جب ایڈیٹر ان اخبارات خود ہی اتنے تنگ نظر ہوں کہ ہر بات کے ہر سطر میں ذاتی فائدہ و صوٹ ٹھیں تو وہ قوم اور ملک کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

لے یہ ایک نادر تحریر کی نقل ہے۔ مرآعین جاہ مرحوم حیدر آباد کے وزیر اعظم یادویمان تھے۔ انہوں نے ایک سرومنہ اعلیٰ حضرت میر محمد ربیل خان آصف جاہ کی خدمت میں پیش کیا کہ دلیل الدین متوفی ملازم سرکار کی وفات پر اس کے متبعی کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں رہا۔ دوسرے وسیعہ مرقوم کی یہ کہ کوتاہیات دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت نے یہ سرومنہ منظور فرمایا۔ وہ دستخط کی جگہ "یا محبوب" لکھا کرتے تھے۔ ایک بڑے فرماندار اس کے زیرِ نام کے انداز تحریر کے علاوہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دولت آصفیہ کے کارفرما اپنے ملازمین کے متفق کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ اہل قریہ جناب ملکین کاظمی کے ذہن میں محفوظ ہے۔ اس سلسلے کی بقید قیادت آگے آتی ہیں: (تہر)

لے آپ منشی محمد الدین فوق کے چھوٹے بھائی ہیں۔ بڑے ذہین۔ خود کار۔ خود ساز۔ جہانیاں بجاں گشت۔

(محمد عبد اللہ قریشی)

ہمیں ایسے ہی زبردست ایڈیٹروں کی مزمت ہے جو ہوا کے رخ پر نہ چلیں بلکہ طوفان سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ مرد میدان بن کر سامنے آ جانے پر تیار رہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کا قابلِ فخر وجود... ملک میں موجود ہے گل کی ڈاک سے میں نے وطن لاہور۔ پیسہ اخبار اور دیکل امرتسر میں بھی تحریک کی ہے۔ مجھے ان سوزناک ایڈیٹریں سے پوری امید ہے کہ وہ ایک روزانہ اخبار کی موت پر قوم کو تریاق نہ کر دیں گے۔

فقیر اعظم علی آزاد رسالہ پیام امید اگروہ۔

۱۸ فروری ۱۹۱۶ء

(۱۲)

مکتوب رضا بلگرامی آزاد

جناب صغیر تسلیم مزاج نزاریں۔ بنگالی حضرت بنگلی۔ آپ کی دعا سے۔ میں جلد مہملہ کو یوں معنی پہناتا ہوں کہ آپ تو اس مہملہ اور اس تسلیم کا اور مزاج شریف کا جواب دیں گے نہیں۔ لہذا بمعذرت:

از من میں سلام و ہم از من میں پیام رنج دلی مہاد پیام و سلام را

خود ہی سلام کہا اور خود ہی جواب بھی دے دیا۔ خود ہی مزاج پوچھا خود ہی دعا کہہ لی۔ آج دو پہر کا وقت، دھوپ کی شدت گرمی کا تڑا، دن کا زور شور، بیٹھے بیٹھے جی گھبرا رہا رشحات صغیر دیکھنے لگا۔ اس کتاب کا کیا کہا۔ اگرچہ کلیتاً تائید و تنکیر کے قیاس کا انضباط بہت دشوار ہے تاہم آپ نے خوب ہی قواعد مضبوط فرمائے۔ مگر ساتھ ہی اس کے ایک بہت دستغریب کر دیا ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کو ایک ہی لفظ سے مانکا ہے۔

اوس طرح یہ کہ پیش میر تقی کو بھی مستند ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ خود آپ اختلاف دہلی اور لکھنؤ کے قائل ہوئے ہیں دیکھئے صفحہ ۱۴۵ رشحات صغیر۔ درحالیکہ اختلاف مابین دہلی و لکھنؤ مسلم ٹھہرا تو متقدمین لکھنؤ کو مجرور دلی والوں کی تائید و تنکیر پر مجبور سا کرنا کب ٹھہرا۔ مگر کیا کیجئے جب انشی..... آپ کو اور جناب تند کو مرزا غالب صاحب کی محبت نے ایسا مجبور کر رکھا ہے جیسا قوم نصیری کی کہ حب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے۔ حالانکہ میر تقی اقتقاد ہے کہ مرزا غالب صاحب فارسی میں اکثر اہل ہند سے بہتر ہیں مگر اردو میں تو ایک مبتدی لکھنؤی کے مقابل نہیں ہے

کا د کا دستخت بانی داسے تنہائی نہ پوچھ

ما حلفہ و انصاف طلب ہے۔ اگر نقص اس کتاب میں ہے تو یہی ہے۔ مجبور یہ بھی آپ کے اور جناب تند کی طرف سے احتمال ہے۔ وجہ نہیں کہ مرزا صاحب مرحوم تاریخ بلگرام میں بھی کسی نہ کسی پیرایہ سے داخل کر دئے جائیں۔ میری اس رائے ناقص سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں مرزا غالب صاحب کا غیر مستعد ہوں۔ مگر مقابلہ لکھنؤ دلی والوں کو میں مزور ناقص سمجھتا ہوں۔ اس میں کوئی ہوں۔

دوسرے یہ کہ اسیر کی نسبت جناب نے اپنا اقتقاد بہت کچھ ظاہر کیا ہے۔ میاں بحر صاحب سے کچھ اچھے تھے؟

حاشیہ از سید مرتضیٰ حسینی بلگرامی:

۱۔ جناب سید غلام حسینی قد بلگرامی اور جناب سید فرزند احمد بلگرامی صغیر دونوں کو حضرت غالب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

۲۔ رشحات صغیر۔ جناب صغیر بلگرامی کا تنکیر و تائید پر وہ سحرک انوار مضمون ہے جو دو بار طبع ہوا اور مقبول عام ہوا۔

ایچی میں نہیں۔ جتنے تھے؟ بڑے غضب کی بات ہے کہ تاسع مہینہ سورم میں معلوم ہوا کہ کھانا نہیں۔ اور آتش جو طرد مانتا نہیں
موتے سرت ناسخ کے شریک مشاعرہ لکھے جائیں۔ اور اس پر آب اعتقاد لائیں

آرزو علی عنہ

۱۸ مئی ۱۸۵۳ء

بنام ذاب سید علی حسن خان

(۱۱۳)

مکتوب ذاب، صدر الدین حسین

محکم دکنی بناب ذاب صاحب غایت فرمائے مستند الی سلامت!

بعد ازاں مراحم سلام یا ز مندانہ دانش والی عالی باد۔ الحمد للہ کہ نادمہ تجرید بفضل رب قدیر یہاں خبریت
ہے اور خیر دعائیت ہر دم نیک مطلوب!

دیگر اہمات یہ کہ بوجہ تعکرات دنیاوی چند روز سے بندہ سخت پریشانی کے عالم میں ہے۔ اپنا ذات ہدایت
بد مذہبی بے لطفی سے گزر رہا ہے اور اس پر خشک سالی اور مخلوق کی پریشانی دیکھ کر ہوش و حواس ٹھکانے نہیں۔
لیکن ہزار ہزار شکر اس کریم کارساز کا کہ شہر پرانا سے یکایک یہ مزدہ جاں بخش گوش زد ہوا کہ اعلیٰ حضرت سرکار
نظام خلد اللہ ملکہ اللہ آپ کو طلب فرماتے اور ایک منصب جلیلہ عنایت کرنے کا قصد کیا ہے اور یہ خبر معتبر ذریعہ
سے ملی ہے۔ بلند احمد ہر گز چہرہ خاطر می فرماتے آخر آمدن پس پردہ تقدیر پذیر۔ واللہ ثم باللہ اس نوید جانفزا
کو سن کر اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ گویا مجھی کو منصب ملا ہے۔

اس لئے کہ آپ کے واقفین اور وابستگان سے اور آپ کے فرزندان سید فخر الدین اور عمر الدین سلمہ
بھی ہیں اور تاحیات ہمارا جوسیا جی یاد گار اڑ جاں کس پر کسی کا کام ہے۔ بلکہ ہے کہ کسی وقت ان کے لئے بھی
کوئی جگہ نکل آئے اور سرکار نظام کی مرحمت خروارہ سے حقوں کے بھڑے ہوئے اور شک خواران قدیم ہر برکت
آپ کے قدم صمیمت زوم کے پھر کجا جت ہو جائیں تو کچھ عجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ خوشی مبارک کرے۔
اور اس سے زیادہ آپ کو مراتب و درجات عالیہ پہنچائے۔ ایں دعاؤں میں واز جملہ جہاں آمین باد۔

مرسلہ خاک را غیر طلب میرمد الدین حسین از پردہ

۸ راکت ۱۹۱۸ء

بنام سید محمد نوری خیر علی مشہر

(۱۱۴)

مکتوب خیر شکوہ آبادی

سرایہ از کش تیرہ روز میر بر خمد وارسید الجلیل الشہیر سلمہ اللہ المقدیر

بعد از سلمہ شائقہ وادعیہ مشکاثرہ لائقہ دافع خاطر سعادت مانر عزیز ہوا۔ الحمد للہ والمنہ کہ میری دعاؤں کا
اثر ظاہر ہوا اور حضرت تقدس تعالیٰ شانہ نے شرور و دلائی با سعادت فرزند ارجمند بخانہ کی عزیز سعادت چونکہ و طالع مند
سنایا۔ سال گذشتہ میں فوت صبیہ سے جو گرد طال عارض چہرہ مال ہوئی تھی وہ اس آبیاری رحمت و فضل ایندی سے
ذائقہ و برطرف ہو گئی۔ قطعہ تاریخ ملاوت من قریب انشا اللہ پہنچے گا۔ ان دونوں بوجہ جلال و مقام پیری و تکلیف
حضور کی دربار و دربار حضور ولی نعمی ادام اللہ اقبالہ العالی جس قدر وقت ملتا ہے آپ کی تعمیل فرمائش میں مشغول ہوتا ہے

لے سید محمد عتیق المتخلص بہ مشہور خلف اکبر حضرت شہیر کی طرف اشارہ ہے

باغزو بالا ختک جلدیں کتب خانہ سرکاری میں داخل ہو گئی ہیں۔ اب ان میں سے کسی داستان کی نقل حاصل کرنا دشوار ہے جلد طلسم گہرا مدحیٰ آپ کی پاس داری خاطر سے چھو کر ایک کاتب کو تمبلیس کے لئے دے دی ہے وہ لکھ کر آئے تو بھی دونوں لائق دید و سیر نظر ہے۔ شیخی لالہ داد محمد رام جوہر کی تحریر سے تمہارا فرخ آباد کے مشاعرے میں شریک ہونا اور بے اسلامی غزل چھ کر شہرت و عزت حاصل کرنا معلوم کر کے شکریہ باری تعالیٰ ادا کیا۔ ماشاء اللہ تم کو میر تقی میر، ہر معرکہ سخن میں مرخ رو و بار آور رہو گے۔ لیکن ابھی سے کہ زمانہ مشق ابتدائی ہے ایسی ہر بات یعنی بے اصلاحی کلام کا مجمع شعرائے نامی دہندہ مشق میں پڑھنا آئندہ سے قابل احتیاط ہے۔ اگرچہ آپ کی خدا داد ذہانت و علمی قابلیت سے اطمینان ہے۔ تم نے اب تک وہ غزل نہیں بھیجی وہ چار شعریں کی خاص کر زیادہ شہرت و قبولیت ہوئی جو ہر نے لکھے ہیں تمہارا یہ شعر خاص میرے رنگ کا ہے میرے سائے سے بڑھی گئی مزاج یاریں جادہ صحرائی بغض اسے دست وخت دیکھنا

ماشاء اللہ چشم بدود میر سے خیال میں اتنا بندہ شکر کوئی مبتدی یا اس عمر والا ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ ذاک فضل اللہ پیتھ میں یثاء۔ طرح فرمائی پر مطبوعہ غزل نامہ بھیجتا ہوں والدہ۔ یہاں تک لکھوا چکا تھا کہ آپ کے ماموں صاحب قبلہ جو میر سے قدیمی عنایت فرما اور حسن زادے میں تشریف لائے اور آپ کا دوستی خط دیا۔ جس کے پڑھنے سے بے حد مسرور ہوا۔ ویر تک تمہارا ذکر اور تفصیل سے حالات دیانت ہوئے۔ میں تم کو اس خط میں اور ہمیشہ کبھی آپ اور کہیں تم ضمیر غائب صاحب سے مخاطب کرتا ہوں تم سمجھتے ہو گے۔ یہ شکر گزہ کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا لفظ تعظیمی بہت بڑا خیال سیادت و قابلیت لکھتا ہوں اور اقتضائے جو جس محبت یا شفقت استاد داد سے جو بمنزلہ رافت پدرانہ ہے تکلف بر طرف کر کے تم ہی لکھوا جاتا ہوں۔ ایطاک کی بحث تم نے ماشاء اللہ نہایت قابلیت سے لکھی ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ فارسی گوئیوں اور اردو والوں کے قواعد میں الفغان نہیں ہے۔ لگنا۔ اٹھان کی تفسیر کرنے میں آپ کی احتیاط مناسب اور میر سے قواعد و اصول کے موافق ہے مگر اردو میں فحول شعر نے کہا ہے تو اسے ناجائز نہ سمجھو۔ اس بحث کو چھپوانے کی ضرورت اور شاہ مدار کی ریڈیاں بنانے کی کیا حاجت ہے۔ مگر جناب حافظ صاحب قبلہ (تمہارے ماموں صاحب) بخیر و عنایت پہنچ گئے۔ ابو محمد جدت سلیم رساں ہے۔

سید اعمال میر از دام پود

۱۸ اردی الحجۃ المحرم ۱۲۹۶ھ

مکتوب مولوی خدا بخش خاں

(۱۵)

مکتوب مولوی خدا بخش خاں

مزدی زادہ لطف۔ بعد واد سلام این کہ۔ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ کتابوں کے لئے دیدہ براہ ہوں۔ آپ کو جو تفصیلیں درکار ہوں گی نسبت بی بی سادہ جیلہ صاحبہ کے میں لکھ دوں گا۔ انہوں نے علی گڑھ کی طرح میں بھی غزل لکھی ہے کتاب آجائے تو میں ان کو بھیج دوں گا۔ یہاں سب فریت ہے۔ خبر ہے کہ گزرتہ جزل کتاب خانہ ملاحظہ کرنے کو تاہا، جنرلی تشریف لائیں گے۔ دیکھئے اس لحاظ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے زیادہ نیاز

خدا بخش معنی منہ

۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء

(پٹنہ)

مکتوب مولیٰ سید عبدالحمید صاحب

(۱۶۱)

مکتوب الیہ سید عبدالحمید صاحب

فرد چشم و سرور دل تا تو انم مولیٰ سید عبدالحمید سلمہ

بعد دلتے ترقی عمرو اتبال کے واضح ہر کہ تم نے ہنسودہ کے خطوں سے سانچہ پرکش رہا روح زسا انتقال برادرم
و باعث تاب و تو انم مولیٰ سید عبدالحمید صاحب کا معلوم کیا ہوگا۔ میں اد تم جب ہنسودہ گئے ہیں تو وہ اچھے تھے
اونکو میں اچھا چھوڑ کر آیا کیا ایک تلمذ یا کہ وہ ستر برگ پر ہیں دوسرا آیا کہ انتقال ہو گیا۔ میں اد سید کیا مگر تجیز و تکفین میں
شریک نہیں ہو سکا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تیر و محمد کو ساتھ لے گیا تھا اور میں چھوڑ آیا۔ پھر ارادہ جانے کا ہے
تو کہ خدا کرے کہ انکے خاندان واری کا انتظام کیرن کر بغیر کسی پریشانی کے جاری رہ سکتا ہے۔ حزن ناگزیر ہے مگر ادنگی موت
میرے لئے اپنی موت سے بدتر ہے۔ تمہاری بخشش سے پہلے کا واقعہ ہے کہ میرے اور انکے درمیان میں اس قدر
گہرے تعلقات تھے کہ ہم دونوں ایک جان دوہ تائب تھے، وہ تعلقات اب باقی نہ تھے مگر انکو مجھ پر بھروسہ تھا وہ
مجھے ادنیٰ پر اعتماد کی تھا اور ہم دونوں یہ سمجھتے تھے کہ دنیا میں اون کا مجھ سے زیادہ اور میرا اون سے زیادہ کوئی نہ
اور تدر و ان نہیں ہے اس قدر مدنی کا فائدہ ہوا۔ ذالک نقدیر العزیز العلیم۔ تم صبر کرو۔ دنیا میں اس طرح کی مصیبتیں
انسان کو پیش آتی رہتی ہیں مگر مردان و ارادین کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ فقط صابر سلمہ کو دعا۔

عبدالحمید

کتاب جو تم نے بھیجی تھی پریشانی کی وجہ سے رسید نہیں کھ سکا۔

مکتوب الیہ ریاض خیر آبادی مرحوم

(۱۷۱)

مکتوب سید عباس حسن فصاحت لکھنوی مرحوم

میری جناب سید ریاض احمد صاحب ریاض دامن لطفہ

بعد ہدیہ تسلیم۔ واضح خاطر شریف ہو کہ میں کبیر اللہ زندہ تو ہوں۔ مگر غملائے امراض چند در چند دانکا دیویر
ہفتہ بھر میری طبیعت اعتدال پر نہیں رہتی۔ بقولہ کہ یک پری و مدعیب۔ آپ کی صحت و عافیت کا درگاہ یزدا
سے خواستگار ہوں۔ در حقیقت میری اور آپ کی ملاقات کو ایک عرصہ عید ہوا۔ ہمارے اور آپ کے ہانٹنے والے
اور شناسا اب کہاں؟ سب راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کا محبت نامہ یعنی کاڈ موز۔ ۱۸ اگست مجھ کو ملا۔ اور پہلا
کاڈ جو آپ لکھتے ہیں وہ مجھ کو نہیں پہونچا۔ جب سے اب تک مجھ کو شدید امراض تھے۔ آپ کی تعمیل ارشاد نہ کر سکا۔
بہذا اب میرے دل و دماغ میں اتنی قوت نہیں کہ فی ماہ ایک غزل بھی کہہ سکوں۔ میرا کہنا تو بہت کم ہو گیا ہے۔ گاہے گاہے
بروج اصرار احباب کہہ کہہ لیتا ہوں۔ ہاں یہ میری اصلاح کلام کاغذہ لکھنؤ اور پروجات کا اتفاق ہوتا ہے نہایت
جر کر کے طبیعت پر بنا تا ہوں یا کہ مذکر تا ہوں مگر حضرات کاغذہ نہیں مانتے۔ میں نے تو جلب و سیم صاحب سے
حیدر آباد دکن سے آنے کے بعد مذکر کو دیا تھا کبھی معاف کیجئے۔ میں ماہوار طرح چھپیں میں غزل دینے سے قاصر
ہوں۔ ہاں سال بھر میں دو چار نوہ دے گا۔ انہوں نے واقعی میرے غزل کو پسند کیا اور وہ دونوں طرحیں دکن کے مشاعرے
کی مجھ سے اسی بنا پر لی تھیں کہ ان میں آپ کی غزلیں موجود ہیں مگر کرنے کی تکلیف نہ ہوگی۔ چنانچہ ایک طرح انہوں نے

گھبیں میں شائع کی اور وہ غزلیں طبع بھی ہوئیں۔ اور دوسری طرح نہ معلوم کس مصلحت سے شائع نہ کی: در نہ میں اپنی فزل بھیج دیتا۔ المختصر میں آپ سے اور جناب کو سیم سے عذر کرتا ہوں صبح سمجھ کر سمجھ ہو لہذا آپ کے اہلکار کے بموجب کل ذرا مزاج بحال ہوا تو یہ چند شعر قلم برداشتہ کہہ کر ارسال خدمت ہیں۔ عزیز ایچھے صاحب شہرت سلمہ آج کل باہر ہیں اور سید ماجد حسین صاحب سے مہینوں ہو گئے کہ ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ معلوم کہاں ہیں۔ نقطہ... زیادہ ذرا:- جناب کو سیم صاحب کو سلام شوق۔ ان کو بھی یہ تحریر دکھا دیجئے گا۔ تصنع نہ سمجھئے گا، نہ مبالغہ شاعری آپ کے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے، دیکھئے کب ملاقات ہوتی ہے، راقم الاثم۔

سید عباس حسن فصاحت عینی مند

عزل

سونے سے چونک کر یہ کہا شب کر ہائے مارا نہیں غم و الم روزگار ستے
دہلیا ناقلاں مرے دل کو مغرب کیا ہمسر جو گل ہوا ز سے پہر سے بزم
تربت پر میری اور گلوں کو ہند دیا اشتہ کے اضطراب کو اظہار کر دیا
روئے کرتے ہیں زخم بدن اپنے حلیر جانے گلوں کو بان نے پینا کے مرغ مرغ
جھانکے نہ ان کو روزن دیوار سے قریب سیاب و برق و صبح نے جب کی برابری
مڑگاں کے ساتھ شکر غم نے چڑھائی کی مومئی جی کا حفظ کیا جل شاد

|| ||

آئے وہ نزع میں تو اشارے سے یہ کہا واعظ کے گرد کیوں ہے تالشیوں کی پیر
گلشن میں مود بہر حفاظت کھڑے ننگ گلشن میں اے عاشقوں کے دل نل کے دوز
روکا انھیں یہ اتے ہوئے نہیں آواز ایک نے بھی فصاحت نہ دی ہیں

تحریر تارخ
۱۴ ستمبر ۱۹۱۷ء

مکتوب سید عباس حسن فصاحت لکھنوی

(۱۸)

مکتوب الیہ سید محمد علی دکن خیر آبادی

مصدر محبت و مودت جناب سید سیم صاحب زاد محبت -

بعد سلام شوق انصاف و اضع خاطر الصلت فآرز ہو کہ میں مجید اللہ : نذر تو ہوں مگر مبتلائے نکاتہ فردات دیری اور
ضعف پیرانہ سالی و امراض ... نہایت ضعیف و ناتواں ہو گیا ہوں - شاید زمانہ حیات میرا آپ کم باقی ہے - خیر بہرہ ان سکر
الہی لازم وہ واجب ہے - اب میرا دل اندازہ تعویذ کہنے کے قابل نہ رہا - طبیعت پر جب کہ کبھی کبھی کچھ کہہ دیتا ہوں - مگر صاحب
کے مراسم محبت قریباً نہ دیکھ سکتا ہوں - جو ہر تہذیب و مروت و عفت و عجز - کئی حال سے بوجہ ان کے اہل کے سالانہ اس ایک مشاعرے
میں ضرور حاضر ہوتا ہوں - اور غزل بھی کہتا ہوں - چنانچہ اب کے بھی علاوہ خط کے خود جناب مگر صاحب بھی برائے وعدہ ہفتہ بھر
ہوا کہ میرے پاس اور قاری دیکھوں علی صاحب نصرت کے پاس آئے تھے - بشرط صحت و حیات انشاء اللہ ضرور جاؤنگا
مع ... صاحب سکر اور ایک یوتے کے - غزل حتی الامکان کہوں گا - آپ بھی ضرور آئیے - عرصے سے آپ سے ملاقات
نہیں ہوئی ہے اور آپ کا کام نہیں سنا ہے - بلکہ آپ مگر صاحب کو لکھنے کے جناب فانی صاحب کو بھی خط لکھ کر بلا نہیں
بہتر ہوگا - یقین ہے کہ آپ کے کہنے سے مگر صاحب فانی صاحب کو بھی ضرور بلائیں - مشاعرہ بہت اچھا ہوتا ہے - مگر
صاحب بہت اہتمام کرتے ہیں - ہماروں کی راحت سازی اور خاطر داری کا - اور شہرہاں سے بھی شعرا آتے ہیں اور کرایہ
آمدورفت ریل سب کو بہرہ امرار وہ دیتے ہیں جن کو بلاتے ہیں - اور کھانا وغیرہ بھی موافق اپنی استطاعت و امانت میں
کھلاتے ہیں - مگر صاحب کو آپ فانی صاحب کے بلانے کو ضرور میرا خطا پہنچتے ہی لکھیں - در و درونی صاحب کو زریب دلایں
مشاعرے میں جانے کی - میری دلی خواہش یہ ہے کہ فانی صاحب اس مشاعرے میں ضرور ہوں -

حب الطلب آپ کے غزل بھیجتا ہوں - میری چالیس برس کی کہی ہوئی ہے - اور دیوان میرا انشاء اللہ طبع منشی
نور لکھنوی میں چھپے گا - باقی حالت دیوان چھپنے کی میں آپ سے برت ملاقات بسوان میں کہوں گا - میری جانب سے جناب فانی صاحب
اور ریاض صاحب کو بہت بہت سلام شوق کہئے گا - فقط
باقی خیریت - اور آپ کی صحت نیک مطلوب -

راقم اشم سید عباس حسن فصاحت لکھنوی

۵ جولائی ۱۹۲۴ء

مکتوب الیہ نواب وقار الملک

(۱۹)

مکتوب امیر علی رمنوی

THE LAMBDENS, BEENHAM NR READING.

مخدوم کرم نادر محمد کم

بعد تسلیم و نیاز کے التماس یہ ہے کہ آپ کا والا صحیفہ سرور فرما ۲۸ رگست مجھے ... میں موصول ہوا
اور اس باعث سے جواب میں تاخیر ہوئی صحت ذرا بے - مجھے از حد خوشی ہوئی اور میں خدا کا شکر بجالایا - کہ آپ کے صاحبزادے
سلمہ اللہ تعالیٰ کو خداوند جل شانہ نے صحت عطا فرمائی - دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ ان کو ہر دوی تمام قوت عطا کرے اور
ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے -

جناب دالاسے جو میوہ ریل گورنمنٹ آف انڈیا میں بھیجی ہے کہ امپیریل گورنمنٹ سے کالج کی کچھ امانت ہوا اگر

اس باب میں اس ایک سے کچھ مدد ملے گی اور تمام فراموش گئے ہیں اس میں کماحقہ کوشش کروں گا۔
محکم جناب والا کے ایک یادداشت آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔ مجھے تو اس قدر ہجوم کام کا ہے کہ عرض نہیں کر سکتا تاہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہفتہ میں ضرور یادداشت مطلوبہ ارسال کروں گا۔

اس پرنسپلش سے جو فائدہ مسلمان طلباء کو پہنچتا ہے اس کو کمال و تمام جناب ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب سے آپ کو معلوم ہو گا۔ ہر چند سال گزشتہ میں بوجہ آمد ایک دوست کے بعض طلباء سرکشی شروع کر دیتے تھے۔ تاہم ہر حال اب کے سب اب سعادت مند ہیں اور ہدایت و رہنمائی سے گریز نہیں کرتے، جو مغرب آئے والے ہیں اور اکثر چرائے ہوئے ہیں خوشحال و عظم ہوتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ فوجی اور دسمبر میں کچھ لکچر کا انتظام کیا جائے۔ اس کی نسبت میں سراندر اور سرسبز و دربار لکھنؤ اور دیگر احباب کو لکھتا ہوں۔ ان لکچروں سے فوجیوں کو نہایت فائدہ پہنچنے کا احتمال ہے، اور میں میراث اللہ تعالیٰ اخلاق احمدی پر ایک لکچر مغرب دینے والا ہوں۔

مستبد کی نسبت ہر شخص آغا خان صاحب سے اور مجھ سے بالکل اتفاق ہے اور امید ہے کہ خدا کے فضل و مدد سے تیسرے نمبر کا پاتریج PATRONAGE اس امر میں عطا ہو۔ مگر اس امر کو محض عوام نہ سمجھتے۔ کیونکہ اس کی شہرت سے فائدہ متصور نہیں ہے۔ باقی التسلیم

۱۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء

اخلاص کیش امیر علی۔ منوی عفی عنہ

مکرر عرض ہے کہ اس سال بھی دعوت مجھے بہت دیر سے ملی۔ جیوڈیشل کیش کے سامنے جو مقدمات پیش ہونے والے ہیں اس کا لہذا لسٹ List مقرر ہو گیا۔ اب میں اس کو چھڑک کر چلا جانا دشوار سمجھتا ہوں۔ اس واسطے میں جناب مولوی عزیز مرزا صاحب کی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اگر آئندہ سال میری صدارت چاہتے ہوں تو مجھے ماہ جولائی میں ضرور خبر دی تاکہ میں لاڈ پانسلر سے اس کے لئے انتظام اول سے کروں۔ اب پھر ان کو اس باب میں فراموشی۔

مکتوب الید سید خورشید علی

(۲۰)

ترب مجلس امیر علی رضوی

To. Mr. Syed Khurshed Ally,
KHURSHED COTTAGE,
HYDERABAD-DECCAN.
(DECCAN) INDIA.

THE LAMBDENS
BEENHAM,
No. READING.

ضیاء فرماتے ہیں۔

سلام دنیا قبول ہو۔ ۔ ۔ ۔ آپ کا احوال نامہ مدد ۲ مئی موصول ہو کر بامشہرت خاطر ہوا۔ میں بخوشی تمام اپنا فوٹو آپ کی خدمت میں ارسال کرتا۔ مگر صوص ہے میرے پاس کوئی موجود نہیں، مگر آپ باسانی تمام ایک کاپی JOHNSTON AND HOFFINAM, PHOTOGRAPHERS CALCUTTA 19th CHOWRANGI ROAD کے یہاں سے منگوا سکتے ہیں۔ شاید جو فوٹو جی کے پاس میں بایا گیا تھا وہ آپ کو زیادہ

منتقدہ خاطر ہوگا۔

میرے تصنیفات کا نام میں تفصیل دار لکھتا ہوں۔

1. ARTISTICAL EXAMINATION OF THE LIFE AND TEACHINGS OF MOHAMMED.

جس کا ترجمہ لکھنؤ میں چھاپا ہے تنقید الکلام فی احوال شارح الاسلام۔

2. PERSONAL LAW OF THE MOHAMMEDANS,

شرح محمدی

3. LAW LECTURES.

شرح محمدی

4. MOHAMMEDAN LAW, VOLS. 1 AND 2.

5. STUDENTS HAND BOOK MOHAMMEDAN LAWS.

6. HISTORY OF THE SARACENS.

تاریخ اسلام

7. THE SPIRIT OF ISLAM.

جوہر اسلام

8. THE LAW AND EVIDENCE APPLICANTS

IN BRITISH INDIA. (AMIR ALI & WOODFORD)

9. COMMENTARY ON THE BENGAL TENANCY ACT

(AMIR ALI & FINUCANCE.)

10. ISLAM.

میں اس وقت چند کتابوں کی تصنیف میں مشغول ہوں اور ایسا قلیل الفرست ہوں کہ جس کا بیان نہیں درز

آپ نے جو مضمون مجھ سے طلب کیا ہے۔ وہ فرید میں بیچ دیتا مگر آپ کو دو تین مضمون سے میرے جو —
NINETEENTH CENTURY میں چھپے ہیں فائدہ مل سکتا ہے۔

(1) THE STATES OF WOMEN IN ISLAM MAY 1895.

(2) THE INFREANCE OF WOMEN IN ISLAM.

اور پتہ آپ کو HISTORY OF THE SARACENS یہی ملے گا۔

یہاں ایک اخبار ہے۔ WOMEN AND PROGRESS اس کو کبھی کبھی دیکھ سکتے ہیں۔ باقی دائرہ

امیر علی رضوی رضی عنہ

۳ جون ۱۹۰۴ء

(۲۱)

مکتبہ سید علی گلرانی

کرمی و مخدومی - سواران علاقہ ہمت خان در ضلع ایگلندل نزد اسی جانب برونڈ و کار خود را بدستی انجام دہند

لے سواران خود رشید علی نے یہ خط میرے "خبرے" کے لئے منایت فرمایا ہے اور میرے یہاں محفوظ ہے۔ (تفصیل کاغذی)

لہذا اگر سواران مذکور کہ پنج نغزاندہ تحصیل باغات کہ علاقہ دیوانی است متبیین نمودہ شوند بباہر بخون خواہم شدہ غلط

سید علی

۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۰ (مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۸۶۳ء)

مکتوب الیہ وقار الملک علی حسینی

(۲۲) ۲

مکتوب سید علی بگراہی

جناب مہمدی

معلوم نہیں ڈاکٹر سعید النظم خاں صاحب کی جگہ پر آپ نے کیا انتظام فرمایا ہے، کیا آپ میرے حسن کو آمادہ نہیں کر سکتے کہ اپنی خدمات کا بیڑہ کو دیں۔ میری رائے میں تو وہ لندن میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اور شاید اگر وہ کوئی قوی خدمت اپنے لائق سمجھتے تو ضرور آتے۔ انشاء اللہ ناگزیر میں ملازمت حاصل ہوگی۔ والسلام

نیازمند سید علی بگراہی

۲۰ دسمبر سنہ ۱۲۸۰

مکتوب الیہ نقی محمد الدین فرق

(۲۳)

مکتوب سید میر حسن

مخدوم و کرم و عنایت فرمائے حال بندہ بعافیت باشد

پس از سلام مسنون عرض خدمت والا یہ ہے کہ جناب کا فرماں عالیشان باعث افتخار خاکسار ہوا۔ انصاف ہے کہ مجھے علامہ زمانہ خودہ راں جناب مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب کے حالات سے آگاہی نہیں ہے جیسی کہ آپ کو ہے۔ راتنی زمانہ کے انقلاب سے وہ حالات ایسی تاریکی میں ہیں کہ ان کو روشنی میں لانے کے لئے سامان کا بہم پہنچنا بہت دشوار ہے۔

”ماثر اکرام“ کے حصہ اول صفحہ ۲۰۴ پر حضرت کا مختصر سا تذکرہ ہے۔ مگر جس شرح و بسط سے آپ لکھ

رہے ہیں اور چاہتے ہیں وہ اس میں بھی نہیں ہے۔

سکھوں کے زمانہ میں سیالکوٹ دٹا گیا۔ شہر میں لگ لگائی گئی۔ اکثر کتب خانے جل گئے۔ بنگلوں کی اولاد آوارہ ہو گئی۔ اب جو لوگ ان کی اولاد سے ہیں علم سے بے بہرہ ہیں۔ چند باتیں اگر کسی کو بطور نقل و نقل یاد بھی ہوں تو محل وقوع نہیں۔ اسید ہے آپ مجھے معاف رکھیں گے۔ فقط زیادہ سلام

نیازمند کہن میر حسن

۲۹ مارچ سنہ ۱۲۸۱

۱۲۸۱ء ڈاکٹر سید علی بگراہی مترجم تمدن ہندو تمدن عرب وغیرہ۔ حیدرآباد میں معتد تعمیرات عامہ (سیکرٹری پبلک ڈسٹرکٹ بورڈ) وغیرہ کی حیثیت سے مدتوں رہ چکے ہیں۔ ان کی یہ چٹھی غالباً یہاں کے سیکرٹری کے نام ہے جو ۱۲۸۱ء کی لکھی ہوئی ہے۔ ان دنوں حیدرآباد میں عام طبعہ سرکاری کا دوبارہ فارسی میں رائج تھے۔

۱۲۸۱ء عظیمہ ڈاکٹر مختار الدین احمد

۱۲۸۱ء شاہ جہانی عہد کے مشہور فاضل ملا عبدالحکیم بیک لکٹی۔ فرق صاحب نے ان کے سوانح لکھے تھے۔ غالباً ذرا ہی احوال کے سلسلے میں مولانا سید میر حسن کو بھی لکھا تھا جس کا یہ جواب ہے۔

(مہر)

مکتوب مولانا میر حسن

(۲۲)

مکتوب الیہ نقی محمد الدین فوق

مخدوم و مکرم بندہ جناب منشی محمد الدین صاحب فوق

پس از سلام سنون عرض خدمت والا یہ ہے کہ جناب کا گزلی نامہ جو میرے افتخار کا باعث ہے ملا، نہایت نادم اور شرمناک ہوں کہ جواب بہت دیر میں عرض کر رہا ہوں۔

آپ نہایت نیک اور مفید کام کر رہے ہیں۔ دوسرے غفلتوں میں گویا مردوں کو زندہ کر رہے ہیں۔ اور موجودہ گرمیوں کے سروں کو نامزدی اور شہرت کے تاج سے زینت دے رہے ہیں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ اس شہر کے شاعروں میں ایک شاعر عشق پیچہ نام بھی تھے جو کثیری الاصل تھے۔ اردو فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ میں بچہ تھا۔ وہ جوان تھے۔ لیکن بہ سبب قرب و جوار اور ہم محلہ ہونے کے میں انہیں جانتا تھا۔ شاید سن ۱۸۹۵ء میں وہ فوت ہو گئے ان کا ایک شعر اس وقت یاد ہے۔

کسی کے ترکی و تازی ہمارے ٹٹو ہیں کسی کے شال و دشاے ہمارے ٹٹو ہیں

ایک محسنِ ریلوں کے بارے میں بھی انہوں نے لکھا تھا جس کا نام کر لے نامہ تھا۔ یہ مصرع ”سچا پوچھ تو رہتے ہیں مزید کر لے“ محسن کے آفریں آتا تھا۔ اس سے زیادہ مجھے آگاہی نہیں۔

میری طفولیت کے زمانہ میں یہاں دو مدرس گاہیں تھیں۔ ایک مسجد کبوتران والی میں، جس میں مولوی غلام مرتضیٰ صاحب، جو نہایت پادشاہِ قانع، مابہر، فرشتہ سیرت و صمدت بزرگ تھے۔ دوسرے دیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگ و اساتذہ کا آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

دوسرے چوک بازار کی مسجد میں مولوی شیر محمد صاحب جو مولوی غلام مرتضیٰ صاحب سے عمر میں بڑے تھے دس فرمایا کرتے تھے۔ مولوی عبدالکیم صاحب مرحوم و مغفور کی اولاد سے میانہ پورہ میں مولوی غلام مصطفیٰ صاحب تھے۔ مگر ان کے یہاں دس مدرس کا کام نہ تھا۔ مولوی محمد عالم صاحب تھے جو پہلے سرکاری مدرسہ میں ملازم تھے پھر نوکری چھوڑ کر گوش نشین ہو گئے۔ ان کی نادسی دانی کی بہت شہرت تھی۔ صمد بازار چھاؤنی میں مولوی فضل احمد امام جامع مسجد تھے۔ صمدت پاکیزہ سیرت پسند رہتے تھے۔ ایک ندی کے پار شہر کے جنرل کی طرف موضع پورہ بنکام میں ایک قاری صاحب تھے جو قرآن شریف، علم قرأت اور تجوید کے موافق پڑھاتے تھے۔ نہایت پرہیزگار اور بے تکلف آدمی تھے۔ انہوں کو یہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

مرحوم اقبال صاحب کے حالات طفولیت و صغر سنی ان کے والد ماجد ادا ان کے برادر معظم اور وہ خود بھی جانتے ہیں۔ وہ خود بتا سکتے ہیں۔ راخود یہ برعکس نہند نام زنگی کا فرد کا مصداق وہ اس قابل نہیں کہ اس کا کچھ حال لکھا جائے۔ امید کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ فقط

آپ کا ادنیٰ نیاز مند کہی میر حسن
(سیالکوٹ)

یکم مارچ ۱۹۲۳ء

کتوب المیر منشی محمد الدین فوق

(۲۵)

کتوب مولوی عبدالرزاق کانپوری

برادر محترم فوق! السلام علیکم
یاد فرمائی کہ ادلی شکر ہے! ہر جنوری ۱۳۲۹ء کا خط سامنے ہے۔ لیکن مدیم الغرض کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ معاف فرمائیے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ زندہ ہوں ابداد و جود و شہد کے قلم چل رہا ہے۔ ۱۹۲۷ء اس مدت میں حسب حکم سرکار عالیہ مرحومہ فرزندائے بھوپال میں نے تاریخ اسلام کے پانچ ہزار صفحے لکھے۔ از عہد جاہلیت عرب تا خلافت فاروق اعظم۔ عہد جاہلیت کی دو جلدیں دیسے کے محل سے مکمل ہو گئیں جس کا انتہائی صدمہ ہے اور دوبارہ لکھنا غیر ممکن ہے۔ اب ریاست اس کو طبع نہیں کرے گی۔ روپیہ کا انتظام ہوگا تو خود شائع کروں گا۔
ابراہیم بعد نظر ثانی زیر جمع ہے۔ تقریباً تین سو صفحات کا اضافہ ہو کر سات سو صفحات پر کتاب ختم ہوئی ہے اب کتاب مکمل ہو گئی ہے اور صدائے مضامین بڑھ گئے ہیں۔ انشاء اللہ اس ششماہی میں شائع ہوگی کانپور میں زیر طبع ہے میں فی الحال اعلیٰ حضرت کو اب صاحب بھوپال کی سوانح عمری لکھ رہا ہوں۔ از ولادت تا صدارت ۲۶ سال کے واقعات لکھ چکا ہوں۔ اور ایک جلد باقی ریاست بھوپال کی تاریخ مکمل ہو گئی ہے۔ یہ سرکاری پریس میں طبع ہوگی۔
جب تک آپ زندہ ہیں ادلی خدمات انجام دیجئے اور آئندہ نسلوں کے لئے کارنامے چھوڑ جائیے معاف کا دد ختم ہو چکا ہے۔ اس کا چارج تعلیم یافتہ طبقہ کے سپرد فرمائیے کبھی کبھی خیریت سے اطلاع دیا کیجئے۔

۲۷ جمادی الثانی ۱۳۲۹ء (مولوی) عبدالرزاق (کانپوری) مصنف البرکۃ و نظام الملک طوسی

کتوب المیر مولوی محمد الدین زبیری

(۲۶)

کتوب مولوی عبدالرزاق

میرے اور مولانا شبلی کے تعلقات کا فرنس کے پہلے جلسہ منعقدہ ۱۸۸۷ء لکھنؤ سے شروع ہوئے جی کی تکمیل خدمت العلماء کے قیام پر ہوئی مولانا عمر علی جو ناظم ادلی تھے وہ میرے بھی اہمستاد تھے۔ اور انہیں کی وجہ سے مجھے ندمہ میں شرکت مل کرنے کا موقع ملا۔ میں نے یاد ایام میں اپنے ان تعلقات کو تفصیل سے لکھا ہے لیکن اس بیان میں زمانہ شباب کی رنگیں محبتوں کو نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ مولانا سیلیمان صاحب ندوی کا بے انتہا اصرار تھا کہ ان واقعات کو نہ لکھا جائے وہ میرا مسودہ دیکھ چکے تھے اور چھاپنے کے لئے بھی لے گئے تھے لیکن نہیں معلوم کیا سبب ہوا کہ مسودہ واپس کر دیا اور اس حصہ کے خارج کر دیئے پر زور دیا۔ کوئی شک نہیں کہ مولانا شبلی انگریز مزاج تھے۔ اور رنگین محبتوں کے شائق تھے کہ یہ مذاق شاعرانہ طبیعت کا باعث ہوا ہو۔

وہ حادثہ گزند پا کے بعد بھی لکھنؤ میں ایک عقد کرنا چاہتے تھے اور ایک مہذب انداز شائستہ بیگم بھی انتخاب ہو چکی تھی مجھ سے جب مشورہ ہوا تو میں نے کہا تیمور کا اقبال گر چکا ہے۔ لکھنؤ کی بیگم سے نکاح کے وقت میں پڑھاؤں۔ جو یہ عقد سے پہلے یہ بھی ایک شرط تھی کہ جس سے عقد ہو وہ سخن سنج اور خوش مذاق اور شاعر بھی ہو اور حسن صورت اور حسن سیرت بھی ضروری ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ ایسی عورت آپ کو پسند نہ کرے گی۔ چنانچہ دوسرے ہفتہ میں جب ملاقات ہوئی تو مولانا نے کہا کہ میں نے عقد کر کے تہہ داری مانگے سے اتفاق کر لیا ہے جو یہ بیگم ہوتا ہے

۳۰ جولائی ۱۹۵۷ء

عبد الوهاب

مکتوب شاہ سلیمان کھلوی

(PL)

مکتوب رشید حیدر شاہ گیلواری

نور چشم من سلیم اللہ تعالیٰ

از فقیر محمد سیاحان قادیانی خشتی مدنیہ سلام۔ غائبانے پذیرا نمائید، امانتہ۔

لقد طعنناك طعن سنيدياً
بجد البيت طراً جمعينا

اسے عزائم و اقسام کے پیر سے میں نے درود و لاکھ انجیرات شروع کیا اور اہل اجازت اس کی مجھے حضرت
استاذ العلماء و اکرام قدس سرہانا الشیخ عبدالحی انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی اور میری کتاب دلائل و امیزات پر اجازت
ملکہ دی اور بہت خوش ہو کر فرمایا: ماشاء اللہ تم پڑھتے ہو۔۔۔ پھر ۱۳۱۷ھ اور ۱۳۱۸ھ میں۔۔۔ میں شریفین زاد صاحب اللہ
عز و شرفا میں شیخ الدلائل فی الحرم البیروتی حضرت شیخنا سید محمد رضوان اور سید محمد امین رضوان اہل دعوہ و محمد بن حسین سے
اصل ہوئی، و حضرت شیخ نبیوخ العالم ہمای اہل دعوہ صاحب قدس سرہ نے حاصل کراس کی اجازت عطا فرمائی یہ اجازت
بمفسرہ باطنی تھی۔ اور سبب امین و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجازت کہ مجھے ظاہری بھی لاکھ کافانہ نجاہ الموضوۃ السبب
نکافی حضرت لدیہ و صلیت و سلمت علیہ۔ اللهم صر و سلم و بارک علیہ۔

ابتداءے زمانہ میں میری بھی یہی حالت تھی جو آج تہا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں علمی ذہن و آسمان کی عظمت منقرض تھی، صرف و نحو کو کافیہ و شرح و تائیں منحصر سمجھتے تھے پس برنحوی و صرفی قاعدہ کو قاعدہ کلیہ سمجھتے تھے نہ سیبوریہ و فرائض کے اختلافات سے آگاہی تھی، اور نہ نماز کو نہ و بعد کے مسائل متفقہ سے خبر۔ آیات قرآنیہ میں بھی نگہبان پیدا کرتا تھا۔

اے پاک ذاتِ ہذا! لَسَّ ارجونؑ میں متحیر ہوتا تھا کہ تشریف کا اہم بھالیتِ حسب کیونکر قائم ہے۔۔۔
 مگر جب کتبِ تناسیر کی طرف رجوع کیا تو یہ کھٹک جاتا رہی، بالخصوص کتابِ اِتقان جلال الدین سیوطیؒ کو ایسے
 شبہات کے ذمہ میں بہت زیادہ مفید پایا۔۔۔ پھر اعراب القرآن علامہ غلبري کا خوب مطالعہ کیا، تمام تراکیب اسی
 سے حل ہر جاتی ہیں۔۔۔ ادواب تو فتادائے غریبہ مثل المکتب سبوریہ۔۔۔ اور مفصل زعفرانی اور اس کی شروع
 اور اقراخ اور المشبہ نظر سید علی وصغنی العیوب مع الشروح وغیرا سب چھپکے شائع و ذائع ہیں، ان کو دیکھنے کے
 بعد اپنی سب نحوی قابلیت ہر اہر جاتی ہے۔۔۔ مگر افسوس تم ایسی جگہ جو یہاں کتب خانہ نہیں اور تم کو چند کتب
 بینی کا شوق بھی نہیں واحل اللہ یحدث بعد ذلک احسب۔

اب اپنے شہادت کے انجوبہ کی طرف متوجہ ہو۔

ذاکر دنگ :- یہ درود شریف جس میں یہ نطق ہے، یہ امام ابراہیم گیل کی قوت القلوب میں بھی ہے اس میں بکثرت فون ہے — لیکن مکمل اخیرات کے عموماً نسخ میں باثبات فون ہے سبب یہ کہ

الصباح المنیر میں ہے سہ سال الشبی یوم سوسو شوا و سوسو آتبت فجداس و جبال راسیت
و راسیات و رعاس و اس مہبتہ بالالف مہبتہ - درست اتحاد ہم فی الحرب - در سوس
بین المقام اَصْلَحْتُ ، و لَنا فی القاموس و الصراح و مہبتی الارب و العطر - اب اس تفصیل
کے بعد لزوم و تعدی کا خبر کچھ نہیں رہتا خوب خود کرو۔

سیمان

مکتوب ایہ تمکین کاظمی

(۲۸)

مکتوب محمد علی رعدولی

میری تسلیم۔

حضرت آپ نے میری ناچیز کوششوں کی داد دی مرے دل کو مسودہ کیا اس کا مرآپ کو داں سے ملے جہاں کسی کا
احسان ضائع نہیں ہوتا کتاب کی طرٹ سے میں بڑا بد قسمت ہوں۔ یہ رسالہ دو برس سے لکھا پڑا ہے دو مرتبہ لاپیاں لکھی
گئیں تیسری بار بھی بھی قسط کے قسطے غائب۔ مضامین خبط۔ معنی کچھ کے کچھ ہو کر رہ گئے۔ اور میں لکھو بڑو کر بیٹھ گیا میرے
منایت فرزند اکثر سید مہد حسین ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ جامعہ ملیہ میں دوبارہ پھیرا دیا ہے ہیں۔ دیکھئے کب تک تیار ہو۔
تا تو بن میر سی من بنما میر سم۔

جناب نے مری ہمت، بڑھائی آپ کی بگڑے دل میں ہے، اگر ذہن کچھ جیتی اور مہکلائی کی نہیں آئی دیکھو بیٹا نہ اگر
وفا کندہ خوش قسمت۔ آپ کا دماغ ہوں اور اسی وجہ سے دل چاہتا ہے کہ سہرہ دیا کو تھوڑا سا دکھڑا بھی۔ دلوں میں نے
چار کتابیں چھڑتی چھڑتی لکھی ہیں۔ ایک ان میں کی تیسری طبع میں ہے۔ ایک اب طبع نہیں لیکن کبھی ایسا نہ ہوا کہ کتاب کسی کو دے
کر اس طبع والے سے شکایت نہ ہوتی۔ ایک صاحب علیہ ما علیہ نے پہلی طبع عمدہ کرانی دوسری طبع میں صرف یہ نہیں کر
کا فائدہ اکر دیا ہو لکھائی سستے دامن والی کردی ہو بلکہ اصلا میں بھی دے دیں، سہرہ کتاب نہیں بکا قتل عمد صرف اس پر
اکتفا نہیں بلکہ میرا دیا چہ جو مجھ کو بہت عزیز تھا مہر من تخفیف میں آگیا۔ یہ کیوں یہ اس لئے کہ کاغذ کا ترکہ بیٹا تھا اور اگر
دیا چہ بھی دکھا جاتا تو وہ چار دستے کاغذ اور گھپ جاتے۔

فی الحال ایک کتاب جو تیار بنانے پر لکھنے کا سامان کر رہا ہوں۔ دیکھئے کب پورا ہو آپ کے مشدے پر کار بند
ہونے کا امداد معصم لکھتا ہوں میرا دل خود میں چاہتا ہے اور مزدت بھی ثابت ہے۔ اب خط ختم کرتا ہوں۔ تعریف
کس کو بری لگتی ہے اور چاہاں کس میں نہیں کتاب کے کثیر نقائص میری نظر میں ہیں۔ لیکن اسے وقت تو خوش کہ وقت ما
خوش کر دی۔

محمد علی منی عند (رعدولی اور دھ) الحال مقیم لکھنؤ

۱۳ مئی ۱۳۵۷ھ

سہ چودھری محمد علی کی کتاب "ملاح کار" پڑھ کر میں نے ایک خط انہیں لکھا تھا چونکہ جنیت پر پہلی اور دو کتابیں ہی تھیں۔ ان میں سے
ایک کی بہت داد دی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب ایسی ہی ہے۔ اس خط کا یہ جواب چودھری صاحب نے دیا تھا۔ جو میرے آثار
(تمکین کاظمی)

مکتوب مولانا عبدالباری زنگی علی

(۲۹)

مکتوب الیہ شاہ حسینی میاں پھلاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و معیلاً و مسلماً۔

برادر محسنی میاں صاحب دام مجدد

اسلام علیکم۔ دائرہ کے کسی شخص نے تذکرہ فرمایا تھا جس اخبار میں وہ شائع ہوئی ہے اگر وہ اخبار موجود ہو تو بھیج دیجئے، اور اگر اخبار نہ ہو تو تاریخ اور نام اخبار سے اطلاع دیجئے۔ مزید ہے، انشاء اللہ بعد عصر حاضر میں لکھنا فقط فقیر محمد عبدالباری عطا اللہ منہ

مکتوب مولانا عبدالباری

(۳۰)

مکتوب الیہ مولانا شوکت علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و معیلاً و مسلماً۔

برادر محسنی میاں صاحب دام مجدد

(زنگی علی، انصاری)

اللہ کے فضل سے سب خیرت ہے۔ خدا سے امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ عزیز محسنی صاحب دام مجدد۔ اللہ خوب پڑھ رہے ہیں۔ پانچ چھ روز میں ختم کریں گے۔ اس وقت آپ کو یہ خود محسنی اس مزدورت سے لکھ رہا ہوں کہ مجھے احساس تھا کہ آپ کو آج کل خلافت کمیٹی کے مصادف میں زحمت ہوگی بعض مزدورتوں سے میں نے کوشش کی کہ کچھ نوٹ ادا کر دیں اور کام چلے مگر انہوں نے کہا کہ اس وجہ لوگ اس نام سے بدظن ہو گئے ہیں کہ کسی طرح کامیابی نہ ہوئی۔ مجھے خیال ہے کہ آپ کو زحمت ہوگی اس لئے میری رائے ہے کہ آپ خدام کعبہ کا روپیہ وصول کر لیں اور اس سے کام چلائیں۔ میرے نزدیک جس قدر مجلسیں مسلمانوں کی ہیں ان کی مدد پر حال آپ ہی ہیں، خلافت کمیٹی اور خدام کعبہ جو وہ آپ ہی سے عبارت ہے۔ میں نے جو آپ کے نام روپیہ منتقل کرویا تھا اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مزدورت کے نوٹ آپ وصول کر کے کام چلائیں لہذا میری قسمی رائے ہے کہ آپ اس وقت اس روپیہ کو وصول کر لیں، اگر اس طرح مرنے کے میں تامل ہو تو بسطہ عرض سہی جب موقع ہو گا ادا ہو جاوے گا۔ اور سب خیرت ہے۔ نقطہ جمال میاں سلمہ تسلیم کہتے ہیں۔

۲۸ اپریل ۱۳۵۶ھ

محمد عبدالباری

مکتوب جلیل مانگپوری

(۳۱)

مکتوب الیہ حضرت مولانا

لکھا۔

میں وطن گیا تھا۔ واپس آیا تو آپ کا کارڈ پایا۔ اردو سے معلیٰ کا اشتہار دہلیہ آصفی کے ایک پرچے میں بھیجا ہے۔ ہے دو مرتبہ اور چھپے گا۔ ۶ مارچ الاقل کے پرچے میں یہ لکھا گیا ہے کہ ”وہ شخص سوک گیا جائے“ کی جگہ ”اس شخص“ لکھا گیا ہے۔ میں کثرت سے مستعمل ہوا ہے۔ گو یہ قاعدے کے خلاف ہو مگر وہ مرہ کو کیا کیجئے۔ روک دیا جائے مگر یہ خط زمانہ ترک مولات کا ہے، اور حضرت مرثا شاہ سلیمان پھلاری کے صاحبزادے مولانا شاہ حسین میاں کو لکھا گیا ہے۔ تمام لوگ اس وقت امیر شریف میں تھے، اس خط پکڑی تاریخ وہی نہیں ہے۔

جھوٹی ہے۔ میری سائے میں اس استعمال کو مضارح کے ساتھ محض سمجھنا چاہئے اور لیا جائے جو لازم ہے۔ مثلاً اس بات کو کس لیا جائے۔ خط کو دیکھ لیا جائے وغیرہ۔ اب اس کی سند دینا کلام اساتذہ سے۔ یہ دشواری سے خالی نہیں مگر میں تلاش کروں گا۔ اور انشاء اللہ آپ کو بھیجوں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کو رد کیا گیا یا رد فی کوئی یا گیا کہنا غلط ہے اس سے مجھے اتفاق ہے۔ اس لئے کہ انہی کے ساتھ اچھا نہیں معلوم ہوتا اور نہ ایسا سنا گیا ہے۔ پھر بھی یہ مسئلہ غلط ہے۔ یا میں مثال تلاش کرنے کے بعد لکھوں گا۔ والسلام۔

جلیل حسن جلیل کان اللہ

مکتوب ایہ اب میر علی حسن خاں

(۳۲)

مکتوب مہندی حسن

مکرمی ذاب صاحب نسیم۔

آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ حیدر آباد سے میں کیونکر جدا ہوا۔ یہ جواب اس کے مرنے پر دیا تھا کہ حضور عالی نے کسی الزام میں مجھے جدا نہیں کیا۔ مگر چونکہ گوشت و دہان کی جل گئی تو ذاب مہدی علی اور مشتاق حسین اور میں سب بلا کسی الزام کے ایک کے بعد ایک جدا کر دیئے گئے اور خود ذاب سر اسلمان جاہ بیاد و ذیر حیدر آباد کی ... جو حضور عالی کے بہنوئی بھی تھے استفادے دیا اور اس امر کی تصدیق خود حضور پرورد اور ذاب سر اسلمان جاہ بیاد سے ہو سکتی ہے۔ اور جس تحریر کے زریعے سے میں دہان سے جدا ہوا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے اگر آپ مزاج سے فوہر کا۔ مالید کے ملاحظہ کے لئے وہ تحریر میں آپ کے پاس بھیج دوں۔

یہ بھی فرمائیے کہ اس معاملہ میں کیا طے ہوا۔ مجھے اس لئے کوئی غم نہیں ہے کہ سرکار عالیہ اولاً مجھے مرنے بطور برائوٹریٹ سیکرٹری کے رکھ کر مجھ سے کام لیں۔ تاکہ سرکار عالیہ کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں سرکار کے لئے مفید ہوں گا۔ یا نہ ہوں گا۔ والسلام

۹ جنوری ۱۸۹۶ء

نیاز مند مہندی حسن از دی الی حیدر آباد دکن

مکتوب ایہ ہمارہ بخش پرشاد

(۳۳)

مکتوب بخش بلگرامی

مرکار والا۔

مولانا تاج محمد دہلی تشریف لا رہے ہیں جہاں کے لئے میں تڑپتا ہوں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ مولانا تاج محمد اس آقا پر حاضر نہ ہوں جو دکن میں اہل علم کا آخری سہارا ہے۔ مولانا تاج محمد دیوبند کے فاضل اور پنجاب یونیورسٹی کے فاضلین میں ہیں۔ انشا پر دہان ہرنے کی حیثیت سے اور مشہور شاعر ہونے کے لحاظ سے ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ پھر علم شرقیہ کے فاضل اور عربی ادب کے متبحر عالم ہونے کی حیثیت سے ان کے جوان دماغ پر مجھے شک آتا ہے۔ ان کی علمی خوش زندگی کی مادیوں کیا دلوں، لاپرواہی کا پچھو پچھو سے رہا ہے اور ہندوستان کا گوشہ گوشہ مولانا تاج محمد کے علمی خدمات سے واقف۔ پھر مولانا تاج محمد صرف تاج محمد ہی نہیں ہیں۔ بلکہ الملک بھی۔ ہمایوں پنجاب کا فروعیت رسالہ انہیں کے سامنے میں سرسبز ہوتا ہے۔ مرکار دگر صدقاً تو ان سے واقف نہ ہوں گے مگر ان کو شاعر و انشا پرداز ہونے کی حیثیت

سے فرزد جانتے ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ سرکار ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ امیر اللہ اذواب نجیب اللہ کے خاندان سے ان کا خوش قسمتی سے تعلق ہے۔ میں ان سے بہت مل رہا ہوں ادا ان پر شک اس لئے کرتا ہوں کہ یہ سرکار کی بارگاہ میں ہوں گے۔ جہاں میں بھی حاضر ہا کرتا تھا۔ آہ یاد ایام !

مولانا لاہور، جہ سرکار کا پیرا، وطن ہے) کے ایک بڑے کالج کے پروفیسر میں اور ارادہ کر رہے ہیں کہ اپنی علمی بیاسی معر میں جا کر بھائیں۔ زیادہ حد ادب۔

خادمِ دیرینہ ہوشِ بگرامی (امیدِ اسٹیت)

۲۰ جرج لائی سلسلہ

مکتوبِ پشتِ کشن برشا دکول

(۳۴)

بندہ فراز تسلیم۔

واجد علی شاہ کے خطوط جو انہوں نے اپنی بیگم کو لکھے تھے، انہیں کے پریس میں ایک ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔ یہ خطوط ادیبہ جلد سننا ہوں کہ اب نایاب یا کیا ہے۔ اس کی ایک جلد ایک صاحب نے لاٹبریری کو خرید کی ہے۔ خیالی آتا ہے کہ آپ کو دواجد علی شاہ اور ان کے زمانے کے حالات سے دلچسپی ہے اگر ایسا ہے ادیبہ چیز آپ کے کام یا دلچسپی کی جہ تو کسی روز دیرینہ سٹی سے دلچسپی پر لاٹبریری تشریف لائیے اور دیکھ لیجئے میں اس دنت طوں گا۔ البتہ ہوں کے دوسرے روز میرا ارادہ دتین ہفتے کے لئے باہر جانے کا ہے۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

احقر کشن برشا دکول۔ گنگا پرشا دور داناٹبریری۔ لکھنؤ۔

۲ مارچ

(۳۵)

مہربانم۔

بہت دنوں کے بعد آپ کا نام پہنچا۔ قبل اذیکہ میں آپ کا شکریہ ادا کر دیا مرزا ندیر بیگ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی وجہ سے آپ نے مجھے یاد کیا۔

یہ بھی کیا مہر نہیں، لطف نہیں ہے شاہد کہ کسی بھونے واسے نے کیا یاد مجھے

انشاء اللہ تعالیٰ میں ہر موقع فرزد مرزا کے تذکرہ کے لئے خیال رکھوں گا۔ ادیبہ میرا کہنا غلط۔ ہوگا

کہ اب ملک میں ان کو دتنا وقتاً چانس دیتا رہا۔

میں آپ سے ایک چھوٹی سی چیز چاہتا ہوں وہ کیا؟ آپ کے اسپینر کا مجرمہ جو میں نے سنا ہے کہ حال ہے۔

طبع ہوا ہے۔ میں ایک کیا دنیا اس بات کو مانتی ہے کہ ہندوستان میں اعلیٰ درجے کے اسپیکر اب دورہ گئے ہیں یا۔

ہمارے ہندوستان کے گلید سٹوٹ یعنی آپ۔ اور دوسرے مولوی خیر احمد صاحب۔ آپ کے طبعی تقریر کے مقابل

لے یہ مکتوب یقیناً ذاب حسن الملک کے نام ہے۔ مرزا ندیر بیگ ان کے عزیز ہیں تھے۔ مکتوب مہاراجہ کشن پرشا دکول کا۔

دہلی نے ذاب مرحوم کو ہندوستان کا گلید سٹوٹ قرار دیا۔

دوسروں کے زبان لال ہے۔ اس میں سب نہیں کھینچائی آپ صاحبوں پر ختم ہے۔ جس چاہتا ہوں کہ آپ کے اسیلوں سے گویائی کا سبق حاصل کروں۔ اسے وقت آخر تک مشن کو دست ماخوش کر دے۔ فقط

کشم پر شاہ و زار شاہ و عفی عنہ

۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء

مکتوب الیہ سید افتخار عالم

(۳۶)

مکتوب جدیدی، مادی اقتصادی

پیارے جناب۔

میں نے نہایت خوشی کے ساتھ متمدن نیاں اندر دیکھا لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ کتاب شائع ہوگی یا نہیں۔ میں نے احتیاطاً علی گڑھ لکھا تھا لیکن وہاں سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ کتاب بک ڈوبیں نہیں آئی اب براہ راست آپ کو لکھنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔ اگر آپ نے کتاب باختلاف کا فہم چرائی ہو تو ایک جلد قسم اور بغفلت پیک کر کے دیلی عایت فرمائیے نہایت مسون ہوں گا۔ قبل ازیں نے نہیں آپ کے قلم کے ساتھ میں آپ کے افادات سے فائدہ اٹھاؤں میں آپ کی شریفانہ پیش قدمی کے لحاظ سے آپ و یقین دہانا چاہتا ہوں کہ میری بنیادیں خوامشات آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کا بند

۲۷ مارچ ۱۹۰۵ء

ایم ہدی حسن تحصیل بند یا ضلع الہ آباد

مکتور۔ الیہ احسن بادشاہی

(۳۷)

مکتوب نسیم بھرت پوری

مکرم بندہ۔ تسلیم۔

خط سانی کے جواب میں اس وجہ سے دیر ہو گئی کہ میرے مرض نے ترقی کر کے خطرناک صورت پیدا کر دی تھی میں مہذو اور تیمار دار پریشان تھے۔ پرسوں زخم کا اپریشن ہو جانے سے مرض میں افادہ اور طبیعت رو باصلاح ہے۔ تازہ نے کے واسطے ابراہیم حسین پان کو لکھا ہے اس نے کہ جس مطبع میں دی گئی ہے انہیں کے دیر سے دیا گیا ہے کیا عجب ہے کہ وہ براہ راست آپ کے پاس بھیج دیں۔ تاریخ لائے و نوات استاد مرحوم حب ثمر بعد مذکور جاتی ہیں طبیعت صاف ہو جانے پر مرثیہ کی بھی نگر کی جائے گی زیادہ والسلام آپ کا ہوا خواہ

۲۷ جولائی ۱۹۰۵ء

شبیر حسین نسیم از بھرت پور

مکتوب الیہ منشی محمد الدین فوق

(۳۸)

مکتوب میرنشاہ علی شہرت دہلی

مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔

آپ کا خط مجھے سید حفیظ الدین صاحب سب بچ نکودہ نے برائے تمیل دیا تھا۔ میں سید محمد رفیع صاحب کے حالات اس مینے کے آخر تک دوں گا۔ آپ مطلق رہیں میں بچ صاحب کے بردار کے پاس رہا۔ پھر ان کے دادا کے پاس۔ پھر ان کے والد کے پاس۔ اب ان کے پاس ہوں۔ میرا ان کا تعلق یگانوں کے مطابق ہے۔ میرا خیال ہے محمد عظیم صاحب کے حالات اب بھی دوں۔

آپ کا دوست

میرنشاہ علی شہرت از نکودہ ضلع جالندھر برکات صاحب

۲۵ مارچ ۱۹۰۵ء

لے لکھ کر لکھنے اس خط کو کش پڑاؤں کے نام سے منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ خط مناداجو کش پڑاؤں کا ہے۔ اسے مصنف تیراؤں کا ہے۔ میراؤں کا ہے۔ میراؤں کا ہے۔

ترب خوشی محمد ناظر

(۳۹)

مکتوب الیہ منشی محمد الیہ فرق

مکرمی منشی صاحب اسلام علیکم۔
 آپ کثیر تشریف لائے ہوئے ہیں اور اپنے وطن علاقہ زنگری میں مقیم ہیں۔ امید ہے آپ مری مگر بھی مزید
 آئیں گے۔ جب تشریف لائیں ترجمہ سے مزد ملیں۔ مجھے آپ کی ملاکت سے کمال خوشی ہوگی۔
 خوشی محمد ناظر کورد زنگری

۲۳ جولائی ۱۹۱۱ء

ترب غلام احمد ہجو کا شمیری

(۴۰)

مکتوب منشی محمد الیہ فرق

مزدی و مکرمی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میرے پاس شیخ نور الدین ولی کی سوانح عمری موسیٰ نور الدین نامہ تعلیمی موجود ہے جو ۱۳۴۵ھ کی تصنیف
 ہے۔ اس میں ۱۲۶۴۲ ابیات ہیں۔ اس کتاب کی زیادہ خوبی یہ ہے کہ مصنف نے شیخ صاحب کے اس کثیر نظم
 کلام کا ترجمہ بھی کیا ہے اور اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ اور فی الحقیقت شرح کے بغیر شیخ کے عارفانہ اور حکیمانہ کلام
 کو سمجھنے کی آج کل کسی کو اہلیت بھی نہیں ہے۔ شیخ کے شلوک (اشعار) فارسی، سیم اعلیٰ میں ہیں اور ترجمہ فارسی نظم
 میں ہے۔ مثنیٰ مصنف نے تین سرے سے زیادہ ابیات میں ملکہ عارفہ کے حالات زندگی بھی لکھے ہیں۔ اور یہ غنوں بکائے
 خود ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔

دعا، ریخ ادیبان کثیر کے حصہ اول میں ۱۶، حصہ دوم میں ۱۲۰، حصہ سوم میں ۳۶، کل ۱۹۲ شعرا کے

حالات اور ان کا کلام کم و بیش فراہم ہوا ہے۔ ان سب میں ۲۱ شاعر شمیری پنڈت ہیں۔

بیماری ہیضہ کی شکایت کثیر میں بدستور تھی پر ہے۔ خداوند کریم اپنا فضل کرے۔

۲۹ مئی ۱۹۲۵ء غلام احمد ہجو چٹواری جوالا پور بدگام کٹر

مکتوب محمد ہجو کا شمیری

(۴۱)

مکتوب الیہ منشی محمد الیہ فرق

مزدی و مکرمی جناب فرق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ شاید آپ کو یاد ہو یا نہ ہو۔ ۶ مارچ ۱۹۲۵ء کے کثیر اخبار میں چہرہ بہ
 کے دوست میں کی شکایت بھی تھی کہ چونکہ وہ اسی قصبہ کا باشندہ ہے اس لئے ڈاک و دست پر نہیں پہنچا۔ مگر
 لوگوں کو دم رسمی خطوط کی شکایت ہے۔ افران ڈاک نے اس پر توجہ کی۔ یہی ہسٹ میں بہ سرف، حضوری، جات
 نکلیا بلکہ اسی حید سے وہ انفرادی شکایتوں کی تحقیقات سے بھی بچ جاتا رہا۔

اب شامت اعمال سے میری ڈاک بھی اسی ڈاک خانہ کی معرنت آتی ہے اور مجھے بھی اس سے وہی شکایت
 میں جو اور لوگوں کو ہیں۔ اخبارات کا تسخت دشمنی ہے ایک دو پیسے لے کر اخبار کسی نہ کسی کو دے دیتا ہے۔ میں نے جو
 شکایت کی۔ لیکن اس شیطان بیرت کو ایسے گریا دی کہ ان کے مقابلہ میں مجھے کون سنتا ہے فغان ہجو۔ اور حق شکایت
 ہے تعجب ثابت ہوئی اور ادھر جو شمس نے ہمارا اذنبہ نشاندہ مگر بھی ایسا نشانہ پر مہیا کہ مرے بے خبر ٹرپ اٹھا

نظارہ پر نہ تھا تو تنگ کچھ پاس قاتل کے الٹی پھر جودل پر تانک کر مارا تو کیا مارا۔ یعنی اس جعبٹ نے ایک گن رجسٹری اس مضمون کی حکمران پریس میں بھیج دی کہ

”مجھے ملاکہ انگریزی کے ایڈیٹر ان اجب و خضر صاف فوق صاحب کے ساتھ خط کتابت کرتا رہتا ہے۔ اور حکومت کشمیر کے خلاف اس کو سلسلہ بہیم پہنچا کر حکومت کے خلاف نفرت پھیلا رہا ہے۔ فوق صاحب اخبار کشمیری کے مالک و ایڈیٹر ہیں اور یہی وہ اخبار ہے جو حکومت کے خلاف ہمیشہ نکتہ جینی کرتا رہتا ہے اور اس ملک میں کثرت سے آتا ہے“

خط و کتابت کے ثمرت میں اس نے میرے لڑکے محمد امین کا ایک خط جو بڑا گھانہ چار شرعہ کے فدیہ نام مری گئے سے آیا تھا اس گناہ عرصی سی۔ آئی۔ ڈی میں بھیج دی۔ سنی آئی ڈی نے مثل مرتب کر کے گیارہ زخمیر کے پام کر دی۔ دہائی سے وزیر بارہ مزد اور دہائی سے تحصیل دار کے پاس آئی۔ تحصیل دار نے خفیہ طور پر علاقہ کے گرد و قافلوں کو ذیلدارانہ وار سوسد سیار کے بین نام بند فرمائے۔ سب نے کہا کہ حکومت کے خلاف مضامین بھیجے لگایا گیا ہے وہ غلط ہے۔ مجھے تو ہمیشہ ہمارے ساتھ حکومت کے حق میں باتیں کرتا رہتا ہے۔ یہ معنی کسی ہے۔ البتہ اخبار وہ مزد ملگواتا ہے اور اخبار ملگوانا یا کسی ایڈیٹر اخبار سے طعنت کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ ان بیانات کے بعد میرے حق میں زبردست ورٹ لکھا۔ لیکن کسی نے کچھ نہیں سنا۔ آخر مجھے مظفر آباد جلا نے وزیر صاحب نے کہا ہے کہ میں خود موقع پر جا کر یہ پورٹ لکھوں گا۔ میں نے درخواست دی ہے کہ میری حاضرت با منابطہ تحقیقات فرمائی جائے۔ اگر الزام صحیح ثابت ہو تو سخت سے سخت سزا جگتے کے لئے تیار ہوں۔ اب نہیں وزیر صاحب بارہ ملاکب میری پھیلائی ہوئی مفروضہ بناوات کی تحقیقات فرمائیں گے۔ اور کب اس اور میگزین کا لحاظ فرمائیں گے جو مجھ ناچیز نے حکومت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے فراہم کر رکھا ہے۔

میری تعجب ہے کہ اس پوسٹ میں کے خلاف لوگ اپنے نام لکھ کر شکایتیں کریں اور کوئی شہزادی وہ ایک گناہ اور جھوٹی رجسٹری بھیج دے تو اس پر ایک ناکرہ گناہ کو ملک بدر کر دیا جائے۔

میں سر دست رخصت پر سری نگر میں ہوں۔

۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء

(۴۲)

مکتوب ہجورہ کاشمیری

کرمی حضرت فوق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

غلام احمد ہجورہ ملکی کدلی (سری نگر)

مکتوب ایہ منشی جلال

(ایکلاں کش)

اسلام علیکم۔ میرا دل آپ کا خلق ہے لہذا اور غلصانہ ہے۔ اس زندگی میں کبھی منقطع نہ ہوا

ثبوت یہ ہے کہ میرا عزیز فرزند مجھ سے زیادہ اس سلسلہ ممدت کی تہ و قیمت سمجھتا ہے۔

آپ نے اس کے سفرِ پنجاب اور قیامِ لاہور کے طویل ایام میں جو مہمندانہ و مشفقانہ سلوک جیسے جس کے ساتھ کیا ہے اور یہ اس پیرائے سالی میری توقعات سے زیادہ جو تکالیف اس کی آسائش کے لئے برداشت کی ہیں۔ اس کے لئے عزیزِ نیکو کا بال بال تو مشکور ہی ہے مگر اس سے زیادہ میں خود شکر گزار ہوں اور اس امر کے لئے بار بار خط کا شکر جلاتا ہوں کہ دوستانہ تعلقات پیدا کر کے سلسلہ میں میری نگاہِ انتخاب نے کوئی غلطی نہیں کی تھی جس صاحب کو میں نے اپنے ایامِ خورد سالی غلطی میں اپنا رفیق تصور کیا تھا وہ ایک صدی کی تہائی گزرنے پر بھی حقیقی رفیق اور دوست و مہمدر رہ ثابت ہوا ہے۔

مہمدر کا شمیری زادگانہ بڑگام (کشمیر)

۹ مارچ ۱۹۳۷ء

(۴۳)

مکتوب مولانا شبیر الدین صاحب

بعد سلام سونڈن مطالب فرمائیے۔ بندہ مجد اللہ تعالیٰ بخیریت ہے۔ خردہ عاقبت آپ کا باعثِ مسرت ہو۔ لڑکی کا سہ ماہیہ دورہ میں داخل کرنا فقیر کے نزدیک مناسب نہیں ہے۔ آپ پرگزہ بھیجیں۔ مقدمہ کی بابت میں دعا کرتا ہوں۔ ۲۹ روزہ انعقاد سلسلہ فقط والسلام بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب الیہ شاہ سلیمان پٹیلاری

(۴۴)

مکتوب مولوی بشیر الدین صاحب

جناب مولانا صاحب مخدوم و معتمد بندہ سلامت۔

آپ کے گزالی نامہ اور ہمدردی کا مدق دل سے شکر یہ ادا کرتا ہوں اور اس بات کا اندر سے شکر یہ ادا کرنے میں کسی قدر دیر ہوئی۔ میں پچھلے سال سے مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہوں۔ گھر میں کا انتقال ہوا اور ایک کے بعد دوسرے اور دوسری کے بعد تیسری جوان بیابھی لڑکیوں کا حالت دردہ میں انتقال ہوا۔ بڑا لڑکا بشیر احمد جو پچیس کا کام کرتا تھا اوس کو قصرت کا شوق تھا خدا معلوم کہ کئی عمل خراب ہو یا یا پوسیدوں اور لاکھوں کا اثر ہوا۔ یا بہنوں کی موت کا صدمہ، غرض کہ اس کا دماغ خراب ہوا، جبرہ وقت ایک روحی صدمہ ہے۔ پچیس کا حال خراب ہونے کی وجہ سے مالی مشکلات ہیں، اب چھوٹے لڑکے نے جس سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں اس حالت میں انتقال کیا۔ بہر حال خدا کی مصالحتیں خود وہ بہتر جانتا ہے۔ اس کا شکر ہے کہ متواتر مصائب میں اس نے مجھے غیر معمولی توفیق مہر مہلا فرمائی، اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہوں، دعا فرمائیے کہ خدا سبحوں کے گناہوں کی مغفرت کرے، امرت سے نیاز و نکل نہیں مہاجس کی تمنا ہے۔ والسلام۔

محمد بشیر الدین (ٹاڈہ)

مکتوب الیہ زادگانہ بیکم

(۴۵)

۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء

مکتوب مولانا عبد الباقی آسی لکھنوی

سال کے نام ایک خط

نیک اطوار زادگانہ بیکم تم ہمیشہ رہو خوش و خرم

سے علیہ شاکر مشتاق الدین احمد۔ محفلہ شہنشاہ کشمیری۔ مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

مش سارے زمانے کے ہیں نصیب
دوست ہیں سب مرضی سے دلاہاں
تم نے وہ خط لکھے وہ دونوں آئیں
آنے کی پہلے خط میں تھی تجرّبہ
دل کو اس سے فرسوار رہتا تھا
آنکھوں میں روشنی نہ آتی تھی
دوسرے خط سے یہ ہوا معلوم
ابھی وہی گئے ہیں غول صاحب
خیر ٹک رہا ہے کچھ دنوں میں سہی
خیریت خط سے ہو گئی معلوم
پہلے پیار تھیں تمہاری بہن
ہلکا ہلکا تار رہتا تھا
اس مرض کا کیا برکھ کے علاج
ہو گئی تھیں شکایتیں کا فور
اب کے اتوار کا سندھ قصہ
دہ بجے دن کو میں گیا نکاس
نئی حرارت بھی ادھر چلا زرد
میں نے پوچھا طال کیا ہے
آج پھر کیوں تھیں تجسار آیا
تو وہ بولیں کہ بات اتنی ہے
بس اسی وقت سے یہ حال ہوا
بعد اس کے جو اندر در دڑھا
رات بھر سنت بے تزاری تھی
رات میں کوئی بن نہ آئی بات
خوب جس وقت دن نکل آیا
الغرض پھر دوا پائی انہیں
کچھ نہ کھایا رہیں وہ دن بھر سنا

نہم تمہارے بھی نہ آئے قریب
اور دشمن رہا رہیں باہاں
ساقہ اپنے خوشو کے دفتر لائے
اس سے دل میں تھا کہ خوشی کا اثر
رات دن انتظار رہتا تھا
جیسے ہر جانب اک دو آتی تھی
کہ تھی بے کار نے کی سب دھرم
نیر نہ آئیں گے چند روز ہم اب
بے دہی ٹھیک جو بران کی خوشی
اور بات ہو گئی خدیم
ہم کا سب حال تم پر ہے یوں
اور ان بے قرار رہتا تھا
تو دوستی پر آگیا امتحان علاج
اور رہنے لگی تھیں وہ سرور
اچھا خاصا تھا حال سب ان کا
پھر جب آیا تو پلایا ان کو اور اس
ماتھا اور پاؤں میں نہایت درد
کچھ تاویہ حال کیسا ہے
سبب اس کا کہہ ہوا ہے کیا
ہم نہ لائے تھے ٹھنڈے پانی سے
نہیں معلوم کیا وبال ہوا
اور بہت تیز پھر خراب پڑھا
کہ بے تمام تھا آہ و زاری تھی
یوں ہی گری غرض وہ ساری رات
ڈاکٹر سے میں پھر دوا لایا
کئی نہ لیکن ذرا بھی آئی انہیں
اور پڑی ہیں رہیں میں اور سے لٹ

رات کو کچھ بھبار ہلکا یا
چمکے دو دن سے کچھ نہ کھایا تھا
شدت درد بھی ہوئی کچھ کم
رفتہ رفتہ بھبار پھر آتھا
ہوئیں اچھی غذا خدا کر کے
دو بجے رات تک وہ بستر پر
چین سے میں بھی خوب سوتا تھا
سوتے سوتے جٹکا دیا مجھ کو
کہا اس وقت خواب دیکھا ہے
محن میں ہا کے تم غذا دیکھو
چارپائی پڑی ہے جو باہر
بھٹک جائیں نہ سب وہ پانی ہیں
آسمان پر نظر جو کی بار سے
پھر بھی میں محن میں چلا آیا
نخی نخی سی پڑ رہی تھی پھوار
اک پلنگ لا بھجایا پھر اندر
نہ کہوں گا اب آدمی اُن کو
سو گئیں اُس کے بعد وہ یونہی
کر وٹیں بدلیں گر چہ بستر پر
جی میں آیا کتاب ہی لکھوں
مے کے بیٹھا کتاب لکھنے کو
ایک بھی حرف نہ لکھتا نہ رقم
لکھنے بیٹھا تھا میں یونہی غامہ
سوچا اس کا جواب لکھنا ہے
یونہی لکھنے لگا جس کا جواب
یوں تو لکھنے کو کچھ نہ تھا مضمون
بیٹھے بیٹھے یہ میں نے کام کیا

اور ذرا اُن کو ہر شس سا آیا
پیا اُس وقت دودھ تھا سا
اور کم ہو گیا بھبار کا غم
اور ہو گیا تھا حال وہ سدھلا
سوئیں پھر دودھ سے غذا کر کے
سوئیں خواتے خوب لے لے کر
اور کسی بات کا نہ تھا کھٹکا
اور یہ مزدہ سنا دیا مجھ کو
جیسے پانی بہت برستا ہے
کہیں سچ سج نہ مینہ برستا ہو
ہے اُسی پر رضائی اور بستر
سرگرائی ہو سرگرائی میں
دیکھتا کیا ہوں نکلے میں تلے
کیا بتاؤں کہ آکے کیا دیکھا
گرچہ بارش کے تھے نہ کچھ آثار
پھر اٹھایا لحاف اور بستر
سمجھوں گا آج سے دلی اُن کو
اور پھر نیندا چٹ گئی میری
نیند آئی مگر نہ ذرہ بھر
صبح تک اپنے وقت کو کاٹوں
لکھوں جب جیکو بھک ہو شش تو ہر
دیکھتا تھا کتاب لے کے قلم
کہ نظر آیا آپ کا نام
اور نہایت شباب لکھنا ہے
بند آنکھیں تھیں اور حال خراب
کچھ طبیعت جو ہو گئی مریض
چار بجے ہی خط تمام کیا

تم ہنسو کی کہ خط یہ کیا تھا خط جو ریں آدمی ات کو لکھا
 جسنے کی بات کچھ نہیں نہ ہسو میں کہوں تم سے ایک بات سو
 ہوتے ہیں شاعر اور شری لکھا ہیں جب طرح کے سبب نسل
 ہوتے ہیں سب کے سب یہ دیوانے ایسے ہی ہیں سب ان کے افسانے
 ادا ان کے سوا لکھوں اس کا صرف باقی ہے ذکر چکی کا
 خط لکھا متا بنام ماں صاحب ایک ہفتہ چھ ہر اچھا
 اُس کا اب تک نہیں جواب نہیں معلوم اس کا باعث کیا
 تھے جو اُس وقت صاحبِ انعام اُس میں کھئے تھے وہ فردی کام
 ایک تکلیف تم کو دیتا ہوں کام تھوڑا سا تم سے دیتا ہوں
 پورا اناس کی کچھ بھیج دو جس طرح بھی ہواں جیسے ہو

اس سے گونا گونا ہے مجھ کو کیا

کیا ہے ایک دوست سے دوا

آسی

(۲۶)

مکتوب عبدالباقی آسی

مکرم و محترم۔ السلام علیکم۔

مزاج شریف۔ آپ کا ۲۲ فردی سلسلہ لکھا ہوا عنایت نامہ جو آپ نے نگار کے توسط سے مجھے بھیجا تھا۔ پرصول ملا۔ اس لئے کہ درمیان میں مولانا نیاز صاحب سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ میں وہاں پہنچا تو انہوں نے عنایت فرما کر والا نامہ دیا۔ جواب میں مضمونِ ثنویات معصنی پر نظر ڈالنے اور نقد کا سکر یہ امد مستفسر کا جواب جو کچھ معلوم ہے وہ عرض ہے۔ (۱) شاہ بابک آبد کی ثنوییری نگاد سے نہیں گزری وہ نہیں ذکر کرتا آپ نے اس کو ملاحظہ کیا ہے تو اب شوق ہوا کہ دیکھوں (۲) مولوی سید احمد صاحب کا افتاد ان سخن نے ذکر کیا ہے۔ اور غالباً یہ ذکر شعر البندی میں بھی ہے۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں۔ نہ اپنے مضمون میں اس کا دش کی مزدت بھی بہر حال تلاش میں کامیابی ہوئی تو مطلع کروں گا۔ (۳) مولوی خانہ کا تعلق سلیمان شکوہ سے تھا ادیس نے بھی یہی لکھا تھا۔ نہ معلوم کیوں تحریف ہوئی۔ (۴) مولوی خانے کی ثنوی میں ۵۱ شعر ہیں نگار میں ایک شعر درج ہونے سے رہ گیا۔ یہ جو تھا شعر ہے
 ہے کسی کے ماتھ میں اک بادیا اُلگی کی خاطر کئی دئی دیگیا۔ (۵) یہ ثنوی نسخہ مذہ سے ماخوذ ہے میرے نسخے میں نہیں۔ (۶) دیوانِ پنجم کہیں میری نگاہ سے مزد گزرا ہے گئے غالباً اس میں ثنویاں نہیں تھیں۔ مگر چونکہ نام طور سے ہر جگہ دوا میں کی ترتیب بدل ہوئی ہے اس لئے مجھے اس تحقیق پر وثوق نہیں (۷) میرے پاس اور کوئی ثنوی نہیں ہے البتہ مولانا عبدالحق صاحب نے ایک مرتبہ اپنے ایک عنایت نامے میں مجھے لکھا تھا کہ (میرے پاس بھی ان کی بیت سی ثنویاں ہیں) آپ میرے حوالے سے یا از خود مولانا کا اس پتہ سے خط تحریر فرما کر دریافت فرما سکتے ہیں۔ تا کہ مرانا

عبدالحق صاحب سیکڑی انجمن ترقی ہند ۲۴۔ ایونیر ہارڈنگ نئی دہلی۔ یہیں سے دوسری شہزادوں مرزا نانہ و فیرو کا پہیل کئے گا۔ (۸) میر سے دیوان دوم میں علاوہ مودی حانہ ادب سب شہزادوں موجود ہیں۔ آپ مقابلہ کی جو بیتر صورت بر تجویز فرمائیں۔ (۹) میر سے پاس ایک اور دیوان معقوفی نقلی ہے جو لکھنؤ کا لکھا ہوا ہے اور ۶۲ سال کی عمر کا ہے۔ لیکن ناقص ہے اس لئے نہیں معلوم ہو کہ کاکو کوسا دیوان ہے اتنا معلوم ہے کہ معقوفی کی صفحہ ۱۸ زمینوں کی تمام فرمائیں ہی ہیں۔ ۱۰ امید ہے کہ مزاج غیریت ہوگا۔ جو خدمات میر سے قابلِ بھروسہ میں اسے ضرور بجالاؤں گا۔

۱۰ مارچ ۱۹۲۹ء مذکورہ مکتوب۔ لکھنؤ
عبدالباری آستہ

مکتوب الہ شاہ سلیمان پھولپوری

(۲۶) ۵

مکتوب مولانا آرا دوسانی

مقدم و مکرم حضرت تہذیب جناب شاہ سلیمان صاحب مدظلہم الاعالیٰ۔
سلام سونوں۔ شاید حضرت کو معلوم ہو کہ آج کل ایک نئی تجویز طبعہ علمائے گشت نگار ہی ہے اور اس کی تعمیل کا پتہ عزم ان میں نظر آ رہا ہے۔ یہ شیخ الاسلام فی الہند کی تجویز ہے، اس کی قریب العہد تاریخ یہ ہے کہ فرنگی حمل کے جملہ علماء میں ابھورت تجویز پیش ہوئی، وہاں کثرت آراء اس کی تائید میں تھی۔ لیکن بعض مصلحتوں کی بنا پر واپس لے لی گئی اس کے متصل ہی کچھ دن بعد علماء دیوبند کی جماعت کی طرف سے، جناب وزیر ہند کی خدمت میں بصورت مطالبہ پیش کی گئی۔ اس کے بعد، جماعت علماء میں فردا فردا حصول تائید کے لئے وہ پیش کی جا رہی ہے اور جس قدر تائیدیں حاصل ہوتی جاتی ہیں بعض اخباروں میں شائع ہوتی جاتی ہیں، انجمن علماء بہار کی تقریب پر بھی وہ، جماعت علماء میں پیش کی گئی اور تائیدوں کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا گیا۔

حضرت تہذیب ایک مشہور عالم، اور صاحب الرائے و مقدس مقتدا ہے قوم میں، ضرورت ہے کہ اس اہم مسئلہ میں حضرت قبلہ کی بھی رائے زریں دریافت کی جائے اور اس سے نفع اٹھانے کی کوشش کی جائے۔
اس حقیر استفسار کے جواب باصواب کا انتظار ہے، امید ہے کہ خدمت اقدس سے محرومی نہ ہوگی۔
اور جلد سے جلد رائے اقدس سے اطلاع حاصل ہوگی۔

خادم آزاد سبانی جامعہ الہیہ کانپور

مکتوب الہ مفتی محمد العین فوق

(۲۸)

مکتوب پنڈت شبیر زائن شمیم

ذیر فوق۔ تسلیم
آپ کی نظم میں نے بڑے شوق سے پڑھی۔ آپ کی کوئی نظم پروردہ کثیر کا ذکر کئے بغیر مکمل نہیں بھی جاسکتی۔
بہی مال میری طبیعت کا ہے۔ ڈاکٹر سر جی بہادر پروکلاہ آباد میں آپ کے اخبار کی خریداری کے لئے لکھا ہوں۔
میں نے کئی دفعہ شخص میں۔ شاید عنقریب وہ لاہور میں اپنی صاحبزادی کو ملنے آئیں گے۔ ان کا تعارف آپ سے کراؤں گا
آپ مل کر غلط ہوں گے۔ کسی دن تشریف تو لائیے۔ (رائے بہادر پنڈت) شبیر زائن شمیم ایڈووکیٹ ۹ مارچ ۱۹۲۹ء

۵ یہ خط اس نانہ کا ہے جب ہندوستان میں مسیح الاسلام فی الہند کا منصب دھن کر کے کی تحریک علماء نے چلائی تھی۔

مکتوب الہدٰی محمد الدین فرق

(۴۹)

مکتوب ہندو شیورائن شیمیم

ڈیر فرق - تسلیم

آپ کا خطہ ستمبر کا مجھے بیان ملا۔ افسوس آپ کو مری میں رہے اور بیمار ہو کر واپس چلے گئے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اب آپ کشمیر نہ آئیں گے۔

میں آج کل راج ترقی کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ آپ مجھے مردوں تاکہ راج ترقی کے بعد اسلامی حکومت کے حالات پڑھ سکوں۔ انگریزی تاریخوں میں تو کشمیر کا کہیں مفصل حال نہیں ملا۔ شاید کوئی اسلامی تاریخ ہو جس سے مسلمان بادشاہوں کے حالات معلوم ہو سکیں۔ تاریخ حسن اگر لیکے تو وہ مفید ثابت ہوگی۔ کیا فرشتہ میں سلاطین کشمیر کا حال درج ہے؟ میرا متاخرین میں بھی شاید ہو۔ آپ کی مصنفہ تاریخ کا وہ حصہ جو اسلامی حکومت کے متعلق ہے بہت مفصل ہے۔ مگر وہ یہاں میرے پاس نہیں۔ وہ تو لاہور میں پڑھ لوں گا۔

وقت اچھا کٹ رہا ہے۔ شکر ہے۔ اگر یہاں آنے کا ارادہ ہو تو میں اپنے پاس آپ کے رہنے کا انتظام کر

سکتا ہوں۔ (تاریخ خارو)

شیمیم از مری لکھ کشمیر

مکتوب الہدٰی محمد الدین فرق

(۵۰)

مکتوب کشمیر شیمیم

ڈیر فرق - تسلیم

کشمیر میں جو بگلہ بنوا رہا ہوں وہ سال برسے ہندو قابل رائے نہیں ہوا۔ ٹھیکہ دار اور جہتم عمارت تساہل کر رہے ہیں۔ خیر و بد یہ باید۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ میں نے اودکئی باتوں میں دیکھا ہے کہ ہمارے وطنی بھائی جن کی فلاح و ترقی کے تردد و غم میں ہم لوگ دبے ہوئے جاتے ہیں ہمیں اپنا نہیں سمجھتے۔

بہر حال اب کی سرحدوں میں تیار ہو جائے گا۔ انشاء اللہ میں اور آپ سال آئندہ اس میں قیام کریں گے۔ کشمیری کھانے کھائیں گے۔ تاریخ کا شغل متفقہ کریں گے۔ ایک کمرہ آپ کے لئے علیحدہ مخصوص کر دوں گا۔

میں کوسل میں میچہ گر ہندو غلاسنی کا مطالعہ کرتا رہا۔ معلومات بہت وسیع ہوئے۔ ہندو مسلمانوں کے تنازعات اخباروں میں آپ پڑھتے ہوں گے۔ کوئی ستارہ ایسا عمل کر رہا ہے جس نے دماغوں میں فتور پیدا کر دیا ہے۔ سنسکرت بجا فساد ہو گیا۔ آرتی ہوئی فساد ہو گیا۔ نماز کی اذان ملی فساد ہو گیا۔ محرم کا علم چند فٹ اونچا ہو گیا رستے میں میل کے درخت نے فساد پیدا کر دیا۔ غرض کسی دیوتا کی سواہی ٹھیکے تو فساد۔ رستے میں کوئی مسجد آجائے اور باجر ساتھ ہو تو فساد۔ دراصل طبیعتیں بھری ہوئی ہیں۔ یہاں تو صحت ہی ہیں۔ آج کل کسی غلاسنی کی ضرورت ہے جو دلوں کی حالتوں کا موازنہ کر سکے۔ اور اسباب دریافت کرے۔ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے ہندو اور مسلمان بڑے بیٹھے ہیں ہم تہمت طوفان کئے ہوئے

کا مصداق ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ہندوؤں کے دھرم اور مسلمانوں کے دین کے محافظ و کفیل غنڈے لوگ ہیں۔ اور وہ غرور ملک کہلا رہے ہیں۔ مذہب بدنام ہو رہا ہے۔ اندیشی لوگ ہیں جو مذہب کے پیچھے ٹھٹھٹے پھرتے ہیں۔

بجھتے مذہب گیا۔ آج نہیں توکل۔ یہ آثار ہندوستان کے لئے اچھے نہیں ہیں۔ دیکھئے گاندھی جی کا بہت ہی کی موت کا باعث ہوتا ہے یا معاملہ رُوبہ اصلاح ہوتا ہے۔ ”ہم انٹے بات انٹی یا رٹا“ کا معاملہ ہوتا ہے۔
۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء شیو زائن شیم۔ (کوہ کسولی)

مکتوب میرزا ثاقب لکھنوی (۵۱) مکتوب الیہ طاہر فاروقی

ذوالحجۃ دامت معالیکم۔
بعد تحیات زکیات آنکہ معاملہ کریم باعث امتحان ہوا۔ میران ہوں کہ جناب کے اس محبت آمیز ضیاء نامہ کا کیا جواب لکھوں اور کس صورت سے آپ کے دل پر فز کو اپنی سقیم حالت کا آئینہ دار بناؤں۔ میں اپنی خرابی صحت کے باعث تقریباً بارہ سال سے مشاعروں کی شرکت یک نظم ترک کر چکا ہوں اس قابل نہیں ہوں کہ بزم مشاعرہ میں رات بھر جاگ سکوں یا دو چار گھنٹے بیٹھ سکوں۔ دماغ کے انکلاہ رفتہ ہو جانے سے شعر کہنے پر بھی قادر نہیں رہا۔ غزل سرائی کی طاقت بھی کچھ میں باقی نہیں رہی۔ ستر برس کا بوڑھا ہو گیا ہوں۔ دانت بھی ٹوٹ گئے ہیں، بینائی میں بھی فرق پیدا ہو گیا ہے۔

سوائے رحمت رب کچھ نہیں ہے بہت کچھ تھا مگر اب کچھ نہیں ہے

مزید بآں موسم میرے لئے سخت اذیت وہ ہوا کرتا ہے بالخصوص دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں تو بیرن خانہ کیا معنی گھر کی چار دیواری کے اندر بھی پانچ بجے شام سے صبح کے ۹ بجے تک خواجگاہ سے باہر قدم نکالنا میرے لئے سخت مصیبت کا باعث ہوتا ہے فوراً تحریک فو ازل میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ اس صدمت میں جو اجمالاً عرض کیا گیا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں کر اشتغال امر بمالوں اور کن الفاظ میں اپنی معذرتی اور عیسیٰ کا اظہار کروں۔ ہاں اگر فو کا یا مارچ کا نانا نہ ہوتا تو میں مزدور سر لکھوں سے جناب کا ارشاد لیا کرتا۔ میں صبح عرض کرتا ہوں کہ ماہ دسمبر اور ماہ جنوری میں، میں قطعاً سفر کے قابل نہیں ہوتا اور نہ شب کے اوقات میں گھر سے باہر نکل سکتا ہوں۔ آپ کے اخلاق کریمانہ سے اسید واثق ہے کہ اس عذر معقول کو قبول فرما کر جناب مجھ کو شکر گزاری کا موقع دیں گے اس سے زائد مجھ کو شوق قد بروی اور اظہار نیاز کیا عرض کروں۔ والسلام

نیاز کیش میرزا ثاقب

۹ ماہ نومبر ۱۳۳۵ء۔ لکھنؤ کنہ حیدر حسین خاں

مکتوب الیہ طاہر فاروقی

(۵۲)

مکتوب میرزا ثاقب لکھنوی

ذوالحجۃ والکرم دامت معالیکم۔ عید مبارک

بعد تحیات زکیات آنکہ صحیفہ گرامی باعث امتحان ہوا۔ ماہ جنوری میں میرا شریک مشاوری ہونا بالیقین محال ہے۔ ہاں آخر ماہ فروری یا ابتدائے ماہ مارچ میں اگر موقع ملا تو بلا طلب حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا اور اپنی یادہ لگائی سے آپ کی اور آپ کے احباب خاص کی سامعہ خواہشی کروں گا۔ یہ صحبت مختصر اس مشاوری سے جس کے لئے آپ مجھے ماہ جنوری میں بلانا چاہتے ہیں کہیں زیادہ اچھی ہوگی۔ یقین ہے کہ مزاج مبارک ہمہ قرب صحت

نیاز کش میرزا ثاقب
مکتوب انیدہ دلی شاہجہانپوری

رعایت ہوگا۔ واسلام مع الاکرام
۲۵ نومبر ۱۳۳۷ھ - لکھنؤ کراہ حیدر حسین
(۵۳)

مکتوب سید محمود موافی

جیسی غلطی مگر یہ جناب دلی زود لطفہ سلام و فائز

میں زندہ ہوں ادا طالب خیریت۔ دیکھئے خراب کئے۔ بندہ پروتہ یوسفستان محکم تمام ایک کتاب پر پس میں
دی جا چکی ہے اس میں جہاں اور بیت ہے وہاں اور دو کئے آہم حضرت شاہ دلی مرحوم سے کے کراچی نام مشاہیر شعراء
کا صرف دو کلام جمع کیا گیا ہے جس میں خزانے سخن حضرت میر کے سبزو گداز کا مرتع نظر آتا ہو۔ آپ بھی دس شعر فرما
فرمائیں۔ معیار انتخاب یہ ہے۔

میر آئی بہار گلشن گل سے بھر ہے لیکن ہر گوشہ چین میں خالی ہے جائے بلبل
غائب آگے تھی حال دل پر ہنسے اب کسی بات پر نہیں آتی

اس کے علاوہ اپنی ایک مطبوعہ یا غیر مطبوعہ غزل مگر ایسی کہ آپ کی شاعرانہ زندگی کا کارنامہ ہو رعایت فرمائیں۔ نیز مطبوعہ
کلام کو ترجیح ہوگی۔ جواب ایک ہفتہ کے اندر آ جانا چاہئے۔ ورنہ اہل تناکا کی رزد اور بخود ناشاد کی حسرت کا خون جناب
کی گردن پر ہوگا۔ واسلام مع الاکرام
۲ اگست ۱۳۳۷ھ - لکھنؤ

سید محمد احمد بخود موافی جو سید محمد آواز صاحب
مکتوب الیہ میاں محمد اذن مسلم ماڈن ہیر

(۵۴)

مکتوب آزاد انصاری

مخدومی و کرمی۔ اسلام علیکم۔

آپ کی دہلی سے روانگی کے بعد میں بھی حیدر آباد روانہ ہو گیا تھا۔ اس وقت سے حیدر آباد میں مقیم ہوں۔
مگر غفلت پریشان ہوں میرے چھوٹے بھائی سنت بیہار میں رات دن ان کی تیلہ دہری اور تلاش پیارہ و چارہ گرت
سر کھانے کی بھی فرصت نہیں، و ما کا طالب ہوں۔ و ما فرمائیے کہ خدا رحم فرمائے۔
معارف جیل کی ایک جلد جو اس وقت دہلی میں میرے پاس تھی میں نے جناب کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔
وہ یقیناً اس وقت تک بخوبی ملاحظہ و معاوضہ سے گزر چکی ہوگی۔ متوقع ہوں کہ اُس کی نسبت سے مجھ کو اپنی رائے مالی
سے مطلع فرمائیے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ براہ ادب نوازی معارف جیل کی کچھ جلدیں اپنے ادب دوست حلقہ احباب میں فرو
کر کے میری مدد فرمائیے۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ لاہور میں کسی ادبی فرم سے معارف جیل کی یکشت فروخت یا تبدیع فروشی کا معاملہ
طے کرادیجئے گا تو میں ممنون احسان ہوں گا۔ اگرچہ یہ میری مذکورہ بالا گزارشیں کچھ ناروا سی گزارشیں ہیں مگر آپ کی ادب
دوستی سے امید ہے کہ آپ اس معاملے میں میری امداد و اعانت سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ امید کہ مزاج والا بخیر ہوگا۔ اور

متعلقین بھی بعایت ہوں گے۔ سب کو دعا و سلام۔

۸۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء نیازمند آزاد انصاری۔ احسان منزل ڈاکا ڈمبر پٹ۔ موضع راغلا پور جہاں آباد کی

مکتوب ایہ میاں محمد صادق

(۵۵)

مکتوب آزاد انصاری

کرمی و عمری۔ اسلام علیکم۔

معاف فرمائیے گا۔ جواب فوارشش نامہ ذرا دیر میں دے رہا ہوں۔ کیونکہ اس عرصے میں میری طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی اور اک حد تک اب بھی خراب ہے۔

جناب کی حالت طبع کا حال معلوم ہو کر سخت رنج ہوا، اول تو بفضلہ آپ اب تک شغایاب ہو چکے ہوں گے اور خدا کرے ایسا ہی ہوا ہو، اگر خدا خواستہ ہنوز تکلیف باقی ہو تو علاج ایجنہا کی بابت میں اپنا تجربہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس مرض میں سب سے بہتر تو انگلش ہے، اس انگلش کا بھٹے نام یاد نہیں رہا، اس کو ہڈا کھڑا کرتا ہے، انگلش نے یہیے، انشاء اللہ آپ بہت جلد شغایاب ہو جائیں گے۔ انگلش کے بعد میزاک بہترین حرب نسخہ ہے جو میں سال خدمت عالی کر رہا ہوں۔

اکتھیل ایمرنا - ایک ڈرام
نک ادکسٹ - ۲ ڈرام
وسیلین - ایک انس

ان سب دواؤں کو خوب میٹ کے اچھی طرح ملا لینا چاہیے۔

اس حساب سے جتنا چاہے بنا بیٹھے اور دن میں دو مرتبہ اعضا کو کارولنگ مابین سے خوب دھونے کے بعد استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ پانچ چھ ہی دن میں ایجنہا کو کی طرح اڑ جائے گا۔ مگر یہ مودی مرض بار بار عود کرتا ہے، اچھے ہو جانے پر بھی اس دوا کا استعمال روزانہ ایک مرتبہ ماہ ڈیڑھ ماہ تک جاری رکھیے اور ڈیڑھ ماہ بعد کڑا دیاں کی مقامات آؤن پر روزانہ ایک مرتبہ مالش کرتے رہیے۔ انشاء اللہ پھر عود نہیں کرے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ خدا کرے اب آپ بالکل تندرست ہوں اور میرے مسئلہ کسے کی مزید نہ پڑے۔

خداوند عالم جب آپ کو شفا عنایت فرمائے تو میری گزشتہ معروضات کا خیال رکھیے۔ والسلام بچوں کو دنا۔

۹۔ نومبر ۱۹۳۹ء نیازمند آزاد انصاری۔ احسان منزل۔ ڈاکا ڈمبر پٹ۔ موضع راغلا پور جہاں آباد کی

مکتوب ایہ شیخ محمد اسماعیل بانی جہاں

(۵۶)

مکتوب مولوی عنایت اللہ دہلوی

کرمی شیخ صاحب۔ تسلیم

کانیہا کس کی جائے پیدائش کے متعلق مضمون ترجمہ کر کے آپ کو بھیج رہا ہوں۔ دیر اس وجہ سے ہوئی کہ مجھے اس مضمون سے کوئی دسپسی نہیں۔ اس لئے ترجمہ کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی تھی۔ مگر آپ کے بار بار اصرار سے بیورو میرے کئے ہوئے شکیکسپر کے ڈراموں کے تراجم اگر آپ عمری طور پر کتابی شکل میں شائع کرنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے یہ بڑی خوشی سے اجازت ہے۔ میں نے شاہد احمد کو بھی لکھا تھا وہ کہتے ہیں کہ جب شیخ صاحب یہ

عمر مرثائع کریں گے تو ساقی میں میرے جتنے تراجم شائع ہوئے ہیں وہ ان کی بھی اجازت آپ کو دے دیں گے۔
اس سلسلہ میں میں نے ٹیکسٹر کا جو ڈراما "طوفان" ترجمہ کیا ہے۔ اس کی اصل کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ یہ بہت
کٹا پٹا اور شکستہ دکھا ہوا ہے۔ آپ اسے صاف کر کے رہنمائے تعلیم کو اشاعت کے لئے بھیجیں جسے آپ پہلے بھی میرے
دو ڈرامے بھیج چکے ہیں۔ مگر وہاں بھیجیے سے پہلے صاف شدہ مسودہ مجھے دیکھنے کو فرود بھیج دیں۔
جب آپ سارے ڈرامے عمر مرثائع کے تراجم کی تمہید میں لکھ دوں گا۔ حضرت خواجہ سجاد حسین صاحب
(فرزند مولانا عالی) کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام پہنچا دیں۔

خاکسار محمد عنایت اللہ

مضمون "کالیداس کی جائے پیدائش" ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہری جس کا ذکر مولانا نے اپنے خط کے شروع
میں کیا ہے۔ ذیل میں ناظرین کرام کی از دیار معلومات کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون اب تک کہیں چھپا نہیں۔ مولانا
مرحوم کی علمی یادگار کے طور پر میں اسے پہلی مرتبہ جگہ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔
شیکسپیر کے ڈرامے "طوفان" کے متعلق مولانا عنایت اللہ نے جو ہدایت مجھے لکھی تھی اس کی تعمیل میں میں نے
مسودہ کو صاف کر کے مولانا عنایت اللہ کے پاس ڈبرہ دون بھیج دیا تھا۔ اور انہوں نے دیکھ کر واپس بھی کر دیا تھا۔ لیکن
میں اسے اشاعت کے لئے رسالہ رہنمائے تعلیم کو لاہور نہ بھیج سکا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء کی تیسری خیرات جمعہ آئی اور
میرے تمام مسودات اور کتابوں کے ساتھ "طوفان" کو بھی اڑا کر لے گئی۔ اور اسی طرح یہ قیمتی ترجمہ برباد ہو گیا۔
خاکسار محمد اسامیل پانی پتی

سنسکرت کے شاعر کالیداس کا مقام ولادت

گزشتہ صدی (یعنی انیسویں صدی) نے سائنس و فنون کی دنیا میں بڑی بڑی ترقیاں دکھیں۔ گزشتہ صدی ایسے
ایسے واقعات اور اکتشافات سے بھرپور ہے۔ جنہوں نے دنیا کے مسائل میں بڑا انقلاب پیدا کیا۔ اور اس صدی میں
مغرب میں سنسکرت کے علم و ادب کی بڑی و بڑی اشاعت ہوئی۔ اور بڑے بڑے اکتشافات اس فہم میں ہوئے۔
لیکن اس اکتشاف کی اصل بنیادیں ہندوستان میں ملتی ہیں۔ کیونکہ یہی ملک سنسکرت علوم و فنون کا گہوارہ اور وطن
ہے۔ سنسکرت کے علم و ادب کا مطالعہ جو رفتہ رفتہ معدوم ہوتا جاتا تھا۔ اس میں انگریزوں کے زمانے میں بھر جان
پڑ گئی۔ تاریخی اور ادبی دلچسپی نے علمائے یورپ کو سنسکرت جیسے عجیب مضمون کی طرف متوجہ کر دیا اور مشرق میں
ایک نئے سکول کی بنیاد پڑ گئی اس طرح ہمدے جس قدر معروف شاعر تھے وہ انتہائی بھٹی میں پڑ کر پہلے سے بھی زیادہ
صاف اور چمکتے ہوئے نظر آنے لگے۔ اور روشنی کا ایک مینار ان کے گرد دکھائی دینے لگا۔

ان شاعروں میں سے ایک مشہور شاعر کالیداس ہے جس کے مولا کی نسبت ہم یہاں بحث کرتے ہیں اس
میں شبہ نہیں کہ کالیداس نے اپنی تقریض اپنے ہی اہل وطن سے بہت کچھ سنی ہیں۔ مگر اس زمانہ میں ہندوستان میں کالیداس
کی تصانیف کے ساتھ دلچسپی کم ہونے لگی ہے۔ مگر جو بھی کالیداس ہم میں سے غائب ہونے لگا تو مغرب کے عالموں نے

اس شاعر کی پاسداری اور اس کی حمایت اس زمانہ سے کی جس کا وہ واقعی مستحق تھا۔ مغرب کے نقادوں نے اس کی تعریفوں کے ذخیرہ لگا دیئے۔ کا دل نے اُسے ”ہندوستان کا درجن“ لکھا۔ اور شاعر گیلے کا لیداس کی مشہور تصنیف (شکستہ) کی تعریف میں کہتا ہے۔

”آسمان و زمین دو ذریعے ایک ہی نام میں شامل ہو جائیں تو پھر اسے شکستہ میں تیرا نام ہوں گا اور جو کچھ کہنا تھا وہ ختم ہو جاتا ہے۔“

مردنم جرنل نے کالیداس کو ”ہندوستان کا شیکسپیر“ لکھا۔ لیکن آج کل کے نقاد اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر شیکسپیر تھیل کی قوت میں بڑھا ہوا ہے یعنی انسانی خصائص کے بیان میں یہ طبعی تھا ہے تو کالیداس ترکیب کلام میں اور اس فن میں کہ انسانیت کی خصوصیات کیا مہر پی چاہیں بڑھا ہوا ہے شیکسپیر کا مقصد انسان کے خصائص کو بیان کرنا ہے اور کالیداس کا مقصد کمال کو پہنچنا ہے شیکسپیر کی شاعری اس دنیا کی طبیعت اور ذہنی زندگی سے آگے نہیں بڑھتی۔ لیکن کالیداس کے شاعرانہ خیالات زیادہ ہندوئی رنگ پر دار کرتے ہیں یعنی وہ ہمیں روحانی عالم میں پہنچا دیتے ہیں۔ اس طرح کالیداس دنیا کے شاعروں میں سب سے بڑھ جاتا ہے۔

جب زمانہ حال کے بہترین نقادوں نے کالیداس کی اتنی تعریفیں کی ہیں اور اُس کو اتنا سراہا ہے تو یہ بات قدرتی ہے کہ ہم دریافت کریں کہ دنیا کے کس زمانہ میں شاعری کا یہ چمکتا ہوا ستارہ ہندوستان کے آسمان پر چمکا اور ملک کا وہ کون سا حصہ ہے جو اس کی جائے ولادت تھا۔

پس اس فرض سے کہ ہم اُس شاعر کی پوری قدر کر سکیں اُس زمانہ کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے جبکہ وہ اس ملک میں رہتا تھا اور جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ اس سفر میں ہم کالیداس کے مولد یا جنم بوم کی نسبت تحقیق کرتے ہیں کالیداس کے مولد کا تحقیق کرنا آسان بات نہیں ہے۔ شاعر نے خود اپنے کلام میں اپنا تذکرہ نہیں کیا۔ اُس کی طبیعت شرمیلی تھی۔ دیگر شعراء کی طرح اُس نے فخر کے ساتھ اپنا شجرو نسب سامعین کے سامنے پیش نہیں کیا۔ آسان کے تاروں کی طرح وہ چمکتا رہا۔ مگر خود اپنا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی تصانیف کو پڑھ کر یہ لگنا آسان نہیں کہ وہ ملک کے کس حصہ کا باشندہ تھا۔ یا یہ کہ وہ کہاں پیدا ہوا تھا اور کہاں اُس نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ گزارا؟ کالیداس فی الواقع ہندوستان کا قومی شاعر تھا۔ اور وہ ہمیشہ ہندوستانی قوم کی شان و شوکت کے گیت گاتا رہا۔ وہ ہندوستان کے باشندوں کا سب سے زیادہ عزیز شاعر ہے۔ ہندوستان کی تہذیب کا اُس نے نہایت عمدہ نقشہ ہمارے سامنے کھینچا ہے۔ طبیعت کے اعتبار سے وہ اول ماخر ہندوستانی تھا۔ اس کی حب الوطنی تنگ و محدود نہ تھی۔ اس حب الوطنی میں عالمگیر انسانی ہمدردی کا جوش موجود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کالیداس نے اپنے مولد کی بحث کو نہیں چھیڑا یہ مشکل اس طرح رفع ہو سکتی ہے کہ ہم کالیداس کے کلام کا نہایت استقلال کے ساتھ اور کثرت سے مطالعہ کریں حالانکہ اس قدر تاریکی میں ہیں کہ نہ ہم اس کی پیدائش کا زمانہ معلوم ہے۔ نہ پیدائش کا مقام۔ نہ صرف یہ بلکہ ہم اُس پیغام سے بھی آشنا نہیں جو یہ شاعر اعظم ہمارے لئے لایا تھا۔

کالیداس کی جائے ولادت کے متعلق جرمہا سے مفروضات ہیں ان پر بحث کرنے سے پیشتر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال کے متعلق جو مختلف نظریے رائج ہیں انہیں بیان کر دیا جائے اس کے متعلق ہندوستانی روایات میں بہت اختلاف ہے۔ کسی نے وحید کو کسی نے مالوہ دیس میں اہین کو کالیداس کا مولد بتایا ہے۔ لیکن دھارا یا اہین کو کالیداس کی جائے ولادت قرار دینا ایسا ہی ناقابل اعتبار ہے جیسا کہ ۷۰۰ قبل مسیح کو اس کا سال ولادت بتانا تاوتلیک کوئی ہیں اور بلا واسطہ شہادت موجود نہ ہر اسے صحیح نہیں مانا جاسکتا۔ روایات میں برطرس کے مہوہرہ منصفے کالیداس کی نسبت مشہور ہیں لیکن اس شاعر کے اظہار کے خلاف یہ کہ اخلاقی متونے اوداس کے اعلیٰ اخلاقی مقاصد پر جب غور کیا جاتا ہے تو کوئی اس مہوہرہ معنوں کو بار نہیں کر سکتا۔ بلکہ جیسا کہ ایم۔ ایم ہریشاد شاستری نے لکھا ہے کہ یہ منصفے واقعی ہمارے قومی منزل کے زمانہ کی ذیل طبیعتوں کی عکاس ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ کالیداس اہین سے بہت واقفیت ظاہر کرتا ہے، اوداسی حال اس کا اہین سے متصل مالوہ دیس کا ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اہین شاعر کا وطن اور مولد بھی ہو۔ مگر ہریشاد شاستری نے مالوہ کو کالیداس کا مولد ہونے کی تائید کی ہے اوداس تائید کی بنیاد انہوں نے دو باتوں پر رکھی ہے۔ ایک یہ کہ ملک مالوہ کے حالات شاعر تفصیل سے لکھتا ہے۔ خاص کر اسکندرا کے مندر کا ذکر۔ جو مالوہ دیس میں واسا پند کے قریب ہے کیونکہ جو بادل الا کا کی طرف بڑھ رہا تھا اس کے ٹھیر جانے کی جگہ اس مندر کو قرار دیا ہے۔ دوسری بات جو بنیاد قرار دی ہے وہ واسا پند کی عورتوں کی شہر اور مالوس نکاہیں ہیں ان دو باتوں سے شاستری صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کالیداس ملک مالوہ میں واسا پند میں پیدا ہوا تھا۔

لیکن اس کا یقین آنا مشکل ہے کیونکہ اسکندرا کا مندر اور اسکندرا ایک دوسری شکل شیو کی ہے۔ اور یہ دیوتا کالیداس کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ اور وہ اس کے نہایت عقیدت مند پرستاروں میں سے تھا۔ کالیداس یہ نہ کر سکتا تھا کہ مندر پر سے اسکندرا کو بغیر تعلیم دیئے آگے بڑھے۔ کیونکہ اسکندرا شیو کی ایک دوسری شکل تھا اور کالیداس اس کی پرستش کرتا تھا۔

اسکندرا کی پوجا تو مالوہ دیس کے ساتھ مخصوص نہ تھی کہ کالیداس کو اسکندرا سے واقفیت برقی۔ ہمیں علم ہے کہ اسکندرا کی پوجا کشمیر میں بھی برقی تھی جو ممکن ہے کہ کالیداس کا وطن ہو۔ اور اس بات کی توقع نہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے اس عزیز دیوتا کی طرف سے تغافل کرے جبکہ وہ وطن سے دور مالوہ دیس میں تھا۔

اب راء واسا پند کی عورتوں کی شہر چشتی سے مالوس ہونا تو اگر کے یہی معنی لئے جاسکتے ہوں تو خیر۔ مردہ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ واسا پند کے شہر میں کالیداس مدت تک رہا تھا۔ اس لئے دال کی عورتیں اس سے مالوس ہو گئی تھیں اور اس سے بے تعلق کے ساتھ بات چیت کرتی تھیں۔ جو معنی اس بات سے وہ اس کا وطن قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اگر اس بنا پر کہ ملک کے اس حصہ کے حالات کالیداس نے تفصیل سے بیان کئے ہیں اس لئے وہ اس کا مولد تھا

تو اس صورت میں ملک کا کوئی حصہ مثلاً اجہ صیا - مہمرا - دندھیا دیس - مداس - ہرار - ہبار اور بنگال جن کے حالات کم و بیش تفصیل سے کالیداس نے اپنی تصنیفات میں تحریر کئے ہیں۔ یہ سب اسی کامرہاد وطن ہو سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہرمائی کے ایک معمر ننگار نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا کالیداس بنگالی نہ تھے؟ کالیداس کی نسبت یہ غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ کالیداس نے جبرسی میں اپنا سال اشد کے جینے سے شروع کیا ہے۔ اس نامہ نگار نے یقین کر لیا ہے کہ بنگال کی تقویم اسی ماہ اشد سے کچھ زمانہ پہلے شروع ہوا کرتی تھی لیکن اس کی وجہ کہ کالیداس نے اپنا نامک میگھ دتا کیونکہ اشد جینے کی پہلی تاریخ سے شروع کیا۔ لی تاہم نے بنوبی بیان کردی ہیں جو لوگ چاہتے ہیں کہ کالیداس انہی تاریخوں میں اور زیادہ صحت سے کام لیتا۔ وہ اس خیال سے اپنا اطمینان کر لیتے ہیں کہ کالیداس نے کم سے کم گیارہ دن باؤل کے گزرنے کے ہیں کہ وہ ہمالیہ تک یعنی رام گری کی پہاڑیوں سے باؤل شمال میں پہنچ جائے چنانچہ جب باؤل کیشا کی جبری سے اشد کی گیارہ صریح کو ملاقات کرتا ہے تو اشد کی اکاوشی سے کرینک کی اکاوشی تک پہلے چار جینے ہو جاتے ہیں اور یہی زمانہ ہے جس میں کیشا نے دعائنگی ہے کہ اُس کی جبری خوش رہے اور شوہر کی عدم موجودگی کا خیال نہ کرے۔ علاوہ اس کے نامہ نگار یہ بات بھول گیا کہ رتو سمہار جینٹھ کے جینے سے شروع ہوتا ہے نہ کہ اشد کے جینے سے۔

جو لوگ بنگال کو کالیداس کامرہاد بتاتے ہیں وہ گرم جوشی سے کام لے کر یہ کہتے ہیں کہ کالیداس بنگال سے باہر کہیں کا باشندہ نہ تھا۔ کیونکہ اُس نے اٹلی کے درخت کا مال کھا ہے جو بنگال کا درخت ہے۔ اس خیال کی بنا پر ایک کشمیری کو کشمیری نہیں کہہ سکتے اگر اُس نے اپنی تصانیف میں کہیں ننگ کا ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ ننگ کشمیر کی پیداوار نہیں ہے۔ اور اسی طرح ایک بنگالی بنگالی نہیں رہ سکتا اگر اُس نے اپنی تصانیف میں کہیں زعفران کا ذکر کر دیا ہے۔ جو خاص کو مروت کشمیر کی پیداوار ہے۔ سچ یہ ہے کہ جو مقد سے قلیل وجہ کالیداس بنگال کا باشندہ ہونے کی پیش کر سکتا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ وہ بنگال میں گیا تھا۔ چاول جو خصوصیت کے ساتھ بنگال میں پیدا ہوتا ہے۔ اُس کا ذکر کالیداس نے کیا ہے کیونکہ وہ خود ایک ایسے ملک میں پیدا ہوا تھا جو علاوہ بنگال کے چاول پیدا کرنے والا ملک تھا۔ علاوہ اس کے بنگال کے پنڈتوں میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ جب کالیداس بنگال میں آیا ہے تو سرکوستی اُس کے استقبال کے لئے گئی تھی۔ اس واقعہ سے تاہم نہیں ہوتی کہ کالیداس کامرہاد بنگال تھا۔

مکتوب الہریدہ سحر جی موزی اویب

(۵۷)

مکتوب مولوی نور الحسن نیر

سر یا لطیف و کرم ناد لطیف۔

تسلیم۔ عنایت نامہ صادر ہوا۔ آپ کی ہمدردی کا شکر یہ زبانِ قلم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ مجھ کو آپ کی رائے سے بالکل اتفاق ہے۔ مروت یہ انتظار ہے کہ ابھی تک مروت ب و پ دو حرف کھٹے گئے ہیں۔ تین چار حرف اور مرتب ہو جائیں تو مروت کے اجزاء نصف صفحوں پر پھیل کر ہندوستان کے اُن اہل علم کی خدمت میں روانہ کر دوں جو علاوہ زبانِ مالان ہونے کے لغت کا مذاق رکھتے ہوں۔ اور اُن کی رائے لینے کے بعد لغت میں جہاں

کہیں مزدت ہو تریمیم کر کے شائع کروں۔

میں نے نعت کی تکمیل کی دھن میں بیشہ وکالت ترک کر کے قیام وطن اختیار کیا ہے۔

اگر آپ ارشاد فرمائیں تو نعت کا مسودہ بغرض ملاحظہ ارسال خدمت کیا جائے۔

جناب سے یہ بھی استدعا ہے کہ ان رعایات کے اسمائے گرامی سے مطلع فرمائیں۔ جو نعت میں امداد فرمائیں۔ تاکہ اُن سے خط و کتابت کی جائے۔

میں آپ کی دلی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ نعت کے کام کو ملک اور زبان کا کام سمجھ کے امانت سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

خاکسار فدائے احسن

۲ مارچ ۱۹۱۹ء کا کوڑی ضلع کھنڑ

مکتوب الیہ سید محمود حسن رضوی ادیب

(۵۸)

مکتوب مولوی فدائے احسن نیر

مرزا باطفت و کرم زاد باطفت

تسلیم۔ میرا ارادہ ہے کہ ذرا الفاظ کا ایک ضمیر شائع کروں جس میں امرِ ذیل ہوگی۔

۱۔ فروگزاشتیں جو ذرا الفاظ میں لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ اُن کی تصحیح کی جائے۔

۲۔ وہ الفاظ و مرکبات جو شاہی و مالوں میں مستعمل تھے ادبِ ابن جن کی کہیں شرح نہیں ملتی اُن کی توضیح کی جائے۔

۳۔ مترادفات الفاظ کا فرق دکھایا جائے۔

۴۔ جن ارباب علم کے کلام سے شرو و نظم میں پہلے استعمال دکھایا گیا ہے اُن کے مختلف حالات لکھ دئے جائیں۔

۵۔ انگریزی الفاظ جو اردو میں مستعمل ہو گئے ہیں اُن کے بچے انگریزی میں لکھے جائیں۔

چونکہ آپ کی عنایت میرے حالی پر بہت زیادہ رہی ہے اور یہ ایک قومی اور زبان کی خدمت ہے لہذا

آپ کو تکلیف دینا ہوں کہ براہِ کرم ہر ایک مضمون مسند جو بالا پر قلمی ادا دیکھئے۔ میں بندہ نوازی ہوگی۔

نیازمند نور الحسن نیر دفتر ذرا الفاظ کا کوڑی

۶ جنوری ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ سید محمود حسن رضوی ادیب

(۵۹)

مکتوب مولوی فدائے احسن نیر

مرزا باطفت و کرم زاد باطفت

تسلیم۔ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ دل نہایت خوش ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے ہر قسم کی امداد دے سکتے ہیں۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ براہِ عنایت مجھے وہ فروگزاشتیں تحریر فرمائیں جو ذرا الفاظ میں رہ گئی ہیں اور الفاظ جو مالوں میں

اکثر ہوتے ہیں، اُن کی فہرست مع معانی کے دیں۔ امید ہے کہ جناب مزداد اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

خاکسار فدائے احسن نیر

۱۱ جنوری ۱۹۲۱ء

دفتر ذرا الفاظ کا کوڑی

(۶۰)

مکتوب میرزا محمد الدین فراہی مرحوم

مخدومی دگرہی زاد وطن

تسلیم۔ آپ کے خط کی تعمیل کچھ کچھ کر رہا تھا کہ بیمار ہو گیا اور سخت بیمار اور درد مراد زکام میں مبتلا ہوا۔ دو ہفتے ہو گئے اور ہنوز طاقت نہ آئی اور کبھی کبھی درد مراد کو تباہی خیال تھا کہ عید اضحیٰ کی تعطیل میں اس کا کام سرانجام ہو جائے گا۔ مگر تعطیل تمام بیماری کی خبر ہو گئی اور اب بھی بے کار ہوں۔

حجاب کے مسئلہ میں قضا میراد فقہ میں پوری توضیح موجود ہے۔ جبکہ خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اور چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے میری رائے میں منظم قرآن پر توجہ نہ کرنے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ ایسی قدیم تعلیم کا کیا طالع کیا جائے۔ کون سنتا ہے کہانی میری اور چہرہ بھی زبانی میری۔ فقہا اور مفسرین کا گردہ مہربانی ہے مگر صواب اور تابعین زیادہ واقف تھے انہوں نے شک کیا تھا ہے مگر متاخرین حضرات نے ان کا کلام بھی نہیں سمجھا۔ پھر حال الحَقِّ اَحَقُّ بِانْ تَبْتَغِ ہیں اسی مسئلہ پر مطمئن ہوں اور میرے نزدیک اجنبی سے پورا پردہ کرنا واجب ہے۔ اور قرآن نے بھی حجاب واجب کیا ہے جو شرعاً میں مرد ہے بلکہ اس سے قدرے زائد۔

ذرا مجھے طاقت آئے تو مفصل مضمون آپ کی خدمت میں بھیجوں والسلام

۱۴ مارچ ۱۹۱۵ء

محمد الدین

مکتوب الیہ ڈاکٹر غلام بزدانی

(۶۱)

مکتوب میرزا مرعلی دہلی

جناب بندہ۔

فراہش نامہ اور فراہش نامہ کے ساتھ خاکہ علیہ کی روئے اور پہنچی۔ دونوں سے جی بہت خوش ہوا۔ غلط فہمی جہاں میری اردو کی تشریف کی، میں آپ کی تحریر اردو کی تشریف کرنا ہوں کہ آپ کی ادائے بیاں مجھے زیادہ پسند ہے۔ روئے اردو میں نے جی لگا کر پڑھی۔ اس کا ذکر میں مصلحتاً عام میں کر رہا ہوں گا۔ آپ کی تحریر کی نسبت بھی میں کچھ لکھوں گا۔ مجھے زمانہ سے شکایت ہے کہ اب میری زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے۔ میں بے کار رہا ہوں گا۔ اس وقت کے فرجوان آپ جیسے اپنی زبان کی طرف توجہ کریں۔

۵ اگست ۱۹۲۶ء

نیاز مند نامرعلی

مکتوب الیہ ڈاکٹر غلام بزدانی

(۶۲)

مکتوب میرزا مرعلی دہلی

جناب بندہ۔

آپ کی اس سچی پہنچی۔ اس سچی بہت پاکیزہ ہے۔ میں نے جی لگا کر پڑھی۔ بہت لطف آیا۔ علامہ دلاہت کے علم میں عویت کی مثالیں آپ نے بہت عمدہ دیں۔ مشر براؤن صاحب کا شاعر کی سفارش میں یہ لکھنا کہ اس کو فرود چھوڑ دو اور نہ یہ سمجھ لو کہ براؤن کا بیٹا سزا پا گیا۔ خوب لکھا۔ ہندوستان میں بھی علم میں محو ہونے کی مثالیں آگے نہیں

۵ علیہ ڈاکٹر غلام الدین احمد علی گڑھ۔

ٹیک چند وہاں کی نسبت لکھا ہے کہ نادر شاہ تو سنہ ۱۰۸۵ میں دہلی والوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے اور نادر صاحب اس کے لشکر کے مغلوں سے فارسی حامیوں کی تحقیق قتل عام ہی کرتے پھرتے تھے۔

یورپ میں علماء کی قدر اس لئے ہے کہ بیک کی قدر دانی سے اُن کی زندگی نادر شاہ ابالی سے بسر ہوئی ہے۔ یہ خلافت اس کے بیان علمی تجربہ کار سمجھا جاتا ہے۔ روایا کی زبان اور گورنمنٹ کی اور۔ اہل کمال کو روپیوں کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ یہ بحث بڑی ہے۔ روزمرہ کی خدمت و کتابت کے بس کی نہیں۔ اس پر ملاحظہ مضمون لکھنے کا ارادہ ہے۔

صلائے عام کی وہ وہ اور اس قدر ہو بھی ہے کہ اس کی تعریف سننے سننے میں ننگ آگیا مگر خرچہ کی یاد دہانی سے تکلیف ہے۔ مسلمانوں میں زبان کی خوبیوں سے بیگانگی ہے۔ اہل ہندو اور دوسرے خلفاء کی مسلمانوں کی زبان ہے۔ بہر حال محدث سے جس قدر ہرکتا ہے اور وہ کی بھٹی کر لاہوں۔ یہ صلائے عام جو ملاحظہ ہوئے گا اس میں حضرت پیاس کا کلام دیکھئے گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ رسالہ کی روانگی میں کچھ کچھ غفلت ہو جاتی ہے۔ سبب یہ کہ زیادہ تحقیق کی وجہ سے میں سارے کام دیکھ نہیں سکتا۔

نیا زمند نامری

۲۴ فروری

مکتوب ایہ ڈاکٹر زور

(۶۳)

مکتوب مرزا ادبی رسوا

روح تنقید مصنف سید علی الدین صاحب المتخلص بہ زور میں نے اکثر مقامات سے دیکھی ہے یہ کتاب نئی نقد شعریں ہے۔ خوب لکھی ہے۔ اور اکثر شعرائے یورپ و ایشیا کے اقوال اس میں بڑے سلیقہ سے جمع کئے ہیں اور بعد اور فارسی کے اشعار بعد شواہد کے نقل کئے۔ جن سے کتاب کی دلچسپی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اگرچہ جرزبان ان مطالب کے اور کرنے کے لئے استعمال کی گئی ہے وہ : اندہ حال کی وہ زبان ہے جو عبارت آرائی کے لئے مزوری سمجھی جاتی ہے۔ بہر طور یہ کوشش زورجان مصنف کی قابل ستائش ہے۔ فقط

بقلم رادی

۳۰۔ اور سنہ ۱۳۲۵ ف

مکتوب ایہ میر محمد حسن شرفا

(۶۴)

مکتوب مرزا محمد رادی رسوا

مکرم بندہ دام فیہ منکم۔
تسیم۔ آپ کا مرحمت نامہ تکرار گریبان وصول ہوا۔ میں آپ کی اس دردمیری کا جو اس قدر بے مقدار کے سنے فرمائی گئی ہے، دل سے ممنون ہوں۔ واقعی آپ کے اطاعت سے ایسی اچھی ہی امید تھی۔ خدا کرے کہ کتاب جلد در دست ہر جائے اور مجھ کو پہنچے تاکہ مزید شکر گزاری کا موقع سے۔ اس قسم کی اور کتابیں یا علم ہیئت قدیم مثل زیچہ محمد قاسم و زیچہ قدیم خانانی جو محقق کی تصنیف ہے، یا زیچہ الفیجی کا کوئی نسخہ یا پھر جندی کا آلات رصدیہ کا رسالہ ملے میں ملے اپنی پہلی کتاب روح تنقید مطالعہ میں مرزا ادوا کے بیان بھیج کر استدعا کی تھی کہ اپنی رائے مرحمت فرمائیں اس کے جواب میں یہ تحریر بلکہ خط انہوں نے ارسال فرمائی تھی۔

یا علم ارشاد طبعی کا کوئی رسالہ دستیاب ہو تو رحمت فرمائیے گا۔ زیادہ اس وقت کوئی حال قابل گزارش نہ تھا۔ لہذا فوراً مکالمے کا باب بالفعل بند کیا۔ یار زندہ افشاء افتد وصحبت باقی۔ زیادہ ضیق فقط

مر رہ مادی بقلمہ

مکتوب امیر مرہین جنگ بہادر

(۶۵)

مکتوب سید بے نظیر شاہ وادی

بملاحظہ عالی جناب امین جنگ امین الدولہ امین الملک والصلفہ دامت برکاتہ

چیف سیکرٹری دربار ابرقار دولت آصفیہ حفظہا اللہ من شر الزباب۔

اسلام علیکم وعلیٰ لدیکم۔ کانہد کے واقعات جان خواش یعنی مسلمانوں کا ایک منظم گروہ کے ہاتھوں سے بیہوشی سے قتل کیا جانا انکی مستورات کی بھیتیاں اور ناک کان اٹھ پاؤں کاٹ کر ہلاک کیا جانا ان کے معصوم بچوں کا ان کے سامنے ٹانگیں جھک کر پھینک دیا جانا ان پر پانی اور بازار کا سب سامان ہند کر دیا جانا تو آپ نے صرف اخبار میں پڑھا ہو گا۔ باوجود گورنمنٹ کی فرج اور صلح پولس کی موجودگی کے حکام وقت کا کسی مسلمان کی فریاد پر کان نہ دھریا اور کم سے کم پانچ اور چھ ہزار کے درمیان نفوس کا پامال ہو جانا واقعات کو ہلاک ہیبت سے زیادہ درد انگیز تھا۔ جو مسلمان یہاں موجود نہیں وہ اس ہر ناک منظر کا جو چار پانچ روز برابر قائم رہا پورا تصور نہیں کر سکتے۔ فرضی اس قائم کر دیا گیا ہے مگر ہر طرف دیہاتوں میں جہاں مسلمان معدودے چند آباد ہیں یہی شرمور رہا ہے۔

ان سب کا اصلی سبب مسلمانوں کا منظم نہ ہونا اور ایک مرکز پر نہ جمع ہونا ہے۔ جس کا سبب علماء کا اختلاف آراء و مشیخت مآبئی اور اپنی دنیا طلبی کے لئے الگ الگ ٹکڑیوں کا قائم رکھنا ہے۔ رہ گئے عام فقر و اشتداد۔ چند خواص انہیں اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے اور نقد و نیاز اور عربوں کے بہانے چند سے وصول کرنے سے فریب..... اس لئے ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو قوم کا سن جیٹ اقوام و ملادہ ہو اس کو شیعوں کی نفیر و اختلاف سے کچھ واسطہ نہ ہو اور باوجود ثابت نامہ ایسی وجاہت طاہری بھی رکھتا ہو جو گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار مثل وائسرائے و گورنر وغیرہ کی نگاہ میں با وقعت ہو اور ہر موقع پر گورنمنٹ اور نیز مخالفوں کو گلہ جگہ جواب مست دے سکے۔

ہمارے کالج اور یونیورسٹی سے اس وقت تک کم سے کم پچیس ہزار ایسے تعلیم یافتہ نکل چکے ہیں جو ہر موقع و محل کے مصالح کو بخوبی سمجھ کر قوم کا نظام اپنی اپنی جگہ پر ملحقہ دار ایک ہی اصول پر قائم کر سکتے ہیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا محرک اور عامل خود صدر دارالعلوم یعنی وائس چانسلر ہر جو ساری جماعت کو ایک نقطہ پر جمع کر کے اس تعلیم کا رکھ بنادے اور مخالفوں کے ہندو راج کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے اور خوش قسمتی سے اس وقت ایسا ہی وائس چانسلر یہاں موجود ہے جو دولت آصفیہ کا بھی نیک خوار قدیم اور خادم خاص ہے۔ اس بات پر غماز شاہد ہے کوئی بائیس شہید اکو بجز میرے نفس کے یا آپ کی نگاہوں کے جو اس تحریر کو پڑھ رہی ہیں اور

لے مرہین جنگ حصہ نظام کے پرائیویٹ سیکرٹری اور بعد میں مذہبی ملاقات دینے تھے۔

کوئی عزم نہیں اور میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ خالصتاً توجہ اللہ خدا کو گواہ کر کے لکھ رہا ہوں۔ کہ ہمارے قلوب قائم کرے ہو جسے میں - لہذا اللہ ہمارے آقا سے ولی نعمت کی خدمت میں - ہماری درخواست پہنچا دیجئے۔ کہ بفرمان و آیتہ الحکمر والحبۃ - نعمت نبوت پر نعمت کو دست مقدم رکھی گئی ہے اس کے بغیر سچی کامیاب مشکل سے ہوتی ہے۔ یہ امر مجید عارض ہے کہ مسٹر سید اس مسعود بنیر مٹی سے پندرہ سو ماہولہ الاؤنس لیتے ہیں بغیر اس کے ترک کے قوم پر پورا اثر نہیں پڑ سکتا اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ محض اقدس لپٹے بیت المال اسلامی سے کوئی عید پر دوش یا خوشی لگا کر ان کے وہ ہزار روپیہ منصب مقرر کر دیں اور وہ بہ اطمینان قلب اس رقم سے اپنا سفر خرچ و دیگر مصارف پورا کرتے رہیں۔ اور تمام کالج کے اولڈ بائزر اور مجدد اکابر قوم سے مل کر ایک مستحکم تنظیم قومی قائم رکھیں تاکہ آئندہ آفات سے بچنے کا سہارا ہوا مدد مسلمان تباہی سے بچیں۔ فقط والسلام

۲۰ مئی ۱۹۳۰ء ملنگٹھ

سید بے نظیر شاہ

مکتوب الیہ سر اس مسعود (نواب مسعود جنگ پھان)

(۶۶)

مکتوب سید بنیر شاہ وادٹی

مقدمہ مطاع مخلصان - اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرسے سے میں طویل ہوں۔ اختلاف آب و ہوا کا بفضلہ اب اثر زائل ہو رہا ہے۔ دو چائیاں صبح کو اور دو شام کو کھا لیتا ہوں۔ امور مذہبی سے اطلاع پر اطلاع آرہی ہے کہ آپ فرمایا ہاں آئیے ورنہ آپ کا وظیفہ بند و فیض کے بند اور نہ بند ہونے کی تو کوئی بات نہیں۔ کیا یوں وہ جلتے اور میں دلاں نہ جاتا۔ دینے شریف کا بہر چندے قصد تھا اور بشرط صحت اب بھی ہے۔ کیونکہ صحت تمام عبادات پر مقدم ہے۔ جب میرا صحت اس سفر کا مانع ہو رہا ہے تو اور سفر دود و دلاز کیا ہو سکے۔ بہر حال میں مخلص و دعا گو ہوں اور اللہ تعالیٰ رہوں گا۔ محمدی پروفیسر برقی کا خط آیا ہے شہزادی اسلام جو اون سے عادیثائے کریم نے انجناب کی خدمت مبارک میں پیش کی تھی وہ ان کو واپس شاید نہیں ملی۔

میں نے مسودہ غزلیات آپ کی کتاب کی صحت کے لئے مولوی عظمت اللہ خان صاحب مددگار کو خود سے دیا تھا کہ اس کتاب پر مذکور ہر سے پاس بھیج دیجئے گا۔ مگر جب تعطیل کلاں میں پہنچے وہاں گئے تو معلوم ہوا کہ جناب مولوی محمدی صاحب کے پاس اصل اور مسودہ دونوں ہیں۔ وہ دور سے سے واپس نہیں آئے تھے کہ بچے میری عیادت کو بھیجی چلے آئے اور پھر کالج آگئے۔ وہ مسودہ بھی ہدیہ یک پوسٹ رجسٹرڈ مجھے ارسال فرمائیے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ بقیہ روغین پوری کر کے دیران مرتب کر دوں۔ مجد احباب کو سلام مسنون۔

۵ مارچ ۱۹۳۰ء

سید بنیر شاہ

مسلم پریورٹی ملنگٹھ

مذکورہ الیاکس برقی سابق پروفیسر معاشیات و رجسٹرڈ جامعہ عثمانیہ جنہوں نے قادیانی حزب پر بھی مسند دینی میں شیعہ کی ہیں۔

مذہب غفلت اللہ خاں مرحوم فکر فکارت تعلیمات کے مددگار اور جدید طرز کی اور روشنی کے بانیوں میں سے تھے۔

مکتوب شفق مہر پوری

(۶۷)

مکتوب الہدائیہ کی قرآن کریم

از مولانا زکریا دہلوی - معزز کرم قوائے شفق مہر -

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ - یہ کتاب گڈ کے مشاعرے میں تشریف لانے کی تقریب اور عزیزی نشر سلسلہ کی ملاقات سے جناب کا نشان قیام معلوم ہوا - امید ہے گا جسے دو کائنات خیریت سے مطلع فرمایا کریں -
آپ نے رباعیوں کے چار تنگ واسے مجھ سے پر جو مقدمہ لکھا تھا وہ ساتھ اس کے طبع ہوگا - جب کہ ہا میات زیر طبع ہیں - حادثہ زمانہ سے موقع نہیں ملتا کہ دیوان طبع ہو لیکن چار جیسے کے بعد ممکن ہے خداوند کرم کوئی راہ نکال دے - اس کا مقدمہ بھی خدا را کس لائے تو آپ ہی کو لکھنا ہوگا -

علی گڑھ میں آپ کی رہی ہیں ؟ کب تک وہاں قیام رہے گا میں تو علی گڑھ آنا اگر کوئی موقع ایسا نکلتا ایک مہینہ رہ کر ذرا وہاں کی تعلیمی و ادبی صورت حال کو دیکھتا لیکن کل امر مرہوں با ونا تھا - میں یہاں فقط دو یا تین دن ہول کم سے کم ایک مہینے کے لئے منسلک کیا جا رہا ہوں - نیاز نامہ کا جواب دہیں عنایت ہو -

سیرۃ الاسلامیہ کا تصدیقہ لامیہ بطور تحفہ ربیع الاول ارسال ہے - اگر وہاں مزدورت دیکھیں تو اور کلبان وہیں سے بھیج دوں - جہاں جا رہا ہوں وہیں زیادہ تعداد میں نسخہ پڑھے ہوئے ہیں - مرتبہ حاضرہ مثنوی تو چھپ گئی تھی - آپ تک پہنچی یا نہیں یہ بھی معلوم نہیں اس کی کاپیاں زیادہ ہیں پڑی ہوئی ہیں - لکھنے تو اس کی بھی ایک کاپی اور اشتہارات تصانیف مطبوعہ بھی آئندہ بھیجوں پہلے یہ معلوم ہو لے گا آپ کا قیام وہاں کب تک رہے گا ؟

۸ جولائی ۱۹۳۹ء - تھمس کھنہ الہ آباد زیادہ نیاز شفق مہر پوری

نشان جواب آخر اپریل تک یہ ہے حسن مرتضیٰ شفق - حاجی پور - ربیع گنج - منسلک گیا -

مکتوب الہدائیہ مولوی محمد احمد

(۶۸)

مکتوب ڈاکٹر ضیاء الدین

مخدوم کرم -

چند خط و کتاب کے تین باب آپ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں - جواب نہیں آیا - یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ آپ اسے ترجمہ کریں گے یا نہیں اور کب تک امید ہے اور ترجمہ کے بعد آیا آپ لے یا کافر نس کے ذمہ کی جادے آپ کے جواب کا انتظار ہے - کافر نس اس کتاب کو اپنے خرچ سے طبع کرانے کے لئے اور ترجمہ کرانے کے لئے تیار ہے -

نیاز مند ضیاء الدین احمد

۹ مئی ۱۹۳۹ء

مکتوب الہدائیہ مولوی بشیر الدین مرحوم

(۶۹)

مکتوب ڈاکٹر ضیاء الدین

جناب من -

خط پہنچا - اس میں کچھ شک نہیں کہ بحث بہت گرم ہے اور اب مناسب ہے کہ اس کا تصفیہ ہو جائے اور دوسری بحث متعلقہ دینیات جس پر ایک مفسرین آپ کے پاس پہنچ بھی گیا ہے جو طری جائے - یہ مسئلہ اس وقت بہت لے یہ عبادتیں طبع ہو چکی ہیں

مزدی ہے امدار نفعہ العلماء کے ابلاس سے پہلے چند مضامین اس پر نکل بائیں تو بہت منفعت کی امید ہے۔ غالباً میں بھی امسال نفعہ میں شریک ہوں مگر یہ امر قطعی فیصلہ شدہ نہیں ہے۔

یہ مسئلہ کیونکر فیصلہ ہو لیتا خود کے قابل بات ہے چونکہ میں نے تمام مضامین کو اچھی طرح سے نہیں پڑھا اور نصف سے زیادہ میری نظر سے بھی نہیں گزرے نیز اس دور سے بھی کہ مجھ کو اپنی دیفات سے واقفیت بہت کم ہے میں فیصلہ کرنے کی قابلیت اپنے آپ میں نہیں پاتا۔

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک مضمون ایڈیٹوریل لکھئے اور اس بحث کا فیصلہ کیجئے۔ اسی اخبار میں ہی ایک دو مضمون علم ہیئت پر لکھ دوں گا۔ اور ایک سرسری نغزوں پانچ سطریں میں ان مضامین پر بھی کروں گا ایڈیٹوریل اور میرا مضمون ایک ہی پرچے میں شائع ہو جائے۔ تو آئندہ کے لئے بحث بالکل بند ہو سکتی ہے۔

بڑی وقت کو مضمون کی نسبت مجھے اطمینان پڑتی ہے یہ ہے کہ میں اکثر مضمون نصف لکھے ہوئے چھوڑ دیتا ہوں۔ کئی ایک مضمون اس قسم کے لکھے ہوئے میرے پاس پڑے ہیں۔

مجھے خود انوسس ہے کہ میں البتہ کی اشاعت کے لئے کچھ کوشش نہ کر سکا۔ اب میں چند لوگوں کو خطوط

لکھتا ہوں کہ وہ خود بہر غریب میں اور اپنے دوستوں کو خبر کریں۔

فیضان الدین

مکتوب الہدٰی منشی محمد الدین فوق

(۷۰)

مکتوب مولانا اکبر شاہ خاں

مخدومی محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے ارشاد و ہدایت کے مطابق میں نے خلاصۃ التواریخ مصنفہ سہمان رائے کے لئے مراد آباد اڈشلہ دونوں مقامات کو خطوط لکھے۔ مسئلہ سے ظفر حسن صاحب نے تو کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ خدا جانتے ان کے پاس خط بھی پہنچا یا نہیں۔ مراد آباد سے نیز اعظم دہرہ کے جوابات آئے۔ وہ اس کتاب کے مراد آباد چھپنے یا مراد آباد میں موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ براہ کرم اس کتاب کے ملنے کا صحیح تہ معلوم ہو تو بتائیں۔ آپ کی اس تکلیف فرمائی کا بے حد ممنون ہوں گا۔

(مولانا) اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

۶ اگست ۱۹۲۵ء

مکتوب الہدٰی سید الطاف علی

(۷۱)

مکتوب مولانا اکبر شاہ خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نعمۃ وفضلی

مخدومی سید محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شام آپ کی کتاب حیات حافظہ رحمت خاں معہ اشتہارات پہنچی۔ چھوٹے پرچے تقسیم اور پوسٹر مناسب مباحث پر چہاں کرتا ہوں۔ کتاب کو پڑھ لینے کے بعد ریڈیو لکھوں گا۔ اور دہلی میں بھجواؤں گا۔ مصلحتیں ہیں۔ آپ کو اس حسن علی کے لئے مبارکباد دیتا ہوں۔ تاریخ کی مدد گردانی سے معلوم ہوا کہ کسی جگہ آپ نے میرے

نہ پریشان نہ غمہ آتا دیکر۔

کسی مصنف کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کے نام سے عبد طالب علمی میں ایک نہایت ذلیل مصنف لکھا تھا جو آپ کی کتاب میں نام دیکھ کر یاد آیا۔ آپ نے ایسی چیز کا حوالہ دے کر ناحق اپنی کتاب کے مرتبہ کو گھٹایا۔ یہ کارڈ کتاب کی رسید کے طور پر بھیج رہا ہوں۔ براہِ رحمہ اللہ صاحبِ ذاب سے اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔

مفصل ریفیو بعد میں بھیج سکر گا۔ والسلام محمد الاکرام

۴ مارچ ۱۹۳۷ء

ابرشاہ خاں نجیب آبادی

مکتوب الیہ علامہ رسول صاحب

(۷۲)

مکتوب ابرشاہ خاں نجیب آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً

خداوندی محترمی! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج صبح کی ٹرین سے عزیزم محمد ایوب خاں سینور گئے ہیں۔ شام کو واپس آئیں گے۔ صبح کی ڈاک میرے پاس پہنچی۔ میری غم جو دگی میں وہ میرے نام کے خطوط میری اجازت کے موافق کھول بیٹے ہیں۔ اور ہر حالت میں اکثر خطوط کے جوابات وہی لکھتے ہیں۔ میں عربی کتب بینی کی بیماری میں مبتلا رہتا ہوں۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کے نام کے خطوط میں کھول لیتا ہوں اور مجھے اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ میں نے آج آپ کا خط جو ایوب خاں کے نام تھا پڑھا اور معلوم ہوا کہ آپ پر معیارِ العلماء کے ریڈیو کا تقاضا کیا گیا تھا۔

آپ نے اپنے اس دورِ افتادہ خادم کی نسبت جو الفاظ لکھے ہیں وہ آپ کی سچی محبت کے عطا ہیں بہت ہوئے ہیں جن سے آپ کی شرافت و ولایت کی نہایت تیز اور بے مدعش گوشہ خیز آتی ہے۔ میرے دل سے آپ کے لئے دلائلِ نکل رہی ہیں۔ اس سے زیادہ تکلف و قہقہہ کی راہ سے جواباً انبیا پر محبت کی سزادت محسوس نہیں ہوتی۔ میں مجددِ مسرہوں کہ میں نے اب تک آپ کی شائع فرمودہ حیاتِ غالب کو مطالعہ کئے بغیر کیوں مبرا کیا اس مریضہ کو ملاحظہ فرماتے ہی ایک جلد میرے نام بذریعہ دیوٹی پکچر بھجوا دیجئے۔ میں کتاب کا دی ہاں وصول کرنے لے ہمتن انتظار ہوں۔ مجھ کو بحیثیت ایک اردو خواں طالبِ علم کے غالب کے ساتھ حصہ سے نکلنے ہے لیکن یہ ایک تحریر پڑھنے اور اس سے مستفیض ہونے کا شوق سب سے زیادہ ہے اور اس لئے میں اس کو شوق و دوق کے ساتھ مطالعہ کر دوں گا۔ اور اس کتاب کے متعلق اپنے جذبات و خیالات انشاء اللہ تعالیٰ ایسے سامنے کر دے کہ کو بے کم و کاست کہا جاسکے لکھ کر فرد آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔

اخبار کا ایڈیٹر عامل اور قارئین اخبار اس کے معمولی یا بول کہئے کہ ایڈیٹر سیاسی پیر اور اس کے نائب کے مرید ہوتے ہیں۔ میں انقلاب کے مدیری مقالات کو لازماً بنور پڑھتا ہوں اور اس سیاسی افراقت اور ہڑ رنگ کے عالم میں کہ سب بولائے ہوئے نظر آتے ہیں آپ کے نسبتاً سکون و وقار کو غری محسوس کر رہا ہوں۔

مے کتاب بلور ہدیہ ان کی خدمت میں بھیج دی گئی تھی۔

اس بات سے واقف ہوں کہ میدانِ جنگ میں مستقل مزاج پہ سالار ہی کچھ کام کر سکتا ہے۔
اس وقت آپ کی بے ریا محبت نے مجھ سے یہ وعدہ کھرایا ہے کہ نہ آپ کا خط نہ جواب طلب تھا میرے نام
مقتضیٰ خط میں اطلب طرأت بھی محبت ہی کی وجہ سے ہوئی ورنہ ایک کارڈ کی دوسروں میں بھی یہ تمام مطالب ادا ہو سکتے تھے
اب آپ کو میرے لئے دعا کرنے میں تامل نہ کرنا چاہئے۔ خدائے تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین والسلام مع الاکرام
۲۷ جنوری ۱۳۳۶ھ
آپ کا نیا دامہ بھائی اکبر شاہ نجیب آباد (پوہ)

اگر آپ کا خط پڑھیں گے۔

مکتوب الیہ سید الطاف علی بٹری

(۷۳)

مکتوب مولانا سید طفیل احمد مشکوڑی

ڈیر سید صاحب اسلام علیکم

اس وقت آپ کا انگریزی پمفلٹ جو بچا ہے۔ اُسے جگہ جگہ سے پڑھا ہے اور کل سے ایک طرف سے
پڑھوں گا۔ اس قدر زیادہ خوش ہوئی ہے بیاں سے باہر ہے۔ آپ کو اس بات کا اندازہ نہیں کریں اور نظامی صاحب
آپ کے بارے میں کس قدر پریشان رہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ ہم نیا دمضربا نہ سمجھتے تھے اور طرح طرح کے خیالات
دل میں جنم لے رہے تھے۔ آپ کے اس رسالے نے آپ کا مسئلہ بھی مثل ”داعیہ کے مسئلہ کے“ حل کر دیا۔ اب کامل امید
ہے کہ آپ کا فرائض کے علمی، تعلیمی، دفتری ہر قسم کے کام پر عادی ہو جائیں گے۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ آپ کی طرف
سے اطمینان ہو گیا۔ حیرت یہ ہے کہ اس قدر تنگ وقت میں اس قدر کثیر معلومات فراہم کر کے اُسے انگریزی زبان
میں کیسے مرتب کر دیا۔

میں اب مستقل طور پر مرعین ہو گیا ہوں اور اب میری طرف سے آپ تردد نہ کریں۔ جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا میں
اگرچہ صاحب فرائض ہوں مگر اب پڑے رہنے کو محسوس نہیں کرتا اور سے مستقل حالت سمجھ لیا ہے اس لئے کوئی تردد
نہیں ہے۔ جب وقت آجائے گا تو اچھا ہر باتوں گا۔ والسلام

طفیل احمد

(۷۴)

مکتوب مولانا ظہیر احمد دشتی شاہجہانپوری

مرشدی قبلہ سلام ادب

میں لاہور پہنچا، مگر ابھی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ہوا۔ میں نے ایک مریض مکان سے روانہ کیا تھا پہنچ
تو گیا ہر گاہ۔ اب میں اس مریض کے ذریعے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت لاہور تشریف لائیں گے اور کب تک؟
یا نہیں؟

میرے لئے یہ کچھ کم فزکی بات نہ ہوگی کہ آپ مجھے میرے خط اور وعدہ کا جواب دیں۔

سے یہ خط کوئی تین سال پہلے کا ہے جس زمانے میں مسٹر رکت مل ڈپٹی تھے، انہیں کی کوٹھی سے یہ خط لکھا گیا تھا۔ یہ خط اس وقت کا ہے جب
مولانا وحشی، وحشی نہ ہوئے تھے اور اپنے تخلص سے مشہور نہ ہوئے تھے۔

عزیز القدر ممدوی حسی میاں صاحب بعد سلام مسنون میں آپ کو بھی جواب لکھنے کی تکلیف دیتا ہوں، افساً آپ کی اگلی محبت سے مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مزید خط لکھیں گے۔ اور خط کا جواب لکھنا تو آپ فرض ہی سمجھتے ہیں۔

۶ فروری ۱۹۶۷ء

ناچن ظہور احمد شاہجہاں پوری

مکتوب الہر شاہ حسین میاں سہیل پوری

(۷۵)

مکتوب مولانا سید الماجر نادوی دہلی

اعزائی الغاضل المحترم زید مجددہ - سلام و رحمت۔

مدت کے بعد خط ملا۔ مشکور یاد آوری فرمایا، حیاک اللہ، اب میں پوچھا تو مہربانی کی سبھی صلح و اتفاق کی دل فرمت ہے۔ اصلاحاً مدرسہ مطبوعہ حاضر ہے۔ سال گھر رہنے کو آیا، صدائے برخواست، رجسٹری سے بھیج دیا تھا۔ دست بستہ دیا تھا اجازت میں شائع ہوا تھا۔ کاشش تو جبر پر پکڑی ہوتی تو اب تک صلح و اجتماع کب کا ہو چکا تھا۔ پھر بھی مدعا زہ بند نہیں، اندہا ہی طرف سے اعراض نہ ہو۔ جب ہم نے ابتدا کی تھی تو ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

باقی رہا یہ امر کہ شرائط قابل افند و لائق ترک جس کی ہو سکتی ہیں اس کو مطبوعہ کا پانی پڑھ کر آپ خود غور کر سکتے ہیں۔ یہ صلحنامہ مجلس عالمہ کا بلفظ منقولہ کردہ ہے۔ اور ناقابل ترمیم بنایا گیا تھا۔ آپ غور کریں۔

مولانا قطب میاں یقین ہے اس معاملے میں ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ واللہ اعلم آپ کے پاس جرمید، قوی ذہنیہ مصالحت کا ہوا اس کو متحرک کیجئے۔ باوقار صلح سے گریز نہ کرنا چاہئے۔ مگر تحریر لے لیجئے یا ادون کی منتظرہ و عالم سے باضابطہ مصالحت منقولہ کر لیجئے۔ بے ضابطہ زبانی و انفرادی تقریر بہت ہو چکے ہمارا صلحنامہ مطبوعہ و شائع و مجلس عالمہ کا ہے ادون کی بھی اسی قسم کی تحریر آنی چاہئے۔

میں تو اب دل سرور ہو رہا ہوں، بیگانے بیگانے، سب اوقتی قوی، مسلسل علی اور انہماک و دھن کے ساتھ کام کرنے والے ناپید، اللہ ہم پر رحم کرے۔ مجھے خط اس تہ پر بھیجئے مناسب ہے گا۔ مدرسہ شمس العلوم معرفت منشی معشوق علیخان بدایلی۔

حضرت الجلیل شیخ الصوفیہ مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون و طلب دعا،

بجانبی صاحبہ سلمہا اور بچوں کو دعا۔

برادر مکرم جناب شاہ مسعود صاحب پہونچ گئے ہوں تو سلام کہہ دیجئے یا وہ خط لکھیں گے۔

آپ نے شاید اخبارات میں پڑھا نہیں میں تو دو ماہ قبل ایک تحریر و مضمون عام شائع کر چکا ہوں کہ سب

یہ خط اس واقعے کے بعد لکھا ہے جب نہوہر پٹ شائع ہوئی اور جمعیتہ علمائے ہند نے کانگرس کا ساتھ دیا تو علماء کی بہت بڑی تعداد اس سے الگ ہو گئی، جس میں مولانا محمد علی شریک علی، مولانا حسرت مراد علی، مولانا ظفر علی بھی تھے، مولانا عبدالعزیز، مولانا قطب میاں، مولانا مسطیر الدین، مولانا شمس الدین، مولانا غلامی، مولانا دینعلی علی بھی تھے۔ اور ان سب نے مل کر اسے ملک کے تمام گوشوں میں بکھیر دیا۔ اور توسیع نظام علماء کے نام سے کانچہ میں غائیہ جلسہ

کیا تھا۔

مسلم جمعیتیں و جماعتیں ملاری جائیں۔ خدا آپ کے ذریعے سے اس کام کو مکمل کرادے! اہل جمعیت دہلی کی بہت غیر نمبریں شاید آپ درست کر لیں۔ فقط۔

(۷۶)

کتوب مولوی سید ممتاز علی

مکرم و محترم تسلیم۔

افسوس منابت نامہ کا جواب اس قدر دیر میں دے رہا ہوں۔ پہلا نیاز نامہ شاید میں نے اپنے اٹھ سے نہیں لکھا تھا۔ اس مرتبہ میں نے خود لکھنا چاہا۔ مجھے مافیہ عدہ نہ ہے جسے ڈاکٹر SCLEROSIS OF ARTERIES یعنی صلابت شراہیں کہتے ہیں اس سے ایسے عوارضی لاحق ہر رہے ہیں جن کی وجہ سے مبالغہ میں کو بہت خطرہ ہے کہ شاید نالچ کرے یا سکتہ ہو۔ دو سال سے ہر قسم کا ٹورٹ امد ہر قسم کی دال منور ہے۔ بقرات میں سے بھی مڑا اور بعض دیگر چیزیں منع ہیں۔ اس پر ہرگز سے اتنا ہوا ہے کہ مرض نے بہت ترقی نہیں کی۔ اس پر ہرگز میں دشت و خانہ کا کام اور کسی امر خاص پر لگنا نہ ترجیح قائم رکھنا نسخ ہے۔ میں کسی دوست کو لکھتا ہوں تو مرث خیریت کا تین چار سطرہ کا لارڈ۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ آپ نے تہذیب کی طرف اس قدر توجہ فرمائی، اس کے شکر میں یہ عرضہ اپنے قلم سے لکھنا مناسب جانا۔

آپ کے مضمون کو چند بہنوں کے سوا امواسب خواتین نے ناپسند کیا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض فقرے ضرورت سے زیادہ تیز تھے۔ اور ابھی چند تجویز اس کے متعلق اور بھی پچھنے والی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے نہایت نیک نیتی اور ہمدردی سے مضمون لکھا تھا۔ اگر چند فقرے نزاور مذاق مانہ ہوتے تو اچھا ہوتا۔ اگر آپ اپنی کسی اور تحریر سے اس کی کافی کو دین تو آپ کی ہمدردی مشتبہ متعذر ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ میں خود آپ کی تحریر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ مگر دماغ میں اتنی ہمت نہیں۔ اور ایسا غیر معمولی قوت صرف کرنے سے کیا۔ BLOOD PRESSURE تیز ہونے کا بہت خطرہ ہے۔ میں کچھ کہنا چاہتا تھا اس کا حاصل یہ ہوتا۔ کہ مستورات کا، عبا میں دادیلا بے فائدہ نہیں۔ دوم جو تحریریں اخبار میں شائع ہوتی ہیں ان سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ کس شہر اور کس خاندان کے متعلق ہے۔ سوم ایسی شکایات مستورات قرون اولیٰ میں علماء دین کے رد و رد کرتیں اور طبع کی ڈگری حاصل کرتی تھیں۔

میں ابھی کچھ لکھنا چاہتا تھا مگر میرے دماغ پر بار بڑھتا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بچاری حوصلہ کی کچھ مردکیں اور وہ یہ ہے کہ جن ائمہ کے مذاہب سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت ہوائی کے مذاہب کو جمع کیا جائے خلق کے مسئلہ کو احادیث کی مدد سے زیادہ وسیع کیا جائے اور عورتوں کے متعلق ان مسائل کو جمع کیا جائے جن میں خفیہ مذہب ان کی پوری حفاظت نہیں کرتا۔۔۔ وغیرہ کے مسائل سے مدد لے کر ایک قانون کا مجموعہ تیار کر کے گردش سے پاس کرنا چاہئے۔ مجھ سے اپنی موجودہ حالت میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ لکھنا تو گما میں پڑھ بھی نہ سکوں گا۔ کرنی صاحبہ دل اس کام کو لیں۔ کتب دینیہ سے کس کس مسئلہ کو کہاں کہاں سے مدد لے گی یہ میں بتا دوں گا۔

میں نے اتنا خطا بہت مشکل سے لکھا ہے۔ میرے دل میں کوئی خیال آتا ہے تو وہ لڑکوں کو ظاہر کر دیتا ہوں۔ وہ

لکھ کر مجھے سنا دیتے ہیں جسے میں بہت ہی بے خدی سے سنتا ہوں۔

(۷۷)

مکتوب سرسید رضا علی

جناب والا۔ حضور کا حضور صاف کر دیا گیا ہے جس کی ایک نقل ملغوف ہے۔ جن فقرات میں ترمیم کی گئی ہے وہ محض معمر کی ہے البتہ ایک فقرہ جو اضافہ کیا گیا ہے اس کی طرف میں خاص طور سے حضور کی توجہ دلاتا ہوں وہ فقرہ یہ ہے اور میری رائے میں یہ تعصیب بھالات موجودہ گورنمنٹ اور مسلمان دونوں کے لئے تسلی بخش ہے۔ غالباً اس فقرہ سے حضور کا اصلی مفہوم ادا ہوتا ہے اور جو حالات اس وقت تک اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ ادنیٰ کے اعتبار سے حقیقت حالی بھی یہ ہی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھنے سے فرد مدائے اختلاف بلندی تھی مگر ۱۹۔ اکتوبر کو مسلمانان کلکتہ کا جو عظیم الشان جلسہ زیر صدارت پرنس غلام محمد صاحب کے ہوا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانان کلکتہ بھی اس فیصلہ سے ناراض نہیں ہیں۔ ان تمام باتوں کے لحاظ سے جو فقرہ حضور کے حضور میں اضافہ کیا گیا ہے اس سے نہ صرف حضور کی ذاتی رائے بلکہ مسلمانوں کے اصلی و حقیقی خیال کا اظہار ہوتا ہے اور میری ناچیز رائے میں دینر میرے معزز دوست جناب مولوی فضل حسین صاحب کے خیال میں اس فقرہ کا اضافہ ہونا مناسب ہے۔

امید ہے کہ حضور حضور پر دستخط کر کے واپس فرمادیں گے اتنا وقت نہ تھا کہ میں اس کی ایک نقل حضور کے لئے کراؤں۔ میرے قابل دوست جناب صبغت اللہ صاحب چند منٹ میں ایک نقل حضور کے لئے تیار کر دیں گے میں نے حامل کہ ہدایت کر دی ہے کہ دو بجے دن کے ٹرین سے مرد واپس آجائے کیونکہ اس کی واپسی پر حضور کی نقل "زمیندار" و "سہرورد" و "دیکل" و "مسادات" و "علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ کو بھیجی جائیں گی۔" "المشیر" و "نیر اعظم" کی کاپیاں تیار ہیں۔ مگر حضور چھپنا اس وقت تک شروع نہ ہو گا جب تک حضور اجازت نہ مرحمت فرمائیں گے۔

کل کے عرصہ میں جن پانچویں صاحب کا نام مجھے یاد نہ رہا تھا وہ ذیل میں درج ہے اگر حضور مناسب سمجھیں تو اردو ہر کے جلسہ کا ایک اعلان ادنیٰ کے پاس بھی بھیجیں۔

۵۔ جناب حاجی محمد اسماعیل صاحب۔ سو اگر بانار چوک مراد آباد

خاکسار رضا علی

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء

(۷۸)

مکتوب سرسید رضا علی

مکتوب الیہ سید الطاف علی بریلوی

مجھے و عزیز ہی۔ جن کے "مصنف" میں جو ریور "اعمال نامہ" پر نکلا ہے وہ میں نے پڑھا اور بے ساختہ میر حسن کا یہ شعر یاد آیا۔

تو ادب و غیرت سے اور تانا نہیں تجھے کیا پری زانو چڑھتا نہیں

مائے ہندوستان کی ادبی اور علمی ناداری!۔ تھیٹ ہندوستانی کی لکھی ہوئی کتاب (مرد آباد سے دہلی ٹیک سوسیل اور لکھنؤ سے دوسریل ہے) ادا اس پر تبصرہ کریں۔ حیدر آباد دکن کے ایک اخبار کے نائب مدیر۔ اگر "مصنف" کے بجائے "مصلحت" میں تبصرہ چھپتا تو میں خود حیران ہو کر دیانت کرتا کہ شعر مراد ہمدرد کہ بروہ حیدر آباد اہم جناب

۷۔ غالب یہ تحریر مہاجر صاحب محمد آباد کے نام ہے۔ اس میں نظریہ ظاہر مسجد چھپل باند کا چند کے بارے میں مصافحت کا ذکر ہے۔

والے امدوزبان کی جرمذمت کرے۔ جے میں اس سے انکار کرنے والا کافر۔ مگر یاد رہے کہ شعر نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت ہوئی دانہ
دہر کہ آئینہ سادہ سکندر دی داد (حافظ)

سید الطہر حسین رضوی صحافت نگاری کا غالباً کافی تجربہ رکھتے ہیں لیکن بشکرا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ہندوستان
(یورپی) کے رہنے والے نہیں ہیں یا عرصہ سے حیدرآباد میں مقیم ہیں، چند باتیں برسپیل مذکورہ لکھتا ہوں ان کے مطبوعہ
ریویو کے صفحہ کا نمبر بھی درج ہے۔

۱۔ "یہ اعمال اسے ہے۔۔۔ فرشتوں کے نہیں بلکہ ایک انسان کے قلم سے لکھا ہوا۔ قلم سے لکھا ہوا
نے جوئے قلم کو لکھا ہوا ہونا چاہیے۔ صفحہ ۷۵۔ دوسری سطر۔

۲۔ "بگ ہیتی مصحف کی ترجمہ ہوتی ہے امد ہیتا کے گلے میں۔" اس مقدمہ پر پتا کے بجائے "آپ ہیتی"
لکھنا چاہئے تھا۔ پتا کے معنی ہیں ڈک، درد، مصیبت، ناگہانی آفت۔ بروی حالی کا مصرعہ ہے خدا کی حمد میں۔
مصرعہ۔ پتا ہی کام آنے والا۔ صفحہ ۱۴۵ سطر ۵۔

۳۔ خود ساختہ (SELF MADE)۔ انگریزی الفاظ کے معنی ہیں۔ ذاتی جدوجہد سے رقی کرنے والا
جس نے خود ترقی کی ہو۔ خود ساختہ میں تعریف کا پہلو ہے مثلاً خود ساختہ ریڈر نام بنا دیکٹر۔ صاحب فدائے صاحب
مصدق ہے۔ میں نے کتاب میں PROPAGANDA کا ترجمہ رائے سازی کیا ہے۔ دیکھو تبصرہ کا صفحہ ۱۶۵ سطر ۱۶۔
۴۔ "سید صاحب نے اس گناہ کبیرہ سے نہ صرف اجتناب کیا ہے بلکہ اکثر جگہ نہایت معقول اٹلنے کئے
ہیں۔" سرسری نظر سے پڑھنے والے نہایت معقول اضافوں کا تعلق شاید گناہ کبیرہ سے سمجھیں گے ریویو نگار کا مقصد
یہ نہیں معلوم ہوتا۔ ان کا مقصد غالباً یہ ہے کہ مصنف کے غیر مزیدی، مگر بری الفاظ کے ترک کرنے کی تہذیب معقول
اضافہ کیا ہے اگر ریویو نگار کا مطلب میں نے صحیح سمجھا ہے تو ان کے الفاظ سے لین معنی نہیں ہوتے۔ صفحہ ۱۴۶ سطر
سترو اور اٹھارہ۔

۵۔ "عشق کی پارینہ داستانیں جو بالکل فرمودہ کہانیوں کے انداز میں بیان کی گئی ہیں" دعوائے بے دلیل
اسی کو کہتے ہیں یا تو اعلان نامے سے کچھ جملے نقل کئے جوتے یا داستانوں کا اختصار تاکہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جوتا
مغربی ریویو نگاری کے فنی اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ ریویو لکھنے والا اپنی جدت یا جودت طبع کی تائید
میں کتاب کے جملے یا فقرے نقل کرے۔ صفحہ ۱۴۸ سطر ۸

۶۔ "بڑا پتھر صاف صاف چرم کرچھڑ دیا۔" یہ فقرہ میرا نہیں ہے بلکہ ریویو نگار کی تعریف ہے۔ کتاب کافرہ
یہ ہے۔ "بھاری پتھر جو دیکھا چرم کرچھڑ دیا" اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ریویو نگار اہل زبان نہیں ہیں بلکہ اردو کا
کتابی علم رکھتے ہیں۔ اہل زبان ہوتے تو انہیں شہرہ مثل سے مراد اخفیت ہوتی صفحہ ۱۴۸ سطر ۱۰۔

۷۔ "کتاب میں متعدد جگہ غیر مزیدی طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ اور اکثر باتیں بہت ہی بڑھا چڑھا کر لکھی گئی ہیں۔"
طوالت کے سلسلہ میں کسی ایک مضمون کا بھی حوالہ نہیں ہے نہ کسی ایسی بات کا اشارہ یا کیا تا تذکرہ ہے جو بڑھا چڑھا کر بیان

کی گئی ہو۔ کہا غیر ضرور از تنقید اسی کا نام ہے؛ صفحہ ۴۴، ۲۳ و ۲۴

۸۔ اس باب کی افادہ حیثیت سے انکار نہیں بلکہ میر صاحب کے اعمال نامہ سے اس کا کوئی جوڑ نہیں ملتا۔
کا تعلق میرے سوانح حیات سے ہے نہ کہ اظہر حسین صاحب کے واقعات زندگی سے۔ جن مضامین یا مسائل سے مجھے
وہ مچی رہی ہے وہ کتاب میں مسج ہیں پھر شکایت کیسی؛ لطف یہ ہے کہ بارہویں باب کی افادہ حیثیت کا تبصرہ نہیں کرتا
ہے۔ اسلئے جوڑ بونے کی ایک ہی ہرئی کاش رویہ نگار یورپ کے نامور حضرات کے خود نوشت سوانح حیات سے
واقف ہوتے سفر ۴۸، ۱۴۲ و ۱۴۳۔

۹۔ ”شبلی جیسے جید عالم کے لئے بد ذوقی کا لفظ کاڑی کو کچھ بھلا نہیں لگتا“ ادبی تنقید کے سلسلہ میں مغلط
کا لفظ نہ رہ رہا ہے نہ ثقیل۔ نہ غریب ہے نہ عامیانا۔ یہ ایک ادبی لفظ ہے جس کے معنی فن تنقید نے معین کر دیئے
ہیں۔ انیس ہے کہ اس لفظ کے اصطلاحی معنی اور مفہوم سے رویہ نگار ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کا یہی فرض تھا
کہ مولوی شبلی کی عظمت اور جامعیت کے بارے میں جو رائے میں نے ظاہر کی ہے اور جس سعادت کے ساتھ مواد
انیس دو ہر پر اپنی تنقید کو پیش کیا ہے اُس کا بھی ذکر کر دیتے۔ صفحہ ۴۸، ۱۴۲ سطر گیارہ اور بارہ۔

۱۰۔ ہر سکتا ہے کہ علامہ شبلی نے انیس دو ہر کے موازنہ میں انصاف سے اسی طرح کام نہ لیا ہر جس طرح خود
سید صاحب نے لے سکے یہ میں نے جو رائے ظاہر کی ہے اُس کے وجہ بالقرع اعمال نامہ میں درج کر دیئے ہیں۔ لیکن
اظہر حسین صاحب نے انصاف سے کام نہ لینے کا جواز ام محمد پر لگایا ہے اس کی تائید میں انہوں نے ایک جملہ بھی نہیں
لکھا صفحہ ۴۸، ۱۴۲ و ۱۴۳۔ مجھے یہ شکایت نہیں ہے کہ اظہر حسین صاحب نے میرے ساتھ قصداً نا انصافی کی ہے۔
انہوں نے اپنی پورے کے مطابق آزادانہ تنقید کی ہے لیکن حالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصرعہ سخن شناس نہ دہرا خطا
ایضا ست۔ اگر کتاب کا دوسرا حصہ میں نے رویہ کے لئے آپ کے پاس بھیجا تو اس کی شرط یہ ہوگی کہ وہ پریشاں اور چٹکا
یا پورٹ بلیر کا پانی کے دار الحکومت کے کسی صاحب سے نہ لکھایا جائے۔

میں نکتہ چینی اور تنقید کی دل سے قدر کرتا ہوں بشرطیکہ نکتہ چینی اور نقاد اس کام کے اہل ہوں۔

دعاگو رضا علی

۹ رجولائی سلاخ - مراد آباد

مکتب الہیہ سید مسعود حسن رضوی

(۷۹)

مکتب منشی ذہب رائے نظر کھنڈی

کرنی تسلیم۔

بجواب فودائش نامہ گزارش ہے کہ اندو زمان کی ترقی کے لئے جناب کا خیال نہایت مبارک ہے مکتبہ
میں ایک موزوں مقام ہے اور یہاں اندو زبان و ادب کی خدمت کے لئے بہتر لوگ مل سکتے ہیں۔ افسوس کہ
ایک وسیع پیمانے پر کوئی انجمن قائم نہ کی جائے جس کے اصول مستحکم بنیاد پر قائم کئے جائیں اور جس کی مالی حالت غیر صما
پر تاملی اطمینان ہو تو کامیابی میں شک کی بہت کم گنجائش ہے۔ جناب کی کوشش سے اگر کوئی ایسی انجمن قائم ہو سکے
کی ایک بے پایاں خدمت ہوگی۔ مراد یہ مقتدر اصحاب فراہم کر سکتے ہیں۔

سرمائے کا مسئلہ حل ہو جانے پر اتفاقاً عمل کا بھی ایک بڑا سرمد باقی رہے گا۔ میرے خیال میں اس مشکل کا حل آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ اردو کی طوائف الفکر نے اب ٹر پکڑ لی ہے اور ہر شخص اپنے کو اردو زبان کا بہترین استاد سمجھتا ہے۔ اس حالت میں ایک مرکزی انجمن کے تحت میں مختلف دیگر کام کرنا ذرا دقت طلب معلوم ہوتا ہے بہتر ہو کہ اردو زبان کی مجوزہ انجمن قائم کرنے سے پہلے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے اہم، سود کا تصفیہ کر لیا جائے۔ جس اس کو کشش میں حتی الامکان حصہ دینے کو حاضر ہوں۔

نیاز مند فوجت مائے نظر

۲۳ فروری ۱۹۲۲ء

مکتوب: ایہا صغریٰ ہمایوں مرزا صاحب

(۸۰)

مکتوب: عبداللہ یوسف علی

کوہر جناب بہن صاحبہ۔

آداب آپ کا منیت نامہ جامع دور نمبر الفار موصول ہوئے۔ مشکوہ ہوں کہ آپ نے یاد فرمایا۔ ماشاء اللہ حضرت حلیہ کی ملاقات کا کیا عمدہ دور، لچسپ بیان آپ نے لکھا ہے جزاکم اللہ بالخير۔ مجھ کو اور معصومہ بیگم کو سخت، نسوس رہا کہ جس زمانہ میں آپ لندن آئیں ہمارا مکان تیار نہ تھا۔ یہاں اس سال کیا اچھا نظارہ ہے۔ باغ کی سبزی پرندہ کی خوش آواز۔ موسم بہار کی باد صبا۔ ایسے ہی موقعوں پر پنہاندگی کا لطف آتا ہے۔ نواب اور بیگم صاحبہ سادہ فود بھی یہاں تشریف لائی تھیں۔ الفار کے لئے معفون کا جزا شاد ہے اس کے لئے کچھ مہلت چاہتا ہوں۔ میری کتاب تاریخ ہند (THE MAKING OF INDIA) عنقریب تیار ہو جائے گی۔ رشید اور معصومہ بیگم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ یسین صاحب ابھی یہاں ہی بدستور ڈائی گٹر کے دفتر میں کام کرتے ہیں۔ حیدر آباد کی حالت پر خدارم کرے یہی بندہ کی دعا ہے۔ والسلام
۲۲ جون ۱۹۲۲ء - "مارش" ۱۲ - گرینچ یاٹک اینگ لندن - برٹش ۵ خاکسار۔ عبداللہ یوسف علی

مکتوب: امیر نواب سید حسن

(۸۱)

مکتوب: بہادر یار جنگ بہادر

نواب صاحب کرم و محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!۔ یقین ہے کہ آپ لکھنؤ واپس آگئے ہوں گے۔ اپنی ایک درخواست کو دہرایا چاہتا ہوں جو بمبئی میں آپ سے کی تھی۔ کہ لکھنؤ کے مسلم اخبارات کو چاہے وہ اردو، انگریزی میں نکلتے ہوں یا ہندی میں حیدر آباد اور مسلمانان حیدر آباد کی خدمت پر آمادہ کر دیجئے۔ یقین ہے کہ میری یہ گزارش نظر انداز نہ ہوئی ہوگی آج ڈائری عبداللہ صاحب ناظم ندوۃ العلماء کو بھی اس طرف متوجہ کر لیا ہے اور بعجلت ممکنہ جناب کی توجہ فزائی کے نتائج کا منتظر ہوں۔

نواب امیر حسن خاں صاحب بہادر کی خدمت میں میری طرف سے سلام عقیدت و محبت پہنچا دیجئے فقط

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

۳۲ جون ۱۹۲۲ء - حیدر آباد کن

مکتوب نواب بہادر یار جنگ

(۸۴)

مکتوب الیہ مرانا شاہ حسین بہادر علی خاں

حضرت مخدوم و محترم دامت الطائفہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج اقدس۔ ایک مریضہ اس سے قبل فترے کی رسید کے طہ پر رواد کر چکا ہوں۔ آج پہلی مرتبہ فرست علی اور شان امداد کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ اس مزیدی اور اہم موضوع پر جس تعلق اور وقت نظر سے بحث کی ہے وہ ہر طرح قابل تحسین ہے۔ چار پانچ نسلے روانہ فرمائیے۔ حضرت جلالتہ الملک خلد اللہ ملکہ کی بارگاہ میں مزید پیش کردہ گا۔

لفظ سیلا کا قضیہ زیادہ تشویش ناک نہیں ہے۔ بعض اصحاب نے بعض رنگان دین کے آیام ولادت کے لئے میلا کا لفظ استعمال کیا اور بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا۔ ادبات طول پر کھنٹی۔ منصدی سے آیا تو دیکھا کہ سب مزیدی کام جھڑک اسی کے پیچھے پڑے ہیں۔ خود درمیان میں آنے سے قبل چاہتا تھا کہ آپ جیسے بزرگوں سے استفادہ کروں اور صحیح معلومت کے ساتھ معاملہ میں دخل دوں اسی لئے زحمت دی تھی۔ الحمد للہ اب حالات مستدل ہیں اور فتنہ فرو ہو چکا ہے۔

۲۰ جون

دعا کا طالب محمد بہادر خاں نغزل

مکتوب نواب بہادر یار جنگ بہادر

(۸۴)

مکتوب الیہ سید الطاف علی بیڑی

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

صدارت منظم کی تبدیلی سے متعلق آپ کا ادشالی ہند کے حضرات کا خیال صحیح ہے۔ میں آپ کی مملکت باد کو دل سے قبول کرتا ہوں۔ اور شکر گزار ہوں۔

آل انڈیا مسلم یونیورسٹی کے فائز کے معاملے میں مجھے نواب صاحب سے شکایت ہے۔ انہوں نے نوشتہ چار جینے سے میرے دو تین خطوط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ صدارت مجلس استتالیہ کے قبول کرنے میں دمجھے پہلے غلط تھا نہ اب ہوتا۔ میں تو صرف مصلحتاً یہ چاہتا تھا کہ اگر نواب صاحب حکومت کا تعاون چاہتے ہیں تو میری بجائے کسی اور کو صدر منتخب کر لیا جائے۔ مجھے ڈاکٹر مرثیہ الدین احمد صاحب کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آئندہ اجلاس حیدر آباد میں نہ ہوگا۔ اس کے بعد بھی میں نے نواب صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا اور متاسف ہوں کہ فدا سخت لکھا۔ لیکن اس کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں جب عزم کرتا ہوں تو میرے عزائم میں کوئی چیز خارج نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ جس وقت میں نے آپ کے کہنے پر کانفرنس کو حیدر آباد آنے کی دعوت دی اس وقت بھی یہاں کے حالات میری ذات کے لئے موافق نہیں تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی ایک گفتگو میں جو نواب کمال یار جنگ بہادر کے سیاسیوں میں ہوئی تھی نواب صاحب اور ڈاکٹر حلیم صاحب موجود تھے۔ اگر نواب صاحب کو قطعاً دل ہی سے کام لینا تھا تو انہوں نے مجھ دیرانے کی دعوت قبول کیوں کی۔ چاہے سرکرہ ساتھ دیتے یا نہ دیتے حکومت ان کی ہرق یا کسی اور کی، دعوت میری

لے نواب صدر یار جنگ مرثیہ صاحب الرحمن خاں صاحب شروانی۔

تھی۔ اجلاس کو کامیاب بنانے کی ذمہ داری ٹھہر گئی اور آپ کے نزدیک میں حجاب وہ تھا۔ مجھ سے اس بے ترجیحی اندہ استفسار کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ بجز اس کے کہ آپ صرف حکومت کا تعاون چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کا یا میرا نہیں۔ اس لئے میں نے اب اپنے آپ کو اس سے بالکل ہٹنے لگوں کر لیا ہے۔ آپ نواب صاحب سے عرض کر دیجئے کہ وہ اب کسی اور کو اس کام کے لئے منتخب فرمائیں۔ آپ نے میری دعوت کو اپنے اعراض سے ذیل کیا اور میں اب اس میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ اس خط کے فارم پر صرف اس لئے لکھ رہا ہوں کہ وہ بے کار پڑے تھے اور آپ کے سوا کسی اور کو ان پر خط نہیں لکھ سکتا تھا۔

آپ صدر قشربہ لائیں اور کانفرنس کے دوسرے ارکان اور صدر اعظم بہاد اور حکومت کے تعاون سے جلسہ کا انتظام فرمائیں۔ والسلام

مجلس استنباطِ آراءِ انڈیا، علمِ راجہ لائٹل کانفرنس، میزبان، محترم عبدالعزیز محمد بہادر جنگ

مکتوب ایڈیٹوری ضیاء احمد دہلوی

(۸۴۷)

مکتوب سید منیر الدین احمد عرش رحمانی

محترم قوم۔ بعد دعائے دوام دولت و اقبال، انھیں آراہوں کہیں جو اسطرحیج، امیر اللہ تسلیم و تسلیم دہلوی مومن خاں صاحب کا غلام ہوں۔ مجھ کو مرحوم کے کلام و بیان کے ساتھ عشق ہے۔ تقریباً بیس سال کی تعقیب کے بعد میں بذریعہ حضرت ذائق دہلوی ان کے مزار تک پہنچا اور میں بالکل آمادہ تھا کہ ان کا مزار بنوا دوں اور درج مزار بھی لگا دیا جائے مگر یکایک میں چند حادثوں میں مبتلا ہو گیا اور میری حالت بگڑ گئی۔ تصویر مومن کے متعلق مجھ سے حریت مرثیہ نے کہا تھا کہ راجہ میرے کتب خانے میں ہے میں وہاں گیا اور آج تک سلسلہ جنابی کر رہا ہوں۔ مگر تصویر کا پتہ نہیں ملتا۔ آج یکایک میرے ایک کرم زمانے رسالہ اردو حیدر آباد دکن دکھلایا اس میں مومن خاں صاحب کی تصویر دیکھی مجھ کو گلاب دولت لا نوال مل گئی۔ میں ایک عرصہ سے حیات مومن لکھنے والا ہوں۔ بڑی مدد ہو گئی۔ مزید برآں

کلام مومن پر دیو میں نے جناب کے قلم سے دیکھا۔ بارک اللہ حق یہ ہے کہ یہ مومن خاں صاحب کی نیک روح کی برکت ہے کہ آپ صاحب قلم عالم وجود میں آیا اور آجیات کی دل شکن مثنوی کی تردید ہی نہیں کی بلکہ ملک پر مومن کا سکہ دوبارہ بٹھا دیا۔ خداوند عالم آپ کو اس کی جزا دے۔ حق یہ ہے کہ اب میں حیات مومن لکھ کر کیا کروں گا۔ البتہ آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور بس۔ بہر حال اگر یہ کام آپ کریں تو بالک اللہ ورنہ مجھ کو اجازت دیں۔ اس کے علاوہ چونکہ آپ صاحب بصیرت ہیں میں چاہتا ہوں کہ دیوان اپنا ریو کے لئے بھیج دوں کہ آپ سامعین، صمن مان و صمن شناس میری محنت کی داد ہی نہ دے بلکہ رسالہ "ادب" کے ذریعے یہ ظاہر کر دے کہ مومن کا ایک گنام خادم صوبہ بہار میں موجود ہے۔ آنجناب میری اس تکلیف دہی کو صفت فرمائیں گے میرے _____ اور میں تارک شرمین ہر چکا ہوں۔ کس کو تکلیف دوں۔ اس کے علاوہ ایک ادب تکلیف دینا ہوں وہ یہ کہ جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی۔ اے دہلوی۔ جو سبب اشاعت تصویر مومن ہیں کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اور ان کا نشان کیا ہے تاکہ میں ان سے خط کتابت کر دوں یا طرین۔ آہ مومن۔ میں خود خدا کے گھر سے اک

دور مند دل لایا ہوں۔ مجھے خود عشق نے جلا کر خاک کر دیا ہے میں جانتا ہوں کہ تم کیا کہتے تھے
کوئی میرے دل سے دلچسپی نہ کرے تو غم کشش کو

معنی تو کل پر بغیر نشان صبح یہ حریفہ ارسال کرتا ہوں، خدا اس کو آغوش بکبہ پہنچائے اور رسید سے شاد کام کرے
"رازِ بر سرِ شہر گیا۔ شہر گیا۔ ضلع گیا۔
خاکِ مرشد

مکتب الیہ مہر صاحب

(۸۵)

مکتب مرزا محمد مہر

مذہبی و ممالکی ناواقفانک، تسلیم۔

عنایت نامہ مہر ۲۹ جہن موصول ہوا اور اس کے دو تین دن بعد کتاب "غالب" معنہ جناب لاہور سے
پہنچی۔ آپ کی عنایت کا نہایت شکر گزار ہوں۔ کتاب کو جسدہ جسدہ دیکھا۔ فی الحقیقت آپ نے کمال عنایت و کاوش اور
مراقبہ ریزی سے یہ سب مواد ہم پہنچایا اور ان کو ایک نہایت دلچسپ صحت میں ایک بیاگرافی کی حیثیت سے پیش کیا۔
خدا آپ کو اس کی جزائے فیروے۔

حضرت اخوندستانی بہت بری چیز ہے مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ "ادبی خطوط غالب" (مطبوعہ ۱۹۲۹ء)
مولدہ خاکسار نے وہ کام کیا جو ہر آگ کے ساتھ کرتی ہے یعنی ان لوگوں کے دلوں میں جن میں غالب پر ریسرچ کرنے کا مادہ
گواہ دیا ہوا تھا۔ اس کو بہت زور سے بجا دیا۔ میں خود جانتا تھا (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰)۔ ادبی خطوط غالب مطبوعہ نظامی
پریس ۱۹۲۹ء) کہ یہ کام جو آپ نے اب کیا ہے میں کسی نہ کسی طرح انجام دوں۔ مگر اپنی صحت سے مجبور ہو گیا۔ اس
کا سہرا آپ کے سر رہا، خدا مبارک کرے! واقعی آپ نے ایسی دلچسپ اور پُرآز معلومات کتاب لکھی ہے کہ اس کے
سبب سے زبان اردو کا مزید بڑھ گیا۔ آپ نے خط میں جو "ایک ذوق داشت" کا ذکر کیا ہے اس کو میں نے ڈھونڈ نکالا۔
غالب یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ جو دیا چور محمدی عبد الغفور سرود نے "عود ہندی" کے واسطے لکھا تھا اور اس میں
جو تاریخ اس کی طباعت کی مہر غالب سے انہوں نے نکالی ہے اسی سے میں نے سبب طباعت بھی یہی سن خیال کیا۔
آپ سے تحقیق چار باج برس ۱۳۲۷ء کے بعد اس کی اشاعت نکالی ہے گرجیاں تک میں دیکھ سکا کوئی کسی
طباعت آپ نے بالیقین تجویز نہیں فرمایا۔

آپ نے جو خاندانی حالات ڈپٹی مرزا عباس بیگ مرحوم کے تفصیل وار لکھے ان میں سے بعض مجھ کو بھی نہیں
معلوم تھے۔ آپ کی تحقیق کی داد دینے کو بھی چاہتا ہے۔ ڈپٹی عباس بیگ کے باپ اور دلو کا نام محمد کو نہیں معلوم تھا۔
یہ اب معلوم ہوا۔ مگر غالب آپ کو نہیں معلوم کہ ڈپٹی صاحب مرحوم نے اپنے ایک بھتیجے کو جن کا نام فیاض بیگ
تھا متبہ کیا تھا، غالباً اس وجہ سے کہ جو علاقہ ان کا ضلع سیٹاپور (امروہ) میں ہے۔ اس کے وہ وارث و بانشین
قرار پائیں۔ ان کا انتقال غالباً ڈپٹی صاحب کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ ڈپٹی صاحب کی ایک بیٹی بھی تھیں جن کی شادی
انہوں نے اپنے دوسرے بھتیجے مرزا محمد بیگ سے کی تھی مگر اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی البتہ مرزا خدا دلو بیگ
(برادر مرزا محمد بیگ) کی بہت سی اولادیں اب بھی ہیں امدان میں سے اکثر عید آباد میں ہیں۔

سخنِ دہلوی کے متعلق جو معلومات آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں انہیں اس سے کہہ کر ان سے کوئی واقف نہیں البتہ ایک مختلف البطن بھائی سخنِ دہلوی کے یہاں ہیں۔ میں ان سے یہ قلم امداد عام کر مکاتیبِ سخن کے متعلق دریافت کر لیں گا اور جو کچھ وہ کہیں گے، آپ کو مطلع کر دینا گا۔ اگر ان سے خدا نخواستہ پتہ نہ چلا تو پھر ماحضہ و نا ایدہ راجہ بن دہلوی کے دور کے اور متعدد ولیاں تھیں۔ ان میں سے اب کوئی بھی نہیں ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی ہے۔ سنا ہے کہ کس سے پوچھا جائے۔ سخنِ دہلوی جن کا نام خواجہ غفر الدین حسین تھا ان کی ایک مختلف البطن بہن فراب علی حسن خاں مرحوم کو باپ ہی تھیں اور انہی بہن کے سگے بھائی اب لکھنؤ میں ہیں۔ انہی سے پوچھوں گا۔

خواجہ صاحب مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کی شکل و شبہات اوصاف و فضائل سب مجھ کو خوب یاد ہیں۔ ایک لطیفہ ان کا شکر لیجئے۔ خواجہ صاحب جوانی اور بڑھاپے میں آرمہ اور پٹنہ میں رہتے تھے جتنے میں میں والد مرحوم کے ساتھ آرمہ گیا۔ خواجہ صاحب وہیں تھے اور صغیر بکرا بی جن کا تذکرہ "شمش غفر" ہے وہ بھی زندہ تھے اور والد سے ملنے آئے تھے۔ خواجہ صاحب سے ان سے چٹنگ تھی۔ صغیر بکرا بی تھے۔ خواجہ صاحب ان کو بہت نایا کرتے تھے۔ ایک دن صغیر نے کہا کہ میں اپنے والد کے ساتھ بیچ میں دیتی گیا تھا۔ غالب زندہ تھے میرے والد ان کے واسطے بہت سے آم بھرتے تھے۔ کئی زیادہ تعداد غالب کو بھی گئی اور کچھ اور دوسروں کو بھی بانٹی گئی۔ غالب کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے ایک رباعی آمروں کے شکر یہ میں لکھ بھیجی۔ اس کا ایک مصرع مجھے یاد رہ گیا ہے مگر کھانا نہ انہیں کہ یہ پڑائے ہیں آم۔ خواجہ صاحب نے جب یہ قصہ سنا تو قہر سے کہا کہ کیوں جوڑتے جلتے ہو غارت سے تم سے کیا تعلق؟ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے واسطے یہ قصہ گھڑ لیا ہے۔ اس پر صغیر بہت شرمندہ ہوئے۔ جس پر میں آپ کو اور "پر دیو لکھیں" وہ مجھ کو مزدوریات فرمائیے گا۔

نیاز مند محمد مسکری

در جولائی ۱۹۳۹ء

مکتوب مروی اکرام خاں دہلوی

۱۸۶

محترمی جناب سید صاحب زادہ لعلہ اسلام علیکم۔

گرامی مرد مرزا ۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ء میں کئی بار پڑھا، اول بے حد متاثر ہوا، اور مختلف خیالات کا ایک طوفان اٹھتا رہا مگر اپنی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ علی گڑھ میں جو ٹیپو ٹیپو کر لوناں رہا رہتے ہیں، میں ان سے بھائی واقف ہوں، مجھے ہمیشہ اس پر حیرت ہوتی ہے کہ علی گڑھ ہمیشہ انہوں ہی کو نشانہ بناتا ہے۔ ایسے اپنے کو جو در حقیقت اس کے بچے دل سے خیر خواہ ہیں اور جن کے دلوں میں علی گڑھ کے لئے لگن ہے، مزبور حیرت پر ہے۔ کہ یہ سب کچھ بغیر کسی وجہ و سبب کے کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب شروع میں کوئی شخص جوشِ خدمت اور ولولہ

سے خواجہ غفر الدین حسین سخنِ صاحب "سروش سخن" دیو

لے صفی الدین حمام الملک لکھنؤ علی حسن خاں ابن فراب صدیقِ حسن مرحوم۔

تھے میرزا محمد مسکری مرحوم کی ایک تعریف

لے کر علی گڑھ آتا ہے، تو چند روز بعد اس کو یوں وشکستہ دل ہو کر سب چیزوں سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اور کوئی حوصلہ دودلہ اس کے دل میں باقی نہیں رہتا۔ ایسے بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے۔ مولوی سید ظہیر احمد صاحب وحشی مرحوم کا ایک شعر ہے۔

ہمیں یاد آئے تیرے وہ فریب درباری کسی فراسیراغت کو جو کامیاب دیکھا
شاعر کہتا ہے کہ کسی "فراسیر" نئے پھنسے ہوئے کو دیکھ کر ہمیں یاد آجاتا ہے کہ جب ہم فراسیر تھے تو ہماری جی بی
آؤ بجلت تھی، مگر انجام مالوسی اور دل شکستگی، اسی مضمون کو ایک فارسی شاعر نے بھی خوب کہا ہے۔
چری بہیم کسے از کوئے قول شادی آید فریب از تو اول خوردہ بودم یاد آید

غرض یہ چیزیں دہائی کی روایات میں داخل ہیں۔ آپ پہلے شخص نہیں ہیں جس کے ساتھ یہ بے مہری وجہ لگی
کا سلوک کیا گیا۔ اس لئے صبر کرنا چاہئے اور ابھی کوئی مزید قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ کارکنان
قدرت خود انتظام میں معروف ہیں۔ جو انقلاب ہوا یہ آنکھیں کھرنے کے لئے کافی نہیں، اور ہم اس سے کوئی عبرت
دبیریت حاصل نہ کر سکے اس لئے میرا خیال ہے کہ تقدیریں پر وہ ہمارے لئے کسی اور عبرت، اگر تکمیل کی تباہی میں مصروف
ہے لذت سیر اگر چشم تنالے گی ایک بار اور بھی دنیا ابھی پٹا لے گی

آپ مالوس نہ ہوں یہی وقت ہمت و استقامت کا ہے، انشاء اللہ مستقبل اچھا ہوگا۔ البتہ اسے مفاد کی فکر سے خالی نہ رہنا
چاہئے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں ایک مزدوری کام یہ ہے کہ آپ پریس سے حسن تدبیر سے اپنا رپہ نکال کر آزاد ہونے لگے
چھٹکے ہو جائیں۔ جب پریس بک رہا تھا تو اسی وقت میری یہ رائے تھی کہ معاملہ کر لینا چاہئے۔ مگر زرخ بڑھ جانے کی وجہ
سے آپ کے حصہ داروں کو نفع کی مزید توقعات پیدا ہو گئی تھیں۔

پریس کے معاملہ میں ایک بنیادی مصیبت یہ ہے کہ اس کے عمل میں مختلف قسم کے کام کرنے والے بہت
سے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، جو اکثر حواریں، خود غرضی، بے مروت، ناقابل اعتماد وغیرہ دار ہوتے ہیں۔ غریب ملک
یا منجر ہر شخص سے کس طرح پیٹے اور کس طرح خوش رکھے۔ بہر حال یہ ایک مزدوری کام کرنے کا ہے آپ نے "مصنف"
بند کرنے کی جو مصلحت لکھی ہے، وہ میرے بھی ذہن نشین ہو گئی۔ ہمیشہ وقت کے تقاضہ اور حالات کے مطابق
کام کرنا چاہئے۔ بے شبہ حالات ناسازگار ہیں۔ اور مستقبل دھندلا۔ ملک میں گزشتہ سال جو انقلاب ہوا وہ ابھی ختم
نہیں ہو گیا بلکہ جاری ہے اور یکے بعد دیگرے بہت سے واقعات پیش آرہے ہیں۔ یعنی ہم ابھی تک انقلابی دودھ
گور رہے ہیں اس لئے کسی دلدل میں قدم نہیں بھینسا نا چاہئے۔ معلوم نہیں مستقبل قریب میں کیا واقعات پیش آئیں۔
لیکن اسی کے ساتھ مجھے یقین ہے کہ سال دو سال میں انشاء اللہ حالات سنبھل جائیں گے اور جوش و خروش اور جنون سرور
میں ہے، یہ باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے بس بڑے لوگوں کے ساتھ اپنی ناخوشگوار گفتگو کا جو حال لکھا ہے، وہ ذرا بھی غلط
توقع نہیں، میں ان لوگوں کی ذہنیت پر وائز فکر اور گفتگو کی مہارت سے بخوبی واقف ہوں۔ ان کے سامنے زندگی کا یا قوی
ترقی کا کوئی خاص مقصد و نصب العین نہیں ہے۔ اصل کارنگ دیکھ کر زرخ باورنگ کی طرح اپنا رخ بدلتے رہتے ہیں

ان پر کبھی اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ افسوس کہ کڑوسی کی وجہ سے میں زیادہ نہیں لکھ سکتا، مگر اتنا تو لکھ ہی رہا ہوں کہ بد نصیبی سے مسائیل میں طعنائی امتیاز بہت زیادہ موجود ہے۔ اونچے طبقے والے ہم لوگوں کو عزت و احترام کی نظر سے نہیں دیکھتے، خواہ ہم ان کے لئے اپنے کو ہلاک کر دیں اور قومی خدمت میں اپنے کو خستہ و تباہ کر کے اپنا مستقبل بگاڑ دیں۔ یہ لوگ جب جھکتے ہیں اپنے ہی طبقے کی طرف جھکتے ہیں اور جب ان کا کام نکل جاتا ہے تو ہم لوگوں کو حرفِ غلط کی طرح درمیان سے مٹا دیتے ہیں، اس لئے احتیاط کرنا چاہئے اور کبھی یہ توقع نہ رکھنا چاہئے کہ وہ کسی مصیبت کے وقت ہماری دستگیری کریں گے لہذا ہمیں مرث اپنے طبقہ میں غاصبین کی تلاش کرنا چاہئے۔ میں بجز چند جانے بوجھے آزمودہ لوگوں کے اس طبقے کے کسی فرد پر اعتماد نہیں کرتا، اسی پر ہمیشہ سے میرا عمل ہے۔ آپ کے اس فقرہ نے میرا دل نہایت متاثر ہوا کہ مدوزانہ شام ہوتی ہے تو گھر سے نکل کر سوچتا ہوں کہ کہاں جاؤں، الخ ایک انسان کے لئے یہ حالت کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

اعجاز میاں کے لئے آپ پریشان نہ ہوں، اول تو وہ خود بہت خوش نہ ہیں۔ اس کے علاوہ جب آمدنی آتی ہے تو بڑے بڑے تناور درختوں کو گزاتی ہے وہاں جو انقلاب ہوگا وہ بڑے بڑے انتظامی و کلیدی صیغہ میں ہوگا، اس لئے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

ایک فقرہ آپ نے یہ لکھا ہے: "میں خوش ہوں گا اگر میں تخفیف الخ امی اس خوشی کی تیاری نہ کیجئے بلکہ نہایت مضبوطی سے قدم میرا خیال ہے اور خدا جانے کیوں کہ مغرب ان لوگوں کو ایسی مشکلات میں مبتلا ہونا پڑے گا، جس کا حل کرنا ان کے لئے دشوار ہوگا۔ اور وہ اپنے کاموں میں اس طرح بھٹس جائیں گے کہ دوسروں کے معاملات کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھا سکیں گے۔"

آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ جب سے آپ آئے ہیں یہاں کیسے کیسے انقلاب ہوئے، کس کس کا عروج اور پھر زوال ہوا۔ ظہ بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں، یہ چند روز کا تنازعہ ہے، ہمت نہ اڑیے۔ افسوس کہ میں اپنی بیماری کی وجہ سے اس وقت کچھ نہیں کر سکتا۔ اخبار کے متعلق جیسا کہ آپ نے لکھا ہے بے شک لکھنے میں احتیاط کیجئے۔ مرکانی اور غیر مرکانی حریف اپنے اپنے مقصد کے لئے آج کل کڑی لڑائی رکھتے ہیں۔ ۲۴ ستمبر کا لکھا ہوا مولوی حاجی، ابراہیم صاحب کا ایک خط کہ تھی لے آیا تھا۔ جس میں میری حالات کا حال دریافت کیا تھا اور یہی لکھا تھا کہ آپ کی رخصت نواب صاحب نے منظور کر کے بھیج دی۔ غالباً دفتر ہی میں بھیجی ہوگی۔ میرا مرض ابھی باقی ہے ۳۰ ستمبر تک پوری صحت کی کوئی امید نہیں نہ یہ مناسب ہے کہ مرضی مرید ہوتے ہوئے لکھنؤ چھوڑ دوں اس لئے میں امروزہ وہاں ایک اور درخواست میرا ملک چھٹی کے لئے بھیج رہا ہوں۔ ابھی میرا حق ہے اس لئے مہربانی کر کے منظور کر دیجئے گا۔ اب جگہ بھی نہیں اور زیادہ لکھا بھی نہیں جاتا۔

۲۴ ستمبر کو مولوی حاجی ابراہیم صاحب سے ملاقات ہوئی، وہ کسی کمیٹی میں یہاں آئے تھے اس سے فارغ ہو کر میرے دیکھنے کو بھی آگئے۔

مگر یہ جب یہ خط لکھنے کا ارادہ کیا تو یہ خیال تھا کہ ایک صفحہ لکھوں گا، مگر چار تک پہنچ گیا، اور پھر بھی دل میں بہت کچھ رہ گیا۔ آپ اس وقت پوری ہمت اور ہر ممکن تدبیر سے کام لیں، انشاء اللہ نتیجہ اچھا ہو گا۔
۲۷ ستمبر ۱۹۱۶ء - مکمل شدہ
محمد اکرام

مکتوب الیہ سید مبارک علی شاہ جیلانی

(۸۷)

مکتوب سعید انصاری

جناب من تسلیم
پیشہ معلوم نہیں، انصار عموماً ذراعت پیشہ تھے حضرت انسؓ کے پاس بھی نہیں ہو گی۔ اس کی تصریح ہے کہ دعام نبوی کی برکت سے ان کے برابر انصار میں ایک شخص بھی متول نہ تھا، واقعات بھی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ وہ نہایت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ بعد سے باہر طعن میں ایک محل بنایا تھا، اور اس میں بود و باش رکھتے تھے۔ خزانہ کے کپڑے پہنتے اور دسترخوان وسیع رکھتے، وغیرہ وغیرہ۔
اولاد کی تفصیل مشکل ہے۔ خاص ان کے ۸۰ بیٹے اور ۲ بیٹیاں تھیں، وفات کے وقت تک بہت سے فوت ہو چکے تھے، تاہم سوا سوا سو کا پورا کنبہ تھا۔ نسبتاً ابراہیم جو دبیہ الدین کی تصنیف ہے اور بیہکیم پور کے کتب خانہ میں اس کا نقلی نسخہ موجود ہے۔ حسب ذیل نامہ تحریر ہیں۔

۱۔ ابو حمزہ انس بن مالک الانصاری المتوفی ۹۲ھ

۲۔ عبداللہ عبداللہ ذہب یحیی خالد موسی نصر البکر براد علاء عمر + رطلہ امیر ام حرام

عبداللہ

۳۔ مشقی شامہ قاضی بصرہ

۴۔ ابوالمثنی عبداللہ

۵۔ مشقی ابو عبداللہ محمد الشقیب قاضی البصرہ والبغداد المتوفی ۱۱۵ھ

۶۔ سلمہ عبدالکبیر

ایہ الغابہ میں حضرت انسؓ کی رشتہ کیوں کے نام یہ ہیں۔ حصہ ۱، ام عمرو، طبقات کا وہ حصہ جس میں بصریوں کے حالات ہیں، شاید اس میں کچھ مل سکے، لیکن وہ یہاں موجود نہیں۔ والسلام

سید انصاری

۳ جنوری ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ نواب سید شمس الحسن

(۸۸)

مکتوب مولانا مسعود علی ندوی

جناب مکرم! سلام مسنونہ!!!

کل اچانک نواب صاحب مرحوم و مغفود کی وفات کا آثار ملا۔ جس نے ہم لوگوں کو چین کر دیا۔ اگر نقصان

لے مصنف میرا اعصاب

نہ ہر سنے تو ہم دونوں لکھنؤ حاضر ہو کر آپ حضرات کے ساتھ شریکِ غم ہوتے۔ اب اصحابِ مرحوم کے تعلقات کی نوعیت اب غلطانی ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم لوگوں کے تمام گھر پر اس امدادِ ناک حادثہ کا اثر ہے۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ اپنے زمانہ کی حدودِ یادگار تھے۔ اب مولانا شروانی صاحب اور دو ایک ایسی قسم کے اور بزرگ باقی رہ گئے ہیں یہ لوگ اب اپنا دورِ قمر کر رہے ہیں اس مقدس پیر میں وفات نے اب اصحابِ مرحوم کی مذہبی و مقدس زندگی کی تکمیل کر دی۔ اللہ کے مقبولِ بندے تھے۔ اس لئے ان کی وفات بھی اسی ماہ میں ہوئی اللہ مغفرت کرے۔ یہ اتفاقِ حاطہ فرمایئے۔ علامہ شبلی مرحوم کے آخر وقت تک قائم رہے۔ پرصلوہ اور زہر کو مولانا مرحوم کی برسی کی تعمیل تھی۔ اور وہ آئی صبح اب اصحاب کی خبر وفات نے دلِ مدامتِ مصطل کو دیا۔ دنیا میں ساتھ۔ اور دنیا سے روانہ بھی اسی خان سے ہوئی۔ اس مرتبہ لکھنؤ میں آخری زیارت نہ کر لی ہوئی تو اب بھی نہ اللہ خلق ہوتا۔ اس وقت تو یہ خیال ہوا تھا کہ اب بعد اس صحت و سہولت بعد کو معلوم ہوتا ہے کہ بیماری نے دوسری شکل اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے آمین۔ تمام مہربانِ عالم ان کی فرست میں میری دلی تعزیت پہنچا دیجئے۔ انشاء اللہ عید کے بعد حاضر ہو کر نکاحِ اسلام مسجد علی ندوی

۴۴ رمضان

مکتوب ایدر نواب سید علی حسن

(۸۹)

مکتوب مولانا مسجد علی ندوی

جناب محترم زادِ محبت!

سلام مسنون! حیدر آباد سے اجراء وظیفہ پر مبارکباد قبول فرمائیے۔ گو ۳۰ کی رقم اب سے خلاف ہوئی لیکن خدا کا شکر ہے کہ کم از کم ہم لوگوں کے جیہ تعلقی کے ساتھ ایک ایسی جگہ سے امداد ملی تو جہاں کے لئے ابتدائی قیامِ ندوہ سے برابر کوشش ہوتی رہی اب پیر رکھنے کی کفالتش ہو گئی۔ اس میں اضافہ انشاء اللہ آسانی سے ہو سکے گا۔ کیونکہ حیدر آباد میں ابتدائی زنجیں بہت سخت ہوتی ہیں۔ کل جناب مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ حضور نے ۳۰۰ روپیہ ماہرہ کی رقم منظور کی ہے۔

اس کے نبل ایک عریضہ روانہ کر چکا ہوں غالباً جناب کو مل گیا ہو گا۔ فتنہ ارتداد کی کیفیت، اور جناب مہدم و دیکھیں میں روزانہ پڑھتے ہوں گے۔ تو میں نے اگلے خط میں جو گزارش کی ہے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہوگی لوگ ان بلیغین و انجمنوں سے برہن ہو رہے ہیں اور غالباً بہت جلد یہ لوگ شریعہ کے ساتھ واپس آئے جائیں گے! اُس وقت انشاء اللہ ندوہ کا یہ طرز عمل زیادہ پسندیدہ رہے گا۔

اب ضرورت یہ ہے کہ تعمیرات کے لئے روپیہ کی فکر کی جائے۔ حیدر آباد سے کچھ نقد ملنے کا کچھ کہنا ہوا۔ میں نے ایک خط بھر پال لکھا ہے۔ اگر وہاں کچھ تیرہ ہوئی تو انشاء اللہ ایک حملہ فوراً کیا جائے۔ رنگون بھی انشاء اللہ آج یا کل تک خطوط لکھوں گا۔ ندوہ میں ایک مرض بہت قدیم ہے کہ بہاؤ کے لوگ اپنے ذاتی ریشہ و فائدہ کے لئے ندوہ کے ذمہ دار ارکان و معاونین میں سخت اختلاف پیدا کرتے ہیں اور ایسی حالت پیدا کر دیتے ہیں جو کچھ دونوں کے بعد ناجائز ملحق ہو جاتی ہے اس لئے اس زہریلے نظر رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ والسلام خاکِ مسجد علی ندوی۔

مکتوب الیہ نواب سید علی حسن مرحوم

(۹۰)

مکتوب مراد ناسعود علی ندوی

جناب عزیزم و معتمد زاد و مجددکم، وعلیکم السلام

سرفراز نامہ ملا: حالات معلوم ہوئے۔ کل جناب سید صاحب کے پاس خط آیا تھا! مجھے پہلے ہی سے خیال تھا کہ اسی طرف سے رکاوٹ ہوگی۔ لیکن اس پر مطلق خیال نہ فرمائیے۔ کام جس طرح ہو رہا ہے اس کو برابر جاری رہنا چاہیے۔ اندر میں ہے کہ گاڈراب تک نہیں ملے۔ جس وقت گاڈراب جائیں فردا چھت کا کام شروع کر دیا جائے اس وقت تک مرمت کا کام ہوتا رہے۔ یہ کام بھی تربیت زائد ہے، چونکہ میرا غنا صاحب اب آپ کو مل گئے ہیں اس لئے چھتوں وغیرہ کے معاملہ میں ان سے مشورہ مزدور سے لیا جایا کرے تاکہ کوئی تعمیری غلطی نہ ہو۔ چونکہ شروانی صاحب تشریف لانے والے ہیں اس واسطے اس وقت تک جناب منشی صاحب کی دلچسپی اور زائد رہے گی۔ بہر حال اب میں کسی ترمیم کو منظور نہیں کر سکتا۔ میں نے اس کے لئے اپنا کافی وقت ضائع کیا اور اگر کوئی مراعت ہوتی تو صحت اپنا استیضہ پیش کر دوں گا۔ اگر منشی صاحب نے مجھے خط لکھا تو میں ان کو معقول جواب دوں گا۔

خدا کرے اس مرتبہ شروانی صاحب وغیرہ کی تشریف آوری ندوہ کے لئے مفید ثابت ہو۔ گو مجھ کو وقت بہت کم ہے۔ جناب سید صاحب انشاء اللہ ۸ تک مزدور لکھنؤ پہنچ جائیں گے۔ ۶ رناریخ کو اتفاقاً ایک اشد مزدوری کام پیش آگیا جس کی وجہ سے جناب موصوف کو مجھ کو مطلع کرنا پڑا حالانکہ جناب سید صاحب خود عجلت کر رہے تھے۔ چونکہ اہلیہ صاحبہ منظر دید میں تشریف رکھتی ہیں اس لئے اس وقت کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے اور نہ یہاں کے قیام میں کوئی خاص دلچسپی، شغوی صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے دفاع لٹ کی کسر لکھنؤ ہی سے پوری کر دی ہے۔ جناب کے خط سے اصل وائد معلوم کر کے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ لکھنؤ میں چونکہ کام شروع کر دیا گیا ہے اس لئے اس کو مکمل کر دینا چاہیے۔ تمام حضرات کی خدمت میں سلام۔ والسلام

خاک و مسعود علی ندوی

۲۱ اگست ۱۳۳۲ھ

(۹۱)

مکتوب مراد ناسعود عالم ندوی

برادر عزیز۔ سلام شوق

پرسوں آپ کا محبت نامہ ملا۔ جواب فردا دیتا، اگر ان دنوں میری صحت اس درجہ خواب ہے، کہ کسی کام کو بھی نہیں چاہتا۔ اسی لئے دو روز انتظار کرتا رہا، بات یہ ہے کہ نواب شروانی صاحب بالثقابہ کی خدمت میں اور صرف ایک عرصے سے کوئی عریضہ گزارنے کا شرف حاصل نہیں ہوا، اب لکھا جائے، تو کیا اور کس تقریب سے؟ مگر یہ انتظار کی مدت کب تک؟ اس لئے آج، کتاب غائد آتے ہی پہلا کام یہ کہ ہا ہوں۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ آپ نے پٹنہ چھڑا، یہ بڑا اچھا کام کیا، آپ اس کا ثناء دو تین برس کے بعد محسوس کریں گے، بہار کے رہنے والے اپنی کوتاہیاں نہیں محسوس کرتے۔

مجھے سید الطاف علی صاحب کی عنایت کا شکر یہ کہاں تک ادا کر سکتا ہوں؟ مصنف کا جو تھا نمبر و اتنی بہت

بلند اور مختار اور اس نے اندر سالوں کی صفت میں اپنی خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔ میں اسے اپنی سعادت خیال کر رہا تھا، اگر اس کی کوئی خدمت کر سکا۔ مگر ہماری لائبریری کا حال آپ کو معلوم ہے، آج تک اسلامک کلچر بیان نہیں آ سکا۔ حالانکہ قائم صاحب مجھ سے بار بار وعدہ کر چکے ہیں۔ یہ قرآن مجید کا رس، محافت، ترجمان اور دیگر کتب کے ادا کاروں کا کہ ان کی نہایت سے ہم فریب بھی کچھ پڑھ لیتے ہیں۔

میں ان دنوں امام شافعیؒ کی کتاب ارحلۃ میں لگا ہوا ہوں۔ محب الدین غلیب نے سنہ ۱۳۵۰ھ میں تاجروے طبع کیا تھا۔ گر بیت غلط۔ اس کے دونوں کا بروکلن نے حوالہ دیا ہے، مگر وہ بیرون ہند ہیں۔ ازراہ کرم آپ ملاحظہ فرمائیں صاحب منظر سے دریافت فرمائیے۔ اس نیاز مند کا سلام عرض کر کے اداسی کی طرت سے —

(۱) آپ کے علم میں اس کا کوئی صحیح نسخہ موجود ہے؟

(۲) کیا یہ کتاب ارحلۃ الامام الشافعی الی المدینۃ المنورۃ واقعی انہیں کی الحاکمائی ہوئی ہے؟

(۳) کتاب ارحلۃ اور عام تذکرہ نگاروں کے بیان میں تعارض برآ، تو کسے ترجیح دی جائے گی؟ اگر رملہ —

GINNINE ہے۔ تب تو اسی کے بیان کو ترجیح ہوگی۔

نیز مسلم پرانی درستی اور حسیب گنج میں بھی دریافت کیجئے، امید ہے علمی خدمت آپ بخوشی انجام دیں گے۔ میں اسے اڈٹ کرنا چاہتا ہوں۔ اور دو عربی دونوں ہیں۔ حواشی اور مقدمہ، میں تو بہت کم فرق ہوگا، باقی سفر نامے کا اردو ترجمہ کر دیا جائے گا۔ اردو ترجمہ مع حواشی و مقدمہ (اردو) تو بلا طبع کرانے کا قصد ہے۔ البتہ عربی اڈیشن جب تک کوئی اچھا نسخہ نہ ملے، ملتوی رہے گا۔ اگر الطاف صاحب پسند کریں گے، تو یہ اردو اڈیشن مصنف کے لئے حاضر کر سکتا ہوں، بغیر ٹیکہ اس کے الگ طبع کرانے کا حق و مکتبہ اسلامی، لہذا مراۃ درمینگہ کے لئے محفوظ ہو۔ میں ان سے وعدہ کر چکا ہوں۔ وہ بھی خدمت میں۔

ہاں، معاصر میں تبصرہ اور ایمائی وہ تو بہت آسان تھا۔ مگر اب! آپ تو سب جانتے ہیں۔ تبصرہ کے انچارج قاضی صاحب ہیں۔ اور میرا آنا جانا ان کے ہاں نہیں۔ خود پیل کرنا مناسب نہیں۔ رہے عسکری صاحب! وہ اقراویزری والے مضمون کے سلسلے میں الگ شرمشہ ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پختہ وعدہ کیا، کہ جوابی مضمون چھپ کر رہے گا۔
"I WILL SEE IT PUBLISHED" ان کے الفاظ تھے۔ مگر وہ نہ چھپا سکے۔ آخر وہ نہایت میں چھپا۔ اب دو

صد میں ہو سکتی ہیں:

۱۔ آپ قاضی صاحب کو مصنف بھیجیں اور آپ کی تحریر کے مطابق وہ مصنف میرے پاس تبصرہ کے لئے بھیج دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ خود تبصرہ کے قاضی صاحب کو بھیج دیں۔ وہ معاصر میں چھاپ دیں گے۔ یہ آسان ہوگا۔

امید کہ مزاج بغیر ہوگا۔ اپنے علیحدہ کے تاثرات سے مزید محفوظ کیجئے۔ والسلام

محمد عالم ندوی مضمون

۲۶ اگست ۱۹۸۸ء (پٹنہ)

مکتوبِ مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

(۹۲)

مکتوبِ الیہ سید الطاف علی بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقبِ مخلص۔ سلام و تحیات

ایک دورِ افتادہ مریض و بد حال یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہے مسلسل ملاقات نے کمرِ قدوسی۔ اور صبرِ شریعتِ حق کی سچائی سے کچھ افاقہ ہے۔ دعا کیجئے کہ جان آفریں اس تنِ خاکی میں بھی کچھ جان بچے۔
مصنعت کا چوتھا نمبر ملا تھا۔ شکریہ کب تک اور کس زبان سے ادا کرتا ہوں۔ بہر حال بلا کسی تکلف اور تعنت کے کہتا ہوں کہ رسالہ خوب ہے اور اپنے اردو سالن کی صف میں اچھا ادا نا ہے۔ اور مفاد میں کے تنوع کے لحاظ سے تو شاید فرد ہے۔ اللہ نذر بد سے بچائے۔ کاغذ کی ہر شے۔ باگرائی میں زندگی قائم رہ جائے تو ہر آپ کی کرامات پر شاعر ہو گا۔

امامِ شاہی کا سفر نامہ: مسودہ بہ ترتیب رکھا ہے، مقدمہ باقی ہے۔ اور اس کے لئے کچھ مامور ہیں۔
صحت کا یہ عالم کہ کتاب خانہ کا خونہ کام بھی مشکل ہی سے انجام پاتا ہے۔ حسب وعدہ سفرِ تارہ نقد مصنف ہی ہو گا مگر کب۔ نہیں کہہ سکتا۔

امید کہ مزاج عالی بخیر ہو۔ پرسان حال کی خدمت میں بہت بہت سلام۔
محترمی سلا نا اکرام اللہ خاں صاحب اور مولانا کیف اور مولانا انتظام احمد صاحبان کی یاد آوری کا دلی شکریہ۔
اور سلام شوق۔ واسطیہ

مسعود عالم ندوی

۱۹ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ (مہینہ دسمبر، ۱۹۴۱ء)

مولوی عزیز میمرا

(1)

نام مولوی حبیب اللہ خان نرائی صاحب شہزادی

مخدوم و مکتوب:

و اور ہی کا ولی تسلیم کیا کرتے ہیں۔ یہ تعلقات ظاہری ہیں سے مہر و مہر کی بجائے بھی آپ کے ساتھ روحانی تعلق سے اور میں ہم چاہتا تھا کہ کسی طرح سلسلہ مرسلت کی بنیاد پر آپ کے نام کا محمد اللہ اس کی ابتدا آپ کے فرائض و حقیقت میں یہ حد میں سال یہ حق تھا کہ وہ دنیا میں بھی ہی آثار نظر آتے ہیں۔ بچوں کے تعلق بھی خدا نے میرے ساتھ یہی فیضی کی ہے نہ کہ انت کیجی ہو۔ میں جسے پیارے بھائی ہی خود سال میں ہے آپ کے نزدیک ان کی فکر سے کیوں بغض و نفرت ہو رہی ہے یہ جو آپ کی فکر ہے۔ یہ تعلق کوئی نہ کہ نہ دوست ان کی یہ دوسری فکر کی ہے۔ گے۔ ہر حال میں آپ کی یہی ہمدردی کا ولی کے شکر و ادا کرتے ہیں۔ اگر میں میرا یہ آپ کی کوئی خدمت انجام دے سکوں تو اس کو بہت فخر محسوس گا۔ تو یہ ایک سے یہ میرے پہلی اور اب تو میں نہیں جیسا کہ اب دعا میں ہے والا میں سامنے ہے آپ میں جگہ تعلق میں۔ جو شہر میں ہے میں نے یہ خطو اسلام

خاکسار: محمد زین العابدین زما سنجی۔ یکم فروری ۱۹۰۶ء

۱۲۱

بنام مولوی مجیب الرحمن خان صاحب شریفی

مخدومی و مکرمی

[illegible]

سید فرزند احمد عقیقہ بلگرامی

بنام عبدالرحمان خان صاحب

(۱)

بخدمت مکرئی عبدالرحمان خان صاحب مالک مطبع نظامی کانپور۔

تسلیم۔ آپ کا خط میاں نبی بخش نے لکھ دیا اور مجھے منون کیا۔ مبلغ پندرہ کا حساب بابت اہمیت اخذ
مجھے پہنچا۔ اس وقت مبلغ پانچ سو روپے موجود تھے دس دس گئے اور مبلغ دو سو روپے مستی نہیں ملتی صاحب اہمیت صبح فرمائے
کے حساب کا آپ کے مطبع کے ذمہ ہے وہ بھی حوا کر کے مبلغ سات سو روپے ۲ روپے آپ کو پہنچے اور مبلغ سات سو روپے
۱۳ روپے باقی ہے۔ انشاء اللہ منقرب پہنچاتا ہوں۔ خارج رج روکئے۔

سید فرزند احمد عقیقہ

حدہ ۲۸ ستمبر ۱۸۸۵ء

بنام صاحب سنگھ صاحب

(۲)

بخدمت مرزا محبت مراد سندھ سنگھ صاحب

تسلیم۔ آپ کا پورٹ کارڈ بطلب گلدستہ بزم آدا کے پہنچا۔ دو جلیوں اس کی سہ جاتے ہیں اور تندر گئے
ہاتے ہیں قیمت کی ضرورت نہیں اگر ادھر کوئی صاحب طالب ہوں تو غلط وصول بھی دیں۔ میں روانہ کر دیں گا۔ یہ گلدستہ
ہمیشہ نہیں پہنچتا ہے۔ یہ گلدستہ جب مشاعرہ اراکین ہوتا ہے تب چلتا ہے۔ چنانچہ یہ تیسرا گلدستہ ہے جو دین
پرس کے عرصہ میں مشاعرہ ہوئے ہیں ان میں سے تیسرا مشاعرہ یہ تھا۔ اب اگر اتفاق ہوگا تو آپ کو بھی بھیجا جائے گا۔
۲۸ ستمبر ۱۸۸۵ء
نیا منہ سید فرزند احمد عقیقہ بلگرامی مالک مطبع نظامی کانپور

(۳)

بنام سید۔ جب شاہ صاحب مطبع وکٹریا پریس لاہور

بخدمت سید رجب علی شاہ صاحب مطبع موملہ

تسلیم۔ تذکرہ آب حیات مصنف مولوی محمد حسین صاحب آزاد پرنسپل عربی گورنمنٹ کالج لاہور۔ جو آپ کے مطبع
میں مشاعرہ میں چھاپا ہے اور اس کی قیمت مبلغ ایک سو روپے اور محمد علی ٹرانزیشن پریس پر چھاپا ہوا ہے مجھے اس تذکرہ کی
اہمیت ضرورت ہے۔ اس لئے ایک سو روپے بذمہ منی آمد رہی ہے۔ آپ بہت جلد تذکرہ مذکور روانہ کیجئے اس نشان

مقام آرمیٹل شاہ آباد پہلے مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ فرزند امیر متقی بکرائی ہوئے۔
اگر آپ کے مکہ میں نہ ہو تو صنف سے لے کر بھیج دیجئے۔

سید زین العابدین صغیر طبرای

۲۸ تجریش

بنام ذاب مرغان و مرغی مرحوم (رام پور)

(4)

دوست تو خدیوہ دوست داریم ترا دوست تو شنیہ دوست داریم ترا
 مہر دم بہ دیدہ دوست دارند و ما جوی جان ناویہ دوست داریم ترا
 و لا ملأ رتب علی ما عجب جناب نواب مرزا خاں صاحب راجہ دست الطافکم

حق پر لگائی آدھ مقامی جد تسلیم کے ذمہ کرتا ہے۔ یہی تیس مدت سے آپ کا غائبانہ حارح اور مشتاق ہیں مگر
عظیم آباد کی صحبت میں اپنے شریک نہ ہونے کی ایسی حسرت ہے کہ کیا لکھوں۔ یہ اتفاق کہ حرقوں میں اس عظیم آباد سے
اور آپ کے تشریف لانے کے وقت میں نہ رہوں۔ یہ عجیب اتفاق ہے۔ انھوں نے عظیم آباد والوں نے آپ کی قدر نہ کی۔
آپ ایسے تھے کہ آپ سے مستفیض اور مستغنیہ ہوتے۔ آج میرے عزیز سید محمد شام صاحب کا خط رام پور سے آیا اس
میں آپ کے اخلاق و اشتیاق کی صفات اس قدر لکھی ہیں کہ مجھے اور بھی آپ کا اشتیاق ہوا مگر کیا کہوں کہ وہ برس سے قطع
قرب و دوران سے کہہ رہے ہیں ایسا جتنا ہوں کہ عظیم آباد جہاں میں ہر چہ اپنے ضرور رہا تھا۔ وہ برس سے نہیں گیا۔ اتنے
زمانے میں بہت سے احباب مر چکے گئے۔ سید محمد حسین عرف میر تقی صاحب نگہت بہ تخلص کہ میرے بڑے دوست
تھے۔ سر محمد مسعود کو ابھی تک بھتا ہے جناب شاہ بخش صاحب کہ منسوب زمانہ اور اپنی وضع میں بیگانہ تھے ذی الجہد
۱۳۰۲ء کو مر گئے، اور اسماعیل علی خاں نگہت شاگرد مصنف فرخ آبادی بھی چل بسے اور ان کے ساتھ بخشی مفت دام
بھی۔ انھوں نے کسی کس کا افسوس کدوں نہ ہے سچے جو میں ان کا کیا شکا نہ۔ میں ان لوگوں کی ماتم پر ہی کوئی جانہ سکا، ایسا
میرسد ہوں، وہ نہ آپ کی طاقات کو مزید عظیم آباد پہنچتا۔ ہر کیفیت المکتوب نصف الحقائق۔ اگر کسی کسی یا دوزانی ہوا
کہے گی، یہ آپ کے اخلاق ذاتی سے پیدا ہوگا۔ میں ایک بے چارہ نا آشنا نے ہجر سن ہوں۔ اور نابالہ
کو چڑھو، خالی فیض بھل رہے۔ سے طبیعت میں ذوق سخن پیدا کر دیا ہے اور اس کے ساتھ تحقیق
کا شوق دیا ہے، اپنی عمر کی محاسن سے زیادہ اور ساڑھے کم ہے اس اودھیش میں ہی گزری جس شخص کا کلام دیکھنا استغلا
کی نظر سے دیکھتا، اس میں حسن و قبح جو کہ نظر یا دل کے صفحہ پر ٹپک دیا، نہ کسی پر کسی تک اعتراض کیا اور نہ میں نے
اعتراض کا جواب دیا۔

میرا خاقلک کہ سات سو چوبیس سے بگرام میں آیا یعنی شمس الدین التمش کے وقت سے جس میں چار سو برس سے علم و فن کا چرچا امتیاز چار سو چوبیس سے ناسودوں کا مجمع رہا ہے اس چھوٹی سی بستی میں اگر نگاہ تحقیق سے دیکھا جائے تو ہر علم و فن کے جاننے والے اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ تمام ہندوستان میں وہی دیکھو چھوڑ کر کم کسی جگہ ہوتے ہوں گے۔ ان کے نے بہت سا صالحہ علم و فن مخصوص شعروں کا مجمع کر رکھا تھا جو

اس کساد بازاری کے وقت میں مجھ ہیچمدان کے حلقہ میں آیا۔ جن کو اس معاملہ کے رکھنے کے قابل نہ تھا اور نہ اس کے بچھنے کے لائق۔ مگر بفضل حقیقی نے بعد ازاں اس معرکہ کے کو
نمودہ خدا نے کس را غلط

ایک شوق تحقیق میرے داخل کر دیا تھا۔ اُس کے سبب سے اس معاملہ کو میں نے سب سے پہلے
اپنے معرکہ کا سمجھا اور ناما افتادہ صرف کرنے لگا۔ اس سے جو کچھ فائدہ حاصل ہوا بہت سی تحریکوں کے ذریعے سے
اس کو شائع کیا۔ مگر بالفعل جو ایک تذکرہ موسوم بہ "جلوہ خضر" لکھا ہے اس میں اس معاملہ نے بیت کچھ مدد دی اور مدد
دے رہا ہے۔ جلد اول (جلوہ خضر) ذہابی دہلی کے باب میں تمام اور جلد دوم ذہابی لکھنؤ کے بیان میں خیریت اختتام ہے
اور جلد سوم مشعلی بحث زبان اور دوسرے حال جو انگریزی اصلاح سے جلوہ پذیر ہوئی ہے۔ اور جلد چہارم میں مذکورہ شریعت
تمام ہندوستان ضلع ضلع، صوبہ صوبہ، شہر شہر و قریہ قریہ علیحدہ کر کے اور ان سب جلدوں میں
..... یہ تذکرہ ایک کنگول ہے مگر میں نے ابھی تک اس تذکرے کو شائع نہیں کیا ہے جس نظر
کو جب سب جلدیں چھپ چکیں تو مینا کا مدلی کی نظر سے گزرے۔ اگر سب جلدیں نہ ہوں تو دہلی اور لکھنؤ کی جلد ساتھ ساتھ ملنا
پاٹنے۔ جب ملنے ہے۔ یہی سبب ہے آپ لکھنؤ تک یہ تذکرہ نہیں پہنچا صرف اپنے مدد ایک عزیزوں کو دیا گیا ہے.....
..... بہت جلد تیار ہوتی ہے۔ تو میں دو دن جلدیں روانہ خدمت کرتا ہوں خط
حیث برہان سخن گریستند از سد

افسوس ہوا آپ کی نظر سے نہ گزرے، بھول دی جو ہمیشہ چڑھیں، بخدا میں اپنی تحقیق پر قسم کھاتا ہوں کہ جو مذاق مجھے خدا
نے عطا کیا ہے، اُس مد سے اس وقت جناب داغ دہلی میں اور جناب امیر لکھنؤ میں اس پایہ کے جس جس پایہ کے تیر
و میرزا، ذوق و غالب، نصیر و دوست، آج و آتش، امیر و میر، آتش، دلکش، دہلی، بکرو و تہرہ ہو گئے ہیں اس وقت
اگر استاد مسلم اشبیت، مجتہد سخن دہلی میں پوچھا جائے تو داغ ہیں اور لکھنؤ میں امیر۔ ان کے سوا جو میں مد شاعر
ہوں۔ میں تو اپنی یہ کہتا ہوں مد رسول کی تحقیق کا حال میں نہیں جانتا۔ اور بعد تیر و میرزا کے دہلی و لکھنؤ میں ایسا ہی ہوتا
آتا ہے کہ ایک ایک ہوا کیا ہے۔ خدا کے فضل سے میرے وقت میں بھی یہ دونوں صاحب
موجود ہیں۔ اب آئندہ کی خلا جانے۔

میرا دلیان جو آپ تک نہیں پہنچا اور اس کی شکایت آپ نے حیدری محمد شام سے کی میرے سر لکھنؤ پر گز
و کسی قابل بھی نہ ہو۔ اور اگر کتاب داغ کو فہ لرازی منظور ہے تو بہت بہتر میرے دو دلیان چھپے ہیں ایک صغیر
جس کو چھپے ہوئے قریب بیس برس کے ہوتے اور دوسرا صرف شاعروں کی فزوں کا دلیان موسوم بہ "غنائہ حیدر
پانچ برس ہونے لکھنؤ کے زمانے میں چھپا ہے۔ پہلا دلیان تو میرے پاس نہیں ہے مگر دوسرا دلیان کمرل خدمت
ہے۔ نادر سوا اس کے اور دلیان جو میں ان میں کی چند فزوں لکھ کر بھیجتا ہوں۔ ان کے حسن و قبح سے مطلع کیا جائے
اور ایک شہری موسوم بہ "غنائہ" قاری میں جاتی ہے۔

ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام دام کا حساب لکھا ہے مگر ایسے مقام پر تنگہ کا حساب لکھا ہے۔ اور روپیہ سے کم اس لئے ہے کہ اگر روپیہ کو تنگہ کہتے ہوئے تو سی روپیہ میں لا دیتے نہ کہ روپیہ کے بعد کا وہ جو ہر لکھا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روپیہ سے کم ہے اور دام سے کہ ایک پیسہ کو کچھ ہیں زیادہ کو نہیں۔ اور الفضل نے آئین اکبری میں فقروہ کے اسماء میں سے یہ لفظ داخل نہیں کیا۔ اور نہ کبھی حساب میں یہ لفظ دیکھا گیا۔ سوائے اسی جگہ کے جہاں پر لکھی گئی۔ اور حضور نے بھی اس کا حاشیہ نہ چڑھایا۔ شاید یہ لفظ عام نہ ہو اور اس ملک کے مزاج میں نہ ہو اس لحاظ سے حاشیہ کی ضرورت نہ ہو سکی۔ پھر حال مجھے اس وقت اللہ عزوجل کی رحمت سے ہے اور وہ یہ کہ اہل بگرام کا ”مہر معین“ ایک فقروہ ہے جو سلف سے چلا آتا ہے یعنی بہت دو نیم ہزار تنگہ راجگانے یا رائج گانے اللہ ایک دینار نہ سرخ سلطان یعنی اشرفی اکبری۔ اکبری اشرفی تو مبلغ مہر (سات روپے) تھی جس کا حساب حضور نے آئین اکبری میں لکھ دیا ہے۔ مگر تنگہ کا حساب معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے حضور کو تکلیف دیتا ہوں کہ ازراہ ہند گانہ بہت جلد اس سے اطلاع دی جائے اور راجگانے یا رائج گانے کی بھی تحقیق سے مطلع کیا جائے۔ کو کس لفظ کا استعمال درست اور مناسب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ میں تنگہ کے معنی دو پیسہ دو نوں کے ہیں۔ خیانت اور برآن سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر آئین اکبری میں دو ہر تنگہ کا روپیہ کے بعد اللہ پیسہ یعنی دام کے پیسے معلوم ہوتا ہے۔ اب حضور کی تحقیق پر اس کا فیصلہ ہے۔

اور اسی فقروہ مہر کے لئے بہت دو نیم ہزار تنگہ راجگانے یا رائج گانے۔ ایک دینار نہ سرخ سلطان کے تطبیق پر راجگان سلف نے صدی آخری ہجری میں فقروہ حال سے کر کے لکھا ہے۔ کہ ایک ہزار و بہت و چار روپیہ باید یا بہت و پنج روپیہ ہوتا ہے۔ اگر تو جو کر کے اس کا حساب بھی ٹھیک کر دیا جائے تو ہم مسلمانوں کی رتہ کے واسطے بڑا فائدہ ہوگا۔ اور حضور کو اس کا ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ۔

جہاں اس طریقہ کا پیرنگ بھیجا جائے، محصل یہاں دیا جائے گا۔ نشان یہ ہے کہ آرمہ شاہ آباد مطبع نور اللہ صاحب سادات بگرام نزدیک سید فرزند احمد صفیر بگڑائی کو پہنچے۔

صفیر بگڑائی

۲ جون ۱۳۵۵ھ۔ رجب ۱۳۵۵ھ از آرمہ

مولوی غلام حسین کنتوری

بنام مولوی حبیب الرحمن خاں شوقی (۱)

مکرم مستم ملاذالاکام زید مجددہ۔

بعد سلام و تحیت آج نامہ نامی مع پمفلٹ کے پیشکش کر رہا ہوں کہ آپ کو فرصت اشغال ریاست سے اس تصدک ہے کہ ۵۵ روپے میں بھی ہوا مسودہ نظر انداز نہ کرنا۔ دو بزرگ اپنے معین خاک نے تجویز کئے تھے ایک جناب مولوی ابراہیم صاحب بانی مدرسہ احمدیہ آراء ان کی ملاقات اس قدر ہے کہ خط پر ہوا ان سے دشوار ہے۔ دوم حضور جن کی کم فرصتی کا یہ حال ہے دل سے برسی۔ امد حضرات علما چہ سنی و چہ شیعہ ان کے وہی خیالات اور وہی طرز جس کی برائے سے باب چہارم حضور کو ناپسند ہوا۔ اب فرمائیے کہ میں کیا کروں۔ آج اس خط کے آنے سے میرا خیال جو دیر سی جواب خطوں میں تھا پختہ ہو گیا۔ ۲۲ دسمبر کو کم جود انحصار الاسلام کے جوڑ چھپ گئے تھے روانہ خدمت کر چپہ آج کے خط میں بھی اس کی رسید نامہ ہے اور تردد ہے کہ پہنچی یا نہیں۔ مجھے ہزار زبان سے شایرہ آپ کی اصلاح اور ہدایات کا کراہت ہے جس پر عملدرآمد کرنے سے میں بہت سی جہانوں سے بچوں گا۔ اہللال کے لفظ مجھ سے پڑ گئے امید ہے کہ پورا پورا حنفی تحریر فرمائیں۔ میرے پاس ایک تاریخ الغلام صفہ مطبوعہ مطبعہ الوائے قسطنطنیہ سال ۱۳۵۰ جو زبان فرنگی سے ترجمہ ہوئی ہے اس کے صفحہ (۱۳۵) میں حکیم میر حسن کی لافعی میں منسوخ ہے

و کذلک یكون الشیء عنیلة عند مسور خیلہ عند اخرین مان العجم یقرؤج الرجل منہو بغنة بلا تیکر و ذلک موبقة عند یونان۔ اور اپنی مذہبی تاریخ اور حدیث میں بھی مثل تفسیر کی روئیوں کے اس کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی اسی وجہ سے مجھے شواہد منقولہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ کی رائے نہایت قوی ہے کہ اس مسئلے کا ذکر انصاریں چنداں ضروری نہیں ہے مگر سب ہم تحریر محرمات نسبیہ کو مثل مذکور سے بھی ثابت کرنا چاہیں۔ آخر پھر ہم کو کیا کرنا ضرور ہوگا۔ آج نہیں تو کسی ہی مرض پیش آئے گا کہاں تک گزیر کریں گے۔ انگریزی عبارت کا ماشیہ پر ہونا بلکہ ملدی کتاب کا ایک کامل انگریزی ایک اردو میں ہونا ضرور ہے۔ مگر مجھے تو یہ بھی امید نہیں کہ جس قدر چھپ رہی ہے اسی کا بار مصارف مجھ سے اٹھ سکے۔ اگر خریداری بھی نہ ہوگی

کی اہل اسلام ایک ہزار جلد کریں جب بھی میں سب کچھ کعدن سے

کریاں راجست اندر دم نصبت خدا و ان نعمت را کرم نصبت

چار جزہ انتصار کے اور بھی قریب جیادہ کی گئی ہیں۔ ۳۱ دسمبر تک امید ہے کہ ملاحظہ حضور میں پہنچا دیں گا۔ مولوی گزارش یہ ہے کہ جو مسئلہ ڈاکٹروں نے خواہ مخواہ کیسٹ یا مللے جیالوجی اور نسبولوجی زادالوجی اور جیالک تاسی وغیرہ وغیرہ اب طے کر چکے اور اصلی دلائل کی بناء ہماری شریعت کے خلاف ہو چناچہ یہ مسئلہ اشادی قریب کے رشتہ داندوں سے (ڈاکٹر لیا نے جو اس کو طے کر دیا ہے ہماری شریعت پر اس تحقیق جدید سے بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ بھی اہم مسائل سے ہے جس کو ہم تحقیق تیس سے لکھنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا طے کرنا ہمارے واسطے کوئی وحی آسمانی نہیں ہے کیا اب سب سے ہم قطع کر دیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضور۔ ان دلائل کو جو ڈاکٹروں نے لکھی ہیں مجھے تحریف و تائیس خواہ کوئی کتاب مجھے مرحمت ہوتا کہ اس پر غور کروں۔ انتصار اسلام کا مروجہ بحث قریبی ہے۔ مکرر۔ اگرچہ گستاخی ہے مگر اسلام کے چرچ میں پھر مجھے لکھنا ضرور ہے اگر میری کتاب میں غلطی ہو تو کیا آپ پر اس کا الزام منظر و صورت اسلام نہ ہوگا۔

الذنب غلام حسین

۲۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء

(۲)

مولوی حبیب الرحمن خاں

الصدیق الكبير والرحمن الخیر ادا م اللہ عہدہ۔

بعد تاویہ تسلیم و تحیت آج اختصار نامہ جواب عرفیہ فراغت کے آیا اور دیویم جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب مہتمم مدرسہ احمدیہ آہ کا خط متخصیص اصلاح بعض فزراشت کے جو مجھ سے مسئلہ حقوق والدین میں ہوئی ہیں جواب میں مذکورہ انتصار اسلام کا ہے پہنچ کر میرے ذمہ آئے مگر کامریم سیاہ بن گیا۔ چودھواں باب نکاح باخراہین و ذوقان حضور کی خدمت میں بعض اصلاح نامہ کر چکا ہوں امید ہے کہ مشرف ملاحظہ ہوا ہو۔ اب مجھے ضرورت ہے کہ چند اور ضروری کی گزارش کروں۔ میرے علم اور کمال کا شہرہ جو کچھ ہو کر میں ہمیشہ محتاج مشرت اور اصلاح کا رہتا ہوں۔ ادکیمی اپنی نصبت پس مجھے ناز نہیں ہے ان اس کا فخر ضرور ہے کہ میں اکابر سے اپنے خیالات کی خواہش اصلاح کرتا ہوں (۲) انتصار اسلام ایسی کتاب نہیں ہے کہ تنہا میں خواہ کوئی اور بڑا متبحر عالم اسلامی اس کو لکھ سکے۔ لہذا مجھے واجب ہے کہ جو کچھ میں لکھوں اس کو اہل علم منظر اصلاح دیکھیں اور میری غلطی کو عرض ہمدوی اسلام سے منع کر دیں تب وہ کتاب شہرہ کی جلتے دود نہ ہو۔ چناچہ جس قدر مسودہ طیار ہے اس کے اجزا پہلے ملاحظہ میں فرما سید علی خاں پلور رئیس کالج جو کہ راء اللہ علوم اسلامی اور علوم جدیدہ سے بھی کسی قدر آگاہ ہیں پہنچایا اور ان کے پسند کے بعد اب جایا دیگر علماء کی خدمت میں بھی روانہ کر رہا ہوں۔ آپ کی اسپیج معبرہ بعد از مدوۃ السلام سے مجھے پوری امید ہوئی کہ آپ ضرور میرے مسودات کو ملاحظہ کریں گے۔ اور فزراشت پر مجھے متنبہ بھی کریں گے۔ چناچہ آج وہ امید میری پوری ہوئی ضرور مجھے آپ سے تعارف ظاہری نہ تھا مگر یہ کام اسلام کا ہے اس میں ظاہری تعارف کی کچھ حاجت نہیں۔ علمائے اسلام چہ شیعہ اور چہ اہلسنت و عا سب کو توفیق دے۔ میری ناقص رائے میں کمتر ایسے بزرگوار ہوں گے جن کی مغربی اصول جدیدہ سے اطلاع بھی ہو۔ مجھ سے اکثر بحث ہو چکی ہے فراتے ہیں کہ ہمارا علم کلام قدیم کافی ہے کئی شبہات

کے دفع کرنے میں۔ ہزارا فوس اب کیا کہوں جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اصول جدیدہ کس چڑیا کا نام ہے اور اپنے خیالی
 علم کلام سے سب کو رو بھی کر رہے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ اگر کوئی عالم کسی شبہ کا جواب لکھے گا پھر اس کو وہی سلفی
 کے برابر سمجھا خیال کرے گا گوئی فتنہ کیا ہی غلط جواب فرما دے ان مٹا سے کیا امید ہم کر رہے تھے ہیں۔ جن اصول پر
 لاکھوں فلاسفر کیشیاں کر کے اور آپس میں بحث فحش کر کے ان کو قائم کر رہے ہیں ان کو ایک عالم صد اخوان کا رو کر نکالنا
 شاید سمجھ ہی نہ سکے گا۔ اسی نظر سے خاکسار کم مایہ اور سچیدان بحث آپ ایسے حضرات سے بیزار ہو کر انکسار گزارش
 کر رہا ہے کہ میرے مسودات کو بغیر اصلاح و تصحیح فرما لیجئے تب جا کر ان کو شہر کروں اور میں ہرگز مدعی اس کا نہ ہوں گا۔
 کہ مجھے تائید و اعتماد الاسلام کی تعریف کی بلا اعداد و ابراقول کے ہے۔ اختیار و پیروں یا نہ این طریق آپ ایسے
 علما جن کو میرے نزدیک اصول قدیمہ اور جدیدہ سے استیناس ہے میرے اصلاح مفاسد پر مرد تو یہ فرمائیے اور
 نیز اور حضرات جن کو آپ قابل اس کے ہاستے ہوائی کی بھی اصلاح سے مجھے قوت تقبی دیجئے۔ میری تحریک سے ۱۲
 نومبر کو ایک جلسہ علما اور ائمہ کھنوس اسی غرض سے ہو گا۔ جو غرض انتصار کی ہے۔ اُس کی۔ و داد سے سب کو اطلاع
 دیں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ تاریخ یورپ سے جو سیروں کے افعان جواب چار و دوم انتصار میں حدیث امام جعفر صادق
 سے درج نہ چکا ہوں ان کا ثبوت پورا دیا جائے ورنہ وہ مضمون خارج کر دیا جائے۔ و چشم مولوی کراست حسین صاحب
 پیر شریٹ لا سے بھی یہی درخواست کی ہے۔ مگر یہ ہے کہ آج ایک اسلامی مہمہ کا نکتہ میں جونا چاہا ہے یا نہ کسی
 دشمن اسلام کا۔ والسلام مع الاکرام۔

غلام حسینی

۳۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء نارس

(۳)

بنام مولوی حبیب الرحمن خاں شوقی

جناب معین الاسلام والمسلمین ادام اللہ وجودہ

بعد تحیتہ بسلام۔ آج میں نے جو بلند و جبری شدہ روانہ کیا ہے اُس میں نیچر شکن حوصلہ و روح ہیں اور ابتداء
 سے زیادہ فراہم ہو سکتے ہیں۔ مگر جبری خدائی متکلمین قوم نے یہ ڈالی ہے کہ خرق عادت بدوں معجز نما کے محال کہتے ہیں۔
 ایضا اگر کثرت سے خوارق عادت کا ظہور ہو۔ معجزے کی وقعت باقی نہ رہے۔ اسی وجہ سے میں نے عجائب و افعات
 کو داخل نہیں کیا ہے اور مضطربوں۔ اگرچہ میں نے محمدی کی شریک کی ہے یعنی دعوائے نبوت یا دعوائے تصدیق نبی کر کے
 خارق عادت سمجھ رہے۔ اور بدوں محمدی کے معجزہ نہیں ہے اور یہ قید معجزے کی تعریف میں اجماعی متکلمین اہل اسلام
 ہے۔ اگر یہ قید ملحوظ رہی تو شاید متکلمین کی مخالفت میری تقریر سے مازم نہ آئے اور روزانہ خوارق عادت بلا تعدی
 ہرنے سے فقط اظہار قدرت اور اختیار باری تعالیٰ شانہ کا ثابت رہے۔ آپ جی پورا غور فرمائیں ایسا نہ ہو کہ انٹی
 پڑے اور معجزہ مانتے سے باتا رہے۔ مثلاً مباہلہ زمانہ موجودہ میں جس کی اجازت ہم کائنات حقیقت دین محمدی میں ہے
 وہ بھی محمدی میں داخل ہو گیا نہ۔ جناب مولوی حیدر علی صاحب معصفت تنہی الکلام نے دہلی میں ایک رسالہ چھپوایا
 تھا کہ مباہلہ اہل اسلام کو حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نیچر شکن امور جس قدر ہم ثابت کریں گے۔ خوارق عادت کی کثرت

مزدہ ثابت ہوگی۔ ریاضت نفسانی کے اعمال میں میں مسمریزم بھی داخل ہے اور بنظر وجہ کفائی میں نے کچھ کہا تھا مزدہ ثابت کرتے ہیں کہ ہمارا نفس بعد از تیا ص بھی وہ اثر نہیں پیدا کر سکتا ہے جو بلا ریاضت انبیاء اور اہل کرم کر سکتے تھے۔ مگر یہ مسئلہ اتنی پرواضح ہے جس کو ریاضت نفسانی کچھ ہوتی ہے عام بلکہ خاص لوگوں پر اس کا ثبوت برہانی دشوار ہے۔ آج پھر میں خوشامد کی باتیں کرتا ہوں کہ مجھے آپ کی ریاضت غلیبہ پر پورا بھروسہ ہے ورنہ علمائے موجودین ہر مذہب فرقتہ جس سے مجھے کچھ بھی تعلقت ہے ان سے مجھے اہم اعتبار اسلام کی اصلاح کی نہیں ہے۔ دوسری نکتہ بیان یہ شروع سلم کا جس کو میں غلط بحث جانتا ہوں جو دل اور غلط کے سوا دیگر کچھ برہانی علوم بالکل ہم سے چھوٹ گئے تمام عمر میں دو طالب علم نے مجھ سے سماع طبعی شفا کے اور منافع اقلیدس سے پڑھی ہے۔ آپ کا وقت عزیز بہت منافع ہو گا مگر مجبوری ہے کیا کروں۔

کس کو دکھلاؤں آجے دل کے

یہ طوفان اور جملہ اسلام پرانہ یہ غفلت علمائے اسلام کی یا اللہ۔ والسلام

غلام حسین

بنارکس

(۴۱)

مولوی صیب الرحمن خالص صاحب شریانی

ملاذ کرم ذوالمہد الا تم زید مجرہ۔

اسلام ملکہ دقلی لولیم۔ مسئلہ نکاح و نقران فقہ مجسس میں تاریخ الفلاسفہ جس کو ادیب اریب السید عبداللہ آخندی مہری نے زبانی فریخ سے ترجمہ کیا اور مطبع الجوائب قسطنطنیہ میں سن ۱۳۳۵ھ میں چھپی ہے برآمد ہوا ۱۳۳۵ھ تاریخ بیرصون فیلسوف۔ قال فان اجمعہ یتزوج الرجل منہو بدتہ بلا تکیف و ذلک موافقہ عند الیونان۔ اور ظاہر ہے کہ مراد ہم سے وہی جو کس نہ دشت پرست لوگ ہیں اب اور ڈرائیخ میں بھی مزدہ مل جائے گا۔ آپ بھی تلاش کریں۔ بعض افاضل احباب نے حیدرآباد سے لکھا تھا کہ اس کو معنی معنون حدیث کو تاریخ سے ثابت کرنا اہل اسلام پر فرض ہے۔ دوسرا اعتراض ان کا اقام محبت پر تھا کہ محبت کے اقسام نو میر (جس پر بنائے استدلال سبب سیوم باب ۱۳ کے ہے) بھی مثلاً ثابت کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ امر جیسی ہے مثل عمری بھی اس کو مانتی ہے۔ تاہم معلم ادل اور مطون نے اقام اولیہ محبت کے تین قرائدیں۔ احد ما شفقۃ القربۃ و ثانیہا المیل للالف و ثالثہا حجة الاحسان۔ اب ہم ان افواض سے اعتراف بنا سکتے ہیں۔ چوں کہ ص ۲۷ تک سمدہ صفحہ نے آج تک عا پس نہیں فرمایا اگرچہ میں نے گوارش کی تھی کہ اب کاپی لکھنی شروع ہو چکی لہذا میں نے پہلا باب اردو اور مطلق انسانی کا قرار دے کہ کاپی لکھوالی۔ آج سے انشاء اللہ چھپنا شروع ہو گا۔ میری دلتے یہ تھی کہ اگر یہ کتاب مدارس اسلامیہ میں لڑکوں کو سبقتاً سبقاً پڑھائی جاتی یا کہ اسکول اور کالج کے طلباء کو بطور اسپیج کے سنائی جاتی شاید آپ کا مطلوب بہت زیادہ تر کسی شہر ہو رہتا۔ مثلاً ریاست جہوپال کے مدرسہ خواہ رام پور حیدرآباد دکن۔ ایضاً اور جس قدر مدارس اہل اسلام کے جاری ہیں ان کے بہتم اللہ عسی کہ اس کی ترویج پر آمادگی مزدہ تھی۔ مگر یہ امر جوں اس کے کو کھاتے

فریضے آباد نہ بول دو ذوق فرستے مسلمان میں ہرگز نہ چلے گا۔ خدا بڑا کرے اتفاق باہمی کو جب مجھے آپ سے اندہ آپ کو مجھ سے شک ہے۔ اب فرمائیے اسلام کے اتفاق کی گردن پر ہماری پھری چل رہی ہے۔ دشمن پر برونی کے حربے کی حاجت کیا ہے ساوہ بران علمائے اسلام متقدمان و کس نظامی کا جب یہ عقیدہ ہے کہ ہماری یہی تحصیل ذوالدلتشہ و شہود سلطنت تائیمات ہم کو جمیع شبہات کے رد کرنے میں کافی ہیں چنانچہ مجھے ایک بڑے مجتہد صاحب لکھنؤ نے بڑے دعوے سے ارشاد فرمایا اور تقریباً مولوی حافظ شاہ محمد حسین صاحب الزاد آبادی مکتبہ اعداد مدقہ العلماء علیہ السلام میں بھی ایسا ہی وہی ہے پھر ہم کو عام سے زیادہ علمائے اسلام کے خیالات کا درست کرنا مقدم ہوگا۔ مجتہد صاحب کے جواب میں مراجع مآبانی کا مسئلہ جو پہلے استعمالہ فرق و اقسام سے ناممکن کہا جاتا تھا ادراپ سبب نہ ہونے ہوائے قابل نقض کے جو جب تحقیق جدید اس کے جواب میں شرح مفاد نفی اور تجرید روشنی خواہ علامہ علی خاں خواہ مواد الاسلام لکھنؤ بکا آؤ نہیں ہے۔ افتخار المسین منتساب ایمانات میں پڑھ بیٹھے۔ پھر مال آپ کو خزانے غزوہ جلی کے مجروح سے پر میں نے اپنا مبین اور نہ وہ بازو تجوڑ کیا ہے۔ میرے گریہ سے خیالات کہ آپ سچی محبت اسلامی سے جانجی کر ترویج انتصار الامور اور رفع نقائص و اغلاط بشری پر تو جو کریں۔ یہ بھی ہموار ہے کہ بنائے مباحث انتصار و دلائل اپنی پر ہے کہ مخاطب کا مادہ اصول تصنیف اور استقرا ناقص پر سے نہ لیا ہے۔ زیادہ والسلام

غلام حسینی

۸ دسمبر ۱۸۹۹ء ہمارے

(۵)

اسیہ افتخار عالم

دست اعلاکم

بعد سلام خط آیا۔ اعجاز خردی کے پانچ رسالے میں سے۔ مالہ ادنیٰ کی شرح میں نے لکھی اور ہر فقرے کے دو خواہ چار معنی بعض اپنے ہم نام سے درج کئے۔ مگر اصل مسودہ نو کمشور کو دیا کہ انہوں نے معاذ منہ دیا تھا طرے روشنی طبع تو برہنہ بلا شدی۔ حد حاد نے اس شرح کو بھی طبع سے روکا اور ایند و دیگر سوالوں کی شرح لکھی۔ مگر رسالہ ادنیٰ جو چھپا ہے اس کے حاشیے پر شاید کچھ میری شرح کا اقتباس ہو رہا اگر آپ ذل کثور کے بجائے سلسلہ اٹھائیں دفتر مطبع میں میرا مسودہ منور پایے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی فرمائش کو پورا نہ کر سکا۔ امیر خسرو کے حالات جس قدر آپ کو ملیں گے خیر گر مجھے آپ کی ذاتی عقیدت سے خوف ہے کہ کچھ لکھوں۔ ان علمی دستگاہ میں اجتہاد اس قدر کہتا ہوں کہ براعت استہلال (جگت بازی) کے واسطے فقط چند علوم کی مصطلحات فراہم کر لینا شار کا خیر ہے ضرور نہیں کہ وہ انی علوم کو بھی جانتا ہو۔ میرے خیال میں امیر خسرو اور فیضی اور مصنف طاہر و حیدر لوگ منشی منور تھے عالم نہ تھے۔ معاف کیجئے گا۔ کہہ۔ میں نے امیر خسرو کی ایک کتاب کسی بہ تحفہ الہندی دیکھی ہے اس میں سنسکرت اصول اور مسیق ہند کا باب راگ مالا بھی ہے مگر کوئی جدت نہیں۔ فقط

غلام حسینی

۸ راکت ۱۹۰۰ء گنڈوہ

مولوی عبدالغفور شہباز

(۱)

بنام سید افتخار عالم صاحب مدبردی

کرمی تسلیم

۲۰ ستمبر کے خود کا جواب آج۔ اس سندی کی دو چاہتا ہوں۔ خدا جانے اس آپ کہاں ہیں، حیدر آباد میں یا کھنڈل کش برقی زندگی کے گھر میں۔ مگر ان ہی مرنے والے کو اس ملک کی آگ لگتی ہے۔ میں اس لئے کہ ایک تو کن کی سزا دینا، مرنے کے بعد وہ دنیا کی میرے دوسرے آپ نے مجھے تحریک بطور وعدہ فرمایا ہے کہ کتنے چاہئے تھے اور کتنی افات فرمائی تھیں۔ مگر یہی تاریخ آپ کی ایجاد عالمی کمالی صوبے کو روک دے گا۔ پانی ضرورت فرمائیں تاکہ پوری طرح مستفید ہوں۔ مگر تاریخ پر قریبے شک آپ کو انعام دیا جائے۔ محمد ن کا کچھ بٹری کیا چھپ گئی اگر چھپ گئی ہو مگر ایک کتاب نیت فرمائی۔ حیدر آباد نہیں آئی تو کیا برا مارے گا۔ مگر یہی تاکہ کوئی صاحب جس کے چار چار ہیں وہ کتاب جو بیچ دیں۔ سرالعامین کے حق میں آپ کا بھل سم تاقی ہے کہ ہزار دفعہ آپ لا مرتضیٰ صاحب فرمائیں گے۔ ایسا ہی ملکات نہ تھیں دیا کو بھی ستیا داس کھریا ہے۔ میرے ایک قدم سٹی سید احمد صاحب دلی کی کل جہاں سے تشریف لے گئے ہیں آپ ان کی تاجرت سے ضرور واقف ہوں گے۔ میں تو نہیں سندھوستان کا ناگزیر جانن کہنا جس میں مضافتہ ہندو آپ ان سے ضرور ملے اور موقع ہر وقت کہیں کچھ دیکھ کا بھی بندوبست کیجئے تاکہ ان کی فطرت ہر اور ان کے مقاصد کے حصول میں موجب سہولت میرے خاص کر مفرانہ میں۔ سروسٹ اسی قدر پراگشکار کا ہوں۔ مگر جواب آئے پر عرض کرں گا۔ والسلام
شاہکار مراد پانچا ز محمد عبدالغفور شہباز
گھنٹن دیستان اورنگ آباد دکن ۲۰ ستمبر ۱۹۰۷ء

(۲)

بنام سید افتخار عالم صاحب مدبردی

کرمی تسلیم

آپ کا خط آپ کی جانی کی دے گیا۔ انہوں نے اس کے جواب میں ایک شہد ہر کی کے یہ الفاظ کا کرنا دیکھتے ہیں۔ آپ نے عالم کو میں جانے نہ دلی گئی۔ بھلائی کے دن چار دیکھی دی آپ نے عالم ۱۹۰۷۔ آپ کے نام کے دن سے انہوں نے ایک خط بھی اعتراض کیا کیا میں۔ افتخار کو کہہ دو کہ ابھی امتحان نہیں آیا جب آئے گا اجازت دیں گی۔ فرض یہ کہ ان سے مجبور ہوں۔ امید ہے اب آپ دعا آپ کے جانی کو فائدہ ہر طرح صبح ہو گئے ہیں۔
آپ کا نیاز سندھوستان اورنگ آباد دکن ۲۰ ستمبر ۱۹۰۷ء

(۳)

سید افتخار عالم صاحب مدظلہ

کتابت نمبر

تعب بے سبب کیا کہی تا جب طلب پر حرا۔ جو کئی گری نے باؤں بنا رکھے تھے۔ جس میں بھی سفر کو کون کچھ۔ وہ فوجی لگتا تھا۔
کی کافی سزا گھر بیٹھے مل رہی ہے۔ سفر میں ستر کے بھر گئے کی کیا عزت محاسب کے لئے اس۔ نہ تو صحت رکھ جو اس دست نہیں میں کچھ جا۔ نہ میں تھک
کہا جب ماہرہ کی گم جو شیوں سے مجب نہ فوجی خاندان کا۔ یہ ایلام آہیں چکے ہیں۔ اخیلاں میں شایع ہو جائے گی وجہ سے آپ کے احباب میں دیکھ گئے ہیں
بات یہ کچھ بولیں۔ پھر کچھ خاموشی ہوئی۔ بلا تا تو کچھ شیف ہیں۔ خفیف و اسفند نیکو کنہ بیان کا سنا تو گیا۔ مگر جزو حال نہیں ہو سکی تو پرست
ہاں تو یقیناً نہیں ہے۔ جہاں تک بچہ یاد سے میں نے وعدہ تو نہیں کیا تھا۔ پٹے میں نہ دھریا۔ اب بچہ بڑے کیلئے جاتے ہو کچھ بچے سن میں کچھ
شوائی نہ رہتی تو آپ کی توقعاتیں کے طور پر کچھ بتائی ذوق میں دو باہر۔ ایک عجیب خوش خاوند ہو گیا۔ آپ کو کو صاحب کا وہ شہ۔ اودہ۔
تو سے دود پر چھپے ہو تو یہ جان بھوٹ جاتا۔ کہ خوشی سے مرزہ جاتے۔ گراہتا۔ مڑتا۔ کچھ آپ کی کئی نہیں سے لیتا تو آپ نے جو کس
دود سے کوئی بھیک میں خیال کیا ہو گا۔ لیکن اب یہ بچہ خوار و خوار خوات کا خطاب دیتے تھے اسے میں تو میں کی کو درجہ نہیں ہو سکتا۔ آپ سے
بچے چھپے نہیں رہ سکتا۔ میرا ان سے دوکان کو روکنا ان گستاخاں کو روکنا۔ میرا ان گستاخاں کو روکنا۔ میرا ان گستاخاں کو روکنا۔ میرا ان گستاخاں کو روکنا۔
مسم تا نہیں ہوئی۔ وہیں سے چھوٹی لڑکی کو میں چھپایا ہے۔ وہی ساتھ جلسے گئی۔ آپ کو گرن ہو تو عملی گروہ میں ہی کھتے ہیں۔ یہی شیف تارینا راہی
سے بشرط عقد اطلاع سے مل رہی ہیں۔ آپ کا بندہ گنہگار مگر سراسر۔ عبد الحفوز

دہلی ۱۳ جون ۱۹۱۱ء

(۴)

سید افتخار عالم صاحب مدظلہ

کتابت نمبر

دو دنوں خط پہنچے۔ پہلا جواب طلب نہ تھا اس سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ دوسرے کا جواب فوراً لکھ کر فوراً سے جی بہت خوش کیا جاتا ہے۔ جی
ہرگز نہیں چاہتا کہ دوبارہ دہلی کے مزہ مزیدو متوں کے تھکافوں سے آپ خوشی سے تشریف لے جائیں اور اپنے وہ فوجی حوزوں کو بھی دیکھ کر آنے سے بہتر
کم از کم وہاں۔ وہیں مجھے مطلع کیجئے تاکہ میں آپ کی راحت و آرام کا سامان پہلے سے کر رکھوں۔ یہاں مکان ایک کراٹے کو میں نے لے لیا ہے۔ اس میں
دست تو کافی ہے مگر وہ سامان جو ایک گھر کو کافی آرام کا ذیلیہ بنا سکے، جو تک میں نہیں پہنچا۔ آپ اور آپ کے عزیز آئیں تو کافی سے زیادہ سامان
لکھ کر آئیں مکان کا میرا دوسرا۔ انسانین تو وقت رو لگائی میں کچھ تادیبی کہیں پیشینہ پر حاضر رہوں۔ یہاں میں کا تا بھی اس سے ہے میں شاید میں سے زیادہ
اٹھ کا مشتاق ہوں۔ یعنی وہ دہلی پہ لکھوں پہ احسان کریں۔ والسلام۔ خاکسار سراپا نیا و مشہد ہزار
دہلی۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۱ء

(۵)

بنام سید افتخار علی محمد صاحب دار سرودی

کرمی نسیم

۱۰ جون نو فوٹوش نامرولی کا چکر لگا کر برادر انگ آباؤ سنیو آپ اس خط میں مجھ سے ہر روز بی مگر خطاوار پیش میرے محاذ سے کئے غفلتوں میں
میں فرماتے ہیں کہ جہاں تک شکریہ ادا کروں یہاں تک سب سے شک و شبہ رقت برضیٰ علی میں غصب کا گہرا دم چا بہا تھا۔ ان بیٹی کے بھرت رہتیں بہن ہیں
سے جانی سے بیٹی ماں سے باپ سے۔ وہ کیا ان ملک سے۔ اس پر سزا دیوہ تھا کہ جہاز سے میری چھٹی صاحبزادی بھی تشریف لائی تھیں انھیں وہاں سے
تھا ایک تو اپنے وطن کے چھوڑنے کا۔ دوسرے وطن کے چھوڑنے کا یہاں بھی گزرتا تھا وہیںے وطن میں اپنے نرمل علاقے سے انھیں سحر کر دیا تھا جن
ظاہر بلیک وہیں نشست ہوئی تھی کہ یہ حقیقت میں کئی دھڑکن کی رشتہ کی کا سا سراں تھا۔ چھوٹی دوسری بیٹی کو ہی شہید و لہجہ، محمد صاحب کا اصل ثانی کو پہلے ہو
مستحب اور نرختی سے بھی ایک نیا وہ عدد ناگ سماں دکھا رہے تھے۔ جسکی شک و دوسرے صفے سے ہی اپنی رعت جہاں تک لب غلت جگہ کے ساتھ ہے اور
دوسرا ہوا۔ جیسے لکھا کہ آپ کو کھانا طوفان موت بھی خود ہر وجود سے نہ آنا اور آپ کو دیا یہ تکلیف دینا یہ کون کی آدمیت تھی آپ اس سے خوشی میں لگے
سفر بیت عافیت سے ہے برا۔ ہمیں یہی آوی دلی ہے اور انگ آباؤ ملک ایک پورے ویسے پکا رشتہ کے ملک سے ہوتے ہوئے دو چار رشتے کے لئے ملک
خود تون نہ کہ مع اپنے ایک صاحب زادے سے تشریف لے آئی تھیں جن کا آنا بھی خالی از لطف تھا۔ وہیں بیگم آن کی مذہب باتوں سے بہت خوش ہوئی
وہاں ہی خوب عمدہ طعمہ سے مہمانداری کیا گئی۔ پانچویں روزی۔ دینی پڑی۔ اور گھڑی کی خیالات پر پیشانی۔ آپ نہ وہ خود اپنی بات کی کچھ کہی۔ کچھ نہ
اور وہاں کو نہیں کہہ سکتے ہیں تصور میرا ہے کہ کیا اٹھا جو۔ روح کا اس میں کیا تصور ہے۔ جب ایک دن دیکھے اور ایک دن کلام سننے کی آگے کا کہ یہ سزا
میں ہے نہیں معلوم کہ دیکھنے اور کہہ سنے پانچویں آپ کی وہی گھنٹی میں سے کی دینی بیگم پر آپ کا کیا حق ہے اسی کے تو رشتوں کو بھی ضرور نہیں کہ آپ کو ان میں
اور آپ سے میرے کیسے مراسم ہیں یہ نہیں کریں نے آپ کا حال بیان نہیں کیا مگر تمام خصوصیتیں کا ان پر حال۔ اس فرستہ قلم میں میں ملے وہاں میں انوس
کرنا چاہی۔ کہ آپ کا دل ایسا نازک ہے کہ اس قدر جلد شکستہ ہو جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کارخانے کا یہ سب ہے۔ بعد ازاں کہی وہ بیٹی فرم میں موت
کو لپٹے دینا ایسے نازک دل سے آپ اس دنیا میں آرام سے بسر نہیں کر سکتے۔ آپ کے جانی کی ناسازی مزاج اور طہر کا ناسازی مزاج سے سخت
تو وہ ہوا ہے جو اسے کہ جلد شکستہ لگی حلاوت سے۔ میری طرف سے جو سلام بہت بہت اظہار ہر روزی فرمائیے۔ وہاں خانا بہرہ فرمائی ہے۔ تصور یہ کہ
کہ کتاب کے لئے حضرت پر مگر میرے لئے تو چنداں عزت نہیں اس لئے کہ میں آپ کو دیکھ چکا کتاب کی عزت میں دفع ہو گئی کہ میرے خیال میں اب
کتاب ہی کی عزت نہیں۔ تو کشتہ عطا دے کے کاغذ پر جسے انجام تکلیف بند دستان کے کار کے حالات یا تصویر چھاپا ہے۔ مافقہ سامہ علی حسنا
سے لے کر لایا تھا کہ آپ کا دل نازک تھا۔ پھر طریں کا تو آپ کا سلام حضرت شکستہ میں عرض کر کے گا۔ رشتہ کی کئی کئی سوانح عربی حب و دعا میں
میں دلیں گا۔ مگر نا تمام ہے۔ وہ فیروز متجب آپ دوست کر چکا گا۔ آپ کی بجائی میں بندگی عرض کرتی ہی خدا معلوم غفار شہباز

انگل آباؤ دل ۱۰ جون ۱۹۳۲ء

(۶)

بنام سید افتخار علی محمد صاحب دار سرودی

اسلام علیکم

پہلی صبح کا پہلا سحر آتا ہے تو کوہِ بزمِ انتظار کو چستی کی دھن کا سحرہ نظر آیا۔ حاکمِ مہدِ عیسیٰ صاحب کا تاریخی ذہن دیکھ کر حیران
مناسب اساتذہ صاحب کے ساتھ دس دی۔ فرست ہے صبح اور۔ نہیں بھی ہے۔ الفجر جمنی ان کی نظریں وقت نکلتا ہے ایک ایسے درجے
جس کی (۱۶۷۰ء تا ۱۷۷۰ء) کی انتہا تھی۔ یہ حضرات اپنی وقت اس میں رستہ پر گری پڑتے ہیں کہ ان کی جالی جانے میں وقت سے
تھکوان کی خوشخبری سنی ہے پڑھنا بھی پڑ گیا ہے۔ کبھی میں اب بھی پڑھنے کی جب عمر وہاں صح فرزدی ساقی بہتے تھکوان پڑھنا۔ یہاں نظر ہو تو
تھکوان پڑھنا۔ یہی کوہِ بزمِ انتظار کی طرف سے دکھائی دے۔ یہی کوہِ بزمِ انتظار کی طرف سے سلام۔ ان صاحب کو میں نصیحت پہناؤ تو
خاکسار شہباز۔ شہباز سزا۔ ادب تک آباد ہوئی۔ یہ وہ سحر ہے۔

(۲)

بنام سید شفا عالم صاحب دارمدی

کوہی سید صاحب۔ تعلیم

مولوی سید احمد کا حضرت دیکھ گیا اور آپ کی تحریفِ غیر سے گوری یہ خیالی یہ سے دل میں بھی مدد سے تھا مگر نعمات نہانے ظاہر
ہونے حالت وقوع نہ دیا۔ ایک زمانے میں جب خدمتِ مہم اکبر پر کہ جن صاحب آکر سے کے سب حج غے مس وقت یہ خیالی اس عنوان سے ذہن پر آتا
کہ ان کے ترسو سے حکم دلا مقامِ فرنگ سے تو ایک کرائی جائے تاکہ وہ۔ ذہن کے عاشق اور شاعر پر گور وقت دیکھے۔ وہ ہر مرد ساقی
سے ملے ہو مگر یہ خیالی بھی دن کا دلی ہی میں رہا۔ مولوی سید احمد گریا میر سے خیال کے ترجمان بنے اور فضیلتِ تقدیم انہوں نے حاصل کی۔ دلی
تائید جس کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں کیا کر سکتا ہوں جب کہ میں خیالی تائید میں بطور خود مستحق نہ کہ سا کہ کتاب جو میں نے نظیر کے حالات میں لکھی
وہ بھی غور سے نہ چھپا سکا۔ مگر راز اس کا حقِ تعریف میں نے لکھ کر دیا ہے۔ اگر اس کا حقِ تعریف میر سے کہنے میں تو اتنا شاید آگے نہ
فاہم یا دگا نظیر کی طرف سے کہیں یا دگا نظیر کہ جب کہ دیتا سب بھی اتنا کہ سکتا ہو کہ اس کتاب کو کہ وہاں نہ تھیں اور نہ خدمت سے انہوں نے
آپ جیسے احباب کو خود آکر سے رہتے ہیں جہاں سے آسانی سے جنت سے حالات کا نہ ہم پہنچ سکتے ہیں تو میری مراد صراحت میں معقول۔ وہ
فراموشی وہاں تک میر خیال ہے نظیر کی فراخی ہندو نہ دہی میں سے جس قدر حالات نہ نہ کیے بنے نظیر میں ان کی رعایت سے دس لکھے ہیں وہ موت
لیکھ حالت کا تہیہ ہی نہ آپ یا مولوی سید احمد سے کہہ دیں سکتے ہیں انکسرت سے دل چاہے حالات ہم چھٹا سکتے ہیں اگر خدا خواست وہ مرچ
ہرل تو وہ فراموش ہوتا ہی۔ مثلاً وہ معدوم البصرہ ویش ما بنے میاں یا میاں نظیر کے اور نہ وہ دشت۔ دیوان فارسی وہ وہ نظیر کا
ہندوستان نہیں ہوا۔ سنا کہ اگر ایسا ہی ان کی کسی حادث کے پاس ہے۔ اسی کو کسی تہیہ سے ہم پہنچا چاہئے۔ اگر مولوی سید احمد صاحب
اسی کام میں مصروف ہیں تو ان کو کہیں ہر حال میں ترجیح حاصل ہے۔ وہ مجھ سے اس کام کو ہندو اور جو کہ کہے۔ شاید ان کی کتاب دیکھنے کے بعد
پہلے سے پہلے ہی کے اصول ہو میں بھی کہ انچہ مدد شری علیہ دکھاؤں۔ یاد دے کہ اب میں صرف قلم کا پیر تر بننا دینا اور صرح مزار کندہ کر دینا
کا فی نہیں ہے۔ وہ نہ صرف کام دیا کی خدمت میں اپنی سفید مطلب بھی مانتی ہے۔ حکام، ائمہ، ایسے امد میں مددینے کہ ہر وقت تیا رہتے
ہیں۔ صرف تحریک کی دیر ہو جاتی ہے۔ کیا آگے میں کوئی ایسا کلک شریاکشتر نہیں ہے جو اس کی پڑا دگا۔ نظیر کا پر ہی ڈنٹ مقرر کیا جائے سب سے
پہلے مناسب ہے کہ با سنا ہدایہ کی پڑا دگا نظیر کا قلم آئے بعد ازاں وہ کہیں۔ چنے تہیہ۔ یہاں کا ایک قلم پڑا دگا کی اعلیٰ حاکم شری خدمت
میں سے جائے اور اس سے حمایت اور اخانت چاہے خیالی مدد میں ہم مدد کی کہ وہ خواست کرتے پھر جب ایسے حاکم کی سرپرستی حاصل ہو جائے

ترکاروں کا کرانے چلایا جائے۔ جب کافی رقم جمع ہو تو پہلے قبروں کی مدد کی اور درجوں کی تجدید عمل میں آئے پھر کھنڈا بڑایا جائے پھر مگر فنڈ
مستعد کر کے ترتیب سے مزید ایک ہال بنام نظیر ال تمیز کیا جائے۔ تاکہ مستحقانِ نظیر اور سیرتِ خیر خفایہ عیدِ اذہار کے موقعوں پر جمع ہونے کے لئے
جمع ہوتے ہوتے یہاں اور ایک طرح پہلے جو حقیقت کا انکشاف کرتے تھے اظہار کریں۔ رفتہ رفتہ نظیر ال کے ساتھ نظیر کلب گھر میں قائم ہو سکتا ہے۔
جس کے نئی آمد و زبان یا لائن مشرق کی لائبریری میں تسلی کرونی جاسکتی ہے اگر یہ خیال سروسٹ باطل ٹھہرے گا سا خیال ہے مگر سروسٹ والے رنگ
پرست ہوں تو کچھ شکل نہیں ہے۔ یہ شکل نیست کر آسان نشو و بردیا کہ برسلاں نشو و میں مالی تائید کی قدر کر سکتا ہوں اس کا فیصلہ اسی وقت
ہو سکتا ہے کہ باغیچہ کیٹی یا دیگر کام ہو اور باغیچہ چند سے کی ضرورت میں آئے لیکن سروسٹ اچھا آگاہ ہے کہ سکتا ہوں۔ گراہی تو فتنے کے موافق
ہو تو اس کے لئے ایک چند ہوں گا۔ روح مزاد کے لئے ایک۔ کتے کے لئے ایک۔ نظیر ال کے لئے نظیر کلب گھر کی ایک نظیر لائبریری
کے لئے ایک۔ لائبریری کے لئے یہی کہ کتابیں ہی دے سکتا ہوں اور آئندہ جو تصنیف کروں گا اس کا حق تصنیف بھی کیٹی یا دیگر نظیر کو ہر کر دے
سکتا ہوں۔ یہی کچھ ہوں میری تخیل محدود ہے۔ اس معاملے میں کافی خیال کی جائے گی۔ والسلام

ظاکر سمرانیانہ محمد بنغفور شہباز اورنگ آباد دکن۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۸ء

(۸)

نامہ مولوی حبیب الرحمن خالص صاحب شروانی

محکمہ محمدی۔ دھیک اسلام و رحمت اللہ وبرکاتہ۔

ادھر کئی خدایت تھے آپ کے سچے اور شرمیلہ اصحاب سے الاماں تھا آپ جو شیخ اور شیخ زادوں۔ مگر ہمارا وقت پر موقوف ہے۔ یہی
ارادہ ہی کہ رہا تھا کہ کتنے سے کام کیا۔ جلد پہلے آؤ۔ ایک نواب علی احمد رقم سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ کوئی اچھا عہدہ میں خدایت کرنے والے
ہیں۔ مگر اگر کوئی بھرتا ہے۔ نہ شادی بھد کا یہ اتنا لے است۔ ہمیں معلوم نہ عہدہ کیا ہے اور وہ نواب صاحب کو یہی مگر اپنی
حاجت مندی کی وجہ سے ہٹا چکا ہوں۔ پر سرپرست حضرت کو قصد دعا کی ہے لہذا کچھ دفعوں کے لئے میری سامری عرض فقیر میں جا چکا ہے
یا باقی صحبت باقی ہیں ان باغیچہ درجوں کا بہت فکر گو کہ ہوں جو آپ نے براہ کرم محمد صاحب کے کتب خانہ سے لکھوا کر بھیج دیں۔ اب میرا
دوبارہ حوثہ امکان مکمل ہو گیا۔ مگر وہاں ابھی تک نامکمل ہے۔ انمبر بانی میری کتاب میں یہ ہے۔

میں تم دفاتر تو بدل کا دم دلی جوش ددل جاں دابتر کا دم دلی

مفتی جہاں دوست کر گئی داری میں دلدہ جہاں دوست نہیں دلدہ دلی

آپ اپنی کتاب کو دیکھ کر کچھ اندازہ بنا سکتے ہیں کہ میری کتاب کے کتنے درجہ خالص ہوتے ہیں۔ تعلیمات میں کوئی سادگی ہے۔ کیا نہایت
الکمال کا نسخہ بھی ہے۔ یہ باخوش دیدار ہے یا نہیں چاندوں سے غضب کیا۔ میں ہی حضرت سلطان سید الادیان کا درجہ یا کوئی اور اسی نظم میں
جس سے اس کے تیر فتنے کے بعد کچھ سامنے آگیا ہو۔ شویاں آپ کے پاس کوئی کوئی میں غصہ قیصر ہے یا میں مروجہ ہے۔ قرآنِ سعیدین
چھپ گیا ہے۔ ہر جگہ فتنے ہے۔ نہ سپر کا نسخہ میں نے نواب احمد سعید خاں کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ بعد حضرت نقل لے لی ہے
چند کتاب میرے نام ہیں لیکن نامے کی صورت نہیں دیکھی۔ جہت بہتہ تذکروں تاریخوں میں اشارہ کیے ہیں بغیر خانی دلد لالی دلی
کو خیر میں کہتے ہیں احمد بخش خاں کی لائبریری میں دیکھی فتنے مرقع سب سے زیادہ اشتیاق تھیں نامہ کا ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو تو سلطان فرج

کاروائی کی اصل کتاب، انگریزی بذریعہ کتب پوسٹ آگے اس طریقے کے ساتھ روانہ ہوئی ہے کہیں حد فیصد کو لے دینا شاید پھر کچھ فرصت
 کہیں رہنے کی .. اگر کہیں ذکر کی چرخی تو ترجمے کے لئے شاید چھ مہینے کی مدت نکال سکیں گا۔ مگر آپ کے شعروں نے بہت مزہ دیا
 وہ برجلی تو کہاں مگر انہماک شکر یہ ضرور ضرور تھا۔ لہذا ادھر سے بھی عرض کرتا ہوں۔

بستراؤں پر شریفیت عجیب	فدائش پر موزوں دوسری ہیں
ہر طرف بڑے موزوں عقل اور	حق آراء حق افراد سے ہیں
خاکسار سلایب شہباز	دہلی۔ ۸ مئی ۱۹۷۹ء

سید علی حسن خاں

(۱)

بنام مولانا ابوالکلام آزاد

خدا دینا المکرم!

نتیجہ تسلیم پہلا پرچہ الاطال کا جب میرے پاس پہنچا تو بے اختیار دل چاہا کہ سب سے پہلے میں اس کا خیر مقدم کر دوں اور اس کے متعلق کچھ لکھوں لیکن عرفت ربی بفسخ العزائم بعض کمالات لاسحق کی وجہ سے میری یہ آرزو بوجہی نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ خود الاطال میں طلب راستے کے شاہین غمون شائع ہوا اور بلند رستان کے اطراف و جوانب سے خطوط پہنچنا شروع ہوئے اور اکثر الاطال میں شائع ہوئے مگر قیمتی سے ہیں اس وقت بھی اپنے ارادہ میں ناکام رہا اور یہ سمجھ لیا کہ کل امر مرہون ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ غرض قیمتی سے اب مجھ کو آسان موقع ملا کہ اپنی دیرینہ فریق آرزو کو پورا کر دوں واللہ ولی التوفیق۔ اس سارے اطال کی تہ چنداں فروخت نہیں کیا کیے شش الاطال کے اور مقاصد علی کے ساتھ مجھ سے بڑھ کر کون متفق اور متحد خیالی ہو سکتا ہے۔ میری ناچیز تالیفات اور خصوصاً المدینۃ فی الاسلام کا مسودہ جو اب چھپ کر شائع ہو گئی ہے اور جس کی ایک جلد بطور ہدیہ یہ حقیر ابالی محنت سے اب باہر رضائی شریف جس کو تقریباً دو برس کا عمر ہوا جسے سرتہ علاحدہ چکے ہیں اس میں میں نے کتاب وسنت ہی کے ذریعے تمام ترقیوں کو دکھانے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کتاب وسنت کے عمل یا ترک عمل پر انسان کی ترقی و تنزل اور زندگی و موت کا انحصار ہے۔

یہ تو ہم سے پہلے مستحکم یقین ہے کہ مسلمانوں کی ترقیت کا مدار صرف اسلام پر ہے مسلمان جب تک کتاب وسنت کو نہ صرف ذریعہ نجات آخرت سمجھ کر لکھ لکھ کر پڑھ پڑھ کر عمل نہ کرے بلکہ اس کی آخرت و دست بردستی ہے نہ دنیا میں اس کو ذرہ بھر کامیابی ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ یورپ کی دورنگی تہذیب اور عقل فریب مادی ترقی نے مسلمانوں کو ایسا مہرست کیا ہے کہ انہیں انسانی معیار سے دور کر دیا ہے وہ اپنے قومی محمد و املا و کلام اللہ ہی سے دور رہا ہے اور اپنی قومی خصوصیات اسلامی شعائر اور قومی مقصدوں کو بھائی کے چھینا نظر سے غور کر کے یورپین تہذیب اور عقلی ترقیوں کی چاک و مک و دیگر کاموں کی انکھیں ایسے چند میاں گئیں کہ وہ صرف ظاہری ظہیم میں پھنس کر یورپین تہذیب اور عقلی کے ساتھ جی بکھلنا بن کر رہ گئے۔

نہ نعمت زد دنیا نہ دوزخ نصیب مظهر توبہ بن جیسے کالی پرستہ کال داری

لاش اس سے تو خدا مگر بدین، وہ مسلمان ہی نہ رہتے لڑائی و لڑائی کی چند روزہ زندگی کچھ سوز جاتی اور کچھ کام کے قومی بن جاتے غضب توبہ تھا کہ

درمیان و اجتنائی، کہ یہ کشیدمان رشتہ، بدایت و لمحی کوئی، اما اسلامی شان کی جھلک سے جوئے بہت کم نظر آتی تھی۔ ان کی تمام تحریر و تقریر اور اقوال و اعمال میں برائے مذہبی اور فطری و پاپ کی دوستانوں کی تفریق کے ذکر سے کتاب و سنت کا نام نہ لگتا، نہیں کہا تھا۔ جو اہل حق و کلام میں داخل ہے اس کا نام ہی غیبی ہونا چاہئے قصہ ہوا۔ عام مسلمان ہر ایک باقی قانونی کو جہل و ابلہ ہے، حرمنا اید، مفسد قائل، اوب ہوئی کتاب کچھ کر لپٹے روز اہمال زندگی میں اس سے بے پروا ہو گئے، ورنہ ذیوی معاملات میں اس سے کچھ سروکار نہ رکھا۔

چرخاندن عروج و زوال سے بالکل گورے تھے، ان کے زمانوں نے جب، انکے کھل کر بہ کا زمانہ دکھایا تو انہوں نے اسلام کو ایک پرانا فتنہ زیادہ سے زیادہ ایک پوشیل یا سرسبز جانی کر اور شاعرانہ ہی کو ایک کہنہ بردا کچھ کرانی کتابیں ایسے مذہبی جمل و ضلالت کے تاریک زمانہ میں، اور ایسے پر آشوب وقت میں جبکہ راستی و کذب، اخلاقی حرأت و بدنگلی، حق و باطل اور ترقی و تہول کے اسباب میں تیز کرنا مشکل اور بہت مشکل ہو گیا ہے۔ زانیں و راز اور دست مل کرتا ہو گئے ہیں۔ محطالہ مجال نے قوی ترقی کے اہل نے ہرے بھرے کھیتوں کو مار کر بیاہ و بیاہ کر دیا ہے، اہلال جیسے سراپا اسلام و یگانہ گام قوی افواج پر برکت بن کر نہ دار و مرنجا ثابت قدرت کا ایک عظیم کرشمہ نہیں کر لیا ہے۔ بارش کے ساتھ ہوا کا زور و بجلی کا چاکلہ، بادل اگستہ، ہوا کوئی غیر متوقع امر نہیں ہے، سازگ مزاجی، کم و طبعیتوں، مظلوم نا انکھوں کو رعد کی آواز اور بجلی کی چمک کبھی ہی ناگوار نہیں، اس کی قدر و قیمت، ایک ناکت زندہ کرشمہ سب کسان کے دل سے پوچھنا چاہئے جس کی کمی پٹی ہو کر ہی ہو اور راتوں کو وہ بار بار اپنی جھوپڑی کے دوزخ سے آسمان کی طرف حسرت و اید سے نظر ڈال رہا ہو کہ اتنے میں رفتہ اس کو کن رٹ آسمان کے ایک جانب بجلی چمکی ہوئی رکھائی ہے۔ یا ایک تشہیر جگر آرزو مند وصال سے پوچھنا چاہئے جبکہ ایک چرخوش اور سراپا استیاق بھرے دل سے اٹھا اٹھا اٹھا کر او ر آسمان کی طرف دیکھ کر یہ دعا کرتا ہے۔

پلٹ جاتے ہیں وہ بجلی کے در سے
الٹی یہ گھٹا کچھ دن تو برسے

خدا کرے کہ اسی بجلی کی طرح یہ معدوم برق یعنی اہلال کا لب و طبع بھی بجائے ناخوشگوار ہونے کے قوم کے پکڑے ہوئے دونوں آپس میں ملائے اور روحانی وصال کے حاصل ہونے کا فدیہ ہو جائے۔ قوم کی سوتلی بہن کی جیاتی لعل اٹھے اور ہماری قوی خول کا موسم فصل بہار سے تبدیل ہو جائے۔

بہار رفتہ پھر آئی تری نشاندہ کو
چمن کو میں قدم نے ترے نہال کیا

وَمَا ذَاكَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ الْعَزِيزِ -

اب اخیر میں اس مضمون کو اس مستعد پڑھ کر تا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اہلال کے اوراق میں اضافہ کیجئے اور تشہیر زبان آب حیات کو سراپا کیجئے۔ ایک پیر آئے کے بعد دو سوے پرچ کا ہفتہ بھر دیا ہی انتظار رہتا ہے مگر ایک روزہ دار کو وقت انتظار کا۔ سلام مع الاکرام !

خاکسار علی حسن - ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۲ء

سید حسین بلگرامی

نقل

۲۱ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ
مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۸۹ء
ایک سرور و سپہ سالار کی موت کے لئے دہشتے جا میں
آسمان جاہ

بعد از حال ————— میرمانہ

ایک رو بکا رہنما آغا محمد حسین مغوف ہے۔ ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ اب تک سرکار کے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی اور ایک چھٹی
کمل ہندو سن صاحب کی جو بندہ کے نام آئی تھی، مغوف ہے۔ امید ہے کہ برو بعد ملاحظہ واپس فرمایا جائے اور کوئی حکم سن
میں صادر ہو۔

دوسری عرض یہ ہے کہ چادر گھاٹ میں ایک مجلس مذکورہ علی ہے اور ان کی طرف سے یہ درخواست ہوئی ہے کہ ہم اپنے کتابخانہ
کی ملک کے واسطے ایک کانفرنس کرنے والے ہیں اس میں سرکار کا نام بطور پیشینہ لینے کی اجازت دی جائے۔ کچھ ٹکٹ فرو
فرمائے جائیں۔ یہ کارخیز ہے۔ امید ہے کہ سرکار ملاحظہ فرمائیں گے۔ بندہ کی حاضری کے واسطے اب تک کچھ ارشاد نہیں ہوا۔

عزیز بندہ
عماد الدولہ

مورخہ ۲۰ رزی الحجہ ۱۳۰۶ھ
مطابق ۱۸ اگست ۱۸۸۹ء

یہ عرض مولوی سید حسین بلگرامی کی ہے جو ان دنوں عماد الملک کے خطاب سے مفتخ اور ناظم تعلیمات تھے۔ یہ پیش ہوئی تھی نواب سر اسحاق صاحب بدو
عماد الملک کے ملاحظہ میں، چنانچہ نا صید پیشانی پر مدار الہام کی نقلی تصویر ہے جس کی نقل کی گئی ہے۔ اس میں جس مجلس مذکورہ کا ذکر ہے وہ
نئی دہلی کے انگریزی راجن ملانڈ میں اور حیدر آباد کے انگریزی خواں شرفا نے مل کر قائم کی تھی اور حکومت حیدر آباد ان معاملات میں مبینہ غرض دلی
سے حسد کیا کرتی تھی۔

(۱)

نام ہمارا جبرائیل پرشاد

عالی جناب ہمارا دیکٹر پرشاد، ہمیں اس سلطنت ہندوستان میں رہنے والی ہر ایک اور دنیا میں رہنے والی کے لطافت نامے نے نہایت مشرف و خوش وقت فرمایا۔ جن کی ہر ایک بات نہایت وصیت و نصیحت آمیز ہے جناب عالی نے بندہ کو کیا فرمایا ہے وہ شخص جناب عالی کے وزیر امتعات و حمایت کی دلیل ہیں و انہوں نے بنا چیز کہ کہاں یہ نفعات گھاس میں لٹکے ہیں کہ جناب عالی کے ارشاد کا بندہ بھی ہم زبان ہے کہ دنیا میں فقط ایک ہی روئے ہے جو آدمی کو ہرگز نہ تنہا نہ تنہا چھوڑے اور وہ بقول جناب ان دو جملوں میں مجھ میں ہے (TO BE GOOD AND TO DO GOOD) اس پر عمل کر کے لڑنا کہنا۔ جناب عالی نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ حضرت خداوند نعمت نے فرمایا ہے محل شاگرد کے حق میں کس قدر فیاضی فرمائی ہے۔ بندہ نے توڑنے ڈرنے پاسو نہ کیا کی سفارش کی تھی مگر وصیت فیضی علیہ السلام سے ہزار روپیہ کھار دینا نہ ہوتے۔ اسی طرح سے ایک مرتبہ ایک بڑے عالم و فاضل شخص کی سر خود میں اہل و عیال غلہ پر غارت کر رہے تھے اور جس کا دار و مدار اوس کی قلیل اثاث پر تھا جو مجھ جیسے مفلس ملازم کوگ بھی کھاتے تھے۔ بندہ نے انہیں روپیہ ماہوار اند خیرات و برات کی سفارش کرنے کی جرات کی تھی مگر حضرت خداوند نعمت نے مراحم خسوا سے بچو پس روپیہ ماہوار مقرر فرمادی۔ اس قسم کے اور بھی واقعات گزر چکے ہیں۔ دراصل خداوند عالم دھالمیان نے ہمارے بادشاہ کے دل میں BEGOOD کا اصول مخزون و مکتوب فرمایا ہے۔ خدا ان کو سلامت رکھے اور عمر طویل عنایت فرمائے۔ مجھے مدت سے واقفیت ہے کہ جناب عالی میں بھی دہی مادہ ہے اور بڑی وجہ ہے کہ ہمیشہ مرض دار رہے اور رہیں گے۔ مگر یہ دربار انور اس کا اجر پا کر رہیں گے۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے۔

آپ کا قدیم ہی خواہ: سید حسین بیگ دہلی عمارت ملک - جنوری ۱۹۱۶ء

(۲)

نام ہمارا جبرائیل پرشاد

عالی جناب ہمارا جبرائیل پرشاد ہمیں اس سلطنت ہندوستان میں رہنے والی ہر ایک اور دنیا میں رہنے والی کے لطافت نامے نے نہایت مشرف و خوش وقت فرمایا۔ جن کی ہر ایک بات نہایت وصیت و نصیحت آمیز ہے جناب عالی نے بندہ کو کیا فرمایا ہے وہ شخص جناب عالی کے وزیر امتعات و حمایت کی دلیل ہیں و انہوں نے بنا چیز کہ کہاں یہ نفعات گھاس میں لٹکے ہیں کہ جناب عالی کے ارشاد کا بندہ بھی ہم زبان ہے کہ دنیا میں فقط ایک ہی روئے ہے جو آدمی کو ہرگز نہ تنہا نہ تنہا چھوڑے اور وہ بقول جناب ان دو جملوں میں مجھ میں ہے (TO BE GOOD AND TO DO GOOD) اس پر عمل کر کے لڑنا کہنا۔ جناب عالی نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ حضرت خداوند نعمت نے فرمایا ہے محل شاگرد کے حق میں کس قدر فیاضی فرمائی ہے۔ بندہ نے توڑنے ڈرنے پاسو نہ کیا کی سفارش کی تھی مگر وصیت فیضی علیہ السلام سے ہزار روپیہ کھار دینا نہ ہوتے۔ اسی طرح سے ایک مرتبہ ایک بڑے عالم و فاضل شخص کی سر خود میں اہل و عیال غلہ پر غارت کر رہے تھے اور جس کا دار و مدار اوس کی قلیل اثاث پر تھا جو مجھ جیسے مفلس ملازم کوگ بھی کھاتے تھے۔ بندہ نے انہیں روپیہ ماہوار اند خیرات و برات کی سفارش کرنے کی جرات کی تھی مگر حضرت خداوند نعمت نے مراحم خسوا سے بچو پس روپیہ ماہوار مقرر فرمادی۔ اس قسم کے اور بھی واقعات گزر چکے ہیں۔ دراصل خداوند عالم دھالمیان نے ہمارے بادشاہ کے دل میں BEGOOD کا اصول مخزون و مکتوب فرمایا ہے۔ خدا ان کو سلامت رکھے اور عمر طویل عنایت فرمائے۔ مجھے مدت سے واقفیت ہے کہ جناب عالی میں بھی دہی مادہ ہے اور بڑی وجہ ہے کہ ہمیشہ مرض دار رہے اور رہیں گے۔ مگر یہ دربار انور اس کا اجر پا کر رہیں گے۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے۔

بندہ: سید حسین بیگ دہلی عمارت ملک - جنوری ۱۹۱۶ء

نوٹ: یہ رقم دی شریل مرحدس ایک شکل کے ڈسٹریکشن کے لئے جناب عمارت ملک نے جمع کر کے حیدرآباد سے روانہ کی تھی۔

بنامہ: راہہ کشن پشاور

عالی جناب ہونا تیرا بہادر زمینِ مسطفت نیرتِ حالیہ و لاکتِ ایام و لیا لیا !
 تیرا کو حنائی جز: رجا غانی پہنچا۔ نہایت مشکور ہونا۔ انشاء اللہ بعد استعمال کے عرض کروں گا۔ جناب والا ہمیشہ اس غریب ناک کو
 کو اپنا دلی دوست اور بھی خواہ مجھ تیرے اور تم کی ہمیشہ اپنے بہادر و گار پر رکھیں۔ لوگوں کو جو کچھ امید ہے ای کے ہے۔ باقی محسوس۔
 بندہ درگاہ: سید حسین گلدارمی۔ تاج محل پھول بیسی ہم اس وقت حیدرآباد تیسرا۔

بنام مہاراجہ کشن پرشاد

مہربانیاں ہمارے سرکش پرشاد بہادر زہدیت معالیہ ہو اکت ایام و لیالیہ !
 جناب والا کے رحمت نارسے شرب کیا۔ غزل و قہقہہ نہایت پر مغز ہے۔ خدا کے قطع کاشغریاں نیک ثابت ہو
 جتنے دل خوش کن خاتک و اقلات کا آپ نے ذکر فرمایا ہے اسی پر یہ مبارک اوجہ من کرتا ہوں شکر کا انتقام ہے کہ خدا کا فضل شائق نال
 ہے اور نہ فقط مرعیوں کو رحمت کامل حاصل ہوگی بلکہ خانہ الہی والا میں لاشعشک کے زوی احقاد ہوا۔
 اعلا حضرت خداوند مکہ کی مہربانی و ادلائ شریف لینا ہے کہ مختلف خبریں منت سے شہر و جس گرا بھی یقینی طور پر ارادہ اندس ملتی
 کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ جناب والا کی تحریر سے سلام پہنچا ہے کہ سب کا تعلق تم پر گیا ہے۔ اگر اسامی یا مالک علیہم نہضت افروز ہوئی اور نہ کوئی طرح نہ خود جہاد ہو گا۔
 بندہ درگاہ اسید حسین گیسوئی عماد الملک۔ ۲۳ جنوری ۱۹۸۰ء

بنام ہمارا وجہ کشن پشاد

عالم جناب ہمارا بھلا و زہدیت معاہدہ کیا کہ وہ لوگ انت ایسا کر دیا لیکن !
جناب والا کہتے تھے کہ دوسرے روز رحمت نافرنگیں جتا رہے شرف و درود فرمایا جس محبت و عنایت کے الفاظ میں اب
مخاص آفت رسیدہ کی تشکی فرمائی ہے وہ فالحاق ایسے ہیں کہ ان سے خود بخود تسلی ہوتا ہے اور مسوئول کو فخریت ملتی ہے ۔
میرے فرزند عزیز عزم سے جناب والا تجویز آفت تھے یہاں ہمارا شہرہ کی صفات کا انہیں کوڑے ملا وہ علی ایات کے کثرت عانیت کی
ساری صفات اس طرح کے برہم و رقص فطریہ نقصان کا قبلا سے صحت کی حالت خراب تھی اسباب جو اس کے خور و کجی صلیح کی طرف پھنسا دے تو بوجہ بڑا ۔
جناب والا ایسی کتب تشریف یا پیش گئے ۔ شاید ہل مکان کا بندہ بخت اس وقت تک نہیں ہوا ۔ یہاں تو آج صبح سے لگا رہا رش
ہو رہی ہے کل صبح کچھ بارش ہوئی بعد چار ٹہنہ کے بعد ملی ۔ آب و ہوا یہاں کی اچھل کچھ ٹھیک نہیں ہے ۔ گو طاعون میں ہر سون تک کی مٹی
مگر حجب نہیں کہ کھڑا مٹی ہو جائے ۔

خدا سے امید ہے کہ جناب دلائل متعین مع انہیں ہو گئے۔ زیادہ کیا عرض کر سکتا۔ ایام شادمانی بکا ہوا۔
 بندہ دنگلہ: سید حسین گرامی عماد الملک۔ ۲۴ فروری ۱۹۱۷ء

(۶)

بنام ہمارا جگرشن پرشاد

عالمینا، مصلیٰ القاب ہمارا جگرشن پرشاد بہادری میں سلطنت زیدت معاہدہ و لوگنت ایامہ و لیہ !
جناب عالی کے رحمت نامہ کا شکر یہ کس زبان سے ادا کروں اور اس کے ماتحت متعدد تعینات کا خزانہ بنانا اس احسان کا عوض
کو زیادہ تر باعثِ محرومات بنا دیتی ہیں۔

اس بندہ نامہ پر کی حالت ایسی غم ہے کہ کبھی تک نشست و برخاست و شہارے گھنٹہ بھر بھی اُٹھاتا نہیں ہے۔
دیکھئے کب آفت سے نجات ملتی ہے۔ لکھنؤ میں درو شوار ہے کہ جناب والا کو مزیات حاصل نہ لیں بلکہ شہر میں آج
نہ کر سکا۔ امید ہے کہ صاف فرمایا جائے گا۔

اس عریضہ میں اگرچہ مصلیٰ ہوا ہے۔ یہ دعا ہے کہ جو ملحقین باہل معافی سے بندہ مجبور ہے کیا کرے۔ ایام شادابی کا نام نہاد۔
بندہ درگاہ: شادالملک - ۱۵ مئی ۱۹۲۱ء

(۷)

بنام ہمارا جگرشن پرشاد

عالمینا، مصلیٰ القاب ہمارا جگرشن پرشاد بہادری میں سلطنت زیدت معاہدہ و لوگنت ایامہ و لیہ !
رحمت نامہ شکرین خزانہ قطعی تاریخ و قیاس شرف و دونوں شکر یہ عنایات بے نہایت قبول ہوئے تھیں۔ بہت نصرت و شفقت
ہے۔ جناب والا کو کمرہ مشق میں۔ جناب والا کے قلم سے نظم و نثر جو کچھ حوالہ کاغذ ہوا ہے۔ وہ عمدہ ہوا ہے۔
بندہ کا حال بدتر ہے۔ پاؤں میں سخت درد ہے۔ کبھی کبھار ہاتھ بھی زیادہ آج کل زیادہ رہا ہے۔ کوئی ملازمت
فائدہ مند نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ کچھ کتابت ہوا تھا اس کا شکر یہ ادا کرنا فراموش نہ ہو گیا تھا۔ بندہ کو نہایت اچھا تھا۔ یہاں اس شخص
خوشگوار تھا کہ نا پسید ہے۔

سایہ جناب عالی کم ہر

بندہ درگاہ: محمد الملک - ۲۱ مئی ۱۹۲۱ء

(۸)

بنام ہمارا جگرشن پرشاد

عالمینا، مصلیٰ القاب ہمارا جگرشن پرشاد بہادری میں سلطنت زیدت معاہدہ و لوگنت ایامہ و لیہ !
عنایت نامہ شکرین خزانہ شرف کیا اور کتاب کے دو نسخے ملی پہنچے۔ کلمات لطیفات کا ترجمہ کہیں قدر عمدہ اور بلا جواب
مستزاد الملک اور بندہ حقیر جناب والا کے از حد ممنون و مشکور ہیں۔
بندہ درگاہ پاؤں کے درد سے اس قدر معذور ہے کہ کہیں جانا نہیں ہو سکتا۔ بلا سخت ادبیت و حکمت سے ان وقت تک۔

کوئی دوا کارگر نہ ہوئی اور نہ ہوتی ہے اگرچہ ہر قسم کا علاج کیا۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے یا پلنگ پر لیٹے ہوئے من لٹتا ہے مہینوں سے عیال و خوار و ذمہ داری کو سامہ کرنے کی یا نذر گزرانے کی بھی ذہن نہیں آئی اور یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ غیر مرضی مولائے الہما دوائے سولے صبر کئے کیا چارہ ہے۔

کلمات طیبات جناب ابیر علیہ السلام کثرت سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر جناب والا چند اور کلمات کو اس کتاب میں شامل کر کے دوبارہ طبع فرمادیں تو ملک پر بڑا احسان ہوگا۔ ایک صاحب نے حال میں چند کلمات طیبات کا امداد انگریزی میں ترجمہ کر کے چھپوایا ہے۔ شاید خط سے گذرا ہوگا مگر اس کو جناب والا کے ترجمے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے بھروسہ کہ — سایہ جناب عالی کم ہند!

بندہ درگاہ: عمار الملک سید حسین بگڑامی ۱۸ ربیع الثانی ۱۹۲۲ھ

(۹)

بنام ہمارا جرحش پر شاد

عاجل جناب محلہ القاب ہمارا جرحش پر شاد بہادر بیٹی سلطنت زیدت عالیہ ولایت ایام دلیا لہ! عنایت نامہ مرض ۲۴ اپریل نے تو بہت بہت سرفرازی کیا۔ چونکہ عنایت نامہ انگریزی میں تحریر ہوا تھا میں نے بھی اس کا جواب انگریزی میں لکھا ہے اور وہ اب اس کے ساتھ پیش ہو رہا ہے۔ جناب والا کوئی دوا اب نہیں گذرتا کہ جناب کی یاد دل میں جاسکے گزیریں نہ ہوتی ہو نعمت و مسرت و افسوس ہوتا ہے کہ ایک مدت مدید سے جناب کی ملاقات سے مشرف نہیں ہوا۔ پاؤں کے درد نے بندہ کو اس قدر مجبور کر رکھا ہے کہ وہ حاضر نہیں ہو سکتا۔ جناب والا خوب جانتے ہیں کہ جس قدر وسیع و عریض تعلق میرے دل کو جناب والا کے ساتھ ہے وہ کسی اور کے ساتھ نہیں ہے۔ بندہ کی بیانی اس قدر ضعیف ہو گئی ہے، اگر اس پر بغیر کے پڑھنے میں کوئی تکلیف ہو تو مجھے صاف فراموش گئے۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے، بجز دعا و نیاز!

بندہ درگاہ: عمار الملک سید حسین بگڑامی

راک لینڈ نزد سیف آباد۔ حیدر آباد دکن

نوٹ: یہ خط سنہ ۱۹۲۳ء میں لکھا ہے۔

سرافتب احمد

(۱)

نام نواب وفار الملک صاحب جہاد رم جہم

جناب والا!

تسلیم۔ کوئی ادیس احمد صاحب۔ کئے نام جو جناب کا خط آیا اس سے خیریت معلوم ہو کر احمیان ہوا۔
 بڑا افس کے دو خط لکھے۔ ایک کل اور ایک کج کل جو آیا اس کا ترجمہ کل ادیس احمد صاحب سے جناب کی خدمت میں
 بھجوا دیا ہوں۔ کل اور راج دونوں میں انہوں نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں لاہور جا کر جو کچھ ہو سکے خوشن کردوں۔ گواہ کل میں
 چند پریشانیوں میں ہوں لیکن اس کی تیسرے انشاء اللہ کر دوں گا اور اگر خدا کو منظور ہے تو وہ ۲ ماہ حال کی شب کو ڈاک کٹاؤں سے برا
 روانہ ہونے کا ارادہ ہے۔ میرا احسان الحق صاحب کا خط میرے پاس کل آیا ہے وہ دریافت کرتے ہیں کہ ان کو یہاں آنا چاہئے
 یا لاہور جا کر اس معاملے میں خوشن کرنا چاہئے۔ میں نے کل اپنی رائے ان کو کھدوی ہے کہ بجائے یہاں آنے کے یہ بہتر ہوگا کہ
 وہ میرے ہمراہ لاہور چلیں۔ ڈاکٹر فیاض الدین صاحب کی اور بیچ عبداللہ صاحب کی بھی یہی رائے ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ جناب
 کی بھی یہی رائے ہوگی۔ جناب والا اپنی رائے سے بواپسی ڈاک مطلع فرما دیں۔ جناب کل کے خط سے معلوم کیا کہ اگر کہ ہر زانی اس جناب کے
 کھنڈیوں پر جانتے ہیں یعنی ام فروزی کو جناب کو کھنڈی ہو چاہئے اور ام فروزی کو حافظ الملک کو وہ راہپور چاہئے۔ پتے ہیں۔ پھر کو اس پر ہے
 کہ جناب حافظ الملک کو جلد اس کے متعلق تحریر فرمادیں گے۔

لاہور کے لئے میں شمس الملک اور ملا سال کی کو کھنڈی چکا ہوں جناب بھی ان کو لکھیں۔ میری رائے میں وہاں شملی صاحب کو لاہور کے
 ڈپٹی کمشنر کے لئے لینا چاہئے کیونکہ ان کے لئے ہر زانی اس معقول تھا اور چاہتے ہیں کہ کراچی کے لئے شاہ سلیمان صاحب کو لینا چاہئے
 اس کے متعلق بعد کو عرض کروں گا۔

امید ہے کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا میں راج شام کو بریلی جا رہا ہوں کل شب کو پیر ملو ہاں ہوں گا انشاء اللہ۔ خدا حافظ!

آفتاب احمد۔ آفتاب خزانہ علی گڑھ ۲۲ جنوری ۱۹۱۱ء

لے ماش چاند علی گڑھ یونیورسٹی

(F)

INDIA OFFICE
WHITE HALLS, W.I.

بہارِ جناب مولیٰ محمود احمد صاحب عباسی

ماٹری ڈیر مولوی محمد د احمد صاحب!

تسلیم میں پرسوزی تپ کے عنایت اور کاجاب کچھ چکا ہے۔ یہی ہے کہ انفس رسائی کی دوزخوں جلیبی اور برتنے کی لڑائی کی تفسیر کی علامتیں وغیرہ ہیں۔ اس وقت یہ، بخود بخود بطور رسائی کے بنتے ہیں تاکہ اس وقت تک، تعدد قائم ہو سکے۔ آزادانہ انداز۔ رسالہ انفس کے متعلق اکسور کا۔

آپ نے جب کہ جو سفید سر دیا تھا وہ جو کہ بہت سفید ہو گیا۔ ہر روز دانت کر کے اس کو استعمال کیا ہوں اس قسم کا دوا۔
آپ بھی سب سے کم تو منہ ہوں گا۔ مگر ہر اس نے شہر کو لے کر دیا۔ آپ سے سب دریافت کر کے اس قسم کا سر بھیجے گا۔
اس نے آپ سے دریافت کیا ہوگا۔ میری آنکھ اس کے راج بہت گرم ہے۔ اس کے سر پر سفید نہیں ہے۔ ہمارا بکرہ۔۔۔
تھوڑے اثر کا ہے۔ والسلام

1954-55-56

(f)

بنام شاہ سلیمان چلواری

جناب والا شاہ صاحب!

تسلیم۔ کل جس وقت میں ریل میں بیٹان آ رہا تھا۔ اس پر یہ نیاں غصہ کر رہی تھیں کہ اچھا بڑا کرنا۔ جس سے نیاز حاصل ہو۔ یہ نیاں
 ملنے کے لئے دل کی مشاقق ہیں۔ یہ مری ام صاحب فرماتے ہیں کہ کئی نام کو پوچھا۔ مجھے بے خبری سے ان کے لئے شوق ہو گیا۔ میں نے ان کو دیکھا۔
 جناب مولوی رحیم بخش صاحب ابھی دفتر سے واپس نہیں آئے۔ فقط!

جاء في تاريخ بغداد في سنة ١٠١٩ هـ

۱۲۳

کری!

تسلیم - حقیقت نامرہ پہنچا۔ مغللوں ہوا۔ میں خدا کے فضل سے اس بات پر متبر ہو گیا۔ آپ نے جس امر کی نسبت کہنے سے
اوس کے متعلق عرض ہے کہ اگر آپ کو جیسا کہ ہم کہے وہ آپ درخواست پانچ سو روپے کا نوٹ دینا ہے۔ یہ سب کچھ
متعلق جو جاننا ہوں خوشی کلمہ وعدہ کیا۔ میرے خیال میں بڑائی اس کو غالب محسن الکلب بارگاہِ لافان۔ حکومت امتیاز زیادہ دلچسپی، ولی کی طرح
وہ مرحوم غائب کے دل سے خارج ہیں۔ فقط!

خاکسار آفتاب احمد۔ آفتاب منزل علی گڑھ ۲۱۔ زواری ۱۹۲۲ء

(۵)

بنام علامہ کسٹمی جو پاکوئی مرحوم

مکرمی!

سلیم۔ حمایت اور معافیت۔ آپ نے در اسے کہے دو یہ چوں کہ بچا۔ دل شکریہ بلی نہ رہے۔
 آپ کے خاندان کے متعلق جس قدر عرض کروں گا کافی سمجھ کر مولیٰ حمایت اور اس صاحب مرحوم مرتبہ علیہ الرحمۃ کیلئے تہنید
 ہے۔ آپ کے خاندان کا نام و فضل و مورد شہرت ہے۔ اور کئی مرتبہ اس اعتراف یا ذکر کی تمنا نہیں۔ مگر آپ کا رسالہ اعلیٰ کی
 نسبت اسے دینا مجھ سے زیادہ قابل اشخاص کا کام ہے۔ جو کمال انکسار نہیں بلکہ عزت و توقیر سے۔ میں تو ایک مہرور میں افسان
 قسم کی حالت نہ کوئی کی نسبت اسے دینے کے لئے تہنید و حمایت کی ضرورت سے وہ مجھ پر اس میں باقی ہمارا قدر عرض کر سکتا
 ہوں کہ اس کے مضامین نہایت بہتر و آموزا و جزلات میں غریب پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔
 خاکسار: آفتاب تہ۔ وائس چانسلر انسٹیٹیوٹ آف سائنس
 ۱۷ جون ۱۹۲۲ء

حکیم حبیب الرحمن خاں

شفاد الملک حکیم حبیب الرحمن خاں اپنے زمانے کے بلند پایا ادیب اور باکمال شاعر تھے۔ اکابر و اجداد کا علمی و شاد تھا۔ آپ کے والد نے دہلی میں تعلیم حاصل کی اور لٹریچر میں مہارت حاصل کی۔ ان کے ہم سفر تھے۔ اس کے بعد ڈھاکہ پہنچے اور وہیں مقیم ہو گئے۔

حکیم حبیب الرحمن اشاعر میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں شکر گڑ کا ستون پیدا ہوا جس سے انھیں اختیار کیا۔ کھٹوہی، انگریزوں کی خوب خوب سیر کی۔ وہیں دنیاوی اور مذہبی درس سے سبک دوش ہوئے۔ بڑے شاعر بنیں شکر کی شہرت کہ کہتے تھے مگر حبیب سے تھے تو ایسا کہتے تھے۔

ناہنہ سستہ تانے کے نہیں ہم سچ کو
 محسوسِ دلچسپہ بہت کے لئے توبہ توبہ

کعبہ یا دربرِ عرض ہم نے کہاں دیکھ لیا
 ہم نے احسن ترا کہاں تراویں دیکھ لیا

نوابانِ ٹھاکہ کے مشیر برٹش کی خدمات انجام دینے کے علاوہ ۱۹۰۷ء میں ٹھاکہ سے
 "المشرق"، "نہار" ان کی ادارت میں جاری رہا۔ ۱۹۲۲ء میں ماہنامہ "مجادد" جاری کیا گیا۔ ۱۹۳۳ء میں "طیبة
 حبیبیہ" کالج کی بنیاد رکھی جس نے بنگال میں مسلم طلبہ کو فروغ دیا اور غریبوں کی طبی امداد میں بڑا کام کیا۔
 یہ کالج آج تک قائم ہے۔ ان کے علاوہ حیات بقراطہ، علامہ محمد رفیع، سوسائٹیاں، ٹھاکہ، ساجد، ٹھاکہ،
 ٹھاکہ اب سسٹم پاس برس پہلے کچھ اپنی باقیں، ٹھاکہ کی تاریخی عمارتیں وغیرہ تصانیف بھی ان
 کی یادگار ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں مقام ٹھاکہ ان کا انتقال ہوا۔

منشی محمد ادین قزوینی سے ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے جن کا اعجاز ان خطوں سے ہو سکتا ہے جو حکیم صاحب نے دفاتر قزوینی منشی صاحب کے نام لکھے۔

(محمد عبداللہ قریشی)

نام خشتی محمد الدین فوق

تسلیم میں مدت تین سالوں کا۔ اس لئے باوجود خواہش کے بھی آپ کو چھڑ نہ سکے گا۔ میں اس وقت آنجناب کو ایک
تعلیف دینا چاہتا ہوں کہ شیعری کے خیر و اعدا میں کتنے ترک ضرور مان میں بھی ہوں گے اور بہت ممکن ہے کہ آپ کے ذاتی احباب
بھی مان سر جرد ہوں۔ یہی خواہش ہے کہ کسان میں جو برتنوں پچھنی کا درغنہ پیدا جانا ہے اس کا ایک ماہر فاضل میں مگواؤں۔ وہ شخص
صرف رنگ و درغنہ کے کام سے واقف کار تو سمجھیں ہر رنگ کا خیر و برکتا ہر اور اس فن کی جزئیات سے واقف ہوں گہا رکی خود
نہیں چھوڑیں کہ کہا اعدا کی یہاں کئی قسم ہے۔ کجائے پ کے تعلق سے امید کرنی چاہئے کہ آپ میری اس خواہش کو پورا کرنے میں
درود خدا وینہ فرمائیں گے۔

انکو کوئی خاص شخص یا زبان نہ آئے۔ ان کے اندر یہاں کچھ ایسی روئے تھیں جو آدم و حوا کے علاوہ مشاہیر و بزرگوں نے خط و کتابت میں لکھ کر دکھائے ہیں۔

حضرت خادم کھان میں۔ ذرا دلہنوں کی بونے میں بیٹھ کر انیس سو تھے یہاں ڈیڑھ سیر کی کھنڈ میں ہیں۔ آپ کا تذکرہ اکثر بتا رہا ہے۔

حکیم حبیب الرحمن - ڈھاکہ (بنگلہ) اپریل ۱۹۱۵ء

بنام مستی محمد الدین فوق

نسلیم : تین پہلے کثرتی کے دیئے انور بہتے ہیں کیا جانتا تھا کہ آپ معمولی سڑک کو اتنا طویل یہ کیسے کا ورنہ بہت کچھ مہارہ سے بننا۔
انفوس ہے کہ بہت سے پلوں پر ہیں۔ نے آپ کی فوج بھول نہ کرائی اور نہ ہی قسمت سے آپ کا اور نواب ڈیحا کا جانا ایسا تمام ہوا
کہ اخیر ہند میں آپ کے مل ہی نہ کر سکتا (صفت اور انداز رکنی و ایڈیٹر رسالہ بنگالی میگزین) کی رائے ہے کہ آپ کا سفر نامہ ترجمہ کر کے
میگزین میں بالآخر اچھا چلا جائے۔ ہم اس وقت مل کر ترجمہ کر رہے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے، اگر سفر نامہ کا سلسلہ ملتا ہو تو آپ کے مضامین سے علوم
ہند کا بے ضرر بدل چکا۔ تقریری جو ترجمہ سفر نامہ کا کہیں کتبالی صورت میں چھاپ دیا جائے، ہم لوگ اس کے مصارف اور ان کے کو تیار ہیں۔
چینی کے تہذیب کے گوشوں کے متعلق اپنے محبوبوں کے سلسلے میں ان کا جو ذکر کیا ہے اس میں آسا اور اضافہ کر دیکھ کر اس صفت
کی ایجاد کا مسرہ لکھا کہ کس طرح اور ہمیں سے یہ نعت اور جگہوں میں گئی ہے۔

افسوس ہے جس کی کھلم کھاپ کوئی کی نہ کر سکا بلکہ کوئی ایسی بدتر حالت تک آپ کیسے مائل نہ چلے کہ کہہ سکتے کہ مجھے قسمت ہی نہ مل سکی۔
مشرقیہ آپ کو خالصتہً ان کی کھال تک فخر طلب کرتے ہیں یہ تعریز نام ایک حوراں کا آئندہ منیجر کو پہلی بار سچ پر آئے گا شکار
کے منتظر آپ نے جو تاریکی کا نشانہ لگوں وہ کب ان کے کھل جائیگا؟

میں خدا کے فضل سے اچھا ہوں خدا کو سے آپ البی اچھے ہوں اور ایک بار پھر ڈھاکہ میں آپ سے ملاقات ہو۔

آپ کا حبیب الرحمن از ڈھاکہ۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۷ء

(۲)

بنام شمس محمد الہی حق

تسلیم! یاد رہے کہ شمس محمد الہی حق نے شمس کے نوٹ پر دیا شکریہ۔ یاد رہے پنجاب بکس آپ میر جبرائیل نے دیا تھا۔
اور کسی میں نہیں۔ بہتر ہے اپریل میں آپ کو شمس کے قومی جمع میں شریک ہو جائے۔ انعام کا نفاذ بھیے اور پوچھ کے دعوت نامہ بھیجیں۔ لیکن
بنا جائے۔ امیدوار ہے کہ اس کے بعد جو کہ وسط ملک ڈھاکہ کا سفر ہو جائے۔ عادی کشمیر کی رضا، مرزا اور گلزار۔ یہاں کہاں۔ لیکن
بناؤ تو آپ ڈال کے دوسرے جمل نقل نظارہ، سبزو خاں، مرزا دپا، شمس کا اور جو کہ میں پوچھ کر طوفانی موسم کی نہیں رہتا ہے اس لئے نقل
مجیب، خوشگوار، مروانی سے۔

آپ کا شمس نے میر معائنات، باطل نہ ہوئے، اس کے بعد مرزا دپا، شمس کے کہیں آپ کو مصافحات اور قابل دیکھنے کے ہیں
کی سیر کراچی۔

واقعہ کیا آپ نے کہ دیا؟ آپ کا یہ رسالہ انعام میں نے دیکھا۔ اچھا نکلا ہے۔ یہ دیکھتا ہوں کہ ادب و تاریخ کے علاوہ
بھی اس میں بہت کچھ بتا ہے۔ ختم پر آپ کو پوچھ کہ یہ ہے میں نے دیکھا۔ نا ادب کا تو۔ تاریخ۔ چہ۔ میں سمجھ کر ڈراما قسم کے خط یہ ہیں۔
مرزا صاحب یعنی دینا فقیر مرزا بڑا شیریں سیکر تھا، ادب کا ڈھاکہ سے منسوب تھا، نا ادب کا تو۔ چہ۔ میں سمجھ کر ڈراما قسم کے خط یہ ہیں۔
اسے صاحب۔ مجھے خبر نہ تھی۔ لیکن معذرت فرمیں کہ میں نے مرزا دپا کی ضرورت سے مرزا اور دپا۔ مجھے
کہاں نصیب؟

آپ کا حبیب الرحمن خاں ڈھاکہ۔ ۲۲ اپریل ۱۹۸۷ء
(۱)

بنام شمس محمد الہی حق

مکتبہ جلیع حبیب الرحمن خاں!

نامی نامہ۔ نے مرزا دپا اور رسالہ کی سب حدوش ہوا۔ امید ہے کہ وعدہ عمل کی صورت بہت جلد اختیار کرے گا۔ آپ کو شاید
معلوم نہیں کہ میں خود بھی سہ ماہی سے بہت پریشان رہا۔ اس لئے شرمندہ ہوں کہ مدت تک نہ خط کتابت نہ کر سکا۔
اب سمن شعرا کی تلاش نہ کیجئے۔ لگ گیا ہے۔ داحمد اللہ علی ڈالک۔
ملک سے کتاب کی اگر میں میں یہ کہ میر کا قیدوار۔ اور مورسوں میں اختیار کرے۔
بہت جلد کچھ نو رسالہ فرمائیے کہ اپریل میں شمس کے۔ جاتو رسالہ انعام میں حاضر فرست ہوتا ہے۔
خمس فرمیں کہ کو معائنات فرمائیے کہ بے حد مدید العزمت ہیں اور رسالہ انعام میں حاضر فرمیں۔ والسلام!
آپ کا حبیب الرحمن خاں ڈھاکہ۔ ۲۴ فروری ۱۹۸۷ء

نہ محمد قاسم فرشتہ مصنف تاریخ فرشتہ سے عبد الغفور خاں شمس کا تذکرہ شمس کا۔

(۵)

بنام ششی محمد الدین فوق

مکرمی محترم! آپ کا پیام خانہ مبارک پہنچا دیا گیا۔ جتنا نظام ہو جائے گا۔ گھوڑے بیٹے نہیں۔ آپ کا مضمون احباب کو بہت پسند آیا۔ سب نے قربت کی۔ ہون کے پرچہ کے مع مضمون کا انتہا ہے۔ اب کے آپ کی کشمیری برادری ہی جادو میں جلوہ گر ہے۔ حورایت پٹر، خواجہ معظم، میرزا جنت، خواجہ اسحاق، سید بیبا، سید آغا، سید غفر، یعنی آپ اور سب دوسرے کشمیری ہیں۔ اس کے بعد خدا علی خاں مولوی نائب اور پردہ میاں حبیب الرحمن یہ سارے چٹھان ہیں۔ معلوم نہیں کوئی کمرہ بھی سے یا نہیں۔

آپ کا حبیب الرحمن - ۱۳ جون ۱۹۲۲ء

(۶)

بنام ششی محمد الدین فوق

مکرمی حضرت فوق سلامت۔ ہیں تسلیم مزاج گرامی مشترک قریہ نے سر فرمایا۔ اس وقت رسالہ جادو آپ کے ذہنوں میں ہوگا۔ یہ مذہبی نہیں اپنے حقیقت میں اور حقیقت کے لئے ہر اس کا راہ (مطلی) بہت استعمال فرمایا ہے اور اب تک ذہن میں ہے۔ اچھا آپ کو یاد دلاؤں۔ آپ نے مقیم کے لڑکے اور لڑکی کا جو قصہ لکھا تھا (خود زناویج ڈھاکہ) ہر بانی کو اس کو ایک بار اچھی طرح دیکھنا چاہیے اور حکم و ترمیم کے بعد بھیج دیجئے۔ آپ کی مصروفیت سے اس قدر بھی بہت ہے۔ نئی بات یہ ہے کہ آپ دوستانہ برتاؤ سے گھڑ کر ہم لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ دیر نہ رات کے تین بجے کوئی کسی کو خط لکھتا ہے۔

صفت تراشنگ پابندی کی وجہ آپ خود جانوں دیکھئے۔ نظر بندی کی خوب گو۔ شاباش اور لاہور (دیکھنا ہوا)۔

گل پھینکے۔ سچا اور دونوں کی طرف بلکہ شر بھی

اسے خانہ برائے نام جن کچھ تو رادھر بھی

تاویج آغا جید چپو پراشیے تاکہ اب کے جولاہر آؤں تو اس سے کام لے کر بھی بھر کر دیکھ سکیں۔ والسلام!

آپ کا حکیم حبیب الرحمن - ۱۳ جون ۱۹۲۲ء

(۷)

بنام ششی محمد الدین فوق

برادر دم! علامہ سب یا کوئی کی سوانح مری کو لکھ کر آپ ایک جراحہ ادا کر سب ہیں۔ لیکن علامہ مری کی بھی تعریف کافی نہیں ہے کہ

ان کی کتابیں ہندوستان سے گذر کر عمر شام، قسطنطنیہ میں زبردست ہیں یا علامہ بیرون ہند نے ان پر حواشی تحریر کئے ہیں۔ جو اصل تحفہ
یہ ہے کہ علامہ محمد دوح کی مسائل علیہ میں منقول ہیں اور کچھ نہایت نکتہ بیان میں۔ میرزا احمد علی کے ساتھ ان کا جو باختر ہوا ہے بھی ضرور
فضل ہونا چاہئے۔ نہر باقی کر کے شیخ علی کی کشف الکھنن اور علامہ آزاد (ملک لہاری) کی بحث المرحان کو ضرور سامنے رکھئے۔ اولاً مذکور
علامہ کی تصنیف کا پتہ لگے گا اور ثانی الذکر سے باختر مذکور کا۔ آپ یہ مثنیٰ کر تعجب کریں گے کہ ہندوستان کے صرف دو عالم ہیں
جن کی بعض تصانیف علامہ بیرون ہند کے زبردست ہیں۔ ایک علامہ مصوف اور دوسرے ملا علی احمد عین استاد و ملک صہیب۔
انہوں نے حضرت نہیں درود اور بھی لکھا۔

مادل میاں آپ کی تکلیف فرمائیں گے لئے شکر گزار ہیں۔ والسلام
صہیب الرحمن۔ ڈھاکہ ۱۹۳۳ء

(۸)

بنام فاضل محمد الدین فوق

محرم محترم!
کل چار پرچے کتب جدیدہ کے مجموعہ موصول ہوئے۔ شکریہ اچھ کر بہت لکھی کہ "کشمیری" سے آپ کی فیضیت اور
علیہ کی آپ سے کس طرح برداشت ہو گئی۔ یہ تو ایک قوی نقصان تھا اور آپ کی تقریباً تیس سالہ انجاری خدمت آپ
کی طبیعت ثانیہ میں گئی تھیں۔ حضرت فوق! دعویدارانہ خدمات کثیر شاید بہت ہیں مگر آپ نے سارے ہندوستان
کو کشمیری کی طرف توجہ کر کے کشمیری وہ خدمت کی ہے کہ جب تک کشمیریوں میں احسان امتنان ہے وہ اس کو فراموش نہیں
کرتے۔ آپ نے اردو زبان میں کشمیری کے متعلق اتنا کثیر لکھ کر جمع کر دیا ہے اور شاید کشمیری اس طرح ڈھونڈ ڈھونڈ کر
نکالے کہ غلط کشمیری کل کی بات ہے لوگوں کی نظروں میں برافض تھا اور کشمیری خود کشمیری کہلانے سے احتراز کرتے تھے اور
آج فخر کشمیری کہلاتے ہیں۔ والسلام

نیا زمند : خادم الاطبا حکیم صہیب الرحمن خاں
ڈھاکہ (ریگل)، ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(۹)

بنام فاضل محمد الدین فوق

محضی کشمیری!
تسلیم جب خط کا جواب نہیں آیا تو میں سمجھا کہ آپ گرمی سے گھبرا کر کشمیری چلے گئے۔ لیکن الجی معلوم ہوا کہ
نصیب اعداء ذاب غراب تھا۔ بھائی اب ہم آپ چوراہہ سہری ہیں۔ ہندوستان کی اس طرح ۲۲ سال ہے۔ اس حساب سے
ڈگنے سے زیادہ بچے اور بڑے باعث شکر ہے۔
اب آپ اچھے ہیں یہ پتہ کر توشن ہوا۔ آپ جب تک زندہ رہیں اچھے رہیں۔ پنجاب نے کھینچنے کی توجہ

پیدا کیے تھے۔ آپ کا رنگ سب سے مہاسے۔ خاق لکھ ہے، راستہ علیحدہ ہے۔ لاہور اور پنجاب کے لٹے بتائیے تو کسی نے کیا کیا کشتیرا سوال تو علیحدہ چیز ہے اور اس میں وہ آپ خود ہیں۔

یہاں تو محمود طاری ہے۔ سر ناظم جرحہ رہے ہیں۔ یہ لوگ اردو کی دنیا سے نا بدھض ہیں، اس لئے مسلمانوں کی خاص تحریکوں سے ناواقف اور بھی وجہ ہے کہ انہیں جوتا۔ قراب بہادر سر سلیم اللہ قراب آف ڈھاکہ مرحوم بھی اردو کو جانتے تھے مگر ان پر اردو دکانی کا کچھ نہ بچا تھا۔

اپنی تازہ تصنیف ضرور بھیجئے مگر میرے پاس آپ کی ساری باتیں محفوظ ہیں۔

آپ کا حکیم حبیب الرحمن چھپنا کٹوا ڈھاکہ ۲۲ جون ۱۹۳۵ء

(۱۰)

بنام شفی محمد الدین فوق

میرے کرم فوق!

تسلیم کیا قبولی فرمائیں۔ خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ پریس میں آپ کا حلیہ دے دیا گیا۔ انھوں میں دن ناشد اللہ بادو آپ کی گود میں ہوگا۔ ان حکمرانوں میں سلسلہ جنابی کر رہا ہوں۔ امیر کا یہابی ہے۔

کیا کوئی بات جواب طلب رہ گئی؟ میرا آنا ستمبر تک ہوگا۔ حرفت و ہرزنگ، آگے کا قصد نہیں۔

برسات شروع ہو گئی ہے۔ ایک بار پھر آئیے اور پوری برسات میں آئیے۔ والسلام!

آپ کا: حبیب الرحمن۔ ڈھاکہ (بنگلہ)

(تاریخ ندارد)

(۱۱)

بنام شفی محمد الدین فوق

شفقی!

تسلیم! آپ کا خط میں نے پڑھنے نہ دیا تھا۔ کلیات فوق کے اندر۔ ایک صاحب نے سٹاپو اور تھوڑے

اب برسے نہیں میں نہیں۔ براہ کرم کچھ بھیجئے میں اس وقت جواب لکھوں گا۔

کلیات دیکھا۔ بہت بہت مزا آیا۔ تاریخ ہے تقریبات کی، ہنگاموں کی، واقعات کی اور فوق کی شام کی تاریخ اور تھا

بھی تصویر پر دیکھیں۔ ۲۴م فوق سے میں خود واقف تھا اور ان بتائی فوق کو اب دیکھا ہے اور علامہ کے بعد یعنی آج کے فوق

کو بھی دیکھا۔ آٹھ اپنی جگہ قائم ہے سچا تاثرات باقی۔

کسی کتب فروش سے کر دیجئے کہ میرے نام ۲ جلد مشہور عالم جنتی مطبوعہ ناہید بیچ دے۔

آپ کا: حبیب الرحمن (تاریخ ندارد)

لے سر ناظم الدین وزیر بنگلہ، محمد نواز پکستان، پھر وزیر اعظم۔

(۱۲)

امام شمس محمد الدین دہلوی

مکمل

تسلی۔ یاد فرمائی کہ شریعت قبول کیجئے۔ اشرق باہ المشرق مرحوم کا ذکر کیا کیا یہ جواب دے۔ اکی ہفتہ اور صورت نہیں رہی۔
 پھر ماہر کر دیا جانگاہ ہے۔ اراہید۔ چونکہ اور دن جبر۔ نئے کردہ آپ کے احباب کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔
 بہت شوق تھا اور تیار ہو چکی تھی کہ تشریف لائیں مگر مشیت تو یہ نہ تھی کہ وہ یہاں پہنچے۔ کچھ ایسے مواقع پیش آئے کہ
 آپ جیسے مہربانوں سے نیاز مانسہ کرنے کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا۔ خیر یا رزقہ صحت باقی۔
 میں کئی دن سے ہیبت نگر کے رئیس کے علاج کا غرض سے بلایا گیا ہوں۔ مسلمانوں میں عام افسوس ایسی طاری ہے
 کہ اس سے کوئی دوزشکال سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ اے ایسے احسن نوا کی حالت سب سے زیادہ خراب ہے۔ اوجہ ثروت کے
 پست ہوتی اور وہ خیالی نہایت ہی دل شکن مناظر ہیں۔ واسلام!

آپ کا صادق حبیب الرحمان

ہیبت نگر، کشمیر، ضلع مہین سنگھ، مشرقی بنگال، (تاریخ خداداد)

وجاہت جھنجھانوی

(۱)

بنام احسن مارہروی

ہزارہ مکرم۔ تسلیم

میں نے وہ کلمہ منتقدی خانہ صاحب کے فصیح الملک کو دیکھ کر دعا کیا تھا کہ اسی کے پاس رسالہ مجید یا میرے پاس نہیں
 بھیجا اس صدمت میں میری شکایت غلط تھی یا صحیح اس کا اندازہ آپ خود ہی کر لیجئے۔ میں کسی معاملہ کی وجہ سے ناخوش نہیں ہوتا تاہم
 آپ کے طرز عمل میں کچھ مغایرت پائی گئی تھی اس لئے اس کا اظہار کر دیا۔ تخریب نسواں آئندہ ہند سے حائل کیا جائے گا انجی کا جلد تر ہو گیا
 اچھی روشنی رہی دشمن کے لٹاکے بالکل پھیکا تھا لیکن اچھے ہوئے۔ پیادے صاحب کو دعا فقط وجاہت جھنجھانوی
 ہزارہ مکرم۔ ۱۶، اپریل سنہ ۱۹۰۶

(۲)

بنام احسن مارہروی

ہزارہ مکرم۔ تسلیم

میں دو چار دفعہ سے شائبہ چشم میں مبتلا ہوں جبکہ اندہ بنت کو طبع بھی نہیں گیا آج کچھ آرام بنے غلطی سی یا ہی پرنگ مجید ہی ہے۔
 پہنچی ہوگی۔ پرنگ پیچنے کی وجہ یہ ہے کہ افراد تھارہ میرے پاس ٹکٹ نہ تھے۔ میں بازار سے ٹکٹ کر لے آئے۔ آگرا مکھو کی وجہ سے معذور
 ہا۔ کسی آدمی کے ہاتھ دھکا آتا تو ایک دن کی دیر جہاں امید ہے آپ میں حذر کو قبول فرمائیں گے۔ گشت کا اردوئے معلیٰ دیکھا ہوگا معلوم نہیں
 منشی امیر احمد کی نشر میں کیا خصوصیت ہے مجھے تو کوئی بات معلوم نہیں ہوئی۔ شمیر کے کام جو بند چھاپا ہے وہ اکثر جگہ سے اردوئے قادیان
 غلط ہے اگر اس پر مضمون لکھا جائے تو لوگ برا مانیں گے۔ بارود نہ فارسی۔ فقط

از قاضی خانہ لاہور ۱۹، اگست سنہ

(۳)

برادر محرم - تسلیم

آپ کا عنایت نامہ از فرہنگی شام کو مجھے ملا تھا۔ جواب میں اس وجہ سے توقف ہوا کہ زکام کی وجہ سے طبیعت غیر معمولی طور پر متزلزل ہو گئی تھی۔ خدا! خدا کرے کچھ آرام ہے۔ بہ مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا کہ مصروف دیوبند بھی کر کوئی رقم آپ سے وصول کروں۔ اگر مہر کر عیسیٰ ارشاد کر بھی دیتا تو اس شرط سے ایسا کرے سے باز رکھتا۔ بہر حال غیر شائع کر دیجئے۔ اسلامی ٹریسٹیشن پر حال میں ایک نظم لکھی ہے جو ابھی نہیں نہیں بھی ۴۴-۴۵ مشربیں اگر گننا لکھیں ہر تو وہ بیحدی جانتے۔

میں بقرید مگر جا کر کروں گا اور وہیں سے سفر کا تہیہ کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ مشاعرہ کی خبر دینے۔ مگر طرح کو صریح میرے پاس بھی لکھ دیجئے۔ کارڈ آپ کی خدمت میں مزور بھیجے جائی گئے مگر قیاساً نہیں آپ روپیہ بذریعہ آؤد طبعین ہی کے پتہ پہ بھیجیں کیونکہ ڈاک کے بٹ گھر پر نہ نہیں ہوتا۔ مزور بھیجے پڑی ہر بانی ہوگی۔ کچھ کارڈوں کی ڈاک سے روانہ ہو گئے اور کچھ پھر۔ فقط
از قاضی خانہ لاہور۔ ۲۸ نومبر سنہ

(۴)

بنام آئین مارہروی

برادر محرم - تسلیم

قاضی کے متعلق لکھنے کے نامہ ہے۔ میں ان قاضی کے ہوا کا اقرار پہلے ہی خط میں کر چکا تھا۔ مگر خود ان کا امتحان مکروہ سمجھتا ہوں اس کے لئے اطمینان کرنے کی ضرورت نہیں یہ اپنی اپنی کچھ پر موقوف ہے۔

جواب میں خدا ناخیر ہوئی اس کی معافی چاہتا ہوں۔ ضیاع الملک کے بے مضغون اتوار تک سب سکول کا آپ نابالغ اگر ہو گئے فقط

از قاضی خانہ لاہور۔ خاکسار دعا مستحب
۹ نومبر سنہ

(۵)

بنام آئین مارہروی

برادر محرم - تسلیم

والہ کوئی کتاب نہیں سب فرحت ہوئی۔ اگر ہوتی تو فوراً بھیج دیتا کیا آپ بھیج کر سکتے ہیں۔ مگر میرے پاس کتاب جو اوس آپ کی خدمت میں نہ بھیجوں مابینہ کا ڈروانہ کرنے کی ضرورت ہے انشاء اللہ کی بیچ دوں گا۔ کتابیں آئیں گی ضرور مگر کوئی دفع مقرر نہیں کیا جاسکتا متبرک کی طرح پر غول ضرور روانہ فرمائیے۔ یہ نیز نظم کے لحاظ سے نہایت دلچسپ ہو گا۔ آپ نے غول نہ بھیجی تو مجھے انوس ہے گا۔ آپ غیری غول پسند فرمائی اس قدر دوانی کا شکر گزار ہوں۔ ابھی وطن کی دعا کی کار کوئی ارادہ نہیں۔ دستاویز کی تاریخیں جلد بھیجوں گے اس کا اعتبار اصلاح معنی ہونی خوشی سے شائع کرے گا مگر جلد روز فرمائیے۔ والسلام فقط یادگار وراثت کی کس مہر کا بہت انوس ہے۔

از قاضی خانہ لاہور۔ ۱۰ نومبر سنہ

برادر مکرم تسلیم
میری نال واتی ملاہریں گویا ہے کیونکہ میں پیدا ہوا تھا میں نے سال بھر سے انگریزی مشورہ کر رکھی ہے۔ ایک سال کے بعد انشا اللہ
خوب چل نکلی گا۔ اس واسطے میں اپنی خدمت مرتب کر کے چھپرہ لکھنے بھر خانے چاؤا تو آپ کے مشورے پر عمل کیا جائے گا۔ انگریزی میں بھی
دوسرے کی محتاجی نہ رہے گی۔ نصیب الملک کے پتلے یا بندید نہیں ہی اصلاح حق کا۔ یوں جو جرنی کا منصوبہ سمجھ جائے۔ دوسرے عرصہ سے پہلے
میں ہرقہ اچھا ہے۔ طرز خواب ہرقہ ہے تو آپ نے کبھی کوئی خلقتہ مصرعہ رحمت کیا ہے۔ ہاشمی کا اہلک آ رہا ہے۔ رنابے دلی میں ہجو کے
۴۴۰۰ دوادو آدیسوں کے سر پر بھی رسوائی کا چھپرہ رکھ گیا۔ خدا رحم کرے۔ مارچ نہیں ایک شخص سنہا آپ بھی ہاشمی کے متعلق چوٹ کی
ہے انجیم کاسٹرون ریوی آقا چھاپنے کی محنت تائی دیتی تھی۔ میں نے اس دیر سے کچھ نہیں لکھا کہ شاید وہی کھنڈ کا جھگڑا تازہ ہو جائے۔

ازدہ ہور - ۹ مارچ سنہ

(۷)

بنام آستان مارہروی

برادر مکرم تسلیم
نصیب الملک کے تازہ نمبر نے آپ کی یاد تازہ کی۔ سرحدات متحدہ کے حکم تسلیم سے اردو ہندی کا مسئلہ ناگوار طریقے پر چھڑا ہے۔ فصیح
الملک میں اس کے تعلق مندرجہ پڑھ کر مجھے بہت افسوس ہوا۔ کیا مسلم یک سمد ہی ہے اس لئے اس باب میں کچھ کوشش کی یا نہیں۔ ہمارے سرے
میں مسلمانوں کی اخباری قوت کو مدد ہے آپ فصیح الملک کا تذکرہ بلا ہرچہ نصیحت کرنے کے پرانی پت سیکرڈی کے نام مرزدودانہ فرامی۔ بلکہ انکو
اخبار بھی سمجھ یا جائے۔ آج دیگر کہ کھوں گا۔ نومبر کے اصلاح سخن میں آپ کی تصویر ہوگی۔ اس لئے نومبر کے مصرعہ پڑھول مرزدودانہ فرامی
گھر بلا سامنے اور دم سے بھجایا نہ گیا۔ اکتوبر نمبر ۱۵ از ملک شائع ہو جائے گا میری یاد دہانی کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔

ازدہ ہور - ۱۰ نومبر سنہ

(۸)

بنام منشی محمد الدین فوق

مکرمی و معتمدی - اسلام علیکم
حاجی خدام پر راہروی سے آئے ہیں پیرونی مقدمہ کے لئے مندرجہ سرایہ کا اظہار کرتے ہیں۔ چونکہ آپ ریاستی مسلمانوں کے حالات
و معاملات سے بخوبی آگاہ ہیں اس لئے اس باب میں آپ جو رائے قائم کریں گے وہ زیادہ صاحب و حسن ہوگی میرے خیال میں اگر آپ اراکین کشمیری
کا نفرنس کے مشورہ سے اس کام کے لئے پہنچے اخبار میں ایک سرایہ کا افتتاح کر دیں تو گمان غالب ہے کہ نہ صرف کشمیری بلکہ عالم مسلمان میں اس
میں ملیب خاطر چندہ دیں گے۔ زمینداس آپ کو ہر قسم کی مدد دینے کے لئے آمادہ ہے۔ لے خاکسار جاہت عین اسٹنٹ ایڈیٹر رینڈار

دہور - یکم جولائی سنہ

لے منشی و جاہت عین صاحب و جاہت صدیقی بھجنہ زعلی مغلہ مگر کے رہنے والے تھے۔ نہایت عالی و ناغ اور خود واد صاحب مگر تھے۔ پہلے اخبار

(۹)

بنام فشی محمد الیہ ذی

کرمی و معنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار سیاست میں آپ کے والد صاحب کی رحلت امد آپ کی علالت کا حال پڑھ کر سخت
افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے امد آپ کی توفیق صبر کے ساتھ صحت کمال عطا کرے۔

پیام عاشق کی جلد فارغ رہے۔ کس روز اپنے شی صاحب کو بھیج کر مٹا لیجئے میری کزوری ابھی زیادہ چلنے پھرنے کی اجازت نہیں
دیجی انشا اللہ کبھی حاضر ہونگا۔ والسلام

خاکسار و جاہت حسین
ذیابور گوالڈی، ۲۷ نومبر ۱۹۲۳ء

۴۔ تہذیب نسواں میں تھے۔ پھر اپنا رسالہ اصلاح سخن جاری کیا۔ بعد میں ایک ہفت نامہ کتاب شائع کرنا شروع کیا۔ اخبار فیہ تعداد میں برسوں ایڈیٹر رہے۔ ایک
کتاب اتفاقات الاموال کے بھی مصنف تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ نظم و جاہت "جنگ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۹ء" میں ضبط ہو گیا۔ یہاں سے لکھتے گئے۔ بیارہ کر دمن ماہیں
آئے۔ اللہ علیہ تعالیٰ کیا۔ (محمد عبداللہ قریشی)

حکیم ناطق گلاؤٹھی

(۱)

ہام حضرت اتھی مرحوم لکھنوی

برادر منی السلام علیکم۔

(از جوناہیل روڈ ناگپور سٹی)

زندہ ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ اچھا ہوا کہ حسی اتفاق سے حاتم صاحب لاکھنوی لکھنؤ پہنچ گئے تھے۔ جناب مرحوم سے آپ کو میری مسلسل پریشانی کی داستان معلوم ہوگئی ہوگی۔ واپسی پر مجھ سے اور ان سے کہنا صاحب کے گارڈن میں ایک دروازہ کی ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے مختصر آبنائیاں آپ میرے شاکی ہیں اور بے حد شاکی کہ عرصے سے میں نے آپ کو خط نہیں لکھا اور کچھ بات نہیں کہی۔ وہ اس کے بعد ایک مرتبہ یہ کہی غیر موجودگی میں گھر آگئے تھے اور میں ان تک نہیں پہنچ سکا۔ ناگپور کی گری معاذ اللہ ایک سو سترہ جگر کی خط پر نیچے اوپر پارہ کھیل رہا ہے۔ حاتم صاحب تین میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ بہت ہمت کی کہ جاؤں اور طوں اور آبی کے تفصیل حالات جو چھوں مگر کچھ بڑھاپے نے اور کچھ صحت نے مزاحمت کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب تک ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ یہ لکھنؤ تو کیوں نہ لکھنؤ کہ عدیم الغرضت رہا اس لئے خط نہ لکھ سکا اس طرح تو آپ کو سن ہو جائے گا کہ مجھے جھوٹا کہہ دیں کہ عیدم الغرضت کا سلسلہ مہینوں نہیں آسکتا البتہ اتنا مزدور کہہ سکتا ہوں کہ مختصر خط لکھ دینے کا تو روزہ موقع تھا ایکس میں یہ چاہتا تھا کہ فرصت سے بیٹھوں اور اطمینان کے ساتھ سب کچھ لکھوں ایسا وقت نہ ملا۔ اور آج کی آج کل کرتے ہوئے اتنی دیر ہوگئی کہ میں آپ سے معذرت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ اب آپ خود ہی معاف کر دیں گے تو عنایت ہوگی۔ حد نہ قصہ وار تو ہمیں ہی۔ بھائی خدا جانتا ہے کہ نہ مجھے نام و نمود کی قنات ہے اور نہ مشاوری میں شریک ہونے کا شوق اور شرقی ہوتا ہی واپسی حالت میں کیا شرکت گوارا کرتا۔ جب کہ فرقہ بندی کی داوٹھی ہے۔ اور غلطہ پسند کئے جاتے ہیں۔ جس جو نہیں گھنٹے کا سفر اور وہ بھی ان گرہوں میں کہ کہے بے پردہ کیا تھا تو آپ کے اور محض آپ کے لئے کیونکہ آپ نے بھی لکھا تھا اور میاں اٹھارے بھی لکھی دیا تھا کہ آپ مزدور شریک ہوں گے۔ جڑی مایوسی ہوئی اور بہت پچھتایا۔ جب میں دیاں پہنچا اور آپ کو نہ پایا۔ قسمت نے دوسرا ظلم مجھ پر کیا کہ جب میں یہاں سے روانہ ہوا تو میری اطلاع کے بغیر مولوی عبدالکیم شاہ نے جوناگپور میں تاج الدین دلی کے جانشین اوسبے چوری میں بڑے پرہیزگار نے جلتے ہیں نواب الزار الرحمن صاحب بمبئی کے نام ایک تار چنگا دیا۔

یہ صاحبِ دِل پر تشریف آئے اور اسٹیشن ہی سے پکڑا بندہ کر ایک گاڑی میں ڈالا اور مجھے اپنی کوٹھی پر رہے گئے حق تو یہ ہے کہ جنابِ ممدوں نے بڑی خاطر مدارات کی لیکن میرے خیال کے مطابق ان بزرگ نے ناحق مجھے شعراء کی قیام گاہ سے علیحدہ کر دیا کہ کسی سے مل کر تھوڑی دیر اطمینان سے باتیں بھی نہ کر پایا کہ جب ہانا تھا نواب صاحبِ تشریف لے جاتے تھے، اور انہیں ہر وقت ٹی، ٹنن، لٹچ، بریک فاسٹ، ڈرائور سپر کی فکر تھی یہی ہر وقت یہی تقصیر رہتا تھا کہ جلدی چلو اور کھاؤ۔ حاصل یہ کہ کبھی کھانا مجھے کھا گیا اور ملنے والوں سے بھی نہ مل سکا۔ نئی راہ دردم تو کسی سے کیا پیدا کرتا۔ معلوم ہوا کہ وصلِ مقبول بھی تشریف لائے ہیں، آپ کے لئے ان سے ڈھونڈ کر ملا۔ گر وہ جیسے انسان میں آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی۔ اول تو انہوں نے پہچانا ہی نہیں اور جب نہ بدستی کی یاد دلائی تو طے پڑی محبت سے مگر کوئی جتنے تھکانے کی بات نہ ہوئی بلکہ اس عاقبت کا ایک برائیت یہ ہوا کہ مجھے تغیر، سراج سے بھی ملنا پڑا اور شاعرے میں سراج کے اس شعر پر

کچھ اور مانگتا مرے مشرب میں کفر ہے اپنا ہاتھ دے مرے دستِ سوال میں

جو میں نے لوگ کر دادی تو مشاعرہ آٹ گیا اور سراج الدولہ ملک انشراہیں گئے۔ حالانکہ شعری لغویت خود شعر سے خارج ہے۔ مگر مشاعروں میں ایسی باتیں کنن دیکھتا ہے۔ میں نے بھی اپنی غزل پڑھی لیکن اظہر۔ یگانہ۔ عطا جالونی۔ بزمِ بیکار اور چند دہلی والوں کے علاوہ کسی نے داد نہ دی۔ لکھنؤ کے شعراء تو اس وقت خصر صاف خوش گئی ہیں مشغول تھے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا کہ سراج اور تغیر میں کس قدر گڑبگڑی کا مادہ ہے۔ آپ کے ناشا گرد شاگرد وصل بلا فصل تو قابلِ ذکر ہیں نہیں مگر مجھے ان باتوں کی کوئی پروا ہی نہیں کہ میں تو مشاعرے کے لئے گیا ہی نہیں تھا۔ اور زمین ایسی تھی کہ ہندوستانی کاسٹ اور انجم بھی تقطیع سے محسوس پڑا۔ فانی بیابانی کوئی کام کا شعر نہ نکال سکے اور یگانہ صرف دو شعر پڑھ کر بعدِ باتیات مسامحات کے معافی مانگ کر منبر سے اتر آئے۔ باقی رہے جگر و جوشِ سمانہوں نے طرح میں راہ نہ پائی اور بے طرح سنائی۔ ساغر کس گنتی میں ہیں۔ یہ بیمار بھی منبر پر آیا اور بے طرح کا گیا۔ میری غزلِ مشاعرہ وزیریاں قمر کی غزل اس کے ہوا بھیجتا ہوں۔ خدا جلنے ان میں گیا کیا لکھا ہے۔ میں قمر جس وقت کاتبِ الحروف بھی ہیں۔ بالکل

ناطق

۳ جون ۱۹۳۵ء

A. H. NATIQUE

(۲)

بنام حضرت آسی مرحوم لکھنؤی

JUNA JAIL ROAD, NAGPUR CITY, C. P.

بادری

اسلامِ طہیک۔ محبت نامہ ملا۔ جواب میں پورے ایک ہفتہ کی دیر ہو گئی۔ وجہ یہ ہے کہ آپ نے تحریر کیا ہے کہ کل کی ٹینک میں تیرے نام دعوت نامہ مشاعرہ نائنش لکھا گیا ہے اور اس امید کے ساتھ پہنچا ہوا ایک دور رس میں پہنچ گیا۔ یہ خط ہفتہ نہیں آیا اور میں اس خیال میں رہا کہ وہ آئے تو جواب بھی لکھوں اور آپ کو اطلاع بھی دے دوں مگر پورا ہفتہ گزر گیا وہ نہ آیا اور اب میں اس کے انتظار میں جواب کو دوکان پسند نہیں کرتا۔ آپ کا وعدہ اہلک بیکہ تھا چہرانی بھی ہے مگر مصیبت یہ آ پڑی کہ میں اگر احبابِ فاضل نہیں تو خود فاضل ہوں۔ احباب اپنی مصروفیتوں

میں ہی سہی مجھے خط نہیں لکھتے امد میں اس خیال میں رہ جاتا ہوں کہ جواب میرے ذمہ نہیں اُن کے ذمہ ہے مگر جب زیادہ عرصہ گزر جاتا ہے تو پھر مجھے خیال نہیں۔ بتا اُنکی شکایت ہو جاتی ہے امد معافی مانگنا پڑ جاتا ہے۔ میرے دوست کے لفظ واسے شعر سے آپ مطمئن ہو گئے۔ تو مجھے بھی اطمینان ہو گیا مد غزل سے نکالنا پڑتا۔ مینا میں میرا جو خط شائع ہو گیا وہ بہری اطلاع کے بغیر چھپ گیا اگر مجھے معلوم ہو جاتا تو روک دیتا یا کم از کم کچھ ۱۰۰ بدل ضرور کر دیتا ایک وصل بھی کیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اُس سے کئی اشخاص کو ناگواری پیش آئے گی۔ راتہ یہ ہے کہ وہ خط میں نے بوجہ محبت بیٹے بیٹے قر سے لکھا یا تھا اور اُنہی سے پوسٹ کر دینے کو بھی کہہ دیا تھا یہ کس کو خبر تھی کہ وہ نقل رکھ دیں گے اور یہ کریں گے۔ شاکر غریب سمجھے کہ میرے ایما سے بھیجا گیا ہے اِس لئے داخل کر دیا امد بعد میں جب میں نے انہیں لکھا تو یہی جواب بھی دیا۔ خیر رفت و گزشت اب تو چھپ گیا۔ میری غزل جو آپ نے مینا میں دیکھی اور پسند کی یہ بھی کوئی نئی نہیں قر کے پاس رکھی تھی۔ انہوں نے جیج دی۔ یہ غزل آپ کے پاس بھی ضرور موجود ہے۔ لیکن آپ کو خیال نہیں رہا۔ امید ہے کہ آپ نے حسب تحریر کچھ نہ کچھ ضرور اب تک اس پرچے کے لئے بھیج دیا ہو گا۔ مشاعرہ کا دعوت نامہ اگر آئے گا۔ تو آپ کی تحریک کے مطابق جواب دے دیا جائے گا۔ اطمینان رکھئے۔ کائنات کا بھی حال معلوم ہوا۔ آپ کیوں شوکت سے ناراض ہوں یہ کیوں نہ کیوں کہ کائنات میں ایسا بھی ہوتا ہے امد پھر مجھ غریب کی کائنات کیا جس کا انہیں خیال ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ لکھنؤ آنے کے وقت منتر سے ضرور آئے جائیں آپ کی ایسی اشتیاق آمیز تحریر آنے کے بعد ساتھ کا انتظار دیکھنے کی بی ضرورت نہ تھی میں ابھی بھیج دیتا مگر بھائی منتر سے امد اس موسم کے اُتہ جاتا ہے ناگہد واسے تو اُتہ بھی نہیں لگاتے خدا جانے ان مسندوں کو پرہ نجات کے لوگ کیوں کر کھاتے ہیں۔ میں نے آپ کا خط آنے پہ اس خیال سے کہ دیکھوں کیا محال ہے۔ دس بہترین منتر سے مارکیٹ سے (منڈی) منگائے امد کئی روز دیکھنے کے بعد بھی کھوں کہ دیکھ کر وہی ترش۔ سب پھینک دیئے گئے ہر حال کچھ ضرور ہاؤں گا۔ امد اچھے منتر سے آپ کو اپنی میں بھیجے جائیں گے۔ مشاعرہ کی غزل کے جو پانچ شعرا آپ نے ارسال کئے ہیں بہت خوب ہیں۔ میں نے انہی کے دو اشعار کو خصوصیت سے پسند کیا۔ بھلا آپ نے مطلع کیوں نہیں بھیجا۔ میری غزل بھی اس زمیں میں ہے مگر بس ہتے یا ادب ایک شعر بھی نہیں۔ بچوں کو چار اور دوائیں۔ والسلام

ناطق

۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

A.H. NATIQUE

(۳)

جام حضرت آسی مرحوم مکتبہ

JUNA JAIL or NATIQUE ROAD, NAGPUR CITY, C.P.

مولوی صاحب۔

ابھی ابھی ڈاکیر نے آپ کا محبت نامہ لا کر دیا۔ اول تو عذابی دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کھول کر پڑھا تو اد خوش ہوا کہ اس میں آپ کے فرزند ارجمند کے قولہ کا شہدہ حاضر بھی موجود تھا خدا اُس کی امد اس کی ہمشیرہ کی حمد و راز کہے اور آپ کو ان کی خوشیاں دکھائے۔ آپ کی خیریت و جہ صحت مزید ہے۔ میں مرادہ دل بھی بظاہر تندرست

ہوں۔ لیکن مذکورہ جانا نہیں اور اس کے اثر سے وہ سب عوارض بھی لاحق ہو گئے ہیں جنہیں لازم پیری کہا جاتا ہے
 ابراہیم خاں صاحب کی برآپ نے شکایت کی وہ میں ان تک پہنچا دوں گا۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ صاحب جس کام کے
 لئے لکھنؤ گئے تھے وہ نہایت معرفت کا تھا۔ کچھ تو اصل مدعا کی مشغولیت میں اور کچھ اہل کھنڈ کی ضیافتوں میں
 انہیں اتنی فرصت تو ضرور نہیں مل کر آپ کو بار بار تلاش کرتے مگر وہ کہتے تھے کہ روانگی کے روز ایک وقت ضرور
 آپ کے وہاں گئے تھے اور آپ کو موجودہ پاکر مایوس ہوئے۔ ان کا غرض یہ ہے ساتھ ایسا ہے کہ میں اسی بیلین پر
 یقین کرتا ہوں۔ غیرت و گذشت۔ اب آپ کا خط آگیا افسوس ہوا ہر گز۔ یقیناً خربندے وہاں سے یہاں تک
 لاری کا سفر نہیں لاسکتا چنانچہ وہ خود بھی جو میرے لئے لائے تھے ان میں سے صرف چار صحیح سالم پہنچا سکے
 لیکن ریل میں کل ۲۴ گھنٹے کا معاملہ ہے۔ اسی سال لاہوری کے ایک دوست نے مجھے بھیجے تھے اور نصف سے
 زیادہ اچھی حالت میں مل گئے تھے مگر میں نے یہ کیا تھا کہ چٹنگی اطلاع آنے پر ٹون دیوٹی کے مدد فرما کر اطلاع کر دی تھی جس
 نے اسٹیشن پر آنے سے ایک گھنٹہ کے اندر پارسل مجھے پہنچا دیا تھا۔ اودھٹی بعد میں گئی۔ تاہم خربندوں کا ذکر ایک
 موسم کی بات تھی اور غلطی کچھ لکھنا تھا۔ ورنہ اس سے میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ آپ خربندے بھیج دیں کیونکہ مجھے
 خربندوں کی طرف کوئی خاص رغبت نہیں تھی تو صرف آم کا دلدادہ ہوں اور بد قسمتی سے یہ چل ناگہر کیا میرے علاقہ
 مالک مشرور میں خاطر خواہ نہیں ملتا۔ امسال آم یہاں بکلی نہیں بھا اور چونکہ لکھنؤ کی فصل کا حال بھی مجھے معلوم ہو چکا تھا۔
 اس لئے آپ کو تکلیف نہیں دی ورنہ جس طرح گذشتہ بے تکلف آپ کو لکھ کر منگایا تھا۔ اب کے بھی منگایا آئندہ
 سال زندگی ہے تو دوسری یا تیسری جو کچھ آپ مرحمت فرمائیں گے کھاؤں گا۔ مگر اب میری زندگی ایسی نہیں جس
 سے کم از کم مجھے اطمینان ہو۔ امسال ناگہر لگا دھٹی اور لکھنؤ کے آموں کی کمی کو ارکاٹ نے پورا کر دیا کہ شاکر ناسلی
 نے آم بھیجے انھوں نے بہت بھیجے اور مسلسل فصل میرے بھیجے۔ یہ شاکر شاکر ناگہری نہیں بلکہ ناسلی میں غلام بولائی
 سے انہیں کوئی واسطہ نہیں تقریباً عرصہ دس سال سے میں انہیں مشدہ دے رہا ہوں۔ مخفف حسین ان کا نام
 ہے اور علوم حرم کے فارغ التحصیل ہیں۔ چنانچہ عمراً باوجود ضلع شمالی ارکاٹ کے حدسہ عرصہ میں مدھی کے فرائض انجام
 دے رہے ہیں اور وہیں سے رسالہ بھی بنام مصلحت عرصہ دیر سال سے نکالتے ہیں جو میرے اور آپ کے
 نقطہ نگاہ سے بھی برا نہیں ہو سکتا میں انہیں کھ دوں گا۔ اور رسالہ انشاء اللہ آپ کے پاس آنے لگے گا۔ شرح
 دیوان غالب کے متعلق انشاء اللہ مجھ سے خط و کتابت کروں گا۔ مگر آپ کے وہاں سے اس خط کا جواب آجانے
 کے بعد۔ کیا آپ خداؤں سے اس کا سلسلہ چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بے شک اپنا آدھن پرناہیت موقوف
 ہے مگر اگر آپ پھر سے ایسا اقدام کریں تو قہر سے انتقام کے ساتھ کیجئے کہ ایک عدم پابندی وقت پر چونکہ ساری
 غریبوں پر پانی پھر دیتی ہے۔ میں انشاء اللہ پوری کوشش کروں گا اطمینان رکھئے۔ اپنے رسالہ تکیہ و تائیت کے لئے
 آپ جتنے اشارہ مجھ سے لکھنا چاہتے ہیں میں جوشی کھ دوں گا۔ اور جہاں تک ممکن ہو گا جلدی تعمیل کر دی جائے گی آپ وہ
 تمام الفاظ مجھے بھیج دیجئے۔ میں بکشتا ہوں کہ اس معاملہ میں اٹلر پالوٹی اور جاسٹی مار ہوئی بھی ضرور آپ کی مدد کریں گے

اور اگر آپ چاہیں گے تو میں ہی ان دونوں حضرات کو کھدو دوں گا۔ آپ نے جو نائب کے کچھ کلام کی بعد میں شرح کے چھپوائے ہیں وہ اب تک نہیں ملے۔ اور باد میں نے کھانا اور آپ نے بیٹے کا دھوا کیا مگر کبھی اب تک نہیں۔ آپ کی ربا حیات کا مجھ کو شائع ہو کر ادب اور دوسری ایک پیش ہوا اضافہ ہوگا۔ میں آج کل کسی رسالہ کو اپنا کلام دیتا ہی نہیں تو آپ کی نظر سے کیونکر گزرنا۔ حسب طلب دو فرمیں ارسال کرتا ہوں۔ دیکھئے یہ وہی رنگ ہے جس کی آپ کو مجھ سے مزدورت ہے۔ اب آگے مجھے جو ایک مضمون کے متعلق تحقیق کی ضرورت پڑ گئی۔ بات یہ ہے کہ میں عرصہ ۳۰ سال سے وطن سے دور رہوں اور اس درمیان میں زبان نے جو جو بٹے کھائے اس سے تقریباً ۱۰ علم اس لئے کسی ایسی بات کے متعلق جو ایک اہل ادب کی زبان سے نکلے اور میرا علم اس کے طواف ہو نصیح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے اہل وطن سے ہمیشہ تعین سال میں گزشتہ اور آئندہ کے ساتھ مغلطہ سال سال موجودہ اور پر سال یا پار سال سال گزشتہ کے لئے سنا ہے اور اب بعض رسالہ جات میں یہ لفظ سال آئندہ کے لئے بھی نظر آتا ہے۔ جسے میں درست نہیں سمجھتا لیکن اس خط میں آپ نے بھی آموں کا وعدہ کرتے ہوئے لفظ پار سال سال آئندہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس لئے تحریر کیجئے کہ موجودہ (مشرقا کا) کیا استعمال ہے اور آپ کی تحقیق کیا ہے۔ والسلام۔ آپ کے بچوں کو پیار

ناطق

مولوی سید محمد حسین محوی

نوٹ: مولوی محوی صاحب کھنڑی کے مضامین سے میں واقف تھا۔ دراصل اردو میں کئی مضامین اور رسالہ ساقی جامعہ وغیرہ میں نظمیں شائع ہوتی تھیں۔ انہی مضامین کی بنا پر سلسلہ خطوط کتابت جاری ہوا۔ مولانا سے اب تک ملاقات نہیں ہوئی مگر خطوط کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔

معنی:۔ ہے مولانا سے مجھ سے کھنڑ میں مراسلت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا بلکہ مولانا کے مدد راس کی ملازمت کے زمانہ میں سلسلہ جاری ہوا ہے۔ مولانا کے کئی خطوط کا ذخیرہ تھا مگر زیادہ خطوط طبع کر دئے گئے۔

(نصیر الدین ہاشمی)

(۱)

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرمی و محترمی!

سلام مسنون۔ فرازش نامہ پایہ۔ معاف فرمائیے گا کہ جواب بہت دیر سے حوالہ مکر رہا ہوں۔ اول تو یہ کہ میں یہاں موجود نہ تھا جو کم گساک کی طویل تعطیلات میں چند روز کے لئے باہر ایک پہاڑی مقام پر چلا گیا تھا۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ تیرہ صبح نہ تھا۔ اب میں آیا ہوں اور احباب کے کہ کر ماموں کے جواب لکھ رہا ہوں۔ ملاقات خط لکھنے میں کیا براہی ہے اور معافی کی کیا ضرورت ہے۔ ظاہری نہ بھی مگر محوی تعارف اور ملازمت تو کافی ہے۔ میں جناب کے مضامین معارف اور دیگر بعض رسائل میں بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتا رہتا ہوں۔ آپ کے علمی اور تاریخی ذوق سے پورا آگاہ ہوں۔ یہ مکان ہے کہ آپ مجھ سے زیادہ واقف نہ ہوں۔ بہر حال مجھے یہ جتنا بہت نامہ پاکر نہایت دلی مسرت ہوئی اور جناب کی اس نئے نکلنے یا دفتر کی کانائیت درجہ شکر گزار و مرہون ہوں۔ ہنتر اوپا کا نذر تیر چنانچہ مل میں ہے۔ میں خود وہاں زیارت کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ ان کی تاریخ وفات اور دیگر حالات کے متعلق میرا خیال ہے کہ مولوی عبد الجبار صاحب صوفی ملک پوری کی کتاب تذکرہ اولیاد کوکن وغیرہ میں مفصل ملیں گے۔ یہ کتاب

!۔ اس کتاب کو میں اول ہی دیکر چکا تھا کوئی مدد نہیں ملی۔

حیدر آباد ہی میں بھی ہے۔ آسانی مل سکتی ہے اور غلطی نظر سے گزری ہوگی۔ اور جو کام میرے لائق ہوں اس سے ڈرنا نہ پاتے رہی۔
 یہاں سے رہنمائی ایک ماہانہ رسالہ بشری جاری کیا گیا ہے جو غلطی نظر سے گزرا ہوگا۔ بیچو تو گیا ہے یہ رسالہ میری
 اور میرے چند خاص اصحاب کی بے پایاں کوششوں سے نکل رہا ہے۔ ہر اس میں اور دشواریوں کے علاوہ طباعت و کتابت
 بہت ساں ہے اور یہ کام کرنے والے بہت بد معاملہ اور وعدہ خلاف ہیں۔ ان مشکلات کی وجہ سے پروجیکٹ وقت پر نہیں
 نکلا۔ تاہم کوششیں جاری ہیں اور کامیابی کی امید ہے۔ یہاں کے حالات اور زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے مذہبی مضامین
 بھی رکھے جاتے ہیں اور علمی و ادبی بھی۔ ہر ایسی اس کا ایک خادم ہیں۔ نہایت شکر گزار ہوں گا اگر جناب اسے بھی اپنے دشمنانِ علم
 سے سیراب فرماتے رہیں۔ والسلام

آپ کا محمد حسین محوی۔ ہر اس ۸ جولائی ۱۹۲۳ء

مختصر حالات نہترولی

ان کا پورا نام بابا سید الدین برست طس عالم ہے۔ دارا خاندان دوم آئینہ دل کے رہنے والے تھے۔ مشہور ہے کہ سرزمین
 دکن میں جب انہوں نے قدم رکھا ہے تو رات سو پانچ ٹکٹیں اولیاد ان کے براہ آئے۔ ان کا مزاج جنوبی ہند کے مشہور شہر ترچیا پٹی میں
 واقع اور عام دھرم کی نیابت گاہ ہے۔ انہی کے پائین نواب والا جادہ اول محمد علی صاحب وصیت مد فونی۔ ان کی کرامات
 بے حد شہور ہیں۔ پندرہ ماہ رمضان المبارک ۱۲۶۳ھ میں انتقال کیا۔

ویر حالات کتاب ہزارِ عظیم جلدی سے ماخوذ ہیں جو ۱۲۳ھ میں تالیف ہوئی ہے۔
 مصنف کا نام غلام عبدالقادر اور شخص ناظر ہے۔ خطاب قادر عظیم خان بہادر۔ کتاب
 ہندو طبع نہیں ہوئی ہے۔

(۲)

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرمی و مختصری!

سلام مسنون۔ محاف فرمائیے کہ آپ کے نوازش نامے کے جواب میں پھر بہت دیر ہو گئی اور اب پھر آپ نے
 وہی رستے کا رُخ کر لیا ہے کہ کچھ ہیں مگر میں اپنی ہمدردیوں اور کثرتِ کار کی وجہ سے مجبور رہا۔ اب انشاء اللہ ایسا نہ ہو گا کہ آپ
 کسی اور صاحب کے کرم نامہ کا جواب عوامِ ظلم نہ کیا جائے۔ آپ نے جن مدد اسی اباب ظلم کی کو ناکہ ظلمیں کا شکوہ کیا ہے بجا ہے
 مگر میں ان میں شامل نہیں۔ نہ آنا پڑا آدمی اور نہ میرا یہ وطن ہے، البتہ آپ وہاں کا اثر ممکن ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تاہم اگر
 حد تک ایسی اثر پذیر نہیں ہوا ہوں۔ آپ کے مضامین پڑھ کر اس وجہ سے بہت زیادہ مسرت ہوتی ہے کہ یہ چیزیں میرے خاص
 ذوق کی ہیں۔ اور آپ نے ان کی جانب، جو توجہ نہایت ہے، تمام حمایتیں اردو کے شکر یہ کی مستحق ہے۔ آپ بہت مفید کام کر رہے ہیں

اور آپ کے ہر مضمون سے کاوش خاص کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا شوق اور لچرپی قابل مبارک باد اور لائق قدر ہے۔ خالی علم و فضل سے کیا ہوتا ہے۔ ملک میں ہزاروں لاکھوں عالم فاضل وجود ہیں مگر کون ادھر توجہ ہوتا ہے۔ اصل چیز شوق اور لچرپی ہی ہے۔ نہ تو اولیاء کے اتعال کی نسبت میں لے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ بہت مختصر ہے اور نگاری طور پر تالیف ہوئی ہے۔ خاص اہمیت رکھتی اور کوئی کتاب پیش نظر نہیں ورنہ مزید تحقیق سے کام لیتا اور آپ کی خدمت میں مزید تفصیل و تحقیق پیش کرتا۔ لیکن اس میں رنگ نہیں کہ نہ تو جانیے قدیم میں سے ہیں۔ محسوس ہے کہ جو نظم آپ کو ملی ہے ان کی نہ ہر جگہ کسی اور کی جو کچھ دیر سے پیش نظر نہیں اس لئے کچھ عرض نہیں کیا جاسکتا۔ آئندہ آپ کچھ اور کہیں تو میں بھی ناچیز خیال ظاہر کر سکوں گا۔

تعجب ہے کہ بشری ہمنوز نظر حالی سے نہیں گذرا۔ یسوا گیا تھا شاید ڈاک میں تلف ہوا۔ ناہنر اب مدانہ ہے خدا کے حکم سے پسند فرمائیں اور کچھ اس پر بھی نظر نوازش مبذول رکھیں۔ تکلف کی ضرورت نہیں ہے میری نسبت آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے نوازش فرمایا ہے۔ میں بوجہ شکر گذار ہوں۔ وعدہ مضمون کا مزید شکریہ قبول فرمائیے۔

یہ معلوم کر کے بہت زیادہ مسرت ہوئی کہ آپ کے خاندانی تعلقات در اس کے نامور مشاہیر سے ہیں۔ ان صاحب حضرات سے میں کبھی کسی قدر واقف ہو چکا ہوں اور مزید واقفیت کی کوشش میں ہوں۔ رائے پیٹھ میں ہمارا دفتر ہے۔ باخ۔ دیوان صاحب کے بعض علماء سے شرف نیاز بھی حاصل ہے۔ کیا آپ ادھر بھی نہیں آتے۔ آئیں تو اچھا ہے۔ الحمد للہ کہ میں تحریریت ہوں اور آپ کے لئے دعا ہے خیریت کا خواہاں۔ والسلام

آپ کا: محوی۔ در اس ۹ اگست ۱۳۱۹ھ
۱۲ کفایت خاں اسٹریٹ، مونٹ، روڈ

(۴)

انصیر الدین لاشمی

مکرمی و شفیق

سلام مسنون۔ حضرت امجد جدید آبادی زاد کر کے کلام پر آپ نے جو تبصرہ فرمایا ہے اور نوازش اس کا ایک نمونہ مجھے بھی عنایت کیا ہے۔ وہ پہنچا اور اس کا بہت مسرتہ نہایت لچرپی کے ساتھ پڑھ ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مولائے مرستہ کے کلام پر بہت اچھا تبصرہ کیا ہے اور ان کے کلام کے محاسن کو بہت خوبی سے اُجاگر کر کے دکھایا ہے۔ حضرت امجد کا کلام میں بہت ذمہ داری سے شوق و ذوق دیکھتا ہوں۔ جب سے یا بش "خیر" کہن دیوید "زندہ تھا۔ موتی ندی کی طغیانی کے بعد موصوف کی جہنمیں چھپیں وہ بہت دگداز اور اثر انداز تھیں۔ مخزن قدیم میں بھی پڑھا ہوا ہوں اور معارف میں بھی دیکھتا ہوں اور موصوف کی دو تین کتابیں ریاض امجد، ہرودہ قصہ، تذاتجہ بھی میرے پاس موجود ہیں۔ حضرت امجد سے افسوس ہے کہ ہمنوز ملاقات نہیں ہوئی لیکن میں ان کا دیرینہ طالبانہ انداز ہوں اور جب سے مد اس آیا ہوں اپنے ایک عزیز دامادی دوست سے اکثر مرزا کا ذکر خیر اور اوصاف سنا رہا ہوں۔ اس سلسلہ اور زیادہ مشتاق ملاقات بنادیا ہے۔ خیر زندگی ہے تو کبھی یہ شرف بھی حاصل ہو رہے گا۔ ہمنوز میرا سلام نیا نہ بھی پہنچا دیجئے۔

آپ نے بہت تفصیل سے اور جامع تبصرہ لکھا ہے۔ پڑھ کر بہت خوش ہوا اور آپ کے اس علمی تحفہ کا نہ

شکر گزار ہوں۔

حال میں میری ایک نادر کتاب کے دو حصے دہلی جامعہ قدیم سے شائع ہونے لگے۔ گریہ کوئی ادبی کتاب نہیں۔ بچوں کے لئے ایک اخلاقی تعلیمی کتاب ہے۔ البتہ اس کے لئے کافی کاوش کرنا پڑی ہے میں ہی ہر پیش کرتا ہوں قبول کیجئے۔ حد تک آپ نے خط نہیں لکھا۔ میرے گزشتہ خط کا جواب بھی ہنوز آپ کے ذمے ہے۔ شاید عملی مسائل نے موقع نہیں دیا۔ بغیر امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے اور اس ناچیز نے رجحان کی رسید سے اطلاع دیں گے کہ لکھ رہا ہے۔ والسلام !
آپ کا: محمدی ۳ اگست ۱۹۳۷ء

(۴)

بنام نصیر الدین لاٹھی

مکرمی و مشفق!

سلام مستور۔ دونوں نوازش نامے پائے معذرت خواہ ہوں کہ جواب میں بہت دیر ہو گئی اور کئی بات جو طلب قلمی بھی نہیں۔ دیر میں خط لکھنے کا سبب میری پریشانیوں ہیں۔ دو تین ماہ سے یہاں کی آب و ہوا خراب ہے۔ بچے اور گھڑیاں بیک ایک بار کیا دہرے ہیں اور ایک بھتیجے دو تین ماہ سے مہل ہیں۔ حرارت رہتی ہے۔ اسی کی وجہ سے بہت ٹھک رہتی ہے خدا جلہ صحت دے۔ ان سب سے بڑھ کر ایک سخت حادثہ یہ گذرا کہ گزشتہ ماہ اکتوبر کی ۲۰ زاریح کو جناب والد محترم مرحوم نے انتقال فرمایا۔ گزشتہ سال بچوں کے ساتھ یہاں قسریٹ سے آئی تھیں۔ یہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تھی۔ ضعیفی اور کمرسی پھر مسلسل ملا۔ اس سال کا سلسلہ آخر وقت تک رہا اور یہی مسلک ثابت ہوا۔ مجبوراً اگست (گزشتہ) میں اس نے اپنے چھوٹے بھائی اصغر حسین سلمہ کے پاس لکھنؤ چل بیٹھا۔ دو تین مہینے وہاں علاج رہا۔ صحت نہ ہوئی۔ اکہم خبر آئی کہ وفات پائی۔ اس حادثے نے بہت دنوں دل و دماغ کو بیکار رکھا۔ اٹھ مہرہ کو رحمت نصیب کرے اور نگاہ ہل کو رحمت فرمائے۔ عجیب بختی خاتون تھیں ان کی تمنیں اور شفقتیں یاد آ کر دل کو برا دیتی ہیں۔ زیادہ کیا کہوں۔ جناب مولانا امجد کی نسبت آپ نے خط اور اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے بجا ہے۔ مجھے موصوف کی شاعری سے نہایت پسند ہے اور ان کا کلام شوق سے پڑھتا ہوں۔

تاریخی کتابیں کی نسبت آپ نے جو کچھ لکھا ہے آپ کی محبت و نوازش ہے جو میرے حال پر بہت ملتی رہتی ہے۔ نہایت شکر گزار ہوں۔

دوسرے محمدیہ والوں سے برے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ کبھی کبھی جاتا ہوں۔ جناب فاضل صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ میرے حال پر نوازش فرماتے ہیں۔ تیسرا چچا زاد ہے کہ عمری مولوی محمد صادق صاحب سلمہ اتانسی صاحب کے بیٹے زادے تین کتابیں نگراں سعادت، یادگار سلف، تصدیق بانسٹ سعاد کی مختصر شرح و ترجمہ دے گئے ہیں اور اپنے بھائی کا ایک خط جو حیدرآباد میں رہتے ہیں مولانا قاضی مرحوم کے مادہ ہیں۔ مولوی عزیز الدین نام ہے۔ یہ نہایت نوجوان صالح ہیں، دماغ اس آٹے لٹے تو طے بھی تھے۔ آپ تو فرما جانتے ہوں گے۔

اسن انقصص کے متعلق صادق صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بہت مختصر کتاب ہے۔ میں حاضر کدوں گا۔
بہر حال شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس کا پتہ دیا۔ حاصل ہو گئی تو اس سے بھی استفادہ کر دوں گا۔
آپ کے پتلے خط سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ نصیب و ثمن آپ کچھ خانگی ٹکڑوں اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے
ہیں۔ اللہ آپ کو جلد ان سے نجات دے۔ اہل علم و ادب کے لئے یہ نگرین مٹی بلا ہیں، سو باقی رصع ہیں مگر دنیا میں ان سے
نجات کہاں۔ اپنی ہمت و استقلال اس قسم کے موافق پر بھی خدمت کئے ہی جاتے ہیں۔ زندگی کے چند روزہ اوقات کو نصیب
بگھتے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ خدا سے بڑے جلد آپ کو ان سے چھٹکارا دے اور ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھے، آمندہ مجھے
امید ہے کہ آپ بہت سے کام لے کر پورا مقابلہ کریں گے اور ان سب پر غالب آئیں گے۔ اس کا کوئی اثر آپ کے
علمی و ادبی اشغال پر نہ پڑے گا۔

- ۱۔ دوسرے کرم نامے کا جواب ملاحظہ ہو۔ شاعر ولی کی تو شاید مدراس میں کی نہیں مگر مشہور لوگ یہ ہیں۔
- ۲۔ نواب محمد نذر خاں گوہر نجم الفضل و امیر اشتر و شاعر صاحب کے بڑے بھائی،
- ۳۔ نواب انصاریہ صاحب بیخروہ اشتر۔
- ۴۔ نواب مولانا گل حسین خاں صاحب ایان سراج العلماء و خسر نواب صاحب ارکاٹ، گواہمی۔
- ۵۔ مولانا نور صاحب دیکھیں شاہ مہبت شاہ رحمہ اللہ
- ۶۔ مولوی محمد عباس مدرس مدرسہ علم۔
- ۷۔ جناب عبدالقادر صاحب اختر و برادر شاعر صاحب،

اور لوگ جو براہ ہیں مگر وہ الہی نوامذ ہیں۔
بترجہا کہ آپ براہ راست ان لوگوں کو خط لکھ کر کلام طلب کریں۔ میرا واسطہ ٹھیک نہیں۔ یہاں اور شعرا اگر ہوں گے
تو ان لوگوں سے پتہ چلے گا۔

یہ معلوم کر کے سرت ہری کر آپ اپنے ذاتی مکان میں منتقل ہو گئے۔ مبارک ہو، خدا سزا دکرے۔
الحمد للہ ہم سب خیریت و آرام سے ہیں۔ آپ بھی مع اخیروں گے۔

ان ایک بات یاد آئی۔ مداس کے علاوہ امیر زمانہ ایڈیٹر ترقی و ترقی میں شلو ہیں اور شاہ کے ہمتی ہیں۔ مذاکیر شرکت کی کلمی تفاق ہوا۔
ان کا ذکر بھی کرنا چاہئے اور ان کے لوگوں کا کلام بھی ہو سکے تو مگر ایسے وہ لوگ آرو کے یا وہ خیر خواہ صرف گذر معلوم ہوتے۔ آگے خدا بخلفہ و اسلام!
دعا کا طالب، محمد حسین محوی۔ مدراس ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء

بننا۔ تاکہ اس کی تفصیل بیکار اور تکلیف دہ ہے۔ صوبہ سے بڑی بات یہ ہے کہ میرا بڑا بچہ بخور دار اور حسین سلوٹیل ہو گیا تھا۔ بہت مگر مٹی۔ اللہ نے فضل فرمایا اور اب بالکل تندرست ہے۔ الحمد للہ۔

آپ شاید مجھ سے زیادہ درس کی حالت سے واقف ہوں گے۔ یہاں کا مرکز بہت دشوار مات ہے۔ میں کہہ چکا ہوں۔ آپ نے میری ناچیز خدمات پر جو صلہ فرمائی کی ہے اس نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور بہت کمزوری و شکر گزار ہوا اللہ شہرہ دی ہے جو آپ نے ظاہر کیا۔ لیکن نہ کوئی کرتا اور نہ کرنے دیتا۔ میں تو بہت زیادہ ناامید ہوں۔ اگرچہ بہت نہیں داتا اللہ مالک ہے۔ آپ نے بندہ مستانی اکاڈمی آباد میں جانے اور ایک مقالہ لکھنے کا ارادہ اپنے کرم سے میں ظاہر فرمایا تھا، جانا ہوا کہ نہیں۔ اگر گئے ہوں تو وہاں کے فضائل حالات سے اطلاع دے کر ممنون کیجئے اور مقالہ چھپا ہو تو آپ سے تحفہ عنایت فرمائیے۔

نہایت درجہ ملی سوت۔ ہے کہ ایک دیرینہ آرزو برآئی۔ تحفہ اور کوثر جاری ہوئے ہیں تو مدد اس میں ناکام رہا۔ خدا ان دونوں کو جانی رکھے اور سب ترقی دے۔ آمین! میں بھی کچھ نہ کچھ خدمت کرتا رہتا ہوں مگر مکروہ اور پریشان خیالوں کی وجہ سے ملی تنہا کے موافق کسی کام کا موقع نہیں ملتا۔ جو کچھ ہو جائے غنیمت ہے، یہی مجھ کو مصروف اور کوثر کے لئے کچھ نہ کچھ دیتا ہوں۔

دو دن ملی تحفے مکتوبات اجماع اور میرہ نہ بنی نکاح رسالہ پہنچے۔ اس فزائش کا بھی ممنون ہوں۔ بہت مسرت ہے کہ آپ باہر زبان اور علم کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ برا کہ ہے یہ زندگی اور مبارک ہیں یہ برستیاں۔

مولانا امجد کی خدمت میں یہ سلام مسنونہ پیش ہے۔

آپ کے بچوں کو بہت بہت دعا میں بھی دھرا رکھے۔ آئندہ سلاطین کے دفتر کے تھے پر دعا کرتا ہوں کہ اسلام آپ بندہ محبت۔ محمد حسین محوی۔ در اس کلیم فروری ۱۹۳۶ء

(۶)

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرمی و شفقی

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ دونوں کے بعد فزائش نامہ پایا۔ شکر گزار اور مہربان کرم ہوں۔ اس سے پہلے مجھے جناب کا کوئی محبت نامہ نہیں ملا۔ وہ ضرور جواب جانے خدمت کرتا۔ کچھ اپنی معروضات اور پریشانیوں کی وجہ سے خود ہی نہ لکھ سکا۔

الحمد للہ میں متعلقین غیریت اور آرام سے ہوں لیکن اس قدر مصروف کہ خدا کی پناہ۔ میرے مضامین جو آپ معصوم وغیرہ میں ملاحظہ فرماتے ہیں وہ کبھی سکونی خاطر کا نتیجہ نہیں۔ تاہم ایڈیٹر صاحبان کے ادارے سے مجبور ہو کر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

آپ کے علمی کارناموں کا حال پڑھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ رسائل میں بھی دیکھتا رہتا ہوں اور مسودہ ہوتا ہوں۔ خدا آپ کو مطمئن رکھے۔ آپ اگر وہ کی بہت عمدہ ادبی علمی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ کتابیں چھپنے کے بعد برتیت یا ہریرہ جس طرح مناسب ہو ضرور بھیجے گا۔ میں بھی کچھ کرتا رہتا ہوں۔ ایک تو دیوانہ پیدہ ہوئی مرتب کیا ہے جو ایک دو ماہ کے اندر شائع ہوگا۔ چھپ چکا ہے جلد بندی ہو رہی ہے۔ در اس فزائش مکتبہ شائع کر رہی ہے اور یہاں کے ایف۔ اے۔ اے۔ کے مدرس میں لے لیا گیا ہے۔

دوسری کتاب واقعات اطهری کا ترجمہ چھپ رہا ہے اور کئی کتابیں تیار ہیں مگر جلد چھپنے اور شائع ہونے کی امید نہیں۔ ان کا بھی اجماع آپؑ نہ کرے نہ کریں سب تک شائے ہر جائیں۔ علمی خدمت تو نویر رشتی کے ذریعے جاری ہے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ اس صوبے میں اردو کی عملی خدمت کی شدید ضرورت ہے۔ نہ یہاں کے مسلمان کرتے ہیں اور نہ کسے دیتے ہیں۔ آپؑ تو خوب واقف ہوں گے۔ بہر حال جو کچھ مجھ سے ممکن ہے اور جو مجھ میں آتا ہے انفرادی صورت سے کر رہا ہوں۔ ایک رسالہ بنگور سے کوثر اور ایک لڑکا سہیت سے شعور شاعری کا نفاذ جاری کر رہا ہے۔ ایک دوسرا سالانہ قیمت اور حجم کم سے کر آسانی سے ہر غریب آدمی بھی خرید اور پڑھ سکے۔ جگہ جگہ اردو کی انجمنیں قائم کر رہی ہیں۔ خواہ اس وقت برائے نام ہی ہوں۔ آپؑ کی کیا رائے ہے۔ کاش کوئی فائدہ رسانہ والا ہوتا۔ ایک بڑا پریس قائم کرایا ہے۔ تقانی پریس نام ہے۔ بڑی مشین ہے جو برقی طاقت سے چلتی ہے۔ کام عمدہ اور نفیس و ازان ہوتا ہے۔ ہندو تان سے بہترین کاتب اور نفاذ بلاشبہ ہیں۔

دونوں بچوں کو تعلیم کے لئے جامعہ قیودہ ملی کو روانہ کر رہا ہوں۔ کل یا پرسوں چلے جائیں گے اور سب زیریت ہے۔

خدا رکھتے رہئے۔ والسلام!

دعا کا خطاب۔ آپؑ کا محوی۔ جنرل پیرسن دھندھاس ۳ اگست ۱۹۳۲ء

(۷)

بِسْمِ فَصِيحِ الدِّينِ دَامِي

محبوب و مشفق!

مسلم مسنون محبت نامہ اردو کا روایا۔ اپنی معضرت اور پیشانیوں کی وجہ سے جواب میں دیر ہوگئی۔ معذرت خواہ ہوں۔ میری نسبت از دوا و اخلاص محبت جو اخلاص آپؑ نے تحریر کئے ہیں ان کا شکریہ قبول فرمائیے۔ خدا آپؑ کو خدمت ادب کی اس سے نیاہ تو فہم دے۔ آمین!

خواتین جہد شاعری کے نام سے آپؑ نے جو جدید کتاب چھاپی ہے اس کا اشتیاق ہے اور قبل از حصول تشکیر۔

زکون میں اردو ہمارے دفتر کے کتب خانہ میں آگئی ہے۔ اب اس کی ضرورت نہ رہی۔ رسالہ ہندوستانی بھی ہمارے یہاں دفتر میں آنا ہے۔ اس میں جو آپؑ کے مضامین چھپے ہیں اگر وہ بھی سکیں تو بہتر کہ میرے پاس رہیں گے، ورنہ میں یہاں کی لائبریری کے لئے کر دیکھ لوں گا۔ آپؑ کی جو خبری ہو۔

میری تصنیف یا تالیف سے ہنوز کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ سب شائع ہوگئی میرے امکان میں ہوا تو بدینہ پیش کدوں گا۔

کتابیں کئی تیار ہیں مگر خدا ہی جائے کہ کتب طباعت کی نوبت آتی ہے۔ یہاں دھندھاس میں تو جہاں تک مجھے علم ہے اردو کی کوئی انجمن نہیں۔ باہر جو ہیں ان کے محقق حالات نگار اور روائے کرکند گا۔

تدوین ہندوستانی بہت کشمکشیں ہیں اور باقاعدہ ہیں۔ مالی حالت بھی اچھی ہے لیکن ہم غافل ہیں۔ باہمی جگہوں سے ہنوز نصرت نہیں ہے۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔ یہ مسئلہ زیادہ دلچسپ ہے۔ میرے خیال میں یہاں دولت مند تین مسلمان ہیں جو ہمیشہ اس قسم کے نیک

مفید عام کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔
 ختانی پریس میں کتابت اور طباعت کا بہت عمدہ انتظام ہے۔ ایسی مداس کے کسی اور ڈپٹی پریس میں نہیں ہوتی
 آپ کو ضرور دست ہوگی۔ کیونکہ آپ اردو کے سچے بھانجرا ہیں۔ والسلام
 آپ کا بھائی۔ راس ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

(۸)

بسم نصیر الدین اشقی

مکرمی و مفتوحی

اسلام سمرانی، نبوت نامہ ملا، نواتین، عہد عثمانی، اور مدو مطبوعہ مضامین مل گئے۔ اس مجموعی غنایات اور تحفوں کا پیش از پیش شکریہ
 قبول کیجئے۔ لیکن میں اردو، ازبک، ازبک، اپنے ذہن کے کتب خانے میں نگاروں کا بے شک حسیہ تادم زیادہ کا رد ہرگز ہوگی۔
 مولوی عبدالحق صاحب ڈاکٹر کی دیکھی گئی تھی، ۱۱ باورواں کو لہدپ جا رہے ہیں خدا کا میاں فرمائے۔ آمین!
 میرا سنیہ یا پیش تقریباً ۱۲۰۰۔ ۱۳۰۰ سال کی عمر ہوگی۔ ۱۳۰۰ رمضان کو پیدا ہوا۔ ۱۳۰۰ راس میں آئے ہوتے کچھ سال پہلے میں۔
 تصانیف کی کیا فہرست دیں۔ اگر غیر مطبوعہ ہیں، شاید ہی ذہن طاعت آئے۔ بہر حال چند کے نام پیش ہیں۔
 ۱۱، ازودان الانبیاء، بیگم صاحبہ جرمہ بھوپال نے ۱۹۱۶ء میں چھپوائی، تصنیف پریش قراصلہ دیا، جرمہ السانہ پریس کلکتہ۔
 ۱۲، انسانی قریبائیاں۔ (عربی) کے افسانوں کا ترجمہ جن کا مجوزہ معنایا ابھرتو، کے نام سے مصر میں چھپا تھا، دائرہ، اوبیر لکھنؤ
 نے شائع کیا۔ (ناایاب)

۱۳، روحی فلک۔ (ایک عربی سے فرنی، اولی کا ترجمہ) غالباً جامعہ قیصر سے طبع ہے۔

۱۴، اسلامی تاریخ کی کتابیاں۔ ۲ حصہ، مطبوعہ جامعہ قیصر دہلی۔

غیر مطبوعہ: ۱۱، عارفانہ، (اولیاد اللہ خواتین کا تذکرہ)

۱۲، طوفان۔ (ایک عربی، اولی کا ترجمہ)

۱۳، حرمت کا دل۔ ایضاً

۱۴، دگر از افسانے، عربی کے چند افسانوں کا ترجمہ مختلف رسائل باضموم مالگیر دہلی میں شائع ہوتے رہے۔

۱۵، ترجمہ درس التاریخ الاسلامیہ۔ ۴ حصہ۔

۱۶، سوانح مرید علیہ السلام، حکیم بیگم صاحبہ جہول مرحومہ

۱۷، ترجمہ طبقات ناصری، جامعہ قیصر کی ملازمت کے زمانہ میں دہلی کے

۱۸، ترجمہ تاریخ شمس سراج حقیقت، شعبہ تصنیف و تالیف کی جانب سے ترجمہ کیا۔ ہنوز نہیں چھپا۔

انجمن ترقی اردو میں کئی سال تک اردو محنت کا کام کیا اور ردیف تک تیار کر کے دیا، شاید یہاں کر دیا گیا خبر نہیں۔ اور کچھ بہت سے
 مسودے ہیں، مکمل و ناقص جن کی طباعت میری مصروفیت اور بے زری کی وجہ سے ہنوز نہ ہو سکی۔

مدراس دیوبند سٹیٹ کے مدیر انسٹی ٹیوٹ کے شعبہ سناہی میں بہت کم کتابوں کو ایڈٹ کیا جن کا اہل قبل از وقت تھے۔ ان میں سے دو کتابیں: بیار شائع ہو گئی ہیں۔

۱۔ لانا ابراہیم: اندوی ایڈ جرنل اسلام گدو کے رہنے والے ہیں اور مولانا ابوالرزاق سبانی ایڈیٹر سنسکریٹ زناضاد و مہند افضل گدو بجنور کے۔ اور توشا ہند کے اہل علم یہاں کوئی نہیں۔ یہ سب پریشانی اور جانے کی نگاہیں ہیں۔ اندوہ لکھی نہیں ہے۔ والسلام! آپ کا: نحوی۔ مدراس ۱۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(۹)

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرمی مشفق!

بسیک اسلام و حرکت الدنبر کا تہ نسبت نامہ پایا۔ نہایت درجہ سیرت ہوئے کہ آپ نیرت سے ہیں لیکن غافل بنے گا۔ معلوم کہ اسے افسوس ہوا۔ دنیا میں کون ایسا ہے جسے یہ فکریں داغ گیر نہیں۔ تاہم بہت ذہن اس کا ہے کہ توقع یہاں فوجت کرنا پڑا۔ خدا کرے جلد آپ اس سے بہتر اور بہتر سلسلہ بنا کر دیں۔

میں بھی ترجمہ ہوں کہ مہر سے خط نہیں لکھ سکا۔ یہاں بھی وہی فکریں اور پریشانیاں لاحق حال تھیں۔

مہر میں: ان پریشانیوں کی جگہ جاتا ہوا۔ جو میں میں واپس آنے کے بعد بھی محسوس کرتی رہیں۔

یہ شک کہ وہ: حب کی کتاب ناخس اور ناخس ہے۔ مگر مجبوری سے یہ لوگ مشورہ کرنے اور نہ مانتے۔ مدراس میں ۱۰۰۰

ضروری چھپوا دیکھئے۔ اس کی اشاعت میں کیوں تاخیر ہے اور جرم کتنا ہے۔ کہاں چھپوا سچا ہتے ہیں۔ شاید ایک بار مجھ سے بھی آپ نے تخمینہ پوچھا تھا۔

مگر میں اردو کا تیسرا ڈیٹین مجھے نہیں ملا۔ شاید وہیں بھیجا گیا۔ دیوانی بیار شائع ہو گیا۔ تقریباً ایک سال ہوا۔ آج ایک

جلد دہرے ارسال ہے قبل فراموشی اور ناخس۔ اسے اطلاع دے کہ منون کیجئے۔

مربع اب تو بہت پرانی کتاب ہو گئی میں پچیس سال پہلے اس کا پہلا ڈیٹین نکلا تھا۔ دور استقر بھی چھپ گیا ہے۔

لیکن اتنا اچھا ہے۔ جی ہاں اس میں میرے خطوط بھی ہیں بلکہ ترتیب و تالیف میں میرا اثر سنا تھا۔ افسوس کہ حضرت صدقہ کا انتقال ہو گیا کوئی چھ سات سال ہوئے۔ میرے نہایت عزیز دوست اور لکھنؤ میں مقیم تھے۔

اللہ شہید میں متعاقب بنی جیت اور اسلام سے ہوں۔ میرا بہتر اردو میں ملے کیجئے۔ والسلام!

آپ کا: نحوی۔ مدراس یکم ستمبر ۱۹۳۷ء

جنس محمد شاہدین ہمایوں

نام مولانا حاتی

(۱)

مذہب خواجہ صاحب السلام علیکم: خطاب شمس العلماء جناب کو مبارک ہو۔ خوش کام مقام ہے کہ انور گورنمنٹ نے آپ کی اعلیٰ ریاست علمی قابلیت اور علم کی بات کی بڑی قدر کی ہے۔ مجھ کو آپ کے خطاب ملنے کی خبر سے خصوصیت نے ساتھ ساتھ حاصل ہوئی ہے اور جس آپ کو تہوں سے مبارک باد دیتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔
لاہور ۲ جولائی ۱۹۰۹ء
میر محمد شاہدین

(۲)

بنام جناب محسن الہک

مخدومی دکر جناب ذاب صاحب آپ کو شہرہ خط تو کیا ہوا گا۔ ہمارے یہاں جب ورثہ میں باغیہ مستقل میں۔ بن میں سے ایک دوسری ہے۔ یعنی مسٹر جسٹس پرنسپل چارٹرڈ MA. JUSTICE P.C. CHARTERD ایک پرائیویٹ ہے۔ وہ مسئلہ میں یہاں اگر بطور ریل سے جیت لوٹ میں کام کرنے لگے۔ پھر اس بات کوئی پنجابی ریل کو نہ تھا۔ میں نے انہوں نے پیشہ وراثت میں شدہ نام پیدا کیا ادا کار مسئلہ میں وہ حق میرے کھنے گئے۔ وہ ان کی بی بی اور دو بچوں میں دینے لگے۔ (جیدان کی عمر ۱۰ سال اور مولیٰ چھوٹی تھی) کے خدمات تندرہ زیادہ ہیں اور دوسرے بچوں۔ کام پر یا نہیں دیکھنا تھا۔ ان سے اگر یہ مسئلہ میں کوئی نہ تھا۔ وہ چار۔ درجہ بطور ایڈوائس ہیں۔ ایک سال کے بچے مقرر کئے۔ تاکہ جتنی خدمات کا فیہا کر لیں۔ اکتوبر سن ۱۹۰۹ء کا کام نہیں دیکھا۔ پس گورنمنٹ نے منظور کیا ہے کہ یہ بچہ یا بچہ بچا ہوا مسئلہ میں دیکھا۔ نتیجہ یہ کہ اگر کام اس وقت تک ختم نہ ہوا تو یہ چاروں بچوں کو اگت مسئلہ میں لے گئے۔

ان چار بچوں میں سے ایک دوسری بی بی ہے۔ اکتوبر سن ۱۹۰۹ء میں مقرر ہوا تھا۔ وہ بچہ، میرزا، ہے۔

جس کا نام ہے مسٹر جسٹس لال چند Mr JUSTIC LAL CHAND وہ بھی بیٹہ تھا، سسٹم سے وہ پیشہ وکالت کرتا تھا۔ اس لئے مجھے وہ قریباً سال سینئر ہے۔ گورنمنٹ نے سینئر ہونے کے لحاظ سے اس کا حق فائق سمجھ کر اس کو میجسٹریٹ مقرر کیا۔ لیکن اصل وجہ یہ ہے کہ مستقل ہنگامی جج مسٹر جسٹس چٹرجی کا بہت بھاری اثر ہمیں کے چیف جج پر ہے اور ان کی کوشش سے چیف جج نے مالہ دال چند کی زیادہ دور سے سفارش کی تھی اور اس لئے گورنمنٹ نے بلا سوچے سمجھے اس سفارش کی بنا پر ان کو جج مقرر کر دیا۔

اب ایک اور مروتو نکلا ہے جس کے متعلق ہمیں اپنے حقوق پیش کرنے چاہئیں۔ وہ یہ ہے کہ منجملہ چار مارونی ججوں کے ایک انگریز پیرسٹر جج مسٹر جسٹس چٹرجی ہے جو کہ میسج کا پیرسٹر ہے۔ اور جو برہا چیف کوٹ کا کچھ عرصہ تک جج رہ چکا ہے۔ وہ یہاں سے تبدیل ہو کر پھر برہا چیف کوٹ میں جج کے جانا ہے۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ وہ جنوری ۱۹۰۸ء میں برہا میں جا کر چارج لے گا۔ اب مسٹر جسٹس چٹرجی کی جگہ ایک مارونی جج مقرر ہوگا۔ پس اس مقررہ پر آپ کو کوشش کرنا چاہئے کہ ایک مسلمان جج اس کی جگہ مقرر ہو۔ سب سے عمدہ تجویز یہ ہے کہ آپ بہت جلد ہی کریں کہ تھوڑی سی تاخیر سے نقصان کا اندیشہ ہے کہ متعلقہ ذیلی افران کو پائریٹ خط واکھیں۔

ڈاکٹر فیل ڈاکٹاپ سمجھ صاحب پرائیویٹ سکریٹری صفحہ دائر رائے۔

ڈاکٹر ایل رچرڈس میں لیکچرر کوئٹل دائر رائے۔ Mr. EARL RICHARDS

ڈاکٹر رڈلے RISLEY سیکریٹری ہرم ڈیپارٹمنٹ۔

ڈاکٹر مرڈنل اینڈرسن صاحب آئندہ گورنمنٹ گورنمنٹ۔

ان میں سے ڈاکٹر۔ مجھ کو بخوبی جانتے ہیں اور میرے حقوق سے واقف ہیں۔ اور بالخصوص ڈاکٹر۔

ملک ان سے ہر سکا۔ میرے مدد کوئی میں در پیغ نہ کریں گے۔

آپ ان صاحب افران کو کھٹکتے ہیں کہ پنجاب چیف کوٹ میں مسٹر جسٹس چٹرجی مارونی جج کی جگہ جلد نالی ہوگی اور چونکہ ہندوستان بھر میں کوئی مسلمان جج نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے میڈل میں ذکر کیا گیا تھا اور چونکہ وعدہ فرمایا گیا تھا کہ گورنمنٹ ہمارے حقوق کو پورا کرنے کی کوشش کرے گی ورنہ وغیرہ اس لئے یہ عہدہ جو خالی ہوئے ملا ہے ایک مسلمان کو دیا جانا چاہئے۔ پنجاب چیف کوٹ کے BAR میں اس قسم کے مسلمان موجود ہیں۔ جو اس عہدہ کے ہر طرح سے فائق ہیں اور اس لئے گورنمنٹ کو یہ موقع ان کے حقوق کو پورا کرنے کا نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ میں خود بھی یہاں کوشش کر رہا ہوں کہ میرے حقوق کا اس موقع پر خیال رکھا جائے۔ اور اگر آپ ان افران بلا دست کے مدد و بندید خط و کتابت میرے حقوق کی تائید میں کوشش کریں تو تعجب نہیں ہمیں کامیابی ہو۔

بہر حال یہ پہلا موقع ہے کہ گورنمنٹ ہم کو عملی طور سے ایفائے وعدہ کا ثبوت دے سکتی ہے۔ بعض زبانیں باتوں سے ہم خوش نہیں ہو سکتے، جہاں تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ گورنمنٹ تیار ہے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کرے۔ چونکہ یہ تقریر صرف مارونی طور سے ہوگا۔ اس لئے یہ اعتراض قابل وقت نہیں کہ وہ ویسی جج چلے سے

موجود ہیں۔ اس لئے تیسرے ویسی ہی کا ہونا انگریزوں کے حقوق پر برا اثر پیدا کرے گا۔
 علاوہ اس کے مروجہ دودھ سیٹک ہند ہیں۔ جس کوئی دہہ نہیں کہ ایک مسلمان بیٹے مقرر نہ کیا جادے۔ آپ نے
 جو تعزیت کا تار بگھے بھیجا ہے اس کے لئے آپ کا تہ دل سے مشکوٰۃ ہوں۔ آپ کی جرگہ نہ ہمدردی قابل قدر ہے اور
 اس سے میرے فکریں دل کر بہت شکریں ہوئی ہے۔

محمد شامی (دستخط اسد اودا انگریزی مدد فون میں لکھی)

۴ دسمبر ۱۹۰۶ء

(۳)

بنیاد بنی ملک

محمد علی کوثری بنیاد بنیاد بنیاد

آپ نے جو خط پرائیویٹ سیکرٹری حضرت دانشمندانے کے نام چیف کوڈٹ کی جی کے متعلق لکھا تھا اس کی نقل
 کسی ذریعہ سے یہاں کے ایک ہندو اخبار انگریزی THE PUNJABEE کے پاس پہنچی ہے اور خط اخبار مذکورہ
 نے آج کے پرچے میں شائع کیا ہے اور اس پر ایک سخت فٹ لکھا ہے جو کہ میں آپ کے ملاحظہ کے لئے بھیجتا ہوں۔
 (ملاحظہ ہو صفحہ ۳)

میں یہ پتہ چھوڑ کر سخت حیران ہوا ہوں کہ آپ کے خط کی نقل کس طرح سے پنجابی اخبار کے ہاتھ لگی ہے۔
 یہ معاملہ نہایت اہم اور نازک ہے اور اس کے متعلق آپ کو پوری تحقیقات کرنی چاہئے۔ یہاں وہ تہ میں بڑی شورش مچا
 رہی ہے اور مسلمان بہ اخبار پڑھ کر دم بخود ہیں، براہ مہربانی براہی ڈاک بذریعہ رجسٹری اس کا جواب عنایت کریں۔
 آپ نے اپنے خط میں ۲۰ دسمبر میں لکھا تھا کہ پرائیویٹ سیکرٹری کا جواب آپ میرے ملاحظہ کے لئے بھیجتے ہیں۔
 میں نے آپ کو ۲۲ دسمبر کو جو خط لکھا تھا اس میں میں نے تحریر کیا تھا کہ وہ جواب ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا ہے
 اب تک انتظار میں ہوں۔ مگر وہ جواب مجھے نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لغاتہ جس میں آپ نے وہ جواب لکھنا
 تھا کسی ایسے شخص کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے تک پہنچنے نہیں دیا، یہ کیا راز ہے آپ مزید مفصل لکھیں کہ آیا وہ جواب
 آپ نے ملاحظہ لغاتہ میں ہند کیا تھا۔ یا اسی خط کے ساتھ بھیجا تھا جو ۲۰ دسمبر کو لکھا گیا تھا۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں
 کہ پرائیویٹ سیکرٹری کا جواب آپ کے ملاحظہ کے لئے بھیج دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے بھیجا گیا تھا۔ لیکن
 وہ اب تک مجھے نہیں ملا۔ یہ خط میں آپ کو مصیبت رجسٹری بھیجتا ہوں آپ بھی جواب رجسٹری شدہ لغاتہ میں بھیجیں اور
 آئندہ احتیاط رکھیں کہ جو ضروری اور اہم فیڈ بک خط جو وہ بندید رجسٹری نہ دے۔

شاہدین

لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۰۶ء

۳۔ کیا آپ نے اس لغاتہ میں جس میں پرائیویٹ سیکرٹری کا جواب بھیجا تھا۔ اس خط کی نقل بھی میرے ملاحظہ کے
 لئے بھیجی تھی جو کہ پرائیویٹ سیکرٹری کو لکھا گیا تھا۔ اگر نقل بھیجی تھی تو خیر پنجابی کو میرے نام کا لغاتہ مل گیا ہے اور
 اس میں سے وہ نقل لے کر اس نے شائع کر دی ہے۔

شاہدین

لے علیہ ڈاکٹر عطاء الرحمن احمد

نام خطبہ حسن الملک

(۴)

(لاہور)

خمدونی کمری جناب ذاب صاحب

آپ کا رجسٹری شدہ خط مجھے ابھی پہنچا ہے، اس خط سے معلوم ہوا کہ مجھے آپ کے خطوط نہیں پہنچے۔

۱۱ خط مورخہ ۹ نومبر جس میں خط مورخہ پرائیویٹ سیکرٹری کی نقل میرے ملاحظہ کے لئے مکتوف تھی۔

(۲) خط مورخہ ۲۰ نومبر جس میں جواب پرائیویٹ سیکرٹری کی نقل مکتوف تھی۔

خط مورخہ ۲۲ نومبر جس میں آپ نے دوبارہ پرائیویٹ سیکرٹری کے خط کی نقل بھیجی ہے مجھے پہنچ گیا ہے۔

میں یہ خط مورخہ ۲۲ نومبر کا ہے نہ کہ ۲۴ نومبر (علامہ اذہن رچرڈس صاحب کے خط کی نقل آپ کے خط مورخہ ۲۲ نومبر کے ساتھ مجھے پہنچ گئی ہے۔

تجب یہ ہے کہ باقی خطوط مجھے پہنچتے رہے ہیں صرف دو خطوط مورخہ ۹ نومبر و ۲۰ نومبر نہیں ملے۔

دو خطوط میں مزوری مکتوف تھیں۔

آپ نے پنجابی کے نوٹ میں دیکھا ہوگا۔ کہ اس نے یہ نہیں لکھا ہے کہ آپ نے ایک ہی خط چار افسران کے

نام بھیجا ہے۔ یہ بات کہ ان سب افسران کے پاس آپ نے خطوط لکھے ہیں پنجابی کو صرف اس سرت سے

معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر آپ نے خط مورخہ ۹ نومبر میں خط مورخہ پرائیویٹ سیکرٹری کی نقل بھیجتے وقت مجھے بھی یہ لکھا

ہو کہ ان افسران کے نام اس مضمون کے خطوط دانہ کئے گئے ہیں۔ کیا آپ نے اس خط میں ایسا لکھا تھا۔ میں نے آپ کا

خط مورخہ ۹ نومبر پھر پڑھا ہے (جو میرے پاس موجود ہے) اس میں آپ نے لکھا تھا کہ میری تحریک کے مطابق آپ

ان سب افسران کو خطوط لکھیں گے پس خط مورخہ ۹ نومبر میں اس امر کے دوبارہ لکھنے کی مزدمت تھی۔ لیکن اگر آپ

نے اس خط میں دوبارہ مجھے یہ لکھا تھا تو اس میں شک نہیں رہتا کہ پنجابی کو اسی خط سے یہ اطلاع ملی ہے۔ اس امر

کے متعلق آپ مجھے براہی ٹاک اطلاع بخشیں کیونکہ میں پوسٹ مارٹر جنرل کے پاس اس معاملہ کے متعلق جو کہ نہایت

سنجیدہ اہم ہے ان واقعات کی بنا پر شکایت کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اس کی نسبت انتظامیہ طور سے تحقیقات کریں

اخبار پنجابی نے پھر ایک پرچے میں اس مضمون پر دوبارہ ایک نوٹ لکھا ہے۔ اس پرچے کی ایک کاپی میں

آپ کو کل بھیجوں گا۔

کیا آپ کے دفتر میں تو کوئی ایسا شخص نہیں جو پنجابی کا مجھے خط ملے کی نقل بھیج سکتا ہے۔

شاہین

۲۸ نومبر ۱۹۵۶ء

(۵)

نام منشی محمد الدین فوقی

جناب سن!

آپ کا خط ملا۔ میں نے انجیل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کی تحریر پر اپنے کشمیری مسلمان بھائیوں کے قاتلہ

لے عطیہ ٹاکر مختار الدین احمد لے انجیری سیکرٹری علی گڑھ کالج۔

کی نظر سے (مسلم ایجوکیشن) کا فرنس لاپریڈیٹڈ ہوتا مستعد کیا ہے اور میں حتمی اہل مکان ان کی مدد کے نہایت خوش ہرنگا۔
(خان بہادر میاں) شاہدین

(ب)۔ پریسٹرایٹ ۱۰۔ بیج چیت کدھٹ پنجاب)

۳ جون ۱۹۱۳ء

(4)

بنام مفتی محمد الین فوق

عذاب میں!

آپ کے روضہ پہنچے۔ پہلے خط کے ساتھ اخبار کشمیری کے چند ہرچے جو آپ نے بھیجے تھے وہ میں نے ملاحظہ کیے پونچھ اور سیات کشمیر کے لئے ہیں اس اخبار کو آب سیات قصہ کرتا ہیں۔ گو پونچھ اور کشمیر کے حالات پڑھ کر مجھے افسوس ہوا۔ میں کشمیر پہنچ کر جہاں تک مجھ سے ہر سیکے گا ان معاملات میں ان کی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔

افسوس ہے کہ مہاراجہ صاحب نے سری نگر میں کافرئیں (اسلم) پکڑ کیں کافرئیں ہی گتھ) کے اعتقاد کو مناسب سمجھا ہے اس کے متعلق میں صاحبزادہ صاحب (مستجاب احمد خان) سے خط و کتابت کر رہا ہوں اور مناسب کاروائی کی ماسے گی۔ یہاں اودہ ہم باہر گت کو لاہور سے سری نگر روانہ ہونے کا ہے۔ اس تاریخ کے بعد اگر نہ ورت چڑھے تو آپ مجھے پوسٹالز سری نگر کی معرفت خط لکھ سکتے ہیں۔

(خان بہادر میاں) شاہد حسین

(بی اے۔ بیرسٹریٹ ۱۰۔۔۔ بی چیف کورٹ پنجاب)

۲۴ جمادی الثانی ۱۹۱۳

ملے آپ باہا پنجوہ لاجپت کے مشہور میاں خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ۲۰ اپریل ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ بی بی کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۸۸۷ء میں امتحان روانہ ہوئے۔ ۱۸۸۷ء میں بیرسٹری کے مکمل ہوئے۔ اور اپنے انگریزی کچھول اور دو تقریریں سے اپنی طبیعت اور رجعت طبع کی دھاک بٹائی۔ ولایت سے آنے کے تین سال بعد انہوں نے فٹن ایجوکیشنل کانفرنس میں مسلمانان پنجاب کی جمعی حالت پر ایک پرمز اور میدان کچھو دیا۔ سر سید احمد خان اس کچھ کی دھاک اور مقرر کی سنجیدگی سے اس خدمت کو سمجھنے لگا انہیں نے اسی سال ان کی صدارت پیش کی۔ اس وقت ان کی عمر ۲۰ سال تھی۔ ۱۸۹۳ء میں وہ دوبارہ کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے اور ان کا خلیفہ صدارت مضاعت اور نوینت تبادیز کے لحاظ سے بہت پسند کیا گیا۔ یہاں تک کہ قوم نے انہیں آئی ایڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی دوسری نشست منقذہ مارچ ۱۸۹۷ء کا صدر منتخب کیا۔

حکومت نے انہیں کچھ بعد میگز سے املازات دھاکے۔ پہلے دو پنجاب یونیورسٹی کی مجلس انتظامیہ کے مکتے۔ اب وہ پنجاب کی مجلس وضع قوانین کے رکن نامزد کئے گئے۔ پھر عدالت عالیہ میں جج مقرر ہوئے۔ جہاں وہ عارضی طور پر چیف جج کے عہدہ علیحدہ تک پہنچ گئے۔ ۱۹۷۸ء کو انتقال کیا۔ ہمارے بعد کے بہت اچھے شاعر تھے۔ انبال نے فقہ و تاریخ و نباتات میں انہیں خاص فضا کا ہے۔ ایک اور نظمیں فرمایا ہے۔

اے ہائیں! زندگی تیری سراپا سونہی تیری چمکائی چراغِ انجمن افزہ سہی

گرچہ متواتر باق خاکی نزار و دردمند
تھی تارے کی طرح روشن تری طبع بلند

کس قدمی دل آس ناپاویہ مگر ہوتا شملہ گڑھ نور واک مہشت خاکسری تھا

موت کی فکر، دل مانا کہ کچھ پروا نہیں

10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 841. 842. 843. 844. 845. 8

رسالہ ہمایوں لاہور، جو جنوری ۱۹۳۲ء میں ان کی یادگار کے طور پر جاری کیا گیا تھا، مکمل کا نام زندہ رکھے ہوئے ہے۔ (محمد عبداللہ قریشی)

حکیم فقیر محمد چشتی نظامی

بنام محمد الدین فوق

(۱)

نیر نواز! اسلام علیکم - مزاج شریف -
کثرت مشاغل - مریدوں کی الجھنیں بعض مرتبہ اپنے خاص منایت فزاؤں سے بھی مجھے محبوب بنا کے چھوڑتی
ہیں - پچھلے مرتبہ جناب نے طلبی مضامین کے لئے یاد فرمایا - مگر کچھ اس قسم کا کتاب قلم ہوں کہ اعتدال تک کا خط نہ لکھ سکا
آپ نے کتاب کیا منایت فرمائی - تو یا میرے سکوت غیر طبی کے چرانے پر ایک دیا سلامی تکبیری ہے - اچھا بھلا
ادب خوب چلائیے - کبھی دیکھی تو اس ایک آنکھ کی کسر آخر نکلیے گی -
تاریخ زادہ - غالباً ۱۹۱۵ء کا ہے -
فقیر نظامی

(۲)

بنام زبدۃ العلماء حکیم نور احمد دہلوی

حزیرم حکیم نور احمد صاحب - اسلام علیکم
بیاض نور الدین بھی رسا ہوں - یہ تو میرے پاس بھی ہے - ایک پہلی بیاض نور الدین قادیان سے شائع ہوئی تھی
جو میرے پاس موجود تھی - اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا - میں یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ بیاض میں سے تھیں دے رکھی ہے - پرسوں
جب آپ آئیں گے - تو زبانی کہوں گا - کیونکہ آج میرا شام مجھے شیخ عرفقی صاحب کے ہاں کا ہوا ہے اور میرا شام
وہاں چلا جاؤں گا -

لے جگاؤں میں درحیاد وطن، حکیم فقیر محمد صاحب جسے ہذا ذاق اور ذندہ دل بزرگ تھے - طبیعت نہایت سلجھی ہوئی پائی تھی، ابروؤں دہلی
میں رہے - حکیم عبدالمجید کے قابل شاگردوں میں سے تھے - لاہور میں طبابت کرتے تھے اور وقت کے ممتاز ترین طبیبوں میں گنے جاتے
تھے - یہی اعتبار ۱۹۲۳ء میں وفات پائی اور بیانی میں مدفون ہیں - ان کی مجلس ہر وقت گرم رہتی تھی - شاعر، اخبار نویس، علمی خان کے
لوگ ان کی صحبت سے بہت مستفیض ہوتے تھے - وہ خود: شاعر، ادیب، خوش نویس اور معصوم تھے ہذا لہجہ
بدیہی رقم حکیم صاحب ہی کے شاگرد تھے -
(محمد مبارک قریشی)

لے حکیم فقیر محمد چشتی بدین خطاب شفا ملالک -

کو رنگے دالوں میں سے ابھی تک کوئی نہیں آیا۔ ابد نہ آئندہ امید ہے۔ ہاں اگر فیض کی طبیعت خراب
ہوتی تو ان کے آنے کی امید تھی۔ والسلام

۸ فروری ۱۹۳۵ء

فقیر نظامی

(۳)

بنام زبدۃ الملکاء حکیم نور احمد نظامی

عزیز کرم حکیم نور احمد صاحب! (مرنگ کشتیر۔ رام منشی بان۔ کوچی کار صاحب شکاری)
اسلام علیکم وہ دن خط ایک ہی ڈاک سے پہنچے۔ میاں صاحب نے قریباً وقت جواب لکھا دیا تھا میں
وہ دہن کے لئے پھر چکی۔ مگر کہ ہم وہ گھر گھر چلے گئے تھے۔ میاں صاحب نے واپسی کے وقت گھر ڈاچھوڑ کے خوب
لو کوڑے لگائے۔ جب ملک گئے تو سارا ہونے۔ پھر رات کو ایسے گھوڑے بیچ کے سوئے کہ صبح کی خبر لائے طبیعت
میں کسب ہٹا اور کھلاٹ تھی۔ لیکن صبح کی چل تھی اور ہوا خوری فرد کی۔ اب اس وقت ناش میں تشریف لیگے ہیں
اس چپے کی ۵ اڑنا۔ پھر ملک عبیر پٹ گئی۔ اب پنجاب کے اکاڈا لوگ نکل آتے ہیں۔ گھرگ میں بھی وہ مجرم
نہیں۔ اکثر برکی پندہ تاریخ ملک ڈاک کی ذبحی بند ہو جاتا ہے۔ الغرض رما دوی کا عالم ہے۔

کر باز سے ہمے چلنے کو بل مہیا بیٹھے ہیں بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
اللہ کو منظر ہوا تو اگلے چپے کے پہلے ہفتہ تک ہم بھی لاہور کی گھاگھی آدیکھیں گے۔ کشتیر بیٹک دیکھنے کی جگہ ہے۔
یہاں کی زمیں میں وہ قوت نامیہ موجود ہے کہ سوکھی چیز ہری ہو جاتی ہے۔
ہر سوختہ جانے کو کشتیر دے آید الخ

اس شعر کا مصداق ہے ملک یہ خط بہت نکیر ہے۔ پہنچیں گے تو زانی بیان کریں گے۔ خط میں اس داستان کو کہاں تک
لکھا جائے۔

بچی کا علاج بالکل صحیح طریق پر ہوتا ہے۔ اذان کے بڑھانے کی مزدورت نہیں۔ فنا تولید دم ہوئی دم و فیروز
سب تحلیل ہو جائے گا۔ اذنیان سے کام کئے جائیے۔ محبت کی مزدورت نہیں۔ حالات اچھے ہیں۔ سب کی خدمت میں
ادب جب کہہ دیجئے گا۔ والسلام

۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء

فقیر نظامی

(نوٹ) یہ خط اس زمانے کی یادگار ہے۔ جب صوبہ بہار کی سیاست تھلکی کے ملا صاحب تنجائی کی زانیہ ہر حکیم کے لئے نیکو نظر تھی جسے حکیم صاحب
کے علاج سے نادمہ تو تھا۔ مگر وہ لاہور کی گرمی برداشت نہ کر سکی۔ زانیہ نے حکیم صاحب کو مجبور کیا کہ وہ اس کے ساتھ کشتیر ملیں۔
حکیم صاحب نے اکیلے جانا پسند نہ کیا۔ اپنے دوست میاں جلال الدین برادر میاں احمد دین بی بی لے لیل بی ایڈوکیٹ لاہور کو بھی مہرا لے لیا۔
اد اپنے مطلب کی نگرانی حکیم نور احمد نظامی کے سپرد کردی۔

(محمد عبد اللہ قریشی)

بینخود دہلوی

(۱)

بنام سید دل محمد رضا

مکرم بندہ!
سلام علیکم۔ آپ کا پوسٹ کارڈ ملا۔ میں عرصہ سے بیارا اور صاحبِ فراش ہوں۔ میرے دو دیوان چھپ چکے ہیں۔ ایک دیوان میں میری تصویر بھی ہے اور مقدمہ میں میری سوانح عمری بھی درج ہے۔ میری سوانح عمری میں زیادہ تر شاعری ہے۔
گھوڑے کی سواری اور شکار کا شوق ہے۔ اگر آپ چاہیں تو دونوں دیوان بندہ لے دیں۔ پی بھیج دوں جن کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔

بنخود دہلوی۔ دلی (میا محل) ۲۶، فروری ۱۹۴۹ء

(۲)

بنام سید دل محمد رضا

مکرمی!
علیکم السلام۔ میری ۹۱ برس کی عمر ہے۔ حافظہ جواب دے چکا۔ عشرت کے سبب سے اپنے قلم سے اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتا، آپ لکھتے ہیں باپس جواب دیجئے۔ میں نے دس گیارہ برس کی عمر میں سب سے پہلا شعر لکھا تھا۔
دل سے نکل گیا کہ مجھ سے نکل گیا
تیرنگا و یار کہھر سے نکل گیا
اس عمر میں یہ بھی نہ سمجھ سکتا تھا کہ میں نے شعر کہا ہے۔ جس کو سنا تھا اس سے کہتا تھا کہ مجھے شعر یاد آ گیا ہے۔
امانت کی نزل اس زمین میں تھی اے دیکھ کر کہہ دیا تھا۔ بیاریوں سے پہلے میرا دماغ بہت صحت مند تھا مجھ پر غصہ کا اثر کیا ہوتا۔

دو دریان میں نے چھپرائے ہیں۔ ایک شروں کا دریاقلمی میرے پاس ہے۔ اس سے پہلے کہ کلام ایک دریان کے قریب تھا اس کو ابتداء سے طرک کا کام سمجھ کر جلا دیا۔ میرے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ مقطع ۔

زباں استاد کی بجز تو ہر مضمون سخن کا

بیاں غالب کا ہوا شعر کی پریشان پیا کر

تمام عمر کسی قسم کا کوئی نشہ نہیں کیا! بے سقہ پیا ہوں۔ ایک رباعی عرض کرتا ہوں ۔

بڑھا ہوں مگر طبع جاں رکھتا ہوں صورت پر نہ جا سخن بیاں رکھتا ہوں

مٹی ہے تجھے داؤد صاحت تجرود میں قلعہ دہلی کی زباں رکھتا ہوں

نیا زمند: تجرود دہلوی۔ دلی (دلیا محل)، ۳۰ مارچ ۱۹۵۱ء

مولانا محمد عرفان

بنام ہر صاحب

(۱)

جناب محترم و صدیقی لا کرم غلام رسول خان صاحب "مہر" دام ظلہم۔
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اس سے قبل ایک مریضہ لکھ چکا ہوں مگر خدا معلوم اس کا کیا حشر ہوا، آج
دوسرا مریضہ لکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کم از کم فوراً جواب تو آپ لکھ دیں گے۔
مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر "کلرٹ" "مہر" کے لئے آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں، مجھے مستند
دفعہ مولانا نے فرمایا کہ میں آپ کو خط لکھوں مگر بعض وجوہ کی بنا پر میں نے اسے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لیکن کل مولانا نے
"مہر" کی بہت ہی نازک حالت بتا کر مجھ سے ٹیلیفون پر یہ فرمایا کہ "مہر" صاحب کو تار دے دو، وہ صرف ایک دن کے
لئے دہلی تشریف لے آئیں، چند باتیں کرنے کے بعد پھر وہ "مہر" تشریف لے جائیں اور جب معاملہ طے ہو جائے تو مطمئن
ہو کر دہلی تشریف لے آئیں۔

ہم لوگوں کی ایک حوصلہ سے یہ خواہش ہے کہ کسی طرح آپ کو دہلی میں بلایا جائے اور پھر یہیں کوئی قیام
کی صورت پیدا کی جائے، اگر "الجمیعت" کی حالت اس قابل ہوتی تو اب تک میں یہ کام کر چکا ہوتا کہ آپ کو دہلی
تشریف لانے کی دعوت دیتا مگر "الجمیعت" فریب اگر اسی وقار کے ساتھ زندہ رہ سکے تو اسے بھی قیمت
سمجھنا چاہئے، اس لئے کہ بغیر کسی سرمایہ اور بہترین عملہ ادارت کے جس طرح بھی اپنے وقت پر نکلتا رہے قیمت
ہے۔ داوجود اعز من العدم وان کلان دمجدا الہیولی۔

اب اللہ تعالیٰ نے ایک صورت پیدا کی ہے کہ آپ دہلی تشریف لے سکیں، مولانا محمد علی صاحب کے
پاس کوئی شخص نہیں جو اخبار کی شان کو قائم رکھ سکے۔ وہ سخت پریشان ہیں، واقعی اگر آپ تشریف نہیں لائیں گے
تو حجب نہیں کہ "مہر" ختم ہو جائے۔

اگر آپ دہلی قیام فرماتا تو قریب مصلحت نہ خیال کریں تو بھی صرف دو روز کے لئے تشریف لے آئیں۔ میرا مقصد
یہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اخبار نویسی کسے کہتے ہیں اور "مہر" کی کیا شان ہونی چاہیے تھی

صرف دو روز کے قیام کے بعد آپ چلے جائیے گا۔
آمد و رفت لا کر ایہ پیر سے ذمہ ہے۔ اگر آپ فرمائی تو بذریعہ تاجدار یہ مسجد پا جائے۔
اگر آپ نے دہلی کا قیام منظور فرمایا تو جس طرح آپ چاہیں معاملہ طے ہو جائے گا۔ بہر کیف آپ کی مرضی کے
موافق تمام معاملات ہوں گے نہ
۲۱ مارچ ۱۹۷۵ء
جواب کا طالب محمد مرغانی

(۲)

بنام قہر صاحب

جناب محترم مولانا غلام رسول خاں صاحب دام علاہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرا خیال کراچی سے لاہور جانے کا تھا مگر رفتائے کار کا یہ مشورہ ہوا کہ
اس وقت تمام ارکان کو پہلے دہلی چلنا چاہئے اور فوراً مشورہ کر کے پھر کہیں جانا چاہئے۔ دہلی میں اگر پھنسیروں کی وجہ
سے نقل و حرکت سے محضد رہا۔ ذرا حالت سنبھلی تھی کہ پانی بت ایک دن کے لئے چھا گیا۔ مگر وہاں مولانا غلام علی خاں
صاحب کی وجہ سے چار دن صرف ہو گئے اور کام کرنے کی وجہ سے پھر تکلیف بڑھ گئی۔ اب میں بعد اللہ بالکل صحیح
و سالم ہوں۔ پھنسیاں ابھی ہو گئی ہیں۔ اسی ہفتہ میں خدانے چاہا تو حاضر خدمت ہوتا ہوں اگر آپ اس ہفتہ مکان جانے
کا ارادہ نہ کریں تو میں لاہور پہنچوں ورنہ جب آپ واپس آجائیں اس وقت حاضر ہوں۔

پیر یا منگل کے دن یہاں سے چلنے کی کوشش کروں گا۔
آپ گھر جہاں ہیں انشاء اللہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں آئیں گے۔ ملک صاحب سے سلام فرمائیے۔ مولانا
عبدالحلیم صاحب آپ کو اور ملک صاحب کو سلام فرماتے ہیں۔

محمد مرغانی

(۳)

بنام قہر صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
صدیقی العزیز جناب محترم مولانا غلام رسول صاحب، قہر ایڈیٹر، "انقلاب" دام مجید
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عید کے بعد انشاء اللہ ملاقات ہوگی۔ میں چند روز کے لئے پہاڑ
جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کا کل ایک خط وصول ہوا ہے۔ حسب ارشاد ڈاکٹر صاحب جناب کو
اطلاع دے رہا ہوں کہ ان کا پہلا پروگرام شروع ہو چکا ہے۔ اب وہ ۱۰ روزہ کی کورس سے کاسٹے دروی ایمین جہاز
پر سوار ہوں گے۔ ۲۲ روزہ کی صبح کو بمبئی پہنچیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کے مکان پر بھی اطلاع دے دیجئے گا نیز
اخبار میں اطلاع فرمادیں۔ ملک صاحب سلام فرمائیے۔
آپ کا قدیم نیاز مند محمد مرغانی

میں نے سعادت کوئی تھی، اس لئے کہ اس حالت و مقام کے پیش نظر اس وقت دوسرا چھوڑ کر جاسکتا تھا۔ مجھے سبکی پڑی خلافت ملی۔

#

مہدی مہم

11

نامہ: سید مول محمد رفقا

جناب پترو!

آداب۔ آپ کا خلیفہ مارٹا حشری ہیں کہ آپ مکاتیبِ ہندی کے بارے میں میری احادیث پر مبنی پرکاش فرما دیجئے۔
افاداتِ ہندی کی اشاعت جب میرے لئے کی جاتی تو اس کی مانگ اس کثرت سے ہوئی کہ شائع شدہ جلدیں اتنی جلد ختم ہو گئیں کہ تعجب و حیرت کے بعد بریل لوگوں کے خطوط لکے بغیر میرے پاس آتے رہے۔ بعد کو میں نے خطوط کے جواب شیتہ بند کر دیئے۔ آخر ان تک ہر ایک کو جواب دینے کے بعد لاہور پریس ٹرسٹی کے کئی امتحان کے دور میں داخل ہوئی کسی کی اطلاع مجھے پرنسپل صاحب (پیشی پور) سے مل گئی۔ آپ نے لکھا کہ یہاں تک جلد نہیں براس کی کافی اشاعت کرائیئے۔ اس وقت میں نے یہ تسلیم کرنا صاحبِ روی کے رویہ اس کا انتظام کیا اور نہ میں نے خود افادات کا کوئی حصہ منسل کرنے کا کوئی خیال کیا۔ یہاں تک کہ مجھے یہی خبر نہیں کہ اس کے دور میں داخل ہونے کے اسباب کیا ہوئے۔

اب وہ سب سے بہتر تیب کی مشاعت کے لئے بھی اکثر اصحاب کے طوطا میرے پاس آئے۔ میرا خیال تھا کہ ان فائدہ مند کے طرح میں بھی جگہ جگہ ہوگی۔ ایک خیال سے میرے دل کی راحت کافی کھلی۔ یہ سب کمال لائق کی آیتاں ہوا۔ ان کی ہر ہر بات پر کافر میں ہرگز شک نہ کیا۔ ان کی کھپاتی کلام جو ہر ہر بات میں چاہتی ہوں کہ ہم سب میں ہر کتابیں جو سب میں ہیں، مکمل جائیں، غرض اس کے لئے اپنی ہر بات کی سے کام لیکر میری ماہر اور فرائض اور اس کے صلہ میں جواب دینا بھی جو اصحاب ایسے ہوں جن کی کوشش میں یہ کامیاب ہو سکے، ان کے ذریعہ سے مدد لیجئے۔ اس کے لئے میں آپ کی بہت ممنون رہوں گی۔ ابراہیم ہے اب فضائیہ صاحب کی صحت بھل گئی ہوگی اور آپ بھی اچھے ہوں گے۔ — ہاں حکایت کی تمیزت دیکھا، اٹھا صاحب بھی بھیج دی۔ حاسلام!

ہدی نگیم۔ بفت پورہ ۱۸ اگست ۱۹۳۲ء

(f)

بنام سید دل محمد رضا

جناب محترم!

آداب۔ آپ کی تحریر کے سبب ان غلوں کی نقل آپ کو بھیج رہی ہوں۔ لیکن آپ اپنے مضمون کے ساتھ ان میں سے جو غلطیاں

سے زیادہ رسالہ میں بیچ پچا پائے گا کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ ان کا بھی مجھ کو شائع کرانے کا ہے۔
مروم اپنے سے الگ ہو کر ریرا وطن جا آگرا انہیں کرتے تھے۔ ایسی ہی سخت مجبوریوں کی حالت میں تھا وطن چھوڑتی تھی،
ایک اور جہیز کے لئے تو ایسی حالت میں ہم لوگوں کی ٹاک کا سلسلہ روزانہ جاری رہتا تھا با جب میں ان کے پاس رہتی تھی اور ان کا
دودھ کا نانا نہ ہوتا تھا تو دودھ سے بھی روزانہ چوپائیں کے ذریعہ دو طرفہ ٹاک کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور دن بہ خطوط کے سلسلہ کے ساتھ
بھی ان کے خطوط، ۶ صفحے سے کم کے نہیں ہوتے تھے اور کبھی کبھی ۸، ۹ صفحے کے ہوتے تھے۔

ان کی دائمی چھوٹی نے مجھے ہر وقت قریب قریب پاگل بنا دیا تھا۔ سندرستی اتنی خراب ہو گئی تھی کہ زندگی کی امیدیں نہیں تھیں اس
روح فرسادمردنے میرے دل و دماغ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باطل بیکار کر دیا۔ جو کچھ کی تھی وہ شاہکی وفات سے پوری کر دی۔ نہایت
جی جھپٹی، فوٹو دار اور جھانکشی بچہ تھا۔ اپنے مقدمہ بلعمر ۲ گھنٹے میرا غم ہٹانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔

ہاں تو اسی زمانے میں میں نے ان کی وفات کے بعد اس خیال سے کہ میرے بعد یہ خطوط بچوں کے ہاتھوں میں جائیں گے
اس لئے میں نے ہر خط میں صفحے کے صفحے قلم زد کر کے ان پر سادے کاغذ چکاڑنے کیونکہ اس وقت مجھے ان کی اشاعت کا خیال بھی
نہیں تھا۔ لیکن اب بڑی مشکل کی وجہ سے امرار سے اور مروم کے دوستوں کے امرار سے ان کے شائع کرنے کا ارادہ ہوا۔ لیکن
اس کا انتظار ہے کہ مروجہ مکاتیب کی کچھ جلدیں مکمل جائیں تو اس کا سلسلہ شروع کر دیں۔

افادات جب میں نے شائع کی تھی تو پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر صاحب نے اپنے ہاں بی۔ اے کے کورس میں داخل
کر لی۔ اس کے بعد مولوی فاضل اور فاضل کے نصاب میں بھی داخل کر لی گئی لیکن نہ تو میں نے کوئی کتاب پروفیسر صاحب کو بھیجی
نہ ان سے اس کی درخواست کی۔ نہیں معلوم کہاں سے انہوں نے کتاب دیکھی۔ جب یہ نصاب میں داخل ہو گئی تو پروفیسر صاحب
نے مجھے لکھا کہ افادات خلاص خلاص کو اس میں داخل کر دی گئی ہے لہذا اب ان تک جلد ملے گی ہوا آپ اس کی کافی اشاعت کرائیے
اس وقت میرے پاس جتنی جلدیں بھی تھیں وہ قریب قریب ختم تھیں اس لئے میں نے سید سلیمان صاحب ایڈیٹر ممتاز کو اشاعت
کی اجازت دے دی اسی زمانے سے ان کے ہاں چھپ کر فروخت ہو رہی ہیں۔ لیکن مکاتیب کے لئے کوئی مدتیں ہفتے بڑے
پنجاب سے خط راج چھپے ہوئے قوانین کے آیا تھا اور اس میں بہت سی شرائط ہیں۔ ۸ جلدیں مانگی ہیں تاکہ جن جن کے متعلق نصاب
بنانا ہے وہ لوگ دیکھیں اور مانتے پاس کریں وغیرہ وغیرہ۔ غرض مجھے اس میں بڑی طوالت معلوم ہوتی ہے۔ کوئی یہ دروس ہی مولی
لے۔ میں نے ایک کتاب بھیج دی تھی۔ پھر ہاں سے اسی غصہ کا خط آیا لیکن میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ فقط !

ہمدی بیگم جگت ناتھ رڈ ۵۵، یکشنبہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۳ء

مشاہیر ادب

محمد عبداللہ قسیمی

غالب ۸ رجب ۱۲۱۲ھ یعنی ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کو اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کو دہلی میں وفات پائی گئے۔ ان کا نام امیر اللہ خان عرف - زانوش تھا۔ نجم الدولہ ویر الملک، نظام جنگ خطابات تھے۔ وہ ترک نسل سے تھے۔ ان کی شخصیت میں مغلوں کے عقل اور شکرہ کی روح سمائی ہوئی تھی۔ غالب کا زائد انحطاط و زوال کا زمانہ تھا۔ لیکن یہ انحطاط و زوال سیاسی سماجی اور معاشی تھا، علمی اور ادبی لحاظ سے تو وہ زمانہ قبولی حالی عہد شاہجہانی کی یاد دلانا تھا۔ غالب کی ساری زندگی کشمکش میں گزری۔ زندگی نے انہیں ہر قدم پر آنکھیں دکھائیں لیکن یہ زخم خوردہ و دل شکستہ کبھی بھی زندگی کی دوڑ میں پیچھے نہ رہے وہ ہر حال میں زندگی بسر کرنا جانتے تھے۔ بچپن کی قیمتی زمانے کی ناسازگاری، پیش اور جاندا کی مضبوطی، مسلسل بیماری، گھر لوٹنا آمد و گئی، یہ تھے وہ جذبات جس کی وجہ سے زندگی کا مسکراتا ہوا چہرہ ان کا شاہن کران کے دل میں چھب گیا تھا اور ہر لمحہ ایک نئی کشت ایک نئی تڑپ کے ساتھ اپنے وجود کا احساس دلانا رہتا۔ ان حالات کے زیر سایہ غالب کی ذہنی نشو و نما ہوئی۔ ان کی شخصیت اس ہیبت کے ماتہ ہو گئی جو کئی پہلو دکھاتا ہو اور ہر پہلو اپنے اندر ایک نئی اور انوکھی دنیا رکھتا ہو۔ یہ دنیا ان کی شاعری میں عموماً عتیق ہے اور خطوط میں بھی۔ اگرچہ ان کا نام شاعری کی وجہ سے سر بلند ہے لیکن ان کے خطوط بھی کسی طرح شاعری سے کم نہیں۔ ان میں ان کی فطری شگفتگی اور بذلہ سنجی بھی ہے۔ ان کا درد انسانیت و قوم کا بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس زمانے کے سیاسی، سماجی اور معاشی ماحول کی بھیلیاں بھی مل جاتی ہیں۔ ویسے یہ خط ان کی دوستانہ محبت و شفقت اور خلوص سے بھرپور ہیں۔ ان کا انداز سادگی اور بے تعلقی کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

سید نذیر حسین محدث دہلوی شمس العلماء سید نذیر حسین عرف میاں صاحب محدث دہلوی ۱۲۰۳ھ کو گڑھ ضلع موئیکر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام سید خواجہ علی تھا۔ آپ کے بزرگ اور نگ زیب کے عہد میں عہدہ فقہانہ پر مامور تھے۔ ۱۲۳۲ھ میں جب سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی پٹنہ گئے تو آپ وہاں موجود تھے۔ کچھ دنوں ان کے لوگوں نے ان کو علم حاصل کیا۔ پھر دہلی تشریف لائے اور مولوی عبدالخالق، مولانا شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد تیرہ برس مولانا شاہ محمد عثمان کی خدمت میں رہ کر حدیث اور تفسیر پڑھی۔ چنانچہ ۱۲۵۵ھ میں انہوں نے آپ کو اجازت علوم حدیث دے کر سنہ ولادت کر دیا۔ آپ نے دہلی میں قرآن و حدیث کا درس شروع کیا تو سینکڑوں شاگرد فیض یاب ہوئے۔ اگرچہ کثرت اشتغال اور جہاد استقلال سے آپ کو فرصت کم ملی، پھر بھی میاد الحق، دلائل الغلو، ثبوت الحق، حقیق، فلاح الولی، اتباع الحق، البطلان علی الملوكہ وغیرہ جہاد سالے آپ نے لکھے ایک سالہ

مردوں کے زہروں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ سن ۱۳۳۲ء میں آپ حج کو تشریف لے گئے اور ۱۰ رجب ۱۳۳۲ء مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو سفرِ ہجرت اختیار کیا۔ آپ کا مزار شہید پورہ (دہلی) کے قبرستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سرسید احمد خاں

سرسید ۱۸۱۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۳۵ء میں دہلی میں سررشتہ داری کے عہدے پر مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۸ء میں متصفی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۴۸ء سے ۱۸۵۵ء تک دہلی کے صدر امین رہے۔ اسی زمانے میں انہوں نے مشہور کتاب "انوار العنادید" لکھی۔ ان کی بہت سی کتابیں اور بھی ہیں۔ ۱۸۵۶ء میں انہوں نے ایک انجمن قائم کی جس کا نام "برٹش انڈین ایسوسی ایشن" تھا۔ اور سائنٹیفک سوسائٹی کا ایک ممبر اور رسالہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے ناظم نکالا۔ ۱۸۶۹ء میں انگلستان گئے، واپس آکر اپنا مشہور رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔ اس رسالے نے بہت بڑے بڑے کام کئے۔ ہندی افادے نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "مدری نئی نسل تہذیب الاخلاق کی پروردہ ہے"۔ سرسید کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک نئی تحریک پیدا کی جس میں اور بہت سے لوگ بھی شامل ہوئے اور اس طرح انہوں نے اردو ادب کی پیش با خدمت کی۔ ان میں یہ سرکار، ملازمت سے کنارت کش ہو گئے اور بقیہ عمر تعلیمی اور سیاسی مشاغل میں گزار دی۔ بالآخر ۱۸۹۱ء میں وفات پانے۔

مولوی محمد حسین آزاد

محمد حسین مولوی باقر علی کے وزیر اور جرنل تھے۔ ابتدائی تعلیم ذوق کے سانیہ عاقلیت میں ہوئی۔ باقی تعلیم دہلی کالج سے حاصل کی۔ استاد ذوق کی محبت کی وجہ سے ان کی ملاقات بڑے بڑے شعرا سے ہوئی وہی جس نے ان کے ذوق کو اور بھی چلا دی۔ غدر کی عصمتوں کی وجہ سے مارے مارے پھرتے رہے، مگر علم و ادب سے کنارت کبھی نہیں کی، بلکہ علی وادبی کاموں میں زندگی بھر پیش پیش رہے۔ ۱۸۹۱ء میں انجمن پنجاب قائم ہوئی۔ وہ اس کے بھی غماز رکھن تھے۔ انجمن کے رسالہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ ان کو سیر و سیاحت کا بے حد شوق تھا، لیکن ان کی سیر و سیاحت کی نوعیت بھی علمی و ادبی ہوا کرتی تھی۔ ۱۸۹۷ء میں حکومت ہند نے ایک مشن سنٹرل ایشیا کی سیاسی حالت کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا، وہ بھی اس کے ایک رکن تھے۔ افغانستان کا سفر کرنے کے لئے انہوں نے فرسٹو لیگی۔ ۱۸۹۸ء میں وہ سیاحتیہ ان کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے بہت استفادہ کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کئی طویل سفر کئے۔ ان کا سلسلہ تصانیف ۱۸۹۱ء میں شروع ہوا۔ تیس سال کے عرصہ میں انہوں نے لاکھوں کتابیں لکھیں جس میں سے محمد ان قاری، دربار الکبریٰ اور آپ حیات کو شہرت و اہم حاصل ہوئی۔ انہوں نے بچوں کے لئے جو ریڈر لکھیں وہ بھی بہت مقبول ہوئیں۔ وہ جدید اردو نظم کے اولین معاروں میں ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔

امیر مینائی

امیر احمد نام، امیر بخش تھا۔ ایک بزرگ حضرت شاد دینا کی اولاد سے تھے۔ اس نے امیر مینائی کہلاتے تھے۔ ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی کریم احمد کی نگرانی میں حاصل کی جو شرافت جی کے علاوہ جوہر ذاتی سے بھی بہرہ مند تھے۔ تعلیم کی بعض منزلیں فرنگی محل میں طے ہوئیں۔ وہیں سے شعر و شاعری کی ابتدا ہوئی، خوشی مغز علی امیر کی شاگردی اختیار کر کے اس فن میں کمال حاصل کیا۔ اسی کا بدولت و اجداد شاد کے دربار میں پہنچے اور دو کتابیں ارشاد السلطان اور ہدایت المصطفیٰ تصنیف کیں جو اب نایاب ہیں۔ بلکہ ان کے مشاعروں کی طرح غزلوں کا ایک مجموعہ "غیرت بہارستان" بھی مرتب کیا تھا لیکن وہ طباعت و اشاعت سے پہلے ہی جنگل غدر میں غنیمت ہو گیا۔ ۱۸۹۷ء میں نواب یوسف علی خاں دہلی رام پور نے بلایا اور نہایت تعظیم و تکریم کی۔ بعد میں نواب کلب علی خاں نے ان کو اپنا استاد بنایا اور بعد ازاں دہلی کا حاکم مقرر کیا۔ ۲۲ سال مام پور میں رہے۔ پھر نظام کے ایسے سے داغ نے انہیں حیدر آباد بلایا، مگر جلد ہی چارہ گئے اور وہاں کچھ برکتیہ شہزادوں کو انتقال کیا بڑے متقی، پرہیزگار اور ایک نفس زدگ تھے۔ مرزا انیس (فتیہ دیوان)، صہم خانہ عشق (دیوان)، حمادہ غام (نہیں)، مینائے سخن وغیرہ نظم میں درخشاں کائنات فرشت

غذا کے اسرار، زاد الامیر، شہر کا ایک تذکرہ، انتخاب یا بکار، نشر میں یادگار ہیں۔ امیر اللغات کھنٹی شروع کی مٹی مگر ان کی تقطیع کی دو جلدوں سے زیادہ دیکھ چپ سکی خطہ کا مجموعہ مکتوبات میں مینائی کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

داغ دہلوی | نواب مرزا خاں داغ، نواب شمس الدین دہلوی ریاست فیروزپور دیکھ کر کے فہرست تھے۔ ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کی ماں نے مرزا محمد سلطان سے شادی کر لی۔ جس کی وجہ سے ان کی تعلیم و تربیت

لال قند میں ہوئی۔ استاد وقت کے شاگرد ہوئے۔ مرزا محمد سلطان کی وفات اور غدار کے ہنڈسے کی وجہ سے دہلی چھوڑ کر ریاست رام پور میں نواب طلب علی خاں کے صاحب مقرر ہوئے۔ داغ نے مہ سال نواب کی مساجت میں دس عیش و آرام سے گزائے۔ اور نواب کی عمر میں بی بی بی با۔۔۔۔۔ میں نواب کی وفات کے بعد واپس دہلی آئے۔ ۱۸۴۲ء میں سر آسمان جاہ کی طلی پر حیدر آباد آگئے اور باقی عمر وہیں بسر کی۔ داغ کی ساری زندگی بڑی داغ البالی اور عیش و آرام سے بسر ہوئی۔ آخر بھارت خانی میں انتقال فرمایا۔

مولوی ذکا اللہ دہلوی | شخص العلماء مولوی محمد ذکا اللہ علیہ السلام میں بقام دہلی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حافظ شمس اللہ تھا۔ حیدر شاہ کے سب سے چھوٹے بیٹے۔ مرزا کوچک سلطان کے امین تھے۔ آپ نے تعلیم دہلی کالج سے

فائنل تحصیل ہو کر مدت تک سررشتہ تعلیم میں مشغول رہے۔ تین ورن و تدریس کی خدمت انجام دی۔ ۱۸۷۸ء میں اورینٹل کالج لاہور کی پروفیسر کی واسطے نامزد ہوئے مگر نئے مدرسے کا پانچ بیٹے سے چلے۔ میر منٹرل کالج الدہ آباد میں عربی و فارسی کے پروفیسر ہو گئے، جہاں سے ۱۸۷۹ء میں کی ملازمت کے بہترین برائی اور تقریباً چوبیس برس پیش سے بہرہ یاب ہو کر ۱۸۹۸ء میں انتقال کیا۔ انہیں اردو زبان کی خدمت کا خصوصیت کے ساتھ زیادہ موزع ملا۔ تفریق مضامین کے علاوہ مستقل تصانیف بہ تعداد کثیر یادگار چھوڑیں۔ جیسا کہ جغرافیہ، ادب، تاریخ، اخلاق، اقلیدس اور صحت وغیرہ علوم و فنون پر اچھی اچھی کتابیں لکھیں۔ کم و بیش سوا سو کتابیں ان کے تصنیف مشاعلی کی شاہ ہیں۔ ہر تالیف تاریخ ہند و جلدوں میں رقم ہوئی رہے۔ ماہی سلامت، روزمرہ اور محاورہ ان کی تصانیف کی نمایاں خصوصیات ہیں مگر ادبی حیثیت سے ان کا پایہ اتنا بلند نہیں جتنا اس دور کے دوسرے کلاسیکی مصنفین کا ہے۔ ان کے فضل و کمال کے اعتراف کے لئے ان کی تصانیف کو عربی میاں کی بجائے، اہمیت اور افادہ کے اعتبار سے چنانچہ

مولوی نذیر احمد | مولوی نذیر احمد بقام برٹ (منسل بخیر) ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی عبدالغنی سے حاصل کی اور پھر دہلی کالج میں رہ کر اس تعلیم کی تکمیل کی۔ زندگی کی ابتدا میں کچھ دے کے ملازمت سے ہوئی اور اتنا میں

افسر بندہ دست کے عہدے پر مقرر ہوا۔ ۱۸۷۸ء میں کنگ پینچ گئے۔ ان کا ترجمہ مجموعہ تقریرات ہند بہت مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ ان کے اخلاقی اور معاشرتی ناول بھی بڑے مقبول ہوئے۔ مولانا کثیر المتعینیت بھی تھے اور سرسج التہذیب بھی۔ وہ بڑے سادہ مزاج اور ظریف الطبع انسان تھے۔ تحریریں بھی بڑی شوخی سے۔ ان کا انداز بیان صاف اور سادہ ہے، مگر محاورے کا استعمال باز ادا کرتے ہیں۔ وہ علمی لحاظ کالج کے پڑھنے پر دست اور مواد تھے۔ انہیں ۱۸۹۹ء میں شمس العلماء کا خطاب اور ۱۹۰۸ء میں دیوبند میں آئیڈنبرا کی طرف سے ایل ڈی کی اعزازی ڈگری ملی۔ ۱۹۱۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ اور نیٹل لرننگ کی ڈگری حاصل کی۔

اردو میں آدھیں ناول نگار بھی کرنا چاہتے تھے۔ مرآۃ العروس، قیومۃ النصوص، ابن الوقت، فناء بنگلا وغیرہ بہت مقبول ہوئے۔ ان دنوں کی کتابوں کے عہدہ ترجمے گئے۔ قرآن مجید کا بھی با محاورہ اردو ترجمہ کیا۔ وہ اپنی درجے کے مقرر تھے۔ اور اس حیثیت سے بھی ان کو ملک میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ آخر خانی میں مبتلا ہو کر ۱۹۱۸ء کو جمعہ کے روز دہلی میں انتقال فرمایا۔

حالی

الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ انصاریوں کے ایک مترنم خانان سے تعلق رکھتے تھے۔ علم و ادب کا شوق نظری تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۵۴ء میں گھر بار چھوڑ کر دلی چلے گئے اور مولانا آزاد شری علی سے تعلیم حاصل کئے۔ بعد کے ہنگامہ کی وجہ سے پھر اپنے وطن واپس آ گئے۔ انہیں نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی مصاحبت میں رہنے کا موقع ملا جس کی وجہ سے ان کے علمی و ادبی ذوق کو اور بھی جلا ہوئی۔ سرسید کی فرمائش پر انہوں نے "مسدس حالی" لکھی جو ان کی دایہ ناز تصنیف ہے۔ حیات سعدی، یادگار غالب اور حیات جاوید کے علاوہ "مقدمہ شعر و شاعری" کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ حالی مصنف ہیں تھے، نقاد بھی اور شاعر بھی۔ ان کی شخصیت کی سادگی، عفو اور عذراقت ہر جگہ اور ہر صفت میں ملتی ہے۔ حالی بڑے نیک دل انسان تھے۔ ان کے خطوں میں بھی یہی نکی۔ شرافت اور عیاض ملتا ہے۔ ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۹۰۱ء کو اس دنیا سے رخصت فرما گئے۔

مولوی سمیع اللہ خاں

دہلی کے علوی خانان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدر الدین آزاد سے متعلق کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ عالم ہونے کے علاوہ خوش نویس بھی تھے اور اس فن میں میر بخش کش کے شاگرد تھے۔ ۱۸-۱۷ برس کی عمر میں تعلیم سے فائز ہونے کے بعد طلبہ کو درس دینا شروع کیا۔ کبھی کبھی شریعت تھے تصنیف و تالیف کا شوق ابتدائی سے تھا۔ تھیں پر عاشق لکھا جو چھپ چکا ہے۔ فلسفے کی اکثر کتابوں پر حاشے لکھے جن کے سوسے غدیوں پر یاد ہو گئے۔ فارسی کے مشہور فقہ ممتاز کا اردو ترجمہ بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کیا تھا۔ قانون کا امتحان دے کر کدالت کی سند حاصل کی۔ ۱۸۵۸ء میں منصف مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۳ء میں صدر الصدور کے عہد پر ممتاز جو کہ علی گڑھ، الدابا، مراد آباد اور فیض آباد میں رہے۔ علی گڑھ کالج کے قیام میں سرسید کا ہاتھ بٹایا۔ ۱۸۸۶ء میں محزن ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۸۸۰ء میں یورپ کا سفر کیا اور ایک سبب سفر نامہ لکھا جس کا انگریزی ترجمہ کنویر جوا لپڑاؤ نے کیا ہے۔ نومبر ۱۸۹۲ء میں ممبئی کے مدرسے سے پیش لی۔ ملازمت کے دوران میں ایک وفد معر بھی بھیجے گئے۔ جہاں سے واپس آنے کے بعد سی ایم جی کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۱ء میں سفر فرما کر اٹھارہ سال کے قیام میں شیخ الدلائل مولانا عبدالحق سے دلائل الخیرات کی سند حاصل کی۔ بعد واپس آکر دلائل الخیرات کا صحیح نسخہ مع تجدید حاشی کے چھپوایا۔ ۱۹۰۸ء اپریل ۵ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ کو علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ لاش وصیت کے مطابق دہلی سینما لائی گئی۔ جہاں دہلی دروازہ کے باہر آبائی قبرستان میں دفن کی گئی۔

مولانا عبدالحق حقانی دہلوی

مولانا ابو محمد عبدالحق بن خواجہ محمد امیر شیخ علوی کے بزرگ غلام شمس الدین تبریزی علیہ السلام نے محمدی ہندوستان آکر دہلی میں آباد ہوئے۔ مولانا عبدالحق ۲۰ رجب ۱۲۶۵ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸۸ھ میں فائز التحقیل ہو گئے۔ آج سے نصف صدی قبل دہلی کے مشہور علماء میں آپ کا شمار تھا۔ آپ کی تفسیر حقانی نظام کی پہلی منسل اور جامع تفسیر اردو زبان میں ہے۔ قرآن پاک کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا۔ مگر اس کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی۔ آپ کی کتاب البیان کا ترجمہ انگریزی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔ اس میں اسلام کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ عقائد اسلام بھی متبر کتابوں میں ہے۔ مولانا بڑے ذی علم و نایت اعلیٰ درجہ کا ادیب تھے۔ ساری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ بہت سادہ مزاج اور دوسرے پر در بزرگ تھے۔ حیدرآباد سے آپ کو خط ملا تھا۔ آخری عمر میں لکھنؤ میں علی کے پرور ہو گئے تھے۔ سرکار نے آپ کی علمی قابلیت کے اعتراف میں علی لاخطب علیا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں انتقال فرمایا اور دہلی میں دفن کئے گئے۔

احمد علی شوق قدوائی | احمد علی نام شوق مختص تھا۔ ۱۸۵۳ء میں لکھنؤ کے قریب قصبہ جگڑی میں پیدا ہوئے۔ ان کے دل

کاظم علی قیس خود شاعر تھے گروہ کم سن میں دینی دس گئے۔ اس لئے شوق لکچریں مصیبت میں گزرا۔ اعزاک کی مرانی سے عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور فیض آباد میں تحصیلدار ہو گئے۔ لیکن جلد استعفیٰ دے کر ۱۸۶۲ء سے ۱۸۹۰ء تک اخبار آزاد نکالتے رہے۔ اس وقت شاعری اور مضمون نویسی کا شوق زوریں لہا۔ اس فن میں مختصر علی امیر کے شاگرد تھے۔ آپ کے مضامین نثر و نظم آدھ پیچ اور دوسرے مشہور جرنا میں بھی شائع ہوتے تھے لکھنؤ سے بھوپال گئے۔ ۲۵ سال ملازمت کی۔ آخری عمر میں ریاست رام پور سے تعلق ہو گیا تھا۔ ضعیف العمری کی وجہ سے اپنی بیٹی کے پاس ناؤ چلے گئے۔ ۲۰ اپریل ۱۹۲۵ء کو کوئٹہ میں انتقال کیا۔

منشی احمد علی شوق غزل اور غزلی خوب کہتے تھے۔ چند ناول بھی لکھے جن میں قائم وزہرہ، میکفرسن و لوی بہت مشہور ہیں۔ شاعری عالم خیال اور آزاد شوق کی زبان خاصہ پر ضعیف اور شیریں ہے۔ دیوان شائع ہو چکا ہے اور نہایت اعلیٰ پایہ کا ہے۔

نواب محسن الملک

محسن الملک نواب سید محمد علی خاں بہادر ۱۸۳۷ء میں بمقام ناؤ پیدا ہوئے۔ مولوی دیات سے فارغ ہو کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں دس روپے ماہوار پر کلرک مقرر ہوئے۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے ۱۸۶۱ء میں تحصیلدار مقرر ہوئے۔ اس اثنا میں انہوں نے دو کتابیں قانون مال و رتناؤن و عبادری لکھیں جو بہت مشہور ہوئیں۔ ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر کی کاتھان بدیا گیا۔ اور مرزا پور کے ڈپٹی کلرک مقرر ہوئے۔ ان کی مدت اور قابلیت کی وجہ سے سرسالا جنگ اول نے ان کو حیدر آباد میں طلب کیا۔ اور ۱۸۷۴ء میں مالیات کے افسر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ انگلستان کا سفر بھی کیا۔ ہاں ٹیلیڈ سٹون سے ملاقات بھی ہوئی۔ ان کے مضامین تہذیب الاخلاق میں شائع ہوتے رہے۔ یہ امریکہ کے اخبار میں سے لے لے۔ اور تحریر تغیر۔ دونوں میں لوگ ان کا رومانا تے تھے۔ ۱۹۱۹ء میں انتقال کیا۔

نواب وقار الملک

وقار الملک (نواب مشتاق حسین) ۱۸۲۹ء میں امر و بہ میں پیدا ہوئے۔ شریع میں کسی اسکول میں پڑھاتے تھے۔ امر و بہ میں کچھ سرکاری خدمات انجام دیں جس کی وجہ سے پہلے سرشت دار اور پھر منظم صدر اللہ در ہو گئے۔ کافی عرصہ سرسید کے ساتھ کام کیا۔ سرکاری خدمتوں کی وجہ سے سرکار آصفیہ کی طرف سے وقار اللہ در، وقار الملک کا معزز خطاب حاصل کیا۔ ۱۸۹۱ء میں سرکاری ملازمت سے کنارہ کش ہو کر بقیہ عرقوی کاموں اور علی گڑھ کالج کی اصلاح و ترقی میں صرف کی۔ آپ سائنٹیفک سرائی کے مبرا و تہذیب الاخلاق کے ستم بھی رہے۔ انہیں سرگرمیوں میں زندگی بسر ہوئی۔ آخر ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔

مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی

سید احمد حسن نام۔ شوکت تخلص تھا۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ جون ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پولیس میں ملازمت کی۔ پھر ملازمت چھوڑ کر مولانا بلقی سہارنپوری سے فارسی کی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی سے عربی کی تکمیل کی۔ شاعری و ادبی سے تھے۔ عربی کے فاضل اور فارسی کے ماہر ہونے کی وجہ سے مجددِ دلسہ مشرقی کہلاتے تھے۔ ابتدا میں فیلن صاحب کی دکنسری میں کام کیا۔ پھر کوئٹہ کے ایڈیٹر ہو کر لوہا لگے۔ یہاں سے آدھ اخبار لکھنؤ میں گئے پھر عرصہ بعد میرٹھ سے اخبار نمونہ بنادیا گیا۔ ایک ماہر اور رسالہ پرداز بھی نکالا۔ غزن اور دوسرے رسالوں میں لکھنؤ ادبی، علمی، تنقیدی اور تحقیقی مضامین لکھ کر متنبی، حماسہ، طاقانی، بیدل، فرخی کی خدمت میں لکھیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۳ء کو میرٹھ میں انتقال کیا۔

جلال لکھنوی

حکیم سید صفائ علی جلال کے والد کا نام حکیم اصغر علی تھا۔ خاندانی پیشہ طبابت تھا۔ لیکن اصغر علی نے داستان گوئی میں نام پیدا کیا اور اسی سلسلہ میں نواب یوسف علی خاں دانی رام پور کی خدمت میں پہنچے۔ جلال کی پیدائش ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) میں بمقام لکھنؤ ہوئی۔ فارسی کی درسی کتابیں مکمل پڑھیں اور عربی میں بعد عزت و استعداد پیدا کی۔

اپنا آبائی پیشہ طبابت بھی نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کے جنگِ گڑھی میں جب لکھنؤ کی سیاحین اٹل دی اور مشہور شاعری کی محفلِ درہم برہم ہو گئی تو جلال نے لکھنؤ میں ایک دو خانہ کھول کر کسبِ معاش کے لئے اس سے کام لیا۔ نواب یوسف علی خاں کو خبر ہوئی تو انہوں نے رام پور بلایا۔ بیس سال تک دربار سے تعلق رہا۔ نواب کلب علی خاں کی وفات کے بعد بیس سال تک لکھنؤ کی تعلیمی پروڈاں چلے گئے، مگر آب و ہوا اس نے آئی لکھنؤ واپس چلے آئے۔ جہاں ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء (۲۵ ص ۱۳۵) کو انتقال کیا۔ مشہور تصانیف یہ ہیں :-

(۱) چار دیواریں اردو (اول، شاہ شورش طبع ۱۳۰۶ھ) دوم، کرشمہ گاہ سخن طبع ۱۳۰۶ھ روم (مضمون ہائے دلکش ۱۳۰۶ھ) (چہارم، نظم نگاہیں ۱۳۲۰ھ) سرمایہ زبان اردو (۲)، افادۂ تامل (۳)، تحفۂ القواعد (۴)، تیفق الفات (۵)، گلشن فیض (۶)، دستورالخصلا (۸)، مفید الشعر وغیرہ۔

شاگردوں میں میرزا کریم بیگ، آزاد لکھنوی، احسان شاہ جہانپوری بہت مشہور ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی | شبلی نعمانی ۱۸۵۷ء میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں پیدا ہوئے۔ چوتلے آپ ضلعی عہدے کے کچھ پانچ تھے اسی مناسبت سے ان کے استاد مولانا فاروق چڑیا کوئی نے آپ کا نام نعمانی رکھ دیا۔ انہوں نے اپنے دور کے تمام بڑے بڑے علماء و فضلاء سے تعلیم حاصل کی جن میں مولانا فاروق چڑیا کوئی، مولانا فیض الحسنی اور محدث مولانا احمد علی کے نام خاص ہیں۔ پرتابا ذکر ہیں۔ ۱۹ سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ سفر حج کیا۔ حج سے واپسی کے بعد ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۲ء تک اعظم گڑھ کے اطراف میں رہے۔ جہاں وکالت کا امتحان دیا، ملازمت بھی کی۔ تجارت اور بینداری کا کام بھی کیا۔ لیکن اہل قلم باتوں کے باوجود اپنے علمی و ادبی مشاغل کو برابر جاری رکھا۔ کافی عرصہ سرمدیہ احمد خاں کی محبت میں بھی رہے۔ علم و ادب کا شوق انہیں ہندوستان سے باہر بھی لے گیا۔ چنانچہ "الفاروقی" نے سلسلے میں انہوں نے سرگرم اور شکی کے کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا۔ جنوری ۱۸۹۲ء میں ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ مدقن علی گڑھ تحریک سے وابستہ رہے۔ بڑی معرفت الازادہ تصانیف لکھیں جن میں شترانج، المامون العزازی، موازید انیس، دیر علم الکلام اور سیرت النبی بڑی اہمیت کی مالک ہیں۔ اس کے علاوہ شاعری بھی کی۔ وہ خطوط نگاری میں بھی ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کے خطوط اپنی رنگینی، غور و اختصار کی وجہ سے بڑے اہم ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔

نواب میر صدر الدین حسین خاں | آپ بڑودہ کے رئیس ابن رئیس سنی المذہب، حتمی المشرع حینی میند تھے۔ ان کے بزرگوں میں سے سید محمد علی ہریت سے وہابی میں وارد ہوئے اور اپنے علم و فضل کی

وجہ سے شاہِ دہلی کے ائمہ اور وزیر نظام الملک ہمارا صفت جاہِ اول کے احاد مقرر ہوئے۔ دہلی سے سرکار نظام کے ہمراہ دکن تشریف لے گئے۔ گلیکاٹ بڑودہ میں لاکھوں روپے کی جاگیر ملی۔ ان کی چوتھی پشت میں نواب میر صدر الدین حسین خاں بن نواب وجہ الدین حسین خاں ۲۹ محرم ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ تین سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ نے پرورش کر کے گھری میں اعلیٰ تعلیم دلانی۔ بیس برس کی عمر میں تقیم سے فارغ ہو کر تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا اور اسلامی تعلیمات پر بے شمار کتابیں لکھ کر سارے ہندوستان میں منت تقسیم کیں۔ ان کتابوں میں سے اسلام کے عقائد، اسلام کی خوبیاں، اگلسہ ستمغیر، دانائی کا سبق، مخیمۂ آرام، گلدستہ خلائع اور اسلام کی صداقت وغیرہ ہیں کتابیں گجراتی، مرہٹی، انگلیزی اور روسی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں آپ نے کتب خانۂ اسلام کے نام سے ایک لائبریری قائم کی جس میں ہر علم و فن کی ادونکائیں جمع کیں۔ یہ اپنی قسم کا واحد کتب خانہ ہے جسے دیکھ کر اردو کی رہنما و ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ شہر کے علاوہ

نظر پہنچی تادرتے۔ ان کی سوانح عمری عتیق مراد السلام کے نام سے ۱۳۲۹ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

مولوی عزیز مرزا | مولوی محمد عزیز مرزا بی ۱۱ اسے یو پی کے باشندے تھے اور اپنے زمانے کے نہایت قابل اور مشہور شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ انہوں نے ۱۸۵۵ء میں علی گڑھ کالج سے بی اے پاس کر کے سید آباد میں ملازمت

انتخاب کی اور یہاں مختلف جگہوں پر رہنے کے بعد ترقی کر کے جوم سکریٹری کا عہدہ عیضہ حاصل کیا۔ وہ بڑے محنتی تھے۔ اپنے فرائض منصبی کی بوائی کے بعد اتنا وقت نکال لیتے تھے کہ تعینیت و تالیف کا شغل جاری رکھ سکیں۔ انہوں نے فاب نچ فوار جنگ، مولوی ہمدی حسن کے انگریزی سفر نامہ انگلستان کا ترجمہ، گلکشت فرنگ کے نام سے کیا۔ شہابی بھی کے مشہور در پرخواجہ عماد الدین محمد گجراتیوں کے حالات زندگی، سیرۃ المود کے نام سے لکھے، خالی دہاں کے مشہور ڈرامہ، کرم ادوی کا ترجمہ کیا۔ جس کے خاضعہ مقدمہ میں مسکرت ڈراما کی اصل اور وضاحت کے متعلق بہت سی مفید باتیں لکھیں۔ ان کو پرانے سے جمع کرنے کا بھی شوق تھا مختلف رسائل و جرائد میں جو مضمونیں نکلتے تھے وہ خیالات سرزین کے نام سے شائع ہو گئے ہیں۔ ۱۹۰۹ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری ہو گئے۔ ان کا انتقال ۲۶ فروری ۱۹۱۲ء کو ہوا۔

شاد عظیم آبادی | سید علی محمد نام۔ شاد شخص تھا۔ آپ کے والد مرید عباس مرزا لاسلسہ نسب اکتیسویں پشت میں امام زین العابدین سے ملتا ہے۔ ۹ محرم ۱۲۹۲ء مطابق ۱۸۷۶ء کو جٹہ میں پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی اور اردو کی کتابیں قابل اساتذہ سے تحصیل کیں۔ پندرہ برس کی عمر میں شاعری شروع کی۔ شاد الفت حسین فریاد سے مشورہ سخن کیا۔ پھر ساری زندگی علم و ادب و ذہان کی خدمت میں گزار دی۔ تبر اور ایش کے مقلد اور تابع تھے۔ لاکھوں شعراں کے نتائج فکر ہیں۔ حکومت نے خان بہادر کا خطاب عطا کیا۔ نیز ایک سالانہ کا وظیفہ بھی ملتا تھا۔ ۳۲ سال تک انگریزی مجسٹریٹ رہے۔ ۸ جنوری ۱۹۲۴ء کو پٹنہ میں انتقال کیا۔ اعلیٰ پایہ کے ادیب، شاعر اور مصنف تھے۔ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے کچھ چھپ چکی ہیں اور کچھ نہیں چھپیں۔ بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں: تذکرۃ الاساتذہ۔ تاریخ صوبہ بارہ مہر و دیدہ، فکرو ملیح، حیات فریاد، ملوہ ہند، میخانۃ العام، مکتوبات شلو، نوے وطن، کلام شاد وغیرہ۔ ان کی سوانح عمری گلشن حیات (۱۳۴۲ھ) کے تاریخی نام سے شائع ہو چکی ہے۔ مولوی عبدالمالک آری نے اپنی کتاب المامات شاد میں ان کے خاص شاعر پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ قطعات کا مجموعہ سروش ہستی کے نام سے حال ہی میں پٹنہ سے شائع ہوا ہے۔

اکبر الہ آبادی | اصل نام مرید اکبر حسین دہلوی ہے۔ بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۸۴۶ء پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سرکاری سکولوں میں پائی۔ ۱۸۶۶ء میں نائب تحصیلدار کے عہدے پر مقرر ہوئے اور آہستہ آہستہ ترقی کر کے ۱۸۸۸ء میں بی جی کے عہدے پر پہنچ گئے۔

الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو بھی تھے۔ آخر گورنمنٹ سے خان بہادر کا خطاب حاصل کر کے ملازمت سے کنارتہ کش ہو گئے۔ بڑے خلیق اور اور منکر المزاج تھے۔ شوخی و طراوت ان کی سرشت میں شان تھا۔ ان کے خطوط جو خواجہ حسن نظامی، عزیز لکھنوی، منشی دیار شاں، نگم وغیرہ کے نام ہیں ان سے ان کی راست بازی اور صداقت شاعری کا پتہ چلتا ہے۔ شاعری کا بچپن سے شوق تھا۔ شروع میں اپنا کلام دہلیہ کو دکھایا کرتے تھے جو آتش کے شاگرد تھے۔ ان کی شاعری تہذیب جدید کے خلاف ایک ٹوڑا احتجاج کا درجہ رکھتی ہے۔ ستمبر ۱۹۲۱ء میں انتقال فرمایا۔

مولانا عبدالحلیم شرر | شہ ۱۸۶۰ء میں بھقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی پھر لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ دہلی جا کر انہوں نے میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی تعلیم کی تکمیل کی۔ دہلی کے دوران قیام ہی میں انہوں نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ ۱۸۸۰ء کے اواخر میں پھر لکھنؤ واپس چلے آئے۔ شرر کو لکھنؤ کے دو مانی قیام میں بھی

کا ذاتی پیدا ہو گیا تھا۔ ۱۸۸۴ء تک اودھ اخبار کے ادارے میں شامل رہے۔ جنوری ۱۸۸۶ء میں انہوں نے اپنا مشہور ماہنامہ نگار جاری کیا۔ جس میں انہوں نے ناول نویسی کا سلسلہ شروع کر دیا جو بہت مقبول ہوا۔ ان کی ناول نگاری پر مغربی ادب کا اثر بھی ہے۔ انہوں نے معاشرتی اور اصلاحی ناول بھی لکھے لیکن زیادہ تر انہیں تاریخی ناول نگاری کا شوق تھا۔ ان کے بعض تاریخی ناول اپنی فنی خوبیوں کی وجہ سے بہت مقبول ہوئے۔ مثلاً فردوسِ ریں، ملکِ عزیز و جہاد وغیرہ۔ دسمبر ۱۹۲۹ء میں انتقال ہوا۔

سید محمود | مرید احمد خاں کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۲۲ مئی ۱۸۵۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپریل ۱۸۹۵ء میں ولایت بھیجے گئے۔ جہاں سے بیرسٹری پاس کر کے ۱۸۹۶ء میں واپس آئے۔ علی گڑھ کالج کے اصل وقت اور مسلم یونیورسٹی کی مشہور اسکیم انہیں

کے دماغ سے نکلتی تھی۔ ۱۸۸۰ء میں سرسلاہ جنگ بناور سے دو ہزار روپیہ بامبارش ہرہ پر انہیں حیدر آباد بلایا۔ چند ماہ رکھ کر وہاں سے چلے گئے اور صوبہ ہند میں رائے بریلی کے جج مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد ہائی کورٹ الہ آباد کی جج پر عطا ہوئے۔ یہ پہلے ہندوستانی تھے جو اس صوبہ میں ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے زمانہ ججی میں وہ قانونی نکتے حل کئے جو نظائر کی جان سمجھے جاتے ہیں۔ آخر ۱۸۹۳ء میں مستفی ہو گئے اور پنشن پا کر کالج کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آخری زمانہ میں سیتا پور میں بیرسٹری کرتے تھے۔ وہیں ۱۰ مئی ۱۹۰۱ء کو انتقال ہوا۔ فنی شہر سے مناسبت تھی۔ فارسی اساتذہ کا بہت سا کلام زبانی یاد تھا۔ ان کی قانونی شہادت کی شرح بہت مقبول ہے۔

منیر شکوہ آبادی | سید اسماعیل حسین نام، منیر تخلص، والد کا نام سید احمد حسین شاہ اور وطن شکوہ آباد ضلع میں پوری تھا۔ زیادہ تر مصنف کھنڈ میں رہے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ پہلے ناسخ سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ پھر ان کی ہدایت کے بموجب

رشک سے مشورہ کرنے لگے۔ کلکتہ، مرشد آباد، الہ آباد، کانتھرا اور فرخ آباد میں بھی رہے۔ مگر کھنڈ کے عاشقوں میں تھے۔ یہاں کچھ عرصہ فخر الدین نواب علی اصغر خاں اور نواب سید محمد کی کے مصاحب بھی رہے۔ عمارا جگان دھولہ راور اور رائے بھی ان کو اپنے دربار میں طلب کیا مگر انہوں نے باندے کو ترجیح دی جہاں نواب علی بادر والہی ریاست کے استاد مقرر ہو گئے۔ غدر کے بعد ایک دہائی نواب جہاں کے قتل کی سازش میں ان پر مقدمہ قائم ہوا جس کی پاداش میں کالے پانی کی سزا ہوئی۔ مگر ۱۸۹۶ء میں قید سے رہائی مل گئی۔ نواب کلب علی خاں کے عہد میں راجہ میں قیام تھا کہ حکیم قضا پٹنیا اور ۱۸۸۱ء میں دہلی کی خاک میں اسلام کیا۔ مختار عالم، تنویر الامثال اور نظم منیر تین دریائے یادگار چھوڑے۔ منوی صراح جہاں بھی انہیں کی تصنیف ہے۔ بہت بڑا شاعر تھے اور مرثیہ بھی کہتے تھے۔ سر فیض میں مرزا دہر کے شاگرد تھے۔

خان بہادر مولوی خدابخش | شمالی بار میں پھیرہ کے مقام پر ایک علی خاندان آباد تھا، جس کے ایک فرد بھی پٹنیا

نے فتاویٰ عالمگیری مرتب کرنے میں اورنگ زیب کی مدد کی تھی۔ خان بہادر مولوی خدابخش اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد دربیانی درجو کے وکیل تھے مگر کتابوں کے دلاور تھے۔ انہیں تین سرتعلیٰ نے میراث میں ملے لیکن جب وہ فوت ہوئے تو یہ تعداد پندرہ سو تک پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے بہتر مرگ پر بیٹے کو وصیت کی کہ وہ اس وصیے کی ترقی دے۔ بیٹے نے ساری عمر کتابیں جمع کیں۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء میں ان کتابوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان کی قیمت کا اندازہ اڑھائی لاکھ روپیہ لگایا گیا۔

مولوی خدابخش ۲ اگست ۱۸۴۷ء کو پیدا ہوئے اور ۹۹ برس ایک دن کی عمر پا کر ۳ اگست ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ انہوں نے کلکتہ میں تعلیم حاصل کر کے پٹنہ میں وکالت شروع کی۔ ۱۸۹۶ء سے ۱۸۹۸ء تک حیدر آباد ہائی کورٹ کے چیف جج رہے۔ ان کی ہذا کے

صرف سے باغی پور پنڈ میں ایک عظیم الشان عمارت کتب خانہ کے لئے تعمیر کرائی۔ تقریباً ایک لاکھ روپے میں ایک انگریز سے اس کی جگہ دی گئی تھی۔ خریدیں اور اپنے تین ہزار قلمی نسخوں کے ساتھ طاکر ۷۹ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو پبلک کے لئے وقف کر دیں۔ اوریشن پبلک لائبریری اپنے قلمی نوادہ کی وجہ سے مشرق کی بہترین لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔

مولانا سید میر حسن شاہ سیالکوٹی | شمس الامداد مولانا حافظ سید میر حسن شاہ سیالکوٹی ۱۸ اپریل ۱۲۸۲ھ کو پیدا ہوئے اور ۲ ستمبر ۱۹۲۹ء کو اپنے پیدا کرنے والے کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ علامہ اقبال نے قرآن مجید کی اس آیت سے ماورے تاریخ علامہ اقبال نے اللہ تعالیٰ سے (۱۳۳۲ھ) ایسے شفیق، فاضل، عمن، خوش اخلاق اور حق دوست بزرگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

مولانا ساری عمر سکاچ مشی سکول اور اس کے جہاں میں بچھاتے رہے۔ بڑے بڑے قابل اور ممتاز شاگرد پیدا کئے۔ اقبال نے بھی انہیں سے فیض حاصل کیا تھا۔ لاہور آنے سے قبل سالہا سال تک ان سے عربی، فارسی، علم و حکمت، ادبیات اور تصوف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اس کا احترام ان الفاظ میں کیا ہے

مجھے اقبال سے سید کے گھر سے فیض پہنچا ہے
پچہ جو اس کے دہن میں ہی کچھ بن کے نظر میں

مولانا عبدالحی | آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن علی کرم اللہ وجہہ لہم چلتا ہے۔ آپ کے اجداد نقذہ نامہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا فتح الدین بن عبدالمطلب بڑے پائے کے عالم اور عارف تھے۔ آپ سے مراد جو علم و فہم کی عمل کے مشہور عالم مولانا محمد عظیم تھیں۔ آپ کے چچا پھر ہوبال شاگرد و یاضی کی تحصیل سید احمد پور بندہ سے کی۔ بانی گسٹریٹ فاضلہ علی سے پوری کی جیم عبدالمطلب سے حب اور ایک بی بی عظمیٰ سے حدیث پڑھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مشہور علمائے ہند سے ملنے کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ چنانچہ دیوبند میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے، دہلی میں مولانا تاج الدین عظیمی سے، مدنی سے اور پانی پت میں شیخ عبدالرحمن سے ملے اور ان حضرات سے اجازت حدیث حاصل کی۔ حضرت مولانا فضل الرحمن گجملو آبادی سے بیعت ہوئے اور مولانا ضیاء الدین اور حضرت حاجی احمد اللہ سے اجازت بیعت حاصل کی۔ مددۃ العلماء نے آپ کے غرض اور جذبہ خدمت کو دیکھتے ہوئے انہیں ناظم مکتب کیا، اور وہ آخر تک اس کی خدمت کو رہے۔ ہر چاہی لآخر ۱۳۱۲ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۲۹ء کو مولانا کا انتقال ہو گیا۔ راستے پر بی بی کے باہر آپ کا مزار ہے۔ جنتہ المشرق و مطلع المشرق، سعادت العارفین فی انواع العلوم والمعارف، تربت الخواطر اور فیض الاخبار وغیرہ عربی تصانیف کے علاوہ کل رخصان کی مشہور اردو تصنیف ہے جو اردو شعرا کے حالات میں ہے۔ یاد ایام، طیب الحاکمہ، امتحان احباب اور تذکرۃ الابرار وغیرہ کتب بھی آپ نے اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

جسٹس سید امیر علی | سید امیر علی تمام تہجد تعلیم کی پیداوار تھے مگر انہوں نے بزرگوں کے سنے سنانے معلومات اور ذاتی کد و کاوش سے یورپ میں اسلام کی بڑی خدمت کی۔ وہ یورپ میں تمام اسلامی کاموں اور تحریکوں کے دکن رکین سمجھے جاتے تھے۔ ان کے مذہبی اور ذاتی خیالات سے گو ہم براہِ منتظر نہ کر سکیں، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے قلم کی صداقتانی سے اسلام کے متعلق یورپ کے بہت سے خیالات باطلہ کے بادل چھٹ گئے۔ ان کی دو کتابیں اسپرٹ اسلام

اور بہت ہی اہمیت سا رہا۔ سب سے پہلے یادگار رہی گی۔ ان دونوں کتابوں کے ترجمے اکثر اسلامی زبانوں میں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ عربی میں بھی ہونے لگے ہیں۔ اگست ۱۹۲۷ء میں ۹ سال کی عمر میں اس جوان طالب کو لاہور آگیا۔ دیوبند ننگاں:

سید علی بلگرامی

شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرام کے مہتمم خیر خفہ کے رہنے والے اور مشہور علمی ناقدان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد زمین الدین ڈپٹی کلکٹر سے پیش سہ کر حیدر آباد میں ایک معزز عہدے پر تھے۔ سید علی ہندوستان میں عربی اور فارسی کی تعلیم ختم کرنے کے بعد سرسار جنگ کے خراج پر انگلستان گئے جہاں ہندوستان سے جو زیادہ شہرت حاصل کی۔ مسکرت، ماری، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، لاطینی اور عربی کے علاوہ بنگالی، سرہتی، گجراتی، ہندی اور تلگو زبانیں بھی خوب جانتے تھے۔ علی گڑھ کالج کے زبردست مربی تھے۔ تہذیب عرب اور تمدن ہند ان کی بے حد مشہور کتابیں ہیں جو نظام دکن کے ایم اے سے لکھی گئی تھیں۔ تمدن عرب فرانسیسی ڈاکٹر موسیو لیان کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے۔ ان کے علاوہ ڈاکٹری کی ایک کتاب کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ مگر یہ ترجمے کسی تنقیف سے کم نہیں۔ مولوی صاحب کو اردو زبان پر عبور حاصل تھا ملامت اور روانی ان کے خاص بوجہ ہیں۔ معاشرت یا موقع ہوتے ہیں۔ اور اصطلاحات کا ترجمہ کرنے میں بھی کمال ہے۔

یہ فاضل اہل ۳۴ مئی ۱۹۱۱ء کو عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گیا۔

حکیم برہم

حکیم برہم گورکھپور کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانے کے بالکمال ادیبوں صحافیوں اور نقادوں میں ان کا شمار تھا۔ انیسویں صدی کے آخری عشرہ میں انہوں نے گورکھپور سے ہفتہ وار اخبار مشرق جاری کیا تھا، جو نہایت سنجیدہ، باوقار اور معتدب پرچہ تھا۔ زبان کے متعلق ان کی سوچ بوجہ اور بے لاگ ادبی تنقیدوں سے متاثر ہو کر مولانا غفر علی خاں مرحوم نے ایک دفعہ کہا تھا:

سکھا ہوا کوئی نہیں برہم سے زیادہ
وہ کتاب، کرشن کور کے مصنف بھی تھے جو ایک دلچسپ تاریخی ناول ہے۔

سید عبدالغفور شہباز عظیم آبادی

منع پٹنہ میں ایک چھوٹی سی بستی میں پیدا ہوئے۔ شہباز میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کے علاوہ بی، اے تک انگریزی بھی پڑھی۔ کچھ دنوں کلکتہ کے اردو اخبار دار السلطنت کی ادارت کرنے کے بعد اخبار جریہ نمائش جاری کیا۔ ۱۸۸۵ء میں نواب عبداللطیف خاں وزیر بھوپال کے پرسنل اسسٹنٹ مقرر ہوئے۔ پھر حیدرآباد پہنچے اور مولوی عزیز مرزا کی ماتحتی میں ترجمہ کی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد اورنگ آباد میں پرونیہر ہو گئے۔ علامہ جمال الدین افغانی سے استفادہ کیا اور ان کے خطبات، مضامین کا ایک مجموعہ مقالات جمالیہ کے نام سے شائع کیا۔ شہباز ادبی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کے مضامین اور پانچ لکھنؤ اور لاہور کی زینت ہوتے تھے۔ وہ انگریزی نقادوں کے ترجمہ پر بھی قادر تھے۔ سامنوں نے کلیات تغیر اکبر آبادی کو بڑے اہتمام سے مرتب کیا۔ اور تنقیر کی سوانح عمری زندگانی بے تغیر کے نام سے شائع کی۔ نواب سید محمد آغا، نیکوچرل راجسٹریشن جلال آباد کے خلیفہ مضامین کا مجموعہ نیلا آواز کے نام سے شائع کیا اور ان کی سوانح عمری بھی لکھی۔ زیبا عیادت شہباز اور خیالات شہباز وغیرہ کچھ اور کتابیں بھی ان کی یادگار ہیں۔

۲۰ نومبر ۱۹۱۰ء کو انتقال ہوا۔

رسا رام پوری منشی حیات بخش نام، رسا تخلص تھا۔ رام پور کے رہنے والے تھے۔ وہیں ان کی شاعری پہلی پھولی۔ مرزا داغ کے ارشد شاگرد ہیں تھے۔ زبانِ اردو میں سے خوب واقف تھے۔ شمس المراء مولانا خیر آبادی اور مولانا عبد الحمید نعلی رائے کو فنی شریں آپ کی شگردی کا فخر حاصل ہے۔

ریاض خیر آبادی سید ریاض احمد نام۔ ریاض تخلص تھا۔ ان کے چچا اور کمان شاہ (ایم) سے ہندوستان آکر مینا پور بارہ بنگلہ اور خیر آباد وغیرہ علاقوں میں آباد ہوئے۔ ریاض علیہ السلام (رحمۃ اللہ علیہ) میں بقام خیر آباد پیدا ہوئے لیکن ان کا بچپن گورکھپور میں گزرا جہاں ان کے والد سید طفیل احمد سرکاری ملازم تھے۔ ریاض بھی پولیس میں ملازم ہوئے لیکن جلد ترکِ ملازمت کر کے ریاض الاخبار ٹھال لیا۔ اور پانچ کے بعد پڑھتی سجاد حسین اور اخبار طوطی ہند میرٹھ سے زبردست محبت کر کے ریاض کے گھر آئے اس سے میں بڑی جولیاں دکھائیں۔ ان سرکوں ہی کی بدولت ریاض کی انشا پداوی کی شہرت ہوئی۔ صلیح کلمہ، عمارت، گلہ ریاض اور لکھنؤ وغیرہ سچے ہی وقتاً فوقتاً نئے نئے عتیق احمد جعفری نے مختلف مسامین جمع کر کے نثر ریاض کے نام سے شائع کئے ہیں جو سرا، ناشاد اور نظارہ نین ناول بھی یادگار ہیں۔ شہر شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ پچھلے اسیر کے شاگرد تھے، ان کے انتقال کے بعد اسیر مینائی کو کلام دکھانے لگے۔ غزل میں خاص رنگ کے مالک ہیں۔ سنجی اور غزلیات ان کے دو محبوب موضوع ہیں۔ انہی دو محبوں پر ان کی شاعری گردش کرتی ہے۔ ان کا دیوان ریاض رضوان کے نام سے اور اشعار کا انتخاب مینا ریاض کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۹۲۲ء جولائی ۱۹۲۲ء کو انتقال ہوا۔

مولانا گرامی منشی غلام قادر نام، گرامی تخلص تھا۔ پنجاب کے مروجہ خیر ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں منشی فاضل اور قاضی فاضل کے تھانے پر سے امتیاز سے پاس کئے۔ فارسی شاعری سے انہیں فطری شگاف تھا۔ کچھ عرصہ امرتسر کے ایک اسلامی مدرسہ میں اور پھر گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ میں معلم رہے۔ بعد ازاں پولیس میں سارجنٹ بھرتی ہو گئے۔ مگر دل برداشتہ ہو کر قسمت آزمائی کے لئے راجپوت پٹیل اور جید آباد گئے۔ نصیب کی بلندی سے نظام دکن پر محبوب علی خان کی جو برہنہ شانس نگاہ نے ان کو اپنے دربار کے فارسی شاعر کی حیثیت سے چن لیا۔ بہت عرصہ وہاں رہے۔ ۱۹۱۵ء سے اپنے وطن واپس آکر ہوشیار پور میں قیام کیا۔ اور تمدن و تہذیب شاعروں نے آپ کی محبت سے فیض حاصل کیا جن میں ابوالاثر حفیظ جالندھری کا نام بہت روشن ہے۔ اقبال بھی اپنے فارسی کلام میں بدقت ضرورت ہی سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اس کہ مشق اور فارسی کے علم الثبوت شاعر نے ۲۶ مئی ۱۹۲۶ء کو اس نینے نانی کو الوداع کہا۔ بے حد حساس اور متواضع بزرگ تھے۔ ربا حیات کا مجموعہ اور مطبوعہ دیوان جو غزلیات، احباب کے مرثیے، قصائد اور ناقام شہریوں پر مشتمل ہے۔ ان کی جدتِ طبع کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے۔

سید ادا امام اثر شمس المراء، نواب ادا امام اثر صوبہ بہار کے ایک ممتاز اور مقتدر خاندان سے تھے۔ ۱۸۸۲ء کو پراہوئے۔ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ موضعِ نیمودہ ضلعِ پٹنہ میں گزارا۔ گیا مراد پور کو بھی آپ کے نام سے شہرت حاصل ہے۔

نواب صاحب کو ریاضی، مہدنیات، زمیندات، مناظرہ، فلسفہ جدیدہ و قدیمہ میں خاصی دلچسپی تھی۔ اردو فارسی کے قعرِ عالم اور انگریزی پر خاص قدرت رکھتے تھے۔ آپ کی فنی اور عالمانہ تصانیف میں *مرآۃ الحكماء*، *سمیاء الحق*، کتاب *الاثار* اور *کاشت الحقائق* بہت مشہور ہیں۔ کتاب *الاثار* سوڈن زبان میں ترجمہ ہو کر وہاں کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ کاشت الحقائق معروف بہ ہمارے شاہی متمدن زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اس میں *معری*، *یونانی*، *لاطینی*، *عربی*، *فارسی*، *اردو*، *چینی*، *جاپانی*، *سنسکرت* اور *جاشاکی* شاعری پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔

آپ نہ صرف اردو فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے بلکہ انگریزی میں بھی نظمیں لکھتے تھے۔ شاہ شرف الدین بہاری مخدوم الملک کے حالات انگریزی میں لکھے ہیں۔ آپ کا اردو دیوان بھی شائع ہو چکا ہے

علی حیدر نظم طباطبائی
علی حیدر نام، نظم محض تھا لیکن اکثر غزلوں میں نام ہی کو محض قرار دیا ہے۔ والد کا نام میر مصطفیٰ حسین طباطبائی تھا۔ ولادت ۱۲۸۵ھ یا ۱۲۸۶ھ میں گھنٹوں ہوئی ابتدائی تعلیم و تربیت وہیں پائی۔ لقا ہارنوی سے عربی فارسی علوم کی تکمیل کی۔ میرزا ولالہ نادر سے مشورہ سخن کرتے رہے۔ آخری تاجداراودھ نواب وابدولی شلوانے انہیں شاہزادوں کا ایلین مقرر کر کے تیار برقع بلا لیا۔ واجد علی شاہ کے انتقال کے بعد نظام کاچی حیدر آباد میں یہ دفتیر مقرر ہوئے اور تقریباً تیس سال اس خدمت پر فائز رہے۔ بعد میں حسن خدمات کے صلہ میں حکومت نظام سے وظیفہ ملا۔ اور دلی عہد بہادر کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں نواب حیدر یار جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد ناظر آبادی کی حیثیت سے دارالترجمہ سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۳۰۳ھ میں ۲۳ سالہ کو انتقال ہوا۔ شاگردوں میں مولانا عبدالمصطفیٰ شہر۔ اتہال سہا، ہمارا جبر سرکش پرشاد زیادہ مشہور ہیں۔ کلام میں غزلوں کا دیوان ان کی زندگی میں مرتب ہو گیا تھا لیکن اشاعت ان کی وفات کے بعد ہوئی۔ نظم طباطبائی۔ شرح دیوان غالب۔ شرح دیوان مرانہا تیس شرح افکار اور تالیف یورپ بھی آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

مولوی عبدالرزاق کانپوری
آپ کے اجداد فرخ آباد کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد پروفیسر الہی بخش منجم وصال

۱۲۹۱ھ واکتوبر ۱۸۷۸ء کو انبالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اکثر عزیز لاہور، سیالکوٹ اور انبالہ میں سکونت پذیر تھے۔ پانچ سال کی عمر میں بغام نخ پور ہسپتال منتقل کیا گیا، آپ کی مکتب نشینی اور رسم اللہ خانی ہوئی کمال سترو سال کے بعد عربی فارسی کی تعلیم ختم ہوئی اور آپ نے ملازمت کی ضرورت سے ٹل پاس کیا۔ کئی جگہ مدرس اور سررشتہ دار رہنے کے بعد ۱۲۹۹ھ میں بھوپال جا کر تحصیلدار ہو گئے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ کو خنظم تاریخ اسلام مقرر کیا گیا۔ چنانچہ آخر عمر تک آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔ مفتی رحمت اللہ رحمہ مالک نامی پریس کانپور کی بڑی جہتزی میر آپ نے تاریخ ایران، تاریخ آل عثمان اور تاریخ بھوپال پر مسلسل مضامین لکھے۔ اسی پریس سے آپ کی پہلی تصنیف *المرآۃ* شائع ہوئی۔ پھر اسی سلسلہ میں *وزرائے اسلام* کی دوسری جلد نظام الملک طوسی شائع ہوئی۔ ان کے علاوہ آپ نے حب ذیل کتابیں تصنیف و تالیف کیں جن میں *بلدہ غیر مطبوعہ* ہیں: ۱۔ تاریخ کاثر جلی (۱۲۷۱) تاریخ اسلام (۱۳۰۳) عمود جاہلیت عرب (۱۴۰۱) عمود رسالت (۱۴۰۵) خلافت راشدہ (۱۴۰۶) سفر نامہ حکیم ناصر خسرو علی بنی (۱۴۰۸) یاد ایام وغیرہ۔

مولوی صاحب باطل سادہ طبیعت۔ نہایت زندہ دل اور بے تکلف آدمی تھے۔ انکی ذات اور فکر کے دروید اور اسے مصنف کی شان غلطی تھی۔ مولوی صاحب کا انتقال

مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی

صدیاد جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی رئیس تعلیم پور ۲۸، شہان ۱۲۸۳ مطابق ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ فارسی و عربی کی تعلیم گھر پر حاصل کی عربی کی مشکل کتابیں مفتی محمد طیف اللہ علی گڑھی کے درس میں پڑھیں۔ انگریزی تعلیم میرٹھ تک آکر ہ اسکول میں پائی۔ پھر جرائی تک علم و فن اور دین و تقویٰ کے باکمالوں سے کسب فیض کیا۔ شیخ حسین مینے تعلیم حیدرآباد سے سند حدیث حاصل کی۔ تباری عبدالرحمن پانی پتی سے فیض پایا بیعت حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مراد آبادی سے کی۔ در سال حسن حیدر آباد میں ان کا پہلا مضمون بابر پر چھپا جو بڑا پسند کیا گیا۔ اس کا ایک شرفی انعام ملی۔ مولانا شہبلی کی اماموں پر ان کا تبصرہ پہلا تنقیدی کا نام رہے جو ۱۸۸۵ء میں شوق قدوائی کے انتہا رازاد میں چھپا تھا۔ علمائے ملت اور نابینا علماء ان کے دو بہترین رسالے ہیں۔ مخزن لاہور سے نکلا تو اس میں خسرو کی غزلیات پر ان کا مضمون چھپا۔ ۱۹۰۵ء میں المذہب کے شریک اڈیٹر ہونے کو اختراع پر اس کے مضامین نکلے۔ علی گڑھ کی مجلسوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات میں الصدیق لکھ کر پیش کی۔ شروشاہی کا بھی ذوق تھا۔ حضرت تخلص کرتے تھے۔ تیرہ برس حیدر آباد میں اوردہ بھی کے مدرسہ ہے۔ چھبیس برس کی عمر میں بتاریخ ۱۱ اگست ۱۹۱۵ء اس دنیائے رنگ و بو کو خیر باد کہا۔

میر شیخ عبدالقادر

شیخ سید نقاد رکن خدمت میں بنگالہ لکھنا پیدا ہوئے ۱۸۹۵ء میں بی اے کیا۔ ۱۸۹۵ء میں انگریزی اخبار پنجاب آبدور کے اسٹنٹ ایڈیٹر اور تین سال بعد چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے ۱۹۰۵ء میں عزت نکالا ۱۹۰۵ء میں پیرسٹری کے لئے لندن گئے۔ واپس آکر دہلی میں پیرسٹری شروع کی۔ ۱۹۱۵ء میں لاہور چلے آئے۔ ۱۹۱۵ء میں فائل پور میں سرکاری وکیل ہوئے اور ۱۵ سال تک یہ کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج اور ۱۹۲۲ء میں پنجاب ہائی کورٹ کے جج اور اس سے اگلے سال مسلم ایجوکیشن کا نفرس کے اجلاس مدراس کی صدارت کی۔ ۱۹۲۵ء میں پنجاب ایگزیکیوٹو کونسل کے ممبر بنے اور سرکار کا خطاب پایا۔ ۱۹۲۵ء میں پبلک سروس کمیشن کے رکن اور ۱۹۲۵ء میں لاہور ہائی کورٹ کے ایڈیشنل جج نامزد ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں ایڈیا کونسل کے ممبر ہوئے اور پانچ سال تک لندن میں رہے۔ جہاں سے واپس آکر ۱۹۳۲ء میں ہماول پور ہائی کورٹ کے چیف جج ہو گئے۔ ۱۹۳۵ء میں واپس آکر لاہور میں مقیم ہوئے اور آخر میں ۹ فروری ۱۹۵۵ء کو ۵۵ برس کی عمر میں آسودہ خواب ہوئے۔ آپ نے وقت کے بڑے بڑے اعزاز حاصل کئے مگر دنیا انہیں عزت کے ایڈیٹر اور اردو کے سرپرست کی حیثیت سے یاد رکھے گی۔ کیونکہ علمی اور ادبی اثرات کا گنگے دینے والے اعزازی ہیں۔ جانے کتنے سال زنگ اپنی بے قوی پر روتی رہی پھر کہیں جا کر ۱۸۵۵ء میں بنگالہ سربالکٹ انتقال پیدا ہوئے۔

اقبال

انگلستان کے مشہور مستشرقین پروفیسر براؤن، ٹکسن وغیرہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ جرمنی سے انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی پھر انگلستان واپس آکر پیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں ان کو نائٹ ڈی مین سرکار کا مزہ خطاب ملا۔ اقبال ایک وسیع و فاعل شاعر ہیں۔ انہوں نے فلسفہ مشرق و مغرب دونوں کا محقق مطالعہ کیا ہے۔ وہ فارسی ادب کے بھی عالم تھے۔ اقبال نے اردو شاعری کو ایک نئی ڈگری سے آشنا کیا۔ ان کی شاعری میں ایک اخلاقی پیغام ہے۔ انہوں نے خود فکر کی نئی راہوں کی نشان دہی کی ہے۔ اقبال کا فلسفہ نظر ثانی اور زندگی سے بھرپور ہے۔ ان کی تصانیف زبان و زعم عام اور مقبول خواص و عوام ہیں۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء کو انتقال ہوا۔

شاہ سلیمان صاحب بھڑاڑی

بھڑاڑی صوبہ بہار میں غلام آباد پنڈ سے ملحق ایک شہر میں پیدا ہوئے تھے جہاں ڈیڑھ

دو سو برس کے عرصہ میں بہت سے کمال، اہل علم، علماء، مشائخ و شہداء

پیدا ہوئے۔ مولانا شاہ سلیمان بھی ان میں سے تھے۔ دس سال کے سن میں ۱۲۵۳ھ کو فوت ہوئے۔ اس لحاظ

سے غالباً ۱۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے سلسلے میں ہندوستان کے تین بنگالوں یعنی مولانا عبدالحی فرنگی علی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور

مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے فیض پایا۔ کتب میں پڑھی اور اپنی زندگی کا آغاز طبیب کی حیثیت سے کیا۔ مکتبہ کی محبت میں شریعت شریعت کی تعلیم

تفصیل حاصل کی، فارسی، اردو و عربی زبانوں میں شغور تھے۔ شوقِ میری کے بعد دس دہم محبت تھے۔ وسیع النظر عالم، بذلتی ادیب، پڑا اثر

و اعطاء، موقع شناس، مقرر اور پڑھنے والے بزرگوں کے حلقہ سے فیضیاب صرف تھے۔ تاریخ کا شوق اور عربی نظم و نثر کا اچھا فہم تھا۔ تصوف کا

ذائقہ ہمیشہ غالب رہا۔ تاہم وہ بھی تھے اندیشہ بھی۔ حاجی شاہ اداؤد شاہ جو کہی سے بھی نسبت تھی۔ پورے پچاس برس تک ہندوستان کا گوشہ

گوشہ ان کے پرکٹیف و پُر از خطبوں اور وعظوں سے معمور رہا جس میں وہ رہتے تھے ان کے سوا ہر اداؤد شاہ پڑ جاتی تھی۔ اندوہ العمل و اداؤد

محمد بن ابوبکر کیشیٹل کانفرنس کے اجلاس، ان کے وعظ کے بغیر بے مزہ اور پھیکے رہتے تھے۔ وہ مذہب کے معاملے میں اپنی وسیع الشریعہ کے لحاظ

سے تعلیم و تہذیب کے درمیان حلقہ اتصال تھے۔

مولانا محمد علی جبرہر

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جبرہر کا سرٹید اور ہمدرد کے یڈیٹر، اندھ کے قادر الکلام شاعر، انگریزی اور اردو کے

نزد دوست، ادیب، اندر صحافی، انقلابی، مقرر، ماہر سیاست دان، ہندوستان کی کمال آزادی کے

مخلص علم بردار اور مسلمانوں کے محبوب ترین رہنما تھے۔ ۱۸۷۵ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ کالج سے بی اے کیا۔ انڈین سول سروس کی

تعلیم کیلئے انگلستان گئے وہیں ان کے کچھ عرصہ رام پور اور پڑوہ میں ملازمت کی پھر وکری سے استعفیٰ دیکر ۱۹۱۱ء کو کلکتہ سے

کامریہ جاری کیا۔ مگر جلد ہی اسے وہیں سے لے آئے۔ اس میں انگریزی اخبار و ادبی کے وہ جوہر دکھائے کہ ایک ہی ویلہ جیسا انگریز ادیب یہ

کھنے پر مجبور ہو گیا کہ محمد علی شہر کی زبان، میل کے نظام، اور نپولین کا بدل پایا ہے۔ دراصل ان کا داغ مغربی گروں کی مشرقی تھا۔ طوائف اور

بقائے جنگوں میں مسلمانوں کی مظلومی پر تڑپ اٹھنے۔ ترکوں سے ہمدردی کی پاداش میں نگر نہ کر دئے گئے۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد ہندوستان کی

آزادی کی تحریک میں لاگوس کا ساتھ دیا۔ اندھا دھن کی کو خوب اچھا لاہر ہندوؤں کی تنگ نظری کی بنا پر کانگریس سے الگ ہو کر کمال آزادی

کا مطالبہ کیا اور گول میز کانفرنس میں شریک ہو کر مشرق کی حمایت میں مغرب سے مغرب کے ہتھیاروں سے لڑے۔ مگر خود ہی کٹھن کو لندن

میں انتقال ہوا۔ اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔ یوں کنا چاہیے کہ وہ ایک آفتاب تھے جو مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوا۔

ادب، مشرق اور مغرب کے متحدہ مرکز بیت المقدس میں آرام فرما رہے۔

مولانا شوکت علی

یہ رئیس الاحرار مولانا محمد علی جبرہر مرحوم کے بڑے بھائی تھے۔ گزشتہ اُن جیسے عالم تھے۔ مقرر۔ رام پور کی

ریاستی فنائیں، کلمہ کھدی، علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ کولکٹ کے کھکڑی اور پورے صاحب بن کر نکلے،

ملازم ہوئے۔ پھر لکھی پھر لکھی سرکار خاناں کے سیکرٹری کی حیثیت سے مسلم لونی و دلہی کے لیے چندہ جمع کرتے رہے۔ سبب پہلی جنگِ عظیم کے بعد

خدمتِ سپہ اور خلافت کی تحریک شریعت ہوئی تو محض اس خیال سے کہ لاگوس آزادی کی حامی ہے اپنے بھائی کے ساتھ اس میں شریک ہو گئے۔ اور

اندھا علی کو جب میں پیسے چرتے ہوئے۔ مگر ہندوؤں کی تنگ نظری ان کے خلوس اور پچے ہند کا ساتھ دوسے کی۔ وہ پاسبی تھے۔ ان تمام

لام کرنے والے، ذرا، پڑھل اور پڑامید، وہ کبھی کبھی حال میں ناامید نہیں ہوتے تھے۔ ان کی تقریر چند فقرہ کی ہوتی تھی۔ مگر وہ لکھ لکھ لکھ

چھوڑ دیتے۔ تیرہ پہنچے ساتھیوں کو بھی کبھی بیوس نہ جوئے دیتے تھے۔ یہ انیس کالام تھا کہ ۱۹۲۸ء سے مرستے دم تک مدرسہ ہندوستان کو بچان مارا تھا۔ تیس برس کا چاکا کہ محنت کے جدورت نے سنا ہی کی کرکھن دی اور وہ (فروری ۱۹۳۸ء) میں ابدی آرام کے لیے دائمی قید ہو گئے۔ جامع مسجد دہلی کی بیڑیاں ان کی غراب گاہ ہیں۔ (یاد رنگان)

جلیل حسن نام، جلیل تخلص تھا۔ ۱۸۶۹ء میں مینے وطن ایک پرنس پر ناپ گزرا (اور وہ) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۸ء کا نام مولوی حافظ عبد الکیم قند جلیل کی ابتدائی تعلیم جامعہ شرقی انڈیا میں ہوئی۔ گھر پر عربی، فارسی اور اردو کی تندر اور دینی کتب پڑھیں اور قرآن مجید حفظ کیا۔ مزید تعلیم کے لیے تھوڑے گئے جہاں برہنہ اندھا دہلی کی تعلیمات سے استفادہ ہم سنیان کی اور عروض و قافی کا خواہ مالکہ حاصل کیا۔ یہیں شاعری کا ذوق پیدا ہوا۔ امیر پٹائی کی شاگردی اختیار لی۔ تاد نے دم پور میں امیر لغات کی تدوین کے لیے دفتر قائم کیا۔ ز جلیل ان کے یکڑی مقرر ہوئے اور ان کے محرمہ بنارس۔ جہاں مال اندھید آباد گئے۔ حیدر آباد میں صاراچو سرکشن پر شاہ کے مہال رہے اور دو سال۔ محبوب الکلام اندھیدہ اصفیٰ کی ترتیب و اشاعت کا کام سر انجام دیتے رہے۔ اسی اثنا میں امیر پٹائی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعض شاگردوں نے آپ کو استاد کا مہاشین قرار دیا۔ داغ کے انتقال کے بعد ذاب میر محبوب ملی خان نے جلیل کو اپنا استاد مقرر کیا۔ چھوڑا عثمانی ملی خان نے استاد اور شاعر و بار مقرر کر کے "ذاب صاحت بگ بہادر" اور نام الغن کے لقب عطا کیے۔ ۱۹۰۷ء میں کی عمر ایک سو جنوری ۱۹۲۷ء کو وہیں انتقال کیا۔ مرحوم نے ناسخ، جان سخن، سراج سخن، مرتاج سخن، گل صدک، طر سخن، یادگار چھڑی ہیں۔ امیر پٹائی کی سوانح عمری اور دکن کی تاریخ بھی لکھی تھی۔

نواب سید علی حسن خان

سنی اور مولد حماد الملک شمس السلا، ذاب سید محمد علی حسن خان بن نواب سید مدین حسن خاں مرحوم رئیس جوبہل ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ والد کے فیض محبت

نے کتاب و سنت اور فہم و دانش و حکمت کا ذوق اشتنا بنایا۔ ہر علم و فن کے مالک استادوں سے تعلیم حاصل کی۔ علمی ادبی چروچوں کے سببان کے کافوں میں کوئی بات نہ پڑی وہ عربی زبان سے عالم فارسی کے ماہر اور اردو کے شائق اہل قلم تھے۔ انہوں نے متعدد مذہبی اور تاریخی کتابیں تصنیف کیں۔ شعرائے اردو کا تذکرہ "برز سخن" ان کی جوانی کی یادگار ہے۔ فخر اسلام، مرحوم دیدہ اور ناما تصدیق ان کی بہترین کتابیں ہیں۔ تھوڑے کے لال داغ میں اپنی کٹھی جھپال ہاؤس بنوا کر میں رہتے تھے۔ تھوڑے کی تعلیمی اور مذہبی تحریکوں میں شریک ہو کر ہر قسم کی جانی و مالی خدمتیں انجام دیں۔ مدت ایک سو نوے کے امرا کی ناظم رہے۔ جسم اخلاق، حذر و پاک باطن، نیک طبیعت، صلہ کل اور پابند صوم و صلوة تھے۔ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۷ء فروری ۱۹۳۷ء کی صبح کو بہتر میں کی عمر میں انتقال کیا۔

سید حسین بگڑامی

نواب حماد الملک حسین بگڑامی، بی ای ڈاکٹر سید بی بگڑامی کے برادر بزرگ تھے۔ گرامی اور ادبی تادیب میں چھوٹے بھائی سے بڑھ نہیں سکے مگر بیک اور سیاسی زندگی میں ان پر فہمیت رکھتے تھے۔ آپ ۱۸۳۲ء میں

مدینا ہوئے عرصہ دراز تک حیدر آباد دکن میں محرمز محمد بن برنمازہ کو یکڑی آن انیٹ بندی کی کونسل میں منتقل ہو گئے۔ آپ نے تصنیف تالیفات کے میدان میں کئی معرکتہ آوار کیا۔ انہیں چھوڑی صرف چند مسانیں اور وہ خطبات پر علی لڑا۔ ایجوکیشنل کانفرنس میں پڑھے گئے رسائل "ملک الملک" کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ انہیں کی وجہ سے ادبی دنیا میں شہرت ہے۔ ان سے تعلیم اور مسائل کی ترقی کے متعلق آپ کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ دائرۃ العارفین کا قیام جس کا مقصد آیات اور صحیحہ عربی کتابیں شائع کرنا تھا۔ آپ ہم کی ہارک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ آپ نے بہت مدقت قرآن شریف کا گریزی ترجمہ بھی صوف کیا۔ گزراہ کل نہ ہو مگر ۱۲۹۵ھ میں رسالہ الخیرین الخوانہ جاری کیا تھا جو علمی و اخلاقی مضامین پر مشتمل تھا۔ تادیب، فلسفہ، سائنس، ادب و اخلاق، غیرہ پر اچھے اچھے معنوں میں شائع ہوئے تھے۔ سیر کے نام کا انتخاب بھی کیا تھا جو

آپ ہائیکر اہل کد کے شہر میں مذہبِ مطہر سے شیعہ کے مہجڑوے اور مہجڑوں کی کڑی کھینچ رہی تھی۔ آپ کا شہر دینی کا مذاق اور شہیہ کا تھا۔ آپ نے حضرت ابی غرر کی کل تصنیفات پڑھی تھیں۔

جسٹو سے فراہم کیے گئے اور انہیں خاص اہتمام سے چھوڑنے کا بندوبست فرمایا۔ ان میں سے چار شخصوں کا رشتہ سکندریہ، دہلی و رانی خضر خان، بیٹی مجنوں، لعل دہلی، عمان و آٹن کی زندگی جی میں مع سبطہ اور دلچسپ قصات کے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پر پریس سے شائع ہو گئی تھیں کچھ بعد میں جیسے جیسے وہ اب مسٹر علی خاں شفیقہ کا دہلیوں بھی انہوں نے بڑی شان سے شائع کیا تھا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ خبریں ہیں کہ

مہاراجہ سرکشن پرشاد | مہاراجہ یوین المہنت جوار کے سی ایس کی خطاب مہاراجہ چند لال کے پرستہ ،
زندہ پرشاد کے واسے اندراج نوڈرل کی یادگار تھے۔ اصل وطن لاہور تھا۔ یہاں سے ان کا خاندان چلے

قبل اودھ چھتر آباد پہنچا ۱۲۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں تعلیم پائی۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی میں کافی مہارت حاصل کی۔ تنہا کے جانشین اودھ جاگیرت ہتھیار کی سے سفر اذہ ہوئے۔ ۱۳۱۰ء میں پیشکاری کے ساتھ معین اللہ ماروج بنائے گئے۔ ۱۳۱۹ء میں دارالہماہی سفر اذہ ہوئی۔ ۱۳۳۰ء میں اس خدمت سے بیکدوش ہو کر ۱۳۴۵ء میں پھر صدائت علی کے علیل القدر محمد سے پسر فراد ہوئے۔

شاعری کا خاص مذاق تھا۔ داغ اور آصف کے شاگرد تھے۔ ایک زمانہ میں آئبر، جلیل، ظہیر دہلوی اور سرشار وغیرہ آپ کے زمرہء صاحبین میں شامل تھے۔ بعد میں غنی بدایونی، ہوش، بگڑ، محوی، قنار، ثاقب، صغیر وغیرہ دربار میں رہے۔ آپ کا کلام صوفیانہ جہان سے علا ہے۔ کلام کی عمر سے مختلف ناموں سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی ایک فہرست کہ بہ نثر حاصل ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے پیچھے کتب خانہ شیخ الاسلام کی ایک دیوار پر آویزاں ہے۔ جون ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔

مولوی عبدالحی نام، بیخود شخص تھا۔ مولوی غلام سرمد صدیقی کے فرزند۔ دہلی میں ریوی کے رہنے والے تھے۔ بڑے خوش وضع، رنگین مزاج، اللہ ظریف طبع انسان تھے۔ فی شعر میں پہلے مولانا حالی کی شاگردی

اختیار کی۔ مگر طبیعت کو کچھ تکفیر سے زیادہ منبغ تھی۔ اس لیے بعد میں دماغ کو استاد بنالیا اور طبع کی خوب خوب جولائیاں دکھائیں۔ نومبر ۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔ کلام کا مجموعہ مرآۃ الخیال کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

خواجہ عبدالرزاق نام، عشرتِ مختص، والد کا نام خواجہ عبدالشکور تھا۔ ۱۸۶۷ء
میں پیدا ہوئے، قرآن مجید ابتداً فی تعلیم مولوی امیر علی خاں دہلوی اور قطب الدین

احمدیہ مطبع نامی سے احمدی مولوی فتح محمد کھنڑی اور مولوی فرید حسین مراد آبادی سے پڑھی۔ اسی زمانے میں شاعری کا شوق ہوا۔ شیخ محمد صاحب دہلی کے صحابی البلاغت اور مدار تافہ پر چائے قہر و کات سمجھا گئے۔ میر تقی میر کے قواعد و اصول فرہن نشین کرانے اور غزل گوئی کی ایجاد دی۔ دیوان مرتب ہر چاہے گو نغمہ سے زیادہ نشر کھتے تھے۔ کھنڑے کا مضمون و حال احمدیہ عالم کی کمائی ان کا خاص موضوع تھا اگلیا کھنڑے کی زندہ تاریخ تھے کئی کتابوں کے مصنف اور کئی شاگردوں کے استاد تھے اور غضب پر کڑی ہنسی وقت تک لکھتے رہے۔ جون ۱۹۳۰ء میں انتقال فرمایا۔ وفات کے وقت اسی برس سے کم نہ ہوں گے۔ شاعری کا مکمل سٹ، لغات اور کامکمل سٹ، مضمون نویسی، اصلاح زبان اور دو زبانہ مافی، ترجمانِ فارس اور مافیہ و چند کتابیں کب کی یادگار ہیں۔ تذکرہ اب بقا آپ کے صحافی نظم و شعر کا مجموعہ ہے۔

آپ کو پرکے رہنے والے تھے بشرقی تعلیم کے ساتھ انگریزی تعلیم حاصل کیے
 وازمت اقتباسی اور مقرق المنی سے ترقی کر کے تحصیلہ اری کے عہدے تک پہنچے

گمراہی نے دماغ کی اور نوجوانی کی موت نے ۷۲ فروری ۱۹۳۱ء کو ان کی ہونہار زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ وہ ایک سحر نگار ادیب اور ایک خاص طرزِ انشا کے موجد تھے۔ فنکاروں سے صوری کرتے تھے۔ ان کی کتاب افاداتِ مہدی بہت مشہور ہے۔ وہ دارالمنینین کی مجلسِ انتظامی کے رکن بھی تھے۔ ادب و انشا کا ایسا ذوق سلیم رکھنے والے افرادِ عقل میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے طرزِ انشا میں کچھ لطیف خصوصیات ایسی ہوتی تھیں کہ احساسِ ذوق ہی سے قلم کی کشتی تھیں۔ بیان نہیں کی جا سکتی۔ بعض اوقات بے راہ و بھی جاتے تھے۔ سلا لقاؤں کی ابتدائی اشاعتوں میں انہوں نے اپنے ادبِ لطیف کے جزوئے شائع کئے تھے ان میں یکدل کیسے ہیں۔ معیاسِ انشا اب اور غنہ عیش جیسی عریاں تراکیب بے حجاب استعمال کی ہیں۔ جیسے بھرتوں کے سن کا تمیز بھی بے باکی سے کیا ہے۔

نسیم بھرت پوری

سید شہزاد حسین، مرثیہ نگار تھے۔ بیاتِ بھرت پور میں ۱۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۹ھ میں انتقال کیا۔ غالباً بیات پور کے محلہ پور میں ولادت تھی۔ شاعری میں دماغ کی شاگردی اختیار کی۔ استاد کو اپنے اس شاگرد پر بڑا ناز تھا۔ حیدر آباد کے اکثر شعرا میں خود بلا شریک کیا۔ نسیم نے اکثر غزلیں مکتہ الادب مرحوموں میں لکھیں۔ انھیں شہرت حاصل کی۔ دلی پنچ اور غزن کے شعروں نگار بھی تھے۔ انھوں نے زیادہ غزلیں جو ان ہی میں استاد کو دماغِ مخافت دے گئے۔ بڑے ذہین اور ہر نماز تھے۔ استاد کے قدم پر ہم رکھتے تھے۔ زبانِ نہایت صاف و شیریں تھی۔ دلی میں چلیاں بیٹنے کے علاوہ سے ان کے اکثر شعرا دماغ سے تھے جلتے ہیں۔ آپ دلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد شہزاد حسین علی فرحت شاہ نقیب مرہوم کے شاگرد تھے۔ شہرت نے پیچھے اپنے والد سے شاعری میں اصلاح لی۔ پھر حکیم ملا بخش قلع کے شاگرد ہوئے۔ اخبار کوہ نور لاہور کے علاوہ اخبار انجمن پنجاب، پنجاب پنچ، انصاف، خداداد عالم دلی وغیرہ کے محبی ایڈیٹر رہے۔ بے پردہ اور میرٹھ میں بھی ملازمت کی اور بہت سود دیا۔ جہوں کو شیریں نگار نسیم کے انصاف ہے۔ اور جو سیراز سانی قلم آتھ سے نہیں نکلا۔ کئی سال لاہور میں شعروں نگاری کرتے رہے۔ دہلی و بھارتوں کے حالات اور مصالحت پر خامد فرمائی کا خاص ملکہ تھا۔ ۱۹۲۰ء کے قریب لاہور میں فوت ہوئے۔ ہیر ہندی کا کچھ علاوہ یہ شعر انہیں کے؟

میر نثار علی شہرت

بہشت ایک پائیں دماغ ہے اس گل کے لہروں کا
جنم ایک شرانہ ہے ہارے دماغ سوزوں کا
فنا ہوتے ہی پنہا ایک منزل اس سے بھی آگے

پتہ کوئی بتا ہی نہ تھا سیر گریزوں کا

چوہدری خوشی محمد ناظر

خوشی محمد، مرثیہ نگار تھے۔ ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۲۸۶ھ میں ہر باد لاہور کے گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام چوہدری مولاداد خان تھا۔ ناظر نے ابتدائی تعلیم گھر پر مولانا ابوالحسن صاحب آواز سے، ثانوی تعلیم مدرسہ سے اور اعلیٰ تعلیم علی گڑھ کالج سے حاصل کی جہاں سے انہوں نے ۱۸۹۳ء میں بی اے کی ڈیگرمینٹیشن میں ملازمت اختیار کی۔ بہت عرصہ کشمیر کے علاوہ دہلی کے گورنر رہے۔ انوکھیم جرنل ۳۵ کو ریڈیو منسٹر کے عہدہ سے بکدوٹ ہو کر چنگ چھوڑ دیا۔ (ضلع فائی پور) میں (جہاں مصروف کی خامی بڑی ذیادہ سی تھی) اقامت گزیر ہو گئے۔ وہیں زندگی کے آخری ایام قریب امدادی خدمات میں گزار کر ۱۹۳۲ء کو انتقال فرمایا۔

چوہدری صاحب بچپن ہی سے شاعر تھے اور ملازمتی سے اصلاح پیتے تھے۔ مگر انہیں منزلِ مرانی کا رنگ بختہ نہ ہونے پاتا۔ کہ علی گڑھ کی ادبی فضا نے نچرل شاعری کا ایسا رنگ چڑھایا کہ آخری دم تک اس کے شیدا ہی رہے۔ آپ کے کلام کا مجرہ "نغمہ فردوس

۱۸۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی شہرہ نظم جو کہ "اردو کی کلاسیکی نظموں میں شمار ہوتی ہے۔
نور کا شمیری | شاعر انقلاب فنی غلام احمد مجتہد سرسید کے پڑاؤ گان سے تھے۔ انہوں نے پیری مریدی کا مسلک ترک کر کے عہدِ دولت میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ نہایت روشن خیال اور ذہنی علم تھے۔ کشمیری زبان کے علاوہ اردو میں بھی بہت اچھے شعر کہتے تھے۔ ذوق سخن کے علاوہ شاعر کی تاریخ سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں نہایت پس پسچی ہے۔ ایک کتاب "کشمیر تہذیب خانوں کے حالات میں اور ایک برادریوں کے متعلق برادری" نام سے لکھی تھی لیکن ان سب سے خالص بڑا کتاب جو آپ نے ترتیب دی وہ شعرائے کشمیر کا تذکرہ ہے جو دو تین جلدوں میں ہے۔ کتاب اچھی نمک زور طبع سے رامنہ نہیں ہوئی۔ کے پاس قلمی کتابوں کا ماحول ذخیرہ تھا۔ انہی قدیم کتب اور تذکرہ شاعر کے سلسلہ میں علامہ اقبال ذاب حبیب الرحمن خان شروانی اور تاریخ کشمیر محمد الدین فوق سے آپ کی خط و کتابت رہتی تھی۔ آپ نے اپنی پڑاؤ کشمیری شاعری کے ذریعے کشمیر کو جدید تحریکات سے روشناس کیا اور بیداری کی روح پیدا کی۔ تعلیم ملک کے بعد یہ ساز خاموش ہو گیا۔

غلام محمد مولانا محمود الحسن | مولانا محمود الحسن کے والد مولانا عبدالغفار علی الشہید اہل حق تھے اور اتنے ہیہ عالمِ کارِ انہوں نے حماہ اور دیوانہ منتہی کی شہر میں اردو میں لکھی ہیں۔ مولانا محمود الحسن نے عربی ادب کی تعلیم انہیں سے حاصل کی اور قرآن و حدیث اور فقہ وغیرہ کا دس مولانا محمد قاسم باقوتی سے لیا۔ مولانا نہایت علمِ فطرت، ذہن، ذوق اور تہذیب سے حاصل ہیں تمام علوم کی تکمیل کی۔ ان کے تجربہ علمی کی وجہ سے انہیں دارالعلوم دیوبند کا صدر مدرس منتخب کیا گیا جو خدمت وہ سال تک انجام دیتے رہے۔ شہر میں انہوں نے مؤثر اور انصاف کی بنیاد رکھی اور اس کا پہلا اجلاس مراد آباد میں کیا جس میں ہندوستان تمام بڑے بڑے علماء اور فضلا جمع ہوئے مولانا نے انگریزی تعلیم، ہندو لوگوں کو علم دین سے اور ہندو صا کو کیا سرت حاضرہ سے واقف کرنے میں بڑے زور و کوشش دی کہ وہ دیوبند نہ کہ ان سے حدیث کی تعلیم حاصل کریں۔ ایک گریجویٹ نے شہر کی کیر دے جس کا جاسوسی کے ض انجام دینے جس کی بنا پر مولانا حکومت کے سامنے قرار دیئے گئے۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں جب مولانا جاکر نے بیت اللہ شریف گئے تو انگریزوں نے شریف جگہ کے ذریعہ انہیں گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا۔ جولائی ۱۹۲۰ء میں وہاں سے رہا ہو کر دہلی آئے مگر اتنے میل تھے ۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے۔ اپنے مولانا شہید احمد لکھنؤ کے رسالہ "عہد کی نہایت فاضلانہ شہرت لکھی ہے

علامہ راشد الخیری | ناول نویسی میں مولانا خیر احمد کے صحیح جانشین تھے۔ ان کی توجہ زیادہ زور دین کی تعلیم دینی اور ان کے مصائب زندگی پر مرکوز رہی۔ چونکہ عبادت و درویشی اور پرتائیر ہوتی تھی۔ اس لیے مصروفِ فکر کے لقب سے مشہور تھے۔ کثیر التصانیف ہیں۔ بعض مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں۔ "میں زندگی، شام زندگی، روح زندگی، عروس کر بلا، زہرہ مغرب نہ کلال، فاطمہ کلال، وغیرہ رسالہ تمدن اور عصمت کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوئے احمد مراد خوری ۱۹۳۶ء کو دہلی میں وفات گئے۔

مولوی محمد بشیر الدین | خان بہادر مولوی محمد بشیر الدین تیرٹھ کے مشہور خاندان کا رہے تھے۔ شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق اپریل ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حاجی قمر الدین تھا۔ فارسی تعلیم اپنے وطن میرٹھ میں حاصل کرنے کے بعد ۱۸۸۳ء میں مادہ آئے اور وہاں کے نجم الاخبار سے متعلق ہو کر ۱۸۹۶ء تک اس کی ادارت کے فرائض نہایت قابلیت سے انجام دیتے رہے۔ سرسید کی تعلیمی تحریک شروع ہوتی تو قریباً اولیٰ مام سالانہ کی طرح اسے مفید سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت کی لیکن آہستہ آہستہ اس کے مفید ہونے کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ ۱۸۹۶ء میں جب مادہ سے اپنا اخبار "البشیر" جاری کیا تو اعلیٰ گزشتہ تحریک کی حمایت میں سرسید

حنفی سہروردی حاشیہ تھے امداد کی تعلیمی و علمی کوششیں زیادہ تر اسی کے متعلق صرف ہوتی تھیں۔ انہوں نے اپنے بعد سے قریب چھوٹی بڑی تصنیفات و رسائل کی ندرت یادگار چھوڑی جن میں سب سے زیادہ مفید اور کامیاب امداد کی اردو تفسیر تھی جو نام نہاد ہی۔ امام محمد کی سیرت کا کام بھی اسی کے پیش نظر تھی۔ علم حدیث میں بھی ایک دور سارے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۰۱ء ۲۰۰۱ء کی درمیانی شب یہ چشمہ فیض ہمیشہ کے لیے خشک ہو گیا۔ وفات کے وقت مولانا کا سن غالباً ۸۵ برس کے قریب ہو گا۔ (ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ)

مولانا آزاد سبجانی

مولانا کا اصل نام عبد القادر اور وطن سکندریہ ضلع جیہ تھا۔ وہ فلسفہ الہیات کے فاضل، دینی النظریہ، سہریان خطیب اور شاعر تھے۔ چھپے پہلے ان کے نام کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آریہ سماجیوں نے ہندوستان میں نئے انداز پر پاکیا اور مولانا بھٹی سبجانی جیسے قوم پرستوں کے اس کے اندر کی طرف خاص توجہ کی۔ یہ وہی فلسفہ تھا جس کو ۱۹۲۳ء میں دوبارہ شہر کے نام سے سوانی شروع کرنے والے اجمار اور جس کے باعث تحریک خلافت اور ترک مملکت کے زمانہ (۱۹۳۱ء) کا قائم شدہ ہندو مسلم اتحاد دیا گیا۔ فلسفہ کا استقبال کے لیے مولانا آزاد سبجانی نے کچھ برس مدرسہ الہیات قائم کر کے پیشہ رو بننے پیدا کیے۔ تحریک خلافت، ترک مملکت اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر بھی مولانا نے آزادی وطن کے لیے سرگرم حصہ لیا۔ جب حکومت میں سیاسی اشتقاق کے باعث مسلمانوں کی اکثریت نے مولانا اور اسلام آباد کی امامت میں غلام عیدین پڑھنے سے انکار کر دیا تو ان کی جگہ مولانا آزاد سبجانی نے دو سال امامت و خطابت کے فرائض انجام دیے۔ مولانا کے خطبے عام طور پر عالمانہ اور محققانہ ہوتے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں مولانا نے "حکومت سہانیت" کے نام سے ایک روحانی اور اصلاحی تحریک شروع کی اور گورکھ پور سے ایک ماہوار رسالہ "روحانیت" کے نام سے نکالا جو ڈیڑھ سال بعد بند ہو گیا۔ مذہبیت کے باوجود مولانا دوسری کیمیزم سے بہت متاثر تھے۔ انتقال سے چند سال قبل دوسری کتاب بھی لکھ کر آئے تھے۔ نراج میں تھیں۔ اس لیے ہم کو کافی کام نہ کر سکے۔ پھر بھی سیاسی دنگ میں "آزادی" اور "مالا بار اور مولانا" دور سارے تصنیف کئے۔ روحانیت اور مذہب بھی متعدد کتابیں لکھیں جو ناقدری کا شکار ہو گئیں۔ جولائی ۱۹۵۶ء میں ۵۵ برس کی عمر کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رستہ فرما گئے۔

فیصلہ میں لکھا تھا خاک گر گھر پور ہو جانا۔

میرح الملک حکیم اہل خاں شیدا

میرح الملک حکیم اہل خاں دہلی کے نامور طبیب، خاندان شریفی کے چشمہ چراغ، مجدد طب حکیم محمود خان کے فرزند اور ملک کے ممتاز سیاسی رہنما تھے۔ ۱۹۲۸ء مطابق ۱۲۸۵ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۰ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ یعنی منطق، فلسفہ، ادب، طب، حدیث اور تفسیر میں مہارت حاصل کر لی۔ فن طب اپنے بھائی حکیم عبد المجید خاں سے لیکھا۔ خاندان کے دوسرے بزرگوں سے بھی چند طبی کتابیں پڑھیں۔ ابتدائی زمانہ ریاست رام پور میں گزارا جہاں ہر علم و فن کی ہزاروں کتابیں پڑھ کر ڈالیں۔ اپنے بھائی حکیم اصل خاں کے انتقال کے بعد دہلی آکر اپنی ذاتی گدی سنبھالی اور بڑی کوشش سے طبیہ کالج دہلی قائم کیا۔ وطن کی آزادی میں بھی بڑا چرخہ کھسکا۔ ۱۹۰۵ء میں حکومت ہند نے ان کو حافق الملک کا خطاب عطا کیا۔ جب ریاست کشمکش بہت بڑھی اور حکومت سے ٹکرائی تو خطاب واپس کر دیا۔ اس اثنا اور دہلی بانی پر قوم نے ان کو میرح الملک کا خطاب دیا۔ آپ شاعر بھی تھے اور شیعہ افکار کرتے تھے۔ کلام کا مجرہ چھپ چکا ہے۔ طبیعت غیر اور اخلاق بلند تھے۔ ۲۶ ربیع ۱۳۲۶ھ کو رام پور میں اس شخص اور مجاہد سدا گاہ ہستی کا انتقال ہو گیا۔

سائل و جوابی

ذاب ابراہیم مرزا اسرار علیہ الرحمہ خاں سائل دہلوی ۱۸۷۵ء میں مقام دہلی پیدا ہوئے ذاب شاہ ابوالدین احمد خاں
 نائبہ آپ کے والد اور ذاب سید ابوالدین خاں طلبہ آپ کے چچا تھے تعمیر کی گئی اپنے دادا ذاب ضیاء الدین خاں
 آنت واد کی نگرانی میں کی۔ حوالہ دہلی کے زبردست عالم تھے۔ ہندی اور سنسکرت بھی اچھی خاصی جانتے تھے۔ مانتق الملک حکیم اجل خاں سے
 طلب بھی پڑھی اور اس میں خاصی استعداد پیدا کی۔ ذاب مرزا خاں دہلی کے ولایت تھے ادنیٰ تدریس انہیں کی شاگردی بھی اختیار کی۔ غزل
 خوب کہتے تھے۔ طبیعت نہایت لطافت پسند تھی۔ ہنسے و ہنساں و جبر اور خوش پوش بڑے تھے۔ خوش اخلاق اور شرفی ہندی کا عمدہ نمونہ
 تھے۔ بہ نوری عمر میں شکار کھیتے کھیتے ہندو سے پاؤں رنجی ہو گیا تھا۔ اس لیے کھٹایا پاکی میں بیٹے کے رد و از سہر کو نکلتے تھے۔ ۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو
 طویل علالت کے بعد انتقال کیا۔ غزلوں کے چھ دیوان یا دو کار چھوڑے مگر ایک بھی نرو و طبع سے آزاد نہ تھیں پڑا۔

پندت شریو نرائن کشیم
 رہنے بہار پندت شریو نرائن کشیم کے بڑے کنبہ تھے۔ ریاست جے پور میں آباد ہوئے پھر گڑھی میں ۱۸۷۵ء کے قریب کچے دھان
 بہار میں آئے۔ انھیں ایک پیدائش ۱۸۷۵ء میں مقام لاہور ہوئی۔ ناری کی ابتدائی تعلیم جامع مسجد شاہ پور میں ہوئی۔ شریو نرائن کشیم
 شریو نرائن کشیم کے پاس کر کے گزشتہ کالج لاہور میں دو برس تک فرنٹ آفیس میں پڑھا۔ اس کے بعد وکالت کا امتحان پاس کر کے
 ماہر ہو کر پکٹس شروع کر دی۔ وہیں سے اخبار کشیم ہندی جاری کیا جو ڈیڑھ برس بعد لوگوں کی بے وفائی کا شکار ہو گیا۔ ۱۰ ق ساری عمر لاہور میں گزارا
 سوشل معاملات میں خاص دلچسپی تھی۔ ۱۸۹۳ء میں کتاب کشیمری پندت کشیم جو اصلاح رسوم کے متعلق تھی۔ تحفہ کشیم میں مختصر اصلاحی
 کتاباں ہیں۔ بدھ اساس کا مت (سورج عمری) اور مذہبی تعلیم کے متعلق (چاند) ایک دلچسپ کتاب (ایم اے) کے لیے تیار کی گئی تھی۔ خواب کی
 (ناول) جیسے غیر معمولی ہر طرح کی حاصل ہوئی (کافورنگ) وغیرہ آپ کی چند تصنیفات ہیں۔

شاعری کی ابتدا ۱۸۸۵ء میں ہوئی۔ مرقا محمد حسین آزاد کے نضام تعلیم کا غیر تھی۔ مگر بہ شوق دہلی کی حد تک نہ پہنچا۔ شریو
 جانب بھوانی زیادہ باتا۔ ایک ذوق کی بنا پر پنجاب سٹوریکل سوسائٹی کے صدر مقرر کئے گئے۔ قدیم مجلس اہلین ساز کے رکن اور پنجاب یونیورسٹی کی
 مجلس متفقہ کے ممبر تھے۔ ہندوستان اور انگلستان کے گشتے کی سیاحت کی۔ آپ کے سفر نامے دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔

غشی محمد الدین فوق
 ۱۸۸۵ء میں محمد الدین فوق تخلص۔ تہائی وطن کشمیر والد کا نام غشی لدھا خاں ولادت دہلوی ۱۸۸۵ء میں مقام
 کوئی ہر ناماں ہوئی جو پاکوٹ کے نزدیک ایک ملک گاؤں ہے۔ ۱۸۹۶ء میں محل کا امتحان دینے کے

بعد اس وقت یونیورسٹی امتحان تھا ایک کوٹ میں جا کر پورا کلام سیکھنا شروع کر دیا۔ پھر چند دن جوں میں ملازمت کرنے کے بعد ۱۸۹۶ء
 میں لاہور کے جیسے اخبار کے دفتر میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۰۱ء میں اپنا ہفتہ وار اخبار پنچہ ۶ فواد جاری کیا جو ۱۹۰۵ء میں بند ہو گیا۔
 اس کے بند ہونے ہی ماہنامہ کشمیری میگزین جاری کیا جو ۱۹۱۳ء میں ہفتہ وار اخبار کشمیری بن گیا۔ ۱۹۱۳ء تک کشمیر اور اہل کشمیر کی خدمت
 کرنا۔ ۱۹۱۳ء میں سالانہ طرقتہ خلاصہ چار سال تک ہر سال ۱۹۱۳ء میں رسالہ نظام جاری کیا مگر وہ جلد بند ہو گیا۔

غشی محمد الدین فوق ایک وقت شاعر بھی تھے اور ادیب بھی۔ مورخ بھی تھے اور صحافی بھی۔ ان چاروں خصوصیتوں میں انہوں
 نے نام پیدا کیا۔ آپ کی چھٹی ذی تصانیف کی تعداد سو کے قریب ہے جن میں تاریخ حبیب اسلام، تاریخ کشمیر، تاریخ اقوام کشمیر
 تاریخ ہاشمی، تاریخ اقوام پنجہ۔ سوانح علامہ عبدالمکرم سیالکوٹی۔ سوانح شالامار باغ اور کلام فوق وغیرہ بہت مشہور ہیں
 کشمیر کا یہ سب سے بڑا مورخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو ہمیشہ کے لیے دنیا سے اٹھ گیا۔

ڈاکٹر انصاری

ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو نسب و وطن کے لحاظ سے ضلع خاڑی کے ترازہ صاحب و سرفہر کے ایک نہایت شریف خاندان سے تھے مگر آثار و قرآنی اور خدمت ملک و ملت کی بنا پر ان کا تعلق پورے ہندوستان سے تھا۔

انہوں نے ایک شفیق معالج کی حیثیت سے نہ کی کا آغاز کیا اور اپنے فیضِ کرم، لطف و محبت حسن اخلاق اور جذبہ خدمتِ خلق سے بلا فیز و جب دلت لوگوں کی سچی بخوداری کی۔ ۱۹۱۲ء کی جنگِ بھتان میں وہ مولانا محمد علی مرحوم کے زیر قیادت ملی وفد سے کٹر کی گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۰، ۳۱، ۳۲ برس تھی۔ اس کے بعد ان کا شجاعانہ اسلامی کارنامہ ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ دہلی کے صدر کی حیثیت سے وہ یادگار خطبہ ہے جس میں سب سے پہلے خلافت اور مقاماتِ مذہب کی نسبت مسلمانوں کے جذبات کا یہ خوبی سے اظہار کیا گیا اور مذہبی گناہوں کے حوالہ سے مسلمانوں کے دعووں کے دلائل پیش کیے گئے تھے۔ اس کے بعد قرآن کا یہ جنون بڑھتا ہی گیا اور خلافت، کانگریس اور ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں میں انہوں نے اپنی کوہنیر، اشتناؤں کو بیگانہ اور دوستوں کو دشمن بنالیا اور اپنی شرافت کے سبب دوستوں کے غیظ و غضب اور ہتھکنڈی کو لڑی مسانت اور سنجیدگی کے ساتھ برداشت کیا۔ آخر ۱۹۳۶ء کی رات کو ڈیرہ دہل سے تے ہوئے راستے میں حرکتِ قلبِ بند ہو گئی اور سستی کا چراغ گل ہو گیا۔ چنانچہ اہل بیٹی کی جمع کو اس دہلی نے جہاں ان کے بیسوں رنگین جہوں نکل چکے تھے ان کی بے روح لاش کا استقبال کیا۔

(یادِ رنگین)

میر غلام بھیک نیرنگ

سید فہیم بھیک نام اور نیرنگ تخلص تھا۔ اپنے معدنی نامانی شخصیت تھے۔ وہ دراز ضلع انبار کے رہنے والے تھے۔ تعلیم لاہور میں حاصل کی جب گرفتِ کالج لاہور میں پڑھتے تھے تو لاہور کی

کوئی ادبی یا قومی تحریک ایسی نہ تھی جس میں آپ اپنی برگیر جمیعت کے ساتھ موجود نہ ہوں۔ آپ بہت اچھے ادیب، شاعر اور نقاد تھے۔ نزل نظم، مثنوی، تعزیر، ہر شے پر تادہ تھے۔ لاہور کے قدیم شاعروں میں اقبال کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ کلامِ نیرنگ اور بنابرِ افق دو گنا ہیں آپ کی شاعری کی یادگار ہیں آپ کا شمار پنجاب اسکول کے اس گروہ سے ہوتا ہے جو مولانا حالی کے بعد سرسید سے متاثر ہوئے اور جس نے شاعری میں زندگی کے سائل داخل کیے۔ اس گروہ میں اقبال، ناظم، ہمایوں، عباد اور نیرنگ خاص طور پر مشہور ہیں۔ مذہبی جذبہ سے بھی سرشار تھے شہری اور گھٹن کے دنوں میں قابلِ قدر تبلیغی خدمات انجام دیں اور ہزاروں کان پڑھ مسلمانوں کو تہذیبِ ہونے سے بچایا۔ تقسیمِ ہند کے بعد ہجرت کر کے لاہور چلے آئے جہاں ۱۹۵۵ء تک رہے۔ ان کی راتِ گرفت ہو کر یہیں دفن ہوئے۔

نتیجہ بہادر پیرو

پروتی، تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۹۵ء میں لاہور آباد ہو کر ڈاکٹر میں وکالت شروع کی جو اتنی چمکی کہ ۱۹۱۹ء میں دالسر نے انہیں اپنا مشیر قانون بنالیا۔ اس وقت کے لحاظ سے یہ اقتدار ایک ہندوستانی کے لیے معراج سے کم نہ تھا مگر اس صدر سے پر وہ زیادہ دن تک ذرہ کھٹے بعض وجوہ کی بنا پر ڈیڑھ سال کے بعد اسے ترک کر کے پھر لاہور آباد ہو کر ڈاکٹر میں وکالت شروع کر دی۔ ان کی قانونی قابلیت تکمیل تھی۔ انہوں نے بہت دور یہ کیا، مگر سب صحابہ زانی اور نیک کاموں میں مصروف کر دیا۔ اردو سے بے پایاں محبت تھی۔ خود نہایت شمسۂ اور پاکیزہ زبان بولتے تھے۔ شام کو درمیان کے یہاں شاعروں اور ادیبوں کا دربار لگتا تھا جس میں مکرما اردو الفاظ و عبارات اور شعر و شاعری پر گفتگو ہوتی تھی اور ان کی رائے اور سرچر بہ ہمیشہ قابلِ احترام سمجھی جاتی تھی۔ وہ ہندوستانی کی مذہبی اور آباد کے متعلق سرپرست تھے۔ اور جرمی شمسۂ کو ۱۸ سال کی عمر پر انتقال کیا۔

آغا شاعر دہلوی | آغا مظفر بیگ قزلباش نام، شاعر، محقق تھا۔ آپ کے نوشتہ مکتبہ نامور شاہ درانی کے ساتھ ہندوستان آئے اور دہلی میں آباد ہوئے۔ والد کا نام آغا عبد اللہ تھا۔ شاعر دہلی میں ۱۸۰۱ء کو پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی گھر میں پڑھے۔ فنِ شعر میں نواب احمد سعید خاں ملا تب، جوہی کے شاگرد ہوئے۔ پچیس برس کی عمر میں میرزا باگئے تو داغ کی شاگردی اختیار کی۔ تین سال نواب نصیر الملک کی مصاحبت میں مرشد آباد گزارے۔ وہاں سے افسر اشعار کا خطاب ملا۔ جھالدار ریاست میں دس سال درباری شاعر کی حیثیت سے رہے۔ یہاں سے رسالہ آفتاب بھی نکلا۔

زبان میں شیرینی، گھلاوٹ اور مدائی تھی۔ پڑھتے بھی خوب تھے کلام میں استادانہ رنگ تھا۔ بہت عمدہ لاجور میں رہے شاعر وں میں شریک ہو کر پارنگ جواتے تھے۔ بشر بھی بہت اچھی لکھتے تھے۔ محزن دہلوی میں آپ کے مضامین نظم و نثر اکثر شائع ہوتے تھے معاشرت قدیم و ضعیف کی غمی۔ قرآن پاک کا منظوم اردو ترجمہ آپ کا بڑا کارنامہ ہے۔ غزلیات کا ایک مجموعہ تیر و نشر کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ عمر خیام کی رباعیوں کا منظوم ترجمہ نمکدہ خیام کے نام سے کیا۔ خوارستان، آذر نڈہ گوش قتل بے نظیر پر پند اور دامن مریم بھی آپ کی چند مشہور کتابیں ہیں ۱۱ مارچ ۱۹۱۹ء کو دہلی میں ان کا سارا بہن خانموش ہو گیا۔

بیخود دہلوی | سید وحید الدین احمد نام، بیخود قلعہ خاص دہلی کے رہنے والے تھے لیکن آپ کی ولادت ۳/ رمضان المبارک ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء کو ریاست بھرت پور میں ہوئی۔ جہاں آپ کے اجداد ممتاز عہدوں پر فائز تھے۔ بیخود کے والد شیخ الدین احمد بھی شاعر تھے اور سارا قلعہ کرتے تھے۔

بیخود نے ابتدائی تعلیم دہلی میں حاصل کی۔ قرآن اور کتب متداولہ منتم کرنے کے بعد فارسی و اردو کی مزید تفصیل مولانا حالی سے لی۔ اسی زمانے میں انہیں شاعری کا شوق بڑھا۔ مولانا حالی کے مشورے سے ۱۲۸۹ھ میں دہلی کی شاگردی اختیار کی اور چھ ماہ تک حیدر آباد میں استاد کے پاس رہے پھر وطن واپس آکر چند سال کی مشق سے استاد کے رنگ کو ایسا اپنا بنا کر ان کا شمار ارشد تلامذہ میں ہونے لگا۔ بیخود فنون سپہ گری سے بھی واقف تھے اور سیر و شکار کے محسوس لادوہ، عاشقی پریشانیوں سے بچنے کے لئے انگریزوں کو اردو دسی پڑھاتے تھے آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ بڑے طنسار، دندہ دل اور پابند وضع انسان تھے۔ بیچ بیت اند سے مشرف ہو چکے تھے۔ دیوان غالب کی شرح لکھی اور مجید نظام مد کفار بیخود کے نام سے شائع کر دیا جو تقیہاً سات سزار آیات پر مشتمل ہے۔ اکثر اشعار میں زبان کی خوبیاں موجود ہیں۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو انتقال پا۔

نواب سر منزل اللہ خاں | بیگم پر وضع علی گڑھ کے مشہور شہزادہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ سرسید کی گود میں کھیل کر بڑھاپے میں عربی و فارسی کی اچھی تعلیم پائی۔ انگریزی بھی بعد ضرورت جانتے تھے۔ نابہ کے شاہزادے تھے۔ مرزا بخت خان سے اصلاحیں لیں۔ فارسی کا پورا دیوان مرتب کیا۔ تقریر شگفتہ اور پر مذاق کرتے تھے۔ ان کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ علی گڑھ کالج، انجمن کیشن کانفرنس، مسلم یونیورسٹی، اسلامیہ اسکول اٹارہ، الہ آباد یونیورسٹی، ہندو یونیورسٹی بنارس، دارالعلوم ندوۃ العلماء دارالعلوم دیوبند غرض کوئی علمی اور تعلیمی ادارہ ایسا نہ تھا جو ان کے شہ فیض سے سیراب نہ ہوتا تھا۔ وہ ہر قوم اور ہر فرقہ کے نیک کاموں میں بلا تخصیص حصہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جمعیت العلماء اور کانگریس بھی ان کے خوانِ کرم سے بہرہ یاب ہوئیں۔ اپنی دولت مندی کے باوجود بے حد سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حج کعبہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ چوتھیں برس کی عمر میں دینی حیا

دو دنوں کی غنموں سے بہرہ اُمید ہو کر ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء کو اس ہری جہری دنیا سے رخصت ہوئے۔ (بادرِ ظن)

مرزا ذاکر حسین قزلباش ثاقب لکھنوی ثاقب کا سلسلہ نسب حاجی علی قزلباش شاہمدانی المعروف بہ علی علی خاں شاکو تھا ہے۔ ان کے اجداد ترک وطن کر کے یہ سلسلہ تجارت اکبر آباد چلے آئے والد کا

نام مرزا محمد حسین تھا۔ اکبر آباد میں ۱۲ جنوری ۱۸۶۹ء و ۱۹ رمضان ۱۲۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی فارسی عربی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۸۸۸ء میں سینٹ جانس کالج آگرہ میں پئے۔ کالج سے نکل کر پہلے تجارت شروع کی پھر گلگتہ میں سفیر ایرانی کے پرائیویٹ لیگنڈی ہو گئے اور ۱۹۰۳ء میں ریاست محمد آباد میں بیچ کر میرٹھی مقرر ہوئے اور اس طرح راجہ صاحب محمود آباد کے درباری شاعر قرار پائے۔

شاعری کی باقاعدہ ابتدا غالباً ۱۹۰۳ء کے قریب ہوئی۔ چھپن سال شاعری کی خدمت کی۔ اس طویل عرصہ میں یہ کوشش رہی کہ زبان سیر کی اور خیال غالب کا سا ہو۔ دیوان چھپ چکا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں انتقال ہوا۔ ذاتی لحاظ سے بڑے خوش مزاج، با اخلاق، صاحبِ ثقت اور خاکسار طبیعت کے انسان تھے۔

حکیم آنا دافضاری تاجی نام نیک حسین تھا مگر شہورِ لطافت احمد کے نام سے تھے۔ ابو الاحسان کیفیت اور آؤد تخلص تھا اگرچہ سہارنپور کے رہنے والے تھے مگر ۲۴ رجب ۱۲۸۸ء و ۱۸۸۸ء کو ناگپور دکن میں پیدا ہوئے۔

جہاں ان کے والد محمد حسن اور سیر کی کے جہد سے پر فائز تھے۔ آؤد ثاقب شیخ انصاری تھے جن کا سلسلہ حضرات ابٹ انصاری تک پہنچتا ہے۔ اٹھارہ انیس سال کی عمر تک مختلف درس گاہوں میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی پھر مولانا حکیم نور الدین سہارنپوری ڈاکٹر احمد خاں صاحب لکھنوی اور حکیم معینی الدین نانوتوی سے فنِ طب کی تکمیل کی ۱۹۰۳ء میں ڈیڑھ دو دن میں طب کو لا ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۳ء تک کانپور میں بھی مشغول رہے ۱۹۱۱ء میں انبالہ چھانڈی میں طب شروع کیا۔ آٹھ سال بعد لاں سے بٹے تو علی گڑھ، دہلی، حیدر آباد میں وقت گزدا۔ حیدر آباد میں عینک کی تجارت شروع کر دی۔ ۱۹۲۳ء میں انتقال ہوا۔ ۱۸۹۹ء میں شہر کپٹہ شروع کئے تو پہلے مولانا صاحب الرحمن صاحب بیگل سہارنپوری سے اور بعد میں مولانا خاں سے اصطلاح لی۔ ان کا کلام پاکیزگی جذبات، لطافتِ زبانِ ندرت، بیان اور تسلسلِ خیالی کی وجہ سے انفرادیت کا حامل ہے مگر مجسمے کی صورت میں چھپ نہیں سکا۔

لالہ مسری رام ایم اے دہلوی لالہ مسری رام دہلی کے ایک شہورِ فاضلان سے تعلق رکھتے تھے جس کا سلسلہ راجہ ٹوڈل سے ملتا ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار رائے بہادر علی گوالا ایم اے بیرسٹریٹ لا اور

حم نند اور رائے بہادر ماسٹر بیلاسے لالہ آشوب ہیں۔ لالہ مسری رام ۱۸۸۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم پائی باہ برس کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ لاہور آئے ۱۸۹۹ء میں بی اے اور ۱۸۹۹ء میں ایم اے اور نصفی کے امتحان پاس کر کے نصف مقبول ہوئے۔ اور چند سال لاہور، آفیسر اور دہلی میں اس کو کسی کو زینت دینے کے بعد گروہ کے مرض میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے ۱۹۰۳ء میں ملازمت ترک کر دی۔ اس کے بعد علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ تذکرہ ہزار داستان، یا مختار و یاد آپ کی عظیم المثال تالیف ہے جس کی چار نیم جلدیں چھپ چکی ہیں۔ پہلی ۱۹۲۳ء میں شاہ بوٹی قحی اور چوتھی ۱۹۳۳ء میں۔ گہرا بھی نا تمام ہے۔ یہ ان شعرائے اردو کے حالات کا تذکرہ اور ان کے منتخب کلام کا مجموعہ ہے جن کے تخلصِ حرفِ شین تک پہنچتے ہیں۔ ان میں کامل، ناقص، اعلیٰ، ادنیٰ، کہہ، شق، نوشق، عزت، نیش، اور ہنگامہ آور غرض ہر قسم اور صفت کے شاعر و شاعر شامل ہیں۔ اس قدر سرمایہ فراہم کرنے میں مولف نے اپنی عمر و صحت

دوت جس کا دوش اور فراخ دلی سے صرف کی ہے اس کی مثل اگر نایاب نہ ہو تو کیا ب ضرورت ہے۔ ۱۹۳۱ء میں لالہ سری نام کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

خواجہ ناصر زید فراق دہلوی
خواجہ میر درد کی یادگار اور مولانا محمد حسین آزاد کے شاگرد تھے۔ دہلی میں خواجہ میر درد کی بارہ دہائی کے ایک گھر دندے میں رہتے تھے۔ بقول شاہد احمد دیر ساقی "دسرخ و سپید رنگ، سفید کھلوان و اسی، گول چہرہ، بھاری ٹپل، انگشتیاں گندے پڑا ہوا فرخ، سر پہ کبھی صاف کبھی ٹوپی، پاؤں میں سلیم شاہی، ہاتھوں میں ریشہ تھا اور بہت قانع و خود ہی تھے۔ ان کی تحریر قسمت کی تحریر ہوتی تھی کہ پڑھتے ہیں نہ آتی تھی، "وہ مخزن کے ابتدائی دور کے کچھ دالوں میں سے تھے۔ جب مخزن بند ہو گیا تو انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ پھر ساقی کے لئے انہوں نے مدلل قلم کی جھلک، قسط وار لکھی۔ بڑی پیاری زبان لکھتے تھے۔ گھڑپ کی ہر تصانیف شائع نہ ہو سکیں۔ سرعید نقاد کی فرمائش پر ایک ناول "دالہ رکھا" لکھنا شروع کیا تھا مخزن بند ہوا تو ان کی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ پھر دہلویوں کے اصرار پر اسے مکمل بھی کر لیا مگر اس کے چھپنے کی ذمت آئی البتہ مولانا محمد حسین آزاد کی اتنا م تصنیف "دورانہ اکبر" کی تکمیل ان کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ آپ کی پیدائش ۱۳۰۵ھ کو اور انتقال ۱۳۸۲ھ کو ہوا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں: "مجلد درد"، "دلی کا آخری دیدار"، "دلی کا اجڑا ہوا لال قلعہ منامیں فراق"، "میروں کی چھڑ چھاڑ"، "چار چاند"، "دکن کی پری"، "سات طلاقیوں کی کہانی وغیرہ۔"

مولانا ظفر الملک
مولانا ظفر الملک مولوی کو کون نہیں جانتا، رسالہ اتنا لکھنے کے قابل مدیر کی حیثیت سے ادب و دنیا میں کافی روشناس ہیں۔ ان کا نام اسحاق علی تھا۔ کاکورمی کے رہنے والے تھے۔ گھریزی ناہیت نہایت اعلیٰ تھی۔ تصوف کی جانب سے زیادہ تھا۔ نہایت عکس المزاج اور فرشتہ خصلت انسان تھے۔ انہوں نے اردو زبان کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور ہر وقت انہیں خیالات میں متفرق رہتے تھے۔ کئی دفعہ لاہور آئے۔ اکثر بزرگوں سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ وہ پرجوش قومی اور مذہبی رہنما بھی تھے۔ کئی بڑی لکچر کوں میں ان کا نام سنا جاتا رہا ہے۔ تقریر پھر میں شیریں بیام تھے۔ دو کتابیں ان کی یادگار ہیں "۱۳۵۷ء" میں انہوں نے ملک کے خود غرض لیڈروں کا کچا چٹھا بیان کیا ہے اور "۱۳۵۸ء" میں سیاسی خود غرض و جہادوں کے پوست کفہ حالات شائع کئے ہیں۔ اخبار "شیریں بار پٹن" بھی آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا ہے۔

احسن مارہروی
سید علی احسن نام، احسن نقص، مارہرو ضلع (پشاور) وطنی والد کا نام حاجی سید مجتبیٰ قاجو حسن نقص کے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور درسی تعلیم حاصل کی۔ چودہ برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کئے۔ اس فنی میں دلچسپی کے شکار رہے۔ حیدر آباد دکن جاکر استاد کی صحبت میں بہت عرصہ رہے۔ اردو زبان کے ماہر اعلیٰ پایے کے ادیب۔ قادر، کلام شاعر اور کامل افاضی استاد تھے۔ ۱۹۹۵ء میں ایک ماہوار گلدستہ ریاض سخن کے نام سے جاری کیا۔ ۱۹۳۲ء میں قلم سری طبع ایلم اے کی مشہور تالیف "مخاض جاوید جلد اول کی ترتیب کے سلسلے میں لاہور آئے۔ داغ کے انتقال کے بعد ان کی یادیں رسالہ قلم الملک بھی ہیں سے جاری کیا جو ۱۹۱۰ء تک شائع ہوتا رہا۔ جلد دوم داغ کے نام سے استاد کی صوانح عمری لکھی۔ ان کا غیر مطبوعہ کلام یادگار داغ کے نام سے طبع کر لیا۔ ۱۹۳۶ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں، اردو فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور ۱۹۳۷ء تک کام کرتے رہے۔ آخری عمر میں انہوں نے داغ کے نام سے استاد کے خطوط کی جمع و ترتیب میں مشغول تھے کہ ۱۳۸۰ء، ۱۳۸۱ء گشت

۱۹۲۰ء کو یٹن میں انتقال ہو گیا۔ احسن فی تنقید میں بلند مرتبہ رکھتے تھے والد ان وقتی نہایت قابلیت سے ترتیب کیا۔ اردو لشکر اور تحفہ احسن بھی ان کی عمدہ تصانیف ہیں مگر تاریخ نثر اردو کا پایہ بہت بلند ہے۔

مولوی عنایت اللہ دہلوی نامور باپ مولوی ذکاۃ اللہ دہلوی سے ورثہ میں پایا تھا۔ طالب علمی کے زمانے سے ان کے

یہ جوہر نمایاں تھے۔ سرسید کو جب کبھی ضرورت پڑتی تھی ان سے ترجمہ وغیرہ کا کام لیتے تھے۔ یہ دفسر آزاد ملک کی کتاب پر پیرنگ آف اسلام کا ترجمہ، دعوت اسلام، اسی دور کی یادگار ہے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۸۹۳ء میں وہ کالج لاٹھی پورین مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں ریاضی کی پروفیسری اور ہندیب الافلاک کی ادارت کے فرائض بھی انجام دئے ۱۹۰۲ء میں جونپور کی عدالت عجمی میں منصرم اور ۱۹۱۵ء میں ریاست گواہار کے ٹیچر فنانس کے انڈیکٹر ٹری مقرر ہوئے۔ مگر ترجمہ کا مشغلہ برابر جاری رہا اور اس میں ان کو اتنی شہرت حاصل ہو گئی کہ جب حیدر آباد میں دارالترجمہ قائم ہوا تو سرکار نظام نے ۱۹۱۲ء میں ان کو دارالترجمہ کا ناظم مقرر کیا چودہ سال تک بڑی قابلیت کے ساتھ اس خدمت کو انجام دے کر ۱۹۲۲ء میں اس سے سبکدوشی حاصل کی اور ڈیرہ دول کی پرسکون فضا میں قیام کیا۔ وہیں ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو وفات پائی۔ وہ غیر زبانوں کی کتابوں کو اس طرح اردو کے قالب میں ڈھالتے تھے کہ تصنیف کا لگان ہوتا تھا۔ ان کے چھوٹے بڑے تراجم کی تعداد پچاس ساٹھ سے اوپر ہوگی۔ ان کی سب سے اہم علمی خدمت اندلس کا تاریخی جغرافیہ ہے۔ وہ طبعاً شریف تواضع اور خاکسار تھے۔ ۷۳ برس کی عمر پائی۔ ساری عمر عرصہ ادب کی خدمت میں گزار دی۔ شادی کا خیال ہی نہیں کیا۔

علی نقی مصطفیٰ لکھنوی علی نقی نام، مصطفیٰ تخلص، اسادات زیدی سے تھے۔ اصلی وطن غرناہ تھا جہاں سے ان کے مورث اعلیٰ سید نور الدین شاہ اٹش کے عہد میں دہلی آئے۔ مصطفیٰ کے پردادا سید احسان علی نے فیض آباد میں سکونت

اختیار کی۔ نصیر الدین حیدر کے عہد میں ان کے بیٹے سید سلطان حسین لکھنو چلے آئے۔ ان کے ساتھ ان کے دو بھائی سید حسین در سید فضل حسین بھی تھے۔ امجد علی شاہ کے عہد میں سید حسین شاہ نراء مرزا سلیمان قدر کی آنائینی پر مقرر ہوئے اور سید فضل حسین جو مصطفیٰ کے والد تھے شاہزادہ کے رفیق خاص قرار پائے۔

ص ۱۲۸۶/۱۲۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم مولوی نجم الدین کا کوڑوی اور شیخ حافظ علی بہر دی سے حاصل کی۔ اس کے بعد انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے اور کنگ کا جیٹ اسکول سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۹۹ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی اور ۱۹۲۳ء تک مختلف عہدوں پر رہ کر پیشیاب ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں انتقال کیا۔ مصطفیٰ کی مشہور دشمنی تعلیم الحیات ہے۔ کلام کا ایک مجموعہ لغت جگر عہد ہما شائع ہوا تھا۔ دوسرا مکمل مجموعہ حال ہی میں چھپا ہے۔

منشی دیانرائن گنم ۲۲ مارچ ۱۸۸۲ء کو کانپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا منشی شیو سہائے وکیل تھے اور کانپور ڈسٹرکٹ بورڈ کے

وائس چیرمین۔ والد منشی شیو پرشاد بھی وکیل تھے۔ دیانرائن نے اردو فارسی گھر پر پڑھی۔ ۱۹۰۳ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں ان کا پہلا مضمون رسالہ محرن میں شائع ہوا۔ ۱۹۰۳ء میں رسالہ زمانہ کی وزارت سنبھالی۔ یہ رسالہ اسی سال بریلی سے نکلا تھا۔ آپ اے کانپور آئے۔ ابتدا ہی سے انہوں نے اس ادبی پوسے کو سیراب کرنا شروع کیا چالیس سال تک اس کی آبیاری میں جی جان سے مصروف رہے اور اسے ہر اوجھر تازہ و درخت بنا دیا۔ خاک کے بڑے بڑے ادیبوں نے اس پر چمے کے لئے مفاہین لکھے اور

اس کی بلند ادبی حیثیت قائم رکھنے میں امدادی۔ اس نے کیفیت و کسیت و وزن و قوافی سے اردو زبان کی ایسی نثریں تدریس و تالیف کیں جن کے بارِ صاف سے وہ بھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

منشی دیان تراش نگہ نے زمانہ کے ساتھ ساتھ ۱۹۱۲ء میں ایک ہفتہ وار اخبار آزاد نکالا جو بڑا کامیاب ثابت ہوا۔ کئی سال تک اس پر چرچ کا بیج پانور میں نارسا ہی رہا۔ پروفیسر بھی رہے۔ آمریری مجسٹریٹ بھی اور میونسپل بورڈ کے ممبر بھی۔ رائے صاحب کا خطاب پایا۔ آزاد یونیورسٹی کورٹ کے ممبر اور منشی بھی تھے۔ غرض ان کی زندگی حقیقت و فحش کے فرائض کی انجام دہی میں صرف ہوئی۔ ۱۹۲۷ء میں گیارہ سال ہو گئے۔ علی گڑھ کالج نے قومی خدمت گزاردن کی سب سے پہلی جماعت پیدا کی تھی اس میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں آفتاب احمد خاں کا نام سر فہرست ہے۔ وہ سرسید کی جیسی کے بہت بڑے متفقد تھے۔

ان کا عقیدہ تھا کہ مسلمان ایک طوطا تو خدا کے آگے سر جھکا نہیں اور اپنے کو اس کا دیوار بندہ سمجھیں اور دوسری طرف خدا کی مخالفت و نجات سے سرفراز ہو کر عالم اور ملک و اسے اپنے ملک کے زور سے حکمرانی کریں۔ وہ ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۷ء میں علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں میرٹھ کی تعلیم کے لئے ولايت گئے۔ ۱۹۳۱ء میں علی گڑھ واپس آکر پریکٹس شروع کیا اور ساتھ ہی کالج اور ایجوکیشن کانسفرس کی خدمت بھی کی۔ ۱۹۳۱ء میں انڈیا کنونسل کے ممبر ہو کر انٹیلیجنٹ گئے۔ گندھارا کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ ۱۹۳۲ء میں اس عہدے سے استعفیٰ دے کر دیرپہ مسلم دیو رشی کے وائس چانسلر ہو گئے اور یونیورسٹی میں طبی شعبہ قائم کیا۔ ۱۹۳۵ء میں ان پر کالج کا حملہ ہوا اور یہیں برس بسا امیر ویم میں خاموش زندگی بسر کی۔ آخر ۱۹۳۷ء میں ۱۹۳۷ء (شعبان ۱۳۵۷ء) کو نالچ کا دوسرا حملہ ہوا جس سے وہ جان برباد ہو سکے۔ مرحوم بے حد غصہ و غور و خوش خلق اور سوا نصح تھے۔ انہوں نے ایجوکیشن کانسفرس کو بڑا ترقی دی۔ اس کے خزانے روپوں سے بھر دیے۔ اس کی علیحدہ عمارت بنوائی۔ اس میں کتب خانہ قائم کیا۔ وظائف کیلئے ریاستہا سے امدادی و قس مقرر کرائیں اور ملت کی تعمیر میں اپنے اخلاص کا ثبوت دیا۔

مولوی نور الحسن صاحب تیرتی اسے ایل ایل بی حضرت محسن کا گوردی کے فرزند رشی انگریزی کے عالم اور عربی کے ناغل تھے۔ وہ سخن در سخن، سخن و سخن شناس اور سخن دا ہونے کے علاوہ تدریج العلماء کے ممتاز ذہن تھے۔ کچھ عرصہ دارالعلوم کے معتمد بھی رہے۔ ان کی زندگی کا سب سے اہم زمانہ دورِ ملاقات کا تالیف ہے جو اردو کی مستند کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کا انتقال اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق جب ۱۳۵۷ء میں ہوا۔

سید وحید الدین سلیم پانی پتی | سید وحید الدین نام، سلیم تخلص، پانی پت وطن، والد کا نام حاجی سید نیر الدین تھا جو درگاہ حضرت بر علی شاہ قلندر کے جواد اور سید غوث علی شاہ کے مرید تھے۔ ۱۳۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد میر علی حزیں سے فارسی پڑھی پھر ایک مقامی سکول سے مڈل پاس کیا اور اوپنل کالج لاہور میں داخلہ لے کر عربی ادب اور تفسیر مولانا فیض سہاٹی پوری سے اور فقہ، حدیث، منطق اور فلسفہ مفتی عبدالقادر کوئی سے تحصیل کئے۔ یہاں سے نکل کر ایچ ٹی کالج بہاولپور میں اردو کے معلم ترقی ہوئے۔ چھ سال کی ملازمت کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور میں ہیڈ مولوی ہو کر چلے گئے۔ ۱۸۹۳ء میں سرسید نے انہیں اپنا لٹریچر اسٹنٹ مقرر کیا۔ علی گڑھ سے ۱۸۹۹ء میں آپ نے ایک رسالہ مبارک کے نام سے جاری کیا جو ۱۹۰۲ء میں بند ہو گیا۔ کچھ دنوں مولانا علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کونٹ کے ایڈیٹر بھی رہے پھر لاہور آکر زمیندار میں کام کیا بعد میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں ادب اردو کے پروفیسر ہو کر چلے گئے جہاں آخر تک رہے۔

۲۶ جولائی ۱۹۳۸ء کو سرطان کے حادثے میں بے بقا مریح آباد انتقال کیا۔

مولانا امد زبانی کے بے نظیر فاضل، زبردست ادیب، اعلیٰ درجہ کے شاعر بے مثل نقاد اور بہت بڑے ماہر سائنات تھے۔ نئے افکار ایجاد کرنے کی ان میں خاصی قابلیت تھی۔ وضع اصطلاحات ان کی نہایت بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ انکار سلیم ان کے کلام کا مجموعہ اور انادات سلیم بعض مضامین کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔ حضرت محمد بن، انصاری کی ہبوط سوانح تحریر بھی انہوں نے شائع کی تھی۔

نصیر حسین خیال | نواب سید نصیر حسین خیال صوبہ بہار کے ایک ممتاز و مقتدر خانہ۔ ان کے چشم و چراغ تھے ۱۸۵۸ء میں غلام آباد پٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں پیدا ہوئے عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ فرانسیسی بھی بعد ضرورت سیکھی۔ شاد و عظیم آبادی کی شاگردی اختیار کر کے شعر کہنے شروع کئے۔ مگر جدید طبیعت شعر نویسی کی طرف مائل ہو گئی۔ پہلے رسالہ حسن جید و آباد میں زندگی کے فرضی نام سے لکھنا شروع کیا۔ پھر جب ۱۸۹۹ء میں علی سجاد نے عظیم آباد سے رسالہ ادیب جاری کیا تو اس میں مسلسل مضامین لکھے جواتنے پسند کئے گئے کہ آپ کی زبان غلطی اور انتشار پر داری کی دھوم مچ گئی۔ آپ نے داستان امد کے نام سے ایک بیسٹ کتاب لکھی جس کے چند اجزاء بعض رسائل میں شائع ہوئے اداس کا ایک حصہ مغل اور امد کے نام سے کتابی صورت میں چھپا۔ اس ساری کتاب کا خلاصہ آپ نے آل انڈیا امد کاغذ میں لکھنے کے خطبہ صدارت میں پیش کیا جو ۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء کو قیصر باغ کی بارہ دہری میں منعقد ہوئی۔ یہ خطبہ بھی ادارہ اشاعت امد جید آباد کے اہتمام سے شائع ہو گیا ہے۔ شاہنامہ فردوسی پر تنقیدی مضمون داستان جم کے نام سے طبع ہوا ہے۔ آپ ایک خاص طرز تحریر کے مالک تھے۔ موضوع کی فطرت کے مطابق الفاظ استعمال کر کے مضمون میں حسن پیدا کر دیتے تھے جہاں ت میں سادگی کے باوجود بانگین ہوتا تھا۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۶ء کو فوت ہو کر حضرت شاد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مولانا حمید الدین فراہی | غلام کوٹہ سے واسطین پہلے پیر یا ایک گاؤں ہے۔ مولانا حمید الدین بن مولوی عبدالکیم ہیں ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اسی پیر یا کو عربی شکل مے کر مولانا اپنے نام کے ساتھ قراچی لکھا کرتے تھے مولانا بانی کے ماموں زلو بھائی تھے۔ انہیں کے قدم بہ قدم مل کر مولانا فاروق جریا کوٹی، مولانا عبدالحی فرنگی علی، مولانا فیض الحسن سہانپوری اور دیگر بالکل بزرگوں سے فارسی اور عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ انگریزی بھی پڑھی اور ۱۸۷۹ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کی سند حاصل کی۔ ۱۸۹۶ء میں وہ مدرستہ الاسلام کراچی میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۸۹۸ء تک رہے۔ یہیں ۱۸۹۸ء میں ان کا فارسی دیوان شائع ہوا۔ اس کے بعد وہ عربی کے مددگار پروفیسر کی حیثیت سے علی گڑھ چلے گئے۔ کچھ عرصہ الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر رہے۔ اس عرصہ میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا چنانچہ اقسام القرآن کے علاوہ سورۃ ابی لبیب، سورۃ قیامت اور سورۃ تحریم کی تفسیریں شائع کیں ۱۹۱۸ء کے ادائے اہل میں مولانا الہ آباد سے جید آباد پہنچے اور جامعہ عثمانیہ کا خاکہ بنانے میں مصروف ہوئے۔ یہاں تک کہ اگست ۱۹۱۸ء میں باقاعدہ اس کے افتتاح کی ذمہ داری لیکن میں اس وقت جب جامعہ کا پہلی صورت قبول کر رہا تھا مولانا غلامی طبع کی بنیاد پر استعفا دے ایک ہزار روپیہ سامواری کی جگہ چھوڑ کر وطن واپس چلے آئے اور مراٹھے میر کے مدرسہ اصطلاح کی اعزازی خدمت کرتے ہوئے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۲۸ء کو راجپوتانی ۱۸۸۱ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ وہ اس عہد کے ابنِ تمیہ تھے۔ پورے تیس برس قرآن پاک کو سمجھتے اور سمجھاتے رہے۔ ان کی تصانیف زیادہ تر عربی میں ہیں۔

میر جالب دہلوی | سید بشارت علی نام، جالب نقض تھا۔ دہلی کے سادات نقوی سے تعلق رکھتے تھے ۱۸۸۲ء میں بگرام دہلی پیدا ہوئے دو سو اصد و دس کی عمر تک کہ صاحب عالم میرزا منٹ خلیف میرزا احمد بخش ابن میرزا فتح بخش ابن بکر شاہ ثانی ان

السیلو پیدیا ہے۔

مرزا محمد ہادی نام، رستو انھیں تھا ان کے والدہ احمد تقی تھے جن کے بزرگ مائتہ ندان سے دلی تھے اور وہاں سے

محمد ہادی رسوا

کھنڈہ جا کر آئے۔ مرزا محمد ہادی حشرہ میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے ذہنی اور ہونہار تھے۔ اپنے شوق سے عربی فارسی

جرائد یونانی، انگریزی اور ہندی میں اچھی خاصی استفہ پیدائی۔ ایمیا اور فلسفہ کا بھی نہایت گہرا مطالعہ کیا۔ دہلی سے انجینئری کا امتحان پاس کر کے پہلے

موبہ مرہد میں رہوے گئے اور پھر جس ہو گئے۔ اشرق نامی پرچہ نکال کر اس میں اردو اور انھوں کی تصنیفات کے ترجمے چھاپے۔ بعد میں انھیں

مام کا سدا مذہبی مباحث پر مضامین لکھوائے گئے لے بھی لکھتے رہے۔ ریڈ کرسمس کالج کھلا تو اس میں عربی فارسی کے پرائیمر ہو گئے اپنے چند فلسفیانہ

مضامین کے ترجمے لکھ کر بھیج کر پی ایچ ڈی اور ڈی ایس اے کی درگیاں حاصل کیں سید آباد میں دادا نے سہ قائم ہوا تو عثمانیہ یونیورسٹی میں ملازم ہو کر کئی کتابوں

کا ترجمہ کیا اسلئے میں انتقال ہوا۔

میرزا ناصر علیؒ نے فلسفہ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ انہوں نے متعدد ناول لکھے کہ اردو کا دس ہجریہ ۱۰۱۰ کی مزاحیہ کہانیاں نظریات ہیں۔ ان کے نامک مائے ناز ادیب، پلنڈر، شاعر اور بڑے کلاب ناول نویس تھے۔ انہوں نے متعدد ناول لکھے کہ اردو کا دس ہجریہ ۱۰۱۰ کی مزاحیہ کہانیاں نظریات ہیں۔ ان کے نامک مائے ناز ادیب، پلنڈر، شاعر اور بڑے کلاب ناول نویس تھے۔ انہوں نے متعدد ناول لکھے کہ اردو کا دس ہجریہ ۱۰۱۰ کی

ان کا ذاتی کتب خانہ بہت بڑا تھا لوگ کتابیں چرا کر لے جاتے تھے بڑے فیس مزاج اور فیس خیال بزرگ تھے۔ انہیں نئی نسل کے لوگوں کی کوئی بات پسند نہ تھی حدیث کو گنگو جیسا سی برس کی عمر پر ۱۶ جون ۱۹۵۷ء کو رحلت فرمائی یہ لڑکیا گوشہ سخی خالی، سن وفات ہے میر صاحب نے کوئی مستقل تصنیف اپنی یادگار نہیں چھوڑی۔ ان کے شاہین امروادوب میں کلاسیکی درجہ رکھتے ہیں

مولانا سید سلیمان ندویؒ | سیدان ندوی نومبر ۱۹۰۷ء میں ضلع پٹنہ ربارہ کے ایک گاؤں دینہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر ۱۹۱۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے۔ مدتہ العالی

میں ان کے علمی و ادبی ذوق کی نشوونما اچھی طرح ہوتی رہی۔ یہیں انہوں نے مولانا فاروقی چریا کوٹی اور شبلی سے تربیت حاصل کی۔ ۱۹۲۷ء میں ندوہ کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو شبلی نے ان کو الندوہ کا سب ایڈیٹر مقرر کر دیا۔ اس میں انہوں نے مختلف قسم کے مضامین لکھے جولائی ۱۹۱۶ء میں البراکلام آزاد نے کلکتہ سے اپنا مشہور ہفتہ وار اخبار الہلال، نکاتنا شروع کیا تو سید صاحب اس کے اسٹاف میں داخل ہو گئے۔ اپنے استاد شبلی کی وفات کے بعد ان کی معرکہ آرا تصنیف سیرت امینی، کی تکمیل بھی کی ۱۹۲۷ء میں مولانا محمد علی کی سرکردگی میں جو وفد خلافت یورپ بھیجا گیا ان کے ایک ممبر سید صاحب بھی تھے۔ ۱۹۳۳ء میں ان کی مشہور تصنیف مدعیام، شائع ہوئی۔ ۱۹۳۹ء میں ان کی کتاب نقوش سلیمان شائع ہوئی جو ان کی تقریروں اور تحریروں کا مجموعہ ہے۔ نومبر ۱۹۵۷ء میں کراچی میں وفات پائی۔

خواجہ حسن نظامیؒ | خواجہ صاحب ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے ایک مدت مالی پریشانیوں میں بسر ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں انہوں نے نصر شام و حجاز کا سفر کیا۔

اور ایک سفر نامہ شائع کیا۔ انہوں نے اپنے ۱۹۱۷ء تک کے مضامین کا مجموعہ بھی شائع کروایا جو کافی مقبول ہوا۔ غدر دہلی کے افسانے اور غدر کے شعلے کوئی گیارہ بارہ کتابیں لکھیں۔ خواجہ صاحب بڑے دوست نواز اور صلح جو انسان تھے۔ ان کا حلقہ بے مثل تھا۔ ویسے ان کے مزاج میں اعتدال اور استقلال کا لمبی تھی۔ اپنی رائے بڑی جلدی بدل دیتے تھے۔ خواجہ صاحب اپنے انداز بیان اور مخصوص سٹائل کی وجہ سے مسو فطرت کہلاتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۱۳۱ جولائی ۱۹۵۷ء کو انتقال ہوا۔

پنڈت برج موہن دتاتریہ کی پختی تخلص تھا۔ ۱۳ دسمبر ۱۸۶۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پنڈت کنہیا لال ریاست ناہر میں پولیس افسر تھے۔ ان کا انتقال کبھی

کی سفر سنی میں ہو گیا۔ اپنے شوق اور محنت سے علم حاصل کیا۔ عربی، فارسی، انگریزی، سنسکرت اور ہندی بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ کا شمار اعلیٰ پایہ کے ادیبوں شاعروں اور نقادوں میں ہوتا ہے۔ فن شعر میں مولانا حالی کے شاگرد تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں زیادہ عرصہ کشمیر میں گزارا۔ نوجوان شاعروں اور ادیبوں کو آپ کی صحبت سے بڑا فائدہ پہنچا۔ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ بھارت درپن، نختانہ کیفی، پریم ترنگنی، شوکت ہند توڑک قصری، منشورات کیفیہ، آئینہ ہند جگ ہیتی، خمسہ کیفی، مرآت خیال، ناگزیر قبل و قال، حور و اس کی تعلیم، چراغ ہدایت، پریم دیوی، نہتاراجہ، راج دلا ری، ہلری واداد وغیرہ آپ کا دیوان بھی واردات کے نام سے چھپ چکا ہے۔ یکم دسمبر ۱۹۵۷ء کو دہلی کے قریب تعبہ غازی آباد میں وفات پائی۔

بے نظیر شاہ وارثی | ان کا نام سید محمد بے نظیر شاہ ہے اور نام ہی کا پلا جیتہ یعنی ”بے نظیر“ بطور تخلص استعمال کرتے ہیں۔ کٹر انک پور ضلع الد آباد وطن ہے۔ لیکن عرصہ دراز سے وطن کی سکونت ترک کر کے حیدر آباد چلے گئے۔

ان کے والد مولوی شاہ احسان علی قادری بہت بڑے صاحبِ مرتبت بزرگ اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے خلیفہ تھے۔ بظہر شاہ شہزادہ میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی میں اچھی خاصی مہارت حاصل کی۔ شاعری کی مختلف اصناف میں بھی کمال پیدا کیا۔ غزل اور مثنوی میں پایہ بہت بلند ہے۔ ان کی مثنوی "الکلام" جو ایک صوفیانہ رنگ کی نظم ہے۔ بہت مقبول ہے۔ اس کے اکثر حصے اردو شاعری کے امتحانات کے لئے سرکاری زینت بنے ہوئے ہیں۔ یہ مثنوی شمس الدین غفری نے طبع ہوئی تھی۔ بے نظیر شاہ مثنوی اور قصیدہ امیر مینائی کے اور غزل میں حمید الدہ آبادی کے شاگرد اور منتقد ہیں۔

لانا منظر احسن گیلانی | مولانا منظر احسن صنیع پٹنہ کے ایک گاؤں گیلانی کے رہنے والے تھے اور ایسے گھر کے چشم و چراغ جہاں علم و فضل کے علاوہ خوشحالی اور تارخ ابائی بھی تھی۔ ان کے دادا مولانا سید محمد احسن اپنے زمانے کے عالم تھے۔ تایا حاجی ابوالنصر اپنے علم و فضل اور شعر و شاعری کے ذوق کی وجہ سے اپنے ہم چشموں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مولانا کے والد حافظ ابوالخیر زیادہ تر زمینداری اور کاشتکاری کے کاموں میں لگے رہے۔ ان کو آدموں کے باغ سے کاڑا شوق تھا۔ بڑے مخیر اور فیاض تھے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم گیلانی میں حاجی ابوالنصر سے پائی۔ پھر رنگ جاکر نواسل مولانا برکات احمد ملتان مدرس میں رہے۔ وہاں سے دیوبند گئے اور مولانا محمد حسن مولانا نور شاہ کشمیری، مولانا فقیر احمد عثمانی اور مولانا اصغر حسین سے منیاب ہوئے۔ طالب علمی کے زمانہ میں دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن اور دارالعلوم کے ماہرانہ رسائل انفاکسم اور الرشید کے ایڈیٹر رہے۔ دیوبند سے آکر کچھ دنوں موگیر میں ندوۃ العلماء کے بانی مولانا محمد علی کی خانقاہ میں رہے۔ وہاں سے پھر انفاکسم کی ادارت کے لئے دیوبند بلائے گئے۔ جہاں پڑھتے پڑھاتے اور لکھتے لکھاتے رہے یہاں تک کہ مولانا حمید الدین فراہی کی کوشش سے ۱۹۳۲ء میں آپ کو عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں شعبہ وینیات کا استاد مقرر کر دیا گیا۔ جہاں سے ۱۹۳۹ء میں اس شعبہ کے صدر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے اور درجن ۱۹۵۷ء کو اپنے وطن میں انتقال فرمایا۔ مولانا کو زبان و قلم پر بڑی قدرت تھی۔ بہت سی کتابیں ان کے قلم و فضل کی یادگار ہیں۔ تحریر و تقریر میں معلومات کے دریا بہاتے تھے۔

شفق عمار پوری | مولوی سید حسن مرتضیٰ نام، شفیق مخلص اور عمار پور (ہزارہ) وطن تھا جہاں یہ ۱۳۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ چار برس کی عمر میں کہ ان کے والد مولوی سید حسن رضا صدر الصدور اضلاع مغربی اٹالی فوت ہو گئے اور انہوں نے نبی کی گود میں پرورش پاکر اس قدر ترقی کی کہ سارا ہزاران کی ذات پر فخر کرنے لگا۔ تعلیم کی خاطر گیا۔ عظیم آباد اور الہ آباد کے سفر اختیار کئے۔ حکیم عابد علی کوثر خیر آبادی سے طب اور مولانا طہیر احسن شوق نبوی سے حدیث پڑھی۔ نو برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کئے۔ پہلے اپنا کلام کوثر کو دکھایا بعد میں شوق نبوی کو۔ ۱۳۸۶ء میں امیر مینائی کے شاگرد ہوئے اور برصغیر سخن میں کمال حاصل کیا۔ ان کا زیادہ کلام اسلامی رنگ کا ہے۔ نغموں، مسلمانوں، نعمتوں، رباعیوں اور غزلوں کے مختلف مجموعے، خیابان رحمت، حدیقہ آخرت، ثمرہ عقیدت، چتر نوید اول صد پارہ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اخلاق کی تعلیم پر ایک کتاب تہذیب الائق شاعری کے متعلق دو کتابیں منتخب العربیہ و تحقیق سخن اور فارسی انشا پروردی کا نمونہ نگارستان (قدیم) وغیرہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔

سید سجاد حیدر بلدرجم | ان کا اصل وطن ٹھوڑی پٹی میں تھا۔ ۱۹۱۸ء میں علی گڑھ کالج سے بی۔ اے کی سند حاصل کی۔ کالج کے زمانہ ہی میں انہوں نے نواب محمد اسماعیل خاں رئیس علی گڑھ سے ترکی زبان سیکھی جس کا فائدہ

یہ ہوا کہ پرنسپل مدرسہ کی سفارش سے ۱۹۱۱ء میں ترکی سفارت خانہ عراق میں ترجمان کی حیثیت سے لے لئے گئے۔ جدید ترکی ادب پر فرانسیسی ادب کے بعد اثرات تھے۔ انہوں نے وہ اثرات قبول کر کے بلدم کننام سے مخزن لاہور میں مضامین لکھنے شروع کئے جن کا مجموعہ ۱۹۱۹ء میں نجات السلی کے نام سے چھپا۔ اسی سال وہ ہندوستان آکر ٹبرہ مدن میں سابق شاہ افغانستان امیر بیخوب خان کے اسسٹنٹ پولیٹکل افسر مقرر ہوئے۔ ترکی کے انقلاب آئل کے بعد ۱۹۱۹ء میں ترکی گئے۔ واپس آکر اپنے جہدے کا چارج لیا۔ ۱۹۲۱ء میں ہمارے عموں آباد کے پرائیویٹ سیکرٹری، ۱۹۲۱ء میں ڈپٹی کلکٹر سلطان پور (راودھ) اور ۱۹۲۲ء میں مسلم یونیورسٹی کے قیام پر پیے رجسٹرار اور اردو کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں ہر وہی کے ڈپٹی کلکٹر ایک سال بعد جزائر انڈیا کے ریلوے کوشنرواں سے دلہی پر غازی پور میں ڈپٹی کلکٹر بنے۔ ۱۹۳۲ء میں فریضہ حج ادا کیا اور ۱۹۳۵ء میں پٹن پاک ٹبرہ دونی میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۳۷ء میں بچوں کی تعلیم کی خاطر کھنڈہ آسے ۱۹۴۱ء میں کابل کی سیاحت کی اور ۱۹۴۱ء اپریل کی طات کو کھنڈہ میں عالم آخرت کا سفر اختیار کیا۔ وہ اردو میں ادب لطیف کے بانی تھے۔ کئی ترکی ناولوں کے ترجمے بھی کئے جن میں خوارزم شاہ بہت مشہور ہے۔ ہماری ادبی تاریخ میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔

عظمت اللہ خاں ۱۸۷۷ء میں اپنے آبائی وطن دہلی میں پیدا ہوئے لیکن ابھی پانچ برس کے تھے کہ اپنے ملازمت اللہ خاں کے ہمارے حیدر آباد دکن چلے گئے۔ ابتدائی تعلیم حیدر آباد میں اور اعلیٰ تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی کہ حیدر آباد کے محکمہ تعلیمات میں ملازم ہو گئے۔ مدد ان ملازمت میں ان کی شاعری اور انشا پر دانی کی خوب شہرت ہوئی۔ وہ مدرسہ کی صلی سے ترقی کر کے مددگار ناظم کے عہدہ بلدیہ تک پہنچے تھے کہ میں جوانی میں ۱۹۲۲ء میں جم سے رخصت ہو گئے۔

عظمت اللہ خاں فطرتاً آزاد فکر، لطیف الطبع اور خوش باش تھے۔ انہوں نے مولانا حالی کے بعد رسمی غزل کے غلات سنبھالیے۔ آزادانہ اندک اور علاج کے بعض مذہم پہلوؤں پر بڑی بے باکی سے تلک اٹھایا ان کی شاعری ہندی شاعری کے لطیف احساسات اور دلکش سادہ کا بڑا اچھا مجموعہ ہے۔ یہ انہیں کے شریا دوں کا اثر ہے کہ اردو میں غنائی شاعری کو فروغ دیا اور غزلوں اور نظموں کے ساتھ ساتھ گیتوں کی قابل قبول تخلیق ہوئی۔ ان کے کلام کا مجموعہ ”دسریے بول“ کے نام سے چھپ چکا ہے۔

ڈاکٹر مسر راس مسعود فاب مسعود جنگ ہمارے سید راس مسعود مسر سید کے پوتے اور جسٹس سید محمود کے بیٹے ہونے کی وجہ سے ایک بڑے خاندان کی یادگار تھے۔ ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ سے بی اے کرنے کے بعد لاہور گئے اور

تعلیم سے فارغ ہو کر وہ پٹنہ میں ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ وہاں سے کلکٹر پرنسپل ہو کر گئے۔ پھر حیدر آباد میں ناظم تعلیمات اور اس کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے انس چانسلر اور آخر میں ریاست جوپال کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں بریس کی عمر پائی۔ ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء کی دہر کو بغاوت نے تپ مبادی انتقال کیا۔ بڑے وجہ تشکیل کشیدہ قامت، سرخ و سفید، ہنس مکھ، شیریں زبان، خوش گفتار اور دلنواز تھے۔ ہر شخص سے جھگ کہتے تھے جس مجلس میں ہوتے سب پر چھا جاتے۔ ”جاپان کا تعلیمی نظم فتنہ“ اور ”انتخابات زریں“ (اردو اشعار کا انتخاب) وغیرہ بعض دسلے اور مضامین ان کی علمی اعداد کی یادگار ہیں۔ مشہور مستشرق مولوی گلارسلان دتاسی کے وہ مگر حیران دوزبان کی تاریخ پر پیرس میں نے لکھے تھے، فرانسیسی زبان سے آپ ہی نے اردو کے سانچے میں ڈھالے۔ مسر سید کے خطوط بھی آپ نے بڑی تلاش و جستجو سے فراہم کر کے دو جلدوں میں ترتیب دئے۔

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی | مرزا محمد ہادی نام اور عزیز لکھنوی قاضی کا تعلق سے تھے۔ والد کا نام مرزا محمد علی تھا جو اپنے زمانہ کے اہل فضل و کمال میں تھے۔ خاندان کا علمی و ادبی پیشہ سے

سے ثابت ہے۔ چنانچہ عزیز نے بھی اس سنت خاندانی کی تکمیل کی اور پھر متعدد استادوں سے جن میں مولوی محمد صبیح، مولوی سید لطیف حسین، مولوی سید ابوالحسن، پیارے مرزا، مولوی شیخ غلام حسین، شمس العلماء مولوی عبد الحمید فرنگی علی، مولانا عبد نعیم، سید ابوالحسن، مولانا غلام سید محمد صاحب، عادی کے نام قابل ذکر ہیں۔ تحصیل علم کی ان بڑوں سے صرف و نحو، فقہ و اصول، ادبیات و معقولات اور دسیات فارسی کی تکمیل کی۔ اس لئے شاعری کے ساتھ ساتھ علمی فضل و کمال کے جوہر بھی نکلتے تھے۔ آپ کے کلام کے مجموعے لکھنؤ اور حیدرآباد کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ شاگردوں میں خوش طبع آبادی اور، لکھنوی بہت مشہور ہیں۔ ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء میں مقام لکھنؤ انتقال کیا۔

خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی | پاک و ہند کے فارسی گو شعرا میں خواجہ عزیز الدین عزیز ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کے والد خواجہ امیر الدین و ابوالشام دہلی کی تبارت کے سلسلے میں کثیر سے نکل کر لکھنؤ آئے اور

دہلی کے ہو رہے۔ یہ نواب و امیر علی شاہ کا زمانہ تھا۔ خواجہ عزیز بیہوش ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ دولت بے حد تھی مگر سرپرست کوئی نہ تھا۔ اس لئے سب کچھ ناقرب کارشی کی نذر ہو گیا۔ باپ نے عربی و فارسی کی بہت اچھی تعلیم لائی۔ استادوں سے دوائی قلمی دی۔ کام آئی۔ کینٹک کاچ لکھنویں فارسی کے پروفیسر ہو کر اپنے علم و فضل اور بے نظیر فارسی شاعری کی بدولت شہرت حاصل کی۔ ایک دفعہ کشمیر جاتے ہوئے دہلی میں مرزا غائب سے ملاقات ہوئی اور غائب نے آپ کے کلام کی تعریف کی۔ آپ نے تصنیف کردہ کتابوں میں شونہ بدینا، قیصر نامہ، اورنگ زبور، اور ہفت بند عزیز، بہت مشہور ہیں۔ شونہ اور مغان، احباب جی کبھی تھی مگر چھپ نہ سکی۔ وفات ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ دیوان آپ کی وفات کے کئی سال بعد آپ کے سب سے چھوٹے فرزند حافظ خواجہ وحید الدین نے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدے سے پیش لے کر لکھنؤ میں آئری عجیٹ تھے طبع کر یا۔ کلام نہایت شگفتہ اور مستند ہے۔

مفتی کفایت اللہ | مفتی کفایت اللہ صدیق جنت العلماء تھے۔ ہندوئی کا وطن شاہجہان پور تھا۔ آپ کا کوئی بزرگ شیخ جمال الدین سے آکر جو بال میں مقیم ہوا۔ دہلی سے یہ خاندان شاہجہان پور چلا آیا۔ مفتی کفایت اللہ ۱۲۹۳ھ میں

دہلی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد شیخ عنایت اللہ گورنمنٹ تھے۔ مگر بچہ کو عالم دین بنانے کی تمنا دل میں رکھتے تھے۔ پانچ برس کی عمر میں آپ کو حافظ برکت علی کے مکتب میں بٹھایا گیا جہاں قرآن مجید پڑھ کر لیا۔ اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم حافظ نیر اللہ کے مکتب سے اور اعلیٰ تعلیم مولوی اعجاز حسن کے مدرسہ اعجاز میں حافظ بدین خان اور مولانا عبدالحق سے حاصل کی۔ پھر مراد آباد کی شاہی مسجد کے مدرسہ میں جا کر کچھ کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے ۱۳۱۲ھ میں دیوبند چلے گئے جہاں کتب حدیث کا درس مولانا عبدالحق میرٹھی اور مولانا محمود حسن سے حاصل کیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر پانچ سال تک شاہجہان پور کے مدرسہ عین العلم میں کلام کید پڑھا۔ ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی کے مدرسہ میں آئے جہاں ۶ جون ۱۹۲۰ء کو مولوی امین الدین ایروڑی باقی مدرسہ کے انتقال پر اس کے متہم بنائے گئے۔ اس کا مکہ کوہ آفرنگ میں جاتے رہے یہاں تک ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۵ء) میں انہوں نے اپنے گھر واقع کوچہ چیلان دہلی میں انتقال فرمایا۔ آپ نے مسلم لیگ مجلس خلافت اور کانگریس کی تحریکوں میں عملی حصہ لیا۔ معیت میں اٹھائیں اور کئی رسالے اپنی یادگار چھوڑے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن بخجوری | ڈاکٹر عبدالرحمن سید ہمارے صلیح بخجوری کے باشندے تھے۔ آیامِ غالب علمی ہی میں ان کی ہونہار شخصیت کے ملکِ وقوم کی توقعات و اہستہ جوگئی تھیں۔ ان کی قابلیتِ خدا داد اور ذہانتِ قابلِ رشک تھی کہ ہمیشہ چوہِ پندہ زبافل کے ماہر تھے۔ ایسٹ اینڈ ویسٹ میگزین میں ان کا جو مضمون سرودی کی شاعری پر شائع ہوا تھا وہ ان کی نقادانہ شان اور تجربہ ساقی کا ظہور تھا۔ سلسلہ یونیورسٹی کی تاسیس اور اس کے دستورِ اعلیٰ کی ترتیب میں بہت کچھ امدادی۔ ادو ادب کے عاشق تھے۔ بھرپال کے سرکاری کتب خانے سے غالب کے غیر مطبوعہ دیوان کا جو نسخہ دستیاب ہوا تھا اس پر ان کا علمی مقدمہ اردو ادب میں ایک گراں مایہ اضافہ ہے۔ مگر اردو کی یہ بد نصیبی ہے کہ اس کا یہ اختصار دفعہ گار ادب و جمہوری ہی میں موت کی لاپالیوں کی نذر ہو گیا۔

ڈاکٹر عبدالرحمن بخجوری اپنے قابلِ فخر علمی امتیازات اور قابلِ رشک ذاتی اوصاف کے سبب ملک کے ان چند گئے چنے نوالہ میں سے تھے جن پر کوئی ملک بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔

د ظفر علی خاں | ظفر علی خاں نقشبندی میں خلعِ سیاح کوٹ کے ایک گاؤں کوٹ جہڑ میں پیدا ہوئے۔ بیٹا لہ سے میرٹھ کے ادلی گروہ سے ۱۸۹۹ء میں ایف اے کیا۔ ان کے والد کشمیر میں ملکہ ڈاک اور ناول کے افسرِ اعلیٰ تھے۔ انہوں نے بھی اسی ملک میں ملازمت اختیار کی جو زیادہ دیر نہیں دسکی اور پھر علی گڑھ لوٹ آئے۔ یہاں سے بی۔ اے کیا۔ اور وہیں نواب محسن الملک کے پرائیویٹ سیکرٹری بن گئے۔ آپ سیاسی لیڈر ہونے کے علاوہ بہت بڑے ادیب، خطیب، صحافی اور شاعر تھے۔ ان کی تقریروں میں جادو کا اثر تھا۔ تحریکِ خلافت کے سلسلے میں ان کو ایک تقریر کرنے کی وجہ سے پانچ سال قید کی سزا ملی۔ اور پھر ۱۹۳۶ء تک کئی بار قید اور کئی بار رہا ہوئے۔ ان کی مجموعی قید کئی بارہ سال کے قریب ہے طویل علالت کے بعد ۱۹۵۸ء میں فوت ہوئے۔ ظفر علی خاں نے سیاست میں جو کچھ استعمال کیا اور اس کی بنا قومی دھنکی مقاصد پر رکھی۔ اور اس قدرتِ کلام کے بل پر مولانا نے بڑے بڑے مصرعے سر کئے۔ ان کی زود سے اقبال، قائد اعظم، ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، گاندھی جی اور جواہر لال جیوے لوگ بھی نہ بچ سکے۔

ظفر دشرود نو پر کیاں قدرت رکھتے تھے۔ لطائفِ الادب نشر میں۔ اور ہمارستان وغیرہ نظم میں شائع ہوئیں۔

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد | فٹنٹ کرنل ڈاکٹر ضیاء الدین احمد قبیلہ کنہ سے تعلق رکھتے تھے وہ ۱۸۷۷ء میں بنگال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حافظ معین الدین احمد ملہ مال میں ملازم تھے اور انہوں نے تحصیلداری تک ترقی کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو مکتب اور مدرسہ سے لے کر ملی گڑھ اور کیمبرج یونیورسٹی تک کی انتہائی ڈگریاں حاصل کیں اور تاریخ اور ریاضی میں امتیاز حاصل کیا۔ ملازمت میں مدرس سے ترقی کر کے پبلک پرنسپل ایم اے او کالج۔ پھر پروفیسر وائس چانسلر اور آخر میں چانسلر دیکھ کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے چھٹے نمبر پر پہنچے جنھن وقتوں میں مجلسِ قانون ساز آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور انسٹیٹیوٹ ڈیفنس کونسل کے ممبر بھی رہے اور ہر جگہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی۔ دیلوے، مالیات، ٹیکس، تعلیم اور مزدوروں کے مسائل پر ان کی رائے بڑی دقیق ہوتی تھی وہ نادار اور ہونہار طلبہ کی امداد کے لئے طرح طرح کی ترکیبیں سوچتے دیتے تھے۔ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ ان کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ انہوں نے گفتگو کو عہدے دلوائے۔ بیروں گاؤں کو روزگار سے لگایا، بھوکوں کو کھلایا۔ بہت سے مستحقوں کی سفارشیں کیں اور کنتوں کی خالی خالی جیبیں اپنے پاس سے بھریں تاکہ وہ علی گڑھ کی خدمات سے سبکدوش ہونے کے بعد ستر برس کی عمر میں یورپ اور امریکہ کی تعلیمی ترقیوں کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے کہ لندن میں تاج کا حملہ ہوا۔

اور ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو اس جہان فانی سے رحلت کی۔ نابوت ہوائی جہاز کے ذریعے علی گڑھ پہنچا اور ۴ فروری ۱۹۲۴ء کو سرسید کے پہلو میں مغربی جانب دفن کیا گیا۔

سرسید رضا علی | سرسید رضا علی مولانا کے سادہ دھڑی سے تھے۔ ہم اپنی ۱۸۸۵ء کو تعمیر کرائی گئی تھی۔ شروع ہی سے سچے اور ہونہار تھے۔ علی گڑھ سے بی اے ایل ایل بی کر کے وکالت میں نام پیدا کیا۔ محسن الملک کے پرائیوٹ سیکرٹری بنے۔ سیاست میں

شہرت حاصل کی، قومی کاموں میں سرگرم حصہ لیا۔ سرکاری جاہ و منصب کے، بچے مرتبے طے کرتے ہوئے کئی سی بی اے کے خطابات پائے مرکزی اسمبلی کے ممبر، پبلک سروس کمیشن کے رکن، صدر ایف اے، ایف ٹی اور پتہ نہیں کیا کیا ہوئے۔ یورپ، روس اور افریقہ کی سیاحت کی۔ تافان اور سیاست کی خشکیوں کے باوجود ایک خوش ذوق سنجہم اور اچھے نام سے اہل قلم بھی تھے۔ اعمال نامہ کے نام سے آپ جتنی بھی اور اس میں محسن الملک، ذوالمالک، جسٹس محمود، ملک اور مارسیس، سر علی امام، منظر الحق، راجہ صاحب محمود آباد، نواب صاحب دھاکہ، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، ڈاکٹر مرزا، الدین، مولانا شبلی، اکبر آبادی، مولانا محمد علی، شوکت علی سے لے کر ملک کی مشہور شخصیات گورہاں تک خدا معلوم کتنوں کی قیمتی تصویریں اس مرقع میں کھینچ دیں اور کتاب کو اسلامی ہند کی چالیس پچاس برس کی ایک سرسید تاریخ بنادیا۔ ایسی تاریخ جس میں قدم قدم پر شہر و ادب مدائن کو نظر آتے ہیں۔

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی | یہ اردو کے ممتاز ادیب اور بلند پایہ مورخ تھے۔ ۱۸۷۵ء میں صوبہ یوپی کے مردم خیز خطہ نجیب آباد ضلع بمجنور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولانا محمد نادر شاہ خاں

بھی بڑے فاضل بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم گھری میں اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر ایک معمولی مدرسہ کی حیثیت سے زندگی شروع کی۔ پہلے نجیب آباد کے ایک مڈل سکول میں ٹیچر رہے۔ پھر دیوبند گورنمنٹ ہائی سکول میں فارسی مدرس مقرر ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول چھوڑ کر پنجاب آئے جہاں عرصہ دراز تک مختلف صیغوں میں کام کرتے رہے۔ یہیں انہوں نے اپنی پہلی کتاب مرقاة الیقین شائع کی۔ کچھ دنوں دیوبند سکھ کالج اور کول کیمبرج کالج میں پروفیسر رہے۔ ایک ہفت روزہ سے کی ادارت بھی کی اور چند ایام روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر بھی رہے۔ پھر دل برداشتہ ہو کر واپس اپنے وطن نجیب آباد چلے گئے جہاں سے ماہوار رسالہ عبرت جاری کیا۔ اس رسالہ میں اکثر تاریخی مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس کے بند ہونے کے بعد بھی مولانا دینی کتابیں لکھتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۳۳ء کو پیغام اجل آپسچا۔ تاریخ اسلام، آئینہ حقیقت، نمایاں مقدمہ تاریخ ہند، اسلامی سپاہیانہ زندگی، مذہب اور تلوار، معیار العلماء و نظام سلطنت وغیرہ بڑی بلند پایہ کتابیں ہیں۔

مولانا معین الدین اجمیری | آپ ایک نو مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا عبدالرحمان بدایا کے رہنے والے نو مسلم راجپوت تھے۔ والدہ بھی داخل اسلام ہوئی تھیں اور دانا پور

رہاں ان کا گھر تھا۔ مولانا عبدالرحمان ریاست ٹونک میں سیکرٹری گونسل تھے۔ مولانا معین الدین ۲۵/۱۲/۱۹۲۹ء کو دیوبند راجپوتانہ میں پیدا ہوئے۔ قیمت کی خوبی نے مولانا سید مرگات، محمد بیادری، ڈی ٹی سے تلمذ کا رشتہ قائم کر دیا۔ ان سے جمہور علم مقول و مقول کی تکمیل کے بعد علم ریاضی، مولانا لطیف الدین سے حاصل کیا۔ بائیس سال کی عمر میں خود دس قدمیں کا سلسلہ جاری کیا۔ دھانی مسال مدرسہ نغایہ لاہور میں صدر مدرس رہنے کے بعد ۱۹۳۵ء میں اجمیر کو ٹرن کوٹ بنشا اور مدرسہ معین الحق قائم کیا۔ پندرہ سال یہاں درس دیا۔ ۱۹۳۵ء

میں کارپردازان عدسہ سے اختلاف کی بنا پر استعفیٰ دے کر محرم ۱۲۸۷ھ میں دارالعلوم حنفیہ صوفیہ کے نام سے دوسرا مدرسہ قائم کر کے بارہ سال تک اسی مدرسہ کے صدر کو اپنے فیوض علمی و علمی سے سرفراز فرمایا۔ مولانا کی تصانیف میں ترمذی شریف کا ایک ناقام حاشیہ، وجود علم و معلوم، کلی طبیی اور مسئلہ ہر پیکل اور جامع تقریریں، حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی معتقدانہ سوانح عمری وغیرہ موجود ہیں۔ سیاسی تحریکوں میں قید و بند کی منتہیاں بھی برداشت کیں۔ غریب کثیر کے زمانہ میں مجلس احرار کے کئی ممبر رہے۔ آخر ۳۲ سال اجیر میں رہنے کے بعد ساٹھ سال کی عمر میں ۱۰ افریقہ ۱۳۵۹ھ (مارچ ۱۹۳۸ء) میں عاشورہ کے دن اس شہید علم و عمل نے دنیا سے کوچ کیا اور اجمیر والوں نے دہرے محرم کا سوگ منایا۔

نواب ذوالقدر جنگ بہادر

نواب ذوالقدر جنگ بہادر ایم اے بیرسٹر ایٹ لاء بموم سیکرٹری حیدر آباد نواب آغا مرزا بیگ المصطفیٰ بہ نواب سردار الملک بہادر کے صاحبزادے تھے جو اعلیٰ حضرت میراوب علی خاں کے اتالیق اور پھر ایک مدت تک اعلیٰ حضرت کی پیشی کے چیئرمین سیکرٹری رہے۔ نواب ذوالقدر جنگ بہادر ۱۳۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سینٹ جارج گورنمنٹ سکول اور سکالرش ہائی سکول میں حاصل کرنے کے بعد مکمل تعلیم کے لئے حکومت نظام کی طرف سے ۱۳۸۹ھ میں ولایت بھیجے گئے جہاں آپ نے ڈل ہیل لندن و کراشت کالج میں داخل ہو کر ۱۳۹۹ھ میں بیرسٹری پاس کی۔ اور ۱۳۹۹ھ میں حیدر آباد واپس آکر پیسے بھر پور پریذیڈنسی مجسٹریٹ اس کے بعد چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ اور ۱۳۹۹ھ میں پشین جج ہائیکورٹ مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بموم سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ پھر دوسری صحتیوں کا تجربہ حاصل کیا اور آخر میں پھر بموم سیکرٹری ہو گئے۔ آپ کو علم سے خاص دلچسپی تھی ۱۳۹۲ھ میں حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس کے انعقاد میں سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور تاریخ اندلس پر ایک دلچسپ کتاب لکھی۔

ظفر عمر

”بنی چتری اور بہرام کی گرفتاری“ کے مصنف ظفر علی گوہر کے پرانے گریجویٹ تھے۔ وطن نبوٹ ضلع بنڈ شہر تھا۔ ان کے نام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اصل نام ظفر علی تھا۔ ان کے باپ کو کسی شیعہ بزرگ نے طعنہ دیا کہ آپ سنی ہو کر ”علی“ کا چھپا نہیں چھوڑتے۔ اس پر اس کا نام ظفر عمر رکھ دیا گیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد پولیس محکمہ میں ملازم ہوئے اور کاروائی کے نمایاں انجام دئے۔ ان کے جاسوسی ناول اسی زمانہ کے تجربات و مشاہدات پر مبنی ہیں۔ ان ناولوں نے اتنی مقبولیت حاصل کی اور ان سے اتنی آمدنی ہوئی کہ ایک ایک ناول کے نام پر ایک ایک کوٹھی بنوائی۔ بنی چتری، چودوں کا کلب اور لال کشور تینوں کوٹھیاں شمشاد بڈنگ سے ملنے کی طرف جانے والی سڑک پر ہیں۔ بنی چتری میں وہ خود رہتے تھے۔ بڑے وجہیہ آدمی تھے لیکن ایک بار گولی کا نشانہ بنے اور ٹانگ کاٹ دینی پڑی۔ ان کی صاحبزادی اختر حسین رائے پوری سے بیاہی ہوئی ہیں۔ قیسم ہند کے بعد پاکستان آ گئے تھے۔ یہیں انتقال ہوا۔

سید طفیل احمد منگھوری

سید طفیل احمد منگھوری علی گڑھ کالج کے ابتدائی برگ و بار ہیں۔ کالج ۱۳۷۸ھ میں قائم ہوا۔ اس کے چار سال بعد یہ ایتھانی کلاس میں داخل ہوئے اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے ساتھ مل کر قومی کاموں میں جہت لینے لگے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنی عمر کا طویل عرصہ علی گڑھ کالج کے قدیم طلبہ کو متحد کرنے اور ان کی ڈاکٹر کٹری مرتب کرنے میں صرف کیا۔ وہ علی گڑھ کالج کے سرسٹی، مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر، اس کی انتظامیہ مجلس کے رکن اور بارہ سال تک ایجوکیشنل کانفرنس کے انری جوائنٹ سیکرٹری رہے۔ انہوں نے مختلف مقامات پر اسلام سیمینار قائم کرانے کے علاوہ علی گڑھ میں غریب طلباء کے لئے مسلم یونیورسٹی سٹی ہائی سکول قائم کیا جو مسلم یونیورسٹی کے ماتحت اب تک چل رہا ہے۔ اپنی تصانیف اور رسالہ سودمند کے ذریعے

مسلمانوں کو کفایت شماری اور تجارت کی طرف متوجہ کیا۔ چار سال تک سوہرہ قلعہ کی کونسل کے ممبر رہ کر سیاست کا عملی تجربہ حاصل کیا اور ایک کتاب حکمت خود اختیاری لکھی۔ متعدد مضمون رسالے کے علاوہ جو نظامی پریس جاپان نے شائع کئے ہیں وہ مسلمانوں کا روشن مستقبل، کتاب تصنیف کر کے اور وزبان کی تالیف اور سیاست میں ایک نہایت جتنی تھا اور قیمتی تھا۔

منشی پریم چند اصل نام وحیثیت رائے تھا۔ پریم چند کے خاندان مشہور تھے۔ ۱۸۷۷ء میں بنارس کے قریب موضع پانڈے پور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی منزلیں طے کر رہے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عیسیت میں ملازمت اختیار کر کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ادبی زندگی کا آغاز ۱۸۹۷ء میں ہوا جب آپ نے رسالہ مانہ کانپور میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ آپ کا نظم ہندی اور اردو دونوں دریاؤں کا نظم تھا۔ پریم، سیوار، بان، پریم، آتش، رنگ، مجموعہ اور کایا کلپ آپ کے ہندی ناول ہیں جن میں سے سیوار مانہ کانپور ترجمہ بازار حسن کے نام سے دوبارہ طبع میں شائع ہوا ہے۔ رنگ مجموعہ کے ترجمہ کا پلا جتھ چوگان، جتنی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ صنو، ایشوار، پردہ، مجاز، میدان، عمل، خود و خیال اور گوشہ عافیت وغیرہ آپ کے چند اردو ناول ہیں۔ پریم پچیس، پریم تہی، پریم چالیسی، زارہ اور خاک پروانہ آپ کے مختصر افسانوں کے مجموعے ہیں جن میں دیہاتی بھائیوں کی کہانی اپنے شہری جانیوں کو سنانی گئی ہے۔ پریم چند کی زبان کچھ ایسی زیادہ فصیح و بلیغ نہ تھی، بھارت تکلف و بناؤ سے پاک اور حد درجہ سادہ ہوتی تھی۔ ان کی کہانیوں کا اثر ان کی زبان میں نہیں بلکہ ان کے اسلوب بیان میں ہے۔ انہیں - نہ - دیہاتی قربان، ہندوستانی دنیہ و آداب اور ہندی اخلاقی ان بان کی جو تصویریں کھینچی ہیں وہ ہمارے ادبی مرقع کی زندہ جاوید یادگاریں ہیں۔ انہوں نے اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اپنے دوستوں کو آخری سلام کہا اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اصغر گوٹدی اصغر حسین نام، اصغر تھکس اور وطن کو کچھ نوا، مگر نوٹہ میں مستقل قیام کے باعث گوٹدی کہلاتے تھے۔ یکم مارچ ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ باقاعدہ تعلیم کسی مدرسہ میں حاصل نہیں کی۔ اپنے شوق مطالعہ سے عربی، فارسی اور انگریزی میں خاص قابلیت پیدا کی۔ فن شعری میں منشی عیسیٰ احمد صاحب، بگرام، اور منشی امیر اللہ تقی سے منورہ کیا اور نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل کی۔ ان کے کلام میں مناسبت اور سنجیدگی اور انداز بیان میں شگفتگی اور رنگینی پائی جاتی ہے۔ نظموں میں فارسی الفاظ اور محاورات کی کثرت ہے مگر روانی برابر موجود ہے کچھ دلوں لاہور کے ادارہ اردو مرکز میں رہ کر ادبی خدمت کی پھر انڈین پریس آباد چلے گئے تہی زمانہ میں ہندوستانی اکیدیجی کے رسالہ ہندوستان کے ایڈیٹر رہے۔ ۲۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو انتقال ہوا۔ نہایت متقی، پرہیزگار اور درویش صفت انسان تھے۔ تصوف سے خاص لگاؤ تھا۔ نشاط روح اور سرور زندگی ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔

حسرت موہانی حسرت ۱۸۸۷ء میں قصبہ موہان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔ اس دیہاتی زندگی کی سادگی اور مصروفیت کے نقوش ان کی زندگی پر گہرے ثبت ہیں۔ انہیں بچپن ہی سے شعر و سخن کا شوق تھا۔ بڑے ذہین اور طباع تھے۔ علی گڑھ سے بی۔ اے پاس کیا۔ پانچ بار راج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ علی گڑھ کے زمانہ تعلیم سے ہی ان کا رجحان سیاست کی جانب تھا۔ وہ قومی تحریکوں میں خاص دلچسپی لیتے تھے اور اکثر حکومت کے صبر استبداد کے خلاف سرگرم سخن رہتے۔ اسی وجہ سے انہیں جیل کی سزا سنائی۔ ۱۹۱۷ء میں انہوں نے "اردوئے معلیٰ" میں ایک مضمون "مصیرین" انگریزوں کی پالیسی، شائع کیا جس کی وجہ سے ڈیڑھ سال کی سزا پائی۔ ۱۹۱۷ء میں پھر قانون تحفظ ہند کے تحت ان کو نظر بند کر دیا گیا۔

لیکن مکی کی شفت کے ساتھ انہوں نے شتی سخن بھی جاری رکھی۔ وہ عززل میں نئے رنگ اور نئی طرز کے موجد ہیں۔ مٹی
۱۹۵۱ء میں ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

خان بہادر سید رضا علی وحشت

سید رضا علی نام، وراثت تخلص تھا۔ ان کے جد امجد عظیمہ غالب علی نے اپنے آبائی وطن
مٹی سے نکل کر کوٹلی، گلگتہ، ایس سکونت اختیار کی۔ آپ کے پدر بزرگوار حکیم مولوی شمشاد
شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے۔ وحشت ۱۸ نومبر ۱۸۸۱ء کو بمقام گلگتہ پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں مدرسہ عالیہ گلگتہ سے انٹرنس پاس کیا لیکن مطالعہ
کتب سے امتیازی مستند حاصل کر لی۔ انگریزی لٹریچر سے بھی خاصی دلچسپی رہی۔ اس زبان میں ان کی درسی کتابیں انگلیزوں کو اردو سیکھانے
میں بڑی مدد گار ثابت ہوئیں۔ کچھ عرصہ پرنسپل آف میٹرک و فیرلٹنٹ میں چیف مولوی کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۲۰ء میں جب
اسلامیہ کالج گلگتہ قائم ہوا تو اردو فارسی کے پروفیسر بن کر رہے۔ ۱۹۲۵ء میں پشین کی پشتونہ کی قیام گاہ کے بعد چھاکر رشتی پاکستان
چلے آئے۔ وہیں فوت ہوئے۔

۱۹۲۵ء یعنی پندرہ برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کیے۔ ابد القاسم، محمد ظہار الحق شمس کی شاگردی اختیار کی۔ ۱۹۱۷ء میں پہلا دیوان
شائع ہوا جس کے آخر میں فارسی کلام بھی ہے۔ ۱۹۵۱ء میں وحشت کا دوسرا دیوان تراشہ وحشت لاہور سے شائع ہوا۔ ان کے شاگرد
پاک و ہند کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔

محفوظ الحق

خان بہادر پروفیسر محمد محفوظ الحق، جنوری ۱۹۱۰ء کو بمقام سدا شدہ پور ضلع پٹنہ صوبہ بہار پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں
گلگتہ یونیورسٹی سے ایم اے فارسی کا امتحان ورنہ ان میں پاس کر کے پٹنہ لڑن کالج میں اور اس کے بعد ریڈنسی کالج میں
فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ گلگتہ یونیورسٹی کے شعبہ جات عربی، فارسی، اسلامی تاریخ و تمدن سے بی راجتہ رہے۔ فارسی زبان و ادب
کے جید عالم تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے دار نکوہ کی مشہور فارسی تصنیف مجمع البحرین انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کی۔ شہر شہناہ باہر
کے فرزند میرزا کامران کا فارسی دیوان قابل قدر مقدمہ کے ساتھ طبع کرایا۔ اس مقدمہ کا خلاصہ انگریزی زبان میں بھی اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے
بعد اسی اے ڈارے پرنسپل اسلام آباد کالج گلگتہ اور پروفیسر عبدالقادر کے تعاون سے امین، حمد رضی کی تاریخی و جغرافیائی سائیکلو پیڈیا
کی پہلی جلد کو انگریزی میں منتقل کیا جو ہفت طبع کے نام سے ۱۹۳۳ء میں چھپی۔ رباعیات عمر خیام کا دلکش ترجمہ ۱۹۳۴ء میں اشاعت
پذیر ہوا۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ کی زندگی ہمیشہ اردو، عربی و فارسی ادبیات کی تحقیق و تنقید کے لئے وقف رہی۔
رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے رکن، اس سوسائٹی کے جوائنٹ فیلو ویکل سیکرٹری گلگتہ کے مشہور انگریزی ادبی رسالہ بنگال پارسٹ
ایڈیٹریٹ کے ایڈیٹر، مسلم انٹی ٹیوٹ کے سیکرٹری اور ایران سوسائٹی کے ممبر بھی تھے۔ آخر ۱۹۶۰ء کو بمقام گلگتہ انتقال ہوا۔

مولوی ہمیش پرشاد

مشرقی زبانوں میں فارسی فوہر مسوں میں عواما مقبول رہی ہے اور بے شمار ہندو اور سکھ مشی فاضل و راہب
فارسی مل جاتے ہیں مگر عربی میں جہی ہندو نے سب سے پہلے فضیلت کی سند حاصل کی وہ ہمیش پرشاد تھے
انہوں نے ادبیش کالج لاہور میں داخل ہو کر باقاعدہ عربی پڑھی اور مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ کے ساتھ پاس کیا۔ اسی بنا پر مولوی ہمیش پرشاد کے نام
سے مشہور ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں مشرقی صوم کے پروفیسر ہو گئے۔ غالب ان کا مقبول شاعر تھا۔
انہوں نے غالب کے مطالعہ میں اپنی عمر عزیز کا بہترین حصہ صرف کیا۔ غالب ہی پر بڑی محنت اور خلوص سے تحقیقی اور تنقیدی مقالے

۱۔ اور خطوط غائب کی جمع و ترتیب میں خاص کام کیا یہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں مگر جب تک مالک زندہ ہے مولوی حبیب پرشاد ابھی زندہ رہے گا۔

شی شاہجہانپوری

سید ظہور احمد نام، خوشی تخلص اور شاہجہانپور وطن تھا۔ پچیس ہی سے بڑے ہیں تھے۔ مختلف قابل اساتذہ سے عربی و فارسی کی تحصیل کی۔ ہندو اصناف میں وہ مولانا سید سلیمان مدنی کے مدرس تھے۔ لکھنؤ میں۔ زاب حسن الملک مرحوم نے دارالعلوم کاما سنڈ کیا۔ نو سید سلیمان مدنی کے ساتھ انہیں بھی امتحان پیش کیا گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہیں اخبار نویسی شروع کی۔ کچھ عرصہ پسہ اخبار لکھ رہے تھے۔ پھر رسالہ دین و دنیا دہلی کی ادارت کی اور اسے رنگارنگ دیکھنے والے کا کھڑا کرتے۔ ایسی عوام پسند روش پر ڈال دیا کہ آج تک ہر رنگ و خیال کے لوگ اسے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ دہلی سے رسالہ جلی بھی ان کی ادارت میں آیا۔ وہ شروعاتی دوروں پر تیار رہتے۔ نظمیں، غزلیں اور ناسنے سب ہی لکھتے تھے۔ چند کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں فلاح دین و دنیا بڑی مقبول تھی۔

ایک دفعہ دوسری کتابوں کے نام یہ ہیں۔ آفتاب مجلس، افروز پارٹا، بوی کے فراتس، تغیبہ سورۃ طہ، حجاج بی یوسف، محبوبہ کر بلا، دیات تجارت، ادا جان ناصر، عروس مصر، معرکہ فرائض، پر اہل و دو شینہ، جینہ کے ہوش، رہا کارنامے، رہبر زندگی، فن شستار، میاں بوی، اضرہ زین، مولانا دگی، عروج قابل وغیرہ۔

دادا بلگرامی

سید اولاد حسین نام، شادان تخلص، بلگرام ضلع برہم پور، دہلی (دہلی) وطن تھا۔ ان کا نسب اکیس واسطوں سے سید جلال الدین، بخاری، بلگرامی تک اور تین واسطوں سے حضرت امام علی نقی کے بیٹے جعفر قراب تک جاتا ہے۔ بخار میں جہاں گشت بھی ان کے اجداد سے ہیں۔ سید اولاد حسین بن سید فضل حسین ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں کوآت ج آ رہے ہیں پیدا ہوئے جہاں ان کے دادا مولوی ذرا حسین دکانت کرتے تھے۔ ابتدائی فارسی اپنے دادا سے اور عربی صرف نوحہ شرح تہذیب تک منطق مولوی مرزا ابوالقربان کشمیری سے لکھو اگر پر طبعی۔ پھر انگریزی سکولوں میں داخل ہو کر انٹرنش تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۰۷ھ میں مدنی کا پیشہ اختیار کیا مگر تعلیم جاری رکھی اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات میں کئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں کام کیا۔ ۱۳۱۹ھ کو مدرسہ عالیہ رام پور میں فارسی کے مدرس ہو گئے۔ کئی سال برٹیش کالج لاہور میں رہے اور صد شاگردوں نے فیض حاصل کیا۔ شاعری میں سید محمد مصطفیٰ عرف لدان صاحب غوثیہ لکھنوی نے شاگرد تھے۔ دودہ نادرہ کی شرح لکھی۔ اس کے علاوہ رسالہ فلسفہ زبان و فلسفہ خواب، تنقید تنوی، انگلہ انیم، مضمون بلیک رس ڈیٹر مرہون، شرح فن معاد معیات، حدائق البلاغت شرح معانی جامی، شرح نورس ظہوری و شرح تاریخ و صفات وغیرہ بھی چھپ چکی ہیں۔

جباب اکبر آبادی

عاشق حسین نام، سیاب تخلص اور آگرہ وطن تھا۔ ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ عربی ادب، اصول منطق اور فارسی کی تحصیل کے بعد انگریزی پڑھی۔ ایف اے میں تھے کہ آپ کے والد محمد حسین صدیقی فوت ہو گئے۔ آپ تعلیم ترک کر کے ریو سے میں مقیم ہو گئے مگر شعرو شاعری کا شوق غالب آیا اور ملازمت چھوڑ کر زبان و ادب کی خدمت شروع کر دی۔ بے رسالہ جمع جاری کیا۔ پھر ڈیڑے ہجرت کر کے اخبار کے ایڈیٹر ہو گئے۔ بعد میں پیمانہ، نثر، تاج اور شاعر نو نکالے۔ نظم و نثر پر تیار تھے۔ ناعری میں درج کے شاگرد اور سیکرٹری شاگردوں کے استاد تھے۔ خوش فکر اور پرگشت تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۸۰ تا ۹۰ تک پہنچتی ہے۔ نظموں

اور غزلوں کے کئی مجموعے بنسناں، مہربانے کہن، کلیم چم، بادہ دوشین، نشید نو، ساز و آہنگ، سر و دھم، زفر غم، کارِ امروز وغیرہ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ تعلیم ملک کے بعد کراچی میں تیسرے ہو گئے تھے۔ یہاں سے ماہنامہ پرچم جاری کیا آخر یہیں چار ماہ قاری میں مبتلا رہنے کے بعد ۱۹۷۱ء برس کی صوفی میں اسرارِ جنوری ۱۹۷۱ء کو انتقال کیا۔ ان کے آخری زمانہ کا شعر ہے۔

یہ ہے مکتب اک، بالغتہ بہ افسانہ کیا کہنے

وطن سے کچھ غربت میں چلے آنے پہ کیا گزری

آپ مرزا محمد عرفان خاں ۱۹۱۷ء کو قومی تحریکات نے درسِ تدریس کی کرسی سے اٹھ کر قومِ ملت کی خدمت میں نکلا دیا۔ ۱۹۳۳ء اور ۱۹۷۲ء میں ملاؤں کے فتنہ اور تدارک کے موقع پر مختلف خدمت کی بیسیوں میں ان کے علاقوں میں بھر کے یہاں سے پیدل سفر کیا اور جان کی بازی لگائی۔ ۱۹۷۲ء کے بعد جمیعت العلماء دہلی سے وابستہ ہو گئے۔ شریف حمزہ اور ابنِ سود کی ملائی کے زمانہ میں حمزہ جاکر معاملات کی تحقیقات کی۔ پھر ۱۹۷۲ء میں موتمرِ اسلام کی شرکت کے لئے گئے۔ اسی مصروفیت میں ان کی زندگی کے آخری سال بسر ہوئے۔ قومی تحریکوں کے سلسلہ میں قیدی ہوئے اور اسی قید میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً پچاس برس کی عمر پاکر کئی عرصہ عین انتقال کیا۔ بنائیت دوست پرورد، ہنس نگہ، ظریف، مہمان نواز اور فیاض تھے۔ تمام عمر مجتہد رہے۔ فقر و فاقہ کی حالت میں بھی خودداری کو کاتھ سے نہ جانے دیا۔

مرزا فرحت اللہ بیگ

مرزا فرحت اللہ بیگ کے آباؤ اجداد شاہ عالم ثانی کے عہد میں ترکستان سے ہندوستان آئے اور دہلی میں آباد ہوئے جہاں وہ ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مرزا شمس اللہ بیگ تھا۔ دہلی کے مختلف کنبوں اور مدد رسوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندو کالج میں داخل ہو کر ۱۹۰۵ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۷ء میں حیدر آباد گئے اور ایک مدرسہ میں تدریس ہوئے۔ پھر بایکورٹ کے ترجم سے ترقی کرنے کرنے اسسٹنٹ سوم جیکوٹری کے عہدے تک پہنچ گئے۔ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے اپنا سب سے پہلا مضمون رسالہ افادہ اگرہ میں لکھا۔ ۱۹۳۲ء سے باقاعدہ لکھنا شروع کیا۔ اگرچہ انہوں نے مزاحیہ رنگ میں مضمون نویسی کی ابتدائی مگر بعد میں ہر قسم کے مضامین لکھے۔ سوانحی، افسانوی، تنقیدی، اصلاحی، معاشرتی، گورنر، مزاحیہ رنگ سب میں نمایاں رہا۔ ان کے مضامین کے ساتھ مجموعے مضامین فرحت کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ ان کی صاف، ہلستہ اور سلیس عبارت میں نہایت لطیف اور سنجیدہ ظرافت ہوتی ہے۔ اس فن کے وہ امام تھے۔ ان کی نظموں، غزلوں، رباعیوں کا مجموعہ ”میری شاعری“ کے نام سے شائع ہوا ہے مگر ان میں بھی مزاحیہ رنگ نمایاں ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۴۶ء کو ہوا۔

”فانی“ شوکت علی خاں فانی ایک ایسا انسان تھا جسے زندگی نے قدم قدم پر شکست دی، جسے قسمت نے ناکامیوں اور نامرادیوں کے سوا کچھ نہ دیا۔ جسے پیاس بجھانے کے لئے دیا جائے راحت میں سے ایک قطرہ بھی نہ ملا۔ پھر اگر کوئی ایسا انسان زندگی

کی حسین بہاروں سے منہ موڑ کر موت کی سنسان راہوں پر آٹھ ٹوکیا تب ہے۔ اور اب اگر وہ زندگی کو دلوانے کا خواب نہ بکھے تو آخر کیا بچے۔ فانی محبت میں ناکام رہے زندگی گزارنے کے لئے کوئی کامدار کرنا چاہا پھر ناکام رہے۔ گھبرا کر لکھنے چھوڑا اگرچہ چلے آئے۔ لیکن یہ ہوا بھی راس نہائی۔ دل بھلانے کی خاطر ایک ماہ نامہ ”تسلیم“ جاری کیا لیکن کسی ناکام انسان کا رسالہ کیوں کر کامیاب ہوتا۔ علامت کی تلاش میں ایک مدت تک مارے مارے پھرنے کے بعد آخر حیدر آباد میں ایک سکول کی ہیڈ ماسٹری ملی لیکن قسمت کو یہ کہاں

گوارا تھا کہ نانی بھی اسوگی کے سانس لے سکے آخر یہ جیٹ ماسٹری بھی چھین لی گئی۔ — ہر چیز کی کوئی نہ کوئی حد ہوتی ہے۔ مگر نانی کی زامروادوں کی کوئی حد نہ تھی۔ آخر نانی دنیا سے بیزارہ زندگی سے بدظن، بدستوں سے بدگمان ہو کر اپنی زامروادوں کے بحرِ عمیق میں ڈوب گئے۔ نانی نقص کی طرح تمام زندگی درد و ہزار آگ کا تار مار اور آخو گاتے لگانے ایک دل جل کر صدمہ ہو گیا۔ اب خدا کو کسے نانی کی خاک سے نقص کی طرح کوئی اور نانی پیدا نہ ہو۔

ان کی پیدائش ۱۳ ستمبر ۱۸۷۹ء کو اور وفات ۲۸ اگست ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔

سید انور حسین آرزو لکھنؤی
سید انور حسین عروت مخدوم صاحب مرزا کر حسین یاس لکھنؤی کے منجھلے مہاجر اوسے تھے۔ ان کے جدا علی خراب سید جان علی خاں الخاں صاحب بہ نواب تہود خاں اور نگ زیب کے

عہد میں اپنے والد بہ شہام علی خاں کے ہمراہ ہرات سے ہندوستان آئے اور اجیر میں قیام کیا۔ نواب تہود خاں کے پوتے نواب حسین خاں المعروف بہ نواب مرزا گل بیگ اجیر سے لکھنؤ آئے۔ یہاں لاہور کی بارہ درہی میں میرزا کر حسین یاس کا قیام تھا۔ آرزو کی ولادت ۱۲۸۹ھ کو ہوئی۔ والد بھی شاعر تھے اور بھائی میر یوسف حسن قیاس بھی نظمیں کرتے تھے۔ چھڑے ماحول اور لکھنؤ کے مشاعروں نے آرزو کے نغزاتِ شعری کی تربیت کی۔ جلال لکھنؤی کے شاگرد تھے اور استاد بی کے رنگ میں شعر کہتے تھے۔ ۱۳۲۶ھ میں جلال کا انتقال ہوا۔ دو سال بعد ۱۳۲۸ھ میں جلال کے شاگردوں نے انہیں استاد کا جانشین تسلیم کیا۔ آخری عمر میں نظمیں لکھنے کے اصرار سے فلمی لگانے لگے۔ کچھ عرصہ یو تھیرس کلکتہ میں رہے پھر اسی گردش میں بمبئی پہنچے۔ وفات سے قبل کراچی چلے آئے اور یہیں ۱۹۵۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔ آرزو کا پلا دیوانِ فغان آرزو ۱۳۳۲ھ میں شائع تھا۔ دوسرا جہان آرزو کے نام سے نظامی پریس لکھنؤ سے ۱۹۳۶ء میں طبع ہوا۔ بہت سے دورے بھی کیے جو مقبول ہوئے۔

مولوی سید ممتاز علی
شمس الصلا مرزا سید ممتاز علی ۱۲ ستمبر ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ افغان سے بہرون عید میلاد النبی کا خاص طور پر ایک

عید میلاد کی اشاعت کرتے رہے۔ ۱۹۵۵ء کو عید میلاد ہی کے دن انتقال ہوا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی برکت تھی۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم دولہ پور میں مولانا محمد حسن نانوتوی کی نگرانی میں ہوئی۔ شیخ الہند مولانا محمد واعظ مرحوم دہلی میں ان کے ہم سبق تھے۔ ۱۸۹۷ء میں انگریزی کی تحصیل شروع کی۔ ۱۸۹۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان دیا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ کچھ عرصہ پنجاب چیف کورٹ میں مترجم رہے۔ پھر سرسید نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ ۱۸۹۹ء میں مولانا نے لاہور میں روزنامہ "عام" کے نام سے ایک مطبع، دارالاشاعت پنجاب، کے نام سے ایک کتاب خانہ اور "تہذیب نسواں" کے نام سے زنانہ اخبار جاری کیا اور تعلیم نسواں کی نہایت مفید خدمت انجام دی۔ ۱۹۰۹ء میں آپ نے بچوں کے لئے "بچوں"، اخبار جاری کیا جو اب تک سرکاری دفتر سرکاری حلقوں میں مقبول ہے۔ مولانا نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں "شوقِ نسواں"، "زاد و معاد"، "رد الملاحہ"، "تذکرۃ الانبیاء"، "شیخ حسن دینہ پور" ہیں لیکن آپ کا سب سے بڑا علمی اور دینی کارنامہ "تفصیلِ لبیان" ہے۔ یہ آیاتِ قرآنی کی ایک مصوٰطہ نہرِ سحر ہے جو معانی و مطالب کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے۔ آپ کے لائق فرزند سید عبد علی اور سید امتیاز علی تاج اب تک آپ کے کام کو نہایت کامیابی سے چلا رہے ہیں۔

حافظ محمد اسلم حیراج پوری
مولانا محمد اسلم حیراج پوری ہماری بزمِ علم و ثقافت کے دورِ عیشیں کی یادگار تھے۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو موضع حیراج پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی سلامت اللہ

ریاست جہاں میں حکمہ تعلیمات کے انسر تھے۔ انہوں نے قرآن مجید حفظ کرانے کے بعد مشہور استادوں سے عربی و فارسی کی تعلیم دلائی اور پھر درس نظامیہ کی جملہ کتب خود پڑھائیں۔ تعلیم سے فارغ ہو کر پیسہ اخبار لاہور میں مترجم مقرر ہوئے۔ دو سال بعد وہاں سے علی گڑھ کالج میں چلے گئے پھر مسلم یونیورسٹی سے تعلق ہو گئے۔ ایک زمانہ میں ان کے مقالات کی بڑی دھوم تھی۔ ۱۹۲۱ء کی تحریک ترک سوالات کے زمانہ میں آپ نے علی گڑھ کالج چھوڑ کر جامعہ ملیہ میں شرکت اختیار کی اور تادم مرگ اسی سے وابستہ رہے۔ آخر جنوری ۱۹۵۶ء میں جامعہ نگریہ کی خاک میں آرام کیا۔ مولانا بانا تادمہ اور وسیع المطالعہ عالم، قنوت ہند، گوشہ نشین، متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے، آپ کی ایضاً میں تاریخ الامت کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب چھوٹی چھوٹی رات جلد دل میں رہے۔ اس کے علاوہ چند ادبی اور تعلیمی مضامین اور سوانحی تالیفات مثلاً حیات جامی اور حیات حافظ بھی ان کی یادگار ہیں۔ قرآن مجید کا مطالعہ بڑے شوق اور مشغف سے کرتے تھے۔ جس کا ثبوت تاریخ القرآن اور تعلیمات قرآن وغیرہ کتب سے ملتا ہے۔

”محمد شیرانی“ محمد شیرانی اکبر ۱۳۸۰ھ میں مقام ٹونک پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر ۱۳۹۹ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور آئے اور سنٹرل ماڈل سکول میں داخل ہوئے۔ لیکن انگریزی اور ریاضی سے مناسبت نہ تھی اس لئے انڈینل کالج میں داخل ہو کر ۱۳۹۹ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۳۹۳ء میں بیر برٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان گئے۔ والد کے انتقال کی وجہ سے ان کا بیوی بند ہو گیا۔ جونز کینی نے آپ کو مشرقی مخطوطات اور دوسری قدیم اشیاء کی خرید پر مامور کر دیا کچھ اس سے اور کچھ دینے کی مدد سے ان کی مالی حالت اچھی ہو گئی۔ ۱۳۹۸ء میں تھوڑی مدت کے لئے ہندوستان واپس آئے مگر بنگلہ عظیم کی وجہ سے پھر نہ جاسکے۔ انہیں مخطوطات اور نادر کتب جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ پیسہ اسلامیہ کالج لاہور اور پھر انڈینل کالج لاہور میں ملازمت کی۔ ان کی مشہور تصانیف دو پنجاب میں امداد اور تنقیدی شعر الجم، ہیں آخر ۱۹۳۳ء میں انتقال ہوا۔

سرمحمد یعقوب سرمد آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد مولوی محمد اسماعیل وکیل شاہ جہان پور نہایت نیک، متین اور دین دار بزرگ تھے۔ مدوۃ العلماء کے رکن تھے اور ۱۳۸۰ء کی تبلیغی تحریک میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سرمحمد یعقوب نے اگرچہ انگریزی تعلیم حاصل کی۔ مگر نہ ہی ذوق درویش پایا۔ وہ بڑے خوش قسمت تھے۔ مراد آباد کی وکالت سے لے کر کونسل کی صدارت تک انہوں نے ترقی کی۔ پھر سرکار نظام کے شیرازہ اصلاحات بھی رہے۔ نومبر ۱۳۸۰ء میں انتقال کیا۔ بڑے خوش خلق، تواضع وینہ تھیں مزاج اور کشادہ دست تھے۔

مولانا تاجور نجیب آبادی احسان اللہ خاں نام، تاجور تخلص۔ وطن نجیب آباد۔ والد کا نام محبت اللہ خاں تھا۔ ۱۳۸۹ء میں بمقام مینی ٹال پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دیوبند سے فضیلت حاصل کی پھر ۱۳۸۰ء میں لاہور آکر انڈینل کالج سے مولوی فاضل اور منشی فاضل پاس کیا۔ پیسہ دیال سنگھ ہائی سکول میں انڈینل ٹیچر بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد دیال سنگھ کالج میں پرنسپل ہو گئے اور بقیہ زندگی درس و تدریس میں گزارنے کے بعد ۱۳۹۵ء کو لاہور میں انتقال کیا۔

مولانا شاعر، ادیب اور صحافی کی حیثیت سے بہت مشہور تھے۔ ۱۳۸۰ء میں لدھیانہ سے ماہنامہ آفتاب اردو جاری کیا اور ۱۳۸۱ء میں تاج الکلام۔ ۱۳۸۶ء میں لاہور آکر پانچ سال تک مخزن کی ادارت کی۔ ۱۳۸۶ء میں ہمالیوں کے جاسٹس ایڈیٹر مقرر ہوئے کچھ عرصہ بعد انہوں کے لئے پریم جاری کیا۔ ۱۳۸۹ء میں رسالہ ادبی دنیا نکالا جو آجکل مولانا صلاح الدین کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔

۱۹۳۲ء میں شاہکار جاری کیا جو بڑا بلند پایہ رسالہ تھا۔ عیسوی ۱۹۳۲ء میں صدر کے قتل سے اردو مرکز قائم کر کے اردو نظم و نثر کا بہترین انتخابات ۴۴ جلدوں میں شائع کیا۔ مگر ان کے کلام کا مجموعہ آج تک شائع نہیں ہوا۔

باس بیگانہ چنگیزی لکھنوی | مرزا داؤد حسین جن کا تاریخی نام مرزا افضل علی بیگ تھا۔ پہلے باس تخلص کرتے تھے مگر بعد میں شملے لکھنوی کی لاگ سے لگاؤ تخلص کرنے لگے ان کے ورث اعلیٰ مرزا حسن بیگ چشتاٹی اپنے بھائی

مرزا مراد بیگ کے ہمراہ ایران سے ہندوستان آئے۔ مرزا حسن علی بیگ صاحب سیف تھے اور دورِ منہج میں انہیں قطب آباد میں جاگیر ملی جو یاس کے والد مرزا پیار سے صاحب کے زمانہ تک تقسیم ہوتے ہوئے ختم ہو چکی تھی۔ مرزا داؤد حسین کی ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ دورِ سیات فانی کی تکمیل کے بعد انگریزی پڑھی۔ شاعری میں سید علی خاں پنجاب اور شکوہ استفادہ کیا ۱۳۲۵ھ میں لکھنؤ جا کر مشایخِ برج میں شہزادہ مرزا محمد مقیم بہادر کے صاحبزادہ کی اسے اتالیق مقرر ہوئے مگر ۱۳۲۸ھ میں صحت کی خرابی کے باعث لکھنؤ چلے آئے۔

۱۹۱۲ء میں یاس کے کلام کا پہلا مجموعہ نشر باس شائع ہوا۔ جب مولانا تاجور نجیب آبادی نے لاہور میں اردو مرکز قائم کیا تو مرزا باس کو لاہور بلا لیا۔ یہیں ان کی کتاب نکات وحدانی شائع ہوئی پھر دوسرا مجموعہ گنجینہ کے نام سے شائع ہوا۔ مگر ان کی شاعری کی تمام نوبتیں غالب کشمی کے جذبے میں دب کر رہ گئیں۔ انتقال ۱۹ فروری ۱۳۵۹ھ کو ہوا۔

نوبت رائے نظر | نوبت رائے نام، نظر تخلص تھا۔ لکھنؤ کے کاشمیر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ فانی اور داؤد انگریزی خوب جانتے تھے۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ آغا مظہر لکھنوی کی شاگردی اختیار

کی۔ ۱۸۹۶ء میں لکھنؤ سے رسالہ خدنگ نظر جاری کیا جو سات ماں بعد بند ہو گیا۔ ۱۹۰۵ء میں رسالہ زمانہ کانپور کے مدیر معلون مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۵ھ میں اس سے الگ ہو کر اخبار آزاد کی عنوان ادارت سنبھالی۔ زبانِ بدھ لکھنؤ جا کر بد تقریر کی، ایڈیٹری کی۔ پھر ادھر اخباریں چلے گئے۔ لیکن صحت کی خرابی کی بنا پر وہاں سے جی تعلق منقطع کر لیا۔ آخر میں کچھ عرصہ اخبار خادم ہند کے ایڈیٹر رہے۔ اعلیٰ پایہ کے انشا پرداز ہونے کے علاوہ خوش نویس اور مصور بھی تھے۔ ۱۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو انتقال کیا۔ نہایت سادہ مزاج اور خوش خلق تھے۔ بقول منشی دیانرائیں نجم فطرت سے انہوں نے علم و ادب کے لئے نہایت موزوں طبیعت پائی تھی۔ قدرت نے انہیں نہایت تسنہ و تسلیم و حق سخن عطا کیا تھا۔ بچپن میں ان کو صحبت بہت اچھی ملی جس سے طبیعت میں رفعت، مزاج میں منانیت اور عادت میں سنجیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ سن بلا کا تھا مہیار خیال بہت اونچا اور طبع نظر نہایت بلند تھا۔

قاضی عبدالغفار | مراد آباد کے رہنے۔ رہے تھے۔ علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ اپنی ادبی اور سیاسی زندگی کا آغاز یکم جون ۱۹۱۲ء سے ہمدرد دہلی میں مولانا محمد علی جوہر کے مددگار کی حیثیت سے کیا۔ جب مولانا محمد علی کی صحت بگڑنے لگی تو

ہمدرد اور کامریڈ کے سلسلے میں زیادہ تر ذمہ داریاں انہیں پر آ پڑیں۔ مولانا کی نظر بندی کے بعد قاضی صاحب لکھنؤ چلے گئے اور وہاں سے زمانہ جمہور جاری کیا۔ اس کے بعد حیدر آباد جا کر روزانہ پیغام نکالنا شروع کر دیا جو دس پندرہ سال تک جاری رہا۔ ان کی ادبی شہرت کا آغاز لیلیٰ کے خطوط سے ہوا جو سب سے پہلے نیرنگ خیال لاہور میں چھپنے شروع ہوئے۔ اس کے بعد ان کی کتابیں جنوں کی ڈائری اور تین پیسے کی چھوڑی بہت مقبول ہوئیں۔ ترجموں میں ”اس نے کہا“، فیصل جبران کا آزاد اور ترجمہ اور ”سب کا درخت“، گلزارِ دہلی کا ترجمہ بہت مشہور ہیں۔ سوانح نگاری میں ”آثارِ جمال الدین“، ”حیاتِ اجل“ اور ابوالکلام آزاد جیسی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ تنقیدی

مضامین بھی بکثرت لکھے گمان کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ عمر کے آخری دنوں میں علی گڑھ اگر انجمن ترقی اردو (ہند) کے سیکرٹری اور اس کے ہفتہ وار ترجمان مد ہمدانی زبان "کے مدبر کی حیثیت سے قابل تدریج خدمات انجام دیں۔ آخر ۱۹۵۳ء کو ۶۲ برس کی عمر میں علی گڑھ میں انتقال کیا اور یونیورسٹی کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

علامہ عبداللہ یوسف علی

آپ کا نام عبداللہ اور آپ کے والد کا نام خاں بہادر یوسف علی شجاع الدین تھا۔ باپ کا نام ساتھ ملا کر آپ عبداللہ یوسف علی کہلاتے تھے۔ بیٹی کے قریب شہر سورت میں ۲۲ محرم الحرام ۱۲۸۵ھ مطابق ۴ اپریل ۱۸۶۸ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیمی زندگی مدرسہ انجمن اسلام بیٹی سے شروع کی۔ ولسن کالج بیٹی سے بی۔ اے کی ڈگری لی اور کیمبرج یونیورسٹی سے ایم اے اور بیرسٹری کے امتحانات پاس کر کے ۱۹۰۵ء میں انڈین سول سروس میں داخل ہوئے۔ بی بی کے صوبہ میں اسسٹنٹ جج مقرر ہوئے۔ لے کر کلکتہ کی اور ججی ملک کے عہدے پر سرفراز ہوئے۔ بعد فنانشل نوپاؤں میں حکومت ہند میں انڈیا سیکرٹری مقرر ہوئے۔ پھر حیدر آباد میں میٹروپولیٹن کالج کے صدر المہام کی حیثیت سے تشریف لے گئے جہاں سے فارغ ہو کر انگلستان چلے گئے اور ۱۰ سال بیرسٹری شروع کر دی۔ قیام انگلستان کے زمانہ میں آپ نے ایشیا اور یورپ کی متعدد زبانیں سیکھیں اور ان زبانوں کے اخبار و رسائل میں نہایت فاضلانہ مضامین لکھ کر اپنی قابلیت کا ثبوت کیا۔ ڈیڑھ زبان میں آپ نے ایوریوشن آف انڈین کلچر اور جرنل زبان میں انڈیا اور یورپ نامی کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد ہندوستان چلے آئے اور اسلام آباد کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ تین سال بعد ولایت گئے اور کچھ عرصہ دہلی قیام کرنے کے بعد پھر آکر اس کالج کی خدمت میں ممدورت ہو گئے۔ اس عرصہ میں انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور یہ ان کا آخری مہم بالمشان کا نام ہے۔ آخری عمر میں پھر انگلستان میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہیں طویل علالت کے بعد ۱۰ دسمبر ۱۹۵۳ء کو لندن کے ایک ہسپتال میں انتقال فرمایا۔

بہادر یار جنگ نواب بہادر خان

نواب بہادر یار جنگ بہادر خان کا نام آتے ہی ایک خوبصورت نوجوان شائش شباش (۱) متبسم چہرے، صریح و نمودار جسم، خوبصورت اور دل فریب قد بالا کے ساتھ حیدر آباد میں شیردازی اور ترکی ٹپنی میں مبسوس نظروں کے سامنے آ جاتا ہے، جس کی شخصیت ہر پہلو سے محبوب تھی۔ وہ ارادے کے پکے، بات کے عمدی، مخلص و فداوار، خدا نواز، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بہادر و سہیل، بہادر و سپاہی، اور بہادر و پٹھان تھے۔ ان کی پیدائش ۱۹۰۵ء میں ہوئی وہ مدد و نئی قیصر سے تھے۔ ان کے آباء اجداد آخری مغل عہد میں ہندوستان وارد ہوئے۔ پہلے جے پور میں طرح اقامت ڈالی اور اجہ سے کچھ جاگیر حاصل کی پھر حیدر آباد جا کر مجدد کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور تیس ہزار کی سلا بعد نسل جاگیر پائی۔ بہادر خان نے عیش و راحت کی آغوش میں پرورش پائی۔ ان کی عربی تعلیم کچھ زیادہ نہ تھی تاہم حج کے موقع پر حجاز میں اور حج کے بعد مصر میں کچھ روز قیام کر کے اتنی جرات بہم پہنچائی تھی کہ قرآن پاک کی آیتوں کا مطلب بے تکلف سمجھ لیتے تھے اور تفسیروں سے مدد لے کر مجمع نماز کے بعد اپنے قریب کی مسجد میں لوگوں کو قرآن پاک کا درس سناتے تھے۔ ہفتہ میں ایک دن، قبائل کی کتابوں کا درس ہوتا تھا اور اقبالؒ کے غصے کی گتھیاں سمجھائی جاتی تھیں، انہوں نے حیدر آباد کے جاگیرداروں کو جگایا عام مسلمانوں کو اتحاد المسلمین کے زیر سایہ ایک مرکز پر جمع کیا۔ پاکستان کے نظریے کی حمایت میں قائد اعظم کا ساتھ دیا۔ اپنے تمام خطابات واپس کر دئے اور ۲۵ جون ۱۹۷۹ء کو اس دنیائے دہلی سے کوچ کیا۔

مرزا محمد عسکری

مرزا محمد عسکری بن اے گھنٹہ کے مشرقی تہاں کی آخری یاد گاروں میں سے تھے۔ مدت تک انگلستان کے صدر جمہوریت سے سلسلہ خدمت میں منسلک رہے۔ انگریزی، اردو، فارسی زبانوں پر کافی عبور تھا۔ انگریزی سے وہ ترجمہ، غرض سلیقہ تھا۔ ان کی ترجمہ کی ہوتی متحدہ دکانوں میں اس وقت تک شائع ہو چکی ہیں جن میں رام بابو سینہ کی تاریخ ادب اور بہت مشہور و مقبول ہے۔ اس ترجمہ میں مرزا صاحب نے بہت سی منہیات باتوں کا اپنی طرف سے انصاف بھی کیا ہے۔ مرزا صاحب کی لہجہ عربی و تقیدی مخالف، غرض لسانیات، بی خطوط غالب اور ملازمی بھی آپ کی چند تصانیف ہیں لیکن نوادہ بھی کچھ اور اپنے بلاغت ان کی وہ کتابیں ہیں جن میں مرزا صاحب اپنے بیچ خود حال کے ساتھ بہت بلند نظر آئے ہیں۔ وہ طے اپنے دوست اور بڑے دلچسپ بزرگ تھے۔ زبان بڑی چٹھا۔ وہ در بڑے تھے۔ ٹوٹ، ان کے پاس بہت کچھائی بولی تھوٹی، کبھی کبھی شیعہ مکتب سے ملے جاتے تھے مراب وہ تبرک کا کوڑا آباد کر چکے ہیں۔ تاریخ وفات ۵ ستمبر ۱۹۵۱ء ہے۔

سید ضمیر الدین احمد

خان بیار سید ضمیر الدین، محمد ظہیر آبادیہ کے ایک عالی شان ان تیس اور احمد ادب، تھے ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۶۸ء میں ہندوستانی کالج کلکتہ سے فلسفہ، انگریزی اور فارسی میں اعزاز کے ساتھ بی اے پاس کیا۔ اپنی غیرہ اخباروں میں مضمون نویسی کے ساتھ ساتھ آپ نے انگریزی اور اردو میں متحدہ دکانوں میں کچھ جن میں شیر شاہ کی لافٹ (انگریزی) اور سراج کی لافٹ (انگریزی) اور دوپٹی کی لافٹ (انگریزی) ترجمہ طبعات کبریٰ (انگریزی)، فلسفہ نقوش، کوکبہ ملوکی و ملوکی، سیرت اشرف وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ کوکبہ ملوکی و ملوکی میں ملک قطب الدین ایک سے بے کر علمی سلاطین تک کے تاریخی حالات و رجحان کے گئے ہیں۔ سیرت اشرف محمد شرف الدین بیار، دینی کی سوانح عمری ہے۔ آخر اندر کتاب بہت قابل قدر ہے۔ اپنی نقطہ نظر سے بڑی اہم ہے۔ عرصہ ہوا بھی تھی۔ اب ناباب ہے جنوری ۱۹۵۲ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ ممتاز شاعر اور ادیب سید بدر الدین احمد صاحب بد آپ ہی کے فرزند ہیں۔

سلطان حیدر بخش

سلطان حیدر نام۔ جو شہر شخص تھا مگر کلام دیکھنے میں نہیں آیا، نثر کی طعن طبیعت زیادہ مائل رہی۔ وہ باپ کا طعن سے شیوہ دہاویوں کے فریبی خاندان سے تھے اور ان کی جانب سے ان کا سلسلہ حکیم حسن احمد خاں دہلوی سے ملتا ہے ان کا بچپن دہلی میں گزارا۔ وہ تعلیم و تربیت پائی۔ انگریز پاس کرنے کے بعد ۱۹۲۹ء میں مدرسہ العلوم علی گڑھ پہنچے جہاں تعلیم اچھوری ہی ۱۹۳۲ء میں ملازمت کا سلسلہ تحصیلدار سے شروع ہوا اور ۱۹۳۹ء میں نیک۔ سامی سے ترقی کے ڈپٹی کلکٹر سے پیش پائی۔ باقی عمر علی گڑھ میں گزار دی اور وہیں ۱۴ مئی ۱۹۵۲ء کو ہمیشہ کے لئے آرام کی چند سو گئے۔

وہ ایک مخصوص رنگ کے نہایت عمدہ نثر لکھنے والے تھے جن کے مضامین اکثر مخزن لاہور، اناظر نگار، احمد دہلی، انگلستان لٹریٹور، نقیب دہاویوں اور سرگزشت علی گڑھ کے صفحات کی تربیت ہوتے تھے۔ ان میں ایک ناول بھی لکھا جو بے حد مقبول ہوا۔ ایک کتاب بانٹے شیوہ پورہ مختصر خاں نواب فرید خاں کے حالات میں لکھ کر تاریخ کی خشکی کو ادب کی رنگینی سے دور کیا۔

مولانا عبد السلام ندوی

مولانا عبد السلام ندوی، اعظم کے ایک چھوٹے سے گاؤں علاؤ الدین پٹی میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر کے کتب میں فارسی کی تکمیل اپنے خسر مولوی عبد اللہ سے، عربی کی تفصیل کا پورا اگرہ اور مدرسہ چترہ رحمت غازی پور میں کرنے کے بعد ۱۹۲۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے۔ اور ۱۹۲۹ء میں یہاں سے فراغت حاصل کر کے یہیں ادب کے مدرس ہو گئے۔ شہر ادب اور لکھنے پڑھنے کا ذوق ابتدا سے تھا۔ میر تقی علی جلال گھنوی کے رنگ سے متاثر ہو کر نہایت اچھے شعر کہتے تھے۔ مولانا شبلی نے ان کی ملاحیتوں کا امداد کے پتے اندوہ کا سب ایڈیٹر اور پھر ایڈیٹر مقرر کیا۔ اس کے

بعد سیرۃ النبی کی تالیف میں ان سے مدد لی۔ ڈیڑھ دو سال مولانا ابوالکلام آزاد کے اہل بیت میں کام کیا۔ ۱۹۱۷ء میں دارالمصنفین اعظم کو حضرت محمدؐ پر اس سے وابستہ ہو گئے۔ آخر سہ ماہیہ راکتو برلاسٹر ۱۹۱۷ء کی درمیانی شب کو موت نے حضرت اس سے جدا کر دیا۔ مولانا فاضل مصنف و اہل علم احمد ادیب و انشا پرداز تھے۔ سرسری مطالعہ سے کتابوں کا علم کیجی لیتے تھے۔ نہایت معصوم، بے نص، قناعت پسند اور مستحق انسان تھے۔ بعد ہی زندگی نام و نمود سے بے نیاز ایک گوشے میں بیٹھ کر علم و فن کی خدمت میں گزار دی۔ مذہبیات سے لے کر شعر و ادب تک ہر موضوع پر ہزاروں صفحے لکھے۔ ان کی اہم تصانیف مہوہ صحابہ، سیر الصحابیات، سیرۃ بن عبد العزیز، ابن یسین تاریخ اخلاق اسلامی، حکمائے اسلام، شعر الہند، اقبال کامل تاریخ فقہ اسلامی، ابن خلدون، انقلاب الامم، انصاف، اسلام اور فقرائے اسلام وغیرہ ہیں۔

مولوی مسعود عالم ندوی

سید مسعود عالم ۱۲ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء کو سار کے ایک گاؤں اوگاوالہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا حکیم سید ابوالفتح عبدالشکور کا شمار صوبہ بہار کے بلند پایہ علماء میں ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اور مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں۔ اور مکمل دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی۔ عربی زبان و ادب کا شروع سے شوق تھا۔ اسی میں مقالہ لکھ کر ڈاکٹر ٹیٹ کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۷ء تک چار سال لکھنؤ سے ایک عربی ماہنامہ دار الفیاء نکالتے رہے۔ انگریزی ایف اے تک پرائیویٹ پڑھی۔ ۱۹۰ دسمبر ۱۹۳۷ء سے اکتوبر ۱۹۳۸ء تک خدائش لاہور پری پٹنہ میں مرتب فہرست دیکشنری لکھا، وہیں اس عرصہ میں عربی جرائد میں مضامین لکھنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اس کے بعد جماعت اسلامی کی سرپرستی میں دارالحدود، ممبئی کے نام سے عربی دارالتصنیف کی بنیاد رکھی اور آخری دم تک اس کے نگران رہے۔ اس سلسلے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی بہت سی کتابیں عربی میں منتقل کیں۔ ۱۹۴۰ء مارچ ۱۹۵۲ء کو کراچی میں وفات پائی۔ متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں جن میں اسلام اور اشتراکیت، ہندوستان کی سنی اسلامی تحریک، دیار عرب میں محمدؐ بن عبد الوہاب، مولانا عبید اللہ سندھی کے انکار پر ایک نظر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ وہ اپنے نئے محاط الفاظ میں نہایت مختصر کہتے تھے۔

مولوی اکرام اللہ خاں ندوی

مولوی صاحب ندوہ کے فارغ التحصیل اور مولانا شبلی کے عزیز اور لائق شاگردوں میں تھے۔ مولانا شبلی کی زندگی ہی میں اندوہ کی ادارت کی۔ بعد میں فواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیرانی ان کو ایجوکیشن کانفرنس میں لے گئے۔ اور وہ مستقل طور پر اسی سے وابستہ رہے۔ کانفرنس گزٹ کی ادارت اور تصنیف ذالیف کا کام آپ کے سپرد تھا چنانچہ آپ نہایت خاموشی سے اپنے تحقیقی اور علمی مشاغل میں لگے رہتے تھے۔ بہت موٹے اور بھدے خدخال کے پستہ قد بزرگ تھے۔ شخصیت میں کوئی دجاہت اور جاہلیت نہ تھی۔ وطن شاہجہان پور تھا لیکن علی گڑھ میں بس گئے تھے اور کانفرنس کیا ڈیڑھ کے ایک مکان میں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا اور یہیں سپرد خاک ہوئے وہ وفات حیات، آپ کی شہرہ تصنیف ہے۔

مولوی سعید انصاری ندوی

فتح پور مہوہ کے رہنے والے ہیں۔ سلسلہ نسب موضع یاسین پور کے انصاری خاندان سے تھا ہے جس کے ارکان اکبر اعظم کے عہد سے لے کر اب تک برابر نصیب ہوتے چلے آئے ہیں۔ مولوی سعید ۱۱ فروری ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ اختر علی نارنجی نام ہے۔ تعلیم کی منزلیں ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۳۹ء تک کانپور میں طے ہوئیں۔ باقی عمر تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری میں گزری۔ زیادہ موصود دارالمصنفین اعظم گڑھ میں رہے۔ ان کی عربی شکر پور میسرانہ گوشت بہت پسند کرتے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں موصوف نے انہیں عربک لیٹریری ایسوسی ایشن آف لندن کا رکن منتخب کیا۔ ستمبر ۱۳۳۵ھ میں سار

ہندوستانی ادباء کے جتنے ادب کے ایڈیٹر ہوئے۔ آپ شاعر بھی ہیں اور نثر نگار بھی۔ نقاد بھی ہیں اور مترجم بھی۔ بخیر کے رسالہ فاران کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ نہایت باقدق، دانش خال، وسیع النظر عالم ہیں۔ انداز بیان متین اور مستقیم ہے۔ طرز تحریر ایسا ہے کہ اس میں سرسید اور شبلی کے رنگ سے جتنے نظر آتے ہیں۔ سیر الانصار، سیر العصاب اور جمالیاتی شاعری وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

انتر شیرانی

دودھ خان نام، اختر خٹک تھا۔ مشہور ناضل اور محقق حافظ محمد شیرانی کے فرزند تھے۔ ۴۴ سن ۱۹۵۸ء کو ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے۔ لاہور کا ۱۹۶۸ء میں منشی ناضل اور ۱۹۷۲ء میں ادیب ناضل کا امتحان پاس کیا۔ شعر گوئی کا شوق بچپن سے تھا۔ پہلی نظم جون ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی جس نے ان کا نام سارے ہندوستان میں مشہور کر دیا۔ مختلف دفتروں میں ملازمتیں، انتخاب، ہارستان، خیانتاں، رومانی اور شاکر کے ایڈیٹر رہے۔ مولانا محمد علی جوہر کے مددگار اخبار ہمدرد دہلی کے لئے ڈپٹی ایڈیٹر بھی کئے رہے۔ ادارہ اور مرکز میں مولانا جوہر کے معین و مددگار کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ کچھ عرصہ انجمن ترقی اردو دہلی سے بھی وابستہ رہے۔ ۱۹۷۸ء میں دہلی واپس چلے گئے۔ مگر تقسیم ملک کے بعد پھر لاہور آ گئے۔ باوجود فحش نے ان کے دل و دماغ اور دماغ سے احتیاط بہت بڑا کر لیا جس کے باعث ۹ ستمبر ۱۹۷۸ء کو کوہ پستال لاہور میں انتقال ہو گیا۔ قبر میانی صاحب میں ہے مگر وہ اپنی رومانی شاعری کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی نظموں کے مجموعے صبح بہار، اخترستان، لالہ طرہ، طہور آوارہ، شہناز، شہر و نغمہ، حرم اور ٹپوں کے گیت کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر محمد دین تاثیر

محمد دین نام، تاثیر خٹک تھا۔ ۲۸ فروری ۱۹۲۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول شہر لاہور میں اور اعلیٰ تعلیم ضمنی کالج لاہور میں پائی۔ ۱۹۴۷ء میں جب میکیم یوسف حسن نے نیرنگ خیال لاہور سے جاری کیا تو اس کے علم اداریت میں شریک ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر رہ کر محکمہ اطلاعات پنجاب میں ملازم ہو گئے۔ مگر یہ جگہ پسند نہ آئی اس لئے ۱۹۴۸ء میں پھر اسلامیہ کالج میں چلے آئے۔ ۱۹۴۸ء میں انگلستان گئے جہاں سے ۱۹۵۳ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے بی اے بی اے کی ڈگری کے گرداں آئے۔ کچھ عرصہ ایم اے او کالج امرتسر میں پرنسپل رہے۔ ۱۹۵۳ء میں سری پرنسپل کالج سری نگر کے پرنسپل مقرر ہو کر کشمیر چلے گئے۔ اس کے بعد قیام پاکستان تک متحدہ اردو دہلی میں حکومت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۵۸ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل ہو گئے۔ اسی دوران میں کشمیر کے مسلمانوں کے نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے امریکہ گئے اور ۳ نومبر ۱۹۵۹ء کو لاہور میں انتقال کیا۔

تاثیر نہایت باذوق اور ذی علم تھے۔ نظم و نثر میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے۔ ادب اور فن کے فن کار تھے۔ ادبی و فنی تھے۔ آتش کدہ، ان کے کلام کا مختصر مجموعہ، دین کے نام، ان کے خطوط کا مجموعہ، ایک ناول، ان کی یادگار کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔

چراغ حسن حسرت

چراغ حسن نام، حسرت خٹک، ۱۹۰۸ء میں پونچھ کشمیر کے ایک گاؤں میاں میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا حسن اور اپنے والد شیخ بدیع الدین سے حاصل کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان پاس کیا اور لاہور آ کر ۱۹۲۷ء میں بی اے کا امتحان دیا۔ حصول تعلیم کے بعد ممبئی کا پیشہ اختیار کیا لیکن کچھ دنوں بعد ملکیت ہاکر اخبار نویسی شروع کر دی اور عصر جدید، انبی، دنیا، جمہور، استقلال اور پیغام وغیرہ جرائد میں فرائض، اداوت، انجام دئے۔ ۱۹۲۸ء میں مولانا ظفر علی خان انہیں لاہور لے آئے۔ لاہور میں حسرت نے زندہ دار، انصاف، احسان، احوار، شہباز، شیرازہ اور دیگر اخبارات کے اداروں میں کام کیا۔ بعد ازاں آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت اختیار کی۔ دوسری جنگ کے شروع میں فوجی اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہو کر براہ دادو لایا گئے۔ واپس آ کر امرتسر کی تمام ادارت سنبھالی۔ ۱۹۵۰ء کو یہاں سے مستعفی ہو کر ریڈیو پاکستان میں فوجی پروگرام مرتب کرنے پر ملازم ہو گئے۔ مگر پھر لاہور آ گئے۔ اس دوران میں آپ کو دل کا عارضہ ہو گیا اور آپ ۲۶ جولائی ۱۹۵۹ء کو عیشیہ خید

سو گئے۔

مہرِ ایک تاجدارِ کلامِ شاعر ہونے کے علاوہ بے مثال مزاجِ نویس اور طنز نگار تھے۔ پنجاب کا جہانگیر، مردمِ دیدہ، دودا کر، کیلے کا چھکا، پرہت کی چٹی، اندرِ رخ کے خطوط، انبال، کشمیر، سرگزشتِ اسلام اور مطاببات وغیرہ آپ کی چند قابل ذکر تصانیف ہیں۔

پروفیسر محمد نعیم الرحمن | پروفیسر محمد نعیم الرحمن صاحبِ ایم۔ اے۔ ایم آر اے الیں پٹے عربی و فارسی کے پروفیسر اور ذہنی مددگار یونیورسٹی تھے۔ بعد میں ان کا پورا پورا یونیورسٹی میں آگئے تھے۔ وہ اپنی کتابِ مہجراتِ موحیدی کی وجہ سے عربی دنیا میں مشہور ہیں۔ کتابِ اندلس و اسپین اور مرآت کی ایک نہایت مستند تاریخ کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ ہے جس کی اشاعت میں انہوں نے نہایت خوش مذاقی، سلیقہ اور ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کتاب کو اردو ادب میں ایک عمدہ اضافہ تسلیم کیا گیا ہے۔ ۱۹۳۳ء میں انہوں نے سلطانِ ملاح لدین دیوبند کے تعلق ایک جرمن ہاتھ کا اردو ترجمہ کیا تھا جو مذاقی کے نام سے چھپ چکا ہے اور قابل دید ہے۔

سید نجیب اشرف | سید نجیب اشرف ندوی ایم اے دارالعلومین اعظم گڑھ کے رفیق اور اسماعیل کالج اندھیری دہلی کے پروفیسر ہیں۔ ان کا سب سے بڑا علمی کام نامہ یہ ہے کہ انہوں نے سلطانِ اہلِ ہند محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے رفقاتِ مرتب کئے اور ان پر ایک نہایت فاضلانہ مقدمہ لکھا جو ”مقدمہ رفقاتِ عالمگیر“ کے نام سے دارالعلومین اعظم گڑھ نے شائع کیا۔ اس میں فنِ انشاء اور شانِ مراسلات کی تاریخ، ہندوستان کے حصصہ انشا کا حال اور انشا کے اصول اور خاص عالمگیر کی انشا پر بحث، اس کی تاریخ کے ماضی اور عالمگیر کی پیدائش سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات و سوانح پر خود اس کے خطوط و واقعات کی روشنی میں تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔

اختر میاں جونا گڑھی | قاضی احمد میاں نام، اختر تخلص تھا۔ جونا گڑھ کے اچھے کھاتے پیتے علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں آگئے تھے اور کراچی میں مقیم ہو گئے۔ نہایت وسیع اطلاع و تاریخ اور نثرے اچھے ادیب اور شاعر تھے۔ انھیں نثری ادو کے سماجی و سماجی اردو میں ان کے بلند پایہ تحقیقی مقالے اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔ قومی آواز میں بھی وہ مستقل لکھتے تھے۔ وفات سے پیشتر سندھ یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر تھے۔ چند کتابیں ان کی یادگار ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

۱) اسلام کا اثر یورپ پر۔ ۲) انارکلی بیگم، سیپارہ، دلِ رغزبات کا مجموعہ، ۳) حیاتِ نظامی، ۴) طبقاتِ الامم، ۵) ایک اندلیس مونسج کی تاریخ کا ترجمہ، ۶) اسلامی کتب خانے، ۷) علم اور اسلام۔
آپ کا انتقال ۵ اگست ۱۹۵۵ء کو درمیانی شب کو حرکتِ قلب بند ہونے سے حیدرآباد سندھ میں بڑا لاش گراچی لے جا کر دفن کی گئی۔

میراجی | میراجی کا دینی نام اس قدر شہرت حاصل کر چکا ہے کہ ان کا اصل نام محمد شاد اللہ ڈار ان کے ہاتھ و ان تک کو معلوم نہیں۔ وہ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے اندر شہسبازِ دین دیوبند کے انجیلز تھے۔ ملازمت کی وجہ سے مختلف جگہ گامی رہا۔ میراجی کی تعلیم و تربیت بھی مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر ہوئی اور دیوبند ہی، مگر فق کتب بینی کے ساتھ ساتھ بچپن ہی میں شہسباز کے ترویج کو

ابتدائیں سامری تخلص کرتے تھے مگر جب سکھ اور جیکب آباد سے لاہور آئے تو ان کی زندگی ایک ایسے انقلاب سے دوچار ہوئی کہ وہ سامری سے میراجی بن کر بالکل ہی بدل گئے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے حلقہ اور باب نزوق میں ویسپی یعنی شرواح کی سلسلہ سے ۱۹۳۲ء تک رسالہ ادبی دنیا کے نائب مدیر رہے پھر آل انڈیا ریڈیو میں ملازم ہو کر مدلی چلے گئے۔ وہاں انہوں نے عرب ضرورت مسودات لکھنے میں مہارت حاصل کی۔ گیت بھی لکھے اور اتنے کہ ان کا مجموعہ گیت ہی گیت کے نام سے شائع ہوا۔ گیت کی پہنچ کو میراجی شرباب میں ایسے غرق ہوئے کہ کسی کام کے نہ رہے۔ دہلی سے بمبئی جا کر ایک ادبی ماہنامہ فضائل بھاری کیا۔ خصوصاً نومبر ۱۹۳۹ء کو بمبئی کے ایک اسپتال میں انتقال کیا۔ میراجی کی زندگی خاصی پورہ اور ادبی عیدہ تھی۔ وہ جنسی جذبات کا شکار تھے۔ ان کی اکثر نگاروں میں پیچیدگی اور ابھام پایا جاتا ہے۔

معاذ حسن غلطو

معاذ حسن غلطو امرتسر کے ایک سربزگشتری خاندان سے تعلق رکھتے اور برصغیر پاک و ہند کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ وہ ۱۱ مئی ۱۹۱۲ء کو سرالہ ضلع لدھانہ میں پیدا ہوئے۔ امرتسر میں تعلیم پائی۔ میٹرک کے بعد کچھ عرصہ علی گڑھ کالج میں گزارا مگر جلد ہی تعلیم کا سلسلہ ختم کر کے امرتسر کے روزانہ مسادات سے منسلک ہو گئے۔ باری علیگ نے منو کو غلطو ادب کے دانستے پڑھایا۔ ابتدا میں انہوں نے یورپی زبانوں کے افسانے اردو میں منتقل کئے اور لاہور کے مشہور رسائل ہمایوں اور عالمگیر کے علی الترتیب ادبی اور ادبی ادب نمبر مرتب کئے جس سے ان کے نثری کام کی دھماکا مچ گئی۔ اس کے بعد انہوں نے طبع زاد کہانیاں لکھیں اور غلطو سے ہی عرصہ میں ان کا شمار اردو کے بہترین افسانہ نگاروں میں ہونے لگا۔ کچھ عرصہ وہ بمبئی کے ہفت روزہ معرور کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے پھر آل انڈیا ریڈیو دہلی میں ملازم ہو گئے۔ یہاں انہوں نے بعض مسایات کا میاب ریڈیو ڈرامے اور پھر لکھے جن کے مجموعے ”ڈرامے ڈرامے“، ”بین عورتیں“، ”کڑوت“ اور ”جنارے“ وغیرہ ناموں سے چھپ چکے ہیں۔ دہلی سے پھر بمبئی گئے جہاں فلمی کہانیاں اور ریلے لکھ کر قیام پاکستان کے بعد لاہور آکر ان دوستوں کے ایجنجے لکھے جو غزنی لطیف کی دنیا میں شہور تھے۔ یہ ایجنجے ”کچھ فرستے“ نامی کتاب میں جمع کر کے شائع ہیں۔ منو کی حقیقت پسندی اور جرأت و بے باکی بعض اوقات عریانی کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ ان کے افسانوں کے مجموعوں میں دھواں افسانہ کی خدائی، خالی بوتلیں، خالی ڈبے، خندا گوشت، سرکنڈوں کے نیچے تلخ ترش شیریں، مریک کے کنارے اور غلطو کے ”ذاتی ذمیرہ“ شامل ہیں۔

۱۸ جنوری ۱۹۵۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

مجاز

اسرار الحق نام، مجاز تخلص تھا۔ ۱۹۱۵ء میں اپنے وطن نصیرہ دہلی ضلع بارہ بکلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین مزاج الحق لکھنؤ میں نجی کے عہدے پر فائز تھے۔ مجاز کی ابتدائی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے پاس کرنے کے بعد کچھ عرصہ آل انڈیا ریڈیو دہلی میں اور کچھ عرصہ حکومت پنجاب کے محکمہ اطلاعات میں ملازم رہے۔ ان کے علاوہ ادب لکھنؤ کے سرگرم کارکنوں اور ادیبوں کے ادا میں رہ کر ہارڈ ٹاک لائبریری دہلی میں ملازم ہو گئے۔ لیکن تھوڑا عرصہ بعد ملازمت چھوڑ کر صرف شاعر و شاعری کے ہو گئے۔ مجاز کی شاعری میں اپنے ماحول کے گہرے اثرات بائے جاتے ہیں۔ ابتدائیں وہ روحانی شاعر تھے۔ بعد میں ملکی حالات سے متاثر ہو کر ان کی شاعری میں انقلابی رنگ پیدا ہو گیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام ”آجنگ“ کے نام سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں کچھ نظموں کا اضافہ کر کے مجاز نے ۱۹۵۵ء میں ”شب تاب“ کے نام سے اور پھر مزید اشعار کے بعد ۱۹۵۹ء میں سافز کے نام سے طبع کرایا۔ وہ ۱۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو فوت ہوئے۔

مکتوب مولانا ابوالکلام آزاد

نتیجہ و سلاسا۔

مکتوب ایہا سیکم حضرت مولانا

اشارات میں جو بجاات منہ کی گونٹ کا مولوی حسرت کے متعلق کیونکہ نظر سے گذرا اور آپ کا نسطاجی برسرِ منزلِ مرید نے شائع کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ لکھیں: "ان الذین قالوا لربنا اللہ ثم استغاثوا بآلِہم الا کہ ان لا تنجنا ولا تحوزنا فی عیسر ونا کو بکلامی۔ قرآن نے ان کا خرافانوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور پھر ہی استقامت کے ساتھ اس پر محکم ہیں۔ پھر وعدہ کیا ہے کہ ایسی پاک ہستیوں کے لئے نہ کو کوئی چیز ڈرانے والی ہے اور نہ عیگن کرنے والی۔ مولوی حسرت نے اور آپ نے ثابت کر دیا کہ ایسے کامل انسانوں سے مسلمانوں کی بستیاں ابھی بالکل خالی نہیں ہوئی ہیں۔ یہ مقام یوسفی کا کامل ترین درجہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے وہ میں کھولی گئی تھیں۔ آزادی اور مصیبت، قبیح خانہ اور طاعتِ حق انہوں نے آخری راہ اختیار کی اور فرمایا: "رب ارجئنی احب الی من ارجئنی" خدا یا قیہ خانہ مجھ کو کہیں زیادہ محبوب ہے اس چیز سے جس کی طرف مجھ کو بلایا جا رہا ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے حسرت کو مقام یوسفی کے کامل اتباع کی توفیق دی اور اس فضیلت میں کوئی دوسرا ان کا شریک و نظیر نہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

البتہ موجودہ عہد سے اس مقام کے فہم و قدر شناسی کی امید نہیں۔ یہ عہد ہر تہم زیزی کات جو کاشتکاری کے کاموں میں صوب سے زیادہ محنت طلب اور مشکل وقت ہے۔ فصل کاٹنے کا وقت نہیں ہے۔ جب وہ وقت اُسے گا تو دنیا خان لوگوں کو یاد کہے گی جنہوں نے بیج بونے کی محنت اپنے ذمے لی تھی اور پھل کھانے کی لذت اُسے والوں کے لئے چھوڑ دی تھی۔ اس وقت آسماں وزمین ان لوگوں کی بڑائی پر شہادت دیں گے۔ اور وہی دنیا جو اس وقت غافل سوہمی ہے اُسے گی تاکہ ان کی پستی کرے۔ حسرت جو کچھ کہہ رہا ہے ہندوستان اس کو بچا اس برس جد سچہ سکے گا۔ اس وقت اس سے زیادہ امید نہ رکھئے کہ چند اخبار دہا میں دو چار مضمون نکل جائیں گے اور وقت کی حالت دیکھتے ہوئے یہ بھی غلابہ توقع ہے۔ جو حالت اس بارے میں دنیا کی مستفہ تاریخ بتاتی ہے اس کا مقتضی تو یہ ہے کہ ہر طوط سے تحنیں کی جگہ لامت کی صدائیں اٹھیں اور لوگ کہیں کہ نہ بخون

... یہ تو بالکل بروگیا ہے۔ افوام و عمالک کی اصلاح و خدمت کا، عملی مہین و سرچشمہ انبیا و انوار کی زندگی اور ان کا پاک نمونہ ہے۔ سوان کا حال جو قرآن نے بتلایا ہے وہ معلوم ہے جبکہ وہ اپنی قوم کو زندگی اور کامیابی بخشنا چاہتے تھے تو قوم پھیر کر کی بادشہ سے ان کا استقبال کرتی تھی۔

جب میں آپ کے عزم و استقامت اور اس کے ساتھ تنہائی و کس مہر جی کو سونپتا ہوں تو کہہ نہیں سکتا کہ قلب کا کیا حال ہو رہا ہے یہ، اللہ ہی کی مدد ہے اور اس نے روح القدس کا اتنا جس نے آپ کو ان مصائب، شدائد میں بھی وہ درجہ عزم، جوش و خروش، ایک مرد کو بھی آج نصیب نہیں مافسوس میں خود بخود مدھل ہوں۔ ہاں اور اپنے وجود کا کارہ کو آپ کے لئے کچھ سود مند بنیاد یا تاکہ لاش مجھے صدمہ بڑا کہ میں کیونکر آپ کے لئے مفید ہو سکتا ہوں؟ کوئی ضرورت، کوئی کام، کوئی خدمت، مجھے لکھے شاید میں کچھ کر سکوں اور اس طرح اپنے قلب نام و محل کہ تسکین دے سکوں۔ آپ کی مالی حالت آج کل کیسی ہے؟ صارت و ضروریات کا کیا انتظام ہے۔ مکان قائم ہے یا نہیں اگر قائم ہے تو کیونکر اس کا انتظام ہو اسے؟ امید ہے کہ ان امور کو مفصل لکھیں گی۔

آپ نے فوٹو کی نسبت کھانا فایاں، ایک شخص نے اپنے شوق سے یا تھا۔ میں نے ایک پانی کے لئے اس کو کہلے کہ آپ کو بھیج دے میں تو اس کو ایک محض بے کار شے سمجھتا ہوں۔ تعجب ہے کہ آپ کو اس کے لئے اصرار ہے۔

مخلص ابو الکلام داغیر

مکتوب الیہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب جامعہ دہلی

(۲)

مکتوب مولوی عبدالحق صاحب

بجاء روڈ حیدر آباد دکن

۲۲ مارچ ۱۹۳۷ء

شفیق و مہربان - تعلیم

میں اور نگ آباد چلا گیا تھا۔ آج ہی واپس آیا ہوں۔ عیدین حسن کی بیٹی کی شادی تھی۔ ان کا اور ان کی والدہ کا صحت اصرار تھا کہ جب تک آپ دائیں گے ہم بڑی کو رخصت نہ کریں گے، نہ چار بجے جانا پڑا۔ آپ کا خطا میں حضرت یحیٰ کا جادیت نامہ طہارت تھا مجھے پہنچ گیا۔ اس میں اب کسی بحث یا گفتگو کی گنجائش باقی نہیں جس بے تعلقی سے انہوں نے حیدر آباد کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اور بلکہ ادب، المعصرت کی خدمت میں عرض کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اُسے پڑھ کر بے اختیار داد تو کیا کہوں، ان پر پیار آتا ہے، انہیں کیا معلوم کہ اس قلم کے حاصر کرنے میں جو حضرت کی نظر میں اس قدر قبیل اور حقیر ہے مجھے کیسی گھٹیا نظر میں آگئی ہیں اور کیسے کیسے جس کے پڑے۔ دس سال کی متنازعہ و جدوجہد کے بعد یہ درج نصیب ہوئے ہیں۔ اس پر جی، ہر کم کا یہ خیال ہے کہ ہم نے بہت دیا، و ضرورت سے زیادہ دیا ہے

دو دن جہان دے کے وہ مجھے یہ خوش رہا

یاں آپ ہی یہ سترہم کو تھکوا۔ کب کریں

یہ بڑا طولانی قصہ ہے کبھی زبانی بیان کر دوں گا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ اتنی رقم بھی مل گئی ورنہ مجھے کوئی توقع باقی

نہیں رہی تھی۔ وہ صاحبان علم و فضل جو ان چیزوں کے سمجھنے کے بڑے مدعی ہیں۔ انہیں کبھی یہ توفیق نہ ہوئی (اگرچہ زبانی بہت کچھ تائید اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے) کہ میری اس تجویز کو اپنی تائید کے ساتھ آگے بڑھائیں یا اس کی منظوری کے لئے کوئی کوشش کریں۔ ان چیزوں کا قدردان صرف ایک شخص تھا۔ یعنی مرحوم نواب محمدا لک احمد وہ اس میں کبھی پس و پیش نہیں کرتے تھے اور فوراً مدد دینے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں وہ معذور ہو گئے تھے۔ اور اگرچہ ان کے اختیار میں کچھ نہ تھا لیکن اس پر بھی یہ حال تھا کہ جہاں تک ہو سکتا تھا اور جو کچھ ہو سکتا تھا اس سے دریغ نہ کرتے تھے، مصحف کو دیکھتے تھے۔ ان کے مقررین کو بلا کر کہتے تھے۔ اہل سن و عقد کو سمجھاتے تھے اور اپنی ذات سے بھی بلاتال مدد کرتے تھے اور کبھی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ ایسے لوگ اب نہیں رہے۔ اب تو ہر کام بازار کا سودا ہو گیا ہے۔ سودے کی طرح معاملہ کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ کوئی نہیں پوچھتا۔ مجھے کس قدر حسرت و افسوس ہے کہ میں آج کل سید آباد میں ہوں اور نواب محمدا لک احمد نہیں ہیں۔ ان کی ذات سے مجھے بڑی تقویت تھی اور بڑے بڑے کام کھیل معلوم ہوتے تھے۔ اب کوئی ایسا نہیں رہا جو علمی کاموں کی دل سے 'شوق' سے قدر کرتا ہو۔ ہاں اچکڑے نقدوں کی طرح داؤ بیچ سے۔ دھوکے سے یا خوشامد سے یا سر ہو کر کوئی کام نکال لے تو نکال لے۔

میرا ارادہ اکیڈمی کے جملے میں الہ آباد جانے کا نہیں تھا۔ لیکن ڈاکٹر نارائن چند کا ایک خط ایسا آیا ہے کہ اب مجھے انکار کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ البتہ ایسے موقعوں پر ایک گز بہت کام آتا ہے وہ یہ کہ خط کا جواب ہی نہ دیا جائے اور چپ سادہ لیں۔ یہ گز میں نے ڈاکٹر نارائن چند ہی سے سیکھا ہے۔ لیکن اسے میں ان کے حق میں اس قدر استعمال کر چکا ہوں کہ یہ ہتھیار بھی اب کھنڈا ہو گیا ہے۔ اس لئے اب میں کچھ دھن مل سا ہو رہا ہوں۔ آپ بھی ہمت کیجئے۔ چلئے۔ کچھ ہمیں تو ملاقات ہی کا لطف رہے گا۔

امید ہے کہ رقم پہنچ گئی ہوگی۔ رسیدیں صدیق حسن کے نام اورنگ آباد بھیج دیجئے گا۔ ڈاکٹر... صاحب اچھے ہیں۔ اچھا کام خوب کر رہے ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ فرنگ سرکل کے ذمہ دار ہیں۔ یہاں فرانسیسیوں میں غفلتوں (یہ لوفرز کا ترجمہ ہے) نے اپنی سوسائٹی بنائی ہے جس کا نام فرنگ سرکل کر رکھا ہے۔ اس میں صرف فرانسیسی بولی جاتی ہے۔ کسی دوسری زبان کے بولنے کی اجازت نہیں۔ فرانسیسی گیت گاتے جاتے ہیں اور فرانسیسی ناچ ناچتے ہیں۔ مرد و عورت ہر دو جنس اس میں شریک ہیں۔ مجھے تو ان کے لیچن کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ ہاں آپ کی جامعہ کا معادہ اچھی کونسل میں پیش ہے۔ ریاست بھوپال نے یہ دریا نت کیا تھا کہ جامعہ کو حیدر آباد سے کیا ادا دی گئی ہے۔ اور کب سے دی گئی ہے۔ اس کا جواب اور تمام واقعہ (تنازعہ فیہ) لکھ دیا گیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں شعیب کو لکھ کر کوئی ایسی تحریر منگاؤں جس سے یہ معلوم ہو کہ اگرچہ چیف کمنشنر نے وہاں بھی ادا کے مدد دینے کے لئے لکھا تھا۔ مگر کوئی معقول وجہ نہ ہونے سے ادا جاری ہے۔ اور جو اندیشہ چیف کمنشنر نے ظاہر کیا ہے۔ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام کے بعد میرا شکریہ پہنچا دیجئے گا۔ کہ ان کے

پچھلے حادث یا حادثہ نے ان کی ہدایت پر مبنی سے عید کے موقع پر کیلے بھیجے تھے بہت اچھے تھے۔ اور ہم نے خوب کھائے۔ قائم گنج سے میرا بھلا آتے رہے نین پشخان صاحبان پیک کرنا خوب جانتے ہیں۔ ایک صاحب نے جو اپنے وقت کے بہلول دانا معلوم ہونے میں تبا کو (بنا ہوا پینے کا تبا کو) کے ساتھ پیک کر کے بھیج دیئے۔ پارسل پر کھولا تو حیرت ہوئی۔ کانے کانے تبا کو میں سرخ سرخ برکیا اچھے معلوم ہوتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انہوں میں سے دیا وقت جڑے ہوئے ہیں۔ تبا کو میں تبا کو فروش کوڑیاں تو البتہ جڑ دیتے ہیں۔ مگر بیروں کی پٹھان ہی کہ سوجھ سکتی ہے۔

حبیب صاحب کیسے ہیں۔ میرا سلام کہہ دیجئے گا امید ہے کہ آپ سب صاحب خیر و عافیت سے ہوں گے۔ اظلاطون زمان خاں کچھ دنوں سے ہیں تھے۔ یہاں سے اورنگ آباد قیام کر کے دہلی تشریف لے گئے۔ افسوس کہ اس وقت بڑے کی تربت نہ آئی۔ اب ان سے کہنے کے فلسفے پچھپچھوڑیں اور کوئی اور خدا کریں۔ ڈاکٹر سلیم صاحب سے ملاقات ہو تو ان کہہ اور ان کی بیوی کو میرا بہت سلام کہہ دیجئے گا۔

نیا ذمہ عبدالحق

۲۲ مارچ ۱۹۳۱ء

بھام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

(۳)

بسم اللہ

مکتوب مولانا عبدالحق بدایونی

کم گتر و صمیم السلام

خود مدیر میگزین سلمہ اللہ ہی کا خط کیا کم تھا کہ اس پر مستزاد آپ کا مفارش نامہ اسے

تو تبسم بھی شریک نگہ ناز ہوا

آج کچھ اور بڑھائی گئی قیمتیری

کیسے انکار کروں۔ معذرت کن الفاظ سے پیش کروں؟ کاش آپ کو میری مصروفیتوں کا تفصیلی علم ہوتا! آپ خود ہی اس وقت ایسا حکم نہ دیتے لایکلف اللہ نفساً الا وسعہما۔ جب اللہ نے اس عذر کی بنا پر بندوں کو معافی دے دی ہے تو کیا خود بندے بندوں کے حق میں اپنی درگزر سے کام نہ لیں گے؟

لکھ ڈانا تو خیر کچھ ایسا مشکل نہیں۔ قلم گھسیٹ دینے میں وقت ہی کیا ایسا لگتا ہے اصل سوال پڑھنے کا ہے۔ کسی ادیب یا شاعر کو اس سر نو پڑھے بغیر کیسے اس پر لکھ دیا جائے۔ اور پھر پڑھنے ہی کا وقت نکالنا تو محال ہے۔ اپنے محبوب سے محبوب ادیب یا شاعر کا اس سر نو مطالعہ کرنا۔ ایک مجاہدہ عظیم ہے۔ اور میں اگر مجز آپ سے معذرت کر دینے کے کوئی چارہ نہیں دیتا۔

خدمت صرف اتنی ممکن ہے کہ کچھ عام مشورے دے دوں۔ خود وہ نمبر ماننے ہو تو اس پر بطور دیا چہر یا پیش لفظ چند سطریں لکھ دوں یا کوئی خاص مقالہ آجائے تو اس پر اپنی سیدھی کچھ رائے دے دوں۔ — — — بڑے سے پہلوانوں کو آپ نے سنا ہوگا کہ کھارے میں اتر کر کشتی کے قابل ہیں نہ جھلتے باہر بیٹھے ہوئے داؤ بیچتا سکتے ہیں۔

فن کے گڑ لکھا بتا دیتے ہیں۔

مزاج و طرافت اور فنزد تعریفیں دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ امید ہے۔ امید ہے کہ اس فرق کو خاص طور پر ملحوظ رکھی جائے گا۔ بلکہ خود شریخی رفرافت کے درمیان میں جو لطیف فرق ہے۔ اُسے نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ شاعروں میں حضرت الکبر اور نثر نگاروں میں محمد علی جوہر ان سب اصناف کے جامع ہوئے ہیں۔ الکبر پر تو یقینی ہے کہ میگزین میں خوب کمال لکھا جائے گا۔ باقی کسی کو جوہر کی نثر نگاری پر بھی پوری توجہ کرنا چاہئے۔ مصانیع محمد علی ملاحات محمد علی۔ نگارشات محمد علی وغیرہ کے نام سے کئی عرصے سے نکل چکے ہیں۔ کم از کم انہیں تو مورد ہی لیا جائے۔ لطیف۔ سبک۔ شریخی نگاری کی مثالیں ریاض خیر آبادی کے ہاں کثرت سے ملیں گی۔ کوئی دیریں گ کر کے ذرا دیکھیے تو۔ اور نذیر احمد تو کسی طرح جھوٹے والی چیز ہی نہیں۔

غیر مشہور اور گمنام کھنے والوں میں یہ دو بھی دسر نو قدر دانی کے محتاج ہیں۔ ایک سید محفوظ علی بدایونی مغفورہ دوسرے شیخ ولایت علی۔

طرافت اپنے حدود سے تجاوز کر کے ذاتیات اور شخص بہو کوئی تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کی مثالیں اودھ و مغل اسکول میں بہت ملیں گی۔ اور گلزار نسیم پر جو قیامت خیز بحث شروع ہوئی تھی۔ اس میں آخر میں مرزا ان سید بھی اسی سطح پر اتر آئے تھے۔ ماسکھوں ہفتہ وار تعریف مروج کی فائلیں — ایک طرف میں خطوط "براعلمین کے نام" دوسری طرف ہیں مکتوب "سجادی عالم کے نام"۔

ہزل۔ ہیکٹر۔ تھامس سب کے ڈانڈے آکر سرخ شدہ طرافت میں سے مل جاتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام کا جو مقام ادبیات میں ہے۔ وہ تو نظر میں ہو رہی گا۔ پھر حال کے لکھنے والوں میں شوکت قانوی رشید صدیقی۔ قاضی عبدالغفار۔ سالک۔ پطرس اور کنبہ لال کپور۔

ہر مذہبی مناظرانہ رسالوں اور کتابوں میں جو ایک دوسرے پر غلافیں اچھائی گئی ہیں اُن سے بھی کترا کر کیے گزریے گا! انہیں بھی سمیٹنا لازمی ہے۔ ایک مولوی صاحب رسالہ کہتے ہیں "شریعت کا لٹھ" معاً دوسری طرف سے جواب نکلتا ہے "شریعت کا آدھ"۔ پھر شریعت کا — "دوسری علی ہذا" ایک رسالہ کا عنوان ہوتا ہے "خجقاب" (کھڑاؤں کے معنی میں) معاً جواب نکلتا ہے "کناپ" (جوتی کے معنی میں)۔ بریلی سے آواز آتی ہے کہ "دیوبند ایک دیوبہ کہتا ہے" دیوبند سے جواب نکلتا ہے "تو نے جو ہم کو اپنا ختم قرار دیا ہے۔ الخ — اس پھن کی سیر آپ نے نہ کرائی۔ تو کچھ نہ کیا۔

ایک مستقل عنوان "علی گڑھ کا سجدہ طرافت و فنز میں" ضرور رکھے اور اس کی ابتدا خود سرسید سے کیجئے — نیچے معذرت نامہ خود ہی مضمون بن چلا۔

والسلام۔ نیاز مند عبدالماجد

ب جناب اے ایس بخاری پطرس

(۴)

بزم جناب عبدالعزیز صاحب سالک

برادر محترم۔

آپ کے خط سے دہری ہدایت ہوئی۔ جب آپ کا خیال آتا تھا۔ تو شرم کے مارے لمحہ بھر کو ہاتھ پاؤں سرودھ جاتے تھے۔ لیکن یقین مانتے تھے۔ کہ بنی خاموشی کی سزا بھی سب سے زیادہ جھڑپی کو مٹی رہی۔ اصحاب بعید تر ہوتے گئے اور میری جہانی بڑھتی گئی ہمیزوں کی غفلت کے بعد کسی کو خط لکھا بھی تو جواب نہ آیا۔ کیونکہ وہاں توجہ کا چشمہ اس عرصے میں خشک ہو چکا تھا۔ مجھے نہ امت اور توبہ کا صلہ بھی نہ ملا۔ لیکن سالک کی وفا شعاری ہمیشہ استغاث سے تجاوز کر جاتی ہے۔ خدا آپ کو زندہ و سلامت اور خوش و خرم رکھے۔ آمین دوستی آپ ہی کے دم سے زندہ ہے۔ دہنہ حائیں بائیں الغیث مر رہی ہیں اور جو مر نہیں چکیں وہ درگود ہیں۔

جولائی ۱۹۵۷ء میں یہاں پہنچا۔ تو ذیابیطس کی شراب اپنے ساتھ لایا۔ نئی پختے روزانہ پیشاب کا مطالعہ کرنا رہا۔ اللہ زندگی کے باقی اوراق سب تہ کرنے لکھ دے۔ کہ شفا کے شاشی ہوئے تو زندگی کا دھارا پھر ٹھیک سے بہنے لگے گا۔ لیکن جب تک اس میں شکر شامل ہے۔ باقی شیرینیاں حرام ہیں تجلی کی پچکاریاں اور قطرہ میاںیاں۔ دن رات اسی نوع کے شیعہ آلات کی نذر ہو گئے۔ اس عرصے میں مکان کی تلاش رہی۔ یکے بعد دیگرے دو پارٹمنٹ بدلے۔ دو نو عارضی تھے۔ لیکن یقین ہو گیا۔ کہ پارٹمنٹ میں رہنا ہم بس پسندوں کے لئے نامکن ہو گا۔ ایک پہاڑ سی عمارت اس میں درجنوں درجے کوئی پھولے کوئی رُسے۔ ہر سمایہ مقفل اور پراسرار۔ آؤ ٹیک ہنٹ۔ بین پند بصوری منزل پر رہتا تھا۔ کئی مرتبہ خیال آیا کہ اگر ۱۵ کا مین دبانے کے بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ تو یہ لفٹ کا قفس کم بخت بے حس و ہلاتا مل پند نمودیں منزل تک چڑھتا چلا جائے گا۔ اللہ دیاں پہنچ کر اس کا دردناک کھل جائے گا۔ اور اسے اتنی بھی تیز نہ ہوگی۔ کہ جس نے بن دیا تھا۔ وہ اب محض ایک لاش ہے۔ دردناک کھنے پر بھی باہر نہیں نکل سکتا۔ اس خیال سے عجیب و غریب موتی مٹی۔ انسان کو ہر وقت یہ توقع رہتی ہے۔ کہ اس کے مرجھنے پر کچھ غلغلہ ہو گا۔ کوئی تھامیگا۔ کوئی اٹھائے گا۔ کوئی روئے گا۔ کوئی چلائے گا۔ جب یہ توقعات ایک نیت مغفود ہو جائیں۔ تو ہم ایشیائی لوگوں کو چاندوں طرف تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں آکے معلوم ہوا۔ کہ ہم لوگوں کی زندگی جماعت کی کتنی عادی ہے۔ اس عرصے میں غلام بھی کوئی نہ تھا۔ کھانا ہمیشہ باہر کھاتا تھا۔ بجز صبح کے ناشتے کے۔ چنانچہ انڈے پکانے میں جہارت حاصل کر لی۔ لیکن وہ جو بازار سے ہر دوسرے تیسرے دن سودا سلف کے بڑوں اٹھا کر گھر لانے پڑتے تھے۔ اس میں کبھی جہارت حاصل نہ ہوئی۔ ہمیشہ اپنے آپ پر ترس آتا تھا۔ کہ اللہ اللہ جن کے طویلی بیچ کئی دن کی بات ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ زندگی احتجاج اور افسردگی کا مجموعہ بنی۔

ستمبر ۱۹۵۷ء میں مکان کرائے پر لے لیا۔ ایک مہینہ کو غلام رکھ لیا۔ لیکن ساتھ ہی جنرل اسمبلی کا زمانہ آگیا۔ ڈیلیٹیوٹس کا قافلہ پاکستان سے آن پہنچا۔ رات تو شہر میں گزرتی تھی۔ لیکن صبح نو بجے سے شام کے سات آٹھ بجے تک سکس میں رہتے تھے۔ جو یہاں سے بیس تین کے فاصلے پر ہے۔ دن کم و بیش غار فجر سے شروع ہوتا تھا۔ کیونکہ

ظفر اللہ خاں صاحب جو یہاں سے اود بھی تیس میں دود رہتے ہیں۔ ہاں جو اس خاصے کے صبح نو بجے سب سے پہلے اُن پہنچتے تھے۔ ہم شب زندہ دار تھیرے۔ کچھ نہ پوچھنے کہ دنیا و عاقبت دو فو میں سرخروئی حاصل کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ حال تھا۔ کہ سہ

رات پانی زمزم پہ سے اود مسجد
دھوئے دجے جامہ احرام کے

اسی نغمہ ہوتی۔ تو کثیر کا شعلہ چہر بھر دکنے لگا۔ اسمبلی کے ڈیلیٹ اسمبلی ختم کرنے کے بعد اود موٹروں اود فریجڈیروں کا سودا چکلنے کے بعد پاکستان لوٹے۔ تو محمد علی اود ان کا قافلہ آن پہنچا۔ وہ گئے تو ڈاکٹر گرام کا تعینہ نکلتا چھوڑ گئے۔ خدا خدا کر کے پچھلے پہنچنے گرام یہاں سے روانہ ہوئے۔ تو پہلی مرتبہ امینان کا سانس لیا۔ لیکن یہ بھی کب تک۔ رات دن پکڑ میں ہیں سات اُٹھیں۔۔۔۔۔

رفتہ رفتہ نئی زندگی کا عادی ہو گیا ہوں۔ جب میں یہاں پہنچا۔ تو دفتر کو (اپنے معیار کے مطابق) مردہ پایا۔ اس سے تقدیر میں کی گستاخی عدت مقصود نہیں۔ ہر طبیعت کا تقاضا الگ ہوتا ہے۔ میری طبیعت ایسی ہے کہ بے حس سے کام کر ہی نہیں سکتا۔ ہلکا ہلکا سا بخار نہ چڑھا ہے تو سمجھتا ہوں کہ حرارت فریژی سے محروم ہوں۔ اود محدود طاری ہو رہا ہے۔ یہاں حالت یہ تھی۔ کہ یہ۔ ابن کا فیصلہ کر پڑی پہنچا دیا۔ کراچی کے اپنے پردوٹ دے دیا۔ اود اڈ تھیر ملا۔ یہ مشن محض ایک ڈاکخانہ بن کر رہ گیا تھا۔ کاردار خاص ہجر ہر کار سے کچھ نہ تھا کام پھیلا دیا۔ تو خود اس کا جو بھیر سے کندھوں پر پڑا۔ اپنی وقت پسندی کی شکایت کس سے کروں یہاں کا کام وقت بہت زیادہ چاہتا ہے۔ ساتھ ملکوں کے ساتھ وفد ہر ایک کا دوٹ کسی نہ کسی موقع پر اہم بن جاتا ہے سفارتی گفت و شنید عجیب سست رفتار ہوتی ہے۔ ساتھ وفدوں میں سے ہر ایک کو سلام کیجئے۔ مناسب وقفے کے بعد خیریت دریافت کیجئے۔ بیرونی بچوں کا حال پوچھئے۔ کھانے کی دعوت دیجئے۔ موسم کا ذکر یا تفصیل کیجئے۔ حرف مطلب زبان پر یوں لاسیے کہ بار نہ ہو۔ پھر مفتوں جواب کا انتظار کیجئے۔ اس دوران میں سکراتے رہتے۔ اود نگاہ رکھئے۔ کہ قارو سے ل رہے ہیں یا کہیں رنگ گئے ہوں۔ تو دوزخ نواز۔ آتش سیاں۔ یا قطرہ تیزاب جیسا حکم بتائے۔ کام میں لائیے۔ کاک ٹیل یا دنیوں میں حاضری دیجئے یہ کاک ٹیل پارٹیاں بھی خدا جانے کس موذی نے ایجاد کی تھیں جب ملک میں شخصی ہوا کرتی تھیں۔ تو کئی باتیں دسترخواں پر پوری ہو جاتی تھیں۔ محمد شاہ ایسی دعوت دے۔ کہ نادر شاہ کا دل پیچ جائے۔ تو یہ ہوئی سیاست۔ لیکن یہاں تو کوئی بغیر اپنی حکومت کے اشارے کے انٹلی ٹک نہیں ہلاتا۔ پھر بھی کجنت ضیافتوں پر وقت اود دوسرے ضائع کرتے رہتے ہیں۔ شہزاد کا یہ بھی دلدادہ نہ تھا۔ لیکن عصمت بچانے کے لئے ایک ٹکاس مزدور ہاتھ میں رکھنا پڑتا ہے۔ دہن ہر دو منٹ کے بعد کوئی نہ کوئی آپ سے تواضع برتے گا۔ اور آپ جواب دیتے دیتے اود اپنا دامن بچاتے بچاتے ٹھک جاتیں گے۔ بیٹھ ہمیشہ اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ کھوسے سے کھوا چلتا ہے۔ (اود یہ تعداد محض کھوسوں تک ہی محدود نہیں ہوتا)۔ وقت ایسا ہوتا ہے۔ کہ آپ شام کا کھانا اس سے پہلے کھا سکتے ہیں۔ نہ بعد میں۔ لیکن جو رنگ سفیر یا وزیر بن جائیں۔ ان کی قسمت میں ہی کھانا ہے کہ بھٹے میں دو تین مرتبہ یہ سزا مزدور جھلکیں۔ میں کاک ٹیل کا یوں منتظر رہتا ہوں۔ جیسے کوئی کسی آپریشن کا منتظر ہو۔ کہ تکلیف بھی ہوگی۔ لیکن اس کے

بغیر چارہ بھی نہیں جس دن کاک ٹیل پارٹی ہو۔ میری شام غارت ہو جاتی ہے۔ دو گھنٹے مسکرا مسکرا کر کھائے اکر دیتے ہیں۔
خوبے قسمت سے مجھے مکان ایسا مل گیا ہے۔ کہ طبیعت اس میں خوش رہتی ہے۔ مکان مسکرا دیتی ہے۔ لیکن
ملازموں کا خرچ خود برداشت کرنا پڑتا ہے اور چونکہ رتبہ بڑا ہے۔ تنخواہ تنوڑی۔ اس لئے تنخواہ کے مطابق معاش لینے۔ تو پاکستان
کی توہین ہوتی ہے۔ اور رتبے کے مطابق ٹھانہ رکھنے تو حسیب ساتھ نہیں دیتی۔ ہفتوں اسی کھٹکشی میں گزرے بالآخر ایسا مکان
مل گیا جس میں ڈیڑھ ملازم کے کام چل سکتا ہے اور پاکستان کے نام کو بھی بڑے نہیں ملتا۔ ملازم کی تنخواہ چھ سو روپیہ ہوتا ہے۔
اس کی عورت اور دہائی کمرہ الگ (چھ کمرے ہیں۔ لیکن عین منزوں پر۔ بالکل صاف دیا۔ اور رات دن آتے جاتے جہازوں
کے نظارے سے تہائی کا احساس کم رہتا ہے۔ ایک ہزار کے قریب لگائیں۔ اور چند سرخ پتھر کے جیسے چٹائی کی تین تصویریں
ایک اونٹ کی اور بڑی کا میپ دو تین پاکستانی چمکادیاں۔ ایک تانبے کا آفتاب سیٹھی۔ یہ سب ساتھ لایا تھا۔ ان کی وجہ سے
دل میں ہلکی ایک بلند نظر آتی رہتی ہے۔

میرے فضل تین قسم کے ہیں۔ ایک تو سیاسی یعنی فطریخ اور ملاقاتیں۔ اور جاسوسی۔ اور دعوتیں اور بحثیں اور
گفت و شنیدیں۔ اور کراچی کے ساتھ تعزات بازی۔ اور تعمیل احکام۔ دوسرے پلیٹی یعنی مسلسل تقریریں۔ بیشتر کثیر پر۔
پاکستان کے عام حالات پر چند ادب اور دیگر کچھ معاملات پر۔ میری دانگ بہ نسبت اور حلقوں کے۔ کاجوں۔ سکولوں۔
یونیورسٹیوں اور گرجاؤں میں زیادہ ہے۔ اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اب ٹک کوئی سودو سو لیکچر دے چکا ہوں اور اس
سطح پر اکثر سفر کرتا ہوں۔ دنیا میں ہمارا وطن بجز ہندوستان کے اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن ہندوستان کا نام بڑا ہے۔ گاندھی اور
سانپ اور سارنگی اور بھمان جی اور شیر اور نامی سب اُسی کے صف میں آتے ہیں۔ پاکستان سے لوگ کم واقف ہیں کہ حقہ
پلیٹی کے لئے کھربوں روپیہ چاہئے۔ اس لئے جو موقع مل جانے ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اکثر لوگ
صاف دلی لیکن ہندوستان سے بے حد مرعوب ملتے ہیں۔ تاہم معقول بات کیجئے تو اثر پذیر ضرور ہوتے ہیں۔ ایک گرجے میں
لوگ پاکستان کے حالات سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ لیکچر کے بعد سب نے زانوؤں کے بل کھڑے ہو کر پاکستان کی بیود
کے لئے دعا مانگی اور ایک مذہبی HYMN میں پادری صاحب کے تصنیف کردہ دو بند پاکستان کے متعلق شائستگی کرتے
کاجوں اور سکولوں کے بیشتر طالب علم میرے کمرے کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ اور پاکستان کے ٹکٹ اور تصویریں اور پمفلٹ
مجھ سے لے جاتے ہیں۔ ان دو شعبوں سے فراغت ملے۔ تو ادبی ذوق کی آبیاری کرتا ہوں۔ یہاں پڑھے لکھے لوگ زیادہ ہیں۔
علامہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ مندریں اس قدر مختلف ہیں۔ کہ گھنٹوں ہمزبانی کے بعد بھی ہم خیالی کم نصیب ہوتی ہے۔ بچاؤ کی
سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب امریکہ کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ تو اُسے لوگ اپنے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے کچھ لوگ دنیا میں
سب کچھ حاصل کر لیتے ہیں۔ بجز حسن مذاق کے چنانچہ حسن کو پ شک اور ہوائی جہاز میں ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ روپے اور سامان
کی بہتات ہے۔ جتنا کھا سکے ہیں۔ اس سے گنا چیلنگ دیتے ہیں۔ وکائیں اناٹ سامان سے بھری رہتی ہیں۔ اشتہاروں کی
وہ جہر مار ہے۔ کہ سدرج چاند نظر نہیں آتے۔ ایک اخبار کے منڈے ایڈیشن میں اتنا کاغذ لگاتے ہیں۔ کہ پاکستان کے سب اخبار
دس سال تک اس پر چھپ سکتے ہیں۔ تاہم خوش نہیں رہتے۔ کسی چیز پر قانع نہیں ہوتے۔ اور ایک بھارتی سی ہر وقت ان پر

سلطہ رہتی ہے۔ جب موقع ملے۔ ایک آدھ دن ڈاؤن ریڈیو میں جا کر گزرتا ہوں۔ وہاں رچرچ صاحب انگریزی کے پروفیسر ہیں۔ کیمبرج میں میرے استاد تھے۔ ان کی مرثیہ کی وجہ سے وقت وہاں اچھا لگ جاتا ہے۔ انہی کی بدولت میرے وہاں پنڈ نکھر بھی انگریزی اور امریکن اسٹڈز کے متعلق ہوئے۔ نیویا ایک میں دوستی شکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ ذہنی اور لادنی دونوں فاصلے زیادہ ہیں۔ دوستوں کا بھگنا جس کے ہم لوگ عادی ہیں۔ وہ یہاں میسر نہیں۔ بجز اس کے کہ ایک پارٹی کا انتظام کیجئے۔ لیکن میں نے پارٹیاں صرف سیاست دانوں کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان سے عہدہ بڑھانے کے بعد پیسہ ہی اتنا پاس نہیں ہوتا۔ کہ انسان پاؤں پھیلا سکے۔ لیکن دو تین مصنفوں اور ایک آدھ ٹیئر کے اجاب مل و عقد سے ملاقات ہے۔ ان کی بدولت کبھی کبھار شام لگیں ہو جاتی ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں۔ دوستی کے رشتے جو شہاب میں قائم ہو جائیں۔ ان کا بدلہ باقی تمام عمر میں نصیب نہیں ہوتا۔ اس لئے تشنہ رہتا ہوں۔ اب کچھ اردو کی کتابیں بھی انگلیزی ہیں۔ تین چار جینے اردو کی صورت سے محروم رہا۔ پیاس کے مارے زبان باہر نکلنے لگی تھی۔

صحت کے متعلق پریشانی رہتی ہے۔ ڈاکٹروں سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ خدا حکومت پاکستان کا بھلا کرے۔ کہ علاج معالجے کے اخراجات وہ برداشت کرتی ہے۔ دندنہ یہاں کی فیسیں ایسی ہیں کہ خود ادا کرنی پڑتیں۔ تو مرہ ہی خواب ہوتا۔ ذیابیطس مجھے نہیں۔ تاہم احتیاط منور کرنی پڑتی ہے۔ پھر کچھ سرطان کے خوف کا شہر ہوا۔ پھر مگر میں خرابی پیدا ہوئی۔ چنانچہ ہر جتنے ایک ڈاکٹر ٹیسٹ ہوتا رہتا ہے۔ ناک میں دم آگیا ہے (ان باتوں کا ذکر ذہیدہ سے ہرگز ہرگز نہ کیجئے گا۔ وہ بیجاری ناسخ پریشان ہوگی) اسباب سے محض بے خبر ہوں۔ تاثیر کی موت کا بٹک یقین نہیں آتا۔ آغا میر کی شادی پر ان کو تہنیت کا ایک تار دیا۔ جواب نہ آیا حسرت صوفی، ہاشمی، عابد۔ کسی نے کبھی خط نہیں لکھا۔ (مجرم میں بھی ہوں) جو پاکستانی یہاں آتے ہیں۔ ان سے داستانیں سننا دیتا ہوں لیکن وہ اپنی دنیا کا حال بیان کرتے ہیں۔ سیری دنیا کی بات کوئی نہیں کرتا۔ نیا شعر ایک برس سے نہیں سنا۔ بار بار وہی شعر گاتا رہتا ہوں۔ جو عہد نگین میں فردوس گوش ہوئے تھے۔ ہرگز نہ ساتھ لیا تھا۔ کبھی کبھی اس چٹھانی میں قوال گاتا ہوں۔ پاکستانیوں میں سے محمد علی آفتاب عبدالمقیم، نذیر بی خان عبدالغادر (فائینس) غلام محمد وغیرہ یہاں آتے جاتے ہیں۔ ان سے پنڈ مجلس قائم ہو جاتی ہے لیکن بلا ٹوٹوں کی اس سے کیا تسکین ہو سکتی ہے۔

بڑھاپا بھی آ رہا ہے۔ اس کا احساس مجھے ابھی تک نہیں ہوا۔ لیکن آنا تو اندھے کو بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ حذیر اعظم نے ساتھ جو امریکہ کا دھوکہ کیا تھا۔ اس سے صحت پر سخت چوٹ پڑی تھی۔ دو تین گھنٹے سے زیادہ نہ سویا۔ اور غنیمت دہواری کی وجہ سے اعصاب پر بھی بہت اثر پڑا۔ اس کے بعد آج تک تعین نصیب نہیں ہوئی۔ اکتوبر نومبر میں تین بیٹے کے لئے پیسے جانا ہوا تھا۔ کیونکہ جزلی سہلی اس سال وہاں ہوئی۔ زادہ ہے کہ بیچ میں کوس کے لگ بھگ دو تین مہینے کیلئے کرچی کا چکر لگاؤں لیکن دیکھئے حالت کیا کر دیتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں بھی انقلاب کی وفات سے انقلاب آگیا ہوگا۔ خدا کرے آپ کی بہت میں غم نہ آئے۔

اپنے حالات سے مجھے مطلع رکھئے گا۔ انشاء اللہ میں اب خود کتابت میں کوں تا ہی نہ کروں گا۔ خصوصاً کہنے کوں شعرن ہائیں۔ تو وہ بھی بیچ دیجئے۔ کوئی کتاب کام کی ہو تو وہ بھی منصور سے کہئے فارن آفس کی معرفت ڈبر میٹک بلگ۔ ہر بھرا دے گا۔

ایناز چھوڑی

(۵)

مکتبِ الیہ مختار الہ بن آرزو

گرمی عزیز

اس سے زیادہ کم نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ ماوجود پرستہ غالبؔ ہونے کے میں اس محل میں شریک نہ ہو سکوں جو اس کی بادیں قائم کی جائے۔۔۔ اور اسے بھی جانے دیجئے آپ کا حکم تھا۔ یوں بھی اس کی تعمیل مجھ پر واجب تھی لیکن اس سے ہے کہ زندگی کے جس دور سے گزر رہا ہوں، اس نے اسباب کیا، خود بھی کہ اپنے آپ سے شرمندہ کر رکھا ہے۔ شکایت کروں تو کس کی اور معذرت کروں تو کس کے سامنے!

غالبؔ پر اس وقت تک بہت کچھ لکھا گیا ہے، کبھی حائی کی ذہنیت سے، کبھی تفتیش کے زاویہ نگاہ سے لیکن اس نظر سے تو نہ کیا جس سے وہ آئینہ جانِ راجستھل۔

بہت کم تو جہ کی گئی ہے۔ اور۔۔۔ یہ سب میں ہر ذرا اس کے "نقشِ ہائے رنگ" ہی میں مل سکتی ہے۔

فارسی پڑھ لیا، لکھ لیا، آسان ہے۔ اسی صورت اساتذہ فارسی کے کلام کا ترجمہ کر لیا بھی و شواہد نہیں۔ بہت خراب رنگ اور شرم میں بھی کچھ موجود ہے۔ لیکن ذوق کو لیا یہ کچھ تھا۔ غالبؔ نے بھی ہمیشہ اسی کا ماتم کیا اور اب بھی جی رہا ہے

وایہ تفاوت اب شدنی ناگزیر

مجھے یقین ہے کہ غالبؔ کی ٹکلیں ہیں آپ نے کوئی دقیقہ کو شش کا نہ اٹھا رکھا ہوگا۔ دیرسری، انتخاب، انبیائی طالعہ نئی تبصرہ وغیرہ سبھی کچھ ہوگا اور خوب ہوگا، لیکن ضرورت اس کی ہے کہ غالبؔ قسمی کی صحیح تصانیف پیدا کی جائے، کوئی انکا بھی قائم کی جائے، جنہیں ریمبر کے لئے نہیں (یہ اگر کئی بہت ہو چکی ہے) بلکہ وہ ذوق پیدا کرنے کے لئے، جو غالبؔ کا میدان اس سے کچھ کو غالبؔ کو سمجھ سکے۔ یہ میں آپ سے کہہ رہا ہوں، کوئی دوسرا ہونا تو شاید نہ کتنا اور اس لئے کہ رہا ہوں کہ آپ اپنا انسانی تعلیم سے فارغ ہو چکے ہیں اور شاید زیادہ مدت تک وہاں نہ رہیں۔ خدا کرے غالبؔ میرا غالبؔ کا ذہنی کی بنیاد ثابت ہو اور آپ یونیورسٹی چھوڑنے سے پہلے ہی اسے مستحکم کر سکیں۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۹ء

آپ کا نیاز چھوڑی

پروفیسر ڈاکٹر حسین صاحب

(۶)

مکتبِ الیہ مولانا عرفان صاحب

مخدوم محترم۔ اسلام علیکم درجۃ المدبر کا

سلام۔ ستانی قبول فرمائیے! اور اگر ضرورت، اجازت دے تو یہ کام کر دیجئے۔ سنا ہے کہ بی بی میں اصفہانی نامی کوئی تاجر میں جنہیں مسئلہ خلافت سے لگاؤ تھا۔ ان کے پاس وہ خلافت کے متعلق دلائلی اخباروں کے تراشے جمع ہیں اور وہد کے بہت نکل حالات ان سے مل سکتے ہیں۔ میں جامعہ میں مولانا محمد علی مرحوم کی سوانح عمری کے سلسلہ میں اس قسم کا مواد پچکے چکے جمع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کسی طرح یہ تراشے یا اس قسم کی جو چیزیں ہیں ان کے پاس ہوں حاصل کر کے بھیج دیں تو بڑا احسان ہو۔

مولانا کی یاد گار کے سلسلے میں طرح طرح کی تجویزیں "قوم" نے پیش کی ہیں۔ لیکن تجویز کرنے والوں کو کچھ نہ کچھ جانتا ہوں اور اپنی قوم کو بھی قوت ثابت پہنچاتا ہوں۔ اس لئے امید نہیں کہ کچھ ہو۔ البتہ اپنے دل کا حال جانتا ہوں۔ وہاں مولانا کی موت

نے زندگی سے بھی زیادہ گرافتشی چھوڑا ہے۔ آپ تو خوب جانتے ہیں کہ مجھے مولانا کی بہت سی باتوں سے اختلاف تھا۔ خود مولانا بھی اس بات کو جانتے تھے۔ لیکن میں یہ کبھی نہیں بھول سکا کہ اپنی موجودہ زندگی کے لئے ان کا رہنمائی منت ہو۔ ان کی نظر کے فیض سے مجھے میری نئی زندگی ملی، اب یہ اچھی ہے یا بُری بہت کچھ اُن کی دی ہوئی ہے اور آرزو ہے کہ انہیں بدنام نہ کروں۔ دعا کیجئے کہ کچھ بن پڑے۔

بگم محمد علی مدظلہ بھی کل صبح رام پور سے تشریف لائی ہیں۔ جس شب کو رام پور جا رہی تھیں جامعہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ اسٹیشن پر حاضر ہوئے تھے۔ لیکن اسٹیشن پر ایسی گڑبڑ تھی اور خود بگم صاحبہ گئے واپس کے باعث اس قدر پریشان تھیں کہ میں سب سلام کر کے واپس آئے، میں رام پور کی گاڑی کے وقت تک وہیں رہا۔ آج اُن سے ملا تھا۔ کل پھر جاؤں گا۔ ان سے مل کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ خدا میرے عطا فرمائے!

شکرت صاحب کسا رہے ہیں؛ باسکا لاکھا حال ہے؛ عابد کو دعا۔ فقط۔

مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۱ء

خادمِ خاکِ حسین

مکتوبِ المیر فقہ الدین آزاد

(۷)

مکتوبِ مولانا غلام رسول قمر

باسمہ سبحانہ

جانِ برادر۔ گرامی نامہ آج ملا۔ آپ کے جذباتِ لطیف و محبت کا شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ جزا دے۔ کہاں کا مرنو خیر اور کیسا اسلوبِ نگارش۔ ذکوئی زبانِ سبکی۔ قواعد کا علم جامع کیا۔ پیشِ نظر ملاحظہ ہو۔ قسطِ سہم پہ پھلانگ کی کوشش نہ رہا۔ ہر چیز اذعان و یقین کی بنا پر لکھا ہوں۔ دلی احساس کے ساتھ لکھا ہوں۔ اس لئے وہ غالباً مختلف حلقوں میں ایک گونہ اثر پیدا کرتی ہے۔ اقبال نے خوب کہا ہے۔

شاعری زبانی شہری مقصود نیست

بت پرستی، بت تہی مقصود نیست

اور نظیری اس سے پہلے گویا میری ہی زبان سے کہ چکا ہے:

سخن، انی و دانش بہ نظیری نیست

قبول دوست مگر نالہ جزئی کرود

میں نے آپ کے پہلے گرامی نامہ کا جواب بھی مختصر آدے دیا تھا۔ غالباً اب تک مل گیا ہو۔ آپ میرے احساسات سے واقف ہیں۔ اس جگہ کی تباہی کے باعث دل کی بوجالت ہو سکتی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ پھر ان ساری پریشانیوں پر یہ باتیں کہنے کا اضطراب۔ ایو، حیات ہے کہ گویا بھڑپال لگیا ہے۔ گرد و پیش کے مٹکان اور دیواریں پے پے گر رہی ہیں اور ایک قلابِ جزئی کی تڑپ یہ ہے کہ جو کچھ بھی بچ سکتا ہے اسے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

یاسیل آگیا ہے اور عدد و ریز و تند۔ جو سب کچھ اپنے ساتھ ہلائے لئے جا رہا ہے، اور میں اس فکر میں ہوں کہ جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا ہے ان کو محفوظ کر لوں جو اس بے پناہ ہواؤ میں لیے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

یا باغِ محرم کی جولاں گاہ بن گیا ہے۔ تمام درخت جل رہے ہیں۔ اور ایک عریاں شاخ پر:

ایک مبل ہے کہ ہے مجھ پر تم اب تک

اس کے سینے میں ہے نقوشِ کاظم اب تک

جس طرف نظر اٹھاتا ہوں تیرگی ہی تیرگی ہے۔ یہی وہ کیفیت بھی نہیں جسے نظیر ہی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہ:
آفتاب امر و زچہل برقی از دیار ما گزشت

لیکن

ہر چہرہ است از قامت نماز و بے انکسار است
میں تھوڑے سے اطمینان اور زرا سی فرصت کا طلب گار ہوں پھر تفصیلاً لکھوں گا۔ پہلے عربیئے کی طرح یہ عربینہ بھی
عرف آپ کے گرامی نامہ کی رسید ہے اور میں:

پیغام خوش، از دیار ما گزشت

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مہر

مکتوب الیہ دل محمد رضا

۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء

(۸)

مکتوب مولانا عبدالمجید سالک

مکہ میں حضرت قضا۔ السلام علیکم

خط ملا.....

ڈاکٹر صاحب کے جو اشارے آپ نے لکھے ہیں۔ ان میں بظاہر تو کوئی اشکال نہیں معلوم نہیں آپ کو کیوں دوسرے

پیدا ہوا:

عشق فرمودہ قاعدہ سے ملک کام عمل

عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

اگر مجازی معنی نہ بھی لئے جائیں، تو قاعدہ سے مرا حضرت رسول خدا صلعم ہیں کہ عاشق حضور کا پیغام سنتے ہی بتقابل
معروف عمل ہو گئے۔ اور اہل عقل ابھی تک روشنگاریوں ہی میں مصروف ہیں۔
اور حقیقت میں حضور کے پیغام کا تقاضا یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اس کے معنی سمجھنے اور اس کی غلط فہمی معلوم
کرنے کی کوشش بالکل لغو ہے۔

یار بس ساغر لہریز کی سے کیا ہوگی

جادو ملک بقا ہے خط پیمانہ دل

کوئی خاص عین معانی نہیں ہیں۔ دل کو شاعر عام طور پر ساغر و ہزم۔ یہ استعارہ کرتے ہیں شاعر کہتا ہے کہ اس ساغر
کا خطا جادو ملک بقا ہے۔ جب اس کی اتنی بلند حیثیت ہے تو یہ پر خیال کیجئے کہ اس ساغر لہریز کی سے کی بہت کس قدر ہوئی۔

اسی کے شعلے سے ٹوٹا شراب افلاطون

لیکن مکالمات فلاحوں نہ لکھ سکی لیکن

یہ اشارہ عورت کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اگرچہ عورت دنیا میں کوئی بہت بڑا دماغی و علمی کارنامہ

انہام نہیں دے سکی۔ مثلاً ”مکالماتِ افلاطون“ کے پاسے کی کوئی کتب نہیں لکھ سکی۔ لیکن ”ہستی افلاطون“ تو یہ حال اسی کی صلاحیت تخلیق کی غنوں ہے۔ آخر افلاطون بھی عورت ہی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔
”شعلے سے شرادوٹا“ حقیقت میں فارسی محاورے کا ترجمہ ہے۔

تپ شعلہ کم نہ گروہ ز گسستن شرادہ
شعلہ سے جب باریک باریک چنگاریاں اڑتی ہیں تو اس کو کہتے ہیں شرادہ یا از شعلہ جی گسستن۔ یعنی شرادہ سے شعلے سے ٹوٹ رہے تھے۔ والسلام

۹ ستمبر ۱۹۴۰ء

سالک
مکتوب الیہ ڈاکٹر عبداللہ

(۹)

مکتوب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی

مخدوم مکرم

آپ کا مقالہ اقبال کے محبوب فارسی شاعر ”اردو“ (جولائی ۱۹۴۰ء) پڑھ کر ابھی ختم کیا ہے۔ خوب ہے اور بہت خوب۔ ایک بات کہوں گا۔ ”اقبال اور حافظ“ والا ٹکڑا ذرا تشدد رہا۔ اقبال کا حافظ کو محنت لگنا، اس پر بعض لوگوں کا بُرا ماننا۔ تعرض میں ایک رسالہ لکھا جانا، پھر دوسری اشاعت میں سے ان شعروں کا جو بنائے بے عطف ہوئے تھے خارج کیا جانا، اقبال کا ایک نرم سی معذرت دوسری اشاعت میں لکھنا۔ یہ سب آپ صاف اڑا گئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ان چیزوں کا بہت تفصیل سے ذکر کرتے۔ مختصر لفظوں میں ان کا تذکرہ کر کے محض واقعات اور ان کی علت بتا دیتے، صرف اتنی تفصیل جو آپ کے مقالے کے ڈھانچے میں سما سکتی۔

اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ اقبال آغازِ کار میں حافظ سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے جو بالفاظِ بلہ مثالیں دی ہیں ان میں کم ایسی ہیں جو آپ کے دعوے کے ثبوت میں مفید ہو سکیں۔ محض ایک لفظ یا ایک محاورے کی دونوں کے کلام میں موجودگی مشکل ہی سے ایک کا دوسرے پر اثر ثابت کر سکتی ہے۔ ”نقیہ“ اور ”شکر الیقین“ اوروں کے ہاں بھی ہو گا۔ اگر نہیں بھی ہے تو ہو سکتا تو ہے۔

”نقیہ ام کہ سکاں راقلاہ میندی
چراگر دین حافظ نمی رسنے“

یہ شعر لحاظی بتایا جاتا ہے۔ جس غزل میں یہ ہے اسی میں تین اور شعر قدیم مافرد کی رو سے الحاقی ٹھہرتے ہیں۔ خاص کر اس شعر کی بحث فیض سے چلی۔ فیضی کہتا ہے:

منم فیضی کہ در مسید ابن معنی
چو من چایک سوارے تیزنگ نیست

بر چلو شعر من از پوست تا مغز
بجاے مردم ناپاک رگ نیست

بدان می ماند ایں پاکبازہ گفتار
کہ در دیوان حافظ لفظ سنگ نیست

میر غلام علی آزاد بلگرامی، ”مرو آزاد“ میں لکھتے ہیں (صفحہ ۲۰) کہ شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی کتاب ”اعلام الانام“ میں لکھتے ہیں کہ فیضی کی نظر حافظ کے اس شعر پر نہ پڑی: شنیہ ام..... الخ

یہ تنقید بہت گہری ہے۔ فیضی نے جب دعویٰ کیا ہے: ”درویانِ حافظہ نگ نیست“ تو پہلے دیکھ لیا ہوگا کہ حقیقت میں درویانِ حافظہ میں کیوں یہ لفظ نہیں آیا ہے۔ آزاد نے معلوم ہوتا ہے، درویان کے مختلف نسخوں میں یہ شعر دیکھا تب یہ لکھا کہ بعض نسخوں میں لفظ ”حافظہ“ کی جگہ لفظ ”عاشق“ ہے اور متعلق یوں ہے،

مزاج و ہر تہ شد دریں بلا حافظہ کجاست فکر حکمی و رابی برہمنی

آزاد کی تحقیق درست ہے۔ قدیم نسخوں میں اس غزل میں ”نگ“ نہیں ہے۔ لیکن اس زمانے میں بھی کچھ کوششیں ہوئی ہیں مثلاً ابوالفتح عبدالرحیم (حیدرآبادی) نے حافظہ کے درویان کو مقدمہ پرانے نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا، اور کوئی پسند نہ سوا۔ برس ہوئے ان کا درویانِ حافظہ دارالطبع برکار عالی، حیدرآباد میں چھپا۔ کتاب اچھی اور صحیح نہیں تھی پھر بھی بہت مفید ہے۔ عبدالرحیم صاحب نے بتایا ہے کہ یہ سنگ والا شعر خسرو دہلوی کا ہے حافظہ کا نہیں۔ میں نے خسرو کے دیوانوں میں تلاش کیا مگر سب دیوانوں کو نہ دیکھ سکا۔ آپ خود تلاش کر کے دیکھ بیٹھے گا۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ حافظہ کے قدیم نسخوں میں یہ شعر نہیں۔ ایران میں ایک اور عبدالرحیم (غلفانی) نے ایک ایسے نسخے کا متن شائع کیا ہے جس کی کتابت حافظہ کی وفات کے عرصہ ۳۵ برس بعد ہوئی تھی۔ اس میں یہ شعر نہیں اور متعلق اسی طرح ہے جیسے آزاد نے لکھا ہے۔ غزل بجائے ۱۳ کے صرف ۹ بیت کی ہے۔

ایک شعر اور ہے جس میں ”نگ“ آیا ہے:

راستی حد تو حافظہ بود صحبت ما بس اگر بر سر این کوئی کئی سنگ بانی

غلفانی والے نسخے میں یہ پوری غزل نہیں ہے۔ اور پرانے نسخوں میں اکثر ایسے ہیں جن میں یا تو پوری غزل نہیں یا ذیل ہے تو یہ شعر اس غزل میں نہیں۔

ایک لطیفے کی آپ کو خبر دیتا ہوں، آپ کو یاد ہوگا کہ ہماری زبان ”(پہلی نومبر ۱۹۱۶ء) میں ایک خط محمد شرواہ خان شروانی کا شائع ہوا تھا۔ خان صاحب نے انجمن کے رسم خط پر اعتراض کئے تھے اور ان کے خط کے خاتمے پر ادا رے کی طرف سے جواب دے دیا گیا تھا۔ اس سال میں میں خان صاحب نے جواب الجواب مولوی عبدالغنی صاحب کو ایک خط کی صورت میں بھیجا مگر حجم اس کا پچھلیس گنجان لکھے ہوئے صفحے! اتنے جلد چڑے خط کا ”ہماری زبان“ میں پھینکا ناممکن مگر ان کے خط کے تین چار مقامات نقل کر کے ان کے جواب دیے جائیں گے اور یہ ۱۶ ستمبر یا مئی اکتوبر کے پرچے میں شائع ہو سکیں گے۔ آپ اسے یاد رکھیے گا اور جب یہ چیز چھپے تو اسے پڑھیے گا۔ والسلام

نیازمند

۱۹ اگست ۱۹۱۶ء

مکتبہ الیہ ڈاکٹر سید عبداللہ

(۱۰)

مکتبہ ڈاکٹر صاحب حسین

مکتبہ جناب ڈاکٹر صاحب۔ تسلیم

کچھ دن ہوئے آپ نے ازراہ عنایت مجھے ایک نمرت اپنی تصنیفات کی جن پر آپ نظر ثانی فرما رہے ہیں اور ایک نمرت زیر تصنیف کتابوں کی روانہ فرمائی تھی۔ میں اس عرصہ میں بہت مصروف اور زیادہ تڑپتی سے باہر رہا۔

اس لئے آپ کا شکر یہ اب تک نذاکرہ ملا۔ معافی چاہتا ہوں۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ چند احباب جن میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب بھی شامل ہیں دہلی میں ایک دارالاشاعت قائم کر رہے ہیں۔ اس ادارے کی طرف سے زیادہ تر اہلین تعلیم سے بچوں کی کتابیں لکھوا کر شائع کی جائیں گی۔ لیکن منتخب علمی اور ادبی کتابیں بھی مستقل تعداد میں شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ آپ کی فرست میں سے حصہ ۲ کی نمبر ۱-۳-۵۔ 4- ۵ کے مسودے دیکھنے کا اشتیاق ہے تاکہ ان میں سے جو کتاب اس دارالاشاعت کی طرف سے شائع ہو سکے اس کے بارے میں آپ سے یہ درخواست کروں کہ آپ مجھے اشاعت کے لئے عنایت فرما دیجئے۔ ظاہر ہے کہ انگریزی کتابوں کا اردو ترجمہ درکار ہوگا۔

مزانی فرما کر مطلع فرمائیے کہ ان مسودوں کے دیکھنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اگر آپ اس عرصہ میں دہلی تشریف لانے والے ہوں تو بہت اچھا ہے۔ ورنہ پھر میں یہ درخواست کروں گا کہ یہ مسودے ساتھ ساتھ یا الگ الگ کر کے مجھے روانہ فرما دیجئے۔

یقین ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت کے لئے دوسرے پبلشر بھی آپ سے تعاون کر رہے ہوں گے۔ لیکن غائب کتابوں کی تادرتی کے ساتھ طبع ہونے کے معیار میں ہم لوگوں پر زیادہ اعتماد فرمائیں گے۔ مالی حیثیت سے بھی انشاء اللہ آپ کو نقصان نہیں ہے گا۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ زیادہ نیاز،

۹ جنوری ۱۹۶۷ء

مخلص سید عابد حسین

مکتوب الیہ طائر فاروقی

(۱۱)

توبہ رشید احمد صدیقی

فاروقی صاحب، سلام سنون۔

گرامی نامہ ملا۔ آپ اتنے اچھے آدمی ہوتے ہوئے بھی دیوتاؤں کی نظر سے اب تک کیونکر اوجھل رہے۔ جو ایسے آدمی کو دنیا میں زیادہ دل چسپے نہیں دیتے!

آپ نے اس متنی کے علم میں میری متنی خدمت فرمائی ہے اس سے مجھے خیال پیدا ہوا (لیکن ذرا دیر میں) کہ آخر کامیابی جانچنے کا کام بھی آپ نے اپنے ذمہ کیوں دے دیا۔

آئیے میں ایک گڑھی آپ کو بتا دوں۔ دستخط کرنے کا اصول یہ ہے کہ اگر دستخط کرنے والا انکار نہ کرے تو خواہ کوئی دستخط نہ ہو دستخط کی بھی جاسکتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی تلافی پھر دوسرے ہر تو اس کی طرف سے بلا تکلف دستخط کر دینا چاہئے۔ میں نے ہمیشہ ایسا کیا، دیکھو کوئی گڑبڑ نہ ہوئی۔ البتہ میں آپ کو ایک بات یہ بھی بتا دوں کہ اس کا احکام ہے کہ میں خود اپنے ہاتھ سے دستخط کر کے گھر جاؤں۔

آپ علی گڑھ آکر کیا پڑھتے ہیں؟ کیا کوئی پروگرام بہ نظر ہے۔ میں تعطیلات میں میں رہوں گا۔ سرور صاحب رام پور میں۔ قریبی صاحب کو خدا جلالت سے جلد صحت یاب کرے اور آپ کو اطمینان کی نصیب ہو۔ آمین۔

میری طرف سے مزاج پر ہی فرما دیجئے گا۔ پوری جگہ مسیحی نہیں اور آپ کے لئے دعا گو

۱۵ مئی ۱۹۷۷ء

رشید احمد صدیقی

مکتوبہ خواجہ غلام السیدین

(۱۲)

مکتوبہ امین زہرا، بلقیس و دیگر

میری پیاری زہرا، بلقیس و دیگر۔ خدا تمہیں ہمیشہ بحیرت رکھے۔ تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں کئی دن سے کلکتہ میں بے کار پڑا ہوا ہوں۔ ۳۰ کروڑ تازیں جگہ نہیں ملی۔ اس لئے اب کل صبح چار بجے روٹنی ہے۔ خدا کرے سفر ٹھیک حج ہو جائے گی میں اور میرے ساتھی ڈاکٹر صاحب ۱۹۰۷-۱۹۰۸ء میں ہی سے ملے گئے تھے۔ بہت تپاک سے ملے اور بہت باتیں کرتے رہے لیکن افسوس ہے کہ پوری طرح ان کو سن نہ سکے کیونکہ ایک تو وہ بہت آہستہ بولنے لگے میں (غالباً یہی تھی کیفیت فوت کا ایک طریقہ ہے) دوسرے دانت نہ ہونے کی وجہ سے اخلاص صاف نہیں نکلتے۔ خوش خوشو شرم کی قسم کی آوازیں بھی میں بار بار نکلتی ہیں (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہیں مصداق کو اپنی نقل نامادستہ سن لیا ہے اور اب وہ مصداق کی نقل کی نقل آتا رہے ہیں!) اگر وہ دانت لگو لیں تو تو کم پڑا احسان کریں۔۔۔ خیر یہ تو محض زہرا کی رہنمائی ہوئی۔ SENSE OF HUMOUR کو خوش کرنے کی باتیں ہیں۔ انہی پر ہے کہ انہوں نے کلکتہ میں کمال کر دکھایا ہے۔ اور اگر یہاں وہ نہ آتے تو عجیب نہیں کہ یہاں بھی پنجاب کا سا رنگ ہوتا اور اس کی وجہ سے تمام ہندوستان توں میں رنگا جاتا! اب یہ حال ہے کہ ہندو مسلمانوں میں کسی قسم کی بخشش تک کا احساس نہیں ہوتا۔ کل شام زہرا سے اسی ہوٹل میں کلکتہ کے بہت سے مسلمان تاجروں کی طرف سے ان کو ایک RECEPTION دیا گیا تھا جس میں انہوں نے مندروں کی حرمت کے لئے گاندھی کی کو ایک قلیل، دہوں کی پیش کی! اور گاندھی جی نے ایک کوڑو روپیہ کی اپیل کی ہے (زیادہ تر ہندو تاجروں سے) تاکہ ان کی وجہ سے جن لوگوں کے گھر بار تباہ ہو گئے ہیں ان میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے) ان کو دوبارہ بنانے کا کام کیا جائے۔ تاجروں کی مثال میں کریں گے لیکن یہ ہندو ان سے پوری یا کم و بیش رقم وصول کر کے پھوٹوس گا: اس وقت ان کو صرف ہندو مسلم مسئلہ کی فکر ہے، اور اس پر انہوں نے اپنی جان کی بازی لگا رکھی ہے۔

اچھا اب خدا حافظ۔ میں چین جانے سے پہلے تمہیں یہ آخری خط لکھ رہا ہوں اور اگر یہ میرا بالآخری خط بھی ہوتا تو میں تم سے دی بات دہراتا ہوں۔ اگر کوئی تھی۔ یعنی یہ کہ تم تمہیں لوچیا، محبت، سلوک اور رواداری کے ساتھ رہنا چاہئے اور اپنے دل میں خرابی اور برداشت پیدا کرنی چاہئے۔ جب گاندھی جی تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول کے لئے اپنی جان کی بازی لگا سکے ہیں تو کیا تم قیدی نہیں آسید میں بھی مل کر نہیں رہ سکتیں، کل گاندھی جی کے سامنے اقبال کا نیا سٹالہ گایا گیا تھا جس کا یہ شعرا انہوں نے اپنی تقریر میں دہرایا۔ اسے تمہاری نذر بھی کرنا ہوں:

شکستہ بھی ہوتا تھا بھی جھگڑوں کے گیت میں ہے

وہ مرنے کے بامیدوں کی کتنی پریت میں ہے

اپنی اسی جان اور پھوپھی جان اور بھوپا جان اور سب گھر کے ملازمین کو میرا سلام کہنا۔ چھ دو کو نیچے کھٹی بروئی سڑک پر چڑھنا

تم لوگوں کی یاد بہت آتی ہے خصوصاً ایت کی تمنا میں خدا جلد ملائے اللہ خیریت کے ساتھ ملائے۔ تمہارا راجت کرنے والا پاتیدین

میری پیاری چھندو پیار۔ کو
سنے ہندوستان میں ہم نئی جنت بسائیں گے۔

۱۸ ستمبر ۱۹۲۷ء تمہارا پاپا

مکتوب الیہ تعلیم کا مکتوب

(۱۳)

مکتوب ڈاکٹر تارا چند

حکیم مومن خاں انیسویں صدی کے پہلے حصے کے ممتاز مغرا میں سے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطنتِ مغلیہ کا ٹٹا تا حراج
پھجے کو تھا۔ شاہی اقتدار پر زوال آچکا تھا اور مغلیہ حکومت تیزی کے ساتھ کمزوری اور انحطاط کا شکار بن چکی تھی۔ برانی ہندوستانی
تہذیب جو پچھلے ایک ہزار سال میں پھولی اور پھلی تھی اس نئی فضا میں جو ملک میں قائم ہو رہی تھی اپنی زندگی کے آخری لمحے گن رہی
تھی۔ تعجب ہے اور سخت تعجب کہ بد بختی کے زمانے میں ادب کے آسمان پر پانڈا اور تاروں کے چھٹ غیب آن بان کے ساتھ اپنی
آخری جھلک دکھاتی ہے اور ہمارے دلوں کو لذت بخش درد سے بھر دیتی ہے۔

شاہ نصیر، ذوق، غالب اور مومن ہی وہ تانبہ سناتے ہیں جو اس زمانے کی تابکی برہنہ ساز و شئی ڈالتے ہیں مومن
کی شاعری نزاکت اور بلند پروازی، پختگی اور ثنائیت کے ساتھ اس تہذیب کا آئینہ ہے، ان سے کہاں نادراستغایے میں تازہ نشیب
میں، اعلیٰ تخیل ہے، جذبات کی عجم تصویریں ہیں، وہ الفاظ کا ایک ظہم باندھتے ہیں اور ان کے ہیر پھیر سے نئے نئے مضامین
پیدا کرتے ہیں۔ وہ غزل میں ایک نیا طرز ایجاد کرتے ہیں۔ نسیم دہلوی، منشی امیر احمد تعلیم اور مولوی حسرت موہانی نے، ان کی پیروی کی
ہے۔ لیکن مومن تعلیم غزل کے تاجداروں میں ہیں۔ دوسرے اصنافِ سخن میں انہوں نے امتیاز نہیں حاصل کیا۔ ان کی تہذیبوں
معمولی بلکہ عامیاء رنگ میں ہیں، البتہ مومن کا کلام مدحیہ قصائد کے بغیر داغ سے پاک ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ایسے
اکمال شاعر کو ایک مستقل کتاب کا موضوع قرار دیا۔ حفظاً

تارا چند

یہ ٹائپ شدہ خط ہے اس پر ڈاکٹر تارا چند کے دستخط میں تاریخ انہوں نے لکھی ہے نہیں
مگر مجھے ۱۰ جنوری ۱۹۳۷ء کو ملا ہے۔

میں نے مومن پر مستقل کام شروع کیا تھا، اسی کے لئے ڈاکٹر صاحب نے یہ لکھا ہے۔
تعلیم کا مکتوب

مکتوب الیہ تعلیم کا مکتوب

(۱۴)

مکتوب ڈاکٹر تارا چند

مکرم بندہ، سلام دینا!

آپ یقیناً مائے میں ایک مدت سے عود آگرہ آنے کے لئے بیچیں ہوں، اور آپ کا خط پا کر مجھے اپنا یہ شریاد
آنے لگا ہے۔

فردہ خاطر ہے ناشکیبا دلوں کی آگ کون اگسا رہا ہے

لیکن ۲۷ جنوری ۱۹۳۷ء جنوری دونوں تاریخوں کے لئے فیض آباد ریلوے پور کے مشاعروں کے لوگوں نے مجھے پیچھے بچا دیا

ہیں اور اگر وہ کو ترجیح دیتے ہوئے بھی اخلاقی غرض کو اس ترجیح پر ترجیح دینا پڑ رہا ہے۔ آپ کا پیارا خط اور حضرت مسیح موعود کا پیر ہوا اصرار وہ دونوں کا دامن یکساں ہے۔ میں پھر اس پر آپ کے طلبا کا اصرار، جو عین کو گویا عزم و انصاف نے کہیں کا نہ رکھا۔ میرے پاس طرح میں غزل نہ تھی اور فیض آباد، قنبرا اور الد آباد کے ایک مشاعرہ کے لئے جو خطاب وائس چانسلر صاحب اپنے یہاں کر رہے ہیں، اور جس میں مسلمانوں نے صحت و عورتیں سامعین میں ہوں گی اور جس کی طرح ہے

”کبھی ہم ان کو بھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں“

دو اس مشعر طرح کو ملاحظہ کیجئے، ان تمام مشاعروں کے لئے غزلیں تیار کرنی ہیں ورنہ کم از کم باغیات شمر کی غزل آپ کی طرح میں بھی حاضر خدمت کر دیتا ہوں کیا کروں میں تو تملک کر رہ گیا۔ خیر ایک نئی غزل بھیج رہا ہوں، پسند آئے اور صاحب کبھی تو کسی اچھے پڑھنے والے سے اس کے چند شعر پڑھا دیجئے گا۔

ہاں لیکن میں اگر وہ کبھی آنا سر در جاتا ہوں۔ اگر ۲۳ فروری کو آپ کوئی مشاعرہ کریں تو حاضر ہو سکتا ہوں ورنہ آئندہ سال اور وہ بھی بشرطیکہ کم از کم ۱۵ مارچ پہلے مجھے اطلاع مل جائے۔ اگر ۲۴ فروری ۱۵ آئندہ سال کے لئے اہل تاریخ ہے تو خیر لی سہی۔ ۱۱-۱۲-۳۱ مارچ کو براہ کرم فویر چٹیاں ہیں دیوالی وغیرہ کی اوزان چھٹیوں میں تمام طلبا بھی دہلی ہوں گے۔ کیونکہ جی ٹیکر دوسرہ کی چھٹی میں گھر رہ چکے ہوں گے۔ موسم بھی نہایت خوشگوار ہو گا۔ بہر حال میں اپنی رائے رانا خاندان مہمان کی طرح آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

آپ اور انعام مندوری و غلامت کے سرا کیا عرض کروں،

کھدائی ہوئی کسی عشق کی ہستی قبول کر چکے نہ ہوش ہے نہ گمراہ میں میں منتیاں

نیا رنگین رنگو پی سہاے۔ غزاق

۲۰ پٹنہ

مکتوب الیہ ڈاکٹر محمد خالد بن احمد

(۱۵)

مکتوب مالک مام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت المکرم! مجھے افسوس ہے کہ میں البدیع کے مجوزہ صفوں کا عکس نینا دیر سے بھیج رہا ہوں۔ خدا معلوم میرا گذشتہ خط جس میں کتاب کے کوائف کی تفصیل تھی آپ تک پہنچا یا نہیں۔ خدا کرے کہ یہ عکس آپ کو وقت پر مل جائے اور آپ کے معیذ طلب ثابت ہو۔ میری امید کے خلاف تصدیق زیادہ صاف نہیں حالانکہ اصل بہت روشن ہے۔ مشکل یہ پیش آئی کہ یہاں اسکندریہ میں خاص کتابوں کے عکس لینے والا کوئی مصور... نہ ملا۔ کتنے دن اسی تلاش میں نکل گئے آخر مجبور ہو کر میں ایک عام فوٹو گرافر کو ساتھ لے کر دارالکتب گیا، اور اس مکتبہ کی اجازت سے پہلے اور آخری صفوں کی تصویر اتروائی۔ کتاب کے اختتام کے بعد ایک صوفی پر اسامہ کا ایک میمبہ تصدیق ہے اور اسی وقت کی پشت پر کسی اور صاحب کا جوابی تصدیق۔ کتاب اور اسامہ کے تصدیق کے کتاب الگ الگ معلوم ہوئے ہیں۔ اگرچہ دونوں کی کتابت کا ڈھنگ ایک جیسا ہے۔ ایک اور بات یاد آئی میں نے پچھلے خط میں اسامہ کے چار شعر نقل کئے تھے جو اس نے کتاب کے متن میں بطور سند لکھے م۔ ۱۱-۱۲-۳۱۔ اسے پہلے شعر کے مصرع ثانی کا آخری حلقہ کچھ مشتبہ تھا اور غالباً میں نے اس کی طرف اشارہ

بھی کر دیا تھا۔ آخری بار جب تصویر اتروانے کے لئے گیا تو وہ بارہ غور کرنے پر مصون ہوا کہ یہ لفظ حسن یعنی گروی ہے۔ اب سرسہ ہوں ہو گا واسمہذا افعلی ومن یحب الدین لی وخواہی امرہن۔ معنی صاف ہیں۔ خدا آپ کو اپنے عزائم اور مراسم میں کامیاب و شاد کام کرے۔ آمین۔

میں پوری کتاب کے عکس کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ افتا اللہ بیلداس سے متعلق بھی لکھوں گا۔ مجھے اپنے مضمون کے متعلق ایک بات یاد آگئی۔ میں نے جہاں آزرہ کے غائب کے مکان پر آنے اور انہیں مشاعرے میں شمولیت کی دعوت دینے کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ طرح نظیری کی مشہور ترنل خورشید است۔ پند است دھی گئی ہے۔ یہاں نظیری کی جگہ سعدی لکھ دیا جائے۔ کیونکہ اگرچہ اس زمین میں نظیری، خانخاناں، عبدالرحیم، غورنی اور دوسروں کی غزلیں بھی ہیں لیکن سب سے پہلے سعدی نے غزل لکھی تھی۔ اس لئے اگر ممکن ہو تو یہ اصلاح ضرور کریں۔

آپ نے اپنے پیچھے خط میں غالب کے خط کی تاریخ سے متعلق پھر لکھا ہے اور مجھ سے اتفاق کیا ہے۔ میرے ذہن میں ایک اور بات آئی ہے۔ کہیں یہ سن ۱۸۴۶ء نہیں جس کی جگہ وہ غلطی سے ۱۸۰۶ء لکھ گئے ہوں۔ اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ۱۸۰۶ء تک ان کی والدہ زندہ تھیں جو اگرچہ ناممکن نہیں لیکن مستبعد ضرور ہے۔ اس پر ایک اور شبہ بھی وارد ہوتا ہے کہ ایک قانونی دستاویز میں تاریخ کی ایسی غلطی کیوں ہوئی۔

- تاریخ سے متعلق مزید تحقیق ایک اور طریقے پر بھی ہو سکتی ہے، یعنی خا کے مکتوب الیہم کب تک زندہ تھے۔ نواب عبدالرحیم بھادور قبیلہ کی کوٹھی جمیہ منزل میں جاتی ہے، وہاں نواب صاحب کے برادرستی جناب عبدالوحید خاں صاحب ہیں، ان سے پوچھیے کہ جناب خداداد خاں صاحب کب تک زندہ تھے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو گا خداداد خاں صاحب، انی عبدالوحید خاں صاحب کی والدہ سہم اللہ بیگم کے وادہ تھے۔ اگرچہ اس کا امکان کم ہے کہ جناب عبدالوحید خاں صاحب کے خداداد خاں صاحب کی تاریخ وفات معلوم ہو لیکن کوشش کرنے میں کیا راج ہے۔ جناب عبدالوحید خاں صاحب کو میرا سلام سنون عرض کریں۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔ والسلام والا کرام

۱۱ مارچ ۱۹۲۹ء، اسانہ، یہ، مصر
خاکسار مالک داس
ابھی ابھی آپ کا ۶ ماہ حال کا پوسٹ کارڈ ملا شکریہ۔ اس میں کوئی نئی جواب طلب بات نہیں۔ سوائے اس کے کہ ایک سیانی صفحہ کا نوٹ بھی درکار ہے۔ انشاء اللہ تعمیل حکم کی جائے گی۔

مالک داس

مکتوب الیہم علامہ شاد قوی

(۱۶)

مکتوب سید علی الدین زور

عجب محترم!

آپ کا غایت نامہ مورخہ ۵ جنوری مجھے آج ۱۳ جنوری کو حیدرآباد میں ملا۔ میں علی گڑھ میں صرف ایک روز ۹ جنوری کو مقیم رہا اور شاید یہ خط وہاں سے لکھ کر بھیجا۔ اگر مجھے ۶ رکو مل جاتا تو میں یقیناً ایک روز آگرہ میں گزارتا۔ کیونکہ دہلی میں، کوئٹہ، سیکنڈ کلاس ٹرین میں جگہ ملی اور نہ فرسٹ میں۔ اس لئے دوسرے روز نکلنا پڑا۔ کاش یہ وقت آگرہ میں گزارتا اور آپ حضرات سے فیضیاب ہو سکتا۔

آپ نے جس محبت سے اگر اُسے کی دعوت دی ہے، اس کی میں دل سے خند کرتا ہوں اور افتخار اللہ جب کبھی پھر شمال ہند کے لئے نکلے تو ضرور اگر سے میں شرف نیا حاصل کروں گا۔ پرنسپل رشید احمد صاحب نے خواہش کی ہے کہ، ایسٹ کی چھٹیوں میں حیدرآباد میں ارباب اردو کا ایک اجتماع کیا جائے تاکہ وہ کئی تدبیر و جدید ادب سے مختلف اقطاع بندے اہل علم پوری طرح واقف ہوں اور تاریخ ادب اردو اور زبان کی تدوین و توسیع کے ہلکے میں تہذیب خیال کریں۔ انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس تحریک کا تقبیل خاک تیار کر کے دراز فرمائیں گے وہ آئے تو میں وزیر تعلیمات حیدرآباد کی طرف سے دعوت نامے جاری کرادوں گا۔ ابدیدہ کہ آپ اور مولانا عالم حسن صاحب قادری بھی ضرور تشریف فرما ہوں گے۔

آپ کے خلوص اور گرم کارہی میں مست،

سید جمی الدین دہلوی

۱۴ رجبہ ۱۳۵۷ھ

مکتبہ انبیاء علیٰ عرشہ

(۱۷)

مکتبہ الیہ مالک رام

محترم ۱۷ رجب کا دانا نامہ ۲۶ جون کو مل گیا تھا۔ آج ڈیڑھ ماہ کے بعد جواب لکھنے بیٹھا ہوں اور یہ سوچ کر مطمئن ہوں کہ مسلمان کے لئے رمضان مبارک میں کام نہ کرنے کا کوئی عذر کب درکار ہوتا ہے۔ کیا یہ کچھ کم ہے کہ میں برابر روزہ رکھتا رہا۔ فرمائیے، شک ہے۔ یہاں جمعہ کو رمضان کا پہلا روزہ رکھا گیا اور ۲۹ دن کے بعد جمعے ہی کو ختم کر دیا گیا۔ ۶ رگست یوم شنبہ ہمارے یہاں یوم عید تھا۔ بارش تقریباً پورے جیسے خوب ہوئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پلاٹ پر مقیم ہیں۔ بھوک پیاس برائے نام ہی لگتی تھی۔ یوں شکایت جس کا بھی چاہے کرے، کہ انسان جلد باز اور بے صبر ہے۔

قاسم بن سلام کا رسالہ خدا جانے آپ کو ملایا نہیں۔ مل گیا ہوتا تو ربانی فکر اور ذکاوت کا شوق نہ دیکھتے۔ اچانک وہ قابل اسلام کا مشہور شاعر ہے۔ اتنا بڑا شاعر ہے کہ تذکرہ نگار یہ لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پروردگار کسی مشاعرہ کا ذکر آتا تو وہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ جائزہ کا کلام بھی وہاں پڑھا گیا تھا یا نہیں۔ اگر جواب نفی میں ملتا تو وہ یہ خیال فرمایا کرتے کہ وہاں اچھا کلام نہیں پڑھا گیا۔ مگر بے بہت کم کر۔ اسے کتاب الاجناس کے ساتھ پڑھا پا جاتا۔ تو اس کے عزم سے، صاحب ہو گا۔

ایک جرمن عالم نے ۱۸۵۸ء میں اسے شائع کیا تھا۔ مگر وہ مضروب ناپید ہو گیا۔ میں نے اس کے نسخے کے ساتھ دو نسخے لندن کے دو مکتبہ خدیویر کے اور ایک رامپور کا اپنے سامنے رکھ کر کتاب کو مرتب کیا ہے۔ ان مخلوطوں کے علاوہ عربی ادب میں جہاں کہیں اس کا کوئی حوالہ نظر آیا ہے، اس کو بھی نوٹ کیا ہے۔ غرض کام حسب عادت محنت سے انجام کر رہا ہے، اور اس لئے توقع ہے کہ اہل علم پسند فرمائیں گے۔ جاوید کے حالات کے لئے آغا خان ملاحظہ فرمائیے۔ وہاں اس کا تذکرہ اور شمار دونوں ملے۔

قادر نامہ کا نسخہ ۱۲۷۵ھ میں جس پر میں دہلی میں باہتمام کنہیا لال چھپا تھا۔ سائز ۳۲×۳۰ اور صفحات کی تعداد ۱۶۷ ہے۔ آخر میں تجنیس القنات موفد مولانا جامی شامل ہے۔ یہ چند اشعار کا ایک مجموعہ ہے جس میں فرہادی کی نصاب انصیبان کے انداز پر نجات نظم کئے گئے ہیں۔ سرورق پراس کو اسمائے فارسی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کتاب میں ہجرتی غلطیاں متعدد ہیں۔ ہاں، ایک بات یہ اور قابل ذکر ہے کہ جامی رائے قطع کے بعد دوسری ہجرت کا ایک اور قطع بھی نجات فارسی پر مشتمل پایا جاتا ہے۔ اس کے مصنف کا پتہ نہیں چل سکا۔

دہلی کے ایک فاضل وزیر الحسن عابدی صاحب ایم اے کو حکومت ہونے پر ان سے ثقافتی تعلقات بڑھانے کے سلسلے میں تہذیب و ترقی رشتہ سازی اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجا ہے۔ یہ صاحب وہ ہیں جن کے پاس غالب کی ایک کتاب بارخ و دو کا نسخہ موجود ہے۔ فارسی کا بہت اچھا ذوق رکھتے ہیں اور صاحب فہم و ذکا ہیں۔ ان کا محل میں تہذیب سے خط آیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے انتخاب غالب کے متذہبنے ایران کے کئی محققین کو تعقیب کے لئے پیش کئے تھے۔ ان کی تعقید میں ایک جگہ کتابی فطرت میں مرتب کردہ ہوں۔ بعد نہیں کہ ہلدی اس مجرمے کو چھاپیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایرانہوں نے غالب کی زبان اور تفصیل کو کس نقطہ نگاہ سے پرکھا ہے۔ مجھے ایرانی موجودہ مذاق شاعری کے متعلق حسن ظن نہیں۔ اس لئے یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ غالب کے ساتھ اصناف کر سکیں گے۔ مگر غالب علی کل غالب ہے۔ ہر مکتبہ کے اس کی شاعری کی قوت ایرانیوں سے بھی داد حاصل کرے۔

وزیر الحسن صاحب نے یہ دریافت کیا ہے کہ پچھلے سال غالب پر نیا کام کیا ہوا ہو تو اس سے اطلاع دوں۔ کیا آپ نے کچھ اور کام کیا ہے۔ اور ہاں صاحب، علی گڑھ میگزین کا غالب نمبر نکل رہا ہے۔ اس میں آپ شرکت ضرور فرمائیں۔ یہ غالب پر ایک جامع کتاب کی شکل میں ہوگا۔ آپ جس عنوان پر لکھیں مجھے ضرور اطلاع دیں، اور اگر براہ راست ایڈیٹر کو لکھ دیں تو بہ اور بھی اچھا ہے۔

یہاں صاحب، یہ اپنے آنے کی اطلاع تہذیب دہلی جاتی ہے، مگر میں بلانے کا بھی کبھی مزہ سننے اور دیکھنے میں آئے گا۔ خدا آپ کو شاد و بامر اور کھلے اور خیریت کے ساتھ ہندوستان واپس لائے۔ والسلام مع الموت الاحترام،
مخلص عدیشی

۱۸ اگست ۱۹۵۷ء

مکتوب الیہ ڈاکٹر سید عبداللہ

(۱۸)

مکتوب سید مسعود حسن رضوی

مکتوبی تسلیم

آپ کے دو خط وصول ہوئے۔ میری کچھ کتابیں معنی و جود سے بے ترتیب ہو گئی تھیں، اور مطلوبہ کتب کی تلاش کے لئے فرصت نہ ملی۔ اس سبب سے جواب میں اتنی تاخیر ہوئی۔ نوادہ الافاضل کا ترجمہ میرے پاس ہے وہ مسئلہ میں نقل کیا گیا تھا۔ آپ کے پاس اس کے کئی نسخے اس سے بہت پیشتر کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اس لئے میرا نسخہ آپ کے لئے غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جواب الفات کا کوئی نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ مگر میرے علم میں ایک جگہ موجود تھا۔ اس کو دیکھنے کی ادھر نوبت نہیں آئی۔ میں اس کی فکر میں ہوں اس کو دیکھ کر میں اس کی حالت سے آپ کو مطلع کروں گا۔ اور اگر آپ اس کا دیکھنا ضروری سمجھیں گے تو اسے آپ کے پاس بھجوانے کی کوشش کروں گا۔ معلوم نہیں کہ عجائب الفات کا کوئی نسخہ آپ کی نظر سے گزرا یا نہیں اور اس کے وجود کا آپ کو علم ہے یا نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی زمانے کی تالیف ہے۔ اس کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عجائب الفات کی تالیف کے بعد اور نوادہ الافاضل کی تالیف سے پہلے لکھی گئی تھی اس کا کوئی مکمل نسخہ تو میں نے بھی نہیں دیکھا ہے۔ لیکن منتخب عجائب الفات میرے پاس موجود ہے۔ اس میں صحت ۲۳۳ ورق ہیں۔ یہ نسخہ بہت کرم خوردہ ہے۔ اس کے ہر ورق پر دو ورق طرف باریک کاغذ چڑھا کر اسے محفوظ کر دیا

ہے۔ اگر اس کا کوئی مکمل نسخہ نہیں مل جائے تو ان تینوں کتابوں کو ملا کر ایک کتاب مرتب کرنا شاید معتبر ہو، اس طرح کہ ہندی لفظ لکھ کر اس کے معنی جس کتاب یا جن کتابوں میں ملیں ان کو نقل کر کے ریکٹ میں کتاب کا مختصر نام یعنی غرائب یا عجائب یا نوادر لکھ دیا جائے۔ ان تینوں کتابوں کو ملا کر جو کتاب مرتب کی جائے اس کا نام بھی ان تینوں ناموں کا مجموعہ یعنی غرائب و عجائب و نوادر رکھا جائے۔ ان تینوں کتابوں میں غرائب کی ترتیب بھی یکساں نہیں ہے۔ اب ان کو جدید اصول کے مطابق ترتیب دینا چاہئے۔

جناب احسن مارہروی مرحوم بھی نوادر الافاظ کو ایڈٹ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، مگر ان کا یہ ارادہ مرتے پرور نہ ہونے دیا۔ مرحوم کے ایک صاحب زادے مسلم یونیورسٹی کے دفتر میں ملازم ہیں۔ ان کو خط لکھ کر دریافت کیجئے ممکن ہے کہ کتاب کے کسی اچھے نسخے کا پتہ لگ جائے یا اس سے متعلق کچھ مواد مل جائے۔

نیاز لکیش سید مسعود حسن رضوی

۲۰ فروری ۱۳۸۲ء

نشی زادہ صاحب کریم آٹم لکھنوی نے الفاظ ہندی کی ایک مختصر فرہنگ مرتب کر کے اس کا تاجی نام طہیر العلماء لکھا اس کے دو بیاضے ہیں لکھتے ہیں کہ مولوی ابو الدین بلگرامی اور سراج الدین علی خان آرزو کے لغات ہندی میں چند لغات پر بنی نظر سے نہیں گزرے۔ میں نے ان کو تخریق بہ ذی تمام اور تلاش مالا کلام کے ساتھ تصانیف اساتذہ سے منتخب اور مستند کر کے اس مختصر فرہنگ میں جمع کر دیا ہے۔ آٹم عربی اور فارسی بخوبی جانتے تھے۔ ان کی کتاب خان آرزو کی نوادر الافاظ کا ضمیمہ یا مکمل ہے۔ لیکن اس کی تابعت نوادر الافاظ کے بہت دوں بعد ہوئی ہے۔ اس لئے اس میں بد لغات ایسے ہوں کہ حقیقتہً نوادر الافاظ میں موجود نہ ہوں ان کو اصل کتاب کے حاشیے پر چکا دی جاسکتی ہے۔ طہیر العلماء بہت چھوٹا پر سال ہے۔ جس میں صرف ۲۴۰۰ برقی ہیں۔ یہ رسالہ بہت کمیا ہے اور غالباً کبھی طبع نہیں ہوا۔

سید مسعود حسن رضوی

مکتوب الیہ ڈاکٹر سید عبداللہ

(۱۹)

مکتوب شیخ محمد اکرام

مشفق!

السلام علیکم۔ دو روز غائبات نامے بنے۔ آپ نے چودھری کے خط میں، مٹی کو دیوانہ دیکھنے کی فوری خوشی سنائی تھی۔ اس لئے میں جواب سے پہلے دوسرے خط کا منتظر رہا۔ کل پونا سے ہو کر آپ کا دوسرا خط ملا۔ پروفیسر صاحب کا قلمی دیوان بڑے کام کی چیز معلوم ہوتا ہے۔ باندھ و غیرہ کی غزلوں کے متعلق آپ نے تفصیلات مجھے بھیج دیں۔ اب مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ جن اردو غزلوں کو میں نے ۱۸۲۱-۱۸۳۲ تک ترتیب دیا ہے۔ ان میں کی اور بھی کوئی غزلیں..... قلمی دیوان کے متن وغیرہ میں موجود ہیں یا نہیں۔ یہ غزلیں غالب نامہ کے ص ۲۲، ص ۲۸۱ تک ہیں۔ آپ کی سمولت نے لئے میں نے علیحدہ کاغذ پر ان غزلوں کے مطلع وغیرہ درج کر دیئے ہیں۔ آپ قلمی دیوان سامنے رکھ کر ان سطروں کے سامنے لکھ کر ان یا نہ لکھ دیں۔ تو میرا مقصد حل ہو جائے۔ یہ کام سب سے اہم ہے۔ امید ہے علمی مواقع، جتنی جلد آپ کو اس کام کو متوجہ دیں گے۔ آپ اس طرف متوجہ ہوں گے۔

میرا اپنا خیال ہے۔ کہ نسخہ حمید بہ کے حاشیہ کی ۱۱ غزلیں ۱۸۲۶ء سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو یہ غزلیں قلمی نسخہ کے تین میں موجود ہوئی چاہئیں آپ کے جواب سے یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔
آپ لکھتے ہیں کہ غالب کا سفر کلکتہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۲۲۲ء سے تین ماہ پہلے شروع ہوا۔ براہ کرم مطلع کریں کہ یہ رائے کس شہادت پر مبنی ہے۔ بظاہر تو یہ بات قرین قیاس ہے۔ لیکن غالب نے مستند الدولہ کی تعریف میں جو نثر لکھی ہے۔ اس کی تاریخ تحریر ۲ محرم الحرام دی ہے (ملاحظہ ہو غالب نامہ ص ۲۲-۲۵)۔
آپ کے خط کا بڑی سبہ نامی سے اختلا رکروں گا۔ یقین ہے کہ جتنی جلد ہی آپ سے ہو سکے گا آپ امور دریافت طلب کا جواب دیں گے۔

آپ اور شیل کالج میگزین بذریعہ دی پی بھجوا دیں یا پتہ بھیج دیں تو میں ذریعہ ہندی آڈر بھیج دوں۔
شبلی کے متعلق آپ کے خط سے میرے شبہ رفع نہ ہوئے۔ بلکہ اور منظم ہوئے۔ کیونکہ ان کے کیرئیر کی پیچیدگیوں کی نسبت آپ کی بھی وہی راستہ ہے جو میری۔ ہاں سرسید اور حالی کی نسبت مجھے آپ کی رائے سے اختلاف ہے۔ خاص اونی نقطہ نظر سے میں آزاد کی تصنیفات کو شبلی کی کتابوں سے بہتر سمجھتا ہوں۔ حالی کی طرز تحریر میں شبلی کی شگفتگی نہیں۔ لیکن میرے دل میں حالی کی جو قدر ہے وہ شبلی کی ہرگز نہیں۔ دونوں کا بطور انسان کے موازنہ کیجئے۔ اور دیکھئے کہ حالی کا پتہ لٹا تھا ہی ہے۔ اس کے علاوہ شبلی جس (BALANCED JUDGMENT) اور ذوق نگاہی نہیں تھی۔

یہ مضمون بہت وسیع ہے۔ میں انشاء اللہ غالب نامہ پر میں بھیجے کے بعد کسی نذر تفصیل سے انھما پر خیال کروں گا۔ قرین قیاس ہے کہ آپ کو کئی باتوں میں مجھ سے اختلاف رائے ہوگا۔ لیکن اس سے آپ تصور کا یہ رخ بھی دیکھ سکیں گے۔ آج کل شبلی اور جانشینان شبلی (مولیٰ ابوالکلام، سید سلیمان ندوی، دارالمصنفین) نے مسلمانوں کی ذہنی زندگی پر پراسی طرح قبضہ جما رکھا ہے۔ کہ سرسید اور حالی کی سچی خوبیاں بھی نظر نہیں آتیں۔ آخر یہ طلسم کبھی نہ کبھی تو ٹوٹے گا!

۲۱ مئی

بکراٹم

مکتوب الیہ جناب شمار اناؤنی

(۲۰)

مکتوب پر فیصلہ حامد حسن صاحب قادری

جناب مکرم۔ السلام علیکم

مکرم نامہ صادر ہوا۔ منظر صاحب نے جن روز آپ کو خط لکھا ہوگا اسی روز یا اس سے ایک روز بعد ان کے پاس میرا جیڑا ڈلفا نہ پہنچ گیا ہوگا۔ آج کل جو ہم لوگوں کے لئے ”ہنگامی ہنگامہ“ برپا ہے اس کی بے غایت مصروفیت کے سبب سے تاریخ جلد نہ لکھ سکا۔ جب منظر صاحب کا دو مرتبہ شدید تقاضے کا آیا تو پرچے اور دلاہیاں ہاتھ سے رکھ کر تیس فراکش شروع کر دی اور عجلت میں جوہن پڑا بھیج دیا اگرچہ ایسا نہ ہو سکا جیسا میں چاہتا تھا یا ہو سکتا تھا۔ تاہم جی ملے اور قطعے داتی عمدہ نہ ہوئے۔ صرف شرکت علم کی خاطر بھیج دیجئے مگر قرآن مجید سے تاریخ خوب ہوگئی۔ وہ آپ کو بھی لکھا ہوں۔

تقدیر محمد ذوالفقار العزیز البین — (سورہ انعام پارہ ۷)

قرآن مجید میں (تقدیر) ہے میں نے (تقدیر) کو حذف کر دیا ہے۔ لوح مزار پر نام کے نیچے میں یہ آیت کافی

ہے لیکن بڑی لوح جو جس کسی کا بہترین قطعہ ہو وہ لکھوائیں۔
اسی سند کی ایک اور آیت بھی نکلی ہے سورہ والفجر کی:-

اِتَّخَذَ النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اِلٰهِي اَطْلَعَ سَابِثٌ -

آیت یوں ہے یا ینتھا۔ میں نے یا ئے خدا یعنی صفت (دعا) حذف کر دی ہے۔ یہ آیت میں نے منظر صاحب کو نہیں لکھی کہ ایک ہی کافی ہے۔ مگر یہ اس سے بہتر ہے۔ آپ جاہل تو لکھ دیں۔ دو فعل میں سے جو پسند ہو۔ آپ کی طرح رومرے حضرات بھی یہ فرما دیا کرتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ مجھ سے بہتر تاریخ گو نہیں۔ میں اس کو آپ کی اور ان کی قدر افزائی سمجھتا ہوں ورنہ میرے علم میں تین سال پہلے تک دہلی میں ایسے تاریخ گو تھے (جو اب پاکستان میں ہوں گے) اور لکھنؤ اور دوسرے مقامات پر ہیں جن کے کمال کے سامنے میری تاریخیں بیچ ہیں۔ البتہ میرا سا خط کسی کو نہ ہو گا کہ دن رات تاریخیں لکھتا ہوں۔ بات بات پر لکھتا ہوں۔ اسی دھن میں رہتا ہوں۔ آج ہی آپ کا خط آنے سے پہلے کئی تاریخیں فرمائی تھیں لکھ چکا تھا میرے لئے تاریخوں کی بے گار عرش سے اترتی ہے مینی آج جن بزرگ کی تاریخیں کہیں ان کا سوال کیا۔ ۱۳ سال ہوئے ۱۳۵۹ھ میں ہوا تھا۔ مجھ سے اب فرمائش کی گئی۔ اپنے مشوق اور خط سے جو لکھتا ہوں ان کا یہ حال ہے کہ لوگ کئے ہاتھ سے بند روٹی لے گیا تو کہا "بڑا موزی و ظالم ہے" (۱۹۵۱ء)۔ ایک بچی کے ہاتھ میں بچھو نے کاٹ لیا تو کہا "یہی طبیعت کثردم کا اٹھتا ہے" (۱۹۵۰ء) ایک دوست کے ہاں لوگی ہوئی تو کہا "بیٹی مبارک بیٹی مبارک" (۱۳۷۰ھ) وطن میں ایک عزیز کو بڑھاپے میں تپلون پہننے کا شوق ہوا۔ ۵۵ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ تپلون میں جوا نہیں، میں نے تاریخ لکھی:-

تن گئے بھائی بھی تپلون میں آج
خوب تپلون کی نکلی تاریخ

ان کی ٹانگوں کو سلاخیں کئے
شجرہ شوق کی شاخیں کئے

ایک سال منہ بھر کے سبب سے قادی نہ ہوئی تو کہا "عبدالامنی کیا جو قادی نہ ہو" (۱۳۶۷ھ)۔ اعزاد احباب پاکستان چلے گئے تو کہا "ہر گئے خاذاں، ہارہ باٹ" (۱۳۶۵ھ) پاکستان کی دو تاریخیں قرآن مجید سے بڑی عجیب نکالی تھیں ایک ہجری ایک عیسوی۔ ۱۰ بھی پاکستان بن نہ چکا تھا۔ صرف ۳ جون ۱۹۴۷ء کو اعلان ہوا تھا کہ میں نے تاریخیں کہیں۔ ہجری تاریخ صرف تین لفظوں سے نکلی تھی۔ وہ قطعہ میں نظم ہو گئی۔

آیہ قرآن سے تاریخ یہ ہے ارشاد کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ

مشہور آیت ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ دوسری عیسوی تاریخ کے لئے قرآن مجید میں نفیم کتاب میں میری تلاش کی داد دیجئے: احقنا دار المقامة من فضلب لا یتنا فیھا نصیب سورہ فاطر رکوع ۴ پارہ ۲۲ اس کا ترجمہ یہ ہے:- "اس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا جہاں ہم کو کوئی تکلیف پہنچے گی۔" اپنے ہاں کے استاد عربی کو سنا ہے۔

اگر آپ جواب کے لئے حکت نہ بھیجتے تو میں کارڈ میں لکھ دیتا کہ منتظر صاحب کو تا ریخیں بھیج دیں۔ مگر نفاذ لکھنا ظہر
نزد میں نے سوچا کہ دو اتنے وصول ہونے چاہئیں۔ سو وہ مجھے وصول ہوئے کہ میں نے اپنی شان میں قصیدہ سنا دیا۔ آپ کے
تو غنائ ہی ہوئے کہ آپ کا وقت غنائ نہ تھا۔ مگر اس کو شاعر کا درون حکم سمجھ لیجئے یا "حیث بر جہاں سخن گر سخن داز زسد" بلکہ دولہا
ہی مجھے پیر تو واقعی ہی چاہا کہ آپ کو تا ریخیں سناؤں اور آپ کے سخن داز ہونے میں بھی شک نہیں۔ ابھی تو خدا جانے کتنی
لکھتا اس لئے کہ ہند، کچھ، بیلون کی قسم کے بھی بے شمار۔ لطیفے میں مگر درق تمام ہوا۔۔۔ پھر میری پریٹ کی نایاب اور سن لیجئے
نزدی شرطیں ہوئیں چائے پہ عائد۔ بڑھی کچھ اور پاکستان سے دوری
کئی تاریخ سن کر فتوری نے ہوا ہے لیجئے پریٹ ضروری

اب اپنے مقدمہ کی بات خاتمہ پر منئے۔ اس زمانے میں تو نصف مئی تک گا دیں تینوں سے ہی فرحت نہ ملے گی
اگر وہ وہی، علی گڑھ وغیرہ کے بارچے میرے پاس ہیں۔ لیکن فی الواقع اب میں سوچنے، لکھنے کے قابل نہیں رہا، سکون میرے نہیں
ہر وقت پریشانی رہتی ہے۔ ایسے میں کیا لکھ سکوں گا۔ آپ کا کلام خود ایسا اچھا ہے کہ کیا دہانے میں علمائے دین کی قسم کے نقد
و مہر کی ضرورت نہیں میری تحریر سے کیا وزن پیدا ہوگا۔ کچھ بوجھ ہی بڑھ جائے گا۔ ہم سے بڑھوں کو ریشا روٹی سمجھے۔ والسلام
اگر وہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۷ء
احقر حامد حسن قادری

مکتب الہیہ ڈاکٹر عثمان الدین احمد آرزو

(۲۱)

مکتب پر و نیر محمد شفیع

حزیرم، علیکم السلام

میں آج کل آپ کا مضمون دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ س آفت پر نش وخت دے دیے جاتے ہیں۔ اگر
زائد تعداد مطلوب ہو تو اس کے لئے مضمون نگار صاحب "ائد کاغذ ہم پہنچائیں۔ چونکہ یہاں کاغذ خصوصاً آرٹ پیپر بہت گراں
ہے غالباً آپ کاغذ کے مصارف برداشت کرنے یا کاغذ بھیجنے کا انتظام نہ کر سکیں۔
ہماری کوشش یہی ہوگی کہ آپ کا مضمون ایک ہی قسط میں نکل جائے۔

افسوس ہے کہ سر درق علیحدہ چھاپنے کا کوئی انتظام نہیں۔ یوں آپ چاہیں تو وہیں چھپوا سکتے ہیں۔ بلاکس کے
لئے میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ وائس چانسلر صاحب خاص منظوری دے دے دیں۔ امید ہے کہ اس سے شاید چار
پانچ بلاک بن اور چھپ سکیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ باقی بلاک وہاں بڑا کچھیرالیں۔ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حکومت
ہندوستان کو بلاک بھیجنے میں کوئی اعتراض ہو گیا یا نہیں۔ لیکن اگر آپ بلاک بنوانے کے بعد مجھ پر اگر ہم کو بھیج سکتے تو غالباً ان
کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ میری مردان بلاکوں سے ہے جو چار پانچ سے زائد ہوں؟

حالیہ کے تقابلاً ہم ۳۳ صفحے آپ کی ہر بات میں لائبریری والوں سے آئے۔ بات در گارنگ
یا رقم آپ کو کیوں نہیں بھیجی۔ ان کے لیجنٹ نے تو ان کو ضروری کارروائی کر لینے کی اطلاع دے دی ہے
آپ اپنے وطن کا ایڈریس بھی ہر بات کی کے ہمیں بھیج دیجئے۔

مکملہ اتنا لکھنے کے بعد آپ کا دوسرا عنایت نامہ بھی ملا، اس میں چھٹیوں کا ایڈریس بھی دیا ہے۔ پروغیر سب صاحب

ادب عربی سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اگر یہ مضمون میں تو ان کے مثنوی سے اس کے حدود متعین کرنے چاہئیں۔
کراچہ کو دسکی KRALCHKONSKY نے جدید ادب عربی پر کافی کام کیا ہے، شاید بیچاس سال سے کم نہ لینا
ہوگا۔ ابن القفطی اور ابن الدیثمی دونوں نام اچھے ہیں، وظیفہ دینے والے ان کو ناپسند کیوں کریں گے۔ خطاطی کے متعلق کریم
کے لائق کام یہ ہے کہ ایک کتاب تذکرہ خطاطوں کے طور پر مرتب کی جائے جو اسلامی دنیا کے مشاہیر خطاطوں کے حالات
پر مشتمل ہو اور ان کے کائناتوں کے نمونے سامنے لائے اس وکٹوری میں سبھی لوگ آسکتے ہیں۔ دینا چاہیے ان تمام خط پر تفصیل
بحث ہوتی چاہئے لیکن اس دو وقتیں ہوں گی۔ ۱۔ ہر شخص خود مصورت خط کو پہچان سکتا ہے لیکن اس خوبصورتی کی تجزیہ فن کار
کے سوا دوسرے کے لئے بہت مشکل ہے، اس لئے جہاں تک فن کے ارتقاء کا تعلق ہے اس کی تجزیہ کے لئے فنی استعداد ضروری
ہے اور یہاں میں بہر حال اشکال پیش آئے گا (۲)۔ تو نے بکثرت چھپنے چاہئیں، ورنہ اس میں عرت زیادہ منظور ہوگا۔
اس نے فن کا کافی ہونا چاہئے۔

میرے نزدیک کم سے کم رحمت غائبانہ ابن القفطی یا ابن الدیثمی میں ہوگی اور ان کی تصحیح کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ والسلام
یکم جون ۱۳۵۷ھ لاہور

مکتوب الیرجناب عبدالعزیز صاحب

(۲۲)

مکتوب جناب مولانا حسین احمد علی

محترم المقام زید عبدالمکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف میں اس وقت سفر میں ہوں۔ لاہور اور
سہارن پور کے درمیان گاڑی چلی رہی ہے۔ ایسے ہی اوقات میں خدمت ملتی ہے۔ بسلا والا نامہ میرے سامنے نہیں ہے۔
یکم ربیع الثانی کا والا نامہ سامنے ہے۔ والدین کی اطاعت ہر اس چیز میں واجب ہے جو کہ از قسیم مصیبت نہ ہو کہ طاعت مخلوق
نے حصصہ الطاف نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو ان کی خدمت گزار اور حسن معاشرت ضروری ہے وہاں جہاد کے
لئے تشریف لے جائیں مگر علم فلا تظہروا صاحبہا فی الدنیا و آخرتہا۔ اگر خلاف طبع ابن عساکر اور صاحب
کوبن نوایں کو زور کا علاقہ دینا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حضرت عمرؓ نے اور حضرت علیؓ علیہ السلام نے
ان کو باپ کے حکم کے امتثال کا ارشاد فرمایا بہر حال عمرہ اور خشتہ میں والدین کو راضی رکھنا اور خدمت کرنا ضروری ہے۔
الآئی المعصیۃ۔ میں حسب ارشاد دعا کرتا ہوں والسلام

شک اپریل ۱۳۵۷ھ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

مکتوب الیرجناب مولانا غلام رسول بہر

(۳۳)

مکتوب شیخ محمد عبداللہ

کرمی جناب مولانا بہر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا فوازیشن نامہ مرقومہ ۲۹ ص ۱۱۱۱ دیکھ کر مجھے مل چکا تھا مگر کاغذ پر نہ کی سالانہ اجلاس کی پریشانیوں کی وجہ سے
جواب دینے میں آج تک تاخیر رہا۔ امید ہے کہ آپ صحت فرمائیں گے۔ یکے بعد دیگرے جو دو عدد مقالہ اختصاراً آپ نے
چند مہینے ہوئے کشمیر کی تذکرہ کر دیئے تھے وہی باعث شکوہ بنے اور ان کو میں نے موجودہ رکھا ہے۔ انتشار اللہ یا زیدہ محبت

باقی۔ لاہور اگر کسی وقت جگہ شکوہ کر لیں گے۔ سیاسیات میں اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن اس کا اثر انسان کے ذاتی تعلق پر نہیں پڑنا چاہئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ باوجود سیاسی اختلافات کے میرے دل میں آپ کی اور خفا بلکہ محبت کی بہت ہی عزت ہے اور وقت مصیبت جو ادا آپ نے مظلوم کشمیریوں کو دی اس کو ہم لوگ کبھی نہیں بھولیں گے۔ میری طرف سے سالک صاحب کو محبت بھرا عرض و سلام۔

آپ کا خیر اندیش شیخ محمد عبداللہ

۱۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء

مکتب الہیہ سیکشن اکبر آبادی

(۲۴)

مکتب جوش ملیح آبادی

حضرت میکش، ابھی آفتاب طلوع نہیں ہوا ہے، ہوا کا ہر جھونکا کر ڈھیر بنا ہوا ہے۔ آفتاب کلنگ ہے۔ چڑیوں کی آوازوں میں گھبھتی ہوئی رات کی موسیقی ہے۔ مادہ کبوتر کے زہر خانے یعنی روشن من سے اس کے بچوں کی پھر ٹھیکر اسٹ اور کبوتروں کی غمخوئی کی آوازیں بھیرویں کے تہ پیدا کر رہی ہیں۔ غرت غسل میں تل کا پانی بول رہا ہے ایک موسیقی کے ساتھ — اور میں بیٹھا ہوں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ انسانی فطرت کا معاملہ عجیب ہے۔ سیکڑوں دوستوں اور ڈیڑھ دو چھ دنوں میں سے میکش کے سوا اس وقت کوئی اور کیوں نہ یاد آیا۔ اسے کون سمجھ سکتا ہے۔ ممکن ہے میکش اس سہانے سماں میں اس لئے یاد آ رہے ہوں کہ ان کا دل صبح کی صبح طیف درخشاں ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے یہ بات کس کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

بچے کون پھوٹ رہی ہے :

حسن جنید زخواب و مژدہ بریم زرد

نقشہ برپا شد و نشتر بہ رنگ عالم زد

دورے دورے میں گلابی نیک چل رہا ہے۔ حیات اٹھیں مل کر اور جنبش سر سے بکھری زلفوں کو پیشانی سے شاہنشاہ انگریزیاں لے رہی ہے — یہ کس وجود کی تصدیق کی جا رہی ہے؟ یہ کس حقیقت مستور کے ثبوت کا پریم لہرا رہا ہے؟ رات ہوئی میں نے کہا تھا ۔

ہم ایسے اہل نظر کہ تلاش حق کے لئے

اگر رسول نہ ہوتے تو مسیح کافی تھی

کاش وہی وجدانی درد اب بھی ہوتا۔ فکر نے میرے وجدان کے سینے کو اپنے تیزوں سے پھلنی کر دیا ہے۔ معلوم نہیں میں غرض ہوں یا غمگین۔ شاعر کی حیثیت سے تو مجھے شاہ غمگین ہی ہونا چاہئے۔ شاعری اجمال و وجدان چاہتی ہے، اور تھکڑ تفصیل و حقیقت کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس شخص کی ذہنی کشمکش کا تصور کیجئے جو ان اعداد کا حامل ہو۔

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

کیا کروں۔ کہ ہر جاؤں۔ کیا فیصلہ کروں۔ مرا جاتا ہوں اس کشمکش میں۔ گھلا جاتا ہوں اس کاوش میں۔ جتنا کرینے

انتاہی کرکرا۔ آخر کیا کیا جائے۔ کیا کیا جائے؟ کیا میں دیوانہ ہو جاؤں گا؟

راستہ ہوتا ہے ذات باری کا یقین

جس وقت مھکتی ہے مناظر کی جبین

دل پر چھ لگتا ہے کہ خدا ہے کہ نہیں

کہتا ہوں حیا نماں کی تباہی پر نظر

خدا کوئی میری دہری کرے۔ کوئی مجھے اس کشکش سے نجات دلائے۔ کوئی اس گردش کرنے والے گرتے کے اندر جو میری آواز پر اس طرح لڑکے کہتا ہوا بڑھے کہ قطبین کے درمیان ہل چل جائے؟

اللہ سے سنا۔ آواز نہیں آتی

ایک اعماہ تاریکی، ایک لامحدود مہکت۔ ایک بے پایاں ناہواری اور ذہن انسانی کا کارہاں ٹھوکر دے پڑھ کر کھاتا کرتا پڑنا پختیا چھٹاتا، بلباتا، اودتا، پشیملا چلا جا رہا ہے۔ منزل کیا ہے، میر کا رواں کدھر ہے۔ کچھ معلوم نہیں، اِلاّ

مجھ میں قدر بہت کو بائگے جس سے می آید

۴۲۲ میر شمسؔ میں ہوں آپ کا دیوانہ دوست جوش

کچھ روز تک تو نازق خزانگی رہی آخر جہوم عقل نے دیوانہ کر دیا

دیوانہ کر دیا۔ آخر جہوم عقل نے دیوانہ کر دیا۔ کاش ہی ہو چکیاں تو بیداری و خواب کے بین بین زندگی بسر ہو رہی ہے دنیا کی دنیا میں ہر آن ایک بھیٹنے کا مسامتہ رہتا ہے۔ اور ہر ساعت دونوں وقت طے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ بیداری و خواب، خواب بیداری۔

نور اپنے دلوں کو بھی پہچانتا نہیں

کس راستے کے موڑ پہ ہوں جانا میں

مکتوب الہ جناب عبدالمی صاحب۔ انگلٹ

(۲۵)

مکتوب جناب حفیظ جالندھری

حضرت اساذی جناب سالک، السلام علیکم!

گرا می نامہ ملا۔ آپ کی مبارک یاد کا ستارہ گزار ہوں۔ میں بھی پڑھتے ہی ملی۔ آپ کے خط نے میرے سینے پر جو بوجھ تھا اُسے کچھ ہلکا کر دیا ہے۔ یہ فطرت صاحب لاہور کب سے پہنچ گئے۔ میں دو تین دن سے تندرست ہو کر دفتر میں حاضر ہوا دس رہا ہوں۔ گیارہ دن سے دہلی کا خارج حالات ادا کر رہا تھا۔ فطرت، صاحب کو فون کر سکا نہ ملاقات ہوئی اب معلوم ہوا کہ وہ دہلی میں قلمی ہی نہیں۔ بندہ نواز باقیں جو میں آپ سے کہوں گا ہر لٹاک سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ میں یہ سمجھ بیٹھے کہ مجھ کو بچا لیا میرے پروردگار سے۔ بہر حال ان کا اظہار آپ کے سامنے ضروری ہے۔ میں براہوں یا بھلا اپنی ذات کے لئے ہوں۔ میں نے جان بوجھ کر ناچ تک کسی سے بھی بات نہیں کی۔ شاید مجھے نفع ہی و حدیث نہیں رہی۔ اس کے باوجود دنیا جیسے نہیں دیتی۔ سچ پوچھتے تو جہان تک دنیا کا واسطہ ہے مجھے اب تنگدستی کی پروا نہیں۔ البتہ چند نفوس میری دنیا ہیں جن کو میں جیسے ہی تو نہ چھوڑوں گا۔ اور اس دنیا میں آپ کا وجود سب سے اہم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے ہزاروں غلغلے دوست ہیں۔ لیکن میرے تو دو چار ہی دوست ہیں جن میں آپ سب سے قدیم ہیں۔ دوست نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ۔ اپنی زندگی کی کشکش میں آپ سے ہمیشہ دور رہا۔ اور دوسرے لوگ جو مجھ سے کسی نہ کسی طرح تناؤ خوش تھے آپ سے قریب اور نگہ ضروری بنا دیا دوری۔ اس کے باوجود ایک ساعت کے لئے بھی مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ آپ میری برائی شکر ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملائے ہوں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سالک دشمن ملک کے لئے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔

میرا ارادہ ہے کہ یہاں دہلی میں ایک اکیڈمی قائم کیا جائے جس میں زندگی و فن خیالات کا اظہار کیا جائے اور جو وہ بدولت و نسبت کے لئے شعرا سے امداد لی جائے میں نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ منظور ہو جائے گی۔ اس مشاعرے میں آکاپ بھی شامل ہوں ساور مجاہدین و شہداء ایک مرتبہ پھر دنیا آب کی زبان بیاک سے سن لے تو کیا حرق ہے۔

ادبیات میں محترمین بھی لاہور ہی میں ہیں۔ اور یہاں بھی۔
یہاں مکان ہی اب تک نہیں ملا تھا۔ میں اور پنڈت دونوں ادھر اُپر پتے پھرتے تھے۔ اب کل قول باغ میں ایک جگہ کرایہ پر لی ہے۔
صاحب زادوں کو سلام، بچپن کو دعا۔ پنڈت جی اپنا خط خود لکھیں گے۔

خادم حفیظ

مکتوب ایسا شہنشاہی

(۲۶)

مکتوب حضرت حکیم ادا آبادی

عزیز بیٹی! سلامت رہو، خوش رہو!

میں ایک زمانہ سردائے امراض سا ہو گیا ہوں۔ دو چار دن تک کے لئے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بالکل ہی محتلف ہو گیا ہوں اور پھر دس پندرہ دن دہی عالم، دماغ، دل یکسر غیر جانور بننے لگے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ یہ آثار برے سی نہیں ہیں۔ اور موت تو ایک ہی صدمہ ہے۔ میرے گریز ممکن نہیں، اور اگر ممکن بھی ہو تو آخر ایک نعمت سے گریز کے معنی کفرانِ نعمت نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں۔ تم جانتی ہو جس سسناؤ نے دکھا ہوں لیکن میں انھما بدعوض و محبت کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔

تم نے جس مشاعرہ سے متعلق لکھا تھا اس کا قزمانہ گند چکا۔ مکان غالب ہے کہ ۳۱ جنوری کے مشاعرہ میں شریک ہوں گا۔ یہ مشاعرہ غامض سے مستحق ہے، لہذا تمہیں اس کا علم ہو چکا ہو گا۔

میر تقیام نوب و مستور رشید صاحب (مخدوم محترم) ہی کے مکان پر رہے گا لیکن تم ان کے مکان سے قریب ہو، اس لئے اکثرہ و بیشتر آنا جانا ہو گا۔ اور یہ تک مختلف موضوعات پر باتیں ہوا کریں گی۔ اب تو ماشاء اللہ تم کو عریض ہو گئی ہو، لیکن پیاری بیٹی! یاد رکھو علم نیک ہو سیکھنا ہے جو صرف کتابوں تک محدود نہیں ہے۔

کوئین کی ہوس میں اناں ذلیل و خوار

کوئین، اپنے سینے کے اندر سے ہوتے

کتاب سے صرف کتاب بن سکتی ہے۔ زندگی نہیں بن سکتی۔

بات کماں سے کماں نیچی۔ اس وقت رات کے گیارہ بج چکی ہیں صبح ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اچھا خدا عاقل و عاقلہ، ہی ای جان یا میری محترمہ بھادج صاحبہ کی خدمت میں میری عزت سے سلام و استیافتی۔ اور اپنے دونوں بھائیوں کو بہت سی دعاؤں عارضا تمہاری آبا۔ بھی ۳۱ جنوری تک دہلی سے علی گڑھ آجائیں۔

برادر محترم ہاشمی صاحب کو خط لکھ کر میری جانب سے سلام پیش کر دینا اور بھی لکھ دینا کہ مشاعرہ بدولت و نسبت ان کی شرکت ضروری ہے۔ صرف جگہ کے لئے۔

دعا گو حکیم ادا آبادی عفی عنہ

۳۱ جنوری ۱۹۵۳ء گزشتہ

میرے پیارے کے پیارے اپنے نزع خوردگی دعائیں اور۔

کل کی ڈاک سے وہ خط جس کو بنے اسے انتہائی غم مار کھنا چاہیے ملا ایک چھری تھی کہ کچھ سے میں انگریز ایک تیر تھا کہ مل پر مل گیا ہے ساختہ انگلیوں سے آواز گرسے دل تباہیت ہے خوار ہوئی کچھ بھیتیں نکالوں ہیں یہ گئیں۔ وہ میں نے کیا سنا کیا دیکھا آت آت نہت پیر نواب میر حسین علی خاں صاحب کی موت غضب ہے قیامت کبر نہ سہی صغیرا سہی۔ ابتدا سے سلسلہ کا زمانہ سے نوب بازار عابد شاپ کے پاس حضرت بدائع کے دولت خانے پر مقیم ہوں وہیں نواب صاحب بھی رہتے ہیں محبوب گنج والا مکان اب نہیں آس کر استاد کو چھوڑے ہوئے گئے عجب گئے گزر چکے مرزا شہید صاحب کی کبر رازی کا زور شور سے یہ ساری میں مجھے اس وقت یاد آتی ہیں اور میں دل قاسے ہوئے خط لکھ رہا ہوں۔ ابھی دافع صاحب کو کام میرے نے خبر لاکھا کہ ان کا غم بھی اٹھانا پڑا نواب صاحب اپنے اور میرے استاد کی مکمل اور جیتی جاگتی ذاریں بنے انتہہ زانے تک اور کس کو ہم زائد ہم بیاد رہنے کا موقع ملا رات دن کی حسرتی ہر اچھے برے کاموں میں اٹھتے جیتے موافقت وہ فون خوب بناہ گئے تمام کرنے کے لئے میں رو گیا۔

میر آصف الدین پیشی ترجمہ سے ملے فقیر نواب اس زمانے میں صغیرا تھے میرے پاس بہت آئے ہیں میں متعہ بار بازار میں میاں والے مکان میں نواب صاحب کے ساتھ گیا۔ اس زمانے میں سندس بہادر لاکھوڑا دنا جسٹم میں نواب صاحب جرتے تھے یہ واقعات یاد کرتا ہوں اور اپنا مرثیہ ہوں ہاتھ میر آصف الدین صاحب بھی چل بے ہوشوں نے بھی انتقال کیا میرا بھائی میں مفادقت کے مدے سیم رنج وغیرہ لاکھوڑا پہنچ گیا جہاں سے اب واپسی کی امید نہیں۔ کھانا دکھانے کا ہر دو دکھاؤں دل چاک کرنے کا ہوتا چاک کون۔ بار بار آسوں کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے نواب صاحب ہمیشہ فارغ اہل سہے روپیہ پیسے کے لحاظ سے کبھی نہیں ہوئی لیکن براستہم ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی نظروں کے سامنے دوڑائی انہماک لڑکے کو بیوند خاک کیا جی سے امید تھی یہ نہیں دفن کریں گے انہیں کو خود انہیں دفن کرنا پڑا اے اے میں تو سب کچھ ہوں جنہیں کچھ بھی واسطہ نہیں وہ بھی جس قدر غم کریں کہ ہے۔ کائنات آپ کو میرا پتہ نہ معلوم ہوتا کہ آپ مجھے خط بھیج کر اس زندہ تڑپاتے۔

دوڑھائی سال سے شاید وہ بہت معذہ ہو گئے تھے کہ میرے دو تین خطوں کا جواب نہیں دے سکے جب یہ صحت پیش آئی تو میں اکثر نواب عزیز یار جنگ سے ان کی خیریت دریافت کر لیتا تھا یاد رہاں بھیجے کے شاعرے کی واپسی میں محکم ارادہ کیا کہ حیدر آباد جا کر دافع صاحب کے مزار پر ناعمر پڑھوں اور نواب صاحب سے مل کر خود بھی دعویٰ اور اس میں بھی لاکھوں گز بھیج کر ایسا بار ہو کہ ساری حیرتیں خاک میں مل گئیں اور مجھے وطن ہی آنا پڑا مرحوم زندہ ہوتے تو تاہر سر کر حیدر آباد دیکھ دیتا اب آؤں تو کس کے پاس آؤں ہاتھ وہ صحت ہی مٹ گئی۔

ایک ساتھ کس کس کی تعزیت کی جوئے نواب میر آصف الدین صاحب ان کی ہمیں امیر مرحوم پر مسخات پے درپے ایسے میں کچھ دکھا جاتا ہے نہ کہا جاتا ہے دنیا کے رسد ہی میں ملکی ہے آپ کی مادی صاحبہ اور جلد مر جودہ اعزاء مجھ سے واقف

ہوں۔ لہذا سب کی خدمت میں ایک غم زدے کی طرف سے الفاظ تعزیت پہنچائے میرا قصد ان میرا بھائی تو اٹھ گیا اب یہ آپ کی سعادت پر منحصر ہے کہ آپ مجھے یاد رکھیں یا نہ رکھیں آپ کو میں اپنے بھائی کی یاد گار سمجھتا ہوں یہ خاص آپ کی میانت تھی جو اپنے غم میں مجھے آپ سے شریک کیا ذرا طبیعت کو سکون ہرے تو تعمیل ارشاد میں قطعہ تاریخ حاضر کروں آپ کا تہہ میں نے اپنے رجسٹر میں درج کر دیا ہے وہاں کے متعلق ہر مشعل سے کئے گئے حاضر ہوں اور خط کو اس فقرے پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اور سب کے ساتھ مجھے بھی مبرورے اور جہاں ہونے والوں کو جنت نصیب کرے فقط۔

نم زدہ فرخ ڈاکخانہ نارہ نطخ الز آباد

۴ جون ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ مطا آصفی

(۲۸)

مکتوب اثر کاغذی

مکرمی تسلیم۔

آپ کا پوسٹ کارڈ ملا۔ نرا دانش کا شکر ہے۔ میری اکثر کتابیں شائع ہوئیں گراؤندس کو میرے پاس اس وقت ہوئے ہیں ان کی چند آب زہد و کم خوردہ جلدوں کے اور کوئی موجود نہیں ورنہ حاضر خدمت کرتا۔ چار دن عطلہ رجسٹر پاورسل پوسٹ سے روانہ کر رہا ہوں۔ قبول فرمائیے۔

شائع شدہ کتابوں کی فہرست یہ ہے:-

- ۱۔ اترستان (وہان غزلیات) مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۲ء
- ۲۔ زندگاری بیگم (منظوم ڈرامہ) " " " " ۱۹۳۵ء
- ۳۔ بہاروں (ایمان دوم) " " " " ۱۹۳۹ء
- ۴۔ رنگ بست (دوسری زبانوں کی فنکوں کے منظوم تراجم مطبوعہ اردو اکیڈمی لاہور ۱۹۴۲ء
- ۵۔ لالہ لگی - مجموعہ قطعات و رباعیات فیروز سنز لاہور ۱۹۴۲ء
- ۶۔ غیر مبادیہ (بگوت گینا کامل منظوم ترجمہ) راج محل پبلشرز جموں ٹوی ۱۹۴۴ء
- ۷۔ اثر کے تنقیدی مضامین - نظامی پریس جالپور ۱۹۴۵ء

کلام کے انتخابات مختلف حضرات نے شائع کئے۔ شاعرانہ ماحول قلمبندی نے "گہائے جعفری" کے نام سے نظامی بدایوں مرحوم نے "اثر کے ڈیڑھ سو نشتہ" کے عنوان سے - مرحوم چونکہ ایک اخبار نویس ذوالقرنین کے مالک اور ایڈیٹر تھے انہوں نے صرف ایسے اشعار انتخاب کئے تھے جو آج کل کے سیاسی حالات پر مشتمل روشنی ڈالتے تھے۔ اور وہ اپنے مضامین میں ان اشعار کو اس خوبی سے کہہ جاتے تھے کہ خود مجھے حیرت ہوتی تھی۔ کائنات کی حمایت میں ایک مضمون تھا اس میں یہ شعر نقل کیا ہے

لٹ رہا ہے چمن اور آہ نہیں کر سکتے پھر غلہ کیا ہے کہ ہم سا کوئی میر نہیں

مرحوم نے ایک جگہ یہ بھی لکھا کہ چپاس مطلع تھے تھے۔ چپاس و دیوانی اشعار اور چپاس مطلقے - ایک انتخاب انتہائی نے بھی عرصہ ہوا شائع کیا تھا۔ کتنی ہی کتابیں اور ہیں جن کو طبع کرانے کی فکر ہے۔ دیکھئے جو زبوت آئے۔ کیڑا عری اس

منزل میں لایا ہوں جس کو عام شاعروں کے برخلاف پہری کا دوتا دوسے کے بجائے اس طرح نظم کیا ہے۔
دیا ہوں گویا دیا جو بحر کے نزدیک، آہنچا

وہ جوش و روانی ختم ہوئی ہر شعلہ علقہ حیرت گیا

مجھ میں یہ محنت مہیب ہے کہ اپنی طرف سے مراسلت میں پیش قدمی نہیں کرتا مگر خط کا جواب دینا فرض سمجھتا ہوں خط بھیجئے گا۔
قرائن اشارہ جواب میں پہلے ہی نہ کروں گا۔

خاک را اثر

مار و جبرست ۱۹۹۹ء کشمیری عمار کھنڈر۔

(۲۹)

کتب آل احمد سرود
کتب الہیہ خلیل الرحمن علی

خلیل صاحب تسلیم

آپ نے مجھ سے مسلم پرچہ کی گزٹ کے لئے ایک پیام مانگلی ہے۔ چنانچہ یہ چند سطریں عام ہیں۔
نئے ملی گڑھ کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ تحصیل علم کا ہے۔ ہمارے ملی اداروں میں تفصیل علم کی عداوت و محفل ہوتی
جاری ہے۔ موجودہ دور کی حال زب مشکلات نے ہر کوئی نام و سہ رکھا ہے۔ ذہنی کی تربیت اور شخصیت کی نشوونما کے
جائے سرٹی ٹٹٹ کو سب سے بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ ملی گڑھ کے سرٹی ٹٹٹ کے ساتھ علم کی محنت اور علم کا جیائزہ
اور جہات افزا قصد بھی ہونا چاہئے۔ تعلیم کا مقصد روزی کمانے کے ساتھ انسانیت اور تہذیب کی شکل کر بھی روشن رکھنا ہے
اس بلند قصد کے لئے بڑے عزم اور دل سے اور بڑے استقلال اور پامردی کی ضرورت ہے

ہماری موجودہ یونیورسٹیاں، زندگی کی مقربہ شماروں سے آشنا کرنے پر تافع ہوتی جاری رہی ہیں۔ یہ دور نئے راستے
نئے تجربے، زندگی کے نئے امکانات، معذی کی نئی مہمیں چاہتا ہے۔ بنگلہ اس منزل میں اسی وقت وہ فانی کر سکتا ہے جب
ہمارے طالب علم امدان کے سر پرست، بچے بننے سے پہلے نسل کا تنہا پر امداد کریں۔ میرا خیال، حق بگڑی جتنی آج ضرورت تھی
اتنی پہلے کبھی نہیں ہوئی۔

مرسید نے ہندوستان کے سائنس کو جاگیر دارانہ تعلیم کی قدوسی سے نکال کر مغربی تمدن امداس کے ہر گیر
پہرڈی سے آشنا کر لیا۔ یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ اب ایک دوسرا تاریخی موڑ ہمارے سامنے ہے۔ نگرز کہیں پھاڑا امد
آئیں تو سے ڈرنا، زندہ قردم کی پہچان نہیں ہے۔

آزاد ہندوستان اپنی قومی تہذیب کی بنیاد پر اپنے خودی کی علامتی کھڑی کرنا چاہتا ہے۔ یہ غلط بات نہیں ہے۔
غلطی مغربی تہذیب کے ناقص، عداوتی اور بنڈاتی قصد میں ہے، ملی گڑھ ہندوستانی تہذیب کی صالح عداوت ہمارا کر کے
جس میں امدوزبان و ادب کا سارا سرمایہ شامل ہے ہندوستان اور انسانیت کی ایک بڑی خدمت انجام دے سکتا ہے۔
آج ہمارے طالب علموں میں علم کی محنت مغفود ہو گئی ہے۔ اُن کے یہاں ایسی بے یقینی اور بے ولی عام ہے جو کسی
بڑے مقصد اور اعلیٰ جذبے سے متاثر نہیں ہوتی۔ یہ کھوئی ہوئی دولت واپس لی جائے تو ہمارا کارنامہ موجودہ دور میں کچھ کم
تاکا ہوگا۔

تمی نکلا۔ لیکن اب تو، چکا تھا کہ ایک پیری پیری لگتا۔ بنا ایک۔ ان کا کوئی ۳۰ سنا فی ہنڈ (تقریباً ۳۰) اسٹریک ہنڈ سے زیادہ کا خرچہ ہوتا تھا۔ عاقبت کا یہ حال کہ ہر کسے میں ٹیلیفون، باربیٹے نہیں، یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی، انڈی ہنڈ کے لئے، چار ہنڈ کوئی ہر ٹیلیفون کر لیجئے، پان کی عزت ہر ٹیلیفون مانو ہے۔ خود، ہر پانی سے ہرے آئے گا۔ ٹی بھی واٹس کیا سٹ ڈار، مجھے ڈیڑھ اے بی بیڈ کا شبہ ہوتا تھا۔ میرے گھرے کا بیڑ واقعی یہ اسے زیادہ سیر معلوم ہوتا تھا۔ میں وقت بھی ٹیلیفون ہی سے بوجھتا تھا۔ یہاں وقت پر چلا۔ اور ایک ہنڈ کی لکڑی کی خوبصورت آواز عربی میں آئی اور دست بنادیا، وہ جانتی تھی میں رز سبھی نہیں جانتا اس لئے عربی بول سیتی تھی۔ یہاں رز سبھی اثرات بہت ہیں، فرق کچھ پے گئے ہیں اثرات اب بھی باقی ہیں۔ انگریزی۔ بے کا۔ پیل جاتا ہے لیکن زیادہ نہیں۔ یہاں عربی بہت کام آتی۔

میرے ہر ہنڈ PILEM SEARCH کے نیچے BAR تھا۔ مجھے یہ بات معلوم نہ تھی اس کا راستہ اب سے تھا، دیکھا کہ شام سے موٹریں آنے لگیں اور لوگوں کا مجمع شروع ہوا۔ میں نے سمجھا کوئی پارٹی ہے، اندر نہ بیٹے جا کر دیکھا کہ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ شراب کھو رہا ہے۔ اسے اندھا دھڑکا جا رہا ہے، اسے پاؤں اڑا رہا ہے، اور پھر لفٹ کے ذریعہ اپنے کمرے میں۔

یہاں بن لوگوں سے ملاقات کی ان میں دو قابل ذکر ہیں، امریکن پروفیسر، سٹی بیروت کے نائب صدر اور مشہور مسٹر شرقی ڈاکٹر زریں، یہ بہت مہربان تھے اس دن دینی دہشتی کھلی تھی اس لئے سی ٹیگ میں شریک ہونا تھا، ایک چپ ایک سیٹنگ فم کر کے وہ اپنے کمرے میں آئے تو ان کے سیکرٹری نے میرا ذکر کیا۔ فرما پایا اور بہت رزنگ باتیں کرنے رہے اور مشورے دیتے رہے۔ بعض اساتذہ سے بھی ملا۔ ان کے یہاں کی لائبریری بہت خوبصورت ہے ایک پوری منزل زیر زمین ہے۔ اور مشرقی کنالوں کا بڑا اچھا ذخیرہ یہاں دیکھنے میں آیا۔

دوسرے صاحب محمد سلام تھے، یہ صاحب سلام کے بھائی ہیں جو گزشتہ مرتبہ پر لبنان کے وزیراعظم تھے، مسلمانوں کے حقوق کے یہاں پر بھی بڑے علم بردار ہیں، یہاں نہیں کتنے کالج اور مدارس مسلمانوں کے اور لاکھوں کے لئے کھلائے۔ انہوں نے۔

یہاں کا سکہ مجھے بہت پسند آیا، العزیم کا بتا ہے ادبیت و بصورت اور ملک، انکسٹان کا پس منظر، بھاری اور بھرا، اسے جیب میں لئے پھرنا ایک مصیبت ہے۔ لندن پہنچا تو مفتی صاحب لینے کو مروتھے، میں نے انہیں رقم سے کیبل کر دیا تھا۔ علی گڑھ کے بہت سے لوگ ملے۔ انہوں نے کچھ ایسا کر لیا ہے کہ کئی گھنٹہ تک ایسا معلوم ہوا جیسے میں لندن میں نہیں علی گڑھ میں ہوں۔ دوسری شب ڈاکٹر مشہور عالم صاحب نے کھانے پر بلایا۔ کھانا ہندوستانی تھا ادبیت لایڈ خور ہی ان لوگوں نے مل کر پکایا تھا۔ عزیز صاحب زور دہی کے بھی موجود تھے۔ سالم صاحب بھی ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کو کچھ رہے تھے اور آپ سے بہت دل چسپی سے رہے تھے۔ موصوف نے ہر شخص یہاں شاکل نظر آتا ہے۔ اور ہر شخص ان سے ڈرا ہوا معلوم ہوا۔ لوگوں کو شکایت یہ ہے کہ وہ ابھی طرح نہیں ملے، واللہ اعلم شاید ان کے کوشتی نہیں کی۔ ایک دفعہ انہیں اسٹیز کی لائبریری میں بھی گیا تھا بہت خوبصورت عمارت ہے اور بہت اچھا انتظام، کتابیں زیادہ تر انکیاں نکال کر دیتی ہیں

اور وہی انتظام دیکھتی ہیں کیونکہ میں تو ہر جگہ رکھیاں بھی آپ کو ملیں گی۔ ایک بار بڑا لطیفہ تھا ایک مشہور کہلی اکسفرڈ کا ہے۔ ایک بار
میں وہاں گئی تھی۔ اتنا ایک وٹیرس کافی بنا کر لائی اور شکر کی ٹولی ڈال کر اس نے سامنے بڑھا دیا۔ ابھی وہ واپس ہونے کے لئے
اچھی طرح مڑی تھی نہیں تھی کہ مجھے بے اختیار ہنسی آگئی اور بیت زود سے ہنسا، وہ بڑی سیر کر مہال کیا ہے لوگ مجھ جیڑے کر
بات کیا ہوئی۔ ہنریہ کہ اس وقت پتا نہیں کہاں سے ہمارے رشتی صاحب یاد آگئے کہ وہ اس وقت ہرتے اور یہ ویٹا کی لڑکی
انہیں کافی بنا کر دیتی تو وہ ہزار ویشس سہی، لیکن وہ منورہ سکا کر کہتے: "اسے بھی پیچھے آپ پیچھے" آپ نے تو کافی ہی نہیں!
یہ بونی درستی واقعی جی الا زامی بونی درستی ہے، کہاں کہاں سے لگ آئے ہونے ہیں۔ خبریں تو بیت کچھ لکھ گیا اب
اپنی مسنائیں اور علی گڑھ کے حالات تفصیل سے لکھئے 'مرے بعد سے خانہ پر کیا گذری' احوال غالب پر آپ نے مضمون
کو کہا تھا اور ایک مضمون آج کل کے لئے اس کا کیا ہوا۔ اب اپنا وعدہ پورا کیجئے اور جلد۔ اور سنسن ہوں گا اگر احوال غالب کے
تبصرہ کی نقل بھیج دیں تاکہ دوسری جلد کے گرد پوش پر درج کرایا جائے۔ امید آپ بہر حال خبر ہوں گے اور مجھے بھولے نہ
ہوں گے اور تفصیل خط لکھتے رہیں گے۔ والسلام

آپ کا بھائی مختار الدین احمد

۸ رزبر ستمبر

اعلیٰ صاحب کے لئے ایک غزل حاضر خدمت کرتا ہوں:

| | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| اس قدر بھی نہ ہم کو ایذا دو | رحم انساں پڑا سے پری زادو |
| مر جا رہو اپنی کو چھوٹے یار | راہ بخش ہمیں بھی دکھلا دو |
| اے مقیمانی کشد ہستی | آج کی شب ہمیں بھی یاں با دو |
| خوب اگر میں باہوں اے غریب | مجھ سے پیتر جیاں میں دکھلا دو |
| اے بتاں کب تک یہ ملک ملی | کچھ خدا کا بھی ڈر ہے جتا دو |
| اے مری مرگ و زندگی میں نہیں | کس کی خواہش ہے کچھ تو فرادو |
| تم قسٹی کا اک سخن پیارے | نا سمجھ دل کو میرے سبب دو |
| جیسے زلفوں کو اپنے سلجھا یا | میرے دل کی گرو بھی سلجھا دو |
| کل سے مدق گرفتار ہے عیاں | ہل کے آج اسکے جی کی سلا دو |

دیوانی مدق صف ۳۳ کتب خانہ بوڈلین اکسفورڈ، فریو ایلیٹ: نمبر ۲۵

یہ غزل ایک گنام شاعر میر تقی میر کی ہے جن کا زمانہ بارہویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے، ان کا طرز
بوڈلین میں دیکھ رہا تھا کہ اس غزل پر نگاہ پڑی، متعلق پسند آیا، غزل نقل کر لی، اور اب آپ کو نقل کر کے بھیج رہا ہوں۔
تعب نہیں کہ آپ کو ذہنی اور بحر پسند آجائے تو آپ کی بھی ایک غزل اس ذہنی میں تیار ہو جائے۔

مختار الدین احمد

اکسفرڈ

۸ رزبر ستمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۳۱)

مکتب الیہ صمد شاہین

نثری، تسلیم

”یاد دہ“ کا پہلا نمبر نظر نہ ہوا پھر آپ کا خط ملا۔ آپ کے اخبار مائی سیدی کے چند پرچے یہاں ایک صاحب کے پاس آئے۔ تھے انہیں دیکھتے ہوئے آپ کے اس نئے رسالے کا اشتہار بھی دیکھا تھا غالباً اس وقت اس کا نام کچھ اور تھا ان باتوں کو بھول گیا تھا لیکن رسالے کی رنگینی اور جاذب نگری نے سب کچھ یاد دلادیا۔ ترقی پسند ادب کا مستقبل روشن ہے کہ اسے ایسی نگاہوں پر ایسے ذہین اور باشعور کام کرنے والے مل گئے ہیں جہاں اردو کی زندگی ہی خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔

میں نے رسالہ کو شروع سے آخر تک پڑھا۔ اس کی ترتیب میں سید فخر علی گل کا اخبار جوتا ہے۔ مضامین اور نظروں کا تنوع پہلی ہی نغمہ میں اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور مضامین کو سلسلہ وار پڑھتے وقت ہی یہ تنوع باقی رہتا ہے ایک رسالہ جو مختلف قسم کے مضامین کا مجموعہ ہوتا ہے شاید اس کی ترتیب میں اس غریبی کی جستجو کی جاسکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ بلنگدی میں اس سے زیادہ بہتر طباعت کا انتظام نہ ہو سکتا ہوگا ورنہ ”یاد دہ“ شاید اس سے بہتر شائع ہوتا۔ ان ایک بات ٹائپلر کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں۔ نئے دور کا آفتاب اپنی سنہری کڑی دنیا پر ڈال رہا ہے۔ بلوں کا دھواں، صنعت و حرفت کی ترقی کا اخبار کر رہا ہے، زمین سرسبز ہے، پہاڑوں کی چوٹیاں سراپائے ہوئے ہندوستانی قوم کی عظمت اور سرمدی کا پتہ دے رہی ہیں اور ایک آواز طاقتور آواز فضا میں سرخوشی کے عالم میں اڑتا ہوا آواز کی علامت سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ لیکن اس رنگ و رنگ سرود میں نکلنے ہوئے سورج کی کرنیں کچھ باپانی جھنڈے کی شکل سے مضیاد کر رہی ہیں ”نکلنے ہوئے سورج“ کے اس ملک سے ہم ہندوستانیوں کو کتنی نفرت ہے یہ کہنے کی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں نوریہ طاقت باطل اقدار ہے اور اس پر دھیان دینا غیر موزوں سمجھا گری ہے لیکن جی چاہتا ہے کہ اگر کسی طرح ٹائپلر میں جس ترتیب میں ہر کچھ کو لکھنا چاہا ہو۔

خیر یہ تو ایک بدلتی سی بات ہے۔ اب جاپانیوں کے خیال سے ہم اپنی زندگی کے احق پر ابھرتے ہوئے سورج سے منہ کیوں موڑیں! اگر رسالہ فائنٹ و شنی کا اظہار کر رہا ہو تو سرودق پر غور کرنے کی کیا مزدورت ہے۔ آپ نے پہلے ہی نمبر میں بعض کہنے مشق ادیبوں کو اکٹھا کر لیا ہے اور جو ایک آدمہ کسی قدر نئے نام ہیں وہ اس طرح نقارہ بجاتے ہوئے دھوم دھماکے سے داخل ہوتے ہیں کہ ان کے مستقبل کو سوچ کر خوشی ہوتی ہے۔ میری مراد نثری میں صاحب ادب آپ سے ہے۔ نثری خیر و شر کا طویل مضمون میں نے بڑی دلچسپی سے پڑھا اور مجھے موصوفہ کی کسب نظر اور محاسن کی کثرت پر حیرت ہوئی ہے، پھر افسانہ نگار کا تجربہ، ان کے افسانوں کے متعلق پرمطرب اندازہ دانا میں۔ یہ باتیں قریب و دلیں آتی ہیں مگر افسانوں کے متعلق اس مضمون پر پڑھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کی جگہ بریل کے پڑھنے لکھنے والوں کے ساتھ نہیں ہے۔ ان نگار کے کثرتی افسانہ کا ترجمہ میری موصوفہ بہت سستہ اور رواں کیا ہے۔ آپ کا افسانہ بھی میرے لئے آپ کی پہلی اردو تحریر ہے اور اس ابتداء کے ساتھ ایک اچھی انتہا کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ آپ نے شادی کے پیچھے کچھ کو پیچھے ہی شکل میں خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

باقی ماندہ مضامین تقریباً سب کے سب میرے پڑھے ہوئے ہیں۔ فیض کا مضمون تقریباً سب سے زیادہ ہے، کثرتی پڑھنے کی پُرغورم نثر کے ایک آدمہ پہلوؤں کو بالکل ہی چھوڑ جانے کے باوجود بہت اچھی ہے۔ نثر کا افسانہ اور اشک

کا ذرا سرور و رونق خاصہ ملی چیزیں ہیں۔ ان فنکاروں کے انتخاب میں انجی کافی ترقی کی گئی تھی۔ اگر مہروردہ فنکاروں کا شامل کیا درست ہے تو آپ کو اس سے بہتر نظر نہیں آئے گا۔ ۱۰۰۷ء میں ان کی بار بار خواہشیں منادات کی گئی تھیں۔

پہر حال عمومی حیثیت سے یاد دہرا ایک کھلے ہوئے ماحول پریت سے مختلف خیالات اور خیال کو جمع کرنے کا بہت اچھا اور معلوم ہوا ہے۔ ترقی پسند و عام مفہوم کو سامنے رکھ کر جو لوگ بھی مخلصانہ انداز میں عوام کے بنیادی مسائل سے دلچسپی لیتے ہیں، تمدن کی برکتوں کو عام کرنا چاہتے ہیں، سارے مسائل کے لئے آزدلی اور ترقی کے خواہاں ہیں ان سب کو شریک کیجئے۔ آپ نے اختتام میں اپنے مقاصد کی جرمناحت کی ہے اس سے قریب دیر لگے اتفاق ہے۔

اپنے پہلی معادلوں میں مجھے بھی کچھ مینوں اور میری صحت کافی خراب ہے اس لئے وہ ایک جیسے کچھ دکھ سکون کا۔ ذرا لی اگر آپ کو کوئی معین چاہتے ہوں تو میرے قلم پر بعض معانی تنقیدی جائزے ہیں سے لے سکتے ہیں جو اس جیسے میں ادوار اشاعت اور حیر آباد دکن سے شائع ہوا ہے اس میں مولود اور صفت پر ایک طویل مضمون ہے جو کہیں شائع بھی نہیں ہوا ہے اگر آپ جابجائے آئے لے سکتے ہیں۔

مخلص سید اعظم حسین

۱۰۰۷ء شیعہ سنی اتحاد

مکتوب الیہ محمد شاپر

(۳۲)

مکتوب اختر حسین صاحب کے لئے لکھا

مکرم بندہ

میرا نام نہیں آپ سے اپنی ذرا امت کا انکار کس طرح کروں۔ آپ یقیناً مجھے بہت پیار سمجھتے ہوں گے۔ کم از کم آپ کے متواتر فنکاروں کا جواب تو دینا ہی چاہیے تھا۔ اس پر عزائی کی وجہ کیا۔ کوئی دو، والد صاحب کی طاعت کی وجہ سے پریشان رہا۔ ابھی انہوں نے انتقال فرمایا تھا کہ بہرین بظاہر ہوا۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ میرا آبائی وطن شہر ہے اس ضلع میں انبار۔ اس کا قتل نام نہاں اس وقت تک بھی چل گیا۔ فرض ایک پریشانی پر تو عرض کروں۔ میں نے مضمون کے لئے بڑی مشکل سے مملو جمع کیا ہے آپ جانئے کہ جگہ کی کتاب میں لکھتے سے ملتی تھی۔ اور پچھلے دنوں وہاں کا کاروبار ایسا بندھا کہ کتابیں ہی ہزاروں تھیں۔ اب باکریں۔ اب بھی مضمون تو لکھ دوں لیکن آپ کے سال کا جو ہرج ہوا اس کے لئے میں نے کئی ایک مضمون جمع کر رکھے ہیں۔ اب اسے لکھ دوں۔ ذرا لکھئے۔ میرا مضمون ایک آدھ مضمون میں دہلی سے روانہ ہو سکتا ہے۔

مخلص
اختر حسین

یہ خط ممتاز شیریں کو بھی دکھلا دیں۔ میں واقعی بہت مدم ہوں۔

۱۲ دسمبر ۳ - پارک ایریا - ترونی بازار

مکتوب: میرا نام شیریں

(۳۳)

مکتوب محمد حسن صاحب

خود، آداب۔ کل آپ کا خط ملا۔ مجھے بڑی شرمندگی ہے کہ آپ کو انتظار کرنا پڑا ہے۔ میں اس زمانے میں مجاہد و غریب میں تنہا رہتا ہوں۔ بہر حال آج ہی مولود صاحب کی کتاب پڑھی، طبعی تہمیدیں لکھ کے بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ

اسے شائع نہ کرنا چاہیں تو پھر پبلیشرز - ایک مضمون ایک فرانسیسی اخبار سے ترجمہ کر کے بھیج رہا ہوں۔ آپ شائع نہ کرنا چاہیں تو اسے بھی پبلیشرز نکلیں۔ یہاں مجھے فرانسیسی اخبار اور رائے کوثر سے کچھ لکھنے کو مل جاتے ہیں۔ ان میں ایسے عجیب و غریب مضمون ہوتے ہیں کہ انگریزی میں ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ ایسا لالچ ہوتا ہے کہ ان سب کا ترجمہ کر ڈالیں گے۔ ہندوستان میں دلچسپی کسے ہے، اگر آپ کچھ بھی شائع کرنا پسند کریں تو آپ کو بھیج دیا کروں۔ مثلاً آج کل امریکا، فرانس، اٹلی سب جگہ یہ دباؤ بن رہا ہے کہ فحش نگاری پر مقدمہ چل رہے ہیں۔ آج کل امریکا کے ناول نگار HENRY MILLER پر فرانس میں مقدمہ چل رہا ہے۔ اسے ایک TEST CASE سمجھا جا رہا ہے اور ادیبوں نے ان کے دفاع کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے تو MILLER کا ایک مضمون نکلا ہے جس میں انہوں نے OBSEENITY اور PRONOGRAPHY کا فرق بتایا ہے۔ اسے بھی ترجمہ کر کے بھیج دیتا ہوں۔

آپ کا دباؤ یہی ہے کہ میں بھی تک نہیں لکھ سکا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ جلدی میں کسیوں۔ بہر حال اب یہی شروع کرتا ہوں۔ اب تو میں نے آپ کے بھیجے ہوئے افسانے پڑھے تک نہیں۔ لیکن میری بے سنی معذرتیں کا ہم ہر تو آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ اس خط پر پورے گھنٹہ نہیں لگا رہا ہوں، تاہم سیرنگ ہو کر آپ کو مل جاتے۔

تایہ "زمانہ" آپ کا لاہور کا۔ اس رسالے کے ڈائریکٹر میرے دوست ہیں اگر ممکن ہو تو انہیں کوئی مضمون عنایت فرمادیں۔

شاہین صاحب کو آداب - خاکسار
محمد حسن شاہین

۱۶ فروری ۱۹۵۹ء

مکتوب لکھنا - شیریں

(۲۴)

مکتوب شادانی

حزین

بیگانہ میں شاید اس طرح مخاطبت کا مستند نہیں لگتا کہ یہ ہے کہ میں آپ کو ایک بیگ - بوجہ کر کے خط نہیں لکھ رہا ہوں۔ یہ خیال ہے کہ جو لوگ اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ سب ایک خاندان کے افراد ہیں اور اسی بنا پر میں نے آپ کو عزیز کہا اور ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اتنی تہنیک کی بات کیجئے۔

جو لوگ یہاں کے حالات سے واقف ہیں ان سب کی متفقہ رائے یہی ہے کہ اس زمانے میں اردو زبان و ادب کی اشاعت جس درجہ مشرقی پاکستان میں مزوری ہے اتنی ادب کی نہیں۔ اسی بنا پر میں نے اند میرے دفاع میں یہ تہنیک کیا ہے کہ آئندہ فروری سے اردو کا ایک اچھا اور معیار بنانا شروع کر کے جاری کیا جائے۔ اس کا نام "عقار" ہو گا۔ میری خواہش ہے کہ خاندان کے پہلے نمبر کے لئے آپ ایک اچھا مختصر افسانہ لکھ دیں۔ میں بھی نمونہ ہوں گا اور اردو زبان پر بھی آپ کا احسان ہو گا۔

خوش قسمتی سے یہاں خاصی تعداد میں پڑھ لکھے لوگ جمع ہو گئے ہیں جن کا تعاون مجھے حاصل رہے گا۔ یہ لوگ خاندان کے لئے اچھے سے "اچھے تنقیدی تحقیقی اور دوسری قسم کے مقالات لکھیں گے لیکن افسانہ نگاران میں کوئی نہیں۔ یہی امید رکھوں کہ اس بات کا خدمت میں آپ میرا مدد فرمائیں گے۔ جواب کا انتظار کروں گا۔ امید کہ آپ کا مزاج غیر ہرگا - والسلام۔ دعا گو۔

شادانی

۸ دسمبر ۱۹۵۹ء - ۳۱ - نئی کھیت روڈ - رونا - ڈھاکا۔

مجھے آپ کا پتا معلوم نہیں اس لئے یہ خط کتنی صاحب کی معرفت بھیج رہا ہوں۔ فقط۔

(۳۵)

مکتب الیہا یکم فیض اللہ

مکتب سید امتیاز علی تاج

مبشرہ مختصرہ تسلیم

آپ کا گرامی نامہ مسز امتیاز علی کے نام پہنچا۔ وہ ان دنوں مدراس میں ہیں۔ سمانی چاہتا ہوں کہ آپ کا گرامی نامہ جو ان کے نام تھا میں لے کھلا اس کی وجہ مرث یہ ہے کہ جب سے مسز امتیاز مدراس گئی ہیں۔ کئی بار ایسا ہرچکا ہے۔ کہ ان کے نام کوئی خط آیا اور میں سنہ بند کا بند پتہ تبدیل کر کے مدراس روانہ کر دیا۔ وہاں انہوں نے کھلا تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرداری بات دفتر کے متعلق تھی۔ چنانچہ مسز امتیاز نے خود مجھے لکھا۔ کہ ان کے نام کے خط میں یہاں کھول لیا کروں ان میں جو تفصیل طلب بات جو۔ اس کی تعمیل کر دیا کروں۔ اور اس کے بعد خط میں بھیج دوں۔ ان حالات میں مجھے امید ہے کہ خط کھولنے پر آپ برا نہ مانیں گی۔ اور مجھے معاف فرما دیں گی۔

آپ نے مسز امتیاز کے لئے ازراؤ محبت و نوازش اہم ارسال فرمائے گا جو ادا دہ کیا۔ اس کے لئے دلی شکریہ قبول فرمائیے۔ لیکن مدراس اتنی دور ہے کہ وہاں اہم کامی حالت میں پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ بہر حال آپ کا گرامی نامہ میں انہیں بھیج دوں گا۔ اور اس سے انہیں آپ کے اس مشیر میں ارادے کا علم ہو جائے گا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گی۔ سمانی فیض حساب کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیکھے۔ خاکسار:

سید امتیاز علی تاج

(۳۶)

مکتب الیہا محمد صادق صاحب

مکتب جناب جرنل مسلمان

اخلاص پرور صادق صاحب زادہ خاتون تسلیم

عنایت نامہ پہنچا ترجمان۔ حسن ظن اور یاد فرمائی کا بہت شکریہ۔ میں آپ کے پچھلے مکتب کا جواب بھی لکھ چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ وہ خاک کیوں نہیں پہنچا۔ پاکستان میں اور بھی خطوط کے متعلق مجھے اسی قسم کی شکایت ہے۔ انقباضات زمانہ کے اثرات سے ملاقات کی صورت بدلتی رہتی ہے اور مرد مست اس مشکل کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔ اس یاں انگریز عالم میں نصف اللات بھی بسا غنیمت ہے۔ میں آپ کی نیک دعاؤں کے اثر سے بخیر ہوں۔ غریبی تو سن بھی وہی میں خیریت سے ہیں۔ گزشتہ واقعات اور اس جنگی دور سے ادبی زندگی بھی برائے نام رہ گئی ہے۔ یہاں ہر طرح محفوظ رہنے کے باوجود دو نہایت قریبی رشتہ داروں کی تباہی و بربادی نے طبیعت کو بالکل افسردہ کر دیا ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ وہ جانیں بچا کر ادھر پہنچ گئے ہیں۔ اب ان کی بے

مرد سامانی سودا ہن روح ہرور ہی ہے۔ آپ کے افکار متعلقہ حوادث گزشتہ پڑھنے کا شوق غائب ہے۔ عیش صاحب کے ساتھ ادبی محاذات کی تفصیل بھی ضرور لکھیے۔ فیروز پور کے ایک ایسے ان کی ایک نوبی کے برخلاف تنقید بھی شائع کی ہے۔ اس تنقید میں تعرض بہت حد تک منجانب خطا آتا ہے۔

میں نے آپ کو بار بار یاد کیا ہے۔ اور آپ کی خاموشی پر متحیر رہا ہوں۔ اب اس غایت نام سے بہت اطمینان ہوا۔ امید ہے کہ مل و رسائی کا سلسلہ منقطع نہ ہوگا۔ موسمی تعطیلات میں کوڑا ہی کو قیام گاہ تصور کرنا ناگزیر تھا۔ اس کے سرا اور جاتے تو کہاں جاتے۔ آپ کی رشتہ داریاں بھی غالباً مشرقی پنجاب ہی میں تھیں۔ ہمارا چہ کو دہلی کے مشاعرے میں شامل ہوں گا۔ یہ مشاعرہ رات کو براد کا سٹ بھی ہوگا۔ زیادہ اظہارِ خلوص و محبت۔

فردوس منع جالہ عظیم مارچ
جوش مسیانی
صرت ایک ہی تھا اس سے پہلے یہاں پہنچا تھا۔ اس کا جواب لکھ دیا تھا۔

(۳۷)

مکتوب معین احمد فیض

مکتوب الیہ چراغ حسن حسرت

حسرت صاحب قبلہ۔ آداب

آپ کا گویا نامہ کافی دیر سے آیا رکھا ہے۔ ایک زمانہ کے بعد کشائش دیدہ دل کا کچھ سامان ہاتھ آیا اس لئے جواب کی کادش کی بجائے خطا دوزی میں محروم کا خاص طر سے۔ فی دالٹ کے یہ دو شعر بہت پسند آتے۔

زلس کہ حسن فزود و غمش گداخت مرا

ز من شائختم او را ز او شاخت مرا

اور "آرزو با خوب لیکن اینقدر با خوب نیست"

پہلے شعر کا ایک جزو داغ نے بھی باندھا ہے لیکن اس شعر کے مقابلہ میں بہت پسند ہے غالباً آپ کو بھی یاد ہوگا۔

وہ روز و روز ترقی پر حسن ہے اُن کا

کہ صورت اُن کی مجھے بھول بھول جاتی ہر

جنتی بیگم کے متعلق ایک عرصہ سے تجسس تھا۔ اس کے بارے میں مزید معلومات کا کہیں ذخیرہ ہوتا لکھتے گا۔ اس کا ایک شعر مجھے بھی یاد ہے۔

کہاں تک کلمے جادوں خطائی کو مہم

وہ جب بھولتے ہیں یہ بھی بھولتے ہیں

آپ نے جو نئی لیاات طرالت کے ڈر سے نہیں لکھیں وہ اب لکھ دیجئے اور اپنی نئی کتابیں بھی بھیجئے۔
 (یہاں سے ایک سطر منسوخ کر کے لکھ دی ہے)
 ایک زمانہ سے اردو شاعری کا کوئی مکتب کا انتخاب مرنے پر جاتے۔ کچھ کل اسی کام میں مصروف
 ہوں۔ ہمدرد اس کا کیا ہے بہت سامانی ہے۔ حال ہی میں میر و ستودا کو دوبارہ استعجاب سے پڑھا جس کے شہ ہونے
 لگا ہے کہ ستودا میر سے بڑا شاعر تھا۔ یہ صحیح ہے کہ میر کے اچھے اشعار کی نظیر ستودا کے ہاں نہیں ملتی لیکن ستودا
 کے کلام کی عام سطح میر سے بلند ہے اور فنی و مہر میں میر ان سے یقیناً نیچے ہیں۔
 میں نے لغویات کا ایک نیا مجموعہ "دست سہا" کے نام سے چھپنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ انیسویں
 آپ لاہور میں نہیں ہیں در زمین چاہتا تھا کہ آپ ایک فطریہ لیتے۔ چار پانچ سال انگریزی اخبار میں
 سر مارنے سے جو موزوں بہت اردو آتی تھی وہ بھی بھول گئی ہے اس لئے ان منقولات میں ضرور بہت سی
 تباہی ہو گئی ہو گی۔ آپ دیکھ لیتے تو کچھ صاف ہو جاتا۔
 عید کے دن آپ نے لاہور کی لائن ریل کے لفٹ گارڈ کو کہا ہے "یہاں تو عید شب رات کی تہ
 نہیں" مستقل یہی کیفیت رہتی ہے۔ اس کے اظہار میں ایک شعر میں نے بھی کہا تھا۔
 یہ عید ہے یا دھر نیالی، بادہ پیمانی
 کوشب کو چاند نہ ملے نہ دن کو آبرکت
 اس وقت بے ساختہ مولانا عبد الباقی اسی کی شریعت غالب یاد آگئی جو غالب کے ہر شعر کی تفسیر کے بعد
 لکھتے ہیں "میں نے بھی کہا ہے"
 امید ہے آپ کا مزاج گرامی عزیز ہو گا۔

نیا زمند

فیض احمد فیض

(۳۸)

مکتوب الیہا ممتاز شیریں

مکتوب ن. م. ۱۰۰ شد

مختصر تفسیلات

گرامی نامر ملا "نیا دور" اچھی تک وصول نہیں ہوا۔ شاید اور ایک دو دن میں پہنچ جائے۔ میں یہاں سے
 تبدیل ہو کر آئے اور میر کو کراچی ریڈیو پاکستان ہیڈ کوارٹر میں چاہے رہا ہوں۔ اگر کوئی چیز میں رہ کر "نیا دور" کی
 کوئی خدمت کر سکا تو مجھے بڑی خوشی ہو گی "نیا دور" کے ذریعے آپ بے حد مفید کام کر رہی ہیں۔ بہت کم بے بسا

مختصر

(२१)

ملفوظات کرشن چندر

مردن سے غیر مطیع دہستے ہوتے بھی یا کسی سکھ کو سسوس کرتے ہوئے بی گویا جبری طور پر دھرم سے
 نہ تعب مصیبت سے (احمد رزوی) احزاب الاکیان - دشوارتر کمال - اہمند ناقد - مدح و سرور - تلمیذ سے

بدنام لیں کھیلنے کے لئے آتے تھے۔ تو میں نے انہیں 'نیادور' دکھایا۔ اور بدھو سورن اور مہندر ناتھ کو خاص طور سے عزت کا مضمون پڑھ کر سنا یا۔ تاکہ ہمت ہو۔ اس سے نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوگا۔

جوش صاحب بھتی گئے ہوتے تھے۔ بدھو سورن واپس آتے ہیں۔ ایک ماہ کے بعد جوش آخر کو ملنے کوئی کی سہی کر رہے ہیں۔ مسیخہ خیال میں 'جوش' آخر جوش کے اغاڑ بیان اور انداز فکر کی بہترین ترجمان ہوگی دیکھتے تاویج کیا راستے قائم کرتی ہے؟

Mysoean کا مطالعہ برابر کرتا رہا ہوں۔ اسے پڑھ کر مجھے اپنے کالج کا زمانہ یاد آجاتا ہے جب میں نے اور میرے ایک پر فیسر نے مل کر ایک ایسا ہی پرچہ انگریزی میں لاہور سے جاری کیا تھا۔ بڑی دلچسپ داستان ہے۔ پھر کبھی آپ کو سناتوں گا۔ مگر اس کہانی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں ابھی اسے پرچے کا ایسا نہیں ہو سکتے۔ نہ جانے آپ یہ پرچہ کس طرح چلا رہے ہیں۔

مخلص

کوشن چنار

مکتوب الیہ اختر انصاری

(۴۰۱)

مکتوب عصمت چٹائی

اختر صاحب۔ آداب میری مدد کیجئے یعنی آپ کا کوئی نیا مضمون ہوتا مجھے دیکھتے ہیں ایک رسالہ تا جڑ ایڈٹ کر رہی ہوں اس کی ذلت نہ ہو جاتے۔ کوئی خاص ادبی چیز ہو۔ مجھے تو آپ کا نام چاہتے پہلے پرچے کے لئے اگر کوئی نظم ہوتا وہی سہی۔ مہاجری صاحب کو آداب بچوں کو پیار۔ بھتی تو آپ آچکے۔ مضمون کب تک بھیجیں گے۔

خاکسار: عصمت

(۴۱۱)

مکتوب الیہ محمد شاہی

مکتوب احمد علی

مکرمی، تسلیم آپ کا خط ملا۔ شکریہ نہ معلوم بات کیا ہے کہ آپ کے بھیجے ہوئے پرچے مجھے نہیں ملے۔ نیادور کے دو پرچے ضرور ملے تھے یعنی نمبر ۲ اور ۳ اور ۴ نہیں ملے۔ مگر ہے کہ دہلی گئے تھو اور وہیں پڑے ہوں یا کسی اور صاحب نے لے لیتے۔ آپ نے لکھا ہے کہ نیادور کے قیرے بڑے بھی مسیری کوئی چر شائع ہوتی

ہے۔ وہ کون سی؟ مسجد کے اپنے انشا پر پسند و پس سے اس کے شائق کو لے کر اجماعت لے لی ہوگی۔ پھیل
 مرتبہ ہماری گلی کے شائق ہوئے پر وہ خوش نہیں تھے۔
 میں نے سجدہ کے بعد ایک طویل انشا لکھا تھا وہ عنقریب انشا پر پسند و پس سے الگ کتابی صورت
 میں شائع ہونے والا ہے اور کتاب بالخصوص ہوگی۔ جنون موت سے پہلے ہے اگر آپ روبرو کریں یا میسر
 انسانی پر عجیبی طور سے روبرو میں شامل کریں تو انشا پر پسند و پس کو لکھ کر مجھ کو ادوں گا اور کوئی چیز اور ادوں میں
 نہیں لکھی۔ کچھ کل اردو شاعری پر انگریزی میں کام کرنا تھا اور ایک انتخاب کر کے انگریزی نظم میں ترجمہ کیا
 ہے۔ وہ فی سے سہ کر داغ تک مشہور ناول گوشترا کے کلام کا انتخاب ہے۔ ولایت جلد بیچنے کا ارادہ ہے
 اگر اردو میں کوئی چیز لکھی تو ضرور خیال رکھوں گا۔
 اگر ۱۵ اکتوبر سے پیشتر نیا دور کے دو دن پر چھ یعنی نمبر ۳ اور ۴ یہاں بصیرتیں تو ممنون ہیں
 اس کے بعد کوئی بیسے بھرے لئے تو لی جائے گا ارادہ ہے

نیا مندر

احمد علی

لکھتہ ۳۱ ستمبر ۱۹۵۵ء

(۴۲)

مکتب الیہا متاثر شیریں

مکتب راجندر سنگھ بیدی

مفتو میریل کے سلسلے میں جو آپ کام کر رہی ہیں نہایت قابل تحسین ہے میری یہی چاہتا تھا کہ
 کوئی ایسا قدم اٹھاتے جس سے ہمارے عزیز مرحوم کے راضیتیں کی کسی طرح مدد ہو۔ چنانچہ اس خیال کے
 پیش نظر میں نے کسی رسالہ کے لئے مضمون نہیں لکھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اخبار رسالے والوں اور ناشرین
 کو منتو کی زفات کا غم نہیں ہوا۔ لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر نے اس سائنس کو پرچہ بیچنے کا ذریعہ بنالیا۔ اور یہ
 بات بہت ہی افسوس کے قابل ہے جو کام کرنے لاکتے تھا وہ نہیں کیا۔ ایسی مایوس کن مہم کے سلسلے
 میں مجھے ذوق کا شعور یاد آتا ہے

لکھتہ دوست کچھ ایسی پوری ہم بد نصیبوں سے

کتاب تو جس کا جی چاہے وہی بخوار ہو جائے

آپ پر کتاب کب تک شائق کر رہی ہیں۔ کب تک میرا مضمون مل جانا چاہیے
 اگرم کوٹ، تکیں پا چکی چلی چلی چکی۔ اچھی راستے کے مالکوں نے اسے بد حد لڑا ہے لیکن چونکہ

ہمارے پروڈیوسروں نے عوام کے خالق کو بگاڑ کر دیا ہے۔ اس لئے یہ تصویر مقبول عام نہ ہو سکی۔ جب بھی میں اسے اپنی بات کو تاہی سمجھتا ہوں ان کی ضرورت نہیں گردانتا فلم کو ENTERTAINMENT کا ذریعہ ہونا ہی پڑتا ہے۔

آپ نے نیا دور کے زمانے میں بے حد خوبصورت کام کیا۔ ہے اب بھی کسی ایسے ہی کام کی صیقل نکالنے لگے۔

زیادہ آداب و واجتہ رنگہ میدی

(۳۴)

مکتوب ایہا ممتاز شریس

مکتوب غلام عباس

اسلام علیکم میں سخت، نام ہوں کہ اس سے قبل آپ کو کھانا نہیں ملا تھا۔ سنا ہے کہ آپ نے اپنے کھانے کو بیکار کر رکھا تھا۔ کھانا بھی کھوں گا جب افطار بیچوں گا۔ اس سے افطار لکھنے کو بیکار کر دیا ہے۔

میں نے دن میں تہجد کر رکھا تھا۔ کھانا بھی کھوں گا جب افطار بیچوں گا۔ اس سے افطار لکھنے کو بیکار کر دیا ہے۔

آپ کے خاندان نے مجھے اس عہد کو توڑ دیا۔ پر زبور کر دیا میں جب سے لندن آیا ہوں۔ بی بی کے کاموں میں اس قدر مشغول رہا ہوں کہ ایک سطر تک نہیں لکھ سکا۔ میرے سارے احباب مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں گے۔ اور عذاب آپ بھی اگر الینا ہے تو ازارہ کرم آپ مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ کی ناراضی ہمیشہ لئے سخت تکلیف کا باعث ہے۔

چہ کہیو کہ آپ بہت میرے عزیز و محترم دوست ہیں بلکہ محسن بھی۔

تین چار روز سے میں نے آپ کے لئے ایک چتر لکھنی شروع کی ہے۔ امید ہے کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے میں اسے آپ کے پاس بھیج دوں گا خدا کرے کہ اب کے میں اس وعدے کو نبھا سکوں۔

لندن میں اگر مجھے زیادہ تر مالی سہی برتی۔ البتہ کتابوں کی بہتات ہے۔ اور کڑیوں کے ذمہ صرف یہی ایک جاذبیت ہے جو مجھے لندن میں رہنے پر اکساتی رہی ہے۔ درد میں اب ہمک واپس آگیا ہوتا۔

نیا دور کا پھر مل گیا تھا بہت بہت شکریہ۔ یہاں بہت سے لوگوں نے اسے ذوق و شوق سے پڑھا منیب الرحمن اکثر بی بی سی میں آتے رہتے ہیں۔ اور کام بھی کرتے ہیں۔ عند بذیل پتر کی معرفت خلا لکھتے انہیں مل جائے گا۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف لکھتے۔

بچوں کو بہت بہت پیار

اسلام غلام عباس

(۴۴)

مکتوب حیات اللہ انصاری

مکتوب الیہ محمد شایین صاحبِ جنابِ مآذِ شیریں

اسلام علیکم

دیکھتے بات یہ ہر جگہ کر میں نے آپ کی بھیجا ہوا دنیا دور اس امید سے کھولا کہ اب اپنے دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ لیکن، منتا حیدر اور نور تازہ پڑھ کر معلوم ہوا کہ جن دوستوں سے ملاقات ہوتی ہے وہ کشمیر کی راہ سے آکر پہنچے تھیں کہ چاہتے ہیں۔ ایسے دوستوں کو بھلا میں کیسے دوست سمجھوں؟ مجھے ان کا یہ دور دیکھ کر اندوس ہوا۔ میں نے کہا کہ جہتی اس وقت تک ان سے الگ رہ کر یہ حالت، ایسے زمانہ پہنچا ہوا ہیں کہ یہ دیکھے دوست ہیں سکھیں میری رہتے ہیں سے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دنیا دور ہندوستان کے مصطفیٰ اور ناظرین میں پہنچے ہو تو اس قسم کے تعلق، یہ۔ سماجی سے اس کو ادھر چار کھئے۔ اگر آپ میری راستے سے اتفاق کرتے ہیں تو میرا اسٹاپ شوق سے شائع کریں اور اس کے بعد آپ کا مسیٹر ادھر ادھر آپ کے ادھر درستی رہے گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کا نظم ہمن کی فوج کا سپاہی بن کر آئے اور اس پر بھی میں براہِ مافوق بلکہ ایسے ظلم کو بھی اس فیچ میں بھرتی کر دوں۔

میں سیاسی بحث سے بالکل الگ رہ کر آپ کو یہ راستے سے۔ ہا ہوں۔ اور اس راستے کی بنیاد پر قیمت بھی آپ سوس کر سکتے ہیں۔ دہلی رسانی ہندوستان میں جگہ پاسکتے ہیں جو کم اس کے اقبالی دشمن نہ ہوں۔ قومی سیلاب سے اپنا دامن بچانا ہمدردی بھی ہے اور انجام کار۔ نفع بخش بھی۔ اس بے مانگے مشورے کا بڑا مانگے گا۔ بات آپ کی تھی، اس لئے میں نے کہہ دی۔ ہاں بھائی احمد علی کا پتہ کیا ہے؟ ان کو میرا سلام کہہ دیجئے گا۔ پتہ معلوم ہونے پر خط لکھوں گا۔

حیات اللہ

(۴۵)

مکتوب علی عباس حسینی

مکتوب الیہ محمد شایین

حضرت کوہم۔ تسلیم

نیا دور بھی ملا اور گلابی نامہ بھی۔ کوشش چند پر کم لکھنے کی شکایت مرا لکھوں پر۔ مگر ان ترقی پسند عناصر پر۔ اشک، عصمت، سجادہ اور کوشش چند۔ نے ابھی تک ناؤ پچھلے کلمے ہیں۔ اور میری کتاب ہے ناؤل نامہ مجھے اس سے بحث نہیں کہرتا۔ عداوت انہوں نے کیا لکھا ہے یادہ کیسے لکھنے دئے ہیں۔ مجھے تو انہیں بحیثیت ناؤل نہ رہنے کے دیکھنا ہے۔ سو ان کا ناؤل شکست میری نظر میں نہ تو اس دور کا خاتمہ ہے اور نہ کامیاب ترین ناؤل اشک کا ناؤل اس سے

زیادہ کامیاب اور سجاد ظہیر کا ناول "لندن کی ایک رات" ہر جہاں بہتر ہے۔ بہر حال یہ اپنی اپنی پسے ہے اور اپنی اپنی راستے۔ ان محنت کے ناولوں کے متعلق جو میری اچھا نادی سے راستے تھے وہ میں نے ظاہر کر دی۔ میری یہ مراد نہیں کہ میں ان میں سے کسی کو بھی اعلیٰ درجہ کا انشا پر داز یا مصنف نہیں مانتا ہوں یہ سب اچھے لکھنے والے اور بہت اچھے لکھنے والے ہیں۔ اور مستقبل کا ادب ان کے دامنوں اور انچلوں سے وابستہ ہے۔ میری عرض صرف اتنی ہے کہ اشکات و عصمت و سجاد ظہیر و کرشن چندر نے بحیثیت ناول نویس کے کوئی ایسی جگہ ہمارے ادب میں نہیں حاصل کی ہے کہ ان کے متعلق "خواہ موافقت میں ہو یا مخالفت میں" دس کبیس جہلوں سے زیادہ لکھا جاسکے۔

نیا دور کا جو تقاضا بہت بڑی ہے۔ لطیف زیادہ پسند نہ آتیں۔ سوائے خاصی نذر الاسلام اور شفیق مسعود کی نظروں کے سب میں بلا کی پامیت ہے۔ اور میں پامیت کو ترقی پسندی اور دھواں ترقی پسندی کی ضد سمجھتا ہوں۔ ایشیا ازل سے "تقدیر" کو رد کیا۔ مزدت ہے کہ اس کا انداز نظم اور لب و لہجہ اب بدل دیا جاتے۔ اسی لئے میں آپ کی دساعت سے حضرت دوست ظفر سے عرض کروں گا کہ وہ اپنی نظم "میزاد" کی سرخی بدل دیں اور اس کا سیر بند اس سے نکال دیں۔ وہ ایک فلسفیانہ چیز تو یقینی نہ رہے گی لیکن ایک ایسا نگینہ بن جاتے گی جس میں نام کا بھی وجہ نہ ہو

حتمہ نشر گرا نہیں ہے۔ تاحی عبد الغفار کا قرضہ پرانے ڈھنگ کا ہے مگر ایک ایک جملہ چھٹا ہوا۔ ماسٹی کی سادگی میں بلا کی نشتریت ہے۔ آپ کا بھولے بھٹکے صبح کے فاقہ اٹھانے والے سربراہ داروں کی اچھی تصویر ہے اور رادھا کرشن کا "ایک لاکھ ستارے ہزار آٹھ سو اٹھاسی" ادب و تاریخ و وطن کا ایک غیر فانی امتزاج! — رہیں ممتاز شیریں اور ان کا "سلسلہ" کا افسانوی ادب تو حضرت ان کی محنت و کاوش کی داد نہیں دی جاسکتی۔ انہوں نے مطلب و یاس سب کچھ پڑھ ڈالا ہے۔ بلا کی جانفشانی کی ہے۔ انداز نگارش و استعارہ بھی گزشتہ بحث ہے مگر ختم ہے۔ لیکن ایک بات کہنکتی ہے۔ وہ اپنی اردو میں حایا انگریزی کے پیوند گاتی ہیں یہ انگریزی دانی کا مظاہرہ نہیں ہے بلکہ اردو میں اظہار دعا کی بے بسی کا۔ اگر یہ واقعہ ہے تو بطور مدیر کے یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ ایسے مقامات کو اردو کا جامہ پہنا دیا کریں۔ اور ان کے اس طرح کے مضامین کو جو مصنفہ مطالعہ حقیقی نظر اور جگہ کاوی کے حامل ہوں۔ خاص اردو دالوں کے لئے غار زار بننے سے بچالیں اردو کے ایک پرانے خادم کی طرح سے ممتاز شیریں صاحبہ کی خدمت میں بدیہ تبریک پیش کر دیجیے گا۔ وہ مستقبل قریب ہی میں اردو کے مصنف اقل کے فاقہ میں شمار کی جائے گی! نیا دور آپ جس صلیت سے نکال رہے ہیں وہ درجہ قابل ستائش ہے۔ ہر تحریر صوری و مصنوعی دونوں حیثیتوں سے ہمیشہ ہوا اور گرا پنا ہوتا ہے۔ خدا کرے یہ استقلال سے جاری رہے!

علی حساس حسینی

رسول بڑا ہارہ نیکی ۱۱۳ تمبھارہ

مقدمہ

آپ کو پڑھاؤ اتار "پسند آیا۔ یہ معلوم کر کے اذہم خوشی ہوئی۔ کیونکہ "یادداشت" میں آپ کا تنقیدی مضمون پچھلے سال کے افسانوں پر پڑھ کر آپ کی فائزہ نغمہ لکائی۔ عجب چھاپا ہوا تھا۔ یعنی افسانہ لکھنے وقت اکثر یہ خیال گزرتا تھا کہ ہمیں متاثر شیریں صاحبہ اس کو کتنے خبر دیتی ہیں۔ مجھے آپ کے تمام VERDICTS اور آپ کی تمام نداد تدریس سے مکمل اتفاق نہیں ہے۔ مگر آپ کی تنقید کے غلوں اور آپ کی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اسی لئے میں آپ کی رائے کی اتنی قدر کرتا ہوں۔ "پڑھاؤ اتار" کے لئے جو تقریبی الفاظ آپ نے استعمال کئے ہیں ان کا تشریح بہ افسانہ خود مجھے بھی کافی پسند ہے۔۔۔۔۔ مگر لکھنے والے کو تو اپنی ہر چیز پسند ہوتی ہے!۔۔۔۔۔ گلیہ میری افسانہ نویسی کے دوسرے دور کی پیداوار ہے اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ "ایک لڑکی" والے افسانوں کے مقابلے میں اس کی پختگی اور روانی زیادہ پائی جاتی ہے مگر BASICALLY افسانوں (ملکہ تمام ادب اور آئٹ) کے متعلق میرا نظریہ وہی پرانا ہے۔ یعنی واقفیت اور اصلیت کی تصویر کشی۔ اس کو اکثر دوست برسرے برسرے چونسے پر حملہ کرتے ہیں۔ لیکن ہے ایسا ہی ہو۔ بہر حال جب درجنوں چوٹی کے افسانہ نگاروں اور دماغ سے افسانہ نکالتے ہیں تو کیا حرج ہے کہ ایک معمولی دے جائے گا افسانہ نگار اصلی واقعات میں اپنی کہانیاں کا مواد تلاش کرے۔ "پڑھاؤ اتار" تو زیر سرے اپنے کشمیر کے کئی سفروں کے جذباتی تجربے (یعنی اوپر جاتے وقت شگفتگی اور درخت کا محسوس ہونا اور اتارنے وقت کوفت اور DEPRESSION) پر مبنی ہے۔ جس کو میں نے ایک فرضی کہانی کے رنگ میں پیش کیا ہے ورنہ پچھلے چند سال میں میری اکثر کہانیاں اور ڈرامے بالکل اصلی۔ واقعات پر مبنی ہیں مثلاً "ایک بائیکل جادو"۔ بمبئی میں ایک مدت نے واقعی اناج کی دکان میں بے ہوشی ہو کر پڑ جانا۔ رپورٹ اخبار میں شائع ہوئی۔ میں نے غفلت لاؤنگ دے کر اس کو افسانہ بنا دیا۔ آپ کو اس کا CLIMAX غیر واقعی (UNREAL) یا کم از کم UNUSUAL اور ACCIDENTAL معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس ماحول، اس دور کا تو خیال کیجئے جس میں ہم اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ جنگ۔ مہادی۔ راشننگ۔ بنگال میں لاکھوں کی موت مرگڑوں کے کنارے لاشیں۔ کتے اور انسان ایک۔ جھوٹے پتل کی خاطر مرنے ہوئے۔ اناج کی دکان کے آگے میل بھر لپی نظائیں۔ کیا یہ سب چند سال پر تھے ہمارے وہم و گمان میں آسکتی تھیں؟ اس لحاظ سے "ایک بائیکل جادو" کی پختگی کا عجیب و غریب ACCIDENT اس عجیب و غریب دور اور اس FANTASTIC ماحول کی ترجمانی کرتا ہے۔ جس میں ہم رہتے ہیں۔ اب اسے آپ جو لازم سمجھئے۔ ادب سمجھئے۔ آرٹ سمجھئے یا نہ سمجھئے۔

میں اس کو ایک جائز اور مزدوری ادبی خدمت سمجھتا ہوں۔ میرے ڈرامے ”زبیہ“ کا پلاٹ (یعنی ایک پردہ دار سلطان عورت کا پردہ چھڑانا اور اپنے شہزادوں کی خدمت میں جان دینا) بھی اخبار کے کالم سے ”چرایا“ ہوا ہے اور حالی ہی میں نے پانچ چھوٹے چھوٹے افسانے VICTORY DAY پر لکھے ہیں جو ”نیا ادب“ میں شائع ہو رہے ہیں۔ یہ سب کے سب بھی ایک TOPICAL اور اخباری رنگ میں لکھے گئے ہیں مگر پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ان میں ”افسانیت“ کا مزدوری جزو موجود ہے۔ ایک اخبار نویس اپنے مخصوص تجربے کو افسانوی ادب کی خدمت کے لئے استعمال کر رہا ہے!

اس سلسلے میں ایک شکایت مجھے اکثر افسانہ نویسوں سے ہے۔ جہاں تک زبان کا اور کردار نگاری کا تعلق ہے وہ بالکل ہیں اور میں ان کی گرد کو بھی نہیں ہنپتا۔ مگر ان کے افسانوں میں مجھے ”افسانیت“ یعنی STORY VALUE نہیں ملتی۔ کیرکٹر سیکچ کہہ بیٹھے۔ فلسفیانہ تخیلات کی ایک زنجیر کہہ بیٹھے ”گر ہوا کیا؟“ جو کہانی کو کہانی بناتا ہے بالکل غائب۔ یہ مزدوری نہیں کہ کہانی میں پرانی قسم کا پلاٹ ہو مگر کہانی میں کوئی نہ کوئی افسانوی جھٹکا کوئی TWIST، کوئی CLIMAX ہونا چاہئے SOMETHING MUST HAPPEN۔ چیکوٹ، امراسن اور ہنری۔ افسانوی ادب کے ہر متاثر نمائندے کے ہاں یہ چیز مزدور ملے گی۔ مگر ہمارے ان کہانی مصنفوں کی نگاہ ان میں سے قائل ہی باقی نہیں رہی۔ ابھی میں عسکری کا افسانہ ”مراجمادی“ بڑھ رہا تھا۔ کیا ہلاکی کردار نگاری ہے۔ کیا روایتی ہے۔ کیا خوبصورت زبان ہے ”مگر پھر ہوا کیا؟“ میرا مانع اخیر وقت تک یہی سوال کرتا رہا۔ اور کچھ مجھ نہ ہوا۔ یعنی افسانہ افسانہ نہ بنا۔ لیکن ہے یہ نظریہ مرن میرا ہی ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ افسانے میں پلان یا STRUCTURE ہونا عام طرز سے ہندوستان میں افسانوی کرداری سمجھی جاتی ہے۔

خیر چھوڑیے اس بحث کو۔ آپ سمجھیں گی۔ میں اپنے افسانوں کی کمزوریوں کو DEFEND کر رہا ہوں۔ مگر واقعہ یہ نہیں ہے۔ میں اپنی کمزوریوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ میرے افسانوں میں (سوائے چند کے) گہرائی، جزئیات (DETAILS) اور بے ساختہ روایتی کی کمی ہے۔ مگر یہ میرے ادبی ”کچے پن“ کا ثبوت ہیں نہ کہ میرے اخبار نویس ہونے کا۔ نہ اس کالم میں کچھ کہہ کر جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہتا ہوں ”اور نہ اس کالم کا کہ افسانوں میں اصلی واقعات کا کوئی دخل نہ ہونا چاہئے!“

دلت سے ”نیا دور“ کے لئے افسانہ بھیجنا چاہتا ہوں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ سال بھر میں چند افسانے ہی لکھے جاتے ہیں۔ ایک ”نئے زوائد“ میں قید ہو جانا ہے۔ ایک دو ”ادب لطیف“ کی نذر ہوتے ہیں اور باقی ”نیا ادب“ کی۔ حال میں ایک افسانہ ”پاؤں میں بھول“ (جس کا پہلے حصہ سولہ افسانوی کالمکس کے واقعہ ہے) لکھا تھا۔ نیاں تھا ”نیا دور“ میں بھیجوں گا۔ کہ ”چمنستان“ کے ایڈیٹر آغا سرخوش ممبئی آئے اور اپنے سالانے کے لئے امراتک کے لئے گئے۔ مجھے یہ افسانہ بہت پسند ہے۔ شاید آپ کو بھی ناپسند نہ ہو۔ بہر حال اگر آپ اسے ”نیا دور“ کے کسی اگلے شمارے میں REPRODUCE کر سکیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ ”چمنستان“ کی اشاعت بہت ہی محدود ہے۔

ستمبر یا اکتوبر میں اردو ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس حیدر آباد میں ہو رہی ہے۔ مجببئی سے فوج کی فوج آ رہی ہے۔ کرکشی چند۔ سجاد ظہیر۔ سردار جعفری۔ مہند سناقد۔ براہج صاحبی۔ شیشیا سمیر۔ دوشوا مترادل۔ شاید پریش اور ساگر بھی وغیرہ۔ میں ارادہ کر رہا ہوں۔ کیا یہ امید رکھیں کہ آپ سے اس موقع پر ملاقات ہو سکے گی؟ آپ کے خط کا پھر بہت بہت شکریہ! اپنی لکھی ہوئی چیز کی تعریف پڑھ کر کون خوش نہیں ہوتا۔ اور جب یہ تعریف ایسی ہستی نے کی ہو جو ایک قابل ناقد اور خود مختار افسانہ نگار ہو تو پھر اس سے بڑھ کر ادبی محنت کا کیا انعام ہو سکتا ہے؟

۲۹ مئی ۱۹۵۸ء (شملہ) آپ کا خالص (خواجہ) احمد عباس

صدا صاحب ادب: نیا دور کے دیگر احباب کو سلام اور حیدر آباد میں آنے کی دعوت۔
جواب میرے بھائی کے پتے پر دیں۔ میں جولائی کے پہلے ہفتے میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔

SAMUDRA TARENG, CABEL ROAD, BOMBAY 28.

مکتوب ایہ اختر انصاری

(۴۷)

مکتوب احمد نعیم نامی

برادرِ مکرم، السلام علیکم۔

نہایت شرمندہ ہوں کہ آپ کے نامہ گرامی کا جواب ایک قابل اعتراض تاخیر کے بعد عرض کر رہا ہوں۔ اصل خدمت میری ناسازی طبع اور اس کے بعد میرے برادرِ بزرگ کی خطرناک حالات اس تاخیر کی وجوہات ہیں، طالبِ گلند ہوں۔ اگر بھائی اکرام قمر نے آپ کو یہ لکھا کہ میں آپ سے ناراض ہوں، تو یہ کسی غلط فہمی پر مبنی تھا۔ میں ممکن ہے کہ آرام صاحب کے سامنے میں نے اس نوع کا ذکر کیا ہو، ادا ہوں نے نسبتاً شدید معافی کمال ہے، آپ کی شرافت اور صاف دلی کا معترف ہوں، ادا اپنے محترم خالص دوستوں سے ناراض ہونا گناہ سمجھتا ہوں، ساتھ ہی ڈائری میں جو چند مسطور آپ نے سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ ان کے متعلق معمولی سا دستاویز شکوہ کیا جا سکتا ہے، ناراضی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بہر صورت اس نقشے کو چھوڑ دیتے،

آپ کی شاعری، افسانہ نگاری اور تنقید نگاری اردو ادب میں یقیناً اساسی حیثیت رکھتی ہیں، میں تیراں دونوں سے آپ کا اسم گرامی حسن رہا ہوں، جب شعر کہنے کا شعور تک نہ تھا، ہمارے ترقی پسند حضرات کی یہ غامی یقیناً غریبی اور جانبدارانہ ہے، کہ وہ ان لوگوں کے کام کو ذرا محسوس کر بیٹھتے ہیں، جنہوں نے نئے ادب کے ایوان کی دیواریں اٹھائیں، نہ جانے کیا سبب ہے کہ وہ چھت کی آئینہ رنگ چکا چوند پر بیٹھ جاتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ چھت ان دیواروں کے سہارے کھڑی ہے، اور یہ پرانے معمار ابھی تک زندہ ہیں، شاید آپ کو اس نے نظر انداز کیا جا رہا ہے، کہ آپ کی شاعری و جہان کے بید ترین گوشوں کو چھو آتی ہے، اور نئے شعرا میں سے اکثر حضرات خیال کو صورت پر، اور پھر صورت کو الفاظ پر اور اس کے بعد نام نہاد حقیقت پر اور حقیقت کو خیالی شکل شہرانی انداز کی صبیات پر اور صبیات کی صحیح صورت کو فن کے بنائے ہوئے نگارہ پر قربان کر دیتے ہیں، اور کامیاب کسی میں بھی نہیں ہوتے، مجھے

یقین ہے کہ موجودہ دور کے اکثر شعرا و کس پندہ برس کے اندر ادبی حیثیت سے مر جائیں گے مرنے اگر ہمارے پڑھنے والوں کے ذہنوں میں صحیح ادبی شعور نے جڑ پکڑ لی۔

لیکن میں استدعا کروں گا کہ آپ اردو سے ناامید نہ ہوں، آپ کے پاس سچی شاعری کے گہرے بے بہا ہیں انہیں اگر اپنے دل و دماغ میں چھپائے رکھیں گے تو یہ سرمایہ دارانہ حرکت ہوگی، آپ لکھتے چلے جائیے، اپنے کام کی حیثیت تسلیم کر کے بغیر لکھتے چلے جائیے، میرا یقین ہے کہ وقت مجبور ہو کر آپ کی حیثیت کو تسلیم کرے گا۔ سچا ادب نقاد کا محتاج نہیں۔

میری صحت میں بدستور اضافہ ہوتا ہے، انشاء اللہ دسمبر جنوری تک لاہور واپس جانے کے قابل ہو جاؤں گا۔
”فلسفہ“ کے لئے بجائی سعادت حسن (منڈ) مجھے مجبور کرتے رہے ہیں، مگر فی الحال میں نے پختہ ارادہ

نہیں کیا۔

ادب لطیف کی ادارت اپریل ہی میں چھوڑ دی تھی۔

ستارہ ہے ”آگینے“ کا نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے، خدا جانے کہاں سے!

امید ہے آپ بغیر عمل گے، مجھے ہمیشہ اپنے قریب سمجھئے۔ والسلام

۲۸ اکتوبر ۱۹۷۴ء - انگلہ پھیل خوشاب ضلع سرگودھا (پنجاب) آپ کا احمد نسیم

مکتوب الیہا ممتاز شیریں

(۴۸)

دب ادب راتہ اشک

محترم بہن، تسلیم

آپ کا پہلا خط بھی ملا تھا اور دوسرا بھی ابھی جب میں اس کا جواب دے رہا تھا، مل گیا۔ مشکوک ہوں۔
میری صحت پہلے سے بہتر ہے، لیکن ابھی ڈاکٹر آٹھ دس ماہ اند بیس رہنے کا مشورہ دیتے ہیں، اور میرا یہ حال کہ میرے پاس ایک ماہ کا بھی خرچ نہیں، وہ رشتہ دار جو کچھ مدد کر سکتے تھے، لاہور میں تباہ ہو گئے۔
اور اب خود مدد کے محتاج ہیں۔ آٹھ دس ہزار روپیہ پچھلے دو برس میں لگایا تھا، سو اس ایک برس کی بیماری اور بیماری میں خرچ کر چکا ہوں، سنتا ہوں۔ یو۔ پی گورنمنٹ نے ہندی کے لئے میری خدمات کے پیش نظر دو سو روپیہ ہینہ دو برس کے لئے دینا منظور کیا ہے اگر وہاں سے روپیہ آنا شروع ہو گیا تو کچھ کتابوں کی رانٹنی سے اور کچھ نئے فسانے وغیرہ لکھ کر (ہندی میں آج کل ایک افسانے کے ۴۵ روپیہ مل جاتے ہیں) میں سوچتا ہوں کہ آٹھ دس ماہ نکالوں اور نہ الہ آباد چلا جاؤں گا۔

نیں فسادات سے متعلق ایک افسانہ لکھ تو رہا ہوں، اگر وقت پر ختم ہو گیا اور کچھ تسلی بخش ہی گیا تو مزہ دینا میں بھیج دوں گا۔ فتنہ آپ سمجھ لیجئے گا کہ اچھا نہیں لکھا گیا۔ دراصل افسانہ ہیرا ڈرامہ، اس کی تیک تک کے بارے میں میرا اپنا ایک نقطہ نظر ہے، جب تک مجھے کوئی چیز خود تسلی بخش نہیں لگتی، خواہ دوسرے کتنا بھی اسے پسند کیوں نہ کریں میں اسے کبھی پریس میں نہیں بھیجتا۔ اس کے علاوہ مجھے میں URGE تو بے حد زیادہ ہے۔ لیکن شاید

GENIUS کی کمی ہے۔ ایک ہی بیشک میں کبھی کوئی چیز ختم نہیں کر پاتا۔ مجھے چیزیں لکھنے میں مزدت سے زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے۔ لیکن قید حیات "میں برس میں لکھا گیا۔ اور اس طویل عرصے میں رات میں اسے لکھا۔ کئی بار کم محنت میں کوئی پڑتی ہے اور کئی بار اتنی محنت کے باوجود بھی چیز اچھی نہیں بنتی۔ یہ سب اس لئے کہ باہر کو آپ میری میری کو سمجھ میں۔ اگر افسانہ حسب خواہش ختم ہو گیا۔ تو مزید آپ کو بھی مدد لگا میں اکیلا آدمی ہوں اگر شکلیا مگر کے، بچے کے اور میری تیمارداری کے کاموں میں لگی رہتی ہے۔ اور جہاں تک ادب کا تعلق ہے سو ابھی کوئی معزین تائب کر دینے کے میری زیادہ مدد نہیں کر سکتی۔ اور مجھے دن کو چار گھنٹے جاری آرام کرنا پڑتا ہے اور ات کوڑے ذکے بعد سونا پڑتا ہے۔ اس لئے میری رفتار بہت کم ہے۔ پھر بھی میں نے لکھا شروع کر دیا ہے۔ ختم ہوا تو آپ کو پہنچ جائے گا نہ ہوا تو میں امید کرتا ہوں میری بیماری کے پیش نظر آپ صحت کر دیں گی۔ انہی راستے کی کیا بیان آگئی ہیں۔ گرد پریش کے بغیر۔ میں ایک آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ کتاب اچھی نہیں چھپی میری بیماری کا فائدہ اٹھا کر پبلشر نے اسے نہایت ذلیل کاغذ لگایا ہے۔ لیکن ڈرامے فرسٹ ریٹ ہیں۔ آپ یقیناً پسند کریں گی۔ ریویرو کی چنداں مزدت نہیں، کر سکیں تو خود ہی کر دیجئے گا، اور نہ جانے دیجئے۔ میں کسی کو جانتا نہیں جو اس پر ریویرو کرے۔ خود لکھ کر بھیجنا مجھے پسند نہیں۔ سید احتشام حسین کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن نہ تو ان سے میرا اعتماد ہے اور نہ ان کا پتہ ہی مجھے معلوم ہے۔ اگر آپ کو ان کا موجودہ پتہ ہو تو مجھے لکھئے گا۔ ذاتی طور پر تو میں آنا جانتا ہوں کہ اردو کے نام نہاد ڈرامے کے نقاد ڈرامہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اگر کوئی ان ڈراموں کو عام ناظر کی نظر سے پڑھ کر ان پر کچھ لکھ سکے تو بہتر ہوگا۔ اگر نیا دور میں لکھیں تو آپ ہی لکھیں، اردو ریویرو بات چیریں۔ پڑھ کر اپنے تاثر لکھئے گا۔ کچھ ڈرامے تو آپ نے پڑھے ہی ہوں گے لیکن چٹا بٹیا نیا ڈرامہ ہے۔ اردو گروپ سوسائٹی میں لکھا تھا لیکن مجھے اب بھی بے حد پسند ہے۔ افسانہ کی کمی نہ پوری ہونے والی آرزو، امان کا یہ خیال کہ جو پانچ بیٹے نہیں کر سکے وہ چٹا بٹیا کر دے گا اور برباد نہ لگی کے سبیل کے طور پر میں اسے کامیاب تخلیق سمجھتا ہوں۔ بہر حال آپ اور شاہیں اپنی رائے دیجئے گا۔

کراچی جا کر اپنا پتہ دیجئے گا۔ اور شاہیں کی خدمت میں میرا سلام دیجئے گا۔

۱۶ جنوری ۱۹۵۷ء محمد نازس۔ بی ہانک بچ گئی (مستادہ) آپ کا اپنہ راتہ اشک

P.S آپ نے طوفان سے پہلے "پسند کیا" اس کے لئے مشکوٰۃ بروں۔ وہی ڈرامہ میری بیماری کا باعث بنا۔ میں اسے ڈارکٹ میں کر رہا تھا۔ اور اس میں ایکٹ بھی زیادہ EXERTION اور سردی لگ جانے کے باعث باغی میں پہلے بیمار پڑ گیا اور اب تک بیمار ہوں۔ اس کی تفریف۔ تو بہن اردو کی ادب ہندی کیا، تفریف ڈارکٹ بندی میں ہوتی ہے۔ جن لوگوں کی آنکھوں میں ڈرامے کو سنتے وقت آنسو تھے وہ مجھے جب ذکر کرتے ہیں تو دوسرے ڈراموں کا بھی۔

ازلی راستے، الگ رجسٹر پیکٹ سے ارسال ہے اگر ممکن ہو تو کہیں اس کی اشاعت کا اعلان کر دیجئے۔

"تقدیر حیات" بھی چھپ گیا ہے۔ ابھی کوئی کاپی نہیں آئی۔ آتے ہی ارسال کروں گا۔

ممتاز مفتی

(۲۹)

مکتبہ ایف اے ڈبلیو

مترجم۔

آپ کا خط ملا۔ مجھے آپ کو جان کر بے حد خوش ہوئی۔ اس نے کہ میری طرف آپ کا بھی کچھ تہ نہیں چلتا۔ آپ کیسے گی یہ فقرہ نئے دور سے چوری کیا گیا ہے۔ میں کہوں گا "وہ کردار" باجی سے چوری کیا گیا ہے۔ جگہ اور حادثہ ہیں صاحب کو منصف بنانا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ میری طرف داری کریں گے۔ میں نے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ مجھ پر بعدی کا اذام نہ لگائیں۔ رہی بات آپ کا کچھ تہ نہ چلنے کی تو دیکھ لیجئے کبھی آپ مجھے خط نہیں لکھتیں اور کبھی خط لکھ دیتی ہیں!! آپ کی لکھائی چھپائی مجھے ناپسند ہے۔ اور نقد و فکر کا حصہ پھیلا ہے۔ پھیلا اور کھوکھلا۔ اندازِ تحریر میں رسمی وقار ہے اور بس قصہ ختم۔ اور آپ کی وہ نظم "کے نام"!! پھر آپ مجھ سے کہتی ہیں میں گزرت قصے نہ لکھا کر!! مانا کہ نفس کشی اور مبرا جی خصوصیات ہیں لیکن کوئی کہاں تک بات کو دل میں دبا رکھے۔ نئے دور کے لئے کہاں طلب کرنا غلطی ہے۔ میرا مطلب ہے تہید باندھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اور جب بھی آپ چاہیں ۱۵ دن کی مہلت اور ایک خط۔ بس۔ اگر میں سستی کروں تو ایک "تحریری جھنجھوڑ" جوٹ مرٹ کی ہو۔ سچی نہیں۔

یہ رسالہ بازی کی بیماری عام ہوتی جا رہی ہے۔ ممکن ہے میں بھی اس کی لپیٹ میں آ جاؤں اگر ضابطہ ایسا بھیگا تو پرچے کا نام ہر گاہ فلان (بے معنی)۔ کوشش کی جائے گی کہ ادب سے کتنا نہ کش۔ ہیں۔ صرف نظم کا ردنا روئیں۔ ملک حبیب احمد۔ فکر تو نسوی اور ممتاز مفتی۔ مدیر ہوں گے۔ اور ممتاز شاہن معنون نگار ہوں گی اگر یہ پرچہ حقیقت کی شکل اختیار کر سکا تو وہ نئے دور کو تعزیت دینے کی کوشش کریگا۔ ایڈیٹر ان آپ کے پرچے کے معاون ہوں گے۔ بات طے ہونے پر آپ کو اطلاع دی جائے گی۔

اب رہی بات انحراف زدہ کرداروں کی تو میں آپ سے کہہ دوں کہ آج تک میں کسی NORMAL کو وار سے نہیں ملا۔ میرا تجربہ ہے کہ NORMAL محض ایک خیالی چیز ہے۔ ممکن ہے غلط ہو۔ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ آئندہ سے مشکل چیزیں لکھوں۔

فوتو۔ امید ہے بھیج سکیں گا۔

استہار کا شکریہ ادا کرنے کو جن چاہتا ہے۔ لیکن آپ کیسے گی "رسمی بات"۔

میں نے کہا آپ کے شاہیں صاحب خط لکھنے سے سچا پتہ میں کیا۔ آج تک صرف ایک پوسٹ کارڈ لکھا ہے انہوں نے۔ انہیں میرا سلام دیجئے اور کہئے۔ ایک ایسے مشہور جریدہ کے ایڈیٹر کو ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ میرا مطلب ہے۔ دقت یہ ہے کہ میں اپنا مطلب واضح کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ ہے ان لوگوں کا حال جنہیں آپ ادیب کہتے ہیں۔ آپ کہئے؟

ممتاز مفتی

۲۷ نومبر ۱۹۷۷ء بازار۔ اجمہرہ۔ لاہور

مکتوب بروت سنگھ

(۵۰)

مکتوب الیہا متا ز شیریں

دیری ہی۔

گرامی نامہ ملا، شکریہ۔ "میتنا میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ آپ کو میری کہانی" لکھے "پسند آئی۔ چندوں کے سامنے میں 'گرینڈ ہریٹل' اور شاہراہ ۲ میں 'ویسٹ ۳۸' شائع ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کی نظر سے گزر رہی تو اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیے گا۔

نیادور کے لئے ایک طویل مختصر افسانہ لکھ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد آپ کی خدمت میں ارسال کر سکوں گا۔ حالات زندگی کے متعلق گزارش ہے کہ جناب فکر و فکری میرا کڑا کٹا کٹا کٹا کٹا رہے ہیں۔ اس معنوں میں پھر فن پر بحث نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں میں نے انہیں معلومات بہم پہنچائی تھیں۔ چنانچہ اب میں نے انہیں خط لکھا ہے کہ میرا احوال نامہ واپس بھیج دیں تاکہ آپ کے کام آئے۔ منتظر ہوں، ورنہ از سر نو لکھ کر آپ کو بھیج دوں گا۔ میری زندگی کا مختصر سا خاکہ بشیر مبدی کی قریب زدہ کتاب "میرا پسندیدہ افسانہ" میں شائع ہوا تھا اگر وہ حاصل ہو جائے تو خوب ہو۔

صاحب کی خدمت میں آماب۔

بندہ بروت سنگھ

۲۱ مئی ۱۹۷۷ء (دہلی)

مکتوب الیہا متا ز شیریں

(۵۱)

مکتوب عزیز احمد

محترمہ تسلیات۔

گرامی نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے فراق صاحب کو لکھ دیا ہے کہ ان کی نظموں پر جو ردیو میں نے لکھا ہے وہ آپ لوگ "نیادور" میں شائع کر رہے ہیں۔

آپ نے مجھ سے "نیادور" نمبر ۷ اور اس سے پہلے کے نمبروں کے متعلق رائے دریافت کی ہے میرے خیال میں "نیادور" مبینہ کے بعد ترقی پسند ادب کی نمائندگی آپ کے رسالے سے بہتر اور کوئی ادبی مجلہ نہیں کرتا۔ حاتی کا معیار اب موثر نہ ہو گیا ہے، اور ادب لطیف کا معیار بھی غالباً اس کے ادبی مشروں کی تاجرانہ ذہنیت کی وجہ سے گرتا جاتا ہے۔ اس لئے ایک ایسے رسالے کی بڑی محنت مزدور تھی جس کی زمام سلجھے ہوئے ذہن کے ذوالوں کے ہاتھ میں ہو۔ میرے خیال میں بڑی مزدور اس کی ہے کہ آپ اس رسالے کو ماہوار کر دیں۔

نمبر ۷ کا تنقیدی حصہ بہت اچھا ہے۔ احتشام کا معنوں اقبال پر بہت اچھا ہے۔ جزئیات میں مجھے ان سے اختلاف ہے اور میں نے اس معنوں کے متعلق انہیں ایک بہت تفصیلی خط لکھا ہے۔ اسی طرح علاء صاحب کا معنوں فراق کی تنقیدوں پر اچھے معیار کا ہے، اور بہت سی تنقیدی خبروں کا حامل ہے۔ میرے خیال میں وہ فراق کی تنقیدی خصوصیات کو جاننے میں بڑی مددگار کامیاب ہوئے ہیں۔ سرور کی صاحب میرے پرانے استاد ہیں۔ اور جدید اردو شاعری ان کا خاص موضوع ہے۔ طغر علی خاں کے متعلق ان کا معنوں دلچسپ ہے جلی عباس

حسینی صاحب کے معنوں میں البتہ مجھے ذرا سلیمت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے اور کرشن چندر دونوں کو انہوں نے جسٹس کی بنا پر ملزم ٹھہرایا ہے۔ مجھے تو اس الزام سے انکار نہیں مگر بچاؤ سے کرشن چندر پر یہ الزام لگانا ذرا زیادتی ہے۔ انہوں نے قیسی، امپوری کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ہے، جن کا نام شاید کوئی اردو مؤرخ اپنی کتاب میں شامل ہی نہ کرنا چاہے، اور کرشن چندر کو صرف ایک پھرٹے سے پیراگراف میں ختم کر دیا ہے۔ اپنی دیکھ بھلے ان سے یہ بھی شکایت ہے کہ غالباً انہوں نے "گریڈ" کو یہ معنوں لکھتے وقت نہیں پڑھنا حالانکہ اس کا نام انہوں نے لے دیا ہے۔ اس مجموعے میں جو افسانے ہیں ان میں قرۃ العین حیدر کا "ہم لوگ" مجھے بہت پسند آیا۔ قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں پیکر ڈاؤن ہو کر وغیرہ تو مزید سے زیادہ ہوتی ہیں اور شاید ہی ان کے افسانے کسی گوشے سے "ترقی پسند" (بجز ایک طرح منفی معنوں کے) قرار دیئے جائیں مگر اس لڑکی میں اپنے خاص ماحول کی زندگی کے مطالعہ اور اس کے بیان کی ایسی نفاذ و صلاحیت ہے جو میرے خیال میں ہندوستانی ہی کیا بہت کم ذہنوں مغربی ترقی یافتہ نگاروں میں ہوگی۔ اس تبدیلی کے دور میں CONVENT کی پڑھی ہوئی لڑکی کی تصویر سے اردو ادب خالی ہی رہ جاتا اگر قرۃ العین حیدر نے اس کی مصوری نہ کی ہوتی۔

اس کے بعد متھرا سوان کا افسانہ ہے۔ مدھو سوان کے افسانوں کا ماحول اگرچہ دلچسپ ہے مگر ذرا محدود سا ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ افسانہ جو نمبر ۵ میں شامل ہے، اس ذہنی جنسی گرد و حندے کی ابتدا ہے۔ اور مسند رادھین کرے انتہا۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے افسانے دلچسپ ہیں اور ان میں زندگی ہے۔ ہندو نائقہ کے اور امت رائے کے افسانے میں بجز پرو پاگند اس کے ادھر کچھ نہیں۔ ان کے موضوع اور طرز خیال سے ظاہر ہے۔ ہر شخص خیال آدمی کو سمجھ رہی ہوگی، لیکن ہر حال "زندگی" سے یہ دونوں افسانے خالی ہیں۔ ان میں کوئی واقعہ نہیں کوئی روئندہ نہیں، کوئی کردار سہ ابدی اور غوس نہیں۔ سر لا دیوی کے کلنک "میں ہر تھوڑی بہت جان ہے۔"

نظم میں مجھے احمد زیم قاسمی کی "عزم و عمل" خصوصیت سے پسند آئی۔ وہ اگر روانی افسانے لکھنا چھوڑ کے نظم ہی کی طرف توجہ کریں تو ممکن ہے کہ ان کا نام باقی رہ جائے۔

بحیثیت مجرئی جیسے کہ میں کہہ چکا ہوں "نیا دور" کا معیار بہت اچھا ہے۔ خدا مستقبل میں اسے اور ترقی دے۔

شاہین صاحب کو سلام

۲۹ نومبر ۱۹۶۹ء معرفت بیلا رشا حیدر آباد دکن غنص عزیز احمد

مکرمہ۔ اسی وجہ سے کہ "گریڈ" اور "ترقی پسند ادب" پر نمبر ۶ میں آپ یا شاہین صاحب ریور فرمائیں گے

مکتوب المہیا ممتاز شیریں

(۵۲)

مکتوب قرۃ العین حیدر

اے بھائی ممتاز شیریں۔

بعد عاؤن و تسلیات خدیانہ کے واضح ہو کہ میں خبرت سے ہوں اور خبرت آپ کی سب اہل و عیال خداوند کیم

سے نیک مطلوب ہے۔ دیگر احوال یہ ہے کہ پچھلے ہفتے آنا اس کترین ناچیز کا طرف کوٹھے کے ہو گیا جہاں اس خاک رکا ارادہ رہنے کا چار دن تک ہے۔ موسم ابھی سے بیت خشک ہے۔ اود مقام یہ بیت سرسبز و شاداب ہے۔ چاندوں طرف چلن چودن کی کثرت دیکھ کر آنکھوں کو نند اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے اور مقابلے میں کراچی کے یہ مقام بہت نفیس معلوم ہوتا ہے اور قدرت اوس پاک پردہ نگار کی یاد آتی ہے جس نے بلوچستان کے ان چیل پیاروں میں اس وادی کو پیدا کیا۔ برف گرنے سے پہلے پہلے ارادہ ہے کہ زیارت کی سیر کر آویں جو یہاں سے ستر میل کے فاصلے پر چٹا سا ایک ہل اسٹیشن ہے۔ جہاں تاخدا اعظم پچھلے سال رہے تھے۔

دینیزیر کہ یہاں عباسی احمد ندیم قاسمی صاحب بھی مدعوہ افزہ تھے لیکن ہمارے آنے سے قبل ہی وہ مدائن طوت لاہور کے ہو گئے جس کی وجہ سے نیازان سے نہ حاصل ہو سکا۔ جس کا از حد قلق اس ناچیز کو ہے۔ دیگر یہ کہ نیا دور آپ اس خاک رکا گرا پر کے پتے پر ادھارل فرادین قدمائے غیر سے یہ ناچیز مع جملہ متعلقین کے یاد کرے گا۔

دیگر یہ کہ باقی سب خیریت ہے۔ خدا حافظ۔ نقطہ

۲۳ اگست ۱۹۶۲ء

ایسی عفی عنہا

مکتب ایماہ نگیم فصیح مقدس

(۵۴)

مکتب جاب اتیان علی

پیاری بہن۔

محبت نامہ بہتیا شکریہ۔ آپ اتنی جلدی نینی تال سے اتر رہی ہیں؟ نینی تال حسین تو ہے مگر گیلی گیلی جگہ ہے اس سنے میں زیادہ پسند نہیں کرتی نسبتاً شملہ کو پسند کرتی ہوں۔ مسودی باوجود بارشوں کے دھسپ بہت ہے اس دفعہ مسودی جا رہی تھی۔ کوٹھیل کے نقشے بھی منگوائے تھے کہ ڈاکٹر نے کہا کہ کشمیر جائے۔ دہلی کی اون دو کھیتوں کو لکھا جن میں پہلے رہ چکی تھی کہ اب ڈاکٹر کا خیال ہوا کہ میں مسودی مقام پر جاؤں تو میرے لئے مفید ہوگا۔ چنانچہ افشاں اللہ اب ۳۳ رجوانی کو کراچی جا رہی ہوں تو مزیک کے لئے۔ دہلی سے ممبئی پونا بڑودہ ہوتے ہوئے واپس آؤ گی۔ آپ کی محبت کا شکریہ۔ مگر آمون کی تکلیف کا خیال نہ کیجئے۔ آخر گذشتہ سال آپ نے بارسل بھیجا ہی تھا آپ اس دفعہ ممبئی کی توجہ بہت ہی شرم آئے گی۔ اس لئے منع کرتی ہوں اور تکلف کی تو ضرورت بھی نہیں ہے۔ آپ نے جیسے کا خیال کیا اود میں نے شکریہ ادا کیا بات وہی ہوئی۔

ہاں کہئے نینی تال میں کیا کیا؟ اس دفعہ گئی لاہور میں فیروز معمولی پڑی اود میں جولن میں اتنی دیر تک لاہور میں کبھی نہیں رہی اس دفعہ یاسمین کو چونکہ سکول میں داخل کر دیا تھا اس لئے اس کی چھٹیوں کا انتظار کر رہی تھی۔ اب ۲۶ کو چھٹیوں شروع ہو رہی ہیں۔

مسز فاشی کے نام نمبر صاحب کا خط آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ وقت آنے پر آپ کا خاص خیال رکھا جائے گا۔ یاسمین آپ کو یاد کرتی ہے۔

۱ امید کہ آپ غرض اور تندہت ہوں گی۔

۲ مرحلہ ۳۲ بادل پورہ - لاہور آپ کی

آپ کے قرب اور یکجہ توجہ تو مسرتی ہیں۔ وہاں اور کئی دوست ہیں اور کئی جا رہے ہیں۔ دل بہت چاہتا ہے کہ وہیں جاؤں پر وہاں میری صحت کچھ ابھی نہیں رہتی گزشتہ سال ۸ پونڈ ٹھٹھ گئی تھی۔

مکتب ابید نصیر الدین ناشی

(۵۴)

مکتب باجرہ مسود

مخدوم و مقترم تسلیم و نیاز۔

آپ کا شفقت نامہ کل مجھے موصول ہوا۔ آپ کی اس توجہ اور مہربانی کی بید منوں ہوں۔ آپ نے اپنے گرامی نامے میں مجھے کافی شرمندہ کیا ہے۔ میں کیا اور میری ادنیٰ خدمات کیا۔ ان یہ آرزو مزدور ہے کہ واقعی سنجیدگی سے اردو افسانے کی تعمیر میں حصہ لوں۔ اد اپنے بزرگ آقا و خیال ادیبوں اور نقادوں کے سامنے سرخو ہوں۔ "نقش" کا نفرین کے موقع پر شائع ہوا اس کا بید تعلق ہے۔ "نقش" کی ضمانت کا مجھ کو ادب کوڑا ہوا بہر حال پہلا شمارہ لکھا پڑا ہے۔ امید ہے کہ دوا یک ہفتے کے اندر یہ آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ امید ہے کہ آپ اپنی گرامی تعداد کے اور مشوروں سے مطلع فرمائیں گے۔ ساتھ ہی اردو کے مستقبل کے بارے میں مفصل اخبار رائے بھی۔

ندیم بھائی آپ کے وعدے سے بہت غرض ہیں اور وہ بہت بہت سلام عرض کرتے ہیں۔ ہم آپ کے گرانقدر مقالے کے منتظر ہیں گے۔ بہت بے چینی سے "نقش" کی پالیسی ترقی پسندانہ ہے۔ (ہر آزاد حکومت کے ادب کو ترقی پسند ہونا لازمی ہے) مگر ہم عام سستی ترقی پسندی سے شکر ہیں۔ ہم اسلئے درجے کا ادب پیش کریں گے۔ اور اپنے مخالف بزرگوں کو بتائیں گے کہ دوا اصل ترقی پسند ادب کیا ہے۔ ہم انشاء اللہ اپنے بزرگوں کو ساتھ لے کر چلیں گے اور کام کریں گے اور وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیں گے۔

خدیجہ بہن سلام عرض کرتی ہیں۔

میں آپ کے مفصل گرامی نامے کا انتظار رہے گا۔ امید ہے کہ آپ بہ عافیت ہوں گے۔

دو تین دن سے لاہور بھی خدا گرم ہو رہا ہے۔ سنتے ہیں یہاں گرمی بہت بڑھتی ہے۔ اس خیال سے ہانی

نکل رہی ہے۔ والسلام

نیاز مند باجرہ مسود

ادارہ "مزدور اردو" لاہور

۸ مارچ ۱۹۵۵ء

مکتب ابید ممتاز شیریں

(۵۵)

مکتب خدیجہ مستور

ڈیر شیریں بہن تسلیم۔

کئی دن ہوئے کہ آپ کا لغتہ موصول ہوا تھا اس سے قبل دعا کا۔ ڈیجی موصول ہوئے تھے جس میں افسانے کی جہاں

کی رسید تھی بہت بہت شکر ہے!

اپنے زیر ترتیب مجھے میں آپ "کھٹی مزدور" کی کہتی ہیں۔ لیکن یہ افسانہ میری کتاب "چهار" میں بھی ہے۔ جس کے دائمی حقوق دے چکی ہوں۔ اسی نے آپ کو میرے ناشر چودھری رشید احمد صاحب منیہ جدید سے اجازت لینا ہوگی۔ میں بھی انہیں خط لکھ دوں گی کہ وہ آپ کو اس افسانے کی اجازت مزدور سے دیں۔

تاہم موصوفا جہاں افسانہ آپ کو پسند ہو سکے لیجئے مگر میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کے کچھ نئے افسانوں کا انتظار کریجئے۔ یہ وہ افسانے ہیں جو انہوں نے ادبی دنیا کے کنوڑے سے کھینچ لیے تھے۔ اب وہ شائع ہوں گے۔ "سرگوشیاں" "بچے چوری" "بھار" اور "تدیک و دھرنی" یہ سب بہت اچھے افسانے ہیں۔ تاہم دھرنی تو خیریت ہے۔ یہ افسانہ انہوں نے ۱۶ راکٹ سلسلہ کے راست اقامت والے دن سے مٹا کر ہرگز لکھا ہے اس میں نہ صرف فسادات کا ذکر ہے بلکہ قحط بنگال اور جہاز یوں کی ہڑتال کے واقعات بھی بڑی خوبصورتی سے پیش کئے ہیں۔ یہ افسانہ غالباً سوہا "لاہور میں شائع ہوگا۔ سرگوشیاں بھی غالباً آپ کو پسند آئے گا۔ کم از کم یہ افسانہ مجھے تو بہت اچھا لگا۔ یہ افسانہ "ادب لطیف" لاہور میں شائع ہوگا۔ ویسے اگر آپ "آپ ہی کی دنیا" کا ذکر ہے۔ "لینا پاتا ہی تو ہے مجھے۔ مگر تاہم نے اپنی نئی کتاب کے مجموعے کی ترتیب کے سلسلے میں اس افسانے میں خود اسرار و بدل کر دیا ہے۔ اس صورت میں میں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

مختصر حالات زندگی اور تصدیقوں کی شاید آپ کو ملدی نہ ہوگی۔ کیونکہ فسادات کی وجہ سے حالات ایسے ہو چکے ہیں کہ لاہور کا کوئی ناشر فی الحال اشاعتی کام نہیں کر رہا ہے۔ وہ سب ہم لوگ بھی کافی پریشان ہیں۔ شاید آپ کے اخبارات سے معلوم ہوتا رہتا ہوگا۔ کہ بھڑکی ہوئی آگ کی لپیٹ میں پوچی ہوئی آگیا ہے۔ خون کی ہولی کھیل جا رہی ہے۔ جن سے یہ ہولی کھیل گئی وہ تو ٹھنڈے ٹھنڈے صدمہ گئے۔ مگر جن سے ابھی نہیں کھیل گئی وہ اس درجہ پریشان کہ ذہن مغلوب ہوئے جاتے ہیں۔ ہم لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں۔ خدا اپنی فہم کو لاہور میں تبدیل کر دیں مگر سفر بھی کچھ کم خطرناک نہیں۔ ہوائی اڈوں تک پر حملہ کرنے سے نہیں بچ سکتا ہے۔ بہر حال ارادہ یہی ہے کہ کسی طرح یہاں سے بچ کر نکل جائیں۔ لکھنؤ کی حالت بھی اچھی نہیں۔ کہا نہیں جاسکتا کہ کس وقت فساد شروع ہو جائے۔ طبیعت، امید پریشان ہے۔ ایسی حالت میں کچھ لکھنا پڑھنا بڑا مشکل کام ہے۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ آپ کو سوانح سیات کا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہ ہو جائے تو معاف کر دیجئے گا۔ تاہم موصوفا چھی ہیں۔ اور آپ کو اندیشا میں صاحب کو سلام کہتی ہیں۔ میرا بھی سلام کہئے گا۔ امید ہے کہ آپ دو دن بعد منت ہوں گے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۷۱ء معرفت ایملی صدیقی جمرائی قولہ۔ لکھنؤ۔ کمترین غیر مستور

مکتوب امیر اختر انصاری

(۱۵۶)

مکتوب نسیم سلیم چغتاری

کل شام مجھے آپ کا خط ملا۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں!

آپ نے اپنے متعلق جو کچھ تحریر کیا اس کا مجھے آپ کے اخبار سے قبل ہی کچھ کھٹکا تھا! میں نے دیکھا ہے کہ اگر کسی ان سے متاثر میں میرے دل میں اس کی وقعت ہو مجھے اس سے عنایت ہو جائے تو وہ مزدور کی پریشان!

مریض!! یا انتہا سے زیادہ معصوم شخص ہوتا ہے یہ میرا انہی خیال اور پختہ تجربہ ہے انہ جانے کیوں جو لوگ اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں میری نگاہ میں ان کی زندگی کی قیمت بڑھ جاتی ہے!

اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا میں آپ کے افسانوں سے زیادہ آپ کی مشکلات پسند کرتی ہوں۔ خصوصاً آپ کے قلمحات!! اور مجھے وہم و گمنا تھا کہ میں آپ کو خط لکھوں گی تو آپ جواب نہ دیں گے اور جواب بھی دیا تو وہ ایسا ہرگاہ مجھے کچھ دیر کے لئے خاموش کر دے ہیں آپ سے کس طرح امر کروں!

میں "فرب سلسل" چند ایسے افسانہ نگاروں سے لکھوانا چاہتی ہوں جو میری نگاہ میں حیات انسانی کے صحیح پہلو پیش کر سکیں اور آپ کا انکار اس طرح ثابت ہوا جیسے ستارہ کا ایک تار ٹوٹ جائے اور دل خالص جھنجھنا ہٹ کے علامہ کچھ باقی نہ رہے! کاش میں آپ کو مجھد کر سکتی۔

اگر آپ اس خط کا جواب ملدی نہ دے سکیں تو احساسِ شرمندگی نہ کریں اور جب کبھی جواب دینے میں پیش تر مجھ سے معافی نہ مانگیں آپ کو ادب مجھے و دوزن کر اپنے افعال پر حقیق حاصل ہیں۔ اگر مجھے آپ کو خط لکھنے کا حق مل گیا تو آپ کو بھی جواب نہ دینے کا اختیار ہونا چاہئے۔

میرا اس خط کو لکھنے سے مرث یہ مقصد ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ مجھ آپ کے جواب سے میں آذوہ نہیں ہوں مجھے تکلیف مزدور ہوئی مگر اس کے آپ ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ میرا ارادہ تھا کہ کتاب مارچ کے انتظام تک شائع ہو جائے مگر کیا کدوں کہ جب آپ لوگ معذرت کر رہے ہیں تو مرتب کے پاس کیا باقی بچا۔ کتاب کی اشاعت نا باب مجھے سنی تک روکنی ہوئی اور اس عرصے میں کسی آپ کچھ لکھ سکیں تو میری گزارش کو نظر انداز نہ کریں اگر آپ نے افسانے لکھنے چھوڑ دیئے تو نظم لکھنے کی قسم نہیں کھائی۔ بھیا اگر آپ نے مجھے کوئی منظوم چیز بھی جو فرب سلسل میں شریک ہو سکے عطا کر دی تو میری بہت بندہ جائے گی۔

خدا پریشانیاں بھی بہت دیکھ کر دیتا ہے اور بقصد بہت میں بھی ان سے متبر نہیں ہوں۔ اگر آپ میری کتاب چھپنے تک بھی کچھ نہ لکھ سکے تو عمرت میں آپ کو اس کی تکلیف دوں گی کہ آپ میری کتاب دیکھ کر اظہارِ خیال کریں۔ بہار کا پتہ لکھ رہی ہوں۔ ۲۰ مارچ کے بعد سے کم از کم چار مہینے تک میرا یہی پتہ رہے گا۔

پتہ: ۲۰ بنگلہ نمبر ۱۰ بارہ چکیا۔ ضلع چپرائی۔ صوبہ بہار۔

۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء راحت منزل۔ مہر س روڈ۔ علی گڑھ۔

خیر ظب تنیم سلیم جتوئی

مکتب ایہا سناز شیریں

(۵۷)

مکتب کنہیا لال کپور

محترمہ۔

آداب۔ خط آپ کا ملایا۔ شکریہ۔ یاد دہ مجھے نہیں ملایا۔ آپ کا خیال درست ہے۔ رائے میں کہیں بھٹک کر رہ گیا ہرگاہ۔ بہر حال اب دوسری کاپی بھیجنے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ کیونکہ ایک دوست کی وساطت سے اسے پڑھ چکا ہوں۔ میں نیا دور کا طراح اور قلمی ہوں۔ اس لئے اسے میں سعادت تصور کروں گا۔ اگر اس کے لئے کچھ

لکھ سکوں۔ نیا دورِ نبراس میں آپ کا مضمون اود تعادیر میں بوسفت ظفر کا نوٹو بہت پسند آیا۔ آپ نے میرے متعلق جو تعریفی کلمات لکھے ہیں۔ اُن کے لئے شکریہ قبول فرمائیے۔ آپ اگر جائزہ لیتے وقت تعریف کا منہ خدا کم اود تنقید کا منہ خدا زیادہ کر دیں تو مضمون زندہ وار ہو جائے۔ آپ اود بھائی محمد شاہیں بہت نیک کام کر رہے ہیں ہمیں آپ دونوں پر فخر ہے۔ کم از کم آپ نے میرے ایک مقالے کی تکذیب فرمادی کہ کوئی ہندوستانی مرتد نقاد نہیں بن سکتی۔ آپ میں ایک کامیاب نقاد کی سادگی و حیاں موجود ہیں۔ یہ ملاحظہ بات ہے۔ کہ آپ کا نقطہ نظر کبھی کبھی مزورت سے زیادہ جھد دانہ جرتا ہے!

نیا دور کو ذاب پیمانوں کی ضرورت ہے۔ نہ تینخ و توصیف کی۔ یہ اب دونوں سے بالاتر ہے۔ اود بے نیاز بھی۔ تاہم رسمی طور پر دو ایک سطریں لکھ رہا ہوں۔ دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔
 ”نیا دور“ کا اعلان مضرب کا ہے۔ خدا ہائے شباب کتنا قیامت خیز ہوگا
 نیا دور جنوبی ہند کا دادا عدد رسالہ ہے۔ جس پر شمالی ہندوستان بجا طرد پر فخر کر سکتا ہے۔
 کنہیا لال کھد

یاد آمدی کا شکریہ۔ بھائی محمد شاہیں کو سلام۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء ڈی لے وی کالج لاہور

(۵۸)

مخلص کنہیا لال کھد

مکتب ابیرجوان میں مرت

مکتب شوکت خانوی

مولانا مے مخزم آداب نیاز

نوائے وقت کے حرف و حکایت میں شہرِ خرو کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اُسے پڑھ کر بہت مٹھ آیا۔ خوب خوب ترکیبیں آپ کو سوجھی ہیں اود آپ نے سبھائی ہیں۔ بہر حال ٹٹٹ اٹھیا۔ میرا اود آپ کا رشتہ معاملہ تو ہے نہیں کہ میں جواب لکھنے بیٹھ جاؤں۔ آپ بہر حال بزرگ ہیں اود میں ایک تربیت یافتہ خور و جس کو بزرگوں کا احترام سکھا یا گیا ہے۔ میرا مضرب مرت یہ ہے کہ خوشہ چینی کروں مجھے ابھی آپ سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اس پر دلگام کی ابتداء ہی اس طرح ہوئی تھی کہ شہرِ خرو نے اپنے اس عجیب و غریب نام کی وضاحت کی تھی کہ ”میرا نام شہر ہار تھا۔ والدین نے دلا۔ میں شہر و کہنا شروع کر دیا اود اب جو کچھ میں خدا باخبر سا آدی ہوں اود خبردار بھی رہتا ہوں لہذا میرا نام شہر ہو کی جگہ شہرِ خرو پڑ گیا اود مجھ کو میرے دوست احباب آئے گئے سب شہرِ خرو کہتے ہیں۔“

یہ میں اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ آپ کے اعتراض کا جواب مد نظر ہے بلکہ میں تو خوش ہوں کہ شہرِ خرو آپ سے ایک کامیاب طنز کرانے کا بہانہ بن گیا۔

ہم لوگوں میں نام اس ہی طرح بگاڑے جاتے ہیں کہ بعض نام تو عجیب مضحکہ خیز صورت اختیار کر لیتے ہیں مثلاً میرے ایک دوست بدرالدین، بدو کہلاتے تھے۔ شمس الدین کو شمس۔ شہاب الدین کو شہبو۔ فضل اللہ کو فضلہ

کہتے تو آپ نے بھی سنا ہوگا۔ لکھنؤ کے مشہور ڈرامہ نگار منشی احسن اپنے گھر میں اچھن صاحب کہلاتے تھے۔
بہر حال میں خوش ہوں کہ آپ نے شہر خرو کا پہلا پروگرام نہیں سنا جس میں دہر تسمیہ تھی وہ نہ اس
دعوت طفر سے عودم رہا پڑتا۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

۱۱ دسمبر ۱۹۵۸ء - ریڈیو پاکستان - لاہور
(۵۹)

آپ کا مقصد کیش شوکٹ خاوی

مکتب امیر باقر مہدی

مکتب جنرل

باقر صاحب !

میرا خط دیکھ کر غالباً آپ کو حیرت ہوگی۔ مجھے خلیل صاحب کی نظم ”ارضی دکن“ کی مزیت ہے۔ شاید
میں خلیل صاحب کے کچھ کام آسکوں۔ ازراہ کرم جلد سے جلد بھیج دیجئے۔

ہاں آپ کی گندی سیاست کا علم آپ کے ہانے کے بعد ہڑا۔ آپ غالباً بروصت صاحب کے تختہ ختم
پر چل رہے ہیں۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو سوچئے کہ آپ کا رویہ میری جانب کہاں تک اچھا مذاق ہے مخالفت
وہی اچھی ہے جو کسی اصول پر مبنی ہو۔ حق و مصداق کا دامن اگر آپ نے چھوڑ دیا، تو خود آپ ہی کو نقصان پہنچنے
کا احتمال ہے۔ آپ میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ آپ میرے طالب علم ہیں۔ اور غالباً یہی سمجھ کر آپ کی بعض ایسی باتوں کو بھی میں نے
تقریباً انداز کیا جو نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھیں۔ آپ شاعر اور ادیب بننا چاہتے ہیں اور شہرت کے بھی طلبگار۔
ہیں۔ لیکن شاعر اور ادیب بننے سے پہلے آپ کو ایک اچھا انسان بننا پڑے گا۔ اتنا اچھا انسان بننا پڑے گا کہ
مخالفت کی اچھی باتوں کو بھی آپ سراہنے لگیں۔ آپ کی شخصیت جس قدر بڑھ ہوگی، آپ تعصبات سے جس قدر
پاک ہوں گے، آپ اپنے نفس کا جس قدر احتساب کر سکیں گے، اُسی قدر آپ ہی خوش کاوہ جو ہر پیدا ہوگا جو جرات
کے لئے مزید ہے، ادیب اور سازش، اور متضاد چیزیں ہیں۔ جو ادیب اپنے منہ کی آواز دباتے ہیں، وہ آج تک
اچھے نہیں ہو سکے۔

ایک بات اور عرض کروں۔ سستی شہرت کے پیچھے نہ دوڑئے۔ رسائل میں نظم یا تصویر کا چھپ جانا،
امر کی دلیل نہیں کہ آپ اچھے ادیب بھی ہیں۔ صاحب ذوق نقاد بیت ہی کم ہیں۔ لیکن ہمیں انہیں کی رائے پر اعتماد
چاہئے۔ خواجہ منظور کے جانے کے بعد، ہندوستان میں ایسے بے عرض نقاد آپ کو شاید ہی ملیں لیکن ادیب
ایسے ہی نقادوں کی بدولت ترقی کرتا ہے۔ ایسے ہی نقادوں کو ڈھونڈیئے جو آپ کی تعریف کرنے کے بجائے
آپ کی خامیوں پر روشنی ڈالیں۔ ادیب کو اپنی خامیوں کا پتہ ذرا مشکل ہی سے چلتا ہے۔

آپ کہیں گے کہ میں نے نصیحت کا دتر کھل دیا ہے۔ یقین کیجئے کہ یہ نصیحتیں ہمیں میں مشورے ہیں
میں آج بھی آپ کا بھی خواہ ہوں۔ جس طرح بروصت صاحب کریں نے سمجھا یا تھا، اُسی طرح آج آپ کو بھی سمجھا دیا

ہوں جس طرح درست صاحب اپنی گذشتہ حرکتوں پر بھی پشیمان ہیں اسی طرح آپ کو بھی پشیمانی چھگی، بشرطیکہ آپ نے نمبر کی آواز کو ہمیشہ کے لئے نہ دیا دیا۔

آپ میرے چکر میں نہ پڑیے اور مجھے اپنے لئے ایک مسئلہ نہ بنائیے۔ اس سے آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آپ کے تیرے سے میرا کیا بگڑے گا۔ لیکن خود آپ کا بہت کچھ بگڑ جائے گا۔ خود آپ کی شخصیت میں بعض ایسی چیزیں پیدا ہو جائیں گی جن کی وجہ سے آپ میں، نہ بلند نظری پیدا ہو سکے گی اور نہ کشادہ دلی، آپ میں حضرات کے اشتعال پر اس گندی سیاست میں پڑے ہیں، ان میں سے بعض کے متعلق آپ کو خود تجربہ ہو جائے گا کہ وہ کس قدر تنگ نظر، تنگ دل، عاصی اور خود پرست ہیں۔ ان کی محبت میں آپ کو بھی چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ زندگی کی راہ خدا سوچ کچھ کڑے کیبھے۔ اور پھر ادیب کی زندگی کی راہ تو وہ بھی مشکل ہوتی ہے۔

اب انجمن کے متعلق سنئے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ درست صاحب کے اصول سے میں پہلے پہل اس انجمن میں شریک ہونا خدا جانے انہیں مجھ سے اس قدر عقیدت کیوں تھی۔ بہر حال اس انجمن سے میں نے بارہا الگ ہونا چاہا لیکن آپ نے اور ضل صاحب نے مجھے باز رکھا۔ اس سال میں سلامت صاحب کے صدر ہونے کے بعد میں نے کئی بار کوشش کی کہ اس انجمن سے الگ ہو جاؤں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ میٹنگ میں برابر شریک ہوتے رہنا میرے لئے کچھ دشوار سا ہے۔ یہ میرے مزاج کی اقتاد ہے۔ میں آزاد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ لیکن اب آپ حضرات کی سازشوں کو دیکھتے ہوئے میں نے طے کر لیا ہے کہ آپ کی انجمن تو فی پسند مصنفین سے کسی قسم کا ربط نہ رکھوں۔

ایک چیز اور واضح کر دوں۔ آپ کا لفظ کی وجہ میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ علیگڑھ کی انجمن تو فی پسند مصنفین صرف طلباء کی انجمن ہے۔ صدر اور مجلس عاملہ کا انتخاب رشکے ہی کرتے ہیں۔ اساتذہ اور دوسرے حضرات اس میں حصہ نہیں لیتے چنانچہ ان پر وہ پابندی عائد نہیں ہو سکتی جو طلبہ پر ہوتی ہے۔ صدر کا انتخاب اس لئے ہوتا ہے کہ وہ طلبہ کے آپس کے جھگڑوں کا نبضہ کرتا رہے۔ طلبہ کے علاوہ جو لوگ انجمن کی فیس دیتے ہیں، وہ بعض آپ کے مہم دو ہیں اور مجلس عاملہ کے JURISDICTION میں نہیں آتے۔ دوسرے آپ حضرات نے ابھی تک کوئی دستور مرتب نہیں کیا ہے حالانکہ میں نے بارہا اسال آپ حضرات کو اس طرف متوجہ کیا۔

بہر حال آپ اور خورشید صاحب دونوں میری اس غلطی کی پر خوش ہوں گے۔ خورشید صاحب تو خاص طور سے میرے استغنے کے متمنی تھے اور کئی بار اس خواہش کا اظہار کر چکے تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ آخر میرے استغنی لینے پر اس قدر متوجہ کیوں ہیں۔ یہی ناکہ میرے خلاف۔ جنت پسندی کا ازام لگا کر پروپیگنڈا کر لیں۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ اگر میں انجمن سے الگ ہونے کی کوشش بھی کرتا تو وہ مجھے غلطہ نہ برسنے دیتے تھے۔ ذاتی طور پر کمزوری اختلاف کیوں نہ ہوتا کم از کم میں نے ذاتی اختلافات کو اپنی صدارت کے زمانہ میں انجمن کے کاروبار میں کبھی داخل نہیں ہونے دیا۔ پارسل بھی فرمیکر میں نے خاص طور سے خورشید صاحب کے پاس ممبر بننے کے لئے بھیجا تھا۔ اور فرید نے خود میرے سامنے خورشید سے باتیں کی تھیں، لیکن وہ ممبر نہ ہوئے۔

بہر حال آئندہ سال میں مجری کی تجدید نہیں کروں گا۔ میری ترقی پسندی یا رجعت پسندی کا داعی ہمارے شاعری پر ہے۔ وہی کہوں گا جو میں اپنے نزدیک صحیح سمجھتا ہوں۔ آپ حضرات اگر میرے خلاف پروپیگنڈا کرنا چاہیں تو یاد رکھئے میں اس کا کوئی جواب نہ دوں گا۔ گالی کا جواب گالی سے کیوں دیا جائے خاموشی ہی کافی ہے۔

ایک بات اور رہ گئی۔ آپ یا فورساید صاحب میرے حریف نہیں ہو سکتے۔ میرے حریف میرے ہم عمر شعراء ادیب ہیں۔ آپ تو غیر بہت چھوٹے ہیں آپ کے منہ لگنا ایسا ہی ہے جیسے میں کسی طالب علم کے منہ لگوں۔ لیکن غرض شیعہ سلام چھٹی شہری یا نگر تو کسی کے منہ لگنا بھی میں اپنی تدبیر سمجھتا ہوں۔ یہ نہ سمجھئے کہ میں اندرا و خود کہہ رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات ہر اعتبار سے مجھ سے چھوٹے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ادب میں میری کیا جگہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں۔ میں نے کوئی بڑا کارنامہ نہیں پیش کیا ہے۔ لیکن اُس کی تیاری میں مزدور سرور ہوں۔ یہ تو ساری عمر کی محنت ہے۔ اُس کے بعد ہی کچھ کہا جاسکتا ہے کہ میں نے کیا کیا۔

مخلص
جذباتی

۶-۱ میرٹھان سول لائسنس - ملنگڈھ

میں نے جو کچھ لکھا ہے اُس کے متعلق کسی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ میں غالباً آپ کو ایک حرف بھی نہ لکھتا، لیکن یہ سوچ کر کہ آپ ابھی بچے اور بڑی جذباتی بھی ہیں، آپ کو متنبیہ کر دیا۔ اب آپ ہانپیں۔ اُمید ہے کہ آپ اس خط کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں گے، اور ٹھنڈے دل سے سوچیں گے۔ غلیل صاحب کی نغم مزورہ بھجودے دیجئے۔

میراجی

(۱)

بنام ذہیر مختار الدین احمد رندو

مکرمی تسلیم

خط پہنچا۔ اپریل کی بجائے دوبارہ مئی کا شمار پہنچنے پر معذرت خواہ ہوں۔ اب ساٹھ سو ادھار پیل دو فوں کے متعلق منبر کو ہدایت کر رہا ہوں۔ ایک مہینہ تک نہ پہنچنے پر شکایت بے تکلفی سے کر دیجئے گا۔ معذایں کی داد کا شکریہ۔
خلیل جبران کی المومن اسد میں کتابی صورت میں لاہور ہی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ قواب بے معصرت ہوگا۔ دنیا کے ادب کے متعلق جو تجاویز اور رائے ذنی آپ نے تحریر کی ہیں اس سے پیدا اتفاق رائے رکھتا ہوں۔
لیکن یہ معاملہ میرے فیصلہ کرنے کا نہیں، میں نے تو اس جائزے کی تحریک کی تھی اب یہ دیر ادبی دنیا کے ہاتھوں میں ہے اور بد قسمتی سے آپ کے اور میرے علاوہ اور ہر شخص اُن ہی کے رہیے کی تعریف کرتا ہے، اصل مقصد تو جاننے کا ہی تھا جو آپ نے سمجھا لیکن زندگی یوں بھی بسر نہ ہو رہی ہے۔

امید کہ آپ خبریت سے ہوں گے۔

میراجی

۲۷ مئی ۱۹۶۷ء ادبی دنیا دی مال لاہور

(۲)

بنام تہریم نظر

تہریم، خطوں کے شکوے پھر دہرائی جاتا ہے کہ لکھے انہیں بھول جاؤ، تنہیں شاید بھی پوری طرح معلوم نہیں کہ وہ میراجی جسے تم جانتے ہو اب اپنے دل کی گہرائی میں دب کر رہ گیا ہے۔ لیکن کہیں شرمیلی شاعری نہ کرنا شروع کر دوں، اس لئے زندگی کے علی پہلو کی طرف دھیان دے کر ان باتوں کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو بہت روز سے مجھے تنگ کر رہی ہیں۔ لیکن جنہیں میں اپنی حق آسان طبیعت اور ریڈیو کی نوکری کے باعث اب تک تم سے نہ کہہ سکا، آپ کے خطوں کا مفصل جواب لاہور آنے پر ہوتا رہے گا۔ اب باتیں سنو۔
۱۔ دہلی میں حلقے کی بنیاد کا مسئلہ اٹھوٹا رہا ہے اس لئے سالانہ رپورٹ صرف اس قسم کے ذکر ہی سے تیار کر دو کہ اس سال ہمارے حلقے کی ترویج صوبے سے نکل کر کل ہند ہونے کی دھمکی دے رہی ہے چنانچہ دہلی اور

علیگڑھ سے اس منہی میں درخواستیں آچکی ہیں۔ اور عنقریب اس سلسلے میں استقامی کمیٹی حلقے کی رہنمائی سے مناسب قدم اٹھائے گی۔

۲۔ حلقے کا جو قرض میرے ذمے ہے۔ اس کے متعلق شیر محمد اختر کا ایک خط آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ تقریباً حضرات کے نام کھلے اجلاس میں شنا دیجئے جائیں گے۔ غالباً ۶ دسمبر کو، ۳ دسمبر کو میں ملازم ہو گیا تھا، اس سے پہلے کے چیک ترمیمیں ڈوب چکے تھے اس لئے چھ سے پہلے تو کسی صورت میں میں قرض ادا نہ کر سکتا تھا دوسرے مجھے یہ بھی خیال آیا کہ دیکھیں میراجی سے ذاتی تعلق آپ لوگوں کی کزوری دکھانا ہے یا جس طرح میں جب وہاں تھا اب بھی آپ لوگ ہر صورت میں حلقے کی اصول پرستی کو قائم رکھتے ہوئے بغیر جھجک کے نام پڑھ کے شنا دیتے ہیں۔ معاملہ نہیں اس سلسلے میں معاملہ کس منزل پر ہے۔ میں تو ابھی دو ایک ماہ تک شاید قرض ادا نہ کر سکوں۔ کیونکہ گزشتہ پہلی تنخواہ مکمل آٹاں جان کی تندرکی تھی (وہ آجکلہ ہیں) نیز تمام کام کے وغیرہ کا عملہ یہاں آیا تھا، اب رٹا دوسری تنخواہ فردی یکم کا معاملہ تو اگر حلقے کے جلسے پر میں لاہور آؤں تو اس بار بھی کچھ نہ ہو سکے گا اور حلقے کے جلسے پر میں مزدور آنا چاہتا ہوں، تم اس معاملے میں مفصل مشورہ لکھو۔

۳۔ حلقے کا سالانہ اجلاس کس تاریخ کو ہے۔ مجھے کن تاریخوں کے لئے لاہور آنا چاہیئے، یہ سب باتیں بھی مفصل لکھو تاکہ میں ابھی سے ان تاریخوں کا کام پہلے سے کرنے کا انتظام کر لوں۔ نیز رخصت کا معاملہ بھی طے کرنے کے لئے درخواست دے دوں۔

۴۔ آدرش کی صحیح کاپی ارسال ہے اس کے مطابق تصحیح کرادو اگر کتبت ہو چکی ہو، کیا کتب حلقے کے سالانہ اجلاس پر موجود ہوں گی، اس دفعہ انتخابی کمیٹی کون سی تھی، کتنی کل نقلیں چنی گئیں، کتنی جلدیں کتاب کی چھپ رہی ہیں، کتاب کی قیمت کیا ہے، اس سلسلے کی تمام باتیں بھی لکھو۔

۵۔ سالانہ اجلاس پر میں مضمون کیا پڑھوں گا، اسی اگر کوئی معقول تجویز نہ ہو سکی تو میرے خیال میں شاید بہتر ہے کہ ایک رنگارنگ پروگرام کیا جائے یعنی مختلف ارکان پندرہ پندرہ بیس بیس منٹ کے مضامین پڑھیں جن کے موضوع وقت یعنی زمانے کی رفتار متعلقہ ادب اردو اور مصنفین اور حلقے سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً

جنگِ ادب

جنگ کے زمانے میں حلقہ اربابِ ذوق کی سرگرمیاں وغیرہ

جنگِ ادبِ شاعری

جنگ کا اثر مصنفین کی شخصیت پر

یہ قطعاً ضروری نہیں کہ جنگ کا لفظ ہر مضمون کے عنوان میں آئے کیوں کہ یہ تو تمام پروگرام جنگ نامہ ہی کر رہے ہائے گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جنگی حالات یا جنگی زمانے میں جو اہم مسئلے مصنفین اور کسی زبان کے ادب کو پیش آتے ہیں۔ ان کے بارے میں خیال آرائی کی جائے جیسے روس کے ادب کو جنگ نے کیا کیا اسپین کی اس سلسلے

میں بہت اچھی مثال ہے اور اس موضوع پر میرا خیال ہے کہ آفتاب احمد نیند، ہمنٹ کا ایک اچھا مضمون لکھ سکتا ہے، ایک موضوع یہ بھی ہے LOVE IN WARTIME - صروری نہیں کہ ہر موضوع جس طرح جس نے کہا کہ جنگ سے براہ راست متعلق ہر اسی طرح ادب سے بھی براہ راست متعلق ہے۔ ایک طرح کے یہ تمام پروگرام جو پانچ سات منہائی پر مشتمل ہو سکتا ہے زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتا ہے۔

جنگ کے زمانے میں، دوسری دنیا جہاں کٹ رہی ہے وہاں مختلف ملک اور مختلف نسلوں کا خون بھی ایک دوسرے میں گھل مل جاتا ہے اور اس سے دنیا کی کئی کاتوازن ہر نسلی یا ملکی حدود و وسعت اور حیات نو سے پورا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی جلد مفصل لکھو۔

۶۔ صلاح الدین احمد ریست نغز، جو دھری تدبیر وغیرہ قسم کے لوگوں کے بارے میں ملاقات پر نیٹھے ہو گئے فی الحال ب سے نباہ کئے جاؤ۔

۷۔ ایک نظم جو ہمیں اگر لکھی تھی تمہارے اور دیگر بھکڑوں کے لئے ارسال ہے، امید ہے کہ دلچسپ ہوگی اور اچھی بھی۔ میرے خیال میں اولاد کی خواہش پر اس سے پہلے اس انداز کی کوئی نظم اردو زبان میں موجود نہیں جس میں اولاد کی خواہش جو ایک "نارل" بات ہے کے ساتھ ساتھ مصنف کے نفسی پیچ اور جنسی تحریک کے اشارے بھی موجود ہوں۔

۸۔ ریڈیو میں ارکان طفر کی لازمت کے بارے میں بھی ملاقات ہی پر باتیں ہو سکیں گی۔

۹۔ الطاف گوہر کو دو تین پٹر لگاؤ اور پانچ سات گالیاں دو۔ مختار صدیقی سے کچھ نہ کہو! اچھا ہوا کہ آپ کا استحقاق بغیریت ختم ہوا۔ شاید لازم ہو رہے پر اس کا دماغ نفسی الجھنوں سے کسی حد تک آنا دہرا رہا ہے۔ غیر ہمدردی سے میری معذرت کہو، اس سے بھی مل کر ہی دل کا غبار نکلے گا۔ اور آصاب اور صغند سے بھی معذرت کہو کہ ان لوگوں کے خطوط کا کوئی جواب نہ دیا میں نے۔

۱۰۔ میں زیادہ سے زیادہ چار دن کے لئے آسکوں گا۔ کم سے کم دو دن کے لئے۔ اگر دو دن کے لئے بھی آیا تو پروگرام یہ ہوگا کہ جس روز جلتے کا جلسہ ہو اس روز دن کو گھر پر سامان وغیرہ یہاں لانے کے لئے تیار کروں گا۔ نیز گھر والوں کو پہلاؤں گا۔ دوسرے روز صارا دن ایک محفل راہبرام کے ال ہوگی جس میں آپ سب لوگ شامل ہوں گے۔ اور یہی سب باتیں اور آئینہ کے متعلق سب فیصلے ہوں گے اور شام کو میں وہاں نہ ہو جائوں گا۔ کوشش میں چار دنوں کی کروں گا اور امید ہے کہ چار دن کی رخصت لی جائے گی۔

اب جلد جواب لکھو اسی وقت بیٹھ جاؤ۔ کچھ اس وقت لکھو باقی دوسرے روز۔ بہر حال جواب جلد بھجوتک پہنچے۔ تاکہ ابھی اور خط و کتابت میرے لاہور آنے کے بارے میں کرنی ہو تو اس کے لئے بھی وقت رہے کیونکہ آج ۱۰ تاریخ ہے، میں ہر صدمت میں یکم کے بعد ہی آسنا ہوں یعنی تھوڑے کر۔

فیرم تم بہت اچھے ہو۔ لیکن افسوس یہ ہے :-

منٹو

بنام ممتاز شیریں

(۱)

مکرمی تسلیم۔

”نیا دور“ کا پہلا نمبر ملا۔ بنگلور جیسے دور افتادہ شہر سے ایسا کامیاب پرچہ نکالنا بڑی ہمت کا کام ہے۔ امید ہے آپ اسے جاری رکھیں گی۔ ”گزشتہ دور“ اپنی قسم کی واحد چیز نہیں ہے یہی اردو ادب میں یہ ایک اضافے کا باعث ہو سکتا ہے۔ ”نیا دور“ کے لئے میں اپنا تازہ افسانہ یا مضمون بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر اصول کے مطابق میں ایک سطر بھی مسودے کے بغیر نہیں لکھتا۔ اگر آپ میرا حق اندست ادا کر سکیں تو مجھے ”نیا دور“ کی مسودت میں کوئی حذر نہیں ہوگا۔ ”نیا دور“ کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ پڑانے دور کے رشتوں کا نئے دور کے شعلہ آشاموں کے ساتھ ”شراب کا رشتہ“ ہے۔ دو ذیل ایک دوسرے کے ہم زلف ہیں۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گی۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو بیجو

(۲)

بنام ممتاز شیریں

خاتون مکرم تسلیمات۔

مکتوب گرامی مورخہ ۵ اگست ۱۹۷۲ ملا۔ جواب کا شکریہ۔ مگر آپ کا مختصر افسانہ ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ آج کل ڈاک کی ترسیل بہت ہی ناقص ہے۔ خاکسار کے دل چاہئے۔ پاکستان کے رسالوں کی رافع اور قطعی پالیسی کے متعلق آپ کا ارشاد درست ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ حکومت بھی ابھی تک کوئی رافع اور قطعی پالیسی متعین نہیں کر سکی۔ ”نیا دور“ میں شاہین صاحب نے جو طویل ادارہ لکھا ہے میں اسے بہت خود سے پڑھوں گا۔

میں آپ سے قطعی وعدہ نہیں کرتا۔ مگر میں ”نیا دور“ کے ضوابط نمبر کیلئے کوئی افسانہ لکھنے کی ضرورت کو شش کو دل گا۔ ادھر میں نے فساد کے موضوع پر چند افسانے لکھے ہیں مگر اس وقت ذہن میں کوئی چیز موجود نہیں بلکہ

ہے لکھنے بیٹھوں تو کچھ سوچا جائے۔ اگر ناکام رہا تو آپ کو مطلع کر دوں گا۔
فسادات نمبر کے مضامین کی فہرست کافی مرعوب کن ہے۔
محرمس عرواق پر شاہ ادب ہیں اور کچھ نہ لکھ سکیں۔
شاہین صاحب کی خدمت میں آداب۔ عسکری آپ کو عبودہ خط لکھیں گے۔
۳ اراگست ۱۹۴۷ء
خاکسار سعادت حسن منظر

(۳)

بنام ممتاز شہری

مناظرین مکرم
استلام علیکم۔ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط ملا تھا۔ جس میں درج تھا کہ آپ فسادات نمبر بھیج رہی ہیں۔ انہوں
ہے کہ یہ ابھی تک مجھے نہیں ملا اس لئے میں اپنی رائے لکھنے سے معذوری۔
اور ادب کا قصاب زود پہلا شمارہ اب شائع ہو چکا ہے۔ امید ہے مل گیا ہو گا۔ مجھے افسوس ہے کہ
یہاں کی پرائنڈ ادبی فضاء کے باعث میں اور عسکری کوئی خاص چیز پیش نہیں کر سکے۔ بہر حال جو کچھ پڑا ہے حاضر
ہے۔ ایک افسوس اور ہے کہ "سورہ" والوں نے دو مضمون جو اگر شائع کر دیئے — ہر سکتا ہے یہ ترقی پسندی ہو۔
"اور ادب" کا دوسرا شمارہ زیر ترتیب ہے۔ براہ کرم فوراً ہی اپنے افسانے یا تنقیدی مضمون سے مضمون
و متشکر فرمائیے۔

لاہور کی عداوت میں "ٹنڈا اگرشت" کا مقدر پیش ہے۔ میں نے آپ کو اور محمد شاہین صاحب کو مصافی
کے گراہ کے طرد پر طلب کیا ہے۔ لاہور آئیے گا تو اسی ہانے آپ دونوں سے شرف ملاقات بھی حاصل ہو جائے گا۔
امید ہے آپ دونوں بخیریت ہوں گے۔ محمد صاحب کی خدمت میں سلام۔
خاکسار سعادت حسن منظر

مجاز

(۱)

بنام اختر انصاری

پیارے اختر
مجاز کا سلام قبول کرو۔

اچھا سنو جس انکیم کے بارے میں تم سے اکثر خیال اُٹائیاں کی ہیں وہ بالآخر چھڑ دی ہے، یعنی آج ہی ایک ترقی پسند ماہنامہ کا ڈیکلریشن داخل کیا ہے۔ نام ”نیا ادب“ ہے۔ اب بناؤ تم اس کے لئے کیا قربانی کر سکتے ہو۔ فی الحال کوئی اچھی سی چیز نہ کرو۔ ادائیندہ کے لئے وعدہ کرو۔ افسوس علیگڑھ میں تم سے مفصل باتیں نہ ہو سکیں۔ خبریں سہی۔ آج کل نئے ادب کا جنون ہے۔ تم کو بھی اس کی ترقی میں شریک ہونا ہے۔ ہم سب حسن امد جعفری اس کے لئے دوڑ دوڑ کر رہے ہیں۔ تم بھی کچھ دواں ہاتھ بٹاؤ۔ مگر اس سے قبل اشنا کے لئے کوئی چیز انتخاب کرو کہ روانہ کرو۔ زیادہ لکھنا فضول ہے۔ تم ہمارے اپنے ہو۔

تمہارا
مجاز

۷۔ لال بانہ۔ لکھنؤ ۲۱ فروری ۱۹۳۹ء

(۲)

بنام اختر انصاری

اختر،

کل دلی سے عرض سمجھو کا خط ملا، تمہاری خیریت بھی لکھی تھی، ہمارے رسالہ کے دو نمبر شائع ہو کر جا چکے ہیں۔ تیسرا نمبر بذریعہ وی۔ پی روانہ ہے۔ پہلے آئے وصول کر لو پھر کوئی گفتگو ہوگی۔

اگر تم خفا ہو تب بھی شک نہ ہی میں سننے کے لئے تیار ہوں۔ جو لائق نمبر ترقی پسند مصنفین کی ANTHOLOGY ہوگی اس میں تمہاری کہانی ”میں نے ایسا کیوں کیا“ کا انتخاب ہوا ہے۔ اگست اور ستمبر کے لئے کچھ بھیج دو۔ اور صاف نہایت بے تکلفی سے اپنی رائے لکھو۔ فی الحال ہماری بے تکلفی کا جواب دو۔ علیگڑھ اگر تم سے طویل ملاکت ہو نہیں سکتی۔

تمہارا
مجاز

دفتراہنامہ نیا ادب۔ نظیر آباد۔ لکھنؤ۔

۲۱ مارچ ۱۹۳۹ء

(۳)

یا قطب العارین!

”نیا اور سے رہنا! ضائل سمجھ میں نہیں آتا۔ اسے صبح کوئی کہانی اس طرف ہوئی، تو صبح دونا!۔ یا پھر اس قسم کے قطععات وغیرہ۔ مجھ تو ہمارے لئے بھی کرو۔“

تہار سے ایک قطعہ نے بہت شہ پارہا۔ سامنے ہوتے تو پٹ ماما۔ مشاب اور فرمت کی مداخلت تھی وہ۔ کیا معرہ دیا ہے۔ میں کیا زندہ نہیں رہنے دوں گے۔

کبھی کبھی بادی ریا کرو گے۔ لکھنؤ کی طرف کب آ رہے ہر جب ہم ملے گئے آ رہے ہوں گے؟

جواب دوں گے؟
۲۱ رات پر لکھنؤ
تہارا
عجاز

نئے گور کی کا کبا مال ہے نئے تو چار کپہر دینا۔

(۴)

بنام اختر

جی اختر

تم نے وہ کہانی ابھی تک نہیں سمجھی۔ یہ زیادتی ہے۔ تم نصف سے زیادہ نقل کرا چکے تھے۔ پھر کیا حادثہ پیش ہو گیا۔

جلد از جلد

تہارا
عجاز

۲۱ رات پر لکھنؤ

(۵)

بنام منانصاری

پیارے منان

تہارا خط لا۔ جو میری غیر موجودگی میں یہاں آ گیا تھا۔ میں ان دنوں لاہور چلا گیا تھا۔ ابھی آباہوں نرکری کرنی ہے۔

تفصیل سے ملاقات ہونے پر بتاؤں گا۔

جواب میں دیر ہونے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ کہ ابھی آباہوں۔ اچھا تو ملاقات یہ ہیں۔ کہ یہاں سے ایک شاندار

تلافی یعنی شرکت، مارام زہرہ، ایک آدھ کلرٹید اور ہم خود بھی ۲۱ رات کی صبح کو جہد کے دن جی آئی پی سے روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ جھانسی سے شام یارات کو گزرے گی۔ تم بھی اس طر پر چلو کہ ہمیں جھانسی پر مل جاؤ۔ وہی گاڑی تمہیں جھانسی سے

میں سے لے گی۔ وقت دریافت کر دینا۔ یہاں سے تو ۹ بجے صبح کو روانہ ہوتی ہے۔ ساتھ ہو جائے گا تو سفر اچھا ہوگا

تو گویا تم جھانسی میں مل رہے ہو۔ سب کو کوئی نہیں جانتے اور کیا کہا جائے۔ ہم تو چار دن ہی کام کر کے چھٹی سے کر رہے ہیں۔

میں۔ دہنا سعادتمندی مستم۔

اچانق احوال خدامت

۲۔ راجپر روڈ۔ دہلی - ۱۹ مئی ۱۹۴۷ء

تمہارا مجاز

آج سنا ہے کسی کے نام خط آیا ہے لیکن ہم قسم کھاتے ہیں ہم نہ دیکھیں گے اور نہ پوچھیں گے۔

(۶)

یا قطب العارضین

ایک گنا ہنگامہ کا سلام قبول ہو۔

بیمار تھا۔ معلوم ہوا ہوگا۔ اب اچھا ہوں۔ یہ معلوم ہو یعنی یوں کہ نہ ماسے کب علی گڑھ بھی آدھنوں۔ ابھی

تو نہیں۔ دو ماہ کی چھٹیاں گزاری ہیں۔

رسالہ ادیب کے لئے ————— مضمون۔ کہانی۔ قطعہ۔ نظم۔ غزل۔ کچھ بس بھیدو۔ شدید انتظار رہے

کا۔ مفصل باتیں بعد کو ہوں گی۔ بہت سی باتیں تفصیل سے لکھی جا رہی ہیں۔

جواب کا انتظار نہیں چیز کا انتظار کروں گا۔ اور دیگر احوال کیا ہیں۔ یہاں تو وہی عالم ہے۔

تمہیں ایک مطلوبہ رسالہ بھجوا دیا تھا۔

تمہارا

مجاز

۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء دہلی

عط

ذیل میں ان کرم فرماؤں کے نام اور خطوط کی تعداد درج ہے جن کے علی اور ولی تعاون سے یہ پرچہ ترتیب پایا۔

| | | | |
|---------|-------------------------------------|----------|---------------------------------|
| ۱۴ خطوط | پروفیسر آغا صادق حسین صاحب - کوئٹہ | ۱۱۲ خطوط | ڈاکٹر مختار الدین احمد آزاد |
| ۳۲ خطوط | سید امتیاز علی صاحب تاج - لاہور | ۱۵۵ خطوط | ڈاکٹر محمد امین قادری زید |
| ۱۲ خطوط | محمد احمد صاحب عباسی | ۱۲۲ خطوط | محمد عبداللہ قریشی صاحب |
| ۷ خطوط | حکیم سید امیر احمد صاحب ایم تہذیبی | ۱۲۳ خطوط | سید رفیق صاحب مامہ پوری |
| ۴۰ خطوط | یونس علی خاں صاحب - حیدر آباد دکن | ۷۲ خطوط | نواب سید شمس الحسن صاحب |
| ۸ خطوط | غلام یزدانی صاحب - حیدر آباد دکن | ۵۸ خطوط | مسلم یونیورسٹی علی گڑھ |
| ۱۴ خطوط | پروفیسر محمد حسن رفوی ایب | ۲۹ خطوط | غلام رسول صاحب تہر |
| ۳۷ خطوط | ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب - لاہور | ۲۶ خطوط | امتیاز الدین صاحب انارہ |
| ۲۱ خطوط | ڈاکٹر حیدر قریشی صاحب | ۵ خطوط | مرقد حسین صاحب بلگرامی |
| ۹ خطوط | جلیل احمد صاحب تھانی | ۲۲ خطوط | سید الطاف علی صاحب بریلوی |
| ۳۰ خطوط | امتیاز علی خاں صاحب عرشی | ۱۲ خطوط | زینس احمد صاحب جعفری |
| ۱۹ خطوط | سید دل محمد صاحب نقابا لدھری | ۲۱ خطوط | حسن ثانی صاحب |
| ۸ خطوط | شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی | ۲۹ خطوط | مالک رام صاحب |
| ۱۴ خطوط | آغا محمد باقر صاحب - لاہور | ۱۶ خطوط | پروفیسر محمد مسلم صاحب پٹنہ |
| ۸ خطوط | بڑی چریا کوٹی صاحب | ۲۲ خطوط | نگین کاکلی صاحب - حیدر آباد دکن |
| ۲۹ خطوط | جناب شفا گویا ری | ۱۳ خطوط | طاہر ناز دتی صاحب - پشاور |
| ۱۲ خطوط | عبدالمجید صاحب مالک - لاہور | ۷۵ خطوط | نصیر الدین صاحب ہاشمی |
| ۱۶ خطوط | امی ز سکندر صاحب نازش | ۲۴ خطوط | حضرت دل شاہ جہان پوری |
| ۱۱ خطوط | ایم حبیب خاں صاحب | ۲۳ خطوط | محمد انوار الحسن صاحب - جیلوم |

| | | | |
|--------|---------------------------------|---------|------------------------------------|
| خطوط ۸ | نہیر احمد صاحب ایم اے - دہلی | خطوط ۲۹ | محمد کبیر خاں صاحب |
| خطوط ۴ | احمد جمال پاشا صاحب - لکھنؤ | خطوط ۳ | حاجہ حسن صاحب قادری |
| خط ۱ | پروفیسر عبد الصمد صاحب صائم | خطوط ۱۱ | سید اصغر حسین صاحب راقب مراد آبادی |
| خطوط ۴ | محمد علی خاں صاحب | خطوط ۱۱ | دفاعا شدی صاحب - حیدر آباد سندھ |
| خط ۱ | فیض اللہ خاں صاحب مجلسی - پٹان | خطوط ۲ | اے۔ اے۔ عارفی صاحب - کانپور |
| خط ۱ | سکانت مرزا صاحب - حیدر آباد دکن | خطوط ۳ | مولوی محمد داری صاحب کائن |
| خط ۱ | مقبول احمد صاحب مقبول | خط ۱ | اقبال عظیم صاحب - چٹاگانگ |
| خط ۱ | اکبر علی خاں صاحب | خطوط ۳ | نثار آبادی صاحب |
| خطوط ۳ | عبد القوی صاحب دسوی - بیٹی | خطوط ۷ | وحید احمد صاحب شیخوپورہ |
| خط ۱ | الطاف علی صاحب - بریلوی | خطوط ۸ | قیوم نظر صاحب - لاہور |
| خطوط ۵ | انیس احمد صاحب | خطوط ۲ | محمود نیر جہاں شاعر صاحب |
| | | خطوط ۱۳ | مولوی محمد حسین خاں صاحب زہری |

یوں تو میرے نزدیک اس نمبر میں شامل ہر خط کی بڑی قیمت ہے۔ مگر زیادہ قیمتی خطوط جن دو دستوں نے رحمت فرماتے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

- (۱) ڈاکٹر مختار الدین آزاد (۲) ڈاکٹر محمد الدین زور (۳) مولانا غلام رسول مہر (۴) مولوی عبداللہ قریشی
- (۵) سید رفیق مارہروی (۶) سید نواب شمس الحسن (۷) امتیاز الدین (۸) الطاف علی بریلوی
- (۹) رفیق احمد جعفری (۱۰) حسن مفتی صاحب اور (۱۱) مسلم پرنٹرز مشینری ملز گڑھ

خاتم کے ۴ خط مختار الدین آزاد نے رحمت فرمائے۔ ایک مالک رام صاحب نے۔ ایک مقبول صاحب نے۔ ایک محمد اسحق صاحب جٹانی نے اور ایک اکبر علی خاں صاحب نے۔

زندہ ادیبوں کے خطوط اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ جو اپنے مواد کے اعتبار سے بڑے قیمتی ہیں انشاء اللہ انہیں الگ نمبر کی صورت میں آئندہ پیش کیا جائے گا۔ ہر گرام کے مطابق ہم خطوط کے چار نمبر پیش کریں گے جن میں سے ایک یہ ہے۔

اگر کسی دوست کے پاس اور بھی قیمتی خطوط ہوں تو وہ بھی ہمیں عنایت فرمائیں تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں۔

[مرتب]

مطبوعات

ادارہ فریغ اردو۔ لاہور

جس نے آپ کے لیے جو شہر سیاری اور خوبصورت کتابیں چھاپیں

بازار حیات یہ احمد غنیہ قاسمی کے خوبصورت افسانوں کا مجموعہ ہے قیام پاکستان کے بعد چھپنے سیاری افسانے غنیم نے لکھے ہیں۔ اسناد کو کسی فنکار نے نہیں لکھے۔ اس مجموعے میں ایک دو تمام تازہ افسانے شامل ہیں جن پر ندیم کو اردو افسانے کو نئے چہرہ دیا ہے افسانوی ادب میں یہ مجموعہ ناقابل فراموش ہے۔ ۳/۸

اردو غزل گوئی اردو تنقید میں غزل پر اتنی کامیابی کتاب اور نہ ملتی اس لیے کہ اس کا مصنف فراتی کو دیکھ کر غزل کا بہت بڑا شاعر ہے۔ فراتی جتنا بڑا شاعر ہے اتنی ہی بڑا نقاد ہے۔ یہ غزل اور شرقی تنقید کا چاروں مذاق فراتی کا ہے۔ اتنا اردو کے دیکھی شاعر کو نصیب ہوا اور نہ کسی نقاد کو۔ ۲/۰

اندازے مصنف فراتی کو دیکھ کر ہی فراتی جتنا بڑا شاعر ہے اتنا ہی بڑا نقاد ہے۔ اندازے ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ پچھلے میں برسوں میں اردو کے تنقیدی سرمائے میں اس سے بہتر کتاب پیش نہیں کی جاسکتی۔ اب اس مجموعہ کو بڑی کامیابیوں اور کئی نئے مضامین کے اضافے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۵/۱

مذکورہ شعرائے متغیر لبین شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ یہ تذکرہ غزل کا مجموعہ ہے۔ یہ مختصر سبائزہ پہلے نقوش کے غزل میں شامل تھا اب اسے الگ صورت میں بھی پیش کر دیا گیا ہے ۱/۸

سستی الہیہ امام ابن تیمیہ کی یہ مکتوبہ الاقا تصنیف اس سے پہلے ہی ایک بار اس ادارے نے بھی پیش کی تھی۔

ہماری داستانیں اردو ادب کی سب سے دلچسپ تصنیف ہماری قدیم داستانیں ہی ہیں جو ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان داستانوں سے ہر شخص لطف اندوز ہو سبے بچوں کے لئے کروڑوں تک نے اگر کوئی داستان شروع کر لی ہے تو دن رات لگا کر اسے ختم ہی کیا ہے۔ یہ نامکن ہے کہ کسی نے اس سیر میں چھوڑ دیا ہو۔ دلچسپ تصنیف ادیب کے بارے میں اب تک کوئی تنقیدی کتاب نہ تھی۔ اس تصنیف سے دھرت یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں داستان کا خلاصہ کیا ہے بلکہ یہ بھی کہ اس کا ادب میں کیا مقام ہے اور کیوں۔ ۵/۱-۱

یادِ یضیا سید عابد علی عابد کے دل نشین ڈراموں کا مجموعہ آغا حشر فنی ڈرامہ نگاری کے امام تھے۔ ان کے ڈراموں میں بالفاظ کی شان و شوکت اور تانیہ پیمانی کی مجرمانہ کلمات تو ہیں مگر نرم و نازک احساسات کا فقدان تھا۔ عابد صاحب نے اپنے ڈراموں میں اس غامبی کو نہ صرف دور کیا ہے بلکہ اردو ڈرامے کے فن کو اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔ اگر آغا حشر کے ڈرامے غامبی کی دلکش یادگار ہیں تو عابد صاحب کے ڈرامے حال اور مستقبل کا سایہ ہیں۔

اردو ادب میں ان سے بہتر ڈرامے آج تک پیش نہیں کیا جاسکے۔ ۱/۱۰
خلفائے محمد ابو القاسم شام کا سب سے بڑا موضوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے عربی بھی سوائی کتابیں لکھیں۔ ان کا ساری دنیاں کوئی ثانی نہیں ہے۔ خلفائے عرب میں اس نے ابو بکر، عمر، عثمان اور علی پر دریا بہا۔ کتاب میں ہر حکام ایک ایسی کتاب لکھ دی ہے جو ان خلفاء پر سب سے سیاری اور مستند کتاب ہے۔ ترجمہ بے حد پسند۔ ۱/۱-۱

اور یہ کتاب بھی مقبول ہوئی تھی کہ صرف دو مہینے کے اندر پندرہ ہزار ڈیڑھ غم ہو گیا تھا۔

اس کتاب میں قرآنی اور احادیث کی روشنی میں زندگی کے ہر شعبہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ حکاکی وقت کے فرائض عطا پر اور عبادت کے فرائض حکاکی وقت پر پوری تفصیل سے درج ہیں۔ ۱/۸

امراؤ جان آدا

یہ ایک بیوا کی داستانِ حیات ہے جسے مرزا آسوائی لکھ کر غلامی مائیک شہرت حاصل کرنی اور آوا کے کردار کو بھی لافانی کمال میں شامل کر دیا اس ناول کو اگر زبان کے اعتبار سے ہی پڑھ لیا جائے تو بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ یہ ناول اپنی تمام تر دلچسپیوں کے ساتھ کہنوی معاشرت کا مرقع بھی ہے۔ نور شید الاسلام کا مرکزہ انکارا دیار بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ ۱/۱

یہ سادات حسن غوث کی اسلامی رنگ میں سوانح ہے جسے غوث نے غصہ بھیجی کے دوست ابو سعید قریشی نے لکھا ہے۔ یہی دور ہے کہ اس سوانح میں چڑا تو ازلی اور بڑی کام کی باتیں ہیں۔ اس میں غوث کی زندگی بے جا توفیق ہے اور نہ ہی خدا واسطے کی دشمنی، غصہ جو کچھ اور جیسا کہ تھا اُسے ہر بہر ابو سعید قریشی نے پیش کر دیا ہے۔ ۲/۲

قول و قرار

یہ قدم کا مجموعہ کلام ہے۔ قدم اردو کا ایک ایسا قول و قرار غول کشا ہے جو بڑے سادے سے انداز میں عشق و محبت کے معاملات کو پانی کر کے رکھ دیتا ہے۔ بھاری بھر کم ترکیبوں اور استعاروں سے ان کا ذہن قدرِ علم نہاد پر آمادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر غزل بنا دیتا نہیں ہے بلکہ فن کی تمام لطافتوں کے ساتھ ایک حقیقت ہے۔ ۳/۱

پیچ و خم

یہ بھی قدم کی ایک سوسے زائد مترق و لادیز اور پیاری پیاری سی غزلوں کا ایک سادہ سا مجموعہ ہے جسے اب وہ پاس نئی غزلوں کے امانت کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اس کا ہر غزل اور ہر شعر پر مجرم لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ ورنہ کے بعد

روانی اور سلاست ان کے حصے ہیں آئی وہ اور کسی کو سر نہیں۔ ۳/۸

اصحابِ کعب

یہ ایک نیا ذخیرہ ہے جسے مصر کے ایک بڑے مشہور کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ ڈرامہ قرآن کے ایک مشہور واقعہ سے متعلق ہے جو قرآن سے تفسیر حقیقہ ہے۔ لیکن جو کہ اس میں ہے اس کے جس طرح پیش کیا گیا ہے۔ وہ بعد از عقل نہیں ہے۔ یہ ڈرامہ مصر میں بے حد مقبول ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے اردو میں بھی بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ۱/۱۲

سہمِ نخل

یہ بھی احمد ندیم قاسمی کے مختصر انساؤں کا مجموعہ ہے۔ یہ نخل کے بعد جس آغاز سے دیہاتی زندگی اور اس کے مسائل کو احمد ندیم قاسمی نے اپنے انساؤں میں پیش کیا ہے۔ وہ اردو کے کسی اور ادیب کو نصیب نہ ہو سکا۔ ندیم خود دیہات کا رہنے والا ہے اس لیے وہ دیہاتیوں کی زندگی اور ان کے تمام مسائل کو بخوبی جانتا ہے امدان کے اثر اور بھلے روئائش سے بھی آشنا ہے۔ ۲/۱

پندرہ اگست

شیدائے ہندو کا مقبول عام ناول۔ یہ ناول اس دور کی تاریخ ہے جب انسان آزادی اسی نعمت ملتے ہی جو ان بن گیا تھا۔ آزادی ملتے ہی مسلمانوں پر جو کچھ بیتی یہ ناول اس کی تصویر ہے جسے پڑھ کر روئنے کے بجائے ہر جگہ ہیں۔ انہی زبردست قریبوں کے بعد مسلمانوں کی آنکھیں آج بھی بند ہیں نہ جانے یہ ان کی کئی تباہیوں کا پیش خیمہ ہے۔ ۲/۱

پانچ ناولٹ

مرتضیٰ سید وقار عظیم اس مجموعہ میں غلو بہت حرکت تھائی۔ اشتاق احمد، اسے حمید اور انصاری کے بہترین ناولٹ شامل ہیں۔ یہ مجموعہ بے حد مقبول ہوا ہے۔ اس ایک مجموعہ میں پانچ بہترین ناولٹوں کے علاوہ تین چار بہترین ناولٹ اور دو عین بہترین منظوم کہانیاں بھی شامل ہیں۔ ۳/۱

نقوشِ لطیف

مرتبہ احمد ندیم قاسمی۔ یہ کتاب زندہ رہنے والی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں اردو کی تمام نمائندہ افسانہ نگار آئیں اپنے حالاتِ زندگی بھی لکھے ہیں اور

ادب کے بارے میں اپنے نظریات کا بھی اظہار کیا ہے۔ یہ مجموعہ تراویح اور اتنے کام کا ہے کہ کبھی بھلا یا ہی نہیں جاسکتا۔

قریباً تمام افسانہ نگار خواتین کے فطوری شامل ہیں جس سے اس کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

۶/-
جمال الدین اخوانی
اوسے بآں دہنا تھا۔ جس سے انگریزوں کی سلطنت کا نپ اٹھی تھی۔ ان جیسا انگریزوں کا دشمن اور مسلمانوں کا خیر خواہ ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔

مسلمانوں کو ایک مرکز پر لانے کے لیے انھوں نے یہ ہیں ایک اخبار العروۃ الوثقی کے نام سے جاری کیا تھا۔ اس میں تجسّے افشانی مضامین شائع تھے۔ وہ اس کتاب کی زینت ہیں۔ ان کے مطالعہ سے

آپ کو معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر لاکر تمام دنیا کی سرمدی کا جو خراب انھوں نے دیکھا تھا وہ آج بھی پورا ہو سکتا ہے۔

۵/-
انتقاد
سید عابد علی عابد کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ، عابد صاحب

انتقاد نامور شاعر، بہترین انشا پرداز اور بے مثل نقاد ہیں انکی تنقید میں روایتی نقادوں کی طرح ثقافت اور یادہ کوئی نہیں ہوتی۔ یہ جو بات بھی کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈتے ہیں اور چچی

بات کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تنقیدوں میں شعروں کی سی شٹاس اور فیصلوں میں توارکی کاٹ موجود ہے۔ ان کے نزدیک کسی فن کا

غلط استعمال گناہ ہے اور یہ بھی گناہ ہے کہ نقاد اپنے ساتھ قاری کو بھی الجھا دے۔

۳/-

تصانیف شوکت تھانوی

| | | | |
|-----|-----------------------|-----|--------------|
| ۲/۲ | مستمرال | ۳/۸ | مولانا |
| ۳/۸ | کارٹون | ۶/- | غزل |
| ۳/- | مابدولت | ۲/- | بے قاعدہ |
| ۲/۸ | بقراط | ۳/- | بارخاطر |
| ۴/- | جوڑ توڑ | ۳/- | خدا نخواستہ |
| ۲/۸ | مضامین شرکت | ۳/- | سودیشی ریل |
| ۲/۸ | غالب کے ڈرامے | ۳/۸ | کتیا |
| ۳/۸ | قاضی جی (۳ حصے) فی حد | ۳/۸ | سارچ مکا پنج |

ادارۃ فروغ اردو ایک روٹ۔ لاہور

بچوں کی پرورش کا پہلا سبق

بچے تازہ، تاقوس اور پڑی رچ بھال کے محتاج ہوتے ہیں۔ تاہم ان کے اندر
لشونہ کی نہ دست صحت موجود ہوتی ہے۔ مناسب نگہداشت، اچھی غذا اور عورتانک کے انتقال
سے ان کے بچے ہوتے اور زندگی سے ہر پور جسم کو پوری پوری افزائش کا موقع مل سکتا ہے۔
لشونہ کے ہا قاعدہ انتقال سے آپ کے بچے کو وہ قلم اجزا مناسب مقدار میں مہیا ہوتے ہیں جو ان
کی لشونہ نما اور اسے پیاریوں سے بچانے کے لئے ضروری ہیں۔

لشونہ سال

بچوں کی صحت کا محافظ



گرانتپ مکسچر

(پیسے رنگ کے ڈبے ہیں)

شندہ زلی، امراض کے

قبول، چھٹی اور اچھا، دودھ ڈالتا،
دست دیکھیں، دانت نکالتا، گھراؤ ملی کا بڑھنا، شش کا اور
دل بہتا، چوڑے اور کھڑے، پیتا کی شدت۔



بے بی ٹانک

(شراب رنگ کے ڈبے ہیں)

شندہ زلی، امراض کے

چھٹی اور اچھا، سوکا (دق) لافال، بڑھنا کا نیم
دست دیکھیں، دانت نکالتا، گھراؤ ملی کا بڑھنا، شش کا اور
دل بہتا، چوڑے اور کھڑے، پیتا کی شدت۔



ہم سدا

گرانتپ مکسچر و بے بی ٹانک ہر موسم میں یکساں طور پر مفید ہیں

ایک ہم موقعہ!

کھیتوں میں بیڑوں کی بہاؤ زماہنت کے بعد
فصل کاٹنے کے وقت ایک کامیاب مکان کی
خوشی اور مسرت کا اندازہ کون کر سکتا ہے ؟
آئی۔سی۔آئی کی تیار کردہ کھادوں اور کیڑے
کوڑوں کو فنا کرنے والی ادویات نے آج کل
کھیتی باڑی کے کاموں میں بڑی بہوتیں پیدا
کر دی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی مختلف طریقے
آئی۔سی۔آئی دنیا بھر کامیاب و زندگی بلند کرنے
میں کوشاں ہے۔



آئی۔سی۔آئی کا ادارہ ان جیسندوں کو جو آپ
خسید ناچا پتے ہیں بنانے میں مدد کرتا ہے۔



امپیریل کیمیکل انڈسٹریز پاکستان، لمیٹڈ

امپیریل کیمیکل انڈسٹریز لمیٹڈ لندن کی ایک ذیلی کمپنی

ICI-888

ڈھاکہ

پٹنہ

لاہور

کراچی

کہوں تجھ سے اے ہم نشیں دل کی بت
ایشیا کا دل پاکستان
پاکستان کا دل لاہور
لاہور کا دل مال روڈ

مال روڈ کا دل پنجاب سٹورز
صاف ستھری اور تازہ اشیائے خورد و نوش اور سامان آرائش و زیبائش سے لبریز
لاہور کی مشہور ترین دکان

پنجاب سٹورز

Accession Number
.....131421.....
Date.....

پرویشن اینڈ جنرل مینجمنٹ
بکٹ - شربت یمن ڈرائس - ثانی - چوکولٹ - سکرٹ - چائنا گلاس - ایڈ میکس بلب وغیرہ
بہترین سروس اور ارازاں ترین نرخوں کے لئے
پنجاب سٹورز پرویشن اینڈ جنرل مینجمنٹ
ہر شہری کے دل کی پکار کارپوریشن مارکیٹ لاہور

اپنی من پسند کی انگریزی، اردو کتابیں اور رسائل
آپ کی اپنی دوکان
سے مہیا ہو سکتے ہیں۔



پھر کیوں نہ آپ ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں
ماڈل بک سٹال، ٹولنٹن مارکیٹ دی مال لاہور

